ओ३म्

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।
ब्रह्मराजन्याभ्यां शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥

آریہ مسافر میگزین

جلد اول

از

ابتدائے اکتوبر ۱۸۹۸ء لغایت ستمبر ۱۸۹۹ء

قیمت سالانہ [illegible] (؏)

کامل یکسال

ماہواری رسالہ بیادگار دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

ست دھرم پرچارک پریس جالندھر شہر میں لالہ منشی رام جگیاسو پروپرائٹر کی اہتمام سے چھپا

فہرست مضامین آریہ مسافر میگزین جلد اول از ابتدائے اکتوبر سنہ ۱۸۹۸ء لغایت اخیر ستمبر سنہ ۱۸۹۹ء عیسوی

اوم

دھرم

اسسٹنٹ ایڈیٹر
لالہ وزیر چند ودیارتھی ایڈینگ
آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

ایڈیٹر
لالہ منشی رام پلیڈر پریسیڈنٹ
آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جہاں جہاں سائنس کی روشنی پہنچی وہاں وہاں آریہ دھرم کا جھنڈا سب سے پہلے لہرایا

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی
کی
یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ
+ حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب +

نمبر (۱)	جلندھر شہر - اکتوبر ۱۸۹۸ء سنہ مطابق آریہ سمت ۱۹۷۲۹۴۹۰۰۰	جلد (۱)
سالانہ قیمت [illegible]	فہرست مضامین	نمونہ کا پرچہ ۳ر

مطبع دھرم پرچارک جلندھر شہر میں لالہ منشی رام پلیڈر مینیجر کے اہتمام سے طبع ہو کر شائع ہوا

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶ - مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دھرم پر جان قربان کردی اور آخری وصیت یہ کی کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے"۔ انکی وصیت کو پورا کرنے کے لیے یہ فنڈ کھولا گیا ہے۔ پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گذارے کے لئے تو کافی سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے۔ لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روز اول ہے۔ پچاس ہزار روپے کے سرمایہ کے لیے اپیل ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دھرم کی سیوا کی اس کے مقابلہ میں یہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے۔ چوبیس ہزار جمع ہو چکے ہیں ۲۶ ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے۔ پیارے بھائیو اس رقم کو بہت جلد جمع کردو تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ جگے اُپدیشک دیش دیشانتروں اور دویپ دویپانتروں میں ویدک دھرم کا جھنڈا بلند کرکے اوم کی دھونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دھارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے بچریں۔ اس طرح سے نہ تم اپنی سچی شکر گذاری کا ہی اظہار کروگے۔ بلکہ اپنے ویدک گیان سے بے بہرہ بھائیوں کے لیے سچی رشی کا سامان مہیا کروگے۔ پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دھرم یدہ میں شریک ہونیکی توفیق دیویں۔ اوم شم۔

(نوٹ) کل روپیہ اس فنڈ اور ویدپرچار فنڈ کا بنام لالہ جے چند سکرٹری پرتی ندہی سبھا پنجاب بمقام لاہور بھیجنا چاہیئے۔

اصول آریہ سماج

(۱) سب سچے علم اور علم سے جو کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں اُن سبکا اصل اصول پرمیشور ہے۔

(۲) ایشور ہستی مطلق - علم مطلق و سرور مطلق یعنی ہستی باعلم و پُرسرور - بے جسم - قادر مطلق - عادل - رحیم - غیر مولود - غیر محدود بے عیب - قدیم - بیمثال - پناہ کل - رب العالمین - حاضر و ناظر علم کل - لازوال - حی جاوید - لاینحاف - دائم - قدوس خالق کائنات ہے - اُسکی عبادت سزاوار ہے۔

(۳) وید سچے علوم کی پستک ہے - وید کا پڑھنا پڑھانا - سُننا سُنانا آریوں کا پرم دھرم ہے - (۴) سچ کے قبول کرنے میں اور جھوٹھ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے (۵) سب کام دھرم کے مطابق یعنی سچ اور جھوٹھ کو سوچکر کرنے چاہئیں (۶) سنسار کا اُپکار کرنا اس سماج کا خاص منشا ہے یعنی جسمانی روحانی اور رفاہ عامہ خلائق کی ترقی کرنا (۷) سب سے باتحاد تمام دھرم کے مطابق جتنے جیسا مناسب ہو برتنا چاہئے۔

(۸) جہالت کا ناش اور علم کی ترقی کرنی چاہئے۔

(۹) ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہئے - بلکہ سب کی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہئے۔ (۱۰) سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں کہ جو رفاہ عام سے متعلق ہوں - پربس رہنا چاہئے - اور ان اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں - سب خود مختار رہیں۔

آریہ مسافر

کا

اُدیشیہ (مقصد)

پرماتما کے اسیم (بیحد) برہمانڈ میں ہر مسافر کسی نہ کسی خاص مقصد کے پورا کرنے کے لئے سفر کا سامان کندھے پر اٹھاتا ہے لیکن چونکہ انسان کو اپنے ہر ایک مقصد کی کامیابی کے لئے دوسرے انسانوں کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اِس لئے ہر مسافر پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنے دیگر بھائیوں کو اپنے مقصد سے آگاہ کرے۔ کیونکہ اگر اُسکا مقصد کسی جماعتِ انسانی کی ہمدردی اپنی طرف کھینچ سکتا ہے تو پھر اُسے خاطر خواہ مدد اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے ملجاتی ہے۔ آریہ مسافر نے بھی ایک خاص اُدیشیہ کو پورا کرنے کے لئے اِسوقت سامانِ سفر طیار کیا ہے۔ یُوں تو اِس کے سفر کی تیاریوں کی بنیاد ۶۔ مارچ ۱۸۹۷ء کے علی الصباح دو بجے میو ہسپتال لاہور کے ایک کمرے میں رکھی گئی تھی جبکہ دھرم ویر لیکھرام کا جیوآتما مادی جسم سے علیحدگی اختیار کرنے لگا تھا لیکن

ایک برس سے زیادہ اِسے محض طیاریوں میں ہی ضائع کرنا پڑا۔ اب ایشور کی دیا سے آریہ پرتی
ندہی سبھا پنجاب نے اِسے سب سامان مہیا کر دیا ہے اور اِسنے پہلی منزل پر قدم رکھدیا ہے۔
آریہ مسافر کا اُدیشیہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے۔کہ آریہ مسافر کی وصیت کو ہی پورا کرے
جس ویدک دہرم کی بڑہ‌گی کو روئے زمین پر پھیلانے اور جس ویدک دہرم کو مخالف حملوں سے
محفوظ کرنے کا بیڑا پنڈت لیکھرام نے اُٹھایا تھا اسی

ویدک دہرم کی سیوا

اس رسالے کا مقصد ہوگا۔ اِس مقصد کو پورا کرنے کے لیئے رسالے کو خاص حصوں میں تقسیم
کیا جائے گا۔ اور ہر ایک حصہ کے مناسب حال مضمون اُسمیں درج کیا جایا کریگا۔

(حصہ اول) ودّیا کا پرکاش۔ جسکے ضمن میں علاوہ ویدوں کا بامحاورہ ترجمہ پیش کرنے
کے ویدک سدہانتوں کی اصلیت اور اُنکی بڑہ‌گی پر بحث ہوگی۔

(حصہ دوم) ویدک مارتنڈ۔ جسکا کام یہہ ہوگا۔کہ ویدک سدہانتوں پر جو اعتراضات
اویدک متاولمبیوں کیطرف سے وقتاً فوقتاً کیئے جاتے ہیں۔ اُنکا جواب دیوے۔

(حصہ سوم) اودّیا کا ناش۔ دُنیا میں مذہب کے نام سے جسقدر جہالتیں پھیلی ہوئی ہیں
اُنہیں کاٹنے کی اِس حصہ میں کوشش ہوگی۔

(حصہ چہارم) تاریخی اور علمی مفید نوٹ۔ اِس رسالہ میں بڑی سنجیدگی اور تہذیب سے
ہر ایک امر پر بحث کیجایگی۔ معمولی ذاتی حملوں اور مذہبی پھکڑبازیوں کا جواب دینا اِس رسالے
کا کام نہیں ہوگا۔

پیارے ناظرین! آپ آریہ مسافر کے پروگرام کو دیکھہ کر حیران تو ضرور ہوئے ہونگے
اور آپ کو یقین نہ آئے گا کہ ایسے مہان اُدیشیہ میں اُسے کامیابی ہوگی۔ لیکن آپ کو
یاد رکھنا چاہئے۔کہ اِسنے کیول ستیہ (سچائی) کے ہی سہارے پر کام کرنا شروع کیا ہے
اور رشیوں کا قول ہے۔کہ

سچائی کی ضرور فتح ہوتی ہے

پرم پتا۔ اپنی اپار دیا سے ہمیں اپنی پرتگیا کے پالن کرنے میں مدد دیں۔ یہی ہماری
بڑی نمرتا سے پرارتہنا ہے۔!　　اوم شم

ودیا کا پرکاش

وید مقدس کا ترجمہ

تمہید - ویدوں تو ایک ہی مکمل گیان کا نام ہے - لیکن بلحاظ مضامین اور سلسلۂ ہدایت وے چار حصوں میں منقسم ہیں - کُل ویدوں کا نشانہ ایک - لاثانی - علم کُل - محیطِ کُل - پراجت حقیقی پرماتما ہی ہے - انکی منزل مقصود دُکھوں سے مُکتی پانا ہے - لیکن چونکہ مُکتی (نجات) بغیر پرماتما کا سچا گیان حاصل کئے مل نہیں سکتی - اس لئے پرماتما کا گیان حاصل کرنا ہر ایک نجات کے خواہشمندوں کے لئے ضروری ہے +

کسی چیز کا حقیقی علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں تین منزلوں میں سے ضرور گزرنا پڑتا ہے -

(اول) اُس چیز کا ساما نیہ گیان یعنی معمولی بیرونی علم حاصل کرتے ہیں - مثلاً اگر جامن کے درخت کی ماہیت دریافت کرنی ہو تو سب سے پہلے اُسکے تنہ - جڑ - شاخوں - پتوں اور پھل کی بیرونی بناوٹوں کا علیحدہ علیحدہ مشاہدہ کرنا پڑتا ہے -

(دوم) اُس چیز کے مختلف حصّوں کی بناوٹ کا ایکدوسرے کے ساتھ مقابلہ کرنے یعنی تجربات سے اِن مختلف حصّوں کے اندرونی راز کو دریافت کرتے ہیں - اُسی جامن کی حالت میں پتوں اور دیگر اجزاء کی خاصیتوں کے باہمی مقابلہ سے اُنکے اندرونی خواص معلوم ہوتے ہیں - اِسے دِلیو بانی یعنی عالموں کی اصطلاح میں یگیہ کرم اور دیگر زبانوں کے خیالات میں تجربہ کی منزل کہتے ہیں -

(سوم) اُس چیز کے کُل حصّوں کے اندر ایک ہی لاتغیر اصول کو کام کرتے ہوئے ہم اُس چیز کا اصلی اصول دریافت کرتے ہیں - اِسکو دیو بانی میں اُپاسنا کی منزل کہتے ہیں - اِس منزل پر پہونچکر ہر ایک منزل کی تفتیش پر نئی روشنی پڑتی ہے - جس سے کہ کُل بناوٹوں کے اندر ایک ہی جہان نیم کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے - اِن منزلوں سے پرے - اونچے درجے کو دیو بانی میں وگیان کہتے ہیں - وید چونکہ قدرتی گیان ہے (انسان کی بناوٹ نہیں) اِسـ

اسمیں قدرتی سلسلہ ہونا لازمی تھا۔ ایک ایک وید کے لیئے جو جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ وہی انکے ایشوریہ گیان یعنی الہٰی علم ہونیکا شاہد ہے۔

(اول) رگوید ऋचस्तुतौ جسمیں ستتی یعنی تنکے سے لیکر کروڑں تک اور وہاں سے پرمیشور تک کا ٹھیک علم دیا گیا ہو۔ اُسے رچ یعنی رگوید کہتے ہیں۔ پس رگوید کے ذریعہ سے اشیاء کا معمولی ابتدائی علم ہوتا ہے۔

(دوم) یجروید۔ یگیہ کرم۔ یعنی طرح کے تجربوں کا جسمیں ذکر ہو اُسے یجروید کہتے ہیں۔ چنانچہ رگوید سے حاصل کئے ہوئے ساماںیہ گیان کے استعمال سے یجروید یگیہ کرموں کا طریقہ بتلا اور اُن کے فائدے جتلا کر خاتمہ پر اُس عالمگیر مہول کا ذکر کر دیتا ہے۔ جو کہ ساری دُنیا میں بھرپور ہو رہا ہے۔

(سوم) سام وید۔ اس وید کا گان ودیا یعنی علم موسیقی سے خاص تعلق ہے۔ سارے جہان کے اندر ایک ہی سُریلے نغمہ کا پتہ دینا اِس وید کا کام ہے۔ پرم آتما کی اُپاسنا کی منزل تک پہونچانا یعنی اُس کے نزدیک لیجانا اسکا مقصد ہے۔

(چہارم) اتھروید۔ جو کہ ہر ایک وید کے دئے ہوئے گیان پر نئی روشنی ڈالتا اور وید انویائی (وید کے پیرو) کو برھم دھام میں پہونچا دیتا ہے۔

اِس سلسلے کے مطابق نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم سب سے پہلے رگوید کا ترجمہ اُردو دان پبلک کے فائدہ کے لیئے پیش کریں۔ زمانۂ حال کے جدوجہد کا خیال اور اسوقت کی زندگی کی سرپٹ چال کا مشاہدہ ہمیں بعض اوقات مجبور کرتا تھا کہ ہم رگوید سی ضخیم کتاب کو چھوڑ کر سام وید یا یجروید کا ترجمہ شروع کریں۔ تاکہ اُنیسویں صدی کی گھوڑ دوڑ میں اردو دان پبلک تک وید انفس کی تھوڑی بہت جھلک پہونچ سکے۔ لیکن برھم ودیا روپی دیوی نے فوراً روکا اور ہدایت کی کہ جس بدھی کا ایسا اونچا ادھکار (مرتبہ) ہو کہ وہ لطیف سے لطیف ہو کر پرم آتما کے دربار تک پہونچ سکے۔ اُسے انیسویں صدی کی مصنوعی تہذیب کا غلام بنانا ناستک پن ہے۔ جو کہ پاپ ہے ہم نے دیوی کے پاک کلام کے روبرو گردن جھکائی اور رگوید کے ترجمہ کا آغاز کر دیا۔

رِگ وید

(یہہ وید دس منڈلوں میں منقسم ہے۔ جنمیں ۱۰۱۸ سوکت اور ۱۰۵۸۹ منتر ہیں۔)

منڈل پہلا

سوکت پہلا

(تمہید) جس طرح پر کہ نو مہینے ماتا کے گربھہ میں رہکر نشو و نما پانے کے بعد جسمانی بچہ جنم لیتا ہے اور پھر ہر ایک مادی چیز کی نسبت اُسکا یہی سوال ہوتا ہے کہ "یہہ کیا ہے؟" اِسی طرح پر آتمک بالک (روحانی بچہ) بھی آتمک گربھہ کی میعاد کو پورا کر کے روحانی سوالات اُٹھاتا ہے۔ جبکہ ریاضت سے آتما منجھ جاتا ہے۔ تب ہر ایک حرکت کے اصول کو دریافت کرنیکی طرف رجوع ہوتا ہے۔

(۱) وہ دیکھتا ہے کہ باوجودیکہ دُنیا میں خطرناک جدوجہد کا سامنا ہے۔ پھربھی کوئی طاقت ہے جو کہ اُسکا پوراہت کرتی ہوئی اُسکی حفاظت کرتی ہے۔

(۲) وہ دیکھتا ہے کہ سارے سنسار میں مختلف یگیوں یعنی مشاہدوں کے اندر بھی ایک ہی مہان یگیہ یعنی عظیم الشان اصول سبکی بہتری کے لئے کام کرتا ہوا موجود ہے۔

(۳) وہ دیکھتا ہے کہ باوجود اندھیرے (جہالت) کی خطرناک یورش کے بھی روشنی یعنی سچائی کی ہی فتح ہوتی ہے اور باوجود بیشمار تاریک طاقتوں کی جدوجہد کے ایک ہی روشن اصول اُنکا مقابلہ کرتا ہے۔

(۴) وہ دیکھتا ہے کہ باوجود بڑی بھاری حرکت سے متحرک ہونے کے بھی ہماری زمین اپنے پراکرم کو ختم نہیں کر دیتی بلکہ رتوؤں (موسموں) کی تبدیلی سے نئی تازگی ہمیشہ حاصل کرتی رہتی ہے۔ اور

(۵) وہ حیرانی سے دیکھتا ہے کہ جہاں مختلف پتھر مثلاً ہیرا۔ پنّا۔ نیلم وغیرہ اپنی چمک دمک اور انکی بناوٹ کیوجہ سے مختلف اقسام کے دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں اُن کے اندر ایک ہی اصول کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

یہ مشاہدہ بے اختیار روحانی دُنیا کے مسافر کے دل میں سوال پیدا کرتا ہے۔ کہ اِن سب کے اندر کام کرنیوالا اصول کیا ہے۔ جواب ملتا ہے کہ۔

منتر ۱

"ہم لوگ (اُس) اگنی (روشنیٔ کُل) کی تعریف کرتے ہیں جو کہ (۱) ہمارا پروہت کرنیوالا۔ (۲) یگیوں کا ہوم کرنیوالا (۳) روشن (۴) موسموں کی تبدیلی کرنیوالا اور (۵) جملہ جواہرات کا پیدا کرانیوالا ہے۔"

(نوٹ) ہم نے یہاں صرف روحانی معنی کئے ہیں۔ ہر ایک وید منتر کے روحانی اور مادّی دونوں طرح کے معنی ہو سکتے ہیں۔ اِس جگہ روحانی معنوں کا اظہار زیادہ تر مطلوب ہے۔ دُنیا کی کُل روشنی اور حرارت پرماتما سے ہے۔ اِس لئے وہی سب سے بڑا ہوم کرنیوالا ہے۔ باقی مطلب صاف ہے۔

منتر ۲

"پرانے[۱] اور نئے[۲] رشیوں[۳] سے تعریف کئے جانے کے لائق وہ پرماتما ہے۔ وہی اِس جہان میں اعلیٰ (روشن) حالتوں کو حاصل کراتا ہے۔"

(نوٹ) [۱] پرانوں سے مراد وہ عابد لوگ ہیں جو کہ گزشتہ کلپوں میں ہو چکے ہیں۔ ویدوں کی تعلیم کے مطابق یہ خلقت لطیف علت مادی سے کثیف مادہ کی حالت میں آکر ایک مقررہ عرصہ تک اِسی طور رہکر پھر لطیف حالت میں چلی جاتی ہے۔ اور ایک مقررہ عرصہ کے بعد پھر کثیف مادی حالت کا آغاز ہوتا ہے۔ اِس ایک دور کو ایک کلپ کہتے ہیں۔ وید چونکہ ازلی پرماتما کے گیان ہونیکی وجہ سے ازلی ہیں۔ اِس لئے پرانے رشیوں کا ذکر آیا۔ نیز چونکہ ہر زمانہ کے لئے ہیں۔ جس طرح پرماتما پر ماضی۔ حال اور مستقبل کا اطلاق نہیں ہو سکتا یہی اُس کے گیان کا بھی وصف ہونا چاہیئے۔ پس پرانے رشیوں کا ذکر کرنے سے وید کی ازلیت میں فرق نہیں آتا۔

[۲] نئے رشیوں سے مراد اُس زمانہ کے رشی جس زمانہ میں کہ پڑھنے والا اِس منتر پر وچار کر رہا ہو
[۳] ویدوں کے منتر صرف پڑھ لینے یا صرف و نحو کے طریقہ سے اُن کے معنی سمجھنے سے ویدوں کی بزرگی ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ جس پرماتما کا کہ وید گیان ہے اُسی کے بنائے ہوئے گوناگون جہان کے اصولوں کے ساتھ اُن منتروں کو ملاکر پڑھنے سے ہی اُنکی اصلیت ظاہر ہوتی ہے۔ اِس طرح پر جو لوگ وید منتروں کا

مطالو لے دیتے ہیں، انہیں وید کی اصطلاح میں رِشی کہا جاتا ہے۔

۴؎ تعریف سے یہاں مراد جھوٹی ستائش نہیں ہے۔ بلکہ تعریف سے مراد ٹھیک ٹھیک اوصاف کا بیان کرنا ہے۔ جس طرح پر کہ اقلیدس میں خط وغیرہ کی تعریف کیگئی ہے۔

(تمہید) جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی کہ اگنی سوروپ (روشنی کُل) پرماتما کی ہی پرستش عابد لوگ ہر ایک کلپ میں کرتے چلے آئے ہیں اور ساتھ ہی اس کے جبکہ متلاشی حق نے اپنے زمانہ کے عابدوں کو بھی اُسی کی پرستش میں محو پایا تو اپنا فرض اُسے بخوبی سمجھ لیا اور اُسے یقین ہوگیا کہ دُنیا میں جن جن چیزوں کی ضرورت انسان کو لاحق ہوتی ہے اُنکو پورا کرنے کے لئے بھی پرمیشور کی عبادت اور اُس کے احکام کی فرمانبرداری ہی ایک بہترین ذریعہ ہے۔ پس وہ یقین کرتا ہے کہ

منتر ۳

"دِل لگا کر پرمیشور کی عبادت کرنے سے دن بدن (روح اور جسم کو) مضبوط کرنے والی (نیک اور جائز) شہرت۵؎ کو بڑھانے والی اور بہادروں کی پیاری دولت۶؎ کو (انسان) بڑی آسانی سے حاصل کرتا ہے"

(نوٹ) ویدک اصطلاح میں لفظ یش ہمیشہ اچھے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ لیکن شہرت کا لفظ اچھے اور بُرے دونوں قسم کے خیالات کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اِس لئے تشریح کی ضرورت ہوئی۔

۶؎ لفظ रयि (رئی) کا ترجمہ دولت کیا گیا ہے۔ دولت سے ویدک اصطلاح میں کہیں بھی محض روپیہ وغیرہ مراد نہیں لی گئی۔ بلکہ دولت اُس ہر ایک چیز اور ہر ایک طاقت کو کہتے ہیں جو کہ انسانوں کی ترقی اور بہبودی کا باعث ہوسکے۔ پس دولت سے اُن کُل روحانی اور جسمانی طاقتوں کو سمجھنا چاہئے جنکی مدد سے کہ جیو آتما اپنی زندگی کا اصلی مقصد پورا کرسکتا ہے۔

(تمہید) پرمیشور کی عبادت شروع کرنے سے پیشتر روحانی نتیجے کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ محض عبادت سے کیونکر تمام ضروری دولت اُسے حاصل ہوسکیگی۔ لیکن چونکہ معبود کے اوصاف کی نسبت روزمرہ خوض کرنے سے عابد کے آئینہ دل پر اُنکا عکس لازمی طور پر پڑتا ہے۔ پس پرمیشور کے بھگت کو روزمرہ کی پرستش سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ چونکہ سارے سنسار میں ترقی کا ذریعہ حرکت ہی ہے اور اُس حرکت کا ظہور پرماتما سے ہوتا ہے

پس اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ پرماتما کے ساتھ جُڑنے سے ہی سچی ترقی ممکن ہے۔ اور زبانِ حال سے بے اختیار بول اُٹھتا ہے۔ کہ

منتر ۴

" اے پرمیشور! آپ سب جگہہ بھرپور ہو کر جس ہِنسا[۱] سے بری یگیہ[۲] کا سہارا ہو رہے ہو۔ وہی یگیہ دُنیا کے روشن اصولوں میں پھیلکر (کُل جہان کی بہبودی کا باعث ہو رہا ہے)"

(نوٹ) ۱ ہر قسم کی ناجائز تکلیف جو کسی جاندار کو پہنچائی جاوے اُسے ہنسا کہتے ہیں اس خیال کو ظاہر کرنے کے لئے اردو میں کوئی ایک لفظ نہیں مل سکتا۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ پرمیشور کے جسقدر کام ہیں وے سب ہنسا سے بری ہیں۔ وید کے اِس خیال کو دیکھہ کر ناستک لوگ فوراً سوال اٹھائیں گے کہ اگر پرمیشور کے کام ہنسا سے بری ہیں تو دُنیا دُکھہ کا مول کیوں دکھائی دیتی ہے۔ لیکن افسوس ایسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم نے اپنے کرموں سے دُنیا کو دُکھہ کا مول بنا چھوڑا ہے۔

۲ یگیہ جوڑنے کو بھی کہتے ہیں۔ پرماتما سے بڑھکر جوڑنے والا اور کون ہے؟ اسی لئے اُسکے لئے بھی لفظ یگیہ بعض جگہہ وید میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جہان میں ہم جُڑنے اور علیحدہ ہونے کا ایک بڑا اعظم اصول دیکھتے ہیں۔ جسے پیدائش اور معدومیت بھی کہا جاتا ہے۔ اِس اصول کا سہارا پرماتما ہی ہے اور یہی اصول کے ذریعہ سے وہ کُل روشن اصولوں کو مضبوط اور مستقل کرتا ہے۔

(تمہید) عبادت کو ذریعہ حصول اصول حقیقی سمجھہ کر جب طالبِ حق تصوف میں محو ہو جاتا ہے تو روشنی کے پرتو اُسے کم وبیش دکھائی دینے لگتے ہیں اُسوقت دُنیاوی پردوں کے باعث اُسے خداوند برتر کی بھان کا جمال پورا نہیں ہو سکتا۔ قدم قدم پر شک پڑتا ہے۔ ایسے نازک موقعہ پر سوائے ست سنگ یعنی پہونچے ہوئے عابدوں کی صحبت کے اور کوئی ذریعہ روح کو شبہات سے پاک رکھنے کا نہیں ہے۔ اِس لئے وید کی ہدایت ہے۔ کہ

منتر ۵

" سارے جہان کو روشن کرنیوالا عقلِ کُل۔ علمِ حق کا سکھلانیوالا۔ ازلی اور ابدی۔ پرماتما جسکی کہانی کہ عجیب غریب ہے۔ عالمانِ باعمل کی صحبت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔"

تمہید - خداپرستوں کی صحبت سے جب عقل باریک بین زیادہ تر لطیف ہو جاتی ہے تب جیو آتما پرماتما کے ساتھ اپنے اصلی تعلق کا راز کھلتا ہے - اور اُسکی بیحد رحمت کو انسان محسوس کرتا ہے -

منتر ۶

"اے تمام بناوٹوں کی اصلی روح اور سب کے دوست روشنی کل پرماتما! یہہ آپکی ازلی خصلت ہے کہ آپ بیشمار نعمتوں کی بخشش ہماری بہتری کے لئے کرتے ہو۔"

(نوٹ) پرماتما نے سرد پانی کی روانی اور نسیم سحری کے جھونکے۔ سورج کی شفاف روشنی اور خوشبودار پھولوں کی مہک انسانوں کو اُن کے کسی فعل کے بدلے میں نہیں دیں۔ بلکہ ازل سے اُسکا شیوہ خداوندی یہی ہے - کہ اپنی برکتیں بلا روک ٹوک نازل کرتا رہتا ہے -

---

تمہید - جب اُسکی بیحد برکتوں کو انسان محسوس کرتا ہے تو زبانِ حال سے اُسکے اندر سے یہ دعا نکلتی ہے - کہ

منتر ۷

"اے رب معبود پرمیشور! ہم اعلیٰ روحانی حالت کو حاصل کرنیکی غرض سے دن رات اپنی عقل کے سارے زور سے آپکی اُپاسنا کرتے اور آپکی عزت کرتے ہوئے آپکی پناہ میں آتے ہیں۔"

(نوٹ) اُپاسنا کے لغوی معنی نزدیک پہونچنے کے ہیں۔ یہہ اُس حالت کا نام ہے جبکہ پرمیشور کے اوصاف کو سمجھکر اور اُن کے مطابق اُسکی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے نیک اعمال کے باعث انسان پرمیشور کی قربت کا مستحق ہوتا ہے - قربت سے مراد یہہ ہے کہ جن پردوں کی وجہ سے پرمیشور ہمارے اندر موجود ہوتے ہوئے بھی دور معلوم دے رہا ہے - اُن کا اُٹھ جانا۔

تمہید - اُپاسنا کی حالت میں پہونچکر انسان پرمیشور کی قدرت کو زیادہ تر سمجھنے کے قابل بنجاتا ہے تب محسوس کرتا ہے - کہ

منتر ۸

"ہم عبادت کے ذریعہ سے مالکِ حقیقی کے اُس راستہ کو حاصل کریں جس کہ وہ سب سے بڑا۔ روشنی کُل یگیوں اور (زمین۔ چاند وغیرہ) کُرّوں کو روشن کرنیوالا اور ویدوں کے عِلم کو پھیلانیوالا پرماتما روزمرہ روشن کرتا ہے"

منتر ۹

"اے عقل کُل پرمیشور! جس طرح پر کہ باپ اپنے بیٹے کو اعلیٰ علم سے منوّر کرتا ہے اُسی طرح پر آپ ہمارے لئے اعلیٰ ہدائت دینے والے ہو کر ہمیں سُکھی کیجیے"

اُپنشد اور اُسکی تعلیم

تمہید - آج یہ امر مسلمہ ہے کہ آریہ اور انآریہ دونوں قسم کے خیالات رکھنے والوں کے اندر ویدوں کی تعلیم نے ہل چل مچا دی ہے۔ یورپین قوموں میں سے جرمنی۔ فرانس اور انگلینڈ کے سنسکرت والوں نے خصوصاً سنسکرت عِلم ادب کی خوشہ چینی کرتے ہوئے ویدوں کی بزرگی کا پتہ لگایا اور یورپین دُنیا کو اُس کے بے بہا جواہرات سے چوندھیا کر حیرت میں ڈالدیا۔ اِسجگہ ضرورت نہیں ہے کہ ویدوں کی عظمت کے ثبوت میں یورپین فاضلوں کی رائیں مفصل پیش کیجاویں کیونکہ یہ سوال کہ آیا ویدوں کی تعلیم سے واقفیت حاصل کرنا ہر ایک انسان کے لئے لازمی ہے یا نہیں۔ اثبات میں حل ہو چکا ہے لیکن یہ تحقیقات بڑی ہی دلچسپ اور مفید ہو سکتی ہے کہ ویدوں کی بزرگی کا یورپین سنسکرت دانوں کو کیونکر پتہ لگا۔

پروفیسر میکس میولر صاحب اپنی اُپنشدوں کی تمہید کے شروع میں ہی فرماتے ہیں کہ "قدیم ویدک علم اد۔

جو کہ ہندوستان کے کُل علم ادب کی بُنیاد ہے اور جو کہ اُس ملک میں انسانی یادداشت کے سب سے پہلے زمانے سے کر اب تک ایک ناشکستہ وراثت کے طور پر چلا آیا ہے - ہندوستان کی حدود سے باہر بذریعہ اُپنشدوں کے پہلے پہل ظاہر ہوا تھا" سنسکرت علم ادب کی نسبت یوروپین سنسکرت دانوں کی تفتیش کا حال لکھتے ہوئے یہ ظاہر کر کے کہ زمانہ حال کے علم ادب سے ملحت ویدوں - براہمنوں اور سوتروں کی پڑتال میں پھنسکر اُن سنسکرت دانوں نے کچھ وقت کے لئے اُپنشدوں کو متشبہ تحریر سمجھ کر ایکطرف رکھ دیا تھا - پروفیسر صاحب اپنے شوق کی نسبت فرماتے ہیں "ورسنسکرت علم ادب کے لئے میری واقعی محبت پہلے پہل اُپنشدوں کی بدو چمک اُٹھی تھی"

جرمنی کے مشہور فیلسوف شوپن ہار صاحب کا یہ مضبوط خیال تھا کہ ویدوں کے اصلی معانی کے اظہار کے لئے اُپنشدوں کی گہری تعلیم سے بخوبی واقف ہونا ایک لازمی امر ہے - اسی طرح پر نہ صرف یوروپین سنسکرت دانوں تک ہی یہ خیال محدود رہا - بلکہ بازگشت کے اصول کے مطابق اس خیال کا رنگ آریہ ورت کے موجودہ فاضلوں کی تحریروں اور تقریروں پر بھی چڑھ گیا - حتّے کہ راجہ رام موہن رائے اور دیگر انگریزی طریق پر سوچنے والے بھارت نواسیوں نے اُپنشدوں سے بجائے ویدک تعلیم کی عقدہ کشائی کا کام لینے کے اُن پر سے ویدوں کو پوچھا دے کر دیا اور یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ ویدوں میں محض بچوں کی بلبلاہٹ ہے - برہم ودیا (علم الٰہی) کا بھنڈار اُپنشدوں کے سوائے اور کوئی شاستر نہیں ہے -

اس قسم کے خیالات نے یوروپین سنسکرت دانوں کے سہارے سے بھارت نواسیوں کو ایسا تسخیر کر لیا تھا کہ ویدوں کی عزت اُن کے دلوں سے [illegible] دور ہو گئی تھی یونہو پہلے ہی سے ویدوں کا چرچا اُٹھ چکا تھا اور عوام تو در کنار سنسکرت دان ہندو بھی ویدوں کے نام ہی نام سے واقف رہ گئے تھے - مگر جو تھوڑی بہت ویدوں کی عزت اُنکے دلوں میں باقی بھی اُسے راجہ رام موہن رائے وغیرہ کے خیالات نے دور کر دیا تھا لیکن یہ خیالات درست نہیں تھے - اس لئے بہت عرصہ تک اُنکی سلطنت قائم نہیں رہ سکتی تھی -

ان خیالات کو پلٹا دینے والا رشی دیانند ہوا ہے - اس فاضل ویددان نے پُرانے رشیوں کے طریقہ پر ویدوں کا مطالعہ کر کے پوری تحقیقات کے بعد یقین کر لیا تھا کہ اُپنشد لفظ کے معنی نہ سمجھ کر ہی لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے - اُنہنے سب سے پہلے ویدوں پر ایک عالمانہ تفسیر لکھنی شروع کی - اور اگر تعصب کے ظالمانہ وار سے وہ بچ رہتا تو یقین واثق تھا کہ ویدوں کی تفسیر ختم کرنیکے بعد اُپنشد نامی کتابوں کی تفسیر پر بھی ہاتھ ڈالتا اور پھر دُنیا حیرانی سے معلوم کرتی کہ لفظ اُپنشد کے معنی نہ سمجھ کر کس طرح پر بڑے بڑے سنسکرت دانی کے ابھانی بھی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں"

ہم اِس مضمون میں اُپنشد نامی کتابوں کا ترجمہ اور اُنکی تفسیر شروع کرنے سے پیشتر اِس امر کی تحقیقات کیا چاہتے ہیں کہ سنسکرت لٹریچر میں نہ صرف بلحاظ قدامت بلکہ بلحاظ گیان کی بزرگی کے وید اور اُپنشدمیں سے کسکو فوقیت ہے۔ اِس تحقیقات کی تکمیل کے لیئے ہمکو نہ صرف لفظ اُپنشد پر ہی بحث کرنی پڑیگی۔ بلکہ اُپنشد نامی کتابوں پر جسقدر تفسیریں لکھی گئی ہیں اُن سب کی پڑتال کرنی لازمی ہوگی۔ اور اِس تحقیقات کو باقاعدہ شروع کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ امر دریافت کریں کہ کتنی کتابوں کا نام زمانہ قدیم سے اُپنشد مانا چلا آتا ہے۔

پرانی مستند اُپنشد نامی کتابوں کی تعداد

واضح ہو کہ اُپنشدوں پر سب سے پرانی تفسیر شنکر آچاریہ کی ملتی ہے۔ اُپنشدوں کا دوسرا نام چونکہ ویدانت ہے۔ اور ویاس کے ویدانت سوتر چونکہ اُپنشدوں کے خیالات کا خلاصہ سمجھے جاتے ہیں۔ اِس لیئے جبکہ شنکر آچاریہ نے ویدانت شاستر پر تفسیر لکھی تو اُس کے لیئے اُپنشدوں کی تفسیر لکھنی بھی لازمی ہوگئی۔ **شنکر آچاریہ** نے دس اُپنشدوں پر تفسیر لکھی ہے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ (۱) **ایش** (۲) **کین** (۳) **کٹھ** (۴) **پرشن** (۵) **مانڈوک** (۶) **منڈک**۔ (۷) **ایتریہ** (۸) **تیتریہ** (۹) **چھاندوگیہ** اور (۱۰) **ورہدارنیک**۔

بعض سنسکرت دانوں کی یہہ رائے ہے کہ شنکر آچاریہ نے گیارہ اُپنشدوں پر تفسیر لکھی ہے اور وے اوپر لکھی ہوئی دس اُپنشدوں کے ساتھہ شویتاشوتر اُپنشد کو شامل کر لیتے ہیں۔ لیکن بوجوہات ذیل ہم شویتاشوتر کا مفسر شنکر آچاریہ کو نہیں سمجھتے:۔

(۱) جو اُپنشدوں کا شنکر بھاشیہ کہ جیوانند ودیاساگر بی۔ اے نے بمقام کلکتہ چھاپ کر شایع کیا ہے اُسمیں شویتاشوتر کا مفسر ایک شنکرانند لکھا ہے نہ کہ **شنکر آچاریہ**۔

(۲) شنکر آچاریہ نے اپنی تفسیر میں نظم طبعزاد خود بالکل نہیں لکھی اور سوا اُسکے وید منتروں اور اُپنشد واکیوں کے اور کسی کا حوالہ نہیں دیا۔ برخلاف اِس کے شویتاشوتر کے بھاشیہ کار نے نہ صرف اپنے طبعزاد شلوک ہی درج کیئے ہیں بلکہ علاوہ اُپنشدوں کے گیتا۔ یاگیہ ولک سمرتی۔ لنگ پوران۔ برہم پوران وشنو پران۔ پاراشر سمرتی۔ وغیرہ کے پرمان بھی درج کیئے ہیں۔

(۳) سنسکرت کے فاضل اِس اُپنشد کی تفسیر کی عبارت کو شنکر آچاریہ کی طرز تحریر کے بالکل برخلاف بتلاتے ہیں۔ وے کہتے ہیں کہ دونوں کی آپسمیں بالکل مشابہت نہیں ہے۔

اِن وجوہات پر غور کرنے اور اصل کتاب کو دیکھہ کر اُنکی تصدیق کرنے کے بعد ہر ایک انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ شویتاشوتر اُپنشد کی تفسیر شنکر آچاریہ کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ ہم خیال کرتے تھے کہ شاید یوروپین سنسکرت دانوں نے اور خصوصاً میکس میولر نے (جو کہ اپنی تحقیقات پر بہت ہی نازاں ہونے کے عادی ہیں) ایسے صریح امور واقعات پر ضرور غور کی ہوگی۔ لیکن افسوس کہ ہمارا یہ خیال بالکل غلط

نکلا۔ پروفیسر صاحب نے اپنے اُپنشدوں کے ترجمہ کی دونوں جلدوں کے ساتھہ جو دیباچے لکھہ کر چھپوائے ہیں
اُنمیں بڑی سادگی سے شویتاشوتر اُپنشد کا مُفسّر شنکر آچاریہ کو لکھہ دیا ہے۔ خیر یورپین سنسکرت دان خواہ
کچھہ ہی خیال کریں لیکن اسمیں شبہ نہیں ہے کہ شنکر آچاریہ کے زمانہ تک صرف یہی دس کتابیں اُپنشدوں
کے نام سے مشہور تھیں۔ شنکر آچاریہ کے مت کا کھنڈن کرنے والے ویدانت پر شری بھاشیہ لکھنے والے
سوامی رامانج ہوئے ہیں۔ جنہوں نے کہ اُپنشدوں پر کچھہ وچار کیا ہے۔ ہمیں اس جگہہ ضرورت نہیں ہے
کہ سوامی شنکر آچاریہ اور سوامی رامانج کے سدھانتوں کا ہمیں مقابلہ کریں اور نہ ہی ہمیں ضرورت ہے
کہ اُن کے سدھانتوں کی کمزوریاں اسجگہہ جتلا کر اصل رشیوں کا سدھانت ظاہر کریں کیونکہ جس وقت
اُپنشدوں کی تفسیر شروع ہوگی اُسوقت موقع بہ موقع ان مفسّروں کے خیالات کی باریکیوں کی چھان بین
ہو جاویگی۔ یہاں ہم صرف اسقدر دکھلانا چاہتے ہیں کہ اس زمانہ تک بھی اُپنشدوں کی تعداد میں
کوئی بڑی زیادتی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ودیارنیہ سوامی نے اپنے سروُپنشد ارتھانو بھوتی پرکاش
(سب اُپنشدوں کے معانی کا اظہار) میں بارہ حسب ذیل اُپنشدوں کے معانی کا اظہار کیا ہے

(۱) ایتریہ (۲) تیتریہ (۳) چھاندوگیہ (۴) مُنڈک (۵) پرشن (۶) کوشتکی
(۷) میتر اینیہ (۸) کٹھہ ولی (۹) شویتاشوتر (۱۰) ورہدارنیک (۱۱) تلوکار۔ اور (۱۲)
نرسنگہ اُتر تاپنیہ اُپنشد۔

اس فہرست کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ ایش اُپنشد کو ودیارنیہ نے اُپنشد قرار نہیں دیا۔ اور
تین (کوشتکی۔ میتر اینیہ اور شویتاشوتر) نئی اُپنشدوں کو پراچین اُپنشدوں کے زمرہ
میں شامل کر دیا ہے۔

گو ہم نے اسوقت تک کافی ثبوت پیش کر دیا ہے کہ جن دس اُپنشدوں پر شنکر آچاریہ نے
تفسیر لکھی ہے۔ وہی پرانی اُپنشد مانی گئی ہیں لیکن ان سے زیادہ تر زبردست اندرونی ثبوت
موجود ہیں جنہیں کہ ہم اس بحث کے خاتمہ پر درج کریں گے۔

واضح ہو کہ شنکر آچاریہ کے بعد نئی نئی تصانیف اُپنشدوں کے نام سے بنائی جاتی رہیں۔ جن پر
شنکر انند وغیرہ مُفسّرین بھی لکھتے رہے۔ یہاں تک کہ جب شاہزادہ داراشکوہ نے محمدی الہام
کی جہادی تعلیم سے تنگ آکر اُپنشدوں کی تعلیم سے شانتی حاصل کی تو اُسوقت ۵۰ تک ان کتابوں کی
تعداد پہونچ چکی تھی۔ کیونکہ داراشکوہ کا کیا ہوا پچاس اُپنشدوں کا ترجمہ فارسی زبان میں
ملتا ہے۔ داراشکوہ کے بعد یہہ سلسلہ بڑے زور شور سے جاری رہا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۷۹ء میں اپنے اُپنشدوں
کے ترجمہ کا دیباچہ لکھتے ہوئے پروفیسر میکس میولر صاحب لکھتے ہیں "جن اُپنشدوں کا ترجمہ کہ داراشکوہ نے

کیا اُنکی تعداد ۵۰ تھی۔ منڈوکیہ مُکتا وَلی اور مُکتکا اُپنشد میں اُنکی تعداد ۱۰۸ درج ہے۔ پروفیسر ویبر صاحب خیال کرتے ہیں کہ اُنکی تعداد جہاں تک کہ ہم اسوقت تک جانتے ہیں۔ ۲۳۵ تک شمار کیجاسکتی ہے"

پروفیسر میکس مُیولر خود فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے ایک ۱۴۹ اُپنشدونکی فہرست خود شایع کی تھی اور اُس کے بعد دیگر یوروپین سنسکرت والوں نے ۲۱ کا اضافہ کرکے اُس فہرست کو ۱۷۰ تک پہونچادیا۔ یہہ نئے اُپنشدوں کا شمار کہ کسی یقین کے ساتھ اسوقت نہیں ہوسکتا۔ عموماً اتھروید کے متعلق بتلائے جاتے ہیں اور یہہ اِس لئے کہ اتھروید کا کوئی بھی بھاشیہ (تفسیر) درمیانی زمانہ میں موجود نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سائین آچاریہ نے اتھروید کا بھی بھاشیہ کیا تھا۔ لیکن اول تو یہ ایک بحث طلب امر ہے کہ آیا جو ویدوں اور براہمن گرنتھوں کی تفسیریں سائین آچاریہ کے نام سے منسوب کیجاتی ہیں۔ اُن سبکا بنانیوالا وہی تھا یا کسی خاص جماعت سے اسے مدد ملتی رہی ہے جسنے کہ مختلف تفسیروں کے اندر اجتماع ضدین بھردی ہے۔ دوسرے اگر کہیں سائین آچاریہ کی اتھروید پر تفسیر موجود تھی۔ تو اُس سے لوگ عموماً ناواقف تھے۔ اِس ہی طرح پر باوجود مہرشی ویاس کے مرنے کے مدتوں بعد تصنیف ہونے کے ہرایک پوران کے ساتھ مہرشی ویاس کا نام لگایا جاتا ہے۔ اِسی طرح پر اتھروید کی نسبت جو روائیتیں زبان زد عام تھیں اُنپر اعتقاد کرکے ہرایک نئے مصنف نے اپنی تصنیف کو اُپنشد کا درجہ دینے کے لئے اُسکا تعلق اتھروید سے جوڑدیا۔ اور جبکہ اتھروید کی نسبت سکھوں کے گرو صاحبان نے اِس روایت کو قبول کرکے کہ محمدیوں کا مذہب اُسی سے نکلا ہے۔ یہہ کہہ دیا کہ

کل ییہ وید اتھروَن بہیا
نام خدائی الّو ہوا
نیلے بستر پاٹے پہنے
ترک پٹھانی عمل کیا

تو پھر اَلّو پنشد کا محض اکبر کی خوشامد کیوجہ سے۔ اتھروید سے برآمد کرنا خودغرض باطنوں کے لئے کچھہ بھی مشکل نہ تھا۔ اِس اَلّو پنشد کا ذکر پروفیسر میکس میولر نے بھی اپنے اُپنشدوں کے ترجمہ کے دیباچہ میں دیا ہے۔

پروفیسر میکس میولر کی اِس تحریر کے بعد بھی یہہ سلسلہ جاری ہی دکھائی دیتا ہے کیونکہ حال کا ہی چھپا ہوا ایک پرچہ ہمارے ہاتھ لگا ہے جسمیں کہ ایک لچھمن پرشاد صوکل نے چھپنو پنشد کے نام سے حسب ذیل سنسکرت کی عبارت چھپوائی ہے۔

चक्षुषोपनिषद्।

श्रीगणेशाय नमः। अथातश्चाक्षुषींपठितसिद्धां विद्यां चक्षुरोगहरां व्याख्यामो यथाः चक्षुरोगाः सर्वतो नश्यन्ति चक्षुषोर्दीप्तिर्भवतीति तस्याश्चाक्षुषा विद्याया अहिर्बुध्न्य ऋषिर्गायत्रीछन्दः श्रीसूर्यो देवता चक्षुरोगरोगनिवृत्तये जपे विनियोगः। ॐ चक्षुश्चक्षुस्तेजः स्थिरो भव मां पाहि मां पाहि त्वरितं चक्षुरोगान् शमयशमय मम जातरूपं तेजो दर्शय दर्शय यथाहमन्धो स्यामिति तथा कृपय कृपय कल्याणं कुरु कुरु यानि यानि पूर्वजन्मोपार्जितानि चक्षुः प्रतिरोधकदुष्कृ तानि तानि सर्वाणि निर्मूलय निर्मूलय। ॐ नमश्चक्षुस्तेजोदात्रे दिव्यभास्कराय। ॐ नमः करुणाकरायाऽमृताय। ॐ नमः श्रीसूर्याय। ॐ नमः भगवते श्रीसूर्याय क्षितितेजसे नमः। खेचराय नमः। महते तमसे नमः। रजसे नमः। असतो मां सद्गमय तमसो मां ज्योतिर्गमय मृत्योर्मामृतं गमय उष्णो भगवान् शुचिरूपः हंसो भगवान् शुचिरप्रतिरूपः य इमां चाक्षुष्मतिं विद्यां ब्राह्मणो नित्यमधीते न तस्याक्षिरोगो भवति न तस्य कुलेऽन्धो भवति अष्टौ ब्राह्मणान् ग्राहयित्वा विद्या सिद्धिर्भवति ॐ विश्वरूपं घृणिनं जातवेदसं हिरण्मयं पुरुषं

ज्योतिरूपं तपन्तं सहस्ररश्मिभिः शतधा वर्त-
मानः पुरः प्रजानामुदयत्येष सूर्यः । ओं
नमो भगवते आदित्यायाहोवाहिनी अहो-
वाहिनी स्वाहा इत्यथर्ववेदे चक्षुरुप-
निषद् समाप्तः ॥

ترجمہ

اب آنکھوں کے متعلق پاٹھ کرنے سے کامیابی دینے والی آنکھوں کے روگوں کو ہرنے والی
وِدّیا بیان کریں گے - جس سے تمام آنکھوں کے روگ ہر طرح سے نشٹ ہو جاتے ہیں - اور
آنکھوں میں روشنی آجاتی ہے - اُس چکشو سمبندھی وِدّیا کا اہر لودہنیہ رشی ہے - گایتری
اسکا چھند ہے - شری سورج دیوتا ہیں - چکشو روگ کے دور کرنے کے لئے جپ میں اس کا
وِنیوگ پریوجن ہے (جل چھوڑنا) اے آنکھوں کے آنکھہ سورج ہمارا تیج ستھر ہو - ہمارے
نیتروں کی جیوتی کا تیج ستھر ہو - جلد جلد جاوے اور جلدی چکشو روگوں کو شانت کر
شانت کر - مجھے سورن جیسے تیج کو دکھلا دکھلا - جس سے کہ میں اندھا نہ ہوں ایسی کرپا کر کرپا کر
ہمارا کلیان کر کلیان کر - جو جو ہمارے پہلے جنم میں کئے ہوئے آنکھوں کو روکنے والے پاپ ہیں
انکو نرمول کر - جڑ مول سے اکھاڑ - اوم بھگوان بھاسکر کو نمسکار ہو - جو کہ نیتروں کے تیج کے
دینے والے ہیں - اور نمسکار ہو جو کہ دیا کے سمندر ہیں - نمسکار ہو - اوناشی سوریہ کو نمسکار ہو - بھگوان
سورج کو جو کہ پرتھوی پر تیج روپ ہے - آکاش میں چلنے والے سورج تجھے پرنام ہو - تجھہ مہان
روپ کو نمسکار ہو - اور تیرے رودر روپ کو نمسکار ہو - (یا اندھیرے روپ کو) استیہ سے ہمیں
ستیہ کی طرف لیجا - اندھیرے سے ہمیں جوتی کی طرف لیجا اور مرتیو سے امرت کی طرف لیجا - اے
گرمی کے وصف والے بھگوان - ہے ہنس بھگوان پوتر اسے بے مثل روپ والے - جو کہ اس چاکشوشی
وِدّیا کو برہمن نت پڑھے اُسکو آنکھوں کا روگ نہیں ہوتا - آٹھہ برہمنوں کو بھوجن جمائے کے تب اس
وِدّیا کی سدھی ہوتی ہے - دھیان کا منتر - سارے سنسار کو روپ والے - دیالو جس سے گیان وغیرہ
اُتپن ہوتے ہیں - سورن کی طرح چمکنے والے اس سورج مبب میں رہنے والے پرکاش روپ تپتے ہوئے کرنوں
کرنوں سے سینکڑوں طرح کے روپ سے دکھائی دیتا ہوا پرجاؤں کے آگے یہہ سورج دیو بھگوان ادے
ہوتے ہیں - نمسکار ہو بھگوان رتی پتر کے تئیں دن رات کے تپانے والے کو نمسکار ہو - یہہ اتھروید
میں چاکشوشی اُپنشد سماپت ہوئی * (باقی آئندہ)

ویدک مارتنڈ
(سورج)

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان

مولوی ثناء اللہ صاحب محمدی ماسٹر آتمارام صاحب آریہ

مولوی - یہاں کتاب کے شئی میرے نزدیک بلکہ کل اہل الرائے کے نزدیک یہہ ضروری ہے کہ جس کتاب کو ہم الہامی کہیں - اس نے خود ہی دعویٰ کیا ہو - بعد اُس کے اسکے لانیوالے یا دوسرے لفظوں میں ملہم کے حالات معلوم ہوں تاکہ ہم اُس کے چالچلن کے مطابق اُس کے دعوے کو سمجھ سکیں - تیسرے درجہ پر تعلیم ہے - یعنی تعلیم ہی اُس کتاب کی ایسی ہو کہ ہدایت عقل اسکی مخالف نہ ہو - اگر ہم اُس تقریر کو بصورت مقدمہ بیان کریں - تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ الہامی کتاب مدعی ہے - اور شخص الہامی کے حالات اور اُسکی تعلیم دو گواہ - پس کون نہیں جانتا کہ جبتک مدعی دعویٰ نہ کرے گواہ کسی کام کے نہیں - اور جبتک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعویٰ غیر ثابت - پس انہیں اصول سے ہم الہامی کتابونکی تحقیق کرتے ہیں - اسوقت ہمارے سامنے تین کتابوں پر قوموں کا دعویٰ الہام ہے - قرآن - بائیبل - وید - بائبل کا یہہ حال ہے کہ اُسنے بھی خود دعویٰ الہام نہیں کیا نہ ہی اُس کے ملہم کا ٹھیک پتہ ہے - بلکہ انجیل کی بابت تو یہہ بھی تحقیق نہیں کہ وہ کونسی زبان میں تصنیف ہوئی تھی - چونکہ میرے مخاطب کو اِن باتوں کی چنداں ضرورت نہیں - اِس لئے میں اُنسے درگزر کر کے وید کیطرف آتا ہوں - وید نے بھی خود دعوے الہامی ہونیکا نہیں کیا - اور جو رگوید کے بعض منتروں میں مرقوم ہے کہ رگ وید سام وید - یجر وید خدا کے پاس سے ہیں - اِس سے بھی بمحاورہ وید الہام دعویٰ نہیں ہوسکتا - وید کے محاورہ میں سب لوگ خدا سے ہیں - برہمن اُس کے منہ کی

چھتری اُس کے بازو سے۔ شودر اُس کے پاؤں سے۔ یہہ لفظ کوئی الہام کے معنی نہیں رکھتا اور نہیں وید کے ملہموں کا حال معلوم ہے کہ کون صاحب تھے۔ اُنکی سوشل لائف کیسی تھی بلکہ اگر وید کے حامیوں کا حال دیکھیں تو وہ اُن کے تعین میں بھی مختلف ہیں۔ کروڑہا اہل ہنود وید کا پرکاش برہماجی پر مانتے ہیں (آریہ) اگنی۔ وایو۔ ادت۔ انگرا پر کہتے ہیں۔ اور خود وید کے تعین میں ہی اختلاف ہے۔ عام ہندؤوں کی نسبت آریہ سماج نصف کو مانتے ہیں یعنی برہمن بہاگ کو الہامی نہیں کہتے۔ اور ہندو لوگ اُسکو ہی وید کا ایک حصہ کہتے ہیں۔ پس یہہ کتنی بڑی حیرانی کی بات ہے کہ جب مُدعی ہی کا پتہ نہیں بلکہ دعویٰ کی بھی ہند یہ نہیں تو گواہ کسکو۔

اب قرآن کو دیکھیں کہ جابجا دعویٰ سے کہتا ہے کہ میں خدا کے الہام سے ہوں۔ بلکہ للکارتا ہے کہ اگر تمکو میرے الہامی ہونے میں شُبہ ہے۔ تو مجھہ جیسا کلام لے آؤ۔ اور قرآن کے ملہم کے حالات بھی ہمیں ایسے معلوم ہیں۔ کہ ذرا ذرا۔ مسلمانوں کی شہادت نہ سہی۔ مخالفین کی گواہی بھی موجود ہے۔ کہ کس شرح وبسط سے اُنہوں نے لائف اوف محمد لکھی ہیں۔ وہ بعض میں اپنے تعصب سے غلط واقعات یا اپنی سمجھہ کے مطابق نوٹ چڑہائے ہیں۔ تو انکا جواب "تاریخی واقعات" سے دیا جا سکتا ہے۔ میری غرض اِتنے بھی ثابت ہے کہ ملہم قرآن کے حالات سبکو معلوم ہیں۔ برخلاف ملہم وید کے کہ اُنکی ٹہیک رائیں بھی نہیں کہ کون صاحب تھے۔ اِن دونوں مراتب کے بعد تعلیم کا درجہ ہے جو پہر عرض کرونگا۔

آریہ - جناب من - آپنے جو یہہ بیان فرمایا ہے - کہ الہامی کتاب وہ ہوسکتی ہے جو الہامی ہونیکا للکار کر دعویٰ کرے - میری رائے میں یہہ کمزور دلیل ہے۔ کیونکہ اگر گُل بکاؤلی یا اندر سبہا کی کتاب زور سے یہہ دعویٰ کرے کہ میں الہامی ہُوں تو کیا ہم اُسکو الہامی مان سکتے ہیں؟ آپکی دلیل کے مطابق تو اُنکو الہامی مان لینا چاہیے۔ دُنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ عموماً جو زور سے ناجائز دعویٰ کیا کرتے یا قسمیں کہایا کرتے ہیں وہ سچے نہیں ہوتے۔ کسی کی نیک و بد کی پہچان کبھی اُسکا زور دار دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر دعویٰ کے لحاظ سے ہی ایک کو ہم نیک کہیں تو پہر دُنیا بھر کے چور بدمعاش سب ہی نیک مان لینے چاہئیں۔ کیونکہ ہر ایک چور ساہوکاری اور پارسائی کا زور دار دعویٰ کرتا ہے۔ جس عطار کے پاس عمدہ عطر ہے وہ محض للکار کر دعویٰ نہیں کیا کرتا بلکہ عطر کا وجود ہی اپنی عمدگی کی زندہ شہادت ہے*

آجکل آپ جانتے ہیں کہ دُنیا میں بہلے بُرے سب لوگ اشتہار دیتے ہیں۔ لیکن آپ کو

تجربہ سے یہہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ زور سے ناجائز دعویٰ کرنیوالے یا اشتہار دینے والے عموماً ٹھگ اور ناقص اشیاء کے بیچنے والے ہوتے ہیں۔ پس میرے خیال میں اشتہار بازی۔ ناجائز دعویٰ یا قسم کہانا۔ کمزوری اور خرابی کی نشانیاں ہیں۔ نہ کہ کسی چیز کے عمدہ و افضل ہونیکی اسی طرح پر ہم کسی کتاب کو محض اسوجہ سے الہامی نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہہ الہامی ہونیکا اشتہار دیتی ہے یا زوردار دعویٰ کرتی ہے۔ پرانوں جیسی فضول کتابیں شائد ہی دُنیا میں ہوں لیکن طرفہ یہہ ہے کہ کل پُران اسبات کا بخوبی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اعلیٰ درجہ کی مقدس کتابیں ہیں اور اس دعوے کو پرانک محاورہ میں گرنتھہ مہاتم کے نام سے پکارا ہے۔ اگر واقعی قرآن کو مسلمان لوگ صرف اسوجہ سے الہامی مان رہے ہیں کہ وہ الہامی ہونیکا دعویٰ کرتا ہے تو میرے خیال میں وہ سخت غلطی پر ہیں۔

(ب) " لانیوالے یا مُلہم کے حالات معلوم ہوں " یہہ فقرہ مُہمل ہے۔ مُلہم کے حالات کہاں تک معلوم ہونے ضروری ہیں ؟ لیکن اگر کوئی حد بھی مقرر کر دیجائے تو پھر میری سمجھہ میں نہیں آتا کہ ان خارجی حالات کا الہام سے کیا تعلق ہو گا ؟ ہاں یہہ درست ہے جیساکہ آپ فرماتے ہیں کہ اُسکا چال چلن اعلیٰ ہو جس سے اُسکی قابلیت ظاہر ہو سکے۔

(س) تیسرے درجہ پر آپ اُسکی تعلیم مانتے ہیں۔ گو میرے خیال میں اُسکی تعلیم کو پہلا درجہ دینا چاہئے تھا۔ کیونکہ خارجی شہادت بناوٹ کے لئے زیادہ تر درکار ہوتی ہے۔ تعلیم ہی دراصل اُسکی اصلی شہادت ہے۔

اب جو آپنے لکھا ہے کہ وید نے الہامی ہونیکا دعویٰ تک نہیں کیا۔ یہہ سراسر غلط ہے۔ البتہ وید نے اشتہار بازی کاسا بیہودہ دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن وید نے اس بات کو صاف کھُلے لفظوں میں بیان کر دیا ہے کہ وید خدا کیطرف سے ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپنے الہام کے معنے مقرر نہیں کئے لیکن لفظ کا استعمال حسب خواہش شروع کر دیا !! کیا مولوی صاحب آپ کسی ہندو سے مباحثہ کر رہے ہیں یا آریہ سے ؟ ہندو لوگ مانتے ہیں کہ براھمن اُس کے مُنہ سے اور چھتری اُس کے بازو سے پیدا ہوئے لیکن آریہ پُرش ہرگز ایسا نہیں مانتے۔ بہتر تو یہہ تہا کہ اس بارہ میں آپ مجھہ سے پوچھہ لیتے کہ ہم کیا مانتے ہیں۔ لہذا اس سوال کا جواب دینا میرا فرض نہیں ہے آپنے سوشیل لائف کا بیچ میں ذکر کر دیا۔ لیکن میں آپسے پوچھتا ہوں کہ سوشیل لائف کیا ہوتی ہے اور اُسکا تعلق نفس مضمون سے کیونکر ٹہیرتا ہے ؟

اگر آریہ لوگ اگنی۔ وایو۔ آدتیہ۔ انگرہ کے ذریعہ وید کا ظہور مانتے ہیں تو ایسر

آپنے اعتراض کیا کیا ؟ آپ فرماتے ہیں کہ "خود وید کے تعین میں بھی اختلاف ہے"۔ لیکن افسوس یہہ دعویٰ یا بیان بلاثبوت ہے۔ میرے خیال میں دعوی کے لیئے ثبوت بھی درکار ہے جو کہ آپنے نہیں دیا۔ آپکو اِس سے کیا جھگڑا کہ آریہ سماج نصف کو مانتا ہے یا تہائی کو یہہ تو ہندو لوگ ہم سے مباحثہ کرسکتے ہیں۔ آپکو چاہیئے کہ جتنا ہم مانتے ہیں اُتنا تسلیم کریں اور ہمکو چاہیئے کہ جس کتاب کو آپ جتنا مانیں اُتنا ہم آپکا عقیدہ تسلیم کریں۔ میں آپ سے یہہ سوال کرنا فضول سمجھونگا کہ آپ کیوں قرآن کے تیس ۳۰ سیپارہ مانتے ہیں اکتیس کیوں نہیں مانتے ؟ اِسکا جواب آپ یہہ دیںگے ہیں کہ قرآن کے تیس ہی سیپارہ ہیں۔ پس ہمارا بھی یہی جواب ہے۔ کہ منتر سنگھتا ہی وید ہیں۔ نہ کہ برہمن گرنتھ جیساکہ بعض خودغرض ہندو لوگ کہا کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ خارجی گواہیوں کی کثرت تعداد سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہہ طریق درست مان لیں تو دُنیا میں لوگ بُت پرست زیادہ ہیں۔ اِس لیئے چاہیئے کہ آپ بھی بُت پرستی کو تسلیم کرلیں۔ ہندو لوگ ویدوں میں بُت پرستی اپنے وہم کے مطابق مان رہے ہیں۔ لیکن اُن کے توہمات کو آپکا دوہرانا میری خیال میں لاحاصل ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ ہندو لوگوں کے وید کی نسبت یہہ توہمات ہیں۔

قرآن کے الہامی ہونے کے بارہ میں جناب نے یہہ فرمایا ہے کہ وہ بار بار للکارتا ہے کہ میں الہامی ہوں۔ میرے خیال میں اگر قرآن نہ بھی للکارتا لیکن اِس میں جو لکھا ہے وہ بالکل راست ہوتا تو میں بڑے شوق سے سب سے پہلے قرآن کو خدا کا کلام کہنے کو طیار ہوتا لیکن افسوس کہ ایک بھی سچائی کی تعلیم کماحقہ قرآن نہیں دیتا۔ جب یہہ حالت ہے۔ تو اُسکا للکارنا بے سود ہے۔ اگر کوئی آدمی روزمرہ للکار للکار کر ہمارے کان کھاجاتے کہ میرے پاس سونا ہے لیکن دراصل اُس کے پاس ملمع ہو تو کیا ہم اُس کے للکارنے کا خیال کرتے ہوئے اُسکے ملمع کو سونا تصور کریں سونیکا سوداگر جہاں جائز دعویٰ سونیکا بطور بیان کے کرتا ہے وہاں للکارنے کی بجائے اُسکا زور اِثبات پر ہوتا ہے۔ کہ میرا امتحان کرلو۔ لیکن جو دعویٰ ہی دعویٰ کرتا جاتے اور امتحان سے ڈرے کیا وہ کبھی سچا سونا ہوسکتا ہے ؟ علم وعقل کی کسوٹی سے اگر ہم قرآن کی تعلیم کا امتحان کریں تو یہہ تعلیم ناقص ثابت ہوتی ہے۔ پس اِسکا محض دعویٰ اِس کے عمدہ ہونیکی کوئی دلیل نہیں۔ قانون قدرت اور عقل الہامی کتاب کے گواہ ہیں۔ نہ کہ مُلہم کے حالات۔

اب رہا یہہ کہ "مجھہ سا کلام لے آؤ" یہہ دعویٰ تو دُنیا بھر کی کتابوں پر گھٹتا ہے۔ ہر ایک کتاب اپنا ثانی نہیں رکھتی کیا اِس سے وہ الہامی ہوسکتی ہے۔ مولوی صاحب ذرا غور کیجیے

کہ فیضی نے بے نقط قرآن بنایا اور یوکلڈ نے اُقلیدس بنائی اور کیا فیضی کے قرآن کا ثانی کوئی ہے اور کیا یوکلڈ کی برابری کسی نے کی یا اگر سنسکرت علمِ ادب کی کتابوں کو دیکھیں تو اُنمیں سے ہرایک لاثانی ہے اور وید کی بابت تو عقل تسلیم کرتی ہے کہ اسکی بناوٹ اور فصاحت لاثانی ہے۔ لیکن قرآن کی نسبت عقل یہہ نہیں کہہ سکتی کہ یہہ فصیح ہے۔ کیونکہ جس طرح مکھن دودھ کا نتار ہے جس طرح عطر پھولوں کا سار ہے اُسی طرح فصاحت کا نچوڑ نظم ہے۔ لیکن دین اسلام میں نظم اور راگ کو کوئی درجہ نہیں دیا گیا وید کی فصاحت کا اعلیٰ ثبوت اس سے بڑھکر کیا ہے کہ وید نظم میں ہیں یعنے راگ سے بھر رہے ہیں۔ وید کو ہم گا سکتے اور سُرتال سے ہرایک وید منتر گایا جاسکتا ہے۔ لیکن قرآن میں یہہ باتیں فصاحت کی ڈھونڈھنا گویا چڑیوں سے دودھ مانگنا ہے*

قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے اور ساتھہ ہی سب سے اول یا پُرانی زبان بھی نہیں ہے۔ دیکھئے عربی میں پہلا حرف ا الف ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہہ حرف تین حرفوں کا مجموعہ ہے یعنی کیونکہ ا ل ف (الف) بولا جاتا ہے مگر سنسکرت میں अ (ا) ہی بولا جاتا ہے نہ کہ الف سنسکرت میں ब ب ہی بولا جاتا ہے نہ کہ بے (ب - ی) کہاں تک لکھوں عربی سی ناقص اور غیر فصیح زبان شاید ہی کوئی ہو۔ پھر وہ کتاب جو ناقص زبان میں لکھی ہوئی ہے وہ کس طرح سے مکمل یا خدا کی طرف سے ہونیکا دعویٰ یا دلیل کر سکتی ہے؟ جسوقت قرآن بقول مسلمانوں کے نازل ہوا۔ اُسوقت عرب میں عربی زبان بولی جاتی تھی اور عربی زبان کیا ہے۔ گویا عرب کے لوگونکی زبان یعنے جسکو خدا کی کلام مسلمان کہتے ہیں اُسکو انسانی زبان کے سہارے کی ضرورت پڑی۔ دوسرے معنوں میں خدا کی کلام ملک عرب کے وحشی لوگوں کی ناقص کلام یعنی عربی زبان کی محتاج ہوئی کیونکہ قرآن عربی میں ہے۔

لیکن وید کسی مُلک کے باشندے کی زبان نہیں۔ شاید آپ سُنے سُنائے کہہ دیں کہ وید سنسکرت میں ہے جو کہ ہندوستان کی زبان تھی میں کہونگا ہرگز نہیں۔ تمام پنڈت باتفاق رائے مانتے ہیں کہ وید کی زبان سے سنسکرت نکلی ہے۔ اور جب وید نازل ہوا تھا تو اُسوقت روئے زمین پر کوئی زبان نہ تھی۔ گویا جسوقت آدمی دُنیا بن چکی اور انسان پیدا ہوئے۔ اُسی وقت وید کا الہام ہوا وید دائمی ہیں یعنی خدا کی کلام ہیں (جو کہ وید منتروں کے ملفوظات کی شکل میں موجود ہے) ہوا تھا۔ میرے خیال میں جو الہام کہ کسی انسانی زبان کا محتاج ہے وہ الہام کہلانیکا مستحق نہیں۔ کیونکہ انسان الگیہ یعنے محدود العقل ہوتا ہے۔ اسی لئے انسان کی تمام بناوٹیں ناقص اور نامکمل ہوا کرتی ہیں۔ قرآن کا ملک عرب کی زبان میں اور انجیل کا ملک مصر کی زبان میں ہونا ہی اُنکے الہامی نہ ہونے

کا کافی ثبوت ہے۔ اشارہ کے طور پر یہہ ذکر کردینا مناسب ہے کہ اِسوقت بھی سوائے ویدک سنسکرت کے کوئی مکمل اور مدلل زبان صفحۂ ہستی پر نہیں ہے۔ اور یہہ بھی بیان کردینا غیر ضروری نہیں کہ عربی۔ فارسی لاطینی۔ عبرانی۔ چینی وغیرہ سب زبانیں وید کی زبان یعنے ویدک سنسکرت کی بگڑی ہوئی یا مصنوعی شکلیں ہیں جیسا کہ تمام دریا بارش کے پانی سے بنے ہیں یا جیسا کہ کرسی میز وغیرہ تمام قدرتی لکڑی سے بنے ہیں لیکن اگر کرسی کو دیکھہ کر کوئی کہدے کہ یہہ انسانی بناوٹ ہے تو ایک درجہ تک یہہ بات درست ہے لیکن بالکل درست نہیں کیونکہ خاص شکل انسان نے لکڑی کو دی ہے نہ کہ لکڑی کو بھی بنایا ہے۔ اسی طرح ویدک سنسکرت بمنزلہ لکڑی کے ہے۔ اور باقی زبانیں اُس کے مصنوعی کھلونے یا چیزیں ہیں۔ مغربی عالم بھی ویدک سنسکرت کے قایل ہو رہے ہیں۔ اگر آپ مہرشی سوامی دیانند کی سوانح عُمری میں میرے اُس مضمون کو جو میںنے الہام کے بارے میں لکھا ہے بغور مطالعہ فرمائیں تو آپکو پتہ لگجائیگا کہ کہاں تک دُنیا کے عالم لوگ وید کو وہ مرتبہ دینے کو تیار ہو رہے ہیں جو کہ ہم آریہ لوگ دے رہے ہیں (دیکھو سوانح عُمری صفحہ ۹۱۴ لغایت ۹۲۴)

میں نہیں سمجھتا کہ لائف آف محمد سے قرآن کے الہامی ہونیکا کیا تعلق ہے۔ خدانخواستہ اگر سکندریہ کی لائبریری کی طرح لائف آف محمد کہیں ضایع ہوجائے تو کیا مسلمان قرآن کا ماننا چھوڑ دینگے؟ اور اگر کوئی تعلق ہے تو بہی میرے خیال میں قرآن الہامی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حضرت محمد کی لائف ایک معمولی لائف تھی۔ اُس سے بڑھکر عیسیٰ بشنکر آچاریہ۔ بُدھ کی زندگیاں ہیں لیکن تمام سے بڑھکر سوامی دیانند کی لائف ہے۔ تو کیا ہم ستیارتھ پرکاش کو الہامی مان لیں۔ جو شخص اپنے نفس پر غالب نہیں آسکتا اور ایک شادی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری کررہا ہے۔ اُسکا سوامی جی سے برہمچاری کے ساتھ مقابلہ کرنا گویا لائل پور کی سانگلہ پہاڑی کا ہمالہ کے سرسبز اور عالیشان پہاڑ سے مقابلہ کرنا ہے۔ وے رشی جنکو وید کا الہام ہوا تھا اُس نورانی زندگی کے تھے اور قدرت کے پہلے پاکیزہ بے لوث بچے جنکا کہ مقابلہ صرف آئندہ پیدایش کے اول موقعہ پر ہی کوئی کرسکے گا۔ اُس سے پہلے ہرگز نہیں۔

مولوی صاحب آپ ہمالہ کو قدموں سے ناپنا چاہتے ہیں۔ سمندر کی گہرائی ہاتھ سے ٹٹولنا چاہتے ہیں۔ کیا الہام ہمالہ یا سمندر کی مانند نہیں ہے۔ جسکو کہ کوئی انسانی کتاب (لائف آف محمد وغیرہ) یا انسانی بناوٹ نہیں جانچ سکتی اور نہ اِس قابل ہے کہ اُسکی شہادت دیسکے خدا کی کلام کو آپ کسی تاریخی واقعہ سے نہیں جان سکتے۔ کسی انسانی پیمانہ سے ہرگز نہیں ناپ سکتے خدا کی کلام کو خدا کی کلام ثابت کرنے کے لئے کوئی خدائی پیمانہ لیجئے۔ کوئی قدرتی رشوت نہ لینے والا گواہ ڈھونڈئے۔ اور اگر آپ اُس گواہ کا نام پوچھنا چاہتے ہیں تو میں کہہ دیتا ہوں

کہ وہ قوانین قدرت ہیں۔ جس آدمی کی کلام اُس کے افعال کے مطابق ہو وہ آدمی سچا ہوتا ہے یا جس آدمی کے افعال ہمکو معلوم ہو جائیں تو اُسکی کلام کو جاننے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ بجز یہہ کہ اُس کے افعال سے اُسکی کلام کو ملالیں۔ قدرت آپ مانتے ہیں کہ خدا کا فعل ہے۔ اِسمیں جو قوانین پائے جاتے ہیں وہ گویا خدا کے خیالات ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ جو خدا کی کلام مانی جائے۔ وہ خدا کے فعل یعنی قدرت اور اُس کے قوانین کے مطابق ہو۔ خدا کی کلام گویا قانون قدرت کی تشریح ہونی چاہئے نہ کہ اور کچھہ۔ آؤ ہم اِس سچے اعلیٰ اور مدلل بے خطا گواہ کی مدد سے خدا کی کلام کی پڑتال کریں۔

دستخط آتمارام

۱۵ جولائی ۱۸۹۰ء امرتسر

اودیا کا ناش
(جہالت)

یسوع ناصری

نمبر ا

یسوع ناصری زمانہ سلف کے مجنوں میں ایسا اُنجھا ہوا ہے اور اُسکی سرگذشت افسانہ سے ایسی مبہم ہے کہ ہم اِسکو نقش پا بر ریگ سے مشابہت دے سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یسوع اِس نام کا کوئی شخص ہوا ہے مگر دراصل ہمکو اِس امر کا مطلق علم نہیں ہے کہ وہ کِس ڈھب کا آدمی تھا۔ صرف انجیل ہی ایک ایسی کتاب ہے جس سے کہ ہم اُس کے کچھہ حالات معلوم کر سکتے ہیں[1] مگر

فٹ نوٹ۔ [1] انسان یسوع اُس کے خیال ادراک اور اُس کے زمانہ کی بہتری شکل کے علم کے لئے ہماری امید صرف نیا عہدنامہ ہے۔ اگر یہ امید ٹوٹ جائے تو اُسکی ستارے دار شہرت کا ستون دار آسمان بوسیدگی ہے عیسویت کی بنیاد جہاں تک کہ یہہ خارجی اور شخصی ہے نکموں پر رکھی گئی ہے۔ (جان۔ ڈبلیو۔ کیڈوک)

غیر متعصب محققین کی تفتیشات سے یہہ ثابت ہو چکا ہے کہ انجیل بعید از قیاس اور دور از فہم و فراست قصوں اور افسانوں کا بے ترتیب مجموعہ ہے۔ نہ کہ کوئی معتبر تواریخ یسوع کی بابت کوئی صاف اور یقینی دعوی کرنا فرض سے کم و بیش اور کچھہ نہیں ہے۔ اِس لئے ہم صرف قیاس دوڑا سکتے ہیں۔

لبرل مصنف لاحاصل فلاسفی چھانٹتے ہیں اور فصاحت گھولتے ہیں جبکہ نئے عہدنامہ کی تواریخی صحت کی بیخکنی کر دینے پر بھی وے یسوع کی مدح سرائی کرتے ہوئے اُسکو بنی نوع انسان میں سب سے نیک اور اعلےٰ الشان قرار دیتے ہیں۔[ف۱] لیکن واقعات اِس ڈھنگ کی بحث کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ ہم مناسب طور پر اُس کے نام کی عزت کر سکتے ہیں۔ اور زمانہ قدیم کے مذہبی پیشواؤں ریفارمروں اور نیک مردوں کی فہرست میں اُسکا نام درج کر سکتے ہیں مگر اِس سے تجاوز کرنا پرلے درجہ کی بے انصافی ہے۔

اگر یہہ تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ یسوع کی سرگذشت مندرجہ نیا عہدنامہ اُس شخص کی سوانح عمری کا جزو ہے۔ جو کہ فی الحقیقت پیدا ہوا اور ستایا گیا تو وہ ایک گزرے ہوئے زمانہ کے قصوں سے اخذ کئے ہوئے خیالات سے ایسی خلط ملط ہوئی ہوئی ہے کہ اُنکی تہ میں اگر کوئی تواریخ کے ٹکڑے ہوں بھی تو اُنکا پتہ لگانا ناممکن ہے۔ گوتم بدھ بلاشبہ ایک تواریخی شخص تھا تو بھی اُسکی سرگذشت میں اسقدر دست درازی کیگئی ہے کہ ہم درحقیقت اُسکی بابت یقینی طور پر کچھہ نہیں جانتے ہیں سکندر اعظم ایک تواریخی شخص تھا۔ تو بھی اُسکی تواریخ افسانوں کا ایک انبار ہے۔ یہی حال **کرشن** **شنکر۔ کبیر۔ نانک** ۔ اور بیسیوں دیگر مہان پرشوں کا ہے۔

بذریعہ علمی تحقیقات کے ہم اصلی یسوع کا کوئی پتہ نہیں لگا سکتے۔ اُسکی تصویر بحال نہیں ہو سکتی اُسنے کوئی تحریری یادداشت اپنی بابت نہیں چھوڑی۔ اُسکے پیرو ناخواندہ تھے۔ اُسکا زمانہ جہالت کا زمانہ تھا۔ **پال کو** صرف اُسکی روائتیں دستیاب ہوئیں۔ وے کہاں تک صحیح ہیں۔ اُسکے جاننے کا

ف۱۔ مسٹر رے نین صاحب یسوع کو باوجود مجذوب قرار دینے اور یہہ بات قبول کرنے کے کہ اُس کے دوست اُسکو دیوانہ خیال کرتے تھے اور اُس کے دشمن مشہور کرتے تھے کہ اُسکے اندر بھوت ہے۔ فرماتے ہیں۔ "وہ شخص جسکا کہ یہاں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ انسانی عظمت کی چوٹی پر درجہ حاصل کرنے کا مستحق ہے۔" "یہہ نہائت اعلیٰ انسان ہے۔ ایک عظیم الشان شخص" "اُسکو ربانی کہنا مبالغہ نہیں ہے" یہی حال اکثر دیگر لبرل مصنفوں کا ہے۔

ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ صریحاً نہ ہی تو وے جمع کئے جانے کے لائق معلوم ہوتی ہیں اور نہ ہی اُن میں ایسی مطابقت ہے کہ ہم اُن کو پال کے ذاتی خیالات سے جُدا کر سکیں۔ جیسا کہ مسٹر۔ رے۔ نین صاحب فرماتے ہیں " وہ یسُوع جو کہ اُسپر پوشیدہ الہام نازل کرتا ہے اُسکا من گھڑت ایک سایہ ہے۔ " یہہ اُسکا اپنا آپ ہے جسکو کہ وہ سنتا ہے۔ جبکہ خیال کرتا ہے کہ یسُوع مجھہ سے بول رہا ہے[۵]۔

دینِ عیسوی کے قدیم حمائیتوں اور کرشچن چرچ کے فادروں کی تحریروں کے مطالعہ کرنے میں جہانکہ ہمیں قدرتاً ایسی زبان کی امید کرنی چاہئے جو کہ واقعات مندرجہ انجیل کا صحیح صحیح وقوع پذیر ہونا بیان کرنیوالی ہو (اگر وہ واقعات درصل وقوع میں آئے ہوں) ہم صرف ایسی زبان ہی نہیں پاتے۔

بلکہ دیکھتے ہیں کہ جابجا لفظوں کا ہیر پھیر کر کے جان بوجھ کر مغالطے دئے گئے ہیں۔ اور نفسِ مضمون کا ذرا بھی خیال نہ رکھتے ہوئے ہر قسم کی حیلہ سازی کو کام میں لایا گیا ہے۔ اگر ہم خاص اُس جگہہ جاویں جہاں کہا جاتا ہے۔ کہ یسوع مسیح دفن کیا گیا تھا تو ہم وہاں صرف یہی دیکھیں گے وہ وہاں کبھی نہیں تھا۔ تواریخ اُس کے انسانی شکل میں موجود ہونیکی شہادت طلب کرتی ہے لیکن ایک دیوار پر تیزی سے دوڑتے ہوئے سایہ سے بڑھکر اُسکو اسکا کوئی سُراغ نہیں ملتا۔ "بیت الحم کا ستارہ" اُس کے راستہ پر نہیں چمکا اور انتظامِ قدرت اُس کے مشاہدہ بغیر معطل کیا گیا۔ تواریخ یورپ کے مجوسیوں کی ہمزبان ہو کر پوچھتی ہے " وہ کہاں ہے جو پیدا ہوا ہے یہودیوں کا بادشاہ " مگر اُسکو اُنکی مانند اپنے سوال کا کوئی جواب نہیں ملتا سوائے اُس ہدایت کے جو کہ ایک مقام کی ویسی ہی رہنمائی کرتی ہے۔ جیسی کہ دوسری کی سوائے اُن بیانات کے جو کہ ایسکولاپیئس، بدھ اور کرشن سے ویسے ہی منسوب ہوتے ہیں۔ جیسی کہ یسُوع سے سوائے اُن پیشین گوئیوں کے جنکے پورا ہونے کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ سوائے اُن معجزوں کے جنکا جنہیں دیکھنے والا کہا

---

[۵] پال کا یسُوع کوئی شخص نہیں تھا لیکن ایک خیال تھا۔ اُسنے شخصی یسُوع کی بابت واقعات دریافت کرنے کی محنت گوارا نہیں کی۔ وہ درصل اس بات کا فخر کرتا تھا کہ اُسنے حواریوں سے کچھہ نہیں سیکھا۔ اُسکا مسیح ہر ایک نئی ضرورت کے موافق سال بسال نئی طاقتوں اور اوصاف کو اختیار کرتے ہوئے اپنے خیال اور جذبات سے نکلا ہوا ایک وہمی قیاس تھا۔

(جان۔ ڈبلیو۔ کیڈرک)

جاتا ہے نہیں ہی اُن سے منکر بھی بتلایا جاتا ہے۔ سوائے غیر معتبر بیانات بغیر تاریخ واقعات اور گمنام تحریروں کے۔ یسوع کی شاگردی کا دم بھرنے والے بفائدہ جوسیفس اور ٹیکیٹس[1] کے فقروں کو پیش کرتے ہیں۔ انکا یسوع کے مصلوب ہونے کی جگہ۔ جعلی صلیب کے ٹکڑوں یا کیلوں کو جن سے اُس کے ہاتھ پاؤں چھیدے گئے تھے اور قبر جسمیں کہ وہ رکھا گیا تھا بطور شہادت پیش کرنا لاحاصل ہے دوسروں نے بیسوں دیومالا کے دیوتوں کے لئے جو کہ کبھی اس دُنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے اسی قسم کی باتیں گھڑی ہیں۔ کیا ٹائینا کے اپولونیئس کے عزیز شاگرد ڈامس نے ہندوستان کو آتے ہوئے کوہ قاف پر وہی زنجیریں نہیں دیکھی تھیں۔ جن سے کہ پرومیتھیئس چٹانوں کے ساتھ باندھا گیا تھا۔؟

کیا Scythian نہیں کہتے تھے کہ ہرکولیز اُن کے ملک میں گیا تھا؟ اور کیا دے اپنی کہانی کو ثابت کرنے کے لئے ایک چٹان پر اُس کے پاؤں کا نقش نہیں بتلاتے تھے؟[2] کیا کیڈز میں اُسکی قبر نہیں دیکھی جاتی تھی اور وہاں اُسکی ہڈیاں نہیں دکھلائی جاتی تھیں؟[3] کیا یونان میں باچس کا مزار نہیں دیکھا جاتا تھا؟[4] کیا ڈلیفی میں اپولو کا مقبرہ نہیں دیکھا جاتا تھا؟[5] کیا ایچیلیز کی قبر ڈوڈونا میں نہیں دیکھی جاتی تھی۔ جہانکہ سکندر اعظم نے اس پر ایک تاج رکھکر عزت کی؟[6] کیا ہیں کیولاپیئس کی قبر ارکیڈیا میں دریائے لیوسس کے نزدیک ایک گنبا میں نہیں بنی ہوئی تھی؟[7] کیا ڈیوکالیئس (جو کہ طوفان سے بچ رہا تھا) کی قبر ایتھنز میں اولمپیئس جوو کی سنگھ اسری کے نزدیک نہیں بتلائی جاتی تھی؟[8] کیا اوسیریس کی قبر مصر میں نہیں دیکھی جاتی تھی۔ جہانکہ پروہت مقررہ وقتوں پر جلوس میں جاتے تھے

---

[1] ان بارے میں ہم ایک علیحدہ مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

[2] دیکھو ہیروڈوٹس بک ۴ باب ۸۲۔

[3] دیکھو ڈوپیو اس صفحہ ۲۶۴

[4] (انیشنٹ آرٹ اور مائی تھالوجی صفحہ ۱۹۶۔ مسٹریز آف ایڈنی صفحہ ۹۰)

[5] (دیکھو ڈوپیو اس صفحہ ۲۶۴)

[6] (دیکھو بیلز پینتھین جلد اول صفحہ ۷)

[7] (بیلز پینتھین جلد اول صفحہ ۲۷)

[8] (ایضاً جلد اول صفحہ ۲۷)

اور اسپر پھول چڑہاتے تھے۔[۱] کیا یونس (جو کہ ایک بڑی مچھلی نگلا گیا تھا) کی قبر نہیں یونس میں موصل کے نزدیک نہیں دیکھی جاتی تھی؟[۲] کیا آدم - حوا - ہابیل - سیت - ابرہیم اور دیگر پرانے عہدنامہ کے اشخاص کی قبریں تاحال نہیں دیکھی جاتی ہیں؟[۳] اور کیا بادشاہ کانسٹنٹائن نے سینٹ جارج کے مقبرہ پر ایک خوبصورت گرجا تعمیر نہیں کیا تھا؟[۴] تب یسوع ناصری جیسے شخص کی ہستی کی ثبوت میں اس قسم کی شہادت کیا وزن رکھتی ہے -؟ سچ تو یہہ ہے کہ اسکی زندگی کے ریکارڈ ازحد بہت قلیل ہیں - اور انکو کلیسائی مطلب - تعصب - باطل پرستی - اور جہالت کے ہاتھوں نے ایسا بنا دیا ہے - رنگ دیا ہے اور بدل دیا ہے - کہ اصلی نقشہ کا پتہ لگانا مشکل ہے - (باقی آئندہ)

معجزات محمدی کی پڑتال

نمبر ۱

اول معجزہ شق القمر

اہل اسلام کا دعویٰ ہے کہ محمد صاحب نے چاند کے دو ٹکڑے کردئے اور سب معجزوں سے بڑھکر یہہ معجزہ حضرت سے ہوا - چونکہ یہہ معجزہ محمدیوں کے نزدیک سب معجزوں سے بڑا ہے - لہذا ہم اول اسی معجزہ کی تحقیق میں مشغول ہوتے ہیں -

قرآن کی ساتویں منزل اور ستائیسویں سیپارہ قال فما خطبکم اور سورۃ القمر میں قوم ہے -

اقتربت الساعۃ وانشق القمر یعنی پاس آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند - انتہی -

اسی آیتہ سے علماء محمدی معجزہ شق القمر ثابت کرتے ہیں اور اہل اسلام کو اس معجزہ پر نازو فخر ہے ہماری رائے ناقص میں وجوہات ذیل سے یہہ معجزہ ثابت نہیں ہوسکتا :-

اول - مخالف کے سامنے قرآن کی دلیل پیش کرنا یا دیگر کتب مذہبی سے اس دعویٰ کو ثابت کرنا فضول ہے کیونکہ مخالف کے نزدیک یہہ کتابیں غیر معتبر ہیں -

دوم - اگر مخالف قرآن - تفسیر کو مسلم بھی کرے - تب بھی یہہ معجزہ ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ مخالف

---

۱ (ایضاً جلد اول صفحہ ۲ اور بونوک صفحہ ۱۵۵)

۲ (چیمبرز آرٹیکل جونا)

۳ (بائبل فار لرنرز جلد اول صفحہ ۱۵۲ - گولڈزیہر صفحہ ۲۸۰)

۴ (گیوری اس منحس صفحہ ۲۶۲)

کی یہہ دلیل ہے کہ جملہ اقتربت الساعۃ کے فعل ماضی اقتربت بمعنی فعل مستقبل (ستقترب)
منقول ہوکر یہہ فعل (سیقترب) اپنے فاعل الساعۃ سے جوکہ درصل اقتربت فعل کا فاعل ہے
ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا - اور چونکہ واو حرف عطف بعد معطوف علیہ کے آئی ہے
اسوجہ سے فعل ماضی (انشق) بمعنی فعل مستقبل (سینشق) ہوگیا - اور یہہ فعل (سینشق)
اپنے فاعل القمر (جوکہ درصل انشق فعل ماضی کا فاعل ہے -) سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف
ہوا پس معطوف علیہ معطوف سے ملکر جملہ فعلیہ معطوفہ ہوگیا - پس ترکیب مرقومۃ الصدر سے
آئیۃ کے یہہ ٹہیک ٹہیک معنے ہوئے - قیامت آویگی چاند پھٹ جاویگا - اس
تقریر سے صاف صاف عیاں ہے - کہ جب قیامت آویگی تب چاند پھٹے گا - ابھی تک چاند
نہیں پھٹا - اگر محمدی بھائی اعتراض کریں کہ یہہ ترکیب مسلم نہیں ہے مخالف کی ایجاد ہے
تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ترکیب مرقومۃ الصدر فضلائے محمدیہ کے نزدیک مسلم ہے بلکہ وہی
اس ترکیب کے موجد ہیں - چنانچہ علامہ زمخشری اس جواب کی تصدیق میں لکھتا ہے کہ
وعن بعض الناس ان معناہ سینشق یوم القیامتہ یعنی بعض علماء قائل
ہیں کہ چاند قیامت کو پھٹیگا - اور پھر دوسرا مفسر بیضاوی بھی اس دعوی کی تائید کرتا ہے
کہ وقیل معناہ سینشق یوم القیامتہ یعنی بعض کا مقولہ ہے کہ قیامت کے قریب
پھٹیگا - اور پھر تیسرا صاحب تفسیر مدارک التنزیل بھی مخالف کے دعوی کی شہادت دیتا ہے -
پس تین مسلمان مومنوں سے اس دعوی کی شہادت ثابت ہوئی - اب اہل اسلام کو کسی
طرح سے جائے حرف گیری نہیں ہے -

سوم - اگر مخالف بلا دلیل اس معجزہ کے صدور کو تسلیم بھی کر لے تو بھی اس معجزہ کا صادر ہونا محمد صاحب
سے ثابت نہیں ہوتا - کیونکہ شق القمر یا اور کسی مقام سے یہہ نہیں ثابت ہوتا ہے - کہ معجزہ محمد صاحب
سے وقوع میں آیا ہے - بلکہ نفس جملہ (آئیۃ) پر غور کرنے سے یہہ جائز معلوم ہوتا ہے - کہ
معجزہ شق القمر کسی دوسرے نبی سے صادر ہوا ہے -

چہارم - قرآن سے یہہ دلیل ملتی ہے کہ جب نضر ابن حارث اور قوم قریش کے لوگ محمد صاحب کے
گرد ہوئے - اور وہ بولے کہ اے محمد اگر تجھکو طاقت اپنے خدا کی ہے تو ہم پر عذاب نازل
کرادے تو محمد صاحب نے جواب میں اس آئیۃ کو پڑھا - قل لو عندی ما تستعجلون بہ
لقضی الامر بینی وبینکم یعنی خداوند تعالے کہتا ہے کہ کہدے ای محمد اگر میرے پاس
ہو جسکی تم شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے کام میرے اور تمہارے بیچ - انتہی

یہہ آیت قرآن کی دوسری منزل سترہویں سیپارہ اذا سمعوا سورۃ الانعام میں تم ہے۔ محمد صاحب کے اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت کے پاس معجزے نہیں تھے۔ کیونکہ اگر ہوتے تو ضرور ان لوگوں کو دکھلاتے اور اپنی مجبوری بیان نہ کرتے۔ اگر نہیں دکھلایا تو کسی معجزہ کا حوالہ ہی دیتے اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس آیتہ کے نزول تک آنحضرت سے قطعی کوئی معجزہ نہیں ہوا تھا۔

پنجم۔ اگر معجزہ شق القمر حضرت سے ہوتا تو بے شک غیر ملکوں کی تاریخ سے اسکا وقوع ثابت ہوتا اسکے جواب میں اکثر مولوی صاحبان فرمایا کرتے ہیں۔ کہ اس معجزہ کا ذکر تو ہندوؤں کی پوتھی میں بہت جگہ لکھا ہے۔ لیکن اگر مولوی صاحبان سے دریافت کیا جاوے کہ یہہ ذکر کونسی پوتھی میں کس مقام پر لکھا ہے۔ تو اُسکا جواب کچھہ بھی نہیں دیتے۔

ششم۔ مخالف کا سوال ہے کہ " چاند کے دو ٹکڑے کر دینا " انسان کی طاقت کا کام ہے یا نہیں بر تقدیر تسلیم شق اول (اس معجزہ کا صادر ہونا انسان کی طاقت میں ہے) لازم آتا ہے کہ شق القمر معجزہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہہ قدرت قدرتی سب انسانوں میں یکساں پائی جاتی ہے۔ محمد صاحب کی خصوصیت کرنا ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے۔ بر وفق تسلیم شق ثانی (معجزہ شق القمر کا صادر ہونا انسانی طاقت سے بعید ہے۔) لازم آتا ہے کہ یہہ معجزہ محمد صاحب سے بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ محمد بھی انسان تھے۔ جیسا کہ کلمۂ شہادت کے اس کلمہ " واشہد ان محمداً عبدہٗ " سے صاف ظاہر ہے۔

ہفتم۔ اس معجزہ کے صدور سے قادر مطلق کی قدرت (قانون نظام عالم) پر حرف اور عیب لگتا ہے کہ اوسبحانہ کے قانون قدرت ایسے کمزور ہیں کہ جنکو اُسکا ادنیٰ بندہ بھی توڑ سکتا ہے اور اُس کے انتظام میں خلل انداز ہو سکتا ہے۔ فقط قانون قدرت ہی پر عیب نہیں لگتا ہے۔ بلکہ قادر مطلق اور محمد صاحب پر بھی عیب قایم ہوتا ہے کیونکہ قادر مطلق پر اُسکی قدرت کمزور ہونیکی وجہ سے کمزوری کا عیب لگتا ہے۔ اور محمد صاحب پر اسوجہ سے عیب لگتا ہے۔ کہ وہ اپنے **قادر مطلق** کے قانون قدرت کے اصولوں کے توڑنیوالے تھے اور خلاف قانون قدرت کے عمل کرتے تھے۔

ہشتم عقل سلیم اور طبع مستقیم ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی ہے۔ کہ اشارۂ انگشت شہادت (سباپہ یعنے انگوٹھے کے پاس والی اونگلی) سے چاند دو نیم ہو گیا ہو۔

نہم۔ یہہ معجزہ سائنس کے بھی خلاف ہے۔ یعنی جبکہ چاند کے دونوں ٹکڑے مشرق اور مغرب کو جدا جدا چلے گئے تو کیوں نہیں بسبب قوت جاذبہ (کشش کی طاقت) کے وہ

ٹکڑے دوسرے کرے سے وصل اور ملاقی ہو گئے۔ کیونکہ چاند کے دو حصہ ہو جانے سے پوری قوت دو نصفوں میں منقسم ہوگئی۔ پس اس حالت میں لازمی تھا کہ نصف کرہ کو پورا کرہ اپنی طرف کھینچ کر ملا لیتا۔

دہم۔ اس آیت کی شان نزول میں مذکور ہے۔ کہ جب اس معجزہ کا وقوع ہوگیا تو **ابوجہل** نے کہا کہ محمد نے ہماری آنکھوں کو جادو سے باندھ دیا ہے۔ ان لفظوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسوقت اشارہ انگشت کیا۔ اُسی وقت **محمد صاحب** نے جہلاء عرب سے (جو کہ خلاف علم و عقل کے تماشہ کو حاضر تھے) کہا ہو کہ تم بھی اپنی انگلی کو آنکھ کے درمیان رکھو چنانچہ انہوں نے اسکی تعمیل کی ہو۔ اور اس عمل سے چاند کے دو ٹکڑے مشاہدہ کئے ہوں تو کیا عجب ہے۔ دوسرے انہیں لفظوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ محمد صاحب جادوگر بھی تھے۔ اگر فی الواقعہ ایسے ہی تھے تو ایسے کلام شعبدہ بازی میں شمار کئے جاتے ہیں۔

یازدہم۔ جس طرح سے کہ حکیم **ابن مقنع** نے ایک چاند جسکو کہ ماہ نخشت کہتے ہیں۔ اپنی حکمت اور علم کیمیا کی طاقت سے بنا کر لوگوں کو دکھلایا تھا۔ اسی طرح آنحضرت نے چاند کے دو ٹکڑے کئے ہوں تو کیا بعید ہے۔

دوازدہم۔ قطع نظر دلایل بالا کے اگر بلا دلیل ہی اس معجزہ کو مان کر محمد کو رسول اللہ مان لیں تو لازم آتا ہے کہ **ہنومان** کو بھی رسول مانیں کیونکہ ہندؤں کے پران میں لکھا ہے کہ جب **انجنی** ستری کے لڑکا **ہنومان** پیدا ہوا تو اُسنے پیدائش کے تھوڑی ہی مدت بعد سورج کو نگل لیا یعنے منہ میں رکھ لیا تھا۔ جب قہقہہ مار کر ہنا تب سورج نکل پڑا۔ اسی طرح سے اسی **ہنومان** کی بابت ایک جگہہ لکھا ہے کہ جب ہنومان پہاڑ پر بوٹی ڈھونڈنے کے واسطے گیا اور اُسوقت اُسکو وہ بوٹی نہ ملی لاچار ہو کر پہاڑ اکھاڑ کر **رام لچھمن جی** کے سامنے لا کے رکھ دیا۔ علیٰ ہذا القیاس پرانوں میں ایسے قصے بہت ملتے ہیں۔ پس وجوہات مذکورۃ الصدر سے معجزہ شق القمر باطل ٹھہرتا ہے۔

دوئم معجزہ مٹھی بھر ریت

اہل اسلام کا مقولہ ہے کہ محمد صاحب نے بدر کی لڑائی میں ایک مٹھی ریت لے کر کافروں کے لشکر پر پھینک دیا تھا کہ جسکی وجہ سے مخالف کا لشکر اندھا ہو کر پراگندہ اور پریشان ہوگیا تھا جسکے سبب سے کافروں پر مسلمان غالب آئے۔ انتہی۔

اب ہم اس معجزہ کی تحقیق و ثبوت میں رجوع ہوتے ہیں۔
قرآن کی دوسری منزل نویں سیپارہ قال الملا سورۃ الانفال میں رقم ہے۔ کہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ترجمہ اور نہیں پھینکا تھا تو نے جسوقت کہ پھینکا تھا تو نے اور لیکن اللہ نے پھینکا تھا۔ انتہی۔
یہی آیۃ اس معجزہ کی دلیل ہوتی ہے۔ اور اسی کو معجزہ مذکور کے ثبوت در وجود میں پیش کرتے ہیں لیکن یہہ معجزہ بھی بتفصیل ذیل بوجوہات سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتا۔

(۱) اول۔ معجزہ شق القمر کی دلیل اول سے معجزہ مذکور قابل تسلیم نہیں ہے یعنی قرآن کی دلیل مخالف کے سامنے غیر مسلم ہے۔

دوم۔ اگر قرآن و تفسیر مسلم بھی کئے جاویں تب بھی پورا پورا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ آیۃ مرقومۃ الصدر سے صاف صاف عیان نہیں ہوتا ہے کہ یہہ معجزہ آنحضرت سے ہوا اور نہ تخصیص مقام جنگ اور ایک شخصی بیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہہ کلام (آیۃ) مثل معمّا کی ہے جس قصہ کی طرف انسان چاہے۔ ان کلمات غیر معین کو رجوع کر سکتا ہے جیسا کہ علماء نے کیا ہے۔ غرضیکہ صاف صاف طور سے یہہ معجزہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کہ جس سے متلاشی کی روح کو اطمینان کلی ہو سکے۔

سوم۔ اگر بغیر ثبوت ہی اس معجزہ کو تسلیم کر لیا جاوے تو مفسر بیضاوی اس تسلیم کا یہہ بطلان پیش کرتا ہے۔ کہ انہ نزل فی طعنۃ طعن بہا ابی بن خلف یوم احد ولم یخرج منہ دم فجعل یخور حتی مات۔ یعنی بیضاوی اس آیۃ کی شان نزول میں کہتا ہے کہ جسوقت محمد صاحب نے ابی بن خلف کے نیزہ مارا تھا۔ اور اس کے خون نکلا تھا اور خر خر کرتا ہوا مر گیا اسوقت یہہ آیۃ نازل ہوئی تھی۔ انتہی۔ اور پھر یہی حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ رمیۃ سہم رماہ یوم خیبر نحو الحصن فاصاب لبانۃ بن ابی الحقیق علی فراشہ۔ یعنی خیبر کی لڑائی میں محمد صاحب نے جو تیر کہ قلعہ پر پھینکا تھا۔ اور وہ لبانہ ابن الحقیق کے پلنگ پر جا کر اس کے لگا تھا۔ اسکی بابت یہہ آیۃ نازل ہوئی تھی۔

چہارم۔ جب علماء محمدیہ ہی اس معجزہ میں شک کرتے ہیں تو مخالف کے نزدیک کیونکر یہہ معجزہ صحیح ہو سکتا ہے۔

پنجم۔ اگر مفسرین کے اقوال پر خیال نہ کیا جاوے اور قطع نظر دلیل مذکور کے بلا دلیل ہی آیت رمیت کی اندھ ختہ کو معجزہ مانا جاوے۔ تاہم اس معجزہ کا بطلان ہو سکتا ہے اور رمیت

اعجاز سے گرایا جاتا ہے کیونکہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ جبکہ محمد صاحب نے دیکھا کہ دشمن کے قدم اُکھڑا ہی چاہتے ہیں اور فوج بیدل ہوگئی ہے اُسوقت موقعہ پاکر لشکریوں سے کہہ دیا کہ دیکھو میری ایک مشت ریت کے پھینکنے سے دشمن کا لشکر پراگندہ اور منتشر ہوتا ہے۔ اُسوقت عوام نے یہہ آواز سُنکر اور اتفاقیہ فتح پاکر مشہور کیا کہ یہہ آنحضرت کا معجزہ ہے۔ اس حالت میں یہہ معجزہ نہیں ہوسکتا ہے بلکہ لشکر کشوں کی چالاکیوں میں شمار کیا جائیگا۔

ششم۔ مخالف یہہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جب محمد صاحب نے دیکھا کہ میرا لشکر بیدل ہوگیا ہے اور عنقریب ہی شکست ہو تو عجب نہیں ہے تب اپنی فوج کی تسکین خاطر کی وجہ سے ایک مشت ریت لیکر اپنی سپاہ کے روبرو مخالف کے لشکر پر پھینکدیا اور اتفاق سے (بقول شخصے کہ اندھے کے ہاتھ بٹیر لگ گئی) انکا لشکر غالب آیا اُسوقت فوج کے لوگوں نے خوش ہوکر مشہور کردیا کہ ہم لوگ آنحضرت کے اس معجزہ (ریت پھینکنے) سے فتحیاب ہوئے۔ ایسا عمل بھی معجزہ نہیں ہوسکتا ہے۔ یہہ بھی لشکرکشوں کی چالاکی ہے۔

ہفتم۔ مخالف کہہ سکتا ہے کہ جسطرح ہر ایک جنرل اپنی فوج کو جس طرح ہوسکتا ہے اطمینان و تسلی دیتا ہے اسی طرح محض دلجمعی فوج کیواسطے یہہ عمل محمد صاحب نے کیا تھا بمشیت ایزدی سے یہہ غالب آئے۔ اسیواسطے یہہ عمل معجزہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ایسی فتح اتفاقیہ اکثر ہوتی ہیں چنانچہ مرزا بابر نے بارہ ہزار گولنداز دل سے ایک لاکھ چھبیس ہزار فوج کو شکست دی تھی۔

ہشتم۔ یہہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ اُس زمانہ میں اکثر جہلاء عرب محمد صاحب کو ساحر جانتے تھے۔ (جیساکہ سورہ قمر کی پہلی آیتہ کی شان نزول سے واضح ہے) تو ایسے وقت (لڑائی) میں محمد صاحب نے حسب موقعہ (یعنی یہ سمجھہ کر کہ مخالفین مجھکو جادوگر سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی عمل کرونگا تو یہہ لوگ جادو جانکر گھبرا جاوینگے۔) اپنی مٹھی میں ریت لیکر مخالف کے لشکر پر پھینکدیا۔ جو فوج کے سپہ سالار کی آنکھہ میں جاگرا اس صدمہ سے اُسکی آنکھوں میں درد شدید ہوا اور بیقرار ہوکر لشکر سے پیچھے کو ہٹنے لگا۔ اس حال کو فوج نے دیکھہ کر جانا کہ ہمارا سردار بھاگ نکلا۔ اور جادو اثر کرگیا۔ اسیوجہ سے کُل لشکر حواس باختہ ہو گھبراکر بھاگ نکلا اور اس طرحسے محمد صاحب کے ہاتھہ میدان آیا۔ جیساکہ راجہ آنند پال کی سواری کا ہاتھی بگڑ جانے سے محمود غزنوی کے ہاتھہ میدان آیا اور بہت سے راجاؤں کو شکست دی۔

چونکہ شبہات مذکورہ بالا دفع نہیں ہوسکتے اسیوجہ سے یہہ معجزہ کسی نوعیت سے ثابت نہیں ہوتا ہے فقط۔

معجزہ معراج

اہل اسلام قائل ہیں کہ محمد صاحب کو معراج ہوئی تھی یعنی انہوں نے افلاک کی سیر کی تھی۔ وہاں کی سیر کا حال محمد صاحب نے بہت کچھ طول طویل بیان کیا ہے۔ اب ہم اس معجزہ کی پڑتال میں مشغول ہوتے ہیں۔ ناظرین انصاف سے ملاحظہ فرما کر خود حکم صحت اور غیر صحت کا حاصل کریں۔ براہین ذیل سے اس معجزہ کے ہونے میں پورا پورا شک ہے بلکہ حکمت نظری کے اصول پر غور کرنے سے یہ معجزہ محض قوت توہمہ سے پیدا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کی تیسری منزل چودہویں سیپارہ یعنی سورہ بنی اسرائیل میں تحریر ہے۔ کہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا۔ انتہیٰ یعنی پاکی ہے اُس شخص کو لے گیا بندے اپنے کو مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ کی وہ جو برکت دی ہم نے گرد اس کے کو کہ دکھلادیں ہم اسکو نشانیوں اپنی سے۔ انتہیٰ۔

اس آیۃ سے علماء محمدی معراج کو ثابت کرتے ہیں۔ مگر اس آیۃ سے بھی یہ معجزہ ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ جھوٹا کلام ثابت ہے۔ کیونکہ

پہلی دلیل اس کے عدم ثبوت کی یہ ہے کہ قبل از نزول آیۃ مذکورہ طرطوس رومی نے بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کو منہدم و مسمار کر دیا تھا بعد اُس کے پھر مسجد اقصیٰ (تا حیات محمد) تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ اس سے ثابت ہے کہ مسجد اقصیٰ تک محمد صاحب نہیں گئے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ جس وقت آنحضرت نے اس معجزہ کا اظہار کیا تو اکثر اشخاص ایمان نہیں لائے۔ بلکہ کئی شخص دین اسلام سے پھر گئے۔ اگر یہ معجزہ درحقیقت محمد صاحب سے صادر ہوتا تو بے شک لوگ ایمان لاتے اگر ایمان نہ لاتے تو معجزہ مذکور کے منکر تو ضرور ہوتے۔ چہ جائیکہ برخلاف اس کے دین اسلام سے منحرف ہوگئے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ رسولوں سے جو معجزہ صادر ہوتے ہیں وہ اس غرض سے ظاہر ہوتے ہیں کہ منکر عاجز ہو کر اور اُس معجزہ کو دیکھ کر رسالت پر ایمان لا دیں۔ اور وہ لوگ معجزہ کے دو قاعدے کے شاہد ٹھہریں سو یہ معجزہ برخلاف اس کے ہے یعنی عاجز ہونا اور ایمان لانا تو درکنار الٹے اور منحرف ہو گئے۔ پس ایسا عمل معجزہ کی تعریف سے خارج ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ یہ معجزہ خلاف اصول حکماء کے بھی ہے یعنی حکما نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ وجود افلاک نہیں ہے۔ (وجود سے مراد جسم ہے) نیلگون جو معلوم ہوتا ہے۔ وہ پردہ نور یعنی جنہ ولا یتجزیٰ اوپر چڑھے ہوتے ہیں۔ پس جبکہ آسمان کوئی چیز ہی نہیں ہے تو

کس طرح جسمی محمد صاحب اُن کے اندر گئے اور کیونکر وہاں کے مکانات مشاہدہ کئے اور کس طرح سے عیسی صاحب وہاں بود و باش رکھتے ہونگے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ بات خواب کی محمد صاحب نے بیان کی اور ظاہر ہے کہ خواب کے مشاہدات قابلِ اعتبار نہیں ہوتے۔ پس یہہ معجزہ بھی معتبر نہیں ہے۔

پانچوین دلیل یہہ ہے کہ بعض علماء قایل ہیں۔ کہ آنحضرت کی روح نے سیر کی اور روح ہی کو معراج ہوئی سو یہہ بات بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ جسکی روح بیت المقدس اور افلاک وغیرہ کی سیر کرتی وہ ہی نبی ہے۔ حالانکہ اسکا بطلان چوتھی دلیل میں ہو چکا۔

چھٹی دلیل یہہ کہ بعض علماء قایل ہیں کہ براق کی سواری پر آنحضرت نے معہ جسم کے سیر کی۔ یہہ مقولہ اول مقولہ (پانچویں دلیل میں جو علماء کا مقولہ ہے) کے صریح خلاف ہے۔ پس مشکوک کلام دلیل قطعی نہیں ہوسکتی ہے۔ اِسواسطے اِس معجزہ کے وقوع میں پورا پورا شک ہے کہ جسکا اندفاع غیر ممکن ہے۔

ساتوین دلیل یہہ ہے کہ اس آیتہ سے صاف صاف واضح نہیں ہوتا ہے کہ خداوند تعالی محمد صاحب کو بیت المقدس میں براق پر لے گیا۔ اور نہ آسمانونکی سیر کرائی۔ کیونکہ آیتہ مذکور سے صرف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے غلام کو بوقت شب یروشلم (بیت المقدس میں) لیگیا۔ نہ اس آیتہ میں محمد صاحب کا ذکر ہے نہ براق اور آسمانوں کی سیر کا ذکر ہے۔ اب اس مفہوم سے جسکو چاہے مولے مان لو۔ اور جسکو چاہے غلام مقرر کرلو۔ عیسائی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسی کے معراج کی خبر خداوند تعالے نے اس آئیت میں دی ہے۔ چنانچہ اب تک عیسی صاحب آسمان پر قیام رکھتے ہیں۔ اور قیامت کو چوتھے آسمان سے نزول فرماوینگے۔ پس اس دعوی کی تردید اہل اسلام کسی طرح نہیں کرسکتے ہیں۔ بلکہ اُسکا دعوی دلائل مسلمات محمدیہ سے ثابت ہے۔
علی ہذالقیاس دوسرا مطلب مخالف یہہ کہہ سکتا ہے کہ اوتعالے خبر دیتا ہے کہ ایک مولے اپنے خوبصورت غلام کو (اپنے مردمان خانہ کی شرم کرکے) بوقت شب یروشلم کو بھگا لیگیا۔ غرضیکہ نفس آئیت پر خیال کرنے سے کئی مطلب نکل سکتے ہیں۔ اب اگر اہل اسلام کہیں کہ مخالف کا دوسرا مقولہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ایسے مضامین ناپاک ذات پاک سے منسوب کرنا اُسکی قدوسیت پر عیب لگانا ہے۔ کیونکہ وہ بے عیب ہے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ خود قرآن میں اس قسم کی آئیتیں ہیں کہ جو اوتعالے کو معیوب کرتی ہیں۔ چنانچہ سورہ احزاب میں مرقوم ہے۔ کہ

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔ انتہی۔

ترجمہ۔ تحقیق وہ لوگ کہ ایذا دیتے ہیں اللہ اور رسول اُسکے کو لعنت کی اُن لوگوں کو

اللہ نے دنیا اور آخرت میں - انتہی - حاصل یہہ ہے کہ مثل انسان ضعیف البنیان او تعالے بھی ایذا اور تکلیف پاتا ہے - اور پہر سورہ نساء میں لکھا ہے - کہ نساؤکم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم - انتہی - یعنی عورتیں تمہاری کھیتی ہیں واسطے تمہارے پس جاؤ کھیت اپنے میں جسطرف سے چاہو - حاصل یہ کہ عورتوں کے ہردو مقام (ناظرین سمجھہ جاویں گے کلمات فحش لکھتے ہوئے ہمکو شرم معلوم ہوتی ہے) سے فعل کرنا درست ہے حاصل کلام قرآن بہی او تعالے کو معیوب بتلاتا ہے - ❖

اٹھوین دلیل یہہ ہے کہ اِس آیۃ کے الذی حرف موصول کا صلہ غیر متعین اور لعبدہٖ کی ضمیر ہ کا مرجع بھی غیر متعین ہے - ورنہ (یعنی خاص کسی کو صلہ ماننا اور ضمیر مقرر کرنا) تخصیص بلا مخصص لازم آتی ہے - پس الذی سے مراد اللہ اور لعبدہٖ کی ضمیر کا مرجع محمد کو مان لینا بلا دلیل ہے - ❖

نوین دلیل یہ ہے کہ معجزہ شق القمر کی پہلی دلیل سے یہہ معجزہ بالکل جھوٹا ثابت ہے - ❖

دسوین دلیل یہ ہے کہ جب زیادہ بلندی پر انسان کی زندگی محال ہے - تو کس طرح محمد صاحب وہاں پہونچ سکتے ہیں - تمام علماء و فضلاء اور سائنس دان اس بارے میں متفق الرائے ہیں کہ زیادہ بلندی پر انسان زندہ نہیں رہ سکتا - ❖

گیارھوین دلیل یہ ہے کہ اگر محمد صاحب براق پر سوار ہو کر آسمان کی سیر کرتے تو بے شک کسی نہ کسی ملک کے ہیئت دان رصد خانہ سے محمد صاحب کو دیکھتے تو کچھہ حال انکا رقم کرتے کیونکہ ہیئت دان رصد خانوں سے دوربین وغیرہ کے ذریعہ سے ہمیشہ اپنی اپنی نظر سے ستاروں کو دیکھتے رہتے ہیں - اور اس عمل سے ہمیشہ چھوٹے چھوٹے نئے نئے ستاروں کا حال معلوم کرتے رہتے ہیں - چونکہ معجزہ دلائل عقلی اور نقلی سے نادرست ہے - لہذا قابل اعتبار نہیں - ❖

بابل کا برج

انجیل میں لکھا ہے :-

"تمام زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی اور جب وے

(دنیا کے باشندے) پورب سے روانہ ہوئے تو ایسا ہوا کہ انہوں نے سِنعار کے ملک میں ایک میدان پایا اور وہاں رہنے لگے اور آپس میں کہا آؤ ہم اینٹ بناویں اور آگ میں پکاویں سو انکو پتھر کی جگہہ اینٹ اور گچ کے جگہہ گارا تھا۔ اور انہوں نے کہا کہ آؤ ہم اپنے واسطے ایک شہر بناویں۔ اور ایک برج جسکی چوٹی آسمان تک پہنچے۔ اور یہاں اپنا نام کریں ایسا نہ ہو کہ تمام روئے زمین پہ پریشان ہوجاویں۔ اور خداوند اُس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بناتے تھے۔ دیکھنے اُترا۔ اور خداوند نے کہا دیکھو لوگ ہے۔ اور اُن سبکی ایک ہی بولی ہے اب وے یہہ کرنے لگے سو وے جس کام کا ارادہ کرینگے اُس سے نہ رک سکینگے۔ آؤ ہم اُتریں اور انکی بولی میں اختلاف ڈالیں تاکہ وے ایک دوسرے کی بات نہ سمجھیں۔ تب خداوند نے اُن کو وہاں سے تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا سو وے اُس شہر کے بنانے سے باز رہے۔ اِس لیے اُسکا نام بابل ہوا کیونکہ خداوند نے وہاں ساری زمین کی زبانوں میں اختلاف ڈالا اور وہاں سے اُنکو خداوند نے تمام روئے زمین پہ پراگندہ کیا"[†] (دیکھو پیدائش کی کتاب باب ۱۱ آیت ۱ سے ۹)

اِس طرح پر انجیل میں زبانوں کی اصلیت بیان کیگئی ہے۔ قطع نظر اِسکے کہ عقل و علم کہاں تک اِس بیان پر روشنی ڈالتے ہیں۔ **علم فلالوجی** کے ماہر محققین کہاں تک اِس بعید از قیاس قصہ کی تائید کرتے ہیں۔ ہم یہہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ اِس قصہ کی اصلیت کیا ہے۔

بشپ کولینزو صاحب فرماتے ہیں۔

"بولیوں کے انتشار کی کہانی کو جھوٹا مصنف نے بلس کے مشہور نامکمل مندر کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ جسکی بابت غالباً کوئی عجیب غریب افواہیں اُس نے سُنی تھیں۔ اسم Babel[*] کو عبرانی

[†] تمام پُرانے عہدنامہ میں اِس کہانی کا اور کہیں ذکر تک نہیں ہے۔

[*] Babel کے لغوی معنے ہیں El کا گھر یا دربار یا دروازہ۔ یا خدا کا دروازہ (دیکھو پنیٹا انگریزی جلد چہارم صفحہ ۲۶۰۔ نیز بائبل فارلرنرز جلد اول صفحہ ۱۹۰)

لفظ Babal بمعنی گڑبڑ کرنا سے مشتق کرنا جو کہ اس قصہ اور Babal کے برج کے ابین نقطہ اتصال معلوم ہوتا ہے بالکل نادرست ہے" (پنٹاٹک اگزیمنڈ جلد ۴ صفحہ ۲۶۰)

جناب جان فسکی صاحب اسکی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم Babel اصل میں Bab-ilu بمعنی خانۂ خدا ہے لیکن عبرانی مصنف سہواً اس لفظ کو مصدر Balal (گڑبڑ کرنا) سے مشتق کرتا ہے۔ یہی باعث اس مبہم بیان کا ہے۔ کہ بابل ایک جگہ تھی جہاں کہ انسانوں کی بولیوں میں گڑبڑ ہوئی" (دیکھو متھس اینڈ متھ میکرز صفحہ ۷۲۔ نیز اینسائیکلوپیڈیا برطانیہ آرٹیکل Babel)

وہ عجیب افواہیں جو کہ اس کہانی کو پرانے عہدنامہ میں درج کرنیوالے جیہووسٹک مصنف تک پہنچی ہیں۔ اُن کا منبع اسی قسم کی وہ کہانی ہے۔ جو کہ Chaldeans میں پائی جاتی ہے۔ بیروسس اسے یوں بیان کرتا ہے:-

"دنیا کے ابتدائی باشندے اپنی طاقت اور قد* پر نازاں ہوکر اور دیوتاؤں کو حقیر جان کر اُس جگہ پر جہاں کہ اب بیبلن واقعہ ہے ایک ایسا برج بنانے میں مشغول ہوئے کہ جسکی چوٹی آسماں تک پہنچ جائے لیکن جب یہہ برج آسمان تک پہنچ گیا۔ تو آندھیوں نے دیوتاؤں کی مدد کر کے برج کو مسمار کر دیا۔ دیوتاؤں نے سبکی بولیوں میں گڑبڑ کردی۔ اُس سے پیشتر سبکی ایک ہی زبان تھی۔ مشہور ہے کہ اس برج کے کھنڈرات تاحال بیبلن میں پڑے ہیں" (دیکھو لیسچنڈ آف دی پیٹری آرچ صفحہ ۱۴۷ سمیتھس چیلڈن اکونٹ آف جینس صفحہ ۴۸ والینز لیسرچز ان اینشنٹ ہسٹری صفحہ ۱۳۰ - ۱۳۱)

یہودی مؤرخ جوسیفس رقمطراز ہے کہ "اس برج کا تعمیر کرنیوالا نمرود ہے وہ بڑا شریر آدمی تھا اور اُس نے یہہ برج اس خیال سے بنایا تھا۔ کہ اگر خدا دنیا پہ پھر طوفان بھیجے تو وہ اُسپر چڑھ جاوے۔ جب اُسنے اپنی یہہ تجویز لوگوں

---

* اُن دنوں میں زمین پر دیو تھے (پیدائش باب ۶ آیت ۴)

کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اِسے قبول کیا۔ اِس خیال سے کہ وے ایسا کرنے سے خدا سے اپنے بزرگوں کے تباہ کرنے کا انتقام لے سکیں گے"

جیواِش اِنٹی کوپٹی میں لکھا ہے۔۱۰

"اور انہوں نے ایک بُرج تعمیر کیا جسکو مکمل کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا۔ چونکہ اِسپر ایک بُہت بڑی تعداد آدمیونکی لگائی گئی تھی۔ اس لئے یہہ اتنی جلدی بُہت اونچا ہوگیا کہ جتنی جلدی کسی اور سے امید نہیں کیجاسکتی ہے۔ یہہ پختہ اینٹوں سے بنایا گیا تہا۔ اینٹیں نفت سے تیار کردہ گارے کیساتہہ جوڑی گئی تھیں۔ تاکہ پانی اِسپر اثر نہ کرسکے۔ جب خدا نے دیکھا کہ انہوں نے اس طرح پر دیوانہ وار کام کیا ہے تو اُسنے اُن کو بالکل تباہ کرنیکا ارادہ کیا۔ کیونکہ پہلے گنہگاروں کی تباہی سے انہوں نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا تہا۔ لیکن خدانے اُنکے بیچ ہل چل ڈالدی اور اُنکی بولی میں گڑبڑ کردی۔ تاکہ وے ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکیں۔ وہ جگہہ جہانکہ انہوں نے یہہ بُرج بنایا تہا۔ اب **بیبلن** کے نام سے مشہور ہے"

بیبلونیا کا بُرج جوکہ اس زبانوں کی گڑبڑ کے قصہ کی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ اصلمیں علم ہئیت سے متعلق مطالب کے لئے بنایا گیا تہا۔* یہہ امر اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ "سات ستاروں کے درجے" اس نام سے مشہور تھا۔ اور انہیں سے ایک ایک درجہ سورج چاند۔ زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ زہرہ۔ عطارد۔ ستاروں کے نام سے مخصوص تہا۔ (دیکھو پینٹاٹیوک اگزیمنڈ جلد چہارم صفحہ ۲۲۹۔ اِنجیل مسیح مصنفہ بنسن صفحہ ۱۰۶)

ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ اِس بُرج کی سب سے اوپر کی منزل بیلس دیوتا کی جائے رہائش تھی۔ شاہ بابل نیبوکدنضر جسکا ذکر کہ پُرانے عہدنامہ کی کتاب سلاطین میں آیا ہے اس بُرج کی بابت اپنے باب ستون میں لکھتا ہے:۔

"سات ستاروں کے درجے" نامی عمارت کو جوکہ بودسپا (Babel) کا بُرج تہا ایک قدیم بادشاہ نے بنایا تہا۔ اُس نے اِسکو ۴۲ ہاتہہ تک پورا

---

* اوڈواس بیان کرتا ہے کہ بیلس کا مندر Chaldeans کا سجدہ گاہ تہا (سمتھس بائبل ڈکشنری)

کیا تھا لیکن مکمل نہ کرسکا۔ گردشِ زمانہ سے یہہ شکستہ حال ہو گیا۔ کسی نے
پانی کے رستوں کی خبر نہ لی۔ اِس لیئے دیواروں کے اندر پانی گھس جانے
سے پکی اینٹوں کا خول اُبھر آیا تھا۔ اور چھتیں ڈھیر ہوئی پڑی تھیں۔
میرو دیق میرے بڑے خداوند نے میرے دلکو اِسکی مرمت کے لیئے مائل
کیا۔ میں نے اِس کے ٹھکانے کو نہیں بدلا۔ نہ ہی پرانے بنیاد کو اُکھیڑا۔
لیکن ایک مبارک ماہ کے نیک دن کچی اینٹوں کی چھتوں اور پکی اینٹوں
کے خول کو از سرِ نو تعمیر کرانا شروع کیا وغیرہ"

یہاں اِن سطروں میں ایک لفظ بھی بولیوں کی گڑبڑ کے بارے میں درج
نہیں ہے۔ اِسکا ذکر تک نہیں ہے۔ اِس قدیم برج کے کھنڈرات بیبلونیا میں پڑے
ہونے کے باعث اور نیز زبانوں کی گڑبڑ کی کہانی زبان زدِ خلائق ہونے کے سبب
اِن کھنڈرات کو اِس کہانی کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرنا ایک آسان امر تھا
ٹھیک اُسی طرح جیسے کہ قدیم اہلِ میکسیکو بعینہ اِسی قسم کی کہانی کی صداقت کے ثبوت میں
کولوبا کے برج کے کھنڈرات کو پیش کرتے تھے۔*

مذکورہ بالا بیانات اور شہادتوں سے صاف ثابت ہے کہ برجِ بابل کا کوئی تعلق
قصہ مندرجہ کتاب پیدائش سے نہیں ہے۔ مصنف کتابِ پیدائش نے اپنی لاعلمی
سے عام افواہوں کی بنا پر اِسکو اُس قصہ کے ساتھ جوڑ دیا ہے جو کہ اہلِ چیلڈیا میں
پرانے عہدنامہ کے لکھے جانے سے مدتوں پہلے مروج تھا۔ لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ بابل
کے برج کا قصہ بیبلونیا والوں سے چرا کر بائیبل میں داخل کیا گیا۔ جیسا کہ گولڈزیہر
صاحب فرماتے ہیں۔ "یہہ قصہ اور نیز پیدائش اور طوفان کے قصہ جات بیبلون والوں
سے چرائے گئے تھے" (دیکھو ہیبرو مائی تھالوجی صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۵ - نیز سمتھس چیلڈین اکونٹ
آف جینس)

اِسی بارے میں جارج سمتھ صاحب رقمطراز ہیں:-
"ڈہاک کی ڈالوں کی شکل کی کتابوں میں اِس قسم کے کنایات اور علامات
پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیدائش۔ طوفان۔ برج بابل

* دیکھو امریکن البیرجنیز جلد اول صفحہ ۹۰ مصنفہ ہمبولٹ

کی روائتیں اور دیگر اسی قسم کے افسانے ۲۰۰۰ اور ۱۸۵۰ قبل مسیح کے درمیان جمع کئے گئے تھے،، (دیکھو جیلڈین اکونٹ آف جینیس صفحہ ،،۲۸و)

انجیل میں اسی قسم کے اور بھی بہت سے ادہر ادھر سے چرائے اور گھٹائے بڑہائے ہوئے قصے افسانے اور طفلانہ کہانیاں بھری پڑی ہیں۔ یہی حال قرآن اور پرانوں کا ہے مگر **وید مقدس** میں کوئی قصہ کہانی نہیں ہے۔ نہ کوئی ایسی بات ہے جو علم و عقل اور قانون قدرت کے برخلاف ہو۔ **وید** ترمیم وتنسیخ سے مبرا سچدانند سروپ پرماتما کا ابدی گیان ہے۔ وید جامع العلوم ہے اور راستبازی اور پاکیزگی کا چشمہ۔ انہیں توحید الہی کا ذکر ہے یا قانون قدرت کی تشریح عالمگیر سچائیوں کا برہان ہے یا لوک پرلوک سمبندہی دقیق سے دقیق مسائل کی عقدہ کشائی۔ یہہ ایسی خوبیاں ہیں جو کسی مذہب کی الہامی پستک میں نہیں پائی جاتیں۔

تاریخی اور علمی نوٹ

ویدک دہرم کی عظمت

دہرم جو بذاتہ بعض عالموں کے نزدیک انسانی طبیعت کا ایک لایعنی اور خلاف فطرت اختراعی ڈھکوسلا معلوم ہوتا تھا اب جبکہ انکو ویدک دھرم کی جوتی دوارا دیکھا جاتا ہے۔ تو بالکل ایک فطرتی اور معقول حیثیت میں درشٹی پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم یہہ کہنے کی جرات کرسکتے ہیں کہ دہرم کا انکر انسانی طبع کے نشو و نما میں ایک سبھاوک خیال ہے۔ (میکسمولر)

ویدک توحید

ویدوں یا ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں خدا (برہم) کے اوصاف اس طرح پر بیان کئے گئے ہیں کہ وہ قادر مطلق۔ بے پایان۔ ابدی و ازلی۔ بیقیاس۔ قائم بالذات۔ سب کا دیکھنے والا مگر خود نہاں۔ انسانی ادراک سے پرے جہان کا پیدا کرنیوالا۔ محافظ اور رفنا کرنیوالا ہے۔ وہ ایک نہاں سچی ہستی ہے۔ ایسے اور اسی قسم کے بیشمار دیگر اوصاف خدا کے ویدوں میں بیان کئے گئے ہیں (چارلس کومینی) ویدوں میں

ایک لاثانی خدا کو مانا گیا ہے جو قادرِ مطلق - لا انتہا - ابدی - قائم بالذات - جہان کا مالک اور نور ہے - (کوئنٹ جارناٹ)

اُپنشدوں کی مہماں

اُپنشدوں کے ہر ایک فقرے سے گہرے اصول اور بڑے بڑے بلند خیالات پیدا ہوتے ہیں - تمام میں ایک اعلیٰ درجہ کی پاک اور سچی روح و یاپک معلوم ہوتی ہے - سارے جہان میں سوائے اصل اُپنشدوں کے کوئی پستک اتنی بڑھکر مفید اور علویت کو پہنچانیوالا مطالعہ نہیں ہوسکتا - جیسا کہ اُپنشدوں کا مطالعہ ہے یہی اُپنشد میری زندگی کے لیئے تسلّی کا باعث ہوئے ہیں - اور یہی میری موت کے بھی تسلی دینے والے ہونگے - (شاپن ہائر مشہور جرمن فلاسفر)

ہندوستان دُنیا کا ہنڈولا ہے

انڈیا ہم سبکی دیا لو ماتا ہے - جسنے اپنی سنتان کو مغرب کیطرف روانہ کرتے وقت ہماری اصلیت کے دائمی قیام کے لیئے ہمکو اپنا قانون - اپنی زبان - اپنا علمِ اخلاق - اپنا لٹریچر اور اپنا دھرم وراثت میں دیا - (جیکالیٹ)

اے منش جاتی کے پنگھوڑے قدیم انڈیا کی سرزمین تجھے مبارکباد ہو! اے لائق اور بزرگوار دائی جسکو صدیوں کے وحشیانہ حملوں نے فراموشی کی خاک تلے مدفون نہیں کیا ہے تجھے مبارکباد ہو! اے وشواس پریم سنگیت اور سائینس کی ماتری بھومی تجھے مبارکباد ہو! ہم مغربی آنیوالے زمانہ میں تیرے گزشتہ زمانہ کی سرسبزی کے لیئے مبارکبادکہیں! - (جیکالیٹ)

قدامتِ دنیا

ہیروڈوٹس بیان کرتا ہے کہ "مصر کے پروہتوں نے مجھے بتلایا کہ سب سے اوّل بادشاہ سے لیکر ولکن کے موجودہ پروہت تک ۳۴۱ پشتیں آدمیوں کی گزر چکی ہیں - اور اِن پشتوں میں اتنے ہی چیف پریسٹ اور بادشاہ ہوچکے ہیں - اب (وہ کہتا ہے) تین سو پشتیں برابر ہیں دس ہزار برس کے باقی رہیں ۴۱ - انکے ایک ہزار تین سو چالیس برس ہوتے ہیں - کُل ۱۱۳۴۰ برس ہوتے ہیں" - "ایک وسیع عمارت کے اندر لیجاکر اور جو تعداد میں بیان کرچکا ہوں اُتنے لکڑی کے بُت دکھلاکر اُن پروہتوں نے سبکو ایک ایک کرکے شمار کیا اور مجھے بتلایا کہ ہر ایک بڑا پروہت اپنے جیتے جی ایک بُت بنواکر یہاں رکھدیتا ہے - اِن میں سے ہر ایک اپنے باپ

کا بیٹا ہے۔" (ہیروڈوٹس بُک دوم - باب ۱۴۲ و ۱۴۳)
قدیم مصریوں میں دستور تھا کہ وہ لاش کو ایک خاص قسم کا مصالح لگا کر رکھہ چھوڑتے تھے جس سے وہ ہزاروں برسوں تک نہیں بگڑتی تھی۔ اس لاش کو وہ (Mummy) (ممی) کہتے تھے۔ اگست ۱۸۸۱ء میں تھیبز (مصر) کے نزدیک ڈیر۔ آل۔ بھری نامی مقام میں اس قسم کی ۳۹ لاشیں پروہتوں اور شاہی خاندان کے آدمیوں کی برامد ہوئیں تھیں۔ جن سے ہیروڈوٹس کے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ انمیں سے ایک لاش بادشاہ راس کیمن کی تھی جو کہ تین ہزار سات سو برس کی تھی (دیکھو ایک قاہرہ نو اسی کا پرچہ جو کہ لنڈن ٹائمز میں ۸۔ اگست ۱۸۸۱ء کو شائع ہوا تھا۔)

سکندریہ کا کُتب خانہ

یہہ مشہور و معروف کتب خانہ (Ptolemies) شاہان مصر نے قائم کیا تھا۔ سکندریہ کے عجائب گھر میں ایک نہایت خوبصورت اور نفیس سنگ مرمر کی عمارت اس کے لئے تعمیر کیگئی تھی اور وہ عمدہ سے عمدہ سنگین بتوں اور تصویروں سے آراستہ کیگئی تھی ہوتے ہوتے یہیں چار لاکھہ کتابیں جمع ہوگئی تھیں۔ کچھہ عرصہ بعد غالباً جگہہ کی تنگی کے باعث اس کے متعلق ایک اور کتب خانہ **سیراپس** کے مندر میں قائم کیا گیا تھا۔ جو کہ عجائب گھر والے کُتب خانہ کی دختر کے نام سے مشہور تھا۔ اسمیں تین لاکھہ کتابیں تھیں۔ گویا دونوں میں سات لاکھہ کُتب کا ذخیرہ تھا۔ اس کے قایم کرنے میں Ptolemy سوٹر اور اُس کے بیٹے ڈلیفس کے تین خاص مقاصد تھے۔ اول اُسوقت دُنیا میں جتنا علم پایا ہوا تھا اُسکو جاری رکھنا دوم اُسکی ترقی سوم اشاعت۔ لاکھوں روپیہ خرچ کر بڑی محنت اور کوشش کے ساتھہ ہر قسم کی علمی اور مذہبی کتابیں جمع کیگئی تھیں۔ یہہ کتب خانہ کئی بار جلایا گیا۔ اول ہی اول جولیس سیزر نے سکندریہ کے محاصرہ کیوقت اسکو جلایا۔ دوسری بار ایک عیسائی تھیافلس نامی نے تباہ کیا۔ تیسری بار خلیفہ عمر نے تو اسکا نام و نشان ہی مٹا دیا۔

لوہا ڈھالنا

لوہے کی ڈھلی ہوئی کیلی جو راٹے پتھورا کے بُت خانہ واقعہ دہلی میں موجود ہے۔ وہ مسیح سے ۹۵ء سال پہلے راجہ دہاوا نے بطور کیرتی ستھمب نشان فتح یا اقبال مندی کے ایک عظیم الشان ہون کی یادگار میں گاڑی تھی۔ (بنگال ایشیاٹک جرنل نمبر، صفحہ ۶۳۰)

آلہ پیمائش

"آبو دھاتم" ایک بڑی پرانی منیتی کتاب ہے جو کرنیل ٹاڈ صاحب نے بعہد ریزیڈینسی راجستھان رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی نذر کی تھی - اس کتاب میں بیان اس آلہ کا ہے جو پیمائش راہ کے لئے آریوں کی سرکار میں زمانہ سلف میں مستعمل تھا (دیکھو تاریخ راجستھان صفحہ ۱۶ - مطبوعہ نولکشور)

جنیو یا زنار بند

اس (جنیو) سے اب وید کا پڑھنا مفہوم نہیں ہوتا جو کہ اب غیر مروج ہے نہ ہی یگیوں کا کرنا جنکا کہ اب رواج نہیں رہا - اب اس سے مراد محض دھاگہ کا رسمیہ طور پر اختیار کرنا ہے جو کہ قدیم زمانہ میں نہ ہی تو محض تھا اور نہ ہی محض بطور رسم پہنا جاتا تھا - اور آجکل کے برہمنوں کا (جو کہ نہ تو یگیہ کرتے ہیں نہ ہی وید پڑھتے ہیں) دعویٰ ہے کہ یگیوپویت کے پہننے کا استحقاق صرف برہمنوں کو ہی ہے حالانکہ قدیم زمانہ کے برہمن اپنے ساتھ کھشتری اور ویشیوں کو بھی یگیوپویت پہنا دیتے تھے جو کہ یگیہ کرتے تھے اور وید پڑھتے تھے - اس طرح پر قومی تنزل نے بامعنی رسمیات کو محض شکلوں میں تبدیل کر دیا ہے جو کہ سب کی سب لوگوں کی جابرانہ جہالت اور پروہتوں کے بلا اشتراکت غیر حقوق کی طرف مائل ہیں - (آریہ ورت)

جعلی بہشت و دوزخ

سینکس - ڈی - مانٹی - بس - ایک تاتاری بادشاہ نے ایک پہاڑ کی گھاٹی میں ایک خوشنما باغ بنایا اور اس میں خوبصورت چھوکرے اور چھوکریوں کو رکھا - پھر ایک بیوقوف آدمی کو بیہوش کر کے اس باغ میں پہنچا دیا - تھوڑے روز وہ حور و غلمان کو ایسا سمجھتا رہا کہ یہ ہماری بہشتی ہیں - چاہو جدھر سے کالو اور شراب پیتا اور کھجور کھاتا رہا - پھر بادشاہ نے اسکو بیہوش کرا باہر نکال لیا اسنے اپنے ہم جنسوں سے بیان کیا کہ میں مر گیا تھا - بہشت میں پہنچا اور بہشت کی تعریف اسنے کی - اسی بادشاہ نے اسی طرح ایک مکان بصورت دوزخ بنایا تھا اور ایک آدمی کو بیہوش کر کے اسکے اندر داخل کیا تھا - چند روز کے بعد وہ نکالا گیا اسنے اپنے ہم جنسوں سے دوزخ کے حالات بیان کئے ایسا کئی بادشاہوں نے کیا - (مارکس پولس)

محمدی نماز پارسیوں کی نماز کی نقل ہے

نماز چار - یا تین یا دو ورنہ ایک دفعہ ضرور کرنی چاہئے پہلے سیدھا کھڑا ہو ہاتھ کو باندھے - سر نیچا کرے - ایک ہاتھ سر پر رکھے پھر اسکو نیچا کر کے دوسرا ہاتھ سر پر رکھے پھر سر کو اونچا کرے اور دونوں ہاتھوں کو جوڑے مگر انگوٹھے کو نہ جوڑے - انگوٹھوں کو آنکھ پر رکھے سر پہ ہاتھ پھیر کے سر کو پاک کرے پھر سینہ کو -

پھر زمین پر بیٹھے پھر ہاتھوں کو زمین پر رکھ زانو کو کج کر پیشانی کو زمین سے رگڑے - پھر دوسری طرف ایسا ہی کرے پھر ڈنڈوت کرے پھر ہاتھوں کو سیدھا کرے ایسا کہ زمین سے سینہ لگ جاوے - پھر دوسری طرف ایسا کرے پھر دو زانو بیٹھے - پھر چار زانو بیٹھے - پھر چوتڑوں کے بل بیٹھے پھر دونوں مٹھی باندھ کر کھڑا ہووے - اس طرح کی نماز بجز خدا دوسرے کے واسطے نہ کرے .. .. امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے لیکن امام نیک ہو تین وقت نماز کرنی چاہئے - صبح - دوپہر - شام (سفرنگ دساتیر ظہور چہارم آیت)

پارسی مذہب وید پر مبنی ہے

جو فرشتوں (دیوتوں یا ودوانوں) سے نزدیک ہوتا وہ خدا کو پاتا ہے ایسا قول وید کا ہے (دساتیر ظہور اول آیت ۳۷)

ویدک ورن بیوستھا

ہربرٹ سپنسر شاید سب سے بڑا ریفارمر جو موجودہ دنیا نے پیدا کیا ہے ایک عام اصول قائم کرتا ہے کہ سوسائیٹی (مجلس) کی بناوٹ اور اس کے فرائض انسانوں کی بناوٹ اور فرائض کی پیروی کرتے ہیں - دوسرے الفاظ میں سوسائیٹی کا ایک خاص حصہ دماغ کی بناوٹ اور اس کے فرائض سے مشابہت رکھتا ہے - سوسائیٹی کا دوسرا حصہ بازوؤں کی بناوٹ اور ان کے فرائض سے مشابہت رکھتا ہے - ایک حصہ سوسائیٹی کا ہاتھوں اور ٹانگوں کی بناوٹ اور فرائض سے مشابہت رکھتا ہے - اب کیا یہ ٹھیک وہی نہیں ہے جو ہندوؤں (آریوں) کے شاستر کا مطلب ہے - جب وے کہتے ہیں کہ برہمن برہما کے دماغ سے پیدا ہوئے ہیں کہ کشتری برہما کے بازوؤں سے پیدا ہوئے ہیں اور کہ کاشتکار اہل حرفت اور سوداگری پیشہ اس کے دوسرے حصوں سے پیدا ہوئے لفظ برہما سے شاستروں کی مراد عام انسانی حالت یا انسانی نیچر کی شخصیت سے ہے یہی خیال آدمیوں کو اپنے غور کرنا چاہئے - (مشہور مدراسی ریفارمر دیوان رگھوناتھ رائے)

ویدوں کی عورت اور بائیبل کی عورت

ویدوں کی عورت پاکدامن اور عزت دار ہے - بائیبل کی عورت صرف ایک غلام اور بعض وقت صرف ایک پراسٹیٹوٹ ہے - ویدوں کی عورت مرد کے لئے ایک ساتھی ہے اور گھر کے چولہے کی عزت - بائیبل کی عورت صرف ایک باندی ہے - ہندو (آریہ) صرف ایک عورت بیاہ سکتا تھا - اسرائیلی نے اپنے لئے کنواریاں بہم پہونچانے کے لئے قرب جوار کے علاقوں میں لوٹیں کیں اور اچھی قیمت ملنے پر اپنی لڑکی تک کو بیچنے میں دریغ نہ کیا (جنگ کالبت)

ضروری التماس

آریہ مسافر کی پاک یادگار میں یہ رسالہ جاری کیا گیا ہے قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک دھرم کا متلاشی خرید کر روحانی راحت حاصل کر سکے۔ دو روپیہ میں اس قسم کے اعلیٰ رسالہ کا تیار ہونا ہی ناممکن ہے۔ لیکن اسکے اجراء سے تجارت کرنا منظور نہیں ہے۔ بلکہ

اشاعت سناتن ویدک دھرم

مقصود ہے۔ اس لئے پیارے ناظرین! جس قدر ہو سکے اس رسالہ کی **اشاعت کو بڑھاؤ** تاکہ آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے +

سویڈش

ڈےنش

نارویجین

گاتھک

اسکنڈینیوین

ڈچ

برٹن

عبرانی

عربی

ٹرکش

ہندی

افغانی

بلوچی

ایرین زبان کا شجرہ

ایڈیٹر
لالہ منشی رام پلیڈر پریسیڈنٹ
آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب

اسسٹنٹ ایڈیٹر
لالہ وزیر چند ودیارتھی ایڈلنگ
آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی
کی
یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ
+ حسب الحکم آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب +

جلد ۱ | جلندھر شہر ۱۵ - نومبر ۱۸۹۸ء مطابق آریہ سمت ۱۹۷۲۹۴۹۰۰۰ | نمبر ۲

سالانہ قیمت ... | فہرست مضامین | نمونہ کا پرچہ ۳ ر

مطبع ست دھرم پرچارک جلندھر شہر میں لالہ منشی رام پلیڈر مینجر کے اہتمام سے طبع ہوکر شائع ہوا +

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶۔ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دہرم پر جان قربان کر دی اور آخری وصیت یہ کی۔ کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پادے" انکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہ فنڈ کھولا گیا ہے۔ پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گزارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے۔ لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روزنل ہے۔ پچاس ہزار روپئے کے سرمایہ کے لئے اپیل ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دہرم کی سیوا کی اس کے مقابلہ میں یہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے۔ چوبیس ہزار جمع ہو چکے ہیں ۲۶ ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے۔ پیارے بھائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کر دو۔ تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کے اُپدیشک غیر ملکی دیشانتروں میں اور دیپ دیپانتروں میں ویدک دہرم کا جھنڈا بلند کئے اوم کی دہونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دہارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے بچریں۔ اس دان سے نہ تم اپنی سچی شکرگذاری کا ہی اظہار کرو گے۔ بلکہ اپنے ویدک گیان سے بے بہرہ بھائیوں کے لئے سچی روشنی کا سامان مہیا کرو گے۔ پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دہرم یدہ میں شریک ہونے کی توفیق دیویں۔ اوم شم

(نوٹ) کل روپیہ اس فنڈ اور دیدپرچار فنڈ کا بنام لالہ جی چندر منتری آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب بمقام لاہور بھیجنا چاہئے۔

اصول آریہ سماج

(۱) سب سچے علم اور علم سے جو کچھہ معلومات حاصل ہوتے ہیں اُن سبکا اصل اصول پرمیشور ہے۔

(۲) ایشور ہستی مطلق و علم مطلق و سرور مطلق یعنی ہستی با علم و پُر سرور۔ بے جسم۔ قادر مطلق۔ عادل۔ رحیم۔ غیر مولود۔ غیر محدود۔ بے عیب۔ قدیم و بیمثال۔ پناہِ کُل ربّ العالمین۔ حاضر و ناظر۔ علم کُل۔ لازوال۔ حیّ جاوید۔ لاانجاف۔ دائم۔ قدوس و خالق کائنات ہے۔ اُسکی عبادت سزاوار ہے۔

(۳) وید سچے علوم کی پُستک ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا آریوں کا پرم دہرم ہے۔

(۴) سچ کے قبول کرنے میں اور جھوٹھ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے۔

(۵) سب کام دہرم کے مطابق یعنی سچ اور جھوٹھ کو بچار کر کرنے چاہئیں۔

(۶) سنسار کا اپکار کرنا اس سماج کا خاص منشا ہے یعنی جسمانی روحانی اور رفاہ عامہ خلائق کی ترقی کرنا۔

(۷) سب سے باتحاد تمام دہرم کے مطابق جیسے جیسا مناسب ہو برتنا چاہئے۔ (۸) جہالت کا ناش اور علم کی ترقی کرنی چاہئے۔ (۹) ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہئے بلکہ سبکی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہئے۔ (۱۰) سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں کہ جو رفاہ عام سے متعلق ہوں پرتبس رہنا چاہئے۔ اور ان اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں۔ سب خود مختار رہیں۔

اوم

یجروید ادھیائے ۲۶ منتر ۲

جلد ۱ | بابت ماہ نومبر ۱۸۹۸ء | نمبر ۲

ودیا کا پرکاش

وید مقدس کا ترجمہ

ہم نے پہلے سوکت کا محض آتما سمبندھی (روحانی) ترجمہ کیا ہے۔ لیکن رگوید کے منتروں کے عموماً دو قسموں کے ترجمے رشی مہرشی لوگ کرتے آئے ہیں اور مہرشی سوامی دیانند جی نے بھی نگھنٹوں کے حوالہ جات سے یہ ثابت کرکے کہ لفظ اگنی پرمیشور اور آگ دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے منتر اول کے روحانی معنی کرنے کے بعد اس کے مادی معنی بھی دیئے ہیں۔ چنانچہ مہرشی فرماتے ہیں۔ پر عقبیٰ اور دنیا (دونوں) کے علوم حاصل کرنے کے لئے لفظ اگنی سے پرمیشور اور مادی (آگ) دونوں معانی لئے جاتے ہیں۔ زمانہ گذشتہ میں جو اشٹر ودیا کے نام سے آریہ لوگوں نے تیز رفتاری کا ذریعہ پیدا کیا تھا وہ اگنی ودیا کی ہی ترقی تھی۔ خود بخود روشن سب کو روشنی دینے والا اور بوجہ علیم وغیرہ ہونیکی وجہ سے لفظ اگنی سے پرمیشور (لیا ہے) اور شکل۔ جلانا۔ روشنی۔ تیزی وغیرہ اوصاف اور علم حرفت کے حصول کے

خاص ذریعہ ہونے کی وجوہات سے اول منتر میں مادی معنی کا بھی اظہار کیا ہے۔"
ہم اِس جگہہ گنجائش نہیں دیکھتے کہ دونوں قسموں کے معانی کا اظہار اکٹھا کیا جاوے۔ کیونکہ ایسا کرنے کے لئے لمبی تفسیر لکھنے کی ضرورت پڑیگی جسکی وجہ سے کہ مدتوں تک ایک اشٹک بھی ختم نہیں ہوسکیگا۔ البتہ جسوقت کہ ایک اشٹک اِس رسالے میں ختم ہو جائیگا اُسوقت ہم اُسپر نظر ثانی کرتے ہوئے تمام اقسام کی غلطیوں کو درست کرکے دونوں قسموں کے معانی معہ تفسیر کے درج کرکے رگوید کی جلد اول علیحدہ نکالدیویں گے۔ اے رشیؤ کل! تو ہمارے آتما اور ہماری بدھی (آلہ عقل) کو روشن کر تاکہ ہم سچ اور جھوٹھ میں تمیز کرنے اور سچائی کی پیروی کرنیکی طاقت حاصل کرسکیں۔ اوم شم

رگوید منڈل اول

سوکت دوسرا

تمہید۔ پہلے سوکت میں روحانی دنیا کے مسافر کو قدم بہ قدم مسافت طے کراتے ہوئے ایشور وشواس کی منزل پر پہونچایا گیا ہے۔ جبکہ طالب حق ہرایک دنیاوی طاقت اور اصول کے اندر پرمیشور کو کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ تو پھر آسے یقین ہوجاتا ہے کہ دنیاوی اصولوں اور طاقتوں کی اصلیت بغیر پرمیشور کی مدد کے ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہوسکتی۔ یہ یقین کرنے سے پرمیشور پر اعتقاد بڑہتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ روحانی مسافر کے لئے اس امر پر اعتقاد کرنا کچھہ مشکل نہیں رہتا کہ ہرایک ہستی (خواہ مادی ہو یا غیر مادی) کا محافظ وہی پرماتما ہے۔

منترا

اے علم (کی آنکھوں) سے دیکھے جانے کے لائق سب کی زندگی کے باعث پرماتمن! آپ (میرے دل کے اندر) ظاہر ہوجیئے (کیونکہ) آپ ہی

اِن موجودہ جہان کی چیزوں کو زینت بخشنے والے ہیں۔ پس آپ ان سب چیزوں کی حفاظت کیجئے اور ہماری ستتی[۱۲] کو سُنئے۔"

(نوٹ) [۱] پہلے سوکت میں پرمیشور کے لئے لفظ اگنی استعمال کیا گیا تھا کیونکہ اُس جگہ پرماتما کو روشنی کل دکھلانا مقصود تھا۔ اِس سوکت میں پرمیشور کے لئے لفظ وایو استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو زندگی کی طاقت دینے والا وہی ہے۔
[۲] ٹھیک ٹھیک اوصاف کا بیان کرنا۔ یعنی جو چیز جیسی ہو اُسے ویسی ہی بتلانا ستتی کہاتی ہے ٭

تمہید۔ پرمیشور کی ستتی کا خیال آتے ہی کمزور انسان حیران ہوتا ہے کہ اُس علیم کُل کے اوصاف یہ ناچیز کیونکر بیان کرسکیگا۔ اور اُنپر کیونکر وچار کرسکیگا۔ اِس حیرانی کو پرمیشور کا گیان ہی دور کر دیتا ہے۔

منتر ۲

"اے بیحد طاقت والے پرمیشور! علم کی روشنی کو حاصل کرنے۔ ادویات وغیرہ کے رس کو پیدا کرنے اور (تیری) استتی اور تعظیم کرنیوالے عالم لوگ تعریفی کلمات کے ذریعہ سے تجھہ کو ساکشات[۱] کرنے کیغرض سے (تیری) استتی کرتے ہیں"

(نوٹ) [۱] لفظ ساکشات کا ترجمہ اردو میں مشکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پرمیشور کو عقل لطیف کے ذریعہ سے دیکھنا چاہئے ٭

تمہید۔ کمزور انسان کو بتلایا گیا کہ جس طریقے پر عالم لوگ پرمیشور کی ستتی کرتے ہیں اُنہی طریقہ پر وہ بھی کرے۔ لیکن کیا عالم لوگ پرمیشور کی ستتی کے لئے اپنی عقل پر بھروسہ کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ وے اُس علیم کُل کے جاننے کے لئے اُسی کے دئے ہوئے گیان (وید) کو ذریعہ بناتے ہیں۔

منتر ۳

"اے وید ودیا کے مظہر پرمیشور! جملہ علوم کے تعلق سے علم حق کے ظاہر کرنیوالا جو آپ کا **وید** ہے وہ جاننے کے لائق بیرونی چیزوں پر اندرونی غور کرنیوالے اور کپٹ کو چھوڑکر (دوسروں کو) سکھلانیوالے عالموں کو حاصل ہوتا ہے۔"

تمہید۔ وید جملہ علوم کا خزانہ ہے کیونکہ علیم کل کے علم کا مظہر ہے۔ اُسکو سمجھنے کے لئے جو جو اوصاف ضروری ہیں اُنکا منتر ۳ میں ذکر کیا گیا ہے۔ وید کو سمجھنے کے لئے جہاں ایک طرف ضرورت ہے کہ کپٹ سے علیحدہ ہوکر اپنے حاصل کئے ہوئے علم کا دوسروں پر اظہار کیا جاوے۔ وہاں ساتھ ہی یہ بھی ہدائت ہے کہ کُل جہان کی اشیاء پر نظرِ غور ڈالکر اُنپر اندرونی وچار کرنے سے ہی ویدونکا مطلب حل ہوتا ہے۔ اور یہ امر صاف بھی ہے۔ کیونکہ جس پرمیشور نے ہماری نجات کے لئے ویدوں کا اظہار کیا اُسی نے اپنی بیحد حرکت کو جہان میں پھیلاکر گوناگون جگت کو رچا ہے۔ پس علم کو معلومات کے ساتھ ملانے سے ہی علم کا اصلی نتیجہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اب منتر ۴ سے اُن اشیاء پر غور کرنیکا طریقہ تبلایا جاتا ہے۔

منتر ۴

"چونکہ یہ ظاہر آبی حرکت والا یگیہ[1] اور حاصل کرنے کے لائق بھوگ[2] سورج اور ہوا کے ملاپ سے ہی روشن ہوتے ہیں۔ پس تسلی بخش (غلہ وغیرہ) چیزوں سے ہی (سب جانداروں کو) سُکھ حاصل ہوتا ہے۔"

(نوٹ) [1] لفظ یگیہ ملانے کے معنی بھی دیتا ہے۔ اِسجگہ اُس اصول الٰہی سے مراد ہے جسکی وجہ سے کہ سورج اپنی کرنوں کے ذریعہ ہوا کے سہارے سے ندیوں وغیرہ کے پانی کو اوپر کھینچتا ہے اور وہی پانی بادل بنکر ہوا کے ذریعہ دور دراز جگہوں میں پہونچکر برستا ہے۔

[2]۔ سب بھوگ سورج اور ہوا کی اوپر بیان کی ہوئی حرکت سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ سورج ہی نباتات وغیرہ کو بڑھانے کا باعث ہوتا ہے۔

تمہید - جب یہ معلوم ہوگیا کہ نباتات وغیرہ چیزیں ہی جاندار وںکی زندگی کا سہارا اور اس لیئے حاصل کرنے کے لائق ہیں اور یہہ بھی ظاہر ہوگیا - کہ اُن اشیاء کے حاصل کرانے والے سورج اور ہوا ہیں تو اس خوف سے کہ مباداانا تجربہ کار جیوآتما انہیں دونوں کو قادرِ مطلق سمجھ لیوے اور مادہ پرستی میں پہنسکر دکھہ اوٹھاوے - یہہ امر صاف طور پر جتلانا ضروری ٹھہرا کہ ہر ایک چیز کے پیدا کرنیوالا - قادرِ مطلق (سروشکتیمان) پرماتما اِن سے علیحدہ اور اِن سب کا سہارا ہے -

منتر ۵

" اے علمِ کُل پرماتما! آپکے بنائے ہوئے - صبح صادق کیطرح روشن (پہلے بیان کیئے ہوئے) سورج اور ہوا آپکی پیدا کی ہوئی چیزوں کو جانداروں کے لیئے دکھاتے ہیں - (تب وے جاندار) اُن چیزوں کے نزدیک جلد ہوتے رہتے ہیں - "

تمہید - بیرونی مادی چیزوں کے حصول کے اصول بیان کرنے کے بعد جب مغرور انسان اپنی حالت پر وچار کرتا ہے - تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی بناوٹ کے اندر بھی کوئی بیحد طاقت کام کر رہی ہے - جوکہ جہاں بیرونی مادی جگت کو ترتیب اور انتظام کے ساتھ چلاتی ہے - وہاں آتمک جہان میں بھی اپنے مکمل "قانون" کو جاری رکھہ کر انسانوں کو اُنکے کرموں کے مطابق پھل دیکر اُنکا سُدھار کرتی ہے - جس طرح سے کہ گو سورج اور ہوا جملہ مادی چیزوں کے منظر اور بڑہانے والے دکھائی دیتے ہیں تاہم اُنکے اندر پرمیشور کی ہی طاقت اُنہیں حرکت دے رہی ہے - اسی طرح پر گو انسانی جسم کو جیوآتما اور پرانوں سے طاقت ملتی ہے - تاہم یہ کُل ترقی اور اِس کے ساتھ ہی کرموں کے پھل دیکر اُن کا سُدھار کرنا پرمیشور کا کام ہے -

منتر ۶

" اے ہمہ دان پرماتمن اجسطرح کہ آپ سے حفاظت کیئے گئے - جہان

کی سب چیزوں کے حاصل کرانیوالے خلا میں موجود سورج اور ہوا ہیں - جوکہ تیز رفتاری اور حفاظت - پرورش - ترقی اور تبدیلی کے اوصاف سے موصوف ہونیکی وجہ سے سب چیزوں کو پیدا کرتے ہیں - اسی طرح ہر جسم میں موجود جیو آتما اور پران جسم کی کُل طاقتوں کو پیدا کر کے حفاظت - پرورش اور تبدیلی کیوجہ سے جملہ اعضائے کو حاصل کر کے عقل سلیم اور اعمال سے اعمال کا ثمرہ حاصل کرتے ہیں - "

تمہید - چونکہ لطیف حالت کا پھیلاؤ ہی کثیف ہو جاتا ہے - اِس لئے پرمیشور کے بنائے ہوئے جہان میں کثیف یعنی حواسوں سے محسوس ہونے کے لائق چیزوں کی اصلیت جانکر ہی لطیف کی ماہیت کو جاننا ممکن ہے جس طرح پر کہ بیرونی جہان میں سورج اور ہوا کی ماہیت جاننے سے انسان بیرونی جہان کو تندرست رکھہ سکتا ہے - اسی طرح پر سانس لینے اور باہر پھینکنے کے اصول کو جان کر ہی انسان اپنی اندرونی دنیا کو تندرست رکھنے میں کامیاب ہو سکتا ہے -

منتر ۷

" جو پانی کے متعلق علم کی ماہر بدھی ہے اُسی کے ذریعہ سے میں طالب حق پاک طاقت والے پران[۱] وایو اور مرضوں کو دور کرنیوالے اپان[۲] وایو کے علم کو جانوں - "

نوٹ - ۱ جو سانس باہر سے اندر کھینچا جاتا ہے اُسے پران وایو کہتے ہیں - جسم کو جملہ پاک طاقتوں کا بخشنے والا یہی پران وایو ہے -
۲ جو سانس اندر سے باہر نکالا جاتا ہے اُسے اپان وایو کہتے ہیں اگر یہ سانس جاری نہ ہو تو زندگی کا قائم رہنا مشکل ہے - جملہ مرضوں کا دور ہونا اسی وایو کے ٹھیک دورے پر منحصر ہے - +

تمہید - پران اور اپان صرف انسان کے جسم کے اندر ہی محدود نہیں ہیں بلکہ یہ عظیم

اصول سارے جہان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں۔ ندی نالوں کے پانیوں کا سورج کی کرنوں کے ذریعہ سے کھنچ جانا اور پھر انکا جمع ہوکر برسنا اور نباتات کو زندگی بخش کرنیکے ذریعہ سے انسانوں اور حیوانوں کی پرورش کرنا یہ سب کچھ پران اور اپان کے صحت بخش اصول پر ہی منحصر ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ حبس دم کے ذریعہ سے اپنے پاک پروردگار تک پہونچنے میں بھی اسی اصول کے اندرونی رازوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔ پس اس نہائت مفید اصول کے ہر پہلو کو جاننا انسان کا فرض ہے :-

منتر ۸

"راستی کل پرمیشور کے قانون میں بندہے ہوئے علم الہی کے بڑہانے اور پانی کے کھینچنے اور برسانے نیز برہم کے حصول اور جل کے کھینچنے اور برسنے کا ذریعہ پران اور اپان وایو (اس) بڑے جہان کے اندر پھیلتے ہیں۔"

تمہید۔ بیرونی جہان میں سورج اور ہوا اور اندرونی جہان میں پران اور اپان ہی کل حرکتوں کے پیدا کرنیوالے ہیں۔ جس طرح کہ پران زندگی بخشتا اور جسم کی پرورش کرتا ہے۔ اسی طرح پر سورج ہر ایک مادی چیز میں زندگی کا اصول ڈالکر انکی پرورش کرتا ہے۔ اور جس طرح پر کہ جسم کی صحت کا انحصار محض اپان وایو پر ہی ہے۔ اسی طرح مادی دنیا میں ہوا کے ہی ذریعہ سے صحت قایم رہ سکتی ہے۔ بڑے بڑے طوفانوں کے ذریعہ سے ہوا خراب سے خراب جگہوں کو صحت مند بنا دیتی ہے۔ متر اور ورن یعنی سورج اور ہوا۔ پران اور اپان کے علم کو حاصل کرنا ہر ایک روحانی مسافر کا پہلا کام ہے۔

منتر ۹

"جو مختلف اسباب سے پیدا ہونیوالے اور مختلف حالتوں میں ظاہر۔ جہان کی مختلف چیزوں میں سے غائب ہونے اور انہیں رہنے والے (جہان کے جملہ اصولوں کے) دکھلانے والے متر اور ورن ہیں۔ وے ہماری طاقت اور ہمارے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔"

سوکت نمبر ۳

تمہید۔ سورج اور ہوا بیرونی چیزوں اور پران اور اپان انسان کی اندرونی بناوٹ کی پرورش کا ذریعہ بتلاکر دوسرا سوکت ختم کیا گیا تھا اور اُس سوکت کے اندر اُن عظیم الہی طاقتوں کا بیان کیا گیا تھا جوکہ اِن ہر چہار کے ذریعہ سے کام کرتی ہیں۔ اب وید کا اُپدیش سلسلہ وار راہ روئے راستۂ نجات کو اُن چیزوں کی ماہت کی طرف متوجہ کرتا ہے جنکے ذریعہ سے کہ اوپر بیان کیئے ہوئے اصول کام کرکے جانداروں کے اُس آرام اور اطمینان کے باعث ہوسکتے ہیں جوکہ انہیں نجات کی تیاری میں مدد دیتا ہے۔ یہ چیزیں آگ اور پانی ہیں۔ جن کے بغیر کہ انسان کسی جگہہ پر بھی گذارہ نہیں کرسکتا۔ اور جنکی ثبات کہ گرے سے گرے ہوئے انسان کو بھی از سرِ نو اُٹھنے کا موقع دیتی ہے۔

منتر ۱

"اے طالبان حق! تیز رفتاری اور علم حرفت کے حصول کا ذریعہ۔ اعلیٰ اوصاف کے اظہار کے محافظ۔ بھوگ کے لائق بیشمار چیزوں کے دینے والے آگ اور پانی نیز حصول علم کی خواہش کے محرک جو ذرائع ہیں اُن سبکا بطور غذا کے استعمال کرو۔"

تمہید۔ آگ اور ہوا کے اوصاف کو محض جان لینے اور اُس علم کو اپنے دل میں رکھنے سے ہی انسان کا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی خیال بھی پھل نہیں دیتا جبتک من سے نکلکر زبان پر نہ آوے اور وہاں سے عمل میں نہ لایا جاوے پس یہ ہدایت ایک ناتجربہ کار انسان کے لئے ضروری تھی کہ کسی چیز سے فایدہ اُٹھانے کے لئے محض اُسکے اوصاف کا جان لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اُس پر مفصل غور کرنیکی ضرورت پڑتی ہے تاکہ اُسپر عمل بھی کیا جاوے۔

منتر ۲

"جن سے کہ علم حرفت کے بہت سے کام تکمیل پاتے ہیں جو تیزی پیدا کرنیکی قدرت رکھتے ہیں۔ اور اُسکا ثمرہ دینے والے ہیں اور جو عقل اور فعل میں تیزی ڈالنے والے ہیں وے آگ اور پانی کلام کے ذریعہ سے مشق کرنے کے قابل ہیں۔"

ترجمہ رسالہ کرہ ہوائی

مصنّفہ شریمان پنڈت گورودت وِدیارتھی ایم۔ اے سُرگباشی

वाय्वायाहि दर्शमेते सोमा अरंकृताः।
तेषां पाहि श्रुधी हवम्॥ऋ०॥सू०२मं०१।

کوئی شے کائنات میں اُس پروردگار کی کریمانہ بخشش کا ایسی خوبصورتی کیساتھ اظہار نہیں کرتی جیسے کہ کرہ ہوائی جوکہ ہماری زمین کو ایک خاص اونچائی تک چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اِس لطیف ہوائی (gaseous) غلاف کی جو لچکدار اور نہائت پتلا ہے خاص صفت ہلکاپن ہے جس کے باعث خفیف دھکے ہی میں اُس کے اندر بیشمار حرکتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

فرض کرو کہ کسی مقام پر ایک لوہے کا ڈھیر بیحرکت پڑا ہے اگر اُسمیں ایک بھاری پتھر یا ٹھوس گولا آکر کھاوے تو کیا نتیجہ ہوگا؟ بغور دیکھنے سے نظر آویگا کہ مُشکل سے آہنی انبار میں متحرک پتھر کے صدمہ سے حرکت پیدا ہوتی ہے اور ایک سُست آدمی کے کام کی مانند وہ آہستہ آہستہ جُنبش کرتا ہے۔ کرہ ہوائی کے اثر سے اسکی موجودہ اور گزشتہ حالت میں ایک عجیب فرق واقعہ ہوجاتا ہے۔ ہوا کے ہر ایک ذرّے کے اندر حرکت پیدا ہوجاتی ہے۔ جبکہ بوجہ ہلکاپن اور لچک کی خاصیت کے انہیں کسی بیرونی طاقت سے دھکا لگتا ہے۔ اور وہ حرکت گلدار دھکے کی مانند ایک ذرّہ کے اپنے قریبی اور اُس سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے میں دھکا لگنے سے کرہ ہوائی کے آزاد راستہ میں پھیلتی چلی جاتی ہے جبتک کہ وہ اور نئے ذرّوں سے جو مقابل میں آرہے ہیں بسم بہاو ہوکٹ نہ جاوے۔ اگلے ذرّہ میں جب پچھلے کا دھکا لگتا ہے تو وہ ایک قاصد کی مانند جھٹ اپنے حرکت کے فعل پر مستعد ہو چلدیتا ہے۔ اسی طرح پر اگلے ذرّوں کی حرکت جاننی چاہئے۔ چند لحظوں میں ہی

(پانچ یا چھ سیکنڈ سے زیادہ نہیں) چشم زدن میں وسیع بحر ہوا کے اندر میلوں تک نہایت عجیب و غریب ترنگیں اُٹھنے لگتی ہیں۔ خیال کیجئے ہوا کے ذرّے کیسے لطیف ملایم اور حرکت پذیر ہیں۔ کہ پرند کے پروں کی ذراسی حرکت اور بے آہٹ سانس ہی سے بھاری ترنگیں اُٹھنے لگتی ہیں۔

اس طرح پر اس حرکت پذیر ہوا کے ذریعہ سے لرزشیں ایسی تیزی کے ساتھ پھیل جاتی ہیں۔ جن ناپدید ہنرمندانہ تدبیروں سے ہوا کے ذرے بنائے گئے ہیں انکی خوبصورتی احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ اس بارہ میں انگریزی شاعر ایمرسن نے کیا ہی خوب کہا ہے :-

"اگر تم اپنا عصا ہوا میں گھماؤ یا اپنا کروارا جھیل (پانی) کے اندر ڈبوؤ تو بیشمار اور بہت نظارے نظر آویں گے اور لہریں "تمکو راگ سُنادینگی" ہوا کے حرکت پذیر پنکھوں پر سوار ہوکر ہی پھولوں کی خوشبو۔ عطروں کی مہک اور دیگر اشیاء کے خوشبودار یا بدبُودار ذرّے دُور دُور تک منتشر ہوکر اُس پھیلاؤ کو پیدا کرتے ہیں جو حرکت کو سمان اور سمِ وایو بنا دیتا ہے۔

ناظرین اب کیا۔ بھدے بھینے۔ نادرست۔ نیم شستہ لفظ Air کی نسبت حرکت پذیر۔ ہلکا۔ لچکدار۔ خوشبو بدبو پھیلانیکا وسیلہ ایک بہترین اور زیادہ موزون نام اس صانعِ قدرت کی صنعتِ کاملہ (ہوا) کا نہیں ہے۔ ٹھیک یہی معنے منتر مذکورہ الصدر کے سب سے پہلے لفظ وایو[۱] سے نکلتے ہیں۔

ہوا کے ذرّوں کے مادّی خواص کا مشاہدہ کرنے کے بعد اب قابل غور امر یہہ ہے کہ اس کے ذریعہ اور کیا کیا نظارے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ سورج کی شعاعیں زمین پر پڑکر اُس کے طبقات کو گرم کردیتی ہیں۔ جب ہوا ان گرم طبقوں کو چھوتی ہے تو گرم ہوتی ہے اور جب گرم ہوتی ہے تو لطیف ہوتی ہے۔ اور جب لطیف ہوتی ہے تو اوپر چڑھتی ہے۔ اور جب وہ اوپر چڑھتی ہے تو اُس کے چاروں طرف کی سرد ہوا اسکی قایم مقام بننے کو آتی ہے۔ پھر وہ بھی گرم ہوکر اوپر چڑھتی ہے اور اُس کے اردگرد کی سرد ہوا

حاشیہ ۱؎ نروکت کے مصنف یاسک منی کا سِدّھانت ہے کہ لفظ وایو (مصدر) "वा" "वायु" یا "वाह" سے بنا ہے جسکے معنی ہیں حرکت کرنا۔ خوشبو پھیلانا۔ اور رجک وان ہونا وغیرہ۔

اُسکی جگہہ بھرنے کو آتی ہے - اِس طرح پر ایک تیز حرارت کی گردش جاری ہوتی ہے جس سے
کہ بہاؤ پیدا ہوتے ہیں - پس یہی ہوا کے رواں ودواں ہونیکا سبب ہوتا ہے - اسی باعث
سے وہ شمال مشرقی اور جنوب مشرقی ہوائیں بھی چلتی ہیں جنکو کہ بادِ تجارت کہتے ہیں
زمین کے اُن طبقات ہیں جوکہ خط استوا کے نزدیک ہیں دیگر حصوں کی نسبت ہمیشہ
زیادہ گرمی پڑتی ہے اِس سبب سے وہاں کی ہوا بدرجہ غائیت گرم ہوکر اوپر کو چڑہتی ہے
پس جب یہ صورت اِس منطقہ حارہ متوسط میں پیدا ہوتی ہے تو شمال اور جنوب سے
براہ پائیں سرد ہوائیں آنی شروع ہوتی ہیں جنکو کہ تجارتی ہوائیں کہتے ہیں - یہاں
اول یہ بات ثابت ہے کہ باد ہمیشہ متحرک رہتی ہے اور پرواہ کو پیدا کرتی ہے جو خود
ایک مقررہ حرکت کی حالت میں ہے - یہہ منتر کے دوسرے لفظ (प्रवाह) سے
ظاہر ہوتا ہے کہ ہوا ہمیشہ پرواہ روپ میں چلتی ہے - دوسری بات قابل غور یہہ ہے
کہ روشنی پر ہوا کیا اثر پیدا کرتی ہے - روشنی کی شعائیں جو سورج اور درمیانی
سیاروں کو چیرتی ہوئی آتی ہیں - آخرش اُن نہائیت لطیف ہوائی طبقوں سے
آٹکراتی ہیں - جوکہ بہت اونچے پر خلا کے اندر پہیلے ہوئے ہیں جب
شعائیں خلا سے ہوا میں داخل ہوتی ہیں تو وہ اپنے راستہ سے منحرف ہوجاتی ہیں
اور بوجہ انحراف کے اُنکو ٹیڑہا ہوکر چلنا پڑتا ہے - اگر ہوا کے نیچے کے طبقات (جنمیں
سے ہوکر کہ اِن روشنی کی شعاؤں کو گزرنا پڑتا ہے) کی ٹمپریچر (حالت گرمی وسردی) یکساں
ہوتی تو سوائے اُس مقام پر ٹیڑہا ہونے کے جہاں کہ روشنی کی شعائیں اول ہی اول
خلا سے کرۂ ہوائی میں داخل ہوئی تھیں - اُن کا رُخ سیدہا ہی رہتا - مگر وے
مختلف ٹمپریچروں اور طرح طرح کی کثافتوں کے طبقات ہوائی پر آپڑنے سے ہر ایک قدم
پر ٹیڑہی ٹیڑہی ہوتی چلی جاتی ہیں - حتیٰ کہ وے تمام اُنوٹھے راستوں اور
کج و پیچدار راہوں کو طے کرتی ہوئیں آخرش اشیاء ارضی سے (جن میں کہ انسان
کی آنکھیں بھی شامل ہیں) آٹکرا کہاتی ہیں اور آنکھہ کی پُتلی کو متحرک کرتی ہیں -
تب آشکارا ہوگا کہ کیسی حیرت انگیزی سے یہ حدِ نظر میں تبدیلی اور پہیلاؤ پیدا کرتی ہے - نہایت
ہی دہوکہہ وہ ظہور بھی جسکو کہ سُراب کہتے ہیں اور جو اکثر مسافر گرم ریگستانوں میں دیکہتے ہیں صرف
ہوا کے گرم طبقات کی بیشمار سطحوں پر روشنی کے عکس اور انحراف کا نتیجہ ہے - ہوا کے طفیل ہی
روشنی کے چشمہ سورج کے علاوہ اور دیگر اشیا اور اطراف کو بذریعہ نظر دیکہہ سکتے ہیں - اِسطرح پر

کرۂ ہوائی حدِ نظر کو پہیلاتا ہوا سُراب غیر عجیب و غریب نظارے دکہاتا ہے - اِس سے ظاہر ہے کہ ہمارا کُرۂ ہوائی پرواہ (بہاؤ) پیدا کرنے کے علاوہ ہماری نظر کو پہیلاتا ہے اور ظہورات مثل سُراب پیدا کرتا ہے - اِس لئے منتر مذکور الصدر میں تیسرا لفظ "दर्शते" بمعنے نظر اور دیگر ظہوروں کے پہیلاؤ کا سبب آیا ہے۔

ایک اور کام جوکہ نہائت ضروری ہے کرۂ ہوائی انتظام کائنات میں یہ کرتا ہے کہ وہ نباتات کو زندہ رکہتا ہے - کرۂ ہوائی کے اندر کاربونک ایسڈ کی ایک خاص مقدار ہمیشہ موجود رہتی ہے جوکہ خواہ کتنی ہی خفیف کیوں نہ ہو حیوانی اور نباتاتی سلطنتوں کے مابین اعتدال قائم رکھنے کے لئے کافی ہے - درخت اور پودے جنہیں کہ ایک بھاری حصہ کاربن (کوئلہ) کا ضرور ہی رہتا ہے - وے اپنا کاربن ہوا سے کہینچتے ہیں - درختوں کے پتوں میں ایک قسم کا جوہر پایا جاتا ہے جسکو زبان انگریزی میں کلوروفایل کہتے ہیں - اِس جوہر کی خاصیت ہے کہ وہ روشنی میں ہوا کے مختلف اجزا سے کاربانک ایسڈ کو علیحدہ کر دیتا ہے - جسکو پودے اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور آکسیجن کو باہر ہی چھوڑ دیتے ہیں - یہ کاربونک ایسڈ سے علیحدہ شدہ آکسیجن ذی روحوں کی زندگی کا باعث ہوتا ہے - ذی روحوں کی زندگی صرف اسی حیوانی حرارت پر حصر رکھتی ہے - جوکہ حیوانی قالبوں کے آکسیجن اور کاربن کے کیمیائی طور پر جلنے سے پیدا ہوتی ہے - اِس طرح پر دیکھنے میں آتا ہے کہ تمام ذی روح آکسیجن بذریعہ سانس اندر کھینچتے ہیں اور کاربونک ایسڈ باہر نکال دیتے ہیں - برعکس اس کے تمام پودے کاربونک ایسڈ کے کاربون کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں - اِس طرح پر ہوا حیوانی اور نباتاتی سلطنتوں کے مابین اعتدال قائم رکھنے کی ایک قسم کی کل ہے - بوجہ اِن اسباب کے تمام حیوانی اور نباتاتی زندگی کا انحصار ہوا پر موقوف ہے - اتنا ہی نہیں بلکہ ان ہر دو قسم کی خلقتوں کے درمیان ڈائینامیکل اعتدال قائم رکہنے کے لئے بھی اسکا ہونا لازمی ہے - لفظ سوماہ (सोमा) ویدوں میں اِن معنوں میں آیا ہے کہ "کوئی چیز جو زمین سے اُگے" مگر یہ خصوصیت کے ساتھ نباتات کے لئے ہی آتا ہے - جوکہ لازمی طور پر زمین پر ہی موقوف ہے جس سے کہ یہہ اُگتی ہے ہوا کے مذکورہ بالا صفت (گُن) سے ہی یہ ویدک واکیہ ثابت ہوتا ہے :-

सोमा ग्ररे कृता: तेषां पा हि

جس کا مطلب یہ ہے کہ کرۂ ہوائی پودوں کو ہوا اور غذا بہم پہونچاتا ہے اور حیوانی اور نباتاتی سلطنتوں کے مابین اعتدال قایم رکھتا ہے۔

ہوا کے ظہورات پر بحث کرتے ہوئے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ہوا تمام قسم کی آوازوں کی سواری ہے۔ انسان اکثر حیوانِ ناطق کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اِسمیں شک نہیں کہ انسان کو حیوان پر بہت کچھ اِسی وصف کے طفیل شرف حاصل ہے۔ ہماری ساری تہذیب اور ترقی کی بنیاد طاقتِ نطق ہی ہے۔ اور وہ کیا ہے؟ صِرف شُستہ الفاظ کا مجموعہ۔ اگر ہوا نہ ہوتی تو انسان ہمیشہ اِن نعمتوں سے محروم رہتا۔ یہی ہوا کی صفت منتر کے آخری الفاظ श्रुधीहवम में بیان کیگئی ہے یعنی پکار اور دیگر تمام قسم کی آوازیں اِسی کے باعث سُنائی دیتی ہیں ✣

پرکاش ویدپاک کا پہونچاو ہر طرف

کیوں دوستوں کے آج ہیں دل غم سے داغدار ۔۔۔ کیوں دیدہ بصیر میں ہیں آج پھول خار

طاری ہیں آج کس لیئے ہم پر الم ہزار ۔۔۔ کیوں ہے نزار آج ادوہی سی لالہ زار

کیا پوچھتے ہیں آپ کہ نرگس کو کیا ہوا ۔۔۔ حیران سبھی ہیں کیا کہیں کس کس کو کیا ہوا

چکر میں کیوں سر آج ہیں پرکار کی طرح ۔۔۔ چپ چاپ سب ہیں صورتِ دیوار کی طرح

ہیں تنگ جاں سے عشق کے بیمار کیطرح ۔۔۔ کھاتے ہیں پیچ طرۂ طرار کی طرح

لیکن جگت جہاں ہے تحمل کو دیکھ کر ۔۔۔ سنتوش کو ہمارے توکل کو دیکھکر

اِس فرطِ غم پہ آنکھ نہیں ہے مگر نمیں ۔۔۔ پتھرا گئی ہے گویا کہ نم نام کو نہیں

ظاہر نہیں ہے دل کے بھڑکنیکا ڈھب کہیں	کیا وجہ اسکی ہائے کہیں تمسی ہمنشیں
ہم رو چکے وہ خون کہ تنفو تک گواہ ہے	جس سے کہ روئے خنجر قاتل سیاہ ہے
یہ سچ نہیں کہ آریونکو ہے یہ غم بڑا	اہل ہنود کو بھی ہے سخت حادثا
نقصاں یہ وہ ہے جسکا اثر سب پہ ہے پڑا	لازم ہے ماتم اسکا ہو کل دہر میں بپا
صرف آریوں کا کب ہے یہ نقصان جہان کا ہے	کس واسطے کہ وید تو ایمان جہان کا ہے
جب چند لمحے کوچ مسافر کو رہتے تھے	دریائے خون کٹی ہوئی شریاں سے بہتے تھے
پر درد نزع کو وہ خموشی سے سہتے تھے	اور وید منتر پڑھکے یہ منتروں سے کہتے تھے
"مت سمجھو تم جو موت ہوئی لیکھرام کی"	"دھن دی کچھ اس سے ہوگی کبھی لیکھرام کی"
سینے میں جب تھا خنجر قاتل کھبا ہوا	نالا تھا ایک خون کا رگوں سے چلا ہوا
اور اک جہاں تھا حسرت و غم میں کھڑا ہوا	تھا اس شہید کی یہ زباں پر چڑھا ہوا
مت غم کرو کہ مرتا ہوں میں دھرم کیلئے	دھرمی فدا ہی ہونیکو ہیں دھرم کیلئے
یہ خوں وہ ہے کہ جوش پہ آئے گا ایک دن	خلقت کو اک کرشمہ دکھائیگا ایک دن
دشمن کو یار نیک بنائیگا ایک دن	برگشتگونکو راہ پہ لائیگا ایک دن

رُو دینگے وہ کہ ہنستے ہیں جو اب ڈھٹائی سے　　بازی کبھی ہے جھوٹ نے جیتی سچائی سے

ہاں ٹھہرو تاکہ بچھڑے ہوئے راہ پر تو آئیں　　جو لُٹتے ہیں سرونکو چڑھ ہی وہ اُتر تو جائیں

بھٹکے ہوئے رُخ اپنا رہِ راست پر تو لائیں　　ٹھہرو کہ گر گرائیں وہ پچھتائیں اور لجائیں

اُس وقت دیکھنا کہ سماں کیسا چھائے گا　　کیا رنگ خون شہید صداقت کا لائے گا

لیکن نصیحت اور وصیت ہے کچھ مری　　گر تمپہ وجہ دعویٰ خدمت ہے کچھ مری

گر دوستوں کے دلمیں محبت ہے کچھ مری　　تو آپسے اخیری نصیحت ہے کچھ مری

تصنیف کو سماج کی پھیلاؤ ہر طرف　　پرکاش ویدِ پاک کا پہنچاؤ ہر طرف

سنسار کو دکھادو کہ کیسے ہو تم سپوت　　سنتان آریونکی ہو تو نیکے تم ہو پوت

دکھلا دو دھرم شکتی کے تم ہی ہیں سروپ　　تمکو نہ کوئی کہہ سکے پھر کلجگی سپوت

اِک اِک نیم پہ جبکہ ہزاروں شہید ہوں　　تب جاننا کہ آپکے جیون مفید ہوں

یہ آریہ مسافر مرحوم کا خطاب　　معمولی بات کوئی نہیں ہے مری جناب

تعمیل اسکی سب پہ ہی لازم بہت شتاب　　یہ حکم وہ ہے جسکی ہے تعمیل بس ثواب

ہے یہ وصیت ایک دھرم کی فدائی کی　　بنتی ہے جوشِ دل سے مجسم سچائی کی

اِسکے لئے شدید ضرورت ہے آپکی ۔ درکار کارِ خیر کو ہمت ہے آپ کی

خدمت کرو کہ اسمیں سعادت ہے آپکی ۔ خدمت ہی سے تو دوستو عزت ہے آپکی

گر اب نہ آئے پھر کہو کب کام آؤ گے ۔ دِکھلا کے پیٹھ پھر ہمیں کیا مُنہ دکھاؤ گے

ہاں اے دلاوروں کے دلیرو بڑھے چلو! ۔ ہمّت کمر سے باندھ کے شیرو بڑھے چلو!

مُنہ اپنا مشکلوں سے نہ پھیرو بڑھے چلو! ۔ نرغہ کرو غنیم کو گھیرو بڑھے چلو!

ہیں آپکے غنیم یہ سُستی و کاہلی ۔ مرجاد جھوٹی - اور کدھرمی جاہلی

اب دوستوں نے جو یہ رسالہ نکالا ہے ۔ یہ اُن وصیّتوں کا بجا لانے والا ہے

یہ فوجِ راستی کا ہراول رسالا ہے ۔ سالار جسکا معرکوں کا دیکھا بھالا ہے

کام اِسکا اِسکے نام سے ظاہر ہے سربسر ۔ اِسکی مدد پہ چاہیے تم باندھ لو کمر

وہ کام کر دکھاؤ کہ سب لوگ دنگ ہوں ۔ کُرسی پہ نقش بیٹھے وہ دلچسپ رنگ ہوں

سینوں سے کینہ توزوں کے سب دور زنگ ہوں ۔ ہو جائیں موم سورہے جو دل کہ سنگ ہوں

جیکارے سچ کی فتح کے ہر سو بلند ہوں

پھر بھی جو سر کشی پہ ہوں لب اُنکے بند ہوں

ویدک مارتنڈ

(سورج)

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان

مولوی ثناء اللہ صاحب محمدی و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ

نمبر ۲

مولوی ۲ - میں افسوس سے عرض کرتا ہوں کہ میری گذارش کا مطلب یہہ نہیں جسکا آپنے جوابدیا - میں یہہ بدگمانی تو نہیں کرتا کہ آپنے میرا مطلب سمجھا نہ ہو بلکہ یہہ کہتا ہوں کہ میری عرض کو دیدہ دانستہ خارج کرنا چاہا ہے - مینے جہاں تک مجھہ سے ہوسکا اپنی معروض کو وضاحت سے بیان کیا تھا - اور اسکی تمثیل کے لئے بصورت مقدمہ بھی اُسکو لکھا تھا مگر نہ معلوم آپنے میرے مقدمہ کو جو بالکل واضح الفاظ میں تھا کیوں ڈسمس کرنا چاہا - خیر میں قبل جواب دینے آپکی طویل تقریر کے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے مطلب کو مکرر ظاہر کردوں - جناب کو یاد ہوگا کہ مینے الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہا تھا اور اُس کے چال چلن اور سوشیل لائیف (طرز معاشرت) کو ایک گواہ اور اُسکی تعلیم کو دوسرا گواہ بتلایا تھا - پس آپکا فرمانا کہ "ہم کسی کتاب کو محض اسوجہ سے الہامی نہیں کہہ سکتے کہ یہہ الہامی ہونیکا اشتہار دیتی ہے یا زور دار دعویٰ کرتی ہے" بے موقع ہے - کون آپکو کہتا ہے کہ کسی کتاب کے صرف دعویٰ پر اُسکو الہامی مان لیں - بلکہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ "جبتک گواہ گواہی نہ دیں مدعی کا دعویٰ غیر ثابت ہے" پس آپکا گل لگادی اور اندر سبھا وغیرہ کا لکھنا بالکل تضیع اوقات ہے -

بیشک میں آپ سے اِس رائے میں مُتفق ہوں کہ کسی کتاب کا صرف دعویٰ اور زوروار اشتہار سُنکر ہم نہیں مانیں گے جبتک گواہ مذکور گواہی نہ دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "تعلیم ہی وہ اصل اُسکی شہادت ہے"۔ بیشک ہے۔ مراتب مذکورہ (دعویٰ الہام اور حالات ملہم) ورنہ بتلاویں کہ گلستاں بوستاں جیسی اخلاقی کتابیں جو بوجہ اپنی اخلاقی تعلیم کے نہ صرف ایشیاء میں بلکہ کُل دُنیا میں قبولیت سے دیکھی جاتی ہیں آپ یا آپکے ہمخیال الہامی مان لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ پس جس وجہ سے آپ ان کتابوں یا ان جیسی کسی اور اخلاقی کتاب کو الہامی نہیں مانتے اُسی وجہ سے ہم بھی کسی کتاب کی فقط عُمدہ تعلیم سے اُسکو الہامی نہیں کہہ سکتے جبتک کہ اُسکا لانیوالا دعویٰ نہ کرے اور ملہم کے حالات معلوم نہ ہوں۔ آپنے وید کی طرف سے مدعی بنکر دعویٰ الہام تو کیا لیکن کوئی منتر وید کا معہ ترجمہ لفظی نہ بتلایا تاکہ معلوم ہو کہ جن معنے سے پنڈت دیانند رگوید بھاشیہ بھومکا میں الہام کی تشریح کرتے ہیں اُس کے مطابق وید کا دعویٰ ہے یا نہیں۔ صرف یہہ لفظ کہ وید خدا سے ہے وید کو مُدعی نہیں بنا سکتا۔ یعنے الہام کے معنے اسلئے نہیں کئے تھے کہ میرے نزدیک آپسے الہام کے معنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیجئے میں بتلائے دیتا ہوں الہام در دل افگندن (صراح)

بیشک میں آریہ سے گفتگو کر رہا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے مخاطب ایبات کو برہمن خدا کے مُنہ سے نکلے ہیں ان الفاظ سے نہیں مانتے بلکہ اسکی تاویل کرتے ہیں۔ مجھے اُس تاویل کی صحت یا غلطی سے سروکار نہیں یعنے تو صرف جتلانا تھا کہ لفظ "سے" سے الہام کا دعویٰ نکالنا صحیح نہیں جبتک الہام یا الہام کے معنے کا کوئی لفظ تصریح نہ کرے۔ آپ پوچھتے ہیں کہ "وضع قطع کیا ہوتی ہے اور اسکا تعلق نفس مضمون سے کیونکر ٹھہرتا ہے"۔ جناب من سوال الیف۔ طرز معاشرت یا زندگی کے چالچلن کو کہتے ہیں اور اُسکا تعلق بھی میں پہلے بتلا آیا ہوں کہ ملہم کے حالات ایک گواہ ہے۔ تاہم آپکا دریافت کرنا نہیں معلوم کس غرض سے ہے۔ پھر آپکا فرمانا کہ آریہ لوگ اگنی۔ وایو۔ ادیت انگرہ کے ذریعہ وید کا ظہور مانتے ہیں" تو اسپر آپنے اعتراض کیا کیا"۔ لیجئے صاحب میں اپنے اعتراض کو پہلے ہی لفظوں میں دوہرائے دیتا ہوں۔ "پس یہ کتنی بڑی حیرانی کی بات ہے کہ جب مدعی کا ہی پتہ نہیں بلکہ دعوے ہی کی تحدید نہیں تو گواہ کسکی"۔ میں حیران ہوں کہ میرے اِس بیان کو کہ وید کی تعیین اور تحدید میں بھی اختلاف ہے" بیان بلا ثبوت کہہ کر آگے چلکر آپنے خود ہی مان لیا ہے کہ "منتر سنگھتا ہی وید ہیں نہ کہ برہمن گرنتھ جیسا کہ بعض خود غرض ہندو لوگ کہا کرتے ہیں"۔ میں مشکور ہوں کہ میرے بلا ثبوت بیان کو

آپنے باثبوت کردیا - پھر آپ فرماتے ہیں کہ "آپکو اس سے کیا جھگڑا کہ آریہ سماج نصف مانتا ہے یا کُل کو یہ تو ہندو لوگ ہم سے مباحثہ کرسکتے ہیں آپکو چاہئے کہ جتنا ہم مانتے ہیں اتنا تسلیم کریں" بے شک آپ ہندؤں سے اور ہندو آپ سے اس مسئلہ میں بہت اچھی طرح گفتگو کرسکتے ہیں اور کئی دفعہ اسی شہر میں ہوئی بھی ہے - لیکن میرے مطلب کو اس سے بھی کسی قدر تقویت ہوتی ہے - کہ اگر وید نے دعویٰ الہام کیا ہوتا تو اُس کے معتقد اُسکو ابتداء سے ایسی حالت میں نہ چھوڑتے کہ اُسکی تحدید اور تعیین میں ہی اختلاف ہو - آپکا میرے ہندؤں کی شہادت دربارہ تحدید وید لینے سے مجھ پر یہ الزام لگانا کہ "شاید آپ خارجی گواہیوں کی کثرت تعداد سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اگر یہہ طریق درست مان لیں تو دُنیا میں لوگ بُت پرست زیادہ ہیں اس لئے چاہیے کہ آپ بھی بُت پرستی کو تسلیم کریں" - میرے پیارے ماسٹر صاحب ! امر متواتر میں شہادت کا ماننا اور شے ہے اور توہمات جنکو دوسرے لفظوں میں سمجھ کہتے ہیں اور شے - دو تین لاکھ مسلمان ملکر آپکو ایک خبر بتلادیں کہ فلاں شہر فلاں دریا کے کنارے بستا ہے تو آپکو اُس کے ماننے میں کچھ شک رہیگا ؟ اگر شک ہو تو بتلاتے کہ "مکہ" "مدینہ" کے وجود میں بھی آپکو شک ہے ہرگز نہیں حالانکہ کروڑہا مسلمان آپکو اپنے خیالات کی طرف بُلاتے ہیں اور اُن خیالات کی صحت کی خبر دیتے ہیں مگر آپ نہیں مانتے - کیوں مانیں جبتک کہ آپکو خود صحت معلوم نہ ہولے - پس اسی طرح ہندوؤں کا بیک زبان بتلانا کہ وید سنگھتا اور برہمن دونوں حصوں کا نام ہے بالکل اُس کے مشابہ ہے کہ مسلمان آپکو شہر "مکہ" کے وجود سے خبر بتلادیں اور میرا ہندوؤں کی بُت پرستی کو صحیح نہ ماننا بالکل اُسی طرح ہے جیسا کہ آپ کروڑہا مسلمانوں سے مخالف ہیں - وجہ فرق یہ ہے کہ کسی شے ...... (دیکھی ہوئی) یا مسموع (سُنی ہوئی) کی خبر بتلانے میں آدمی جھوٹ نہیں کہتا - اگر کہے تو ایک دو تین چار ملکر جھوٹ گھڑ سکیں گے - کروڑہا کا جھوٹھ پر اتفاق کرلینا اور ایک خبر کو بلاوجہ یکے بعد دیگرے غلط پہونچانا کسی طرح عقل کے نزدیک بھی جائز نہیں - فہم اور سمجھ کی غلطی جو ہر انسان کو ایک دوسرے سے مذہبی خیالات میں جُدا کرتی ہے - اسمیں کروڑہا مخالف بھی بیک زبان ہوکر کیوں نہ میرے مخالف ہوں - میں صرف اُنکی کثرت تعداد سے اپنے خیالات کو تبدیل نہ کرونگا - ہاں یہ اعتراض اُس شخص پر ہوسکتا ہے جو مسلمانوں کو بطور الزام کے یہ بات کہے کہ "مسلمان سب مذہبوں کو غلط جانتے ہیں حالانکہ جس بات کو ہزاروں لاکھوں مانتے ہوں اُسکو غلط کہنا عقل کے خلاف ہے" غالباً اس قائل کا نام آپ سمجھ گئے ہونگے - مضمون سے اجنبی نہ ہوتا تو میں خود ہی اُسکا نام عرض کردیتا - آپ لکھتے ہیں کہ "اگر قرآن نہ للکارتا لیکن

اُنہیں جو لکھا ہے بالکل راست ہوتا تو بہت بڑی خوشی سے سب سے پہلے قرآن کو خدا کا کلام کہنے کو
طیار ہوتا" افسوس کہ مینے ابھی تعلیم کا مقابلہ کیا ہی نہیں میرا بیان ہنوز ابتدائی مراتب پر تھا
جسے آپنے ابھی تک صاف نہیں فرمایا اور تعلیم کیطرف چلے گئے۔ اچھا اِسکا جواب بھی اخیر پرچہ
میں لیجیے گا۔ جہاں میں تعلیم کا مقابلہ کرونگا۔ آپکا فرمانا کہ اگر کوئی آدمی روزمرہ للکار للکار کر
ہمارے کان کہا جائے کہ میرے پاس سونا ہے لیکن در اصل اُس کے پاس ملمع ہے تو کیا ہم
اُس کے للکارنے کو خیال کرتے ہوئے اُسکے ملمع کو سونا تصور لیں" ہرگز نہیں۔ میں بھی پہلے پرچہ
میں اور اس کے اول میں لکھہ آیا ہوں کہ بغیر گواہوں کے دعویٰ غیر ثابت جب ہی تو کھول
کہ آپنے میری عرض کو دیدہ دانستہ ڈسمس کرنا چاہا ہے۔ لیکن یاد نہیں کہ "اگر تو مے ندہی
داد روز داد ہست" آگے جو آپنے عربی زبان کے متعلق طویل بلا کائل تقریر کی ہے
میرے مضمون سے خارج ہے۔ اِس لئے میں اُسکا جواب اپنا فرض نہیں جانتا۔ اُسکا جواب لینا
ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب اُمّ الالسنہ ملاحظہ کریں۔ مینے یہہ کہا
تھا کہ قرآن نے بآواز بلند اپنے کو الہامی کہا ہے۔ نہ صرف کہا ہے بلکہ للکارا ہے کہ اگر تم کو
میرے الہامی ہونے میں شبہ ہو تو مجھہ جیسا کلام عربی لے آؤ" جس سے میری غرض یہ تھی
کہ قرآن مدعی الہام ہے۔ وید اور بائیبل کیطرح چپ چاپ نہیں کہ معتقد ہی بقول شخصے پیراں
نمے پرند مریداں ہمی پرانند۔ جبراً اُسکو الہامی بنائیں۔ ہاں آپ کا یہ فرمانا بھی خیرت
سے خالی نہیں کہ "میں نہیں سمجھتا کہ لائف آف محمد سے قرآن کے الہامی ہونیکا کیا تعلق ہے
خدانخواستہ اگر اسکندریہ کی لائبریری کی طرح لائف آف محمد کبھی ضائع ہو جائے تو کیا مسلمان
قرآن کو ماننا چھوڑ دیں گے" جناب من لائف آف محمد کو جو تعلق ہے وہ تو میں نے بارہا بیان
کر دیا ہے اگر آپ اُنہیں غور نہ کریں تو میری بدقسمتی ہیں تو الہامی کے حالات کا دریافت ہونا اُسکے
دعویٰ کی شہادت جانتا ہوں۔ بے شک اگر لائف آف محمد ضائع ہو جائے تو جو مشکلات ہمارے
ہموطنوں کو ملہموں کے حالات بتلانے میں آرہی ہیں۔ وہ ہمکو آئینگی لیکن "آرہی ہیں" اور "آئیں گی"
میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہاں بتقلید پنڈت لیکھرام بالخصوص اسکندریہ سے کتب خانہ کا نام
لینے سے جو آپکی غرض ہے اُسکا دفعیہ "تصدیق" اور کتب خانہ سکندریہ" مصنفہ مولوی شبلی صاحب
نعمانی پروفیسر علی گڈھ کالج سے ہوسکیگا ملاحظہ فرماویں۔ پھر آپکا دو تین اشخاص سے سید الانبیا
کی زندگی کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے اخلاق سے بڑھکر چوٹ کرنا میرے گمان کے (جو میں آپکی
نسبت رکہتا تھا) مخالف ہے۔ جسکا جواب میں اُسوقت دونگا جب آپ صریح لفظوں میں میرے

تمہیدی مضمون کو مان کر پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کی سوانح عمری سے سوال کریں گے اور میرے بیان پر بصورت سوال اعتراض اُٹھائیں گے۔ اِس حال میں جبکہ آپ میرے تمہیدی مضمون سے ہی مخالف ہیں تو اِس چوٹ کا کرنا اور اِسکا جواب دینا ذرا آداب مناظرہ سے خارج ہے۔ ہاں آپ کا یہ فرمانا کہ "تمام سے بڑھکر سوامی دیانند کی لائف ہے تو کیا ہم ستیارتھ پرکاش کو الہامی مان لیں"۔ میں نہیں جانتا کہ میرے کس مضمون کا جواب ہے۔ کیا میں نے پرچہ اول میں نہیں کہا ہے کہ جبتک مدعی دعویٰ نہ کرے گواہ کس کام کے۔ پس اگر پنڈت دیانند کی لائف بدھوؤں اور ہندوؤں کے اعتراضوں سے چشم پوشی کرکے سب سے اچھی بھی فرض کریں تو یہ گواہ بلادعوے کس کام کا ہوگا۔ پھر ابھی دوسرا گواہ تعلیم قابل دید ہے۔ غنیمت ہے کہ آپنے میری درخواست پر اپنے ملہموں کے حالات بتلائے کہ "وہ قدرت کے پہلے بے لوث پاکیزہ بچے جنکا مقابلہ صرف آیندہ پیدائش کے موقعہ پر کوئی کرسکیگا اُس سے پہلے ہرگز نہیں" جسپر میں آپ ہی کے الفاظ میں کہونگا۔ کہ افسوس یہ دعویٰ یا بیان بلا ثبوت ہے۔ میرے خیال میں دعویٰ کے لئے ثبوت بھی درکار ہے جو آپنے نہیں دیا"۔ آخر میں جو آپنے کلام الہی کی صداقت کے لئے قوانین الہی کو گواہ ٹھیرایا ہے۔ میرا بھی اسپر صاد ہے۔ مینے تعلیم کے مقابلہ میں یہی کہنا تھا اگر میں کہتا۔ تو شاید آپکو اُسمیں تردد ہوتا۔ بارے شکر ہے کہ آپ خود ہی اسکو گواہ مان گئے۔ لیجئے اب آپ اِس گواہ کی گواہی بھی سُنئے۔ لیکن اِس شاہد کی شہادت سے پہلے چند امور کا

بطور اصول موضوعہ کے بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

(۱) خدائی مذہب اور تعلیم میں سب بنی آدم شریک ہیں سب کا اُسمیں مساوی حصہ ہے جیسا کہ اور قدرتی چیزوں میں سب برابر ہیں بلکہ دین الہی کا تقاضا یہی ہونا چاہئے کہ مجھے سب لوگ لیں اور میری ہدائت پر عمل کریں۔

(۲) جو امر اور کام ایک فرد انسانی کرتا ہے دوسروں سے بھی ممکن ہے۔

(۳) ممکن کے فرض سے محال (اسنبھو) لازم نہیں آیا کرتا۔ مثلاً ہم فرض کرلیں کہ زید جسکی پیدائش ممکن ہے اسوقت پیدا ہوگیا ہے یا اُس کے گھر میں ایک بچہ کا پیدا ہونا فرض کرلیں تو اِس فرض سے کوئی امر محال لازم نہیں آئیگا۔

پس اِن اصول کے لحاظ سے ہم ایک ہزار سال تک ویدک مذہب کی اشاعت تمام عالم میں فرض کرلیں اور یہ مان لیں کہ تمام بنی نوع انسان ویدک مت کے پابند ہوگئے ہیں جیسا کہ اصول اول کا منشا ہے۔ چونکہ بعض افراد انسانی کا نیک ہونا ہم

دیکھہ رہے ہیں ۔ کُل افراد انسانی کا نیک ہونا بھی ممکن ہے ۔ پس بموجب اصول دوم اگر تمام لوگ ویدک مت کی ہدائت کے مطابق نیک پُرش بنجائیں اور خوب ہی پابندی سے عمر گذاریں تو سوال ہے کہ ایسی پابندی اور اشاعت تام کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ تمام نیک لوگ بوجہ اپنی نیک کرداری کے حیوانات کے قالب میں نہیں جائیں گے اور جو گئے ہوئے ہیں وہ اپنی اپنی قید گزار کر بھوگ جونی سے نکل آوینگے ۔ جسکا نتیجہ صاف اور صریح یہ ہوگا ۔ کہ نظام عالم بگڑ جائیگا ۔ نیک بندوں کو بجائے کسی آرام اور آسائش کے سخت تکلیف ہوگی جسکا ادنےٰ درجہ یہ ہوگا ۔ کہ نہ ہل جوتنے کو بیل ۔ نہ دودھ دینے کو گائے اور نہ شہد کی مکھی نہ سواری کے لئے گھوڑا وغیرہ میسّر ہونگے ۔ ایسی تکلیف کا تصور کرنے سے جو انسان کے دل پر صدمہ ہوتا ہے ہر ایک شخص اندازہ کرسکتا ہے خدا کسی کو نہ دکھائے ۔ پس ویدک مت کی تعلیم کا اثر یا تو نظام عالم اور قوانین الٰہی کے خلاف ہے یا سب لوگونکا نیک ہونا اسے منظور ہی نہیں ۔ بخلاف تعلیم قرانی کے ہزار نہیں بلکہ تمام عمر کروڑہا سال تک سب لوگ اُسکو مانیں اُس سے نظام عالم کا کوئی تنکا بھی نہیں بگڑتا ۔ پس یہ مختصر سا تعلیمی مقابلہ (جو میرے نزدیک بالکل واضح مقابلہ ہے) سر دست آپکو غور کرنے کو کافی ہے ۔ آپ اُنہیں ضرور غور کریں ۔ لیکن براہ مہربانی اصل تمہیدی تقریر کو پہلے دیکھہ لیں ۔ جسے میں آپکی خاطر پھر عرض کئے دیتا ہوں ۔ الہامی کتاب دعویدار بمنزلہ مدعی کے ہے ۔ اور الہامی کے حالات اور اُسکی تعلیم بمنزلہ دو گواہوں کے جبتک کوئی کتاب خود دعویدار الہام نہ ہو ۔ مصنف کے حالات کیسے ہی اطمینان بخش کیوں نہ ہوں ۔ یا تعلیم اُسکی کیسی ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو ۔ وہ کتاب الہامی نہیں ہوگی ۔ ہاں یہ ضرور ہوگا ۔ کہ اُس کتاب کو اخلاقی کتابوں میں عزت سے رکھا جائے ۔ پس اگر آپ کو یہ تمہیدی نوٹ مُسلّم ہے تو اُسکی تسلیم سے اطلاع دیکر وید کا الہامی ہونا ثابت کریں اور قرآن کا الہامی ہونا مجھہ سے سُنیں اور اگر اسکی تسلیم سے انکار ہو تو باقاعدہ دلیل کا جواب دیں لیکن میرے بیان میں غور کامل شرط ہے ۔ ایسا نہ ہو کہ آپ بغیر غور و فکر گُل بکاولی کا قصہ پڑہنے لگیں +

(دستخط)

ثناءاللہ

آریہ ۲ ۔ آپ سوال دویم میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ " مینے الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہا تھا اور اُس کے چالچلن اور طرز معاشرت کو ایک گواہ

اور اُسکی تعلیم کو دوسرا گواہ بتلایا تھا"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "جب تک گواہ گواہی نہ دیں مُدعی کا دعویٰ غیر ثابت ہے" اور آگے چلکر آپ لکھتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ تعلیم ہی اسکی شہادت نہیں ہوسکتی جبتک کہ دعوئے الہام اور حالات مُلہم ساتھ نہ ہوں ورنہ گلستاں. بوستاں الہامی کتابیں ٹھہر جائینگی کیونکہ یہ اخلاقی کتابیں ہیں۔ پھر آپ تحریر کرتے ہیں کہ "جسوجہ سے آپ ان (گلستاں و بوستاں) یا ان جیسی کسی اور اخلاقی کتاب کو الہامی نہیں مانتے اُسی وجہ سے ہم بھی کسی کتاب کی فقط عُمدہ تعلیم سے اُسکو الہامی نہیں کہیں گے جبتک کہ اُسکا لانیوالا دعویٰ نہ کرے۔ اور مُلہم کے حالات معلوم نہ ہوں۔"

میں آپکا مشکور ہوں کہ آپنے دوبارہ اپنے مطلب کو واضح کرنیکی کوشش کی ہے۔ آپکا یہ فرمانا کہ الہامی کتاب اور اُسکا مُلہم بمنزلہ ایک مُدعی کے ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کسی انسان کی عقل الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو ایک شے نہیں مان سکتی۔ پس اگر آپ یہ فرماتے کہ الہامی کتاب اور اُسکا مُلہم دو مُدعی ہیں تب تو ٹھیک تھا لیکن الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو مترادف سمجھہ لینا درست نہیں۔ الہامی کتاب میں جو کلام اور علم ہے وہ خدا کیطرف سے مانا جاتا ہے لیکن مُلہم کے خیالات خدا کیطرف سے نہیں کہے جاسکتے۔ پس الہامی کتاب اور اُس کے مُلہم کو ایک مساوی درجہ مُدعی کا دینا درست نہیں ہے۔ ورنہ خدا کی کلام اور ایک انسان کا درجہ یکساں ہو جائیگا۔ جوکہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے میرے خیال میں اگر آپ صرف الہامی کتاب کو بمنزلہ ایک مُدعی کے قرار دیتے یا دیں تو درست ہے ورنہ نہیں۔ اول ضرورت تو یہ ہے کہ الہامی کتاب نے خود دعویٰ کیا ہو کہ میں خدا کی طرف سے ہوں نہ یہہ کہ اسکا مُلہم کہے کہ یہ کتاب خدا کیطرف سے ہے۔ پہلے درجہ پر الہامی کتاب کا دعویٰ ہے اور دوم درجہ پر مُلہم یا کسی اور انسان کا دعویٰ ہوسکتا ہے۔ لیکن دوم درجہ کو پہلے درجہ کے برابر بنا دینا درست نہیں۔ اور اگر آپ دونوں کا درجہ مساوی مانیں گے تو اُس کے معنے یہ ہونگے کہ آپ خدا اور انسان کا درجہ برابر مانتے ہیں یا یوں کہو کہ لاشریک خدا کا انسان کو شریک ٹھیراتے ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ کہ الہامی کتاب خود ایک اعلیٰ درجہ کا مُدعی ہونا چاہیئے۔

اگر آپ اس بات کو تسلیم کرلیں کہ الہامی کتاب خود ایک مُدعی ہے۔ تو پھر میں آپسے کہونگا۔ کہ گواہوں کے مسئلہ پر غور کیا جاوے۔ آپ دو گواہ مانتے ہیں۔ ایک مُلہم کی حالات دوسرا الہامی کتاب کی تعلیم۔ آپ مانیں گے کہ مُلہم کے حالات خارجی شہادت ہے اور

الہامی کتاب کی تعلیم اندرونی شہادت - اور آپ جانتے ہیں کہ اندرونی شہادت کا دوسرا نام اصلی شہادت ہے اور خارجی شہادت بمقابلہ اندرونی شہادت کے کمزور ہوا کرتی ہے - میں اس امر کو تمثیل دیکر عرض کر دیتا ہوں - اگر عدالت میں ایک شخص خود اقبال کرتا ہو کہ میں نے اس صاحب کے دس روپئے دینے ہیں تو حاکم کو ضرورت نہیں پڑتی کہ اور گواہ طلب کرے لیکن جبکہ لینے والا کہتا ہو کہ میں نے اس سے دس روپیہ لینے ہیں اور دینے والا کہتا ہو کہ میں نے نہیں دینے تب خارجی گواہ کی ضرورت پڑتی ہے - اور اُس حالت میں اگر ایک خارجی گواہ شہادت اُلٹی دے تو بیسوں گواہ طلب کئے جاتے ہیں - اور پھر بھی حاکم نہیں کہہ سکتا - (کیونکہ وہ گواہیوں میں اختلاف پاتا ہے) دراصل ماجرا کیا ہے ؟ کمزور انسان یا حاکم شاید قلت وقت کے لحاظ سے یا کسی اور وجہ سے فیصلہ جیسا مناسب سمجھے کر دیتا ہے لیکن فیصلہ کر دینے پر بھی اگر حاکم کو قسم دیکر پوچھا جائے کہ دراصل اُس شخص نے اُسکے روپئے دینے تھے یا نہیں اس کی بابت وہ کچھ نہیں کہہ سکتا - لیکن جب روپئے دینے والا - یعنی داینے کے بیان کی تصدیق صرف اپنی ایک اندرونی شہادت سے کر دیتا ہے تو اُسوقت حاکم کو ضرورت نہیں ہوتی کہ خارجی گواہیوں کے پیچھے بھاگے - خارجی گواہ کے طلب کرنے کے معنے یہ ہیں کہ حاکم لینے یا دینے والے کے بیانات میں اختلاف رائے پاتا ہے -

اب فرض کرو کہ میں قرآن کی بابت جاننا چاہتا ہوں کہ یہ الہامی ہے یا نہیں - میں قرآن کے اوراق اُلٹاتا ہوں تو اُسمیں فرض کرو کہ لکھا ہوا ہے کہ میں خدا کیطرف سے ہوں - اگر مجھے صرف اتنی بات سے کسی کتاب کو الہامی مان لینا ہو تو بس مجھے مان لینا چاہئے - لیکن اگر میں شک کرتا ہوں تو مجھے چاہئے کہ میں اور طرح سے اپنی تسلی کر لوں - پھر قدرتی طور پر یہ ہوگا کہ میں کہونگا کہ اگر تم خدا کیطرف سے ہو تو بتلاؤ کہ خدا کی صفات کیا ہیں - خدا نے نجات کا کیا ذریعہ بتلایا ہے - خدا نے دنیا کس سے بنائی وغیرہ وغیرہ یہ سوالات میں قرآن پر ہی کرتا ہوں اور فرض کرو کہ قرآن اِن سوالات کا کچھ جواب دیتا ہے - اب وہ جوابات جو کہ قرآن دے رہا ہے درست ہیں یا غلط اُنکی آزمائش میں اپنی عقل اپنے علم اور اپنے تجربہ سے کرتا ہوں - اگر میں دیکھتا ہوں کہ قرآن کی تعلیم میری عقل وغیرہ کے خلاف ہے تو میں کہتا ہوں کہ تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے - تم کہتے جاؤ کہ میں الہامی ہوں کون عقلمند تمکو مان سکتا ہے - اِس حالت میں جبکہ میں اپنے لئے قرآن کا فیصلہ کرتا ہوں تو جن سے میں مدد لیتا ہوں وہ عقل - علم - قانون قدرت وغیرہ ہیں - لیکن اگر علم و عقل یا قانون قدرت کے خلاف تعلیم دیتا ہوا قرآن کہے کہ میرے لانیوالے سے میری بابت پوچھ لو تو میں کہونگا

کہ جب پینے سونے کو کسوٹی پر ضرب دیکر دیکھ لیا کہ یہ پیتل ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ جبکا سونا ہے یعنے صراف کی بات کا اعتبار کروں کہ یہ سونا ہے نہ کہ پیتل۔ صراف کا کہنا میرے لئے کوئی دلیل سونے کے اصلی ہونیکی نہیں ہوسکتی جبکہ کسوٹی مخالفت کر رہی ہے۔ اس لئے صراف کے ایک بیان کو سچ ثابت کرنے کے لئے دوبارہ صراف کا ہی بیان ضروری نہیں بلکہ کسوٹی ضروری ہے۔ پس قرآن کا لانیوالا اگر کہے تو بھی ہم جبتک کہ قرآن کی اندرونی شہادت یا اُس کے اپنے اقبال یعنے اُسکی تعلیم کی اپنی عقل وغیرہ کی کسوٹی سے جانچ نہ کرلیں تو نہیں مان سکتے۔ صراف دوسرے صراف کو رشوت دیکر بطور گواہ کے لاسکتا ہے۔ لیکن صراف کسوٹی کو رشوت نہیں دے سکتا۔ اور کسوٹی کیا ہے؟ کسوٹی قدرتی رشوت نہ لینے والا پیمانہ سمجھنا چاہئے۔ سو صراف ایک طرف کیوں نہ ہوں اُن سبکو ایک کسوٹی کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔ اس لئے کسوٹی کا فیصلہ قطعی اور سچا ہے۔ نہ کہ صرافوں کی گواہیوں کی تعداد۔ اب قرآن کہتا ہے کہ میں الہامی کتاب ہوں ہم کہتے ہیں کہ اچھی بات۔

قرآن۔ میں خدا کی طرف سے ہوں اور مثل کھرے سونے کے ہوں۔

محقق۔ بہت خوب۔

قرآن۔ میرے لانے والے یعنے صراف سے میری بابت پوچھئے۔

محقق۔ اب صراف سے پوچھنے کی دوبارہ ضرورت نہیں۔ ہم رشوت نہ لینے والی بے خطا کسوٹی مانتے ہیں۔ اور اُس سے تمہاری آزمائش کرتے ہیں۔

(قرآن) جبکہ میرے لانیوالے کی سوشیل لائف اور دیگر حالات زندگی بتلا رہے ہیں کہ میں خدا کی طرف سے ہوں تو آپ کسوٹی کیوں لاتے ہیں۔

محقق۔ اگر تم کھرے سونے ہو تو گھبراؤ نہیں۔ قانون قدرت اور علم و عقل کی کسوٹی سے تمہارا امتحان کرتا ہوں۔ اور اگر اس کسوٹی نے فیصلہ کردیا کہ تم کھرے سونے ہو تو خارجی شہادتوں کی ضرورت نہیں۔

قرآن۔ اگر میری تعلیم کو علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے پرکھنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔ کہیں میرا رُتبہ گلستاں بوستاں کا سا نہ کردینا۔

محقق۔ اگر تم پچاس روپیہ تولہ کے سونا ہو تو تمکو کوئی ۵ روپیہ ور کا سونا نہیں بنا سکتا۔ گلستاں بوستاں کا خیال مت کرو۔ کسوٹی سب فیصلہ کردیگی۔

قرآن۔ بھائی کسی کتاب کو فقط عمدہ تعلیم سے الہامی نہیں کہنا جبتک کہ اُسکا لانیوالا

دعویٰ نہ کرے۔ اور مُلہم کے حالات معلوم نہ ہوں"

محقق۔ تمہارا لانیوالا اور اُس کے حالات تمہارے گواہ بے شک رہیں۔ ہم اسکی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن تم کھرا سونا ہو یا نہیں اسکا فیصلہ تو ہمارا علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی کریگی۔

قُران۔ آگے تو جسنے مجھے سونا مانا میرے کہنے اور میرے صراف کے کہنے سے ہی مان لیا لیکن خدایا یہ عجب آدمی ہے جو علم و عقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے مجھے پرکھنا چاہتا ہے۔ !!

خلاصہ مطلب یہ کہ مُلہم کے حالات کو الہامی کتاب کی تعلیم پر ترجیح نہیں دیسکتے پس الہامی کتاب کی تعلیم اُس کے الہامی ہونیکا اندرونی گواہ ہے اور اس گواہ کے بیانات کو جانچنے کے لئے قانون قدرت اور علم و عقل ذریعہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "جبتک گواہ گواہی نہ دیں مُدعی کا دعویٰ غیر ثابت ہے" اس کے متعلق میں نے عرض کر دی کہ تعلیم ہی کافی گواہ ہوسکتا ہے۔ اور جب جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ مُدعی خود ہی اقبال کرے۔ اور ایک بیٹھا گواہ اُس کے اقبال کی تائید کرے تو پھر دُنیا بھر کی یا اِدہر اُدھر گواہیاں ڈھونڈھنا لاحاصل ہو جاتا ہے۔ اور جو آپنے فرمایا کہ تعلیم ہی اُسکی تنہا دت نہیں ہوسکتی جبتک کہ دعویٰ الہام اور حالات مُلہم ساتھ نہ ہوں۔ اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں۔ کہ تعلیم ہی کافی شہادت ہوسکتی ہے۔ ہاں دعویٰ الہام کا اُس کتاب میں ہونا بھی درست ہے۔ لیکن حالات مُلہم غیر ضروری ہیں۔ اس لئے اُنکو دسمس کیا جاتا ہے۔

رہا یہ خطرہ کہ اگر کسی کتاب کا الہامی ہونا محض اُسکی عُمدہ تعلیم سے ہی جانچا جائیگا تو پھر گلستاں بوستاں جو کہ بقول مسلمانوں کے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی کتابیں ہیں الہامی ٹھیر جائنگی۔ میرے خیال میں یہ خطرہ مسلمانوں کے لئے ہے نہ کہ آریوں کے لئے اگر میرے گھر میں سونا ہو اور مولوی صاحب کے گھر میں بھی۔ تو میں دونوں کو سونا کہونگا اگر گلستاں بوستاں میں (بقول آپکے) اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے تو میں اُس تعلیم کو اگر وہ بالکل سچ ہو تو الہام کا جزو کہنے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ اگر گنگا سے نہر نکالی جائے تو میں کہنے کو تیار ہوں کہ اس نہر میں بھی گنگا سا پانی ہے۔ یا گنگا کا ہی پانی ہے۔ ٹھیک اسی طرح گلستاں بوستاں اخلاق محسنی وغیرہ کوئی کتاب کیوں نہ ہو۔ اگر اُسمیں بالکل سچائی کی تعلیم ہے تو میں بڑی خوشی سے کہونگا کہ یہ تعلیم وید کے

سرچشمہ سے جو کہ جملہ سچائیوں کا منبع ہے نکلی ہے۔ اور اسی وجہ سے برابر وید کی ہے۔ ہمارا تو سراسر دعویٰ ہی یہ ہے کہ دُنیا بھر کی کتابوں میں جو سچائی ہے وہ وید کی ہے اور جو جو جھوٹھ یا خلاف علم و عقل باتیں وہ انکے بنانے والوں مصنفوں کے اپنے انسانی خیالات ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میں گلستاں کو جس میں کہ لکھا ہے کہ "دروغ مصلحت آمیز بہ ازراستی فتنہ انگیز" کبھی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی کتاب کہنے کو تیار نہیں ہوں۔ لیکن باین ہمہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ گلستاں بوستاں میں بھی جو چند سچائیوں کی تعلیم دی گئی ہے وہ وید کی تعلیم ہے اور جو جو انمیں دیگر باتیں ہیں وہ سعدی صاحب کی اپنی طرف سے ہیں۔ خدا کی کلام اور خدا کے علم کا ہی دوسرا نام وید ہے۔

یہاں پر ایک اعتراض میں خود ہی اُٹھا کر اُسکا جواب دینا چاہتا ہوں۔ فرض کرو کہ کوئی کہے کہ اُقلیدس یا علم حساب کی ایک کتاب میں کوئی بھی بات علم و عقل کے خلاف یا جھوٹھ نہیں ہے تو کیا اُقلیدس بھی الہامی وید کیطرح ہو گئی۔

جسکا جواب یہ ہے کہ اسمیں جو سچائی کے اصول ہیں وہ تو برابر وید سے اخذ کئے گئے ہیں اور وید کی ہی تعلیم ہے۔ لیکن وید کے ایک منتر کی تشریح گو وید کے مخالف نہ ہو لیکن وید ہی نہیں کہی جاسکتی۔ پس سچے سائنس اور سچے علم طبابت کی کتابوں میں جو سچے اصول بیان کئے گئے ہیں وہ وید کے ہی اصول ہیں۔ لیکن جو ان اصولوں کی تشریح موٹی عقل کے آدمیوں کو سمجھانے کے لئے کی گئی ہے وہ تشریح دالا مضمون وید نہیں ہے۔ جس طرح کہ سوامی جی کی وید کی تفسیر گو وید کے مدعا کو ظاہر کرنیوالی ہے اور اس کے مطابق ہونے سے سچی ہے لیکن وہ تفسیر وید نہیں ہو سکتی البتہ وید کی تشریح ہے۔ اسی طرح پر جملہ سچے علوم کی کتابیں جو آپ دُنیا میں پاتے ہیں وہ سب وید منتروں کی تفسیریں ہیں اور ان میں جو جو سچائیاں ہیں وہ سب وید کی ہیں۔

اس بات کو پڑھکر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کیا وید کے دس منتروں کا لفظی اور ٹھیک ٹھیک ترجمہ کرکے اُسکی اگر ایک کتاب چھپوا دیجائے تو یہ کتاب وید کہلائیگی یا نہیں کیونکہ اُسمیں جو سچائی کے اصول ہیں وہ سب وید کے اصول ہیں بلکہ یہاں تک کہ لفظی ترجمہ ہی ہیں۔ تو اس حالت میں میں کہوں گا کہ بے شک اُس کتاب میں وید کی پوری تعلیم تو موجود ہے لیکن پھر بھی وید نہیں۔ اب معترض پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیا بات ہوئی۔

میں کہونگا کہ وید شبد۔ ارتھ۔ اور سمبندھ کا نام ہے یعنی ملفوظات اُنکے معانی اور اُنکا باہم تعلق۔ اس لئے چونکہ اس کتاب میں وید کے شبد (ملفوظات) موجود نہیں ہیں اسلئے

یہہ وید نہیں۔

یعنے جو مولوی صاحب سے الہام کی تعریف پوچھی تھی وہ اسی غرض سے کہ مولوی صاحب کو سوچنے کا موقعہ دے سکوں کہ ہم لوگ الہام کو کیا مانتے ہیں۔ دیگر مذاہب کے پیرو یا الہام کے ماننے والے مثلاً محمدی یا عیسائی ہماری طرح الہام کی تعریف نہیں مانتے۔ وہ صرف تعلیم یا ہدایت کو یا دوسرے معنوں میں علم کو تو خدا کی طرف سے مان لیتے ہیں۔ جسکو وہ دردل انگشدان وغیرہ یا الہام کے نام سے پکار لیتے ہیں۔ لیکن ہم جہاں سچے علم کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں وہاں اُس زبان یا اُن ملفوظات کو بھی جنمیں وہ علم ظاہر ہوتا ہے۔ الہامی یعنے خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔ گویا ہم علم اور زبان اور ان کے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں ہمارے مسلمان بھائی زبان کو الہامی نہیں مانتے۔ وید کی تعلیم جہاں الہامی ہے۔ وہاں وہ الفاظ جو وید میں پائے جاتے ہیں وہ بھی الہامی ہیں۔ پس فرض کرو کہ گلستان و بوستاں بالکل سچائی کی تعلیم دیتی ہیں تو میں یہ دوبارہ کہتا ہوں کہ یہ تعلیم وید کی ہے لیکن گلستاں۔ بوستاں چونکہ وید کی زبان یعنے الہامی زبان میں نہیں ہیں اسوجہ سے یہہ وید یا الہامی نہیں ہو سکتیں لیکن انکے وید کے مطابق یا وید کی تفسیر یا تشریح ہونے میں (بشرطیکہ انکی تعلیم بالکل سچائی پر ہو) کچھہ شک نہیں۔

آپ وید کا منتر مع ترجمہ کے طلب کرتے ہیں جس سے کہ وید کا دعویٰ کہ میں خدا کی طرف سے ہوں ظاہر ہو جائے۔ لیجئے عرض کرتا ہوں۔

(یجُروید ادھیائے ۳۱ کا ساتواں منتر دیکھو) منتر یہ ہے)

तस्माद्यज्ञात्सर्वहुत ऋचः सामानि जज्ञिरे ।
छन्दांसि जज्ञिरे तस्माद्यजुस्तस्मादजायत ॥

"ست چت آنند وغیرہ اوصاف سے موصوف سب جگہہ بھرپور پُرش جسکی پرستش اور اوپاسنا کے لائق اور سرب شکتیمان جو یگیہ پڑتا ہے۔ اُسی سے رگوید۔ یجُروید۔ سام وید اور اتھروید یہ چاروں ویدوں کا پرکاش (الہام) ہوا۔"

(सर्वहुत) سروہُت۔ یہ شبد ویدوں کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔ اِس لئے کہ وے (وید) سب انسانوں کے حاصل کرنے کے لائق ہیں۔ ۲۔ (जज्ञिरे) جگیرے اور (अजायत) اجائت یہہ دو کریا (ایک ہی معنے دینے والی) اِس لئے آئی ہیں

کہ ویدوں میں انیک دیوتاؤنکی موجودگی ظاہر کیجاوے (ह स्मा हि) تسمات پد دوبار آیا ہے اِس بات کے جتلانے کو کہ الیشور ہی سے ویدوں کی اُتپتی (پیدائش) ہوئی ہے " اس کے علاوہ اتھروید کانڈ ۱ پرپاٹھک ۲۳ - انوواک ۳ کا ۲۰ منتر اِس بات کو کہ چاروں وید خدا کا گیان اور اُس سے نازل ہوئے ثابت کرتا ہے (دیکھو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کا اردو ترجمہ مصنفہ پنڈت منشی رام صفحہ ۱۱۵ء ۱۲۱

آگے چلکر آپ ادھر اُدھر کی باتیں لکھکر تحریر فرماتے ہیں کہ جو " آپنے عربی زبان کے متعلق طویل . . . تقریر کی ہے - میرے مضمون سے خارج ہے اِس لئے میں اُسکا جواب دینا اپنا فرض نہیں جانتا - "

امید ہے کہ مولوی صاحب اِس مضمون کو جو میں اوپر لکھہ آیا ہوں پڑھتے ہوئے اُس میری پہلی تحریر کو دوبارہ پڑھ لیں گے اور ضرورت محسوس کریں گے کہ اِسکا جواب دینا ضروری ہے کیونکہ ہم آریہ لوگ زبان کو الہامی مانتے ہیں - ہاں اگر آپ جواب نہ دیں گے تو میں سمجھہ لونگا کہ آپ ٹالتے ہیں (جس کتاب کا آپنے حوالہ دیا ہے وہ میرے پاس نہیں ہے)
آگے چلکر آپنے لائف آف محمد کا ذکر چھیڑا ہے -

حضرت محمد جی کو ہوئے غالباً چودہ سو برس سے زیادہ نہیں گزرے لیکن اِس زمین کو بنے کروڑہا برس گذر چکے اور کئی کروڑوں برسوں سے حضرت انسان اِس سیارہ پر بودوباش رکھتا ہے - اگر الہام کی ضرورت گمراہ ملک عرب کو تھی تو لکھوکھا انسانوں کو جو حضرت جی سے پہلے ہو چکے ہیں کیا نہ تھی - اگر نہ تھی تو حضرت صاحب کے وقت میں بھی نہ ہونی چاہئے تھی - اِس لئے جہاں آپ الہام کے دیگر پہلوؤں کو سوچتے ہیں وہاں اِس بات کا بھی خیال کریجئے کہ الہام کا وقت کونسا ہو سکتا ہے - ہمارا دعوئ یہ ہے کہ انسانی پیدائیش کے وقت پر انسانوں کو زبان اور علوم اور اُن کے تعلقات جاننے کے لئے الہام کی ضرورت تھی اور وہ ضرورت اُس خداوند تعالےٰ نے جسنے مادی آنکھوں کے لئے سورج کو بنایا پوری کی - بقول مسلمانوں کے لکھوکھا آدمی گمراہی میں مر گئے - اور درمیان میں اللہ میاں کو الہام کا خیال آگیا - وہ کتاب کبھی الہامی نہیں ہو سکتی جو ابتدائے آفرینش میں نازل نہوئی ہو - قرآن جو کہ انجیل کے بعد بنا ہرگز الہامی نہیں ہو سکتا - کیونکہ قرآن کی تعلیم سے بڑھکر علم و عقل کی ترقی دُنیا میں موجود تھی - چین - ہندوستان - مصر - یونان وغیرہ وغیرہ نہایت اعلیٰ شائستگی کے معراج پر بغیر قرآن کی خواب سے پہونچ چکے تھے - لیکن وید کی تعلیم اِن سب ملکوں کی ترقیوں کا مخزن تھی کیونکہ وہ ابتدائے آفرینش کے وقت پر نازل ہوئی تھی - جب یہ حالت ہے تو لائف آف محمد

یا لائف آف کرائسٹ کا سچے الہام سے کیا واسطہ ہے ؟

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ سوامی جی اور محمد جی کی زندگی کے مقابلہ سے ڈر گئے میںنے کیسکی زندگی پر حملہ نہیں کیا - کیا دن کو دن اور رات کو رات کہنا کسی پر حملہ ہو سکتا ہے - کیا آپ اِس سے اُنکار کر سکتے ہیں کہ محمد جی دُنیا دار اور کئی دفعہ شادی شدہ اور اُس کے مقابلہ پر سوامی جی تارک الدُنیا اور مجرّد تھے - مگر میں اِسبات پر زور نہیں دیتا - کیونکہ محمد جی یا سوامی جی کی زندگی کا مقابلہ الہام سے کچھ تعلق نہیں رکھتا - آپنے چونکہ لائف آف محمد کا ذکر کیا تھا اِس لئے مجھے بھی کرنا پڑا - ورنہ مجھے خاص ضرورت نہ تھی -

آگے چلکر جو آپنے چند اُصول موضوعہ لکھے ہیں اُنکو بغیر بحث کئے قایم کر لینا آپکے اور میرے لئے درست نہیں ہے - اگر آپ اجازت دیں تو میں ہر ایک کے متعلق گفتگو کروں ورنہ رہنے دوں - جب میں اِن اصولوں کا اُسطرح قایل نہیں تو میں کیونکر اُس غیر ضروری اور سراسر خارج از بحث مضمون کا جوکہ آپنے چھیڑ دیا ہے - جواب دوں لیکن اگر آپ دوبارہ ارشاد فرماویں تو جواب دینے کو تیار رہوں - میں حیران ہوں کہ اِس خُنک لطیفہ کو جو آپکا ہی طبعزاد ہے آپنے کیونکر "مختصر سا تعلیمی مقابلہ" کا نام دیدیا میں درخواست کرتا ہوں کہ آیندہ مولوی صاحب "قاضی کو شہر کا اندیشہ" کے لطیفے چھوڑ کر اصل مضمون سے باہر نہیں جاویں گے -

آپ بیشک قرآن اور وید کی تعلیم کا پہلو بہ پہلو مقابلہ کیجئے لیکن اُس کے لئے نادر شاہی طریق جو آپنے استعمال کیا ہے اختیار نہ کیجئے - بلکہ حسب ذیل طریق کو پسند فرمائیے -

فرض کرو کہ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ قرآن اور وید نے خدا اور اُسکی صفات وغیرہ کی بابت کیا تعلیم دی ہے -

وید کا منتر جس سے خدا کی صفات ظاہر ہوں		اُسکے مقابلہ پر قرآن کی آیت جس سے خدا کی صفات ظاہر ہوں
وید منتر کا مستند ترجمہ	x	قرآن کی آیت کا مستند ترجمہ -
ترجمہ کی ضروری تشریح منجانب آریہ	x	ترجمہ کی ضروری تشریح منجانب مولیصاحب
نتیجہ وید منتر کی تعلیم کا آریہ کے الفاظ میں	x	نتیجہ قرانی آیت کی تعلیم کا مولوی صاحب کے الفاظ میں -

اگر آپکا دل چاہتا ہے کہ اِس بات کا مقابلہ کیا جاوے کہ وید کی اشاعت سے انتظام عالم درہم برہم ہو جائیگا یا ہو جانے کا احتمال ہے - اور قرآنی تعلیم سے ایسا احتمال نہیں ہے

تو براہِ مہربانی قاعدۂ مذکور کے مطابق کارروائی کیجئے - یعنے اول قرآن کی آئت اور اُسکا ترجمہ اور اُسکا نتیجہ پیش کرکے بتلائیں کہ دُنیا کے انتظام کی بابت قرآن کیا تعلیم دیتا ہے؟ پھر مجھسے پوچھئے کہ ایکے متعلق وید کی کیا تعلیم ہے - پھر دونوں کا مقابلہ کیجئے اور علم وعقل اور قانون قدرت کی کسوٹی سے آزمائیے جو ناقص ثابت ہو اُسکو ناقص اور جو افضل ثابت ہو اُسکو افضل کہنے کا حوصلہ کیجئے -

آپنے جو تحریر فرمایا ہے کہ "بخلاف تعلیم قرآنی کے ہزار سال نہیں بلکہ تمام عمر کروڑہا سال تک سب لوگ سکو مانیں اس سے نظام عالم کا کوئی تنکا بھی نہیں بگڑتا" اِس کے متعلق میرے مختصر سے چند اعتراض ہیں -

(**الف**) یہ کس قرآن کی آئت کا نتیجہ ہے - براہ مہربانی وہ آئت بمع مستند ترجمہ پیش کیجئے (**ب**) نظام عالم کو قایم رکھنا کیا قرآنی خدا کا منشا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی خدا تو سکو بگاڑتا ہے کیونکہ سورۂ بقرہ میں درج ہے کہ "ختم اللّٰہ علی قلوبھم وغیرہ" جسکا مطلب ہے کہ خدا لوگوں کو گمراہ کرتا ہے - جب خود میاں ہی سکو بگاڑنے والے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ قرآنی تعلیم کے رو سے عالم کا انتظام نہیں بگڑتا چہ معنے دارد؟ عام خونریزی وغیرہ کی تعلیم قرآن شیر مادر کیطرح دے رہا ہے لیکن آپ نظام عالم کو برقرار رکھنے کے لئے اِسکی تعریف کر رہے ہیں شیطان اور اُس کے کام بھی قابل غور ہیں - شیطان اکیلا ہی مسلمانی خدا کے سلسلہ انتظام کو آجتک بگاڑتا رہا اور اُس کے بندوں کو گمراہ کر رہا ہے لیکن حسن انتظام کی خوبی ہے یا یہ کہ خدا نا قابل ہے کہ اپنی حکومت سنبھال سکے یا اُسکا بال بیکا کر سکے ایسے شیطان کی موجودگی میں جسنے خدا کا بھی دم ناک میں کر رکھا ہے آپکا نظام عالم کا فخر کرنا واقعی حیرت انگیز ہے (**ج**) آپنے جو اُصول موضوعہ گھڑے ہیں - بتلائیے کہ قرآن کے رو سے اور شیطان کی موجودگی میں وہ کیونکر قایم ہوسکتے ہیں؟ کیا قرآن میں ان اصولوں کی تعلیم دیگئی ہے؟ ان اصولوں کو کہیں شیطان تو نہیں بگاڑ دیتا اسکا خیال کر لیجئے - شیطان کو مانکر نظام عالم کا نہ بگڑنا حیرانی ہے - (**د**) اگر بقول آپکے تمام عمر اور کروڑہا سال تک سب لوگ اُسکو مانیں (حالانکہ شیطان مانع ہے) تو نظام عالم کا تنکا بھی نہیں بگڑیگا تو ظاہر ہے کہ قرآن کا **قیامت کی تعلیم دینا غلط ہوا** یا تو آپکا کہنا درست ہوگا یا قرآن کا - ہم تو آج تک سنتے تھے کہ قرآن میں قیامت کا ذکر ہے لیکن یہ نئی ایجاد مسلمانی دنیا میں آپنے ہی کر کے دکھائی کہ نظام عالم کا تنکا بھی نہیں بگڑیگا گویا قیامت کبھی نہیں آئیگی اور جب قیامت نہیں ہوگی **تو دوسرے** مُردوں کو اعمال کا ثمرہ کیسے اور کب ملیگا؟ اور قیامت اگر ہوگی تو آپکا فخر کردہ نظام عالم ایسا بگڑیگا کہ پھر کبھی آئندہ درست نہیں ہوسکیگا لیکن مسلمانی نظام عالم اِس دنیا کے لئے ہی نہیں بلکہ دوزخ اور بہشت میں بھی ہوگا - شاید قرآنی خدا کی حکومت وہاں ہے اس لئے اسکا نمونہ وہاں بھی ہوگا - اور شاید اِس انتظام کی خوبی کا ہی نتیجہ ہوگا کہ ایک آدمی کو جسنے چند سالوں کی زندگی میں گناہ کیا اُسکو ہمیشہ کے لئے دوزخ نصیب ہوگا دُنیا میں تو جسکا ابتدا ہوتا ہے اُسکا انتہا ہوتا ہے لیکن قرآنی منتظم خدا کے انتظام کے کیا کہنے - یعنی دوزخ میں لوگوں کے جانیکا تو آغاز ہو لیکن خاتمہ کبھی نہیں کسی نے سچ کہا ہے کہ **اندھیر نگری چوپٹ راجہ - ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا** دستخط آتما رام امرتسری)

۲۵ - جولائی ۱۸۹۸ء

اوِدیاکاناش

(جہالت)

مُعجزاتِ محمدی کی پڑتال

نمبر ۲

چہارم معجزہ بادِ صرصر

علماء محمدی کہتے ہیں کہ جنگ احزاب میں جسوقت آنحضرت اور کفار سے جنگ تھی تو خداوند کریم نے پورب سے ایسی تیز ہوا چلائی کہ شب کے وقت کفاروں کے خیمہ گر پڑے اور گھوڑے چھوٹ گئے آگیں بجھ گئیں۔ اوبہوکھ رہے یہاں تک کہ سب لشکر کفار پراگندہ اور پریشان ہوگیا لاچار ہوکر کفار بھاگ گئے۔ اِس دعوےٰ کے ثبوت میں **قرآن** کی پانچویں منزل اکیسویں سیپارہ اتل ما اوحی سورۃ الاحزاب کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ یا ایھاالذین آمنوا اذکروا نعمتہ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحًا وجنودًا لم تروھا انتہیٰ۔ **ترجمہ** اے لوگو جو ایمان لائے ہو یادکرو نعمت اللہ کی کو اوپر اپنے جس وقت کہ آیا اوپر تمہارے لشکر پس بھیجی ہم نے اوپر اُن کے باد اور لشکر کہ نہیں دیکھا تم نے اُسکو۔ انتہیٰ۔

نیچے کی دلائل سے یہ معجزہ بھی قابلِ اطمینان اور تسلی بخش نہیں ہے۔

دلیل اول۔ جس تفصیل اور تشریح کے ساتھ علماء بیان کرتے ہیں وہ تفصیل اور تشریح قرآن سے نہیں نکلتی۔ جیسا مجمل بیان پچھلی آیتوں میں ثابت ہوا وہی اجمال اِس آئیتہ میں بھی موجود ہے۔ اگرچہ بہ نسبت اُن کے اِسمیں کسی قدر تفصیل ہے مگر یہ تفصیل اس لائق نہیں کہ جو **قرآن** سے منکر کی دلجمعی کریکے کیونکہ اِس آئیتہ میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور قرینہ معلوم کرنیکی احتیاج از حد ہوتی ہے پس جو آئیتیں تاویل طلب اور قرینہ وغیرہ کی محتاج ہوں وہ دلیل قطعی نہیں بن سکتی ہیں پس آئیتہ مذکورے مفصلاً اور مشرحًا یہہ معجزہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔

دلیل دوم- اگر بالفرض جیسا کہ اہل اسلام اس معجزہ کو بیان کرتے ہیں ویسا ہی تسلیم کرلیا جاوے تو بھی یہ معجزہ صحیح نہیں ہوسکتا- کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے- کہ اتفاق سے قدرتی آفتیں ناگہانی خاص خاص مقام پر نازل ہوتی ہیں کہ جن کے سبب سے خاص لوگوں کا نقصان ہوتا ہے اور پراگندہ اور پریشان ہوجاتے ہیں جیسا کہ پانچویں اکتوبر ۱۸۶۴ء کو کلکتہ میں طوفان آیا تھا کہ جس کے صدمہ سے کلکتہ کے اکثر آدمی تباہ ہوگئے اور نام ونشان بھی نہ رہا اور اکثروں کو کچھ ضرر نہ پہونچا- اب اگر اسی طوفان میں دو مخالف لڑتے ہوتے اور ایک ان میں غالب اور دوسرا مغلوب یعنی طوفان کی خرابی سے ہلاک ہوجاتا یا اور کسی جگہہ بھاگ جاتا تو غالب کو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اس کے معجزہ سے خداوند کریم نے مغلوب پر طوفان نازل کیا- ورنہ اس طرح سے ہرایک سپہ سالار اس حکمت سے اپنے کو رسول قرار دے سکتا ہے اور اسکا دعویٰ مع دلیل ہے- پس یہ امر اتفاقیہ ہے نہ کہ معجزہ-

دلیل سوم- اس معجزہ کی تصدیق وتسلیم سے اللہ تعالےٰ کی صفت رب العالمین پر نقص عائد ہوتا ہے اور وہ ذات پاک (اللہ) صفت تعصب سے موصوف ہوتی ہے کیونکہ مسلمانونکی مدد کرنا اور غیر مسلمانوں کے درپے تخریب ہونا یہ کام رب المسلمین متعصب المزاج کا ہے- رب العالمین منصف المزاج کی شان سے بعید ہے-

دلیل چہارم- جس طرح سے آیات گزشتہ میں مفسرین نے باہم اختلاف کیا ہے- اُسی طرح سے اس آیت کی تفسیر میں بھی گڑبڑ مچائی ہے- اور متلاشئی حق کو شک میں ڈالدیا ہے چنانچہ دوسرا مطلب اس آئیۃ کا بعض مفسر یہ لکھتے ہیں کہ "آں حضرت کی دعا سے خداوند تعالےٰ نے ملائک کی فوج کفار کے مقابلہ میں بھیجی کفار گھبرا کر فرار ہوگئے" پس جو کلام کہ کئی مطلب رکھتا ہو وہ خاص مطلب کے واسطے دلیل قطعی نہیں ہوسکتا-

دلیل پنجم- ہر ملک میں مورخ لوگ واقعات عجیب وغریب کو اپنی تاریخوں میں لکھتے رہتے ہیں اور غیر ملک کے واقعات بھی درج کرتے رہتے ہیں- مثلاً ہندوستان کے اکثر واقعات اور حالات یونانیوں اور چینیوں اور دیگر مورخوں نے اپنی تاریخوں میں درج کئے ہیں- سو اگر یہ معجزہ ہاتھی والے صاحب سے صادر ہوتا تو ضرور کوئی نہ کوئی مورخ اس وقوعۂ عظیم کی خبر دیتا مگر چونکہ بجز کتب اسلامیہ کے اور کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا- اسوجہ سے یہ دعویٰ اہل اسلام کا قابل اعتماد نہیں ہے-

دلیل ششم - اگر اس آیۃ کے دوسرے معنی تسلیم کئے جاویں کہ آنحضرت کی دعاء سے ملائیک کی فوج آئی اور اُس کے دیکھتے ہی کُفّار بھاگ گئے۔ تاہم یہ ادعا باطل معلوم ہوتا ہے کیونکہ مخالف (منکرِ دینِ محمدی) ثابت کرتا ہے کہ جو امر خاص اپنی بہبودی سے متعلق ہو اور عوام کیواسطے مضر اور موجبِ ہلاکت اور خرابی کا ہو وہ امر داخل دعا نہیں ہے بلکہ ظلم کی خواہش ہے۔ دعاء وہی ہے کہ جسمیں اپنا بھلا ہو اور مخلوقِ خدا کو ایذا اور تکلیف نہ ہو پس جو امر خلاف دعاء ہے وہ ہرگز مقبول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ **مجیب الدعوات** کُل مخلوق کا مالک ہے اور ایسے امر (خلافِ دعاء) کی خواہش سے مستدعی متعصب اور مطیع نفس لوامہ کا ٹھہرتا ہے پس امر مذکور دعا نہیں ہے اور نہ ایسی دعا مقبول ہوسکتی ہے۔

دلیل ہفتم - امر مذکور (خلاف دعاء) کو اگر دعا بھی فرض کرلیں تب بھی یہ معجزہ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ مقبولیت دعا کا نام معجزہ نہیں ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ جس شخص کی دعا مقبول ہوجاوے وہی رسولِ خدا ہے۔

دلیل ہشتم اگر مقبولیت دعاء کو ہی معجزہ مانا جاوے تو بھی یہ معجزہ **محمد صاحب** سے ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ جائز ہے کہ جنگ میں کسی مظلوم کی دعا[1] قبول ہوگئی ہو یا لشکریوں کی جورو بچّوں میں سے کسی کی دعا قبول ہوگئی ہو۔ غرضیکہ تخصیص **محمد صاحب** کسی طرح سے ثابت نہیں ہوسکتی۔

دلیل نہم - خود **قران** سے ثابت ہے کہ **محمد صاحب** کو معجزہ نہیں آتے تھے وہ اس صفت سے محض مُعرّا تھے۔ چنانچہ سورہ **عنکبوت** میں مرقوم ہے۔ **وقالو لولا انزل علیہ ایات من ربہ ۰ قل انما الایات عند اللہ وانما انا نذیر مبین** انتہی - **ترجمہ** اُنہوں نے (عرب کے لوگوں نے) کہا کہ کیوں نہیں نازل کئے گئے اوپر اُس کے معجزے رب اُس کے سے۔ کہدے (اے محمد) جُز این نیست کہ معجزے نزدیک اللہ کے ہیں۔ اور سوائے اِس کے نہیں ہے کہ میں خوف دلانیوالا ہوں ظاہر۔ انتہی۔ اور پھر سورہ بنی اسرائیل میں رقم ہے۔ کہ **قالو لن نؤمن لک حتیٰ تفجر لنا من الارض ینبوعا ۰ او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا**

---

[1] **نوٹ** - دعا کے بارہ میں خود مسلمانوں کے عقیدہ کو مدنظر رکھکر یہ بحث کیگئی ہے۔ قبولیت دعا کے بارہ میں ویدک دھرم کا اِس قسم کا عقیدہ نہیں ہے۔

تفجیراً ۝ او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلاً ۝ او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتاباً نقرؤہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا (انتہی) **ترجمہ** وہ لوگ (کفار) کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جبتک کہ ہمارے لیئے زمین سے چشمہ نہ جاری کریگا یا ہووے تیرے واسطے خرما یا انگور کا باغ پس جاری کرے تو نہریں اُس باغ میں یا آسمان کو ساقط کردے (گرادے) جیسا کہ تو نے زعم کیا ہے ہم پر یا اللہ اور ملایک کو شہادت کے لیئے بلاوے یا ہووے واسطے تیرے سُنہری محل یا تو چڑہ جاوے افلاک پر اور وہ چڑہجانا ہم تصدیق نہ کریں گے جب تک تو ہمارے لیئے کوئی ایسی کتاب نہ اوتار لاوے جسکو خود بخود ہم پڑہیں۔ کہہ (اے محمد) کہ پاک ہے اللہ۔ میں کون ہوں مگر ایک انسان رسول (انتہی) اور پھر سورۂ انعام میں یہی مضمون مرقوم ہے۔ واقسموا باللہ جہد ایمانھم لئن جاءتھم آیۃ لیؤمنن بھا قل انما الآیات عند اللہ وما یشعرکم انھا اذا جاءت لا یؤمنون انتہی۔ **ترجمہ** اور قسمیں کہاتے ہیں اللہ کی سخت کہ اگر کوئی معجزہ مشاہدہ کریں تو بیشک ایمان لاویں گے۔ تو کہہ (محمد صاحب کو خدا خطاب کرتا ہے) معجزے اللہ کے نزدیک ہیں اور تم نہیں خبردار ہو کہ اگر معجزہ ہوگا تب بھی وہ لوگ ایمان نہیں لاویں گے انتہی۔ اور پھر اسی پارہ میں سورہ **بنی اسرائیل** میں رقم ہے۔ وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون ۝ یعنی معجزات کے ساتھ (محمد کو) اسی لیئے نہیں بھیجا کہ اگلوں نے پہلے نبیوں کے معجزے جھٹلائے تھے (انتہی) اِن آیتوں کے سوائے اور بھی آیتیں ہیں کہ جن سے معجزات کی نفی منجانب محمد صاحب ثابت ہوتی ہے۔ ناظرین خود قرآن سے نکال سکتے ہیں۔ پس اِن آیتوں سے صاف صاف ظاہر ہے کہ **محمد صاحب** سے کوئی معجزہ نہیں ہوا بلکہ معجزوں کے کرنے سے معذور تھے ۝

دلیل ۹ ہم۔ اِس دلیل میں کچھ بحث نویں دلیل کے متعلق لکھی جاتی ہے۔ آیات مرقومہ بعد (اور مثل ان کے جو آیتیں ہیں) کے جواب میں مجتہدان دین اسلام فرماتے ہیں۔ کہ ان آیتوں میں مطلق معجزات کا انکار نہیں ہے۔ یعنی چند خاص خاص اُن معجزوں کا انکار ہے کہ جو **آنحضرت سے کفار** نے طلب کیئے تھے۔ اور اِس دعوی کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر عموماً معجزوں کی نفی ہوتی تو اِن آیتوں میں لفظ الآیات کی

جگہہ لفظ آیات ہوتا۔

واضح ہو کہ لسانِ عرب میں قاعدہ ہے کہ جس کلمہ پر الف لام (جسکو کہ لام تعریف کہتے ہیں) داخل ہوتا ہے۔ اُس میں تخصیص ہوجاتی ہے۔ یعنی وہ کلمہ عام سے خاص ہوجاتا ہے مثلاً **آیات** یہ لفظ عام تھا مگر لام **تعریف** داخل ہونے سے الآیات خاص معنی کیواسطے ہوگیا اور جبکہ لام **التعریف** داخل ہوتا ہے اُسکو معرف باللام کہتے ہیں جیسے کلمہ الآیات معرف باللام۔ مجتہدان کی دلیل اہل اسلام کو اُسوقت مفید ہوتی جبکہ قرآن میں ہمیشہ اور ہر جگہ یہ قانون ملحوظ رہتا اور لفظ الآیات سے ہر مقام پر خاص خاص معجزہ مراد ہوتی مگر چونکہ خود مصنف قرآن نے اِس قانون سے انحراف کیا ہے اور منحرف ہوکر لفظ آیۃ کو الآیات سے تعبیر کیا ہے اور مطلقاً تمیز نسبت عام و خاص نہیں کی ہے اسواسطے اہل اسلام کو یہ دلیل مفید نہیں ہے۔ اب وہ مقامات دکھلائے جاتے ہیں کہ جہاں پر قانون مذکور کا خلاف ہے۔ سورہ انعام کے جملہ جاءتھم آیۃ میں جو لفظ آیۃ ہے وہی لفظ (آیۃ) اِس عبارت کے آگے جملہ انما الآیات عند اللہ میں الآیات کرکے آیا ہے یعنی لفظ الآیات بجائے کلمہ آیۃ بمعنے عام آیا ہے۔ اسی طرح سے سورۃ دخان میں رقم ہے و آتینا ھم من الآیات **ترجمہ** اور دی ہم نے اُن کو آیات سے (انتہیٰ) یعنے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو معجزے عطا کئے۔ اِس آیۃ سے صاف صاف واضح ولائح ہے کہ الآیات بجائے آیۃ بمعنے عام معجزے آیا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو (بموجب اعتقاد اہل اسلام) ہر قسم کے معجزے آئے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ محمد صاحب کی طرح بنی اسرائیل معجزوں کے مشاہدہ کرانے سے کبھی لاچار بھی نہیں ہوئے۔ علےٰ ہذالقیاس قرآن میں جس جگہ لفظ الآیات آیا ہے اُس جگہہ بمعنے آیۃ ہی آیا ہے۔

یہ دلیل مجتہدوں کی اُسوقت تسلیم ہوسکتی ہے جبوقت کہ قرآن سے کوئی معجزہ ثابت ہوجاوے سو قرآن کے چار معجزوں کا تو ابطال بخوبی تحقیق ہوگیا۔ باقی ایک معجزہ کی تکذیب و تردید آئندہ ثابت کیجاتی ہے۔

پنجم معجزہ فصاحت قرآن

قرآن کی اول منزل اور اول سیپارہ آخر سورۃ البقر میں مرقوم ہے کہ و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتو بسورۃ من مثلہ وادعو شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۔ **ترجمہ** اگر تم شبہ میں ہو اُس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر تو

لے آؤ ایک سورۃ اسی قسم کی اور بلاؤ جنکو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو (انتہی)

اس آیۃ پر ہمارے محمدی بھائی اعتماد اور اطمینان کلّی حاصل کئے ہوئے بیفکر بیٹھے ہیں اور ادعا کرتے ہیں کہ **قرآن** کی عبارت کے برابر فصیح اور بلیغ اور اُس کے مضامین کا ثانی نظیر ملنا محال ہے اور قدرتِ انسانی سے بعید ہے کہ ایسی عبارت بنا سکے اور اسی ادعا کو داخل اعتقاد کر کے **محمد صاحب کو رسول اللہ ٹھہرائے ہیں** اور آیۃ بالا کو برہان رسالت قرار دیتے ہیں لیکن اگر محمدی بھائی ذرا نظر انصاف سے ملاحظہ فرما دیں اور غور و فکر کو کام میں لادیں تو بیشک معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ یہ آیۃ بوجہ چند ہرگز دلیل رسالت نہیں ہو سکتی:۔

دلیل اول۔ اگر بالفرض تسلیم ہی کیا جاوے کہ عبارت **قرآن** فصیح ہے اور یہ فصاحت معجزہ ہے اور معجزہ دلیل رسالت ہے تو لاریب فیہ کہ اہل اسلام کو **مسیلمہ۔ فیضی سحبان وائل۔ علی۔ مسماۃ سجاح۔ اسود عنسی**۔ وغیرہ کی فصاحت کو معجزہ اور معجزہ کی جہت سے اشخاص مذکورہ کو رسول ماننا واجب ہوگا۔ ان میں سے دو ایک کی فصاحت مستند حوالوں سے ثابت کیجاتی ہے۔ تاریخ ابوالفدا میں درج ہے کہ مسیلمہ نے یمامہ کے ملک میں ایک کلام اللہ فصیح بنا کر واسطے اثبات رسالت اپنی کے اُس ملک والوں کو سنایا چنانچہ اکثر اسپر ایمان بھی لے آئے۔ (انتہی) اُس کے قرآن کی آیات یہ ہیں۔ الم تر ان اللہ خلق النساء افواجاً وجعل الرجال ازواجاً فنولج فیھن ایلاجاً ثم نخرج ما نشاء اخراجاً فینتجن لنا انتاجاً المتر الی ربک کیف فعل بالحبلی اخرج منھا نسمۃ تسعیٰ من بین صفاق وحشیٰ (انتہی) اگر معترض اعتراض کرے کہ اس عبارت میں انتظام لفظی ہے یعنی بحیثیت نظم الفاظ فصاحت ہے بلحاظ مضمون نہیں تو راقم مجیب ہو کر جواب دیتا ہے کہ ان عیبوں سے قرآن بھی پاک نہیں ہے۔ چنانچہ **قرآن** کی سورہ قل یا ایھا الکافرون کے اخیر میں، آیۃ لکم دینکم ولی دین ہے **ترجمہ** واسطے تمہارے دین تمہارا اور واسطے ہمارے ہمارا دین یعنی تم لوگ اپنے دین پر قائم رہو اور ہم اپنے پر نہ تم لوگ ہم پر ظلم کرو اور نہ ہم تم پر ظلم کریں اور پھر سورہ تحریم میں ہے۔ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم۔ **ترجمہ** اے نبی جہاد کر کافروں اور منافقوں سے اور درشتی کر اُن پر۔ (انتہی)

ان دونوں آیتوں پر نظر ڈالنے سے قرآن اور مصنف قرآن دونو معیوب ثابت

ہوتے ہیں۔ تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ جبتک آنحضرت کمزور رہے اور مسلموں کی جماعت تھوڑی رہی تب تک پہلی آئیۃ پر عمل کرتے رہے اور جب ذرہ آنحضرت طاقتور ہوئے اور مُسلم لوگونکی جماعت کثیر ہوگئی تو دوسری آئیۃ اپنے مطلب کے موافق بنائی اور مخلوقِ خدا پر ظلم کرنا شروع کیا اور مُسلم لوگوں کے سوائے سب جہان کے لوگونکو خدا کا نافرمان اور منافق بنایا اور پھر قرآن کی ساتویں منزل ستائیسویں سیپارہ۔ قال فما خطبکم سورۃ الرحمٰن میں یہ آئیت ہے کہ فیھن قاصرات الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان **ترجمہ**۔ بہشت میں نیچے نگاہ والی عورتیں ہیں کہ نہیں ساتھ سُلایا اُن کو کسی آدمی نے اُن سے پہلے اور نہ کسی جن نے (انتہیٰ)

اور پھر قرآن کی ساتویں منزل تیسویں سیپارہ عم سورۃ النبا میں رقم ہے کہ تحقیق زاہدوں کو مراد ملتی ہے۔ باغ ہیں اور انگور ہیں اور نوجوانیں ہم عمر ٹپاخنے ہیں اور پیالے جھلکتے ہوئے ہیں (انتہیٰ)

اِس قسم کی اور بہت سی واہیات آیات قرآن میں موجود ہیں۔ بغرض اختصار اتنی ہی پر اکتفا کیا گیا۔ اب معترض خیال کرے کہ یہ مضامین کیسے خراب اور عیب سے بھرے ہوئے ہیں۔ خصوصاً پچھلی دو آئیتوں کا مضمون کس قدر فحش ہے کہ مُسیلمہؔ کذاب سے بھی آں حضرت کئی درجہ تک سُبقت لے گئے۔ پس ایسے مضامین کا نزول منجانب اللہ ہونا بعید ہے۔ کیونکہ اُسکی تقدیس کے خلاف ہے۔ اب کسی طرح سے مُسیلمہؔ کے قرآن میں نقص نہیں ہے۔ اور فصاحت میں محمد صاحب کے قرآن سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اسی طرح سے **فیضی** (جوکہ جلال الدین محمد اکبر کا وزیر تھا۔ اور اس کا باپ آگرہ میں فقہ کا درس دیا کرتا تھا) کی فصاحت کو دیکھنا چاہیئے کہ اُس نے ایک کتاب ضخیم و فصیح مسمی بہ موارد الکلم (المعروف قرآن فیضی) میں جُملہ عقائد محمدیہ کو غیر منقوط حروف میں قلمبند کیا ہے۔ اب اہل انصاف پر بخوبی روشن ہے۔ کہ یہ معجزہ (غیر منقوط حروف سے کلام کو نہ لکھنا) فی الواقعہ قرآن محمدی سے بڑھکر ہے۔ اِسی ایک خوبی سے قرآن محمدی سے سبقت لیگیا۔ اس کے سوائے معجزہِ مذکور ایسا صریح اور ظاہر ہے کہ جسکو وجود سے کوئی منکر انکار نہیں کرسکتا (بخلاف معجزہِ فصاحت) درحقیقت یہہ معجزہ وزیر ممدوح کو تحصیل دید سے حاصل ہوا۔ کیونکہ وید غیر منقوطہ ہمہ عیوب سے پاک ہے

.... اور دوسرا معجزہ یہ ہے کہ ہندوستانی ہوکر عربی فضلاء بلکہ درحقیقت محمد صاحب سے بھی گوئے سبقت لے گیا۔ آج تک علمائے عرب سے اس خوبی کے ساتھہ مضمون نہیں بنا۔ بطور نمونہ عبارت ذیل ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے۔ زیادہ ملاحظہ کا شوق ہو تو کتاب مذکور الصدر سے ملاحظہ کریں۔

مدکول کلام اللہ و ۵ محامد اللہ واسما الرسل ۵ ھما وعدہ اللہ وادعدہ والعمل مع اھل العلم وحوالح الاعمال وطوالھما ۵ وکلام اللہ حاالاعلام والامر والشروع ووعدہ اوعد وحمامد دار السلام ومکارہ الدرک درم اھل الحاد والشروع عما ھوالسوء ومد وح اھل العلم والحکم ولوم اھل الطلاح ۵

اب اگر فصاحت ہی دلیل رسالت ہے تو کیوں نہیں علماء محمدی مسیلمہ اور فیضی کو رسول مانتے ہیں۔ حالانکہ معجزے تو فصاحت میں محمد صاحب سے بڑھکر ہوئے۔ جنکا ذکر ابھی ہوچکا ہے۔ علےٰ ہذا القیاس سحبان وائل کی فصاحت پر دھیان دینا چاہیئے۔ کہ یہہ شخص ایک سال تک ایک لفظ کو مکرر نہیں بولتا تھا۔ اور اگر سال کے درمیان اُس لفظ کے بولنے کی ضرورت پڑتی۔ تو دوسرا لفظ اُسی معنی کا بولتا تھا۔ یعنی مترادف لفظ مستعمل کرتا تھا۔ مثلاً اگر ایک مرتبہ لفظ ضخیم کہا تو دوسری مرتبہ مجسم اور تیسری مرتبہ مکعب کا استعمال کریگا۔ اگر اس پر کسی بھائی کو یقین نہ ہو تو مسمی بہ اصابہ و تاریخ مولفہ ابن عساکر اور کتاب مرتبہ ابوالفتیم و تصنیفات شیخ سعدی مصلح الدین شیرازی وغیرہ سے دیکھہ کر اطمینان اور عین الیقین حاصل کرے۔ اور پھر اُمرا و القیل شاعر کی شاعری اور بلاغت کو دیکھنا چاہیئے کہ جسکو علماء عرب بالاتفاق افصح کا خطاب دیتے ہیں اور شاعر ہی موصوف نے سات قصیدے بناکر کعبہ کی دیوار پر چپاں کیئے۔ کہ جنکا جواب کسی فصیح سے نہ آیا یہاں تک کہ محمد صاحب بھی اِس کے جواب دینے سے پشیمان اور حیرت زدہ ہوئے۔ آخرکار اِس غیرت کے دفعیہ کے واسطے جہلاء کے سامنے اِس آیۃ کو پیش کر کے اُنسے مشہور کرادیا۔ کہ شعر دعویٰ فصاحت امراو القیل دور ہوا۔ آیۃ قیل۔ یا ارض ابلعی ماءکِ و یا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علے الجودی اس کے بعد علی کا دیوان دیکھنا چاہیئے کہ اسمیں عمدہ مضامین و نظم الفاظ ہر دو خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح مسماۃ سجاح کے قرآن کی عبارت روضۃ الصفا میں دیکھنی چاہیئے کسی حالت میں اِس عورت کی فصاحت محمد صاحب سے کم نہیں ہے۔ بخوف طول کلام اسقدر اسناد پر اکتفا کیا گیا۔ ورنہ ایسے ثبت

شخص ہیں کہ جنکی فصاحت کلام مسلم بالاجماع ہے اُنکے قابل اندراج رسالہ ہذا بھتے پس مضمون مقدمات بالاسے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ فصاحت دلیل رسالت نہیں ہوسکتی۔ اور فصیح عبارت کا بنانا انسان کی طاقت سے باہر نہیں ہے۔

دلیل دوم - اِس آیۃ کی تردید کی یہ ہے۔ کہ چند فرقے اہل اسلام کے اِس امر کے قایل ہیں کہ قرآن صفات خداوندی سے نہیں ہے۔ اور نہ اِسقدر فصیح ہے کہ جو انسان کی طاقت سے اُسکی مثل بنانا بعید ہووے۔ چنانچہ عبدالقادر اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرقہ معمریہ کے مقولہ کو اِس طرح نقل کرتا ہے۔ ان القرآن فعل الاجسام دلیس هو بفعل الله تعالے یعنے تحقیق قرآن جسموں کا فعل ہے۔ (قرآن جسموں کی صفت سے حادث ہے) اور نہیں ہے وہ (قرآن) اللہ تعالے کا فعل۔ یعنی صفات الہی سے قرآن کا حدوث نہیں ہے۔ اِس فرقہ کے قول سے صاف صاف ظاہر ہے کہ قرآن کلام بشر ہے اور جبکہ کلام بشر ہے تو بشر کو بشر پر بلا وجہ ترجیح دینا قبیل ترجیح بلا مرجح سے ہے۔ اور پھر فرقہ مزداریہ کا امام عیسیٰ ابن صبیح (اِسکی کیفیت ابی موسےٰ اور لقب مزدار ہے۔) قایل ہے۔ کہ ان الناس قادرون علی مثل ہذا القرآن فصاحۃ النظام و بلاغتہ ترجمہ یعنے تحقیق انسان قادر ہیں اوپر مثل اِس قرآن کے ازروئے فصاحت اور نظم اور بلاغت کے۔ یعنے مزدار کہتا ہے کہ قرآن کی مانند انسان عبارت بنا سکتا ہے یہ عبارت عربی کی اسمعیل شاہ کی کتاب میں امۃ المسلمین کے باب میں موجود ہے کہ جو شخص تصدیق رسالت محمد صاحب کرے اور قرآن کو کلام اللہ (خاص معنی سے) کہتا ہے وہ شخص بیشک دائیرہ اسلام میں ہے۔ اگرچہ اختلاف فروعات کی جہت سے کسی فرقہ سے خارج ہو یں یہ شخص اِس تعریف سے بیشک مسلمان ہے۔ اور دوسری دلیل اِسکے مسلم ہونیکی یہ ہے کہ جاراللہ زمحشری صاحب کشاف نے اِس فرقہ کو مسلمان مانا ہے۔ اب اِن اقوال سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ اہل اسلام بھی فصاحت قرآن کے قایل نہیں ہیں۔ اب اگر مسلمان یہ دلیل پیش کریں کہ حدیث (رسول کے کلام کو حدیث کہتے ہیں) اور قرآن میں باعتبار فصاحت بڑا فرق ہے۔ تو اِسکا جواب یہ ہے کہ قرآن تھوڑا تھوڑا بڑے غور و تحمل کے ساتھ حضرت نے لوگوں کو سُنایا۔ اور اُس کے بنانے میں بہت سے عالموں کی مدد لی اور حدیثیں جو اُن سے منسوب کیجاتی ہیں درحقیقت اُنکی وفات کے بہت عرصہ بعد مختلف شخصوں نے گھڑیں اور اُنکو محمد صاحب کے نام سے منسوب کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثوں کے بارہ میں محمدی فرقوں میں بڑا بھاری اختلاف ہے ⁂

یسوع ناصری

نمبر ۳

پہلی دو صدیوں میں عیسویت کے پیرو کئی فرقوں میں منقسم تھے۔ لیکن وے تمام دو حصوں میں اکٹھے کئے جا سکتے تھے۔ ایک وہ حصہ جس میں کہ ناصری ابیونائیٹز اور متعصب شامل تھے۔ دوسرا وہ جس میں کہ باقی تمام فرقے شامل تھے اور ناسٹکز کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ فریق مقدم الذکر کی بابت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ یسوع کے مصلوب ہونے کے قائل تھے۔ مگر فریق موخرالذکر جو کہ یسوع کو بطور ائیون (aeon)[1] مانتے تھے۔ اگرچہ قائل مصلوبی تھے لیکن اُن کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ یسوع کسی بعید الفہم حکمت سے مصلوب ہوا تھا۔ مگر باوجود اس قسم کی اختلاف رائے کے اِس بارے میں دونوں فریق متفق تھے۔ کہ یسوع کی موت درحقیقت صلیب پر نہیں ہوئی۔[2] جیسا کہ آج کل پراٹسٹنٹ وغیرہ عیسائیوں کا یقین ہے۔ ٹی ڈبلیو ڈون صاحب کی رائے ہے کہ ناسٹک یا مشرقی عیسائیوں نے اپنا اس قسم کا عقیدہ ہندوستانی فلاسفی سے لیا تھا۔ انہوں نے بہت سے دیگر مسائل بھی جن سے کہ کرسچین چرچ

حاشیہ [1] لفظ aeon عموماً "رات کی ملکہ" یا "ستارہ زحل" کے معنوں میں آتا ہے۔ مگر ناسٹکز اس لفظ کو گرہوں یا سورج وغیرہ میں مقیم ارواح کے معنوں میں استعمال کرتے تھے (دیکھو سولیلیگریز مصنفہ جے ایچ گولڈک J. H. Gouldawke صفحہ ۲۵)

[2] جبکہ عیسائی دُنیا کے ایک حصہ میں خاص دلچسپی کی باتیں یسوع کی انسانی سرشت اور انسانی زندگی تھی عیسائی دُنیا کے ایک دوسرے حصہ میں اُس کے وجود کے متعلق خیالات ایسے وہمی ہوگئے تھے کہ اُسکی انسانیت درجہ صفر تک پہونچ گئی تھی۔ مختلف ناسٹک طریقے (سسٹم) عموماً اس بارے میں متفق تھے۔ کہ یسوع ایک (aeon) تھا۔ وہ انسانوں کی روحوں کا نجات دہندہ تھا۔ وہ اُنکی جسمانی نیچر کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ (ہسٹری آف دی ڈاگما آف دی ڈیٹی آف جیزس مصنفہ اے ڈیوائیل)

نہایت آلودہ پایا گیا ہے ہندوستان سے لیئے تھے۔[۱] اُن کا حسب ذیل اعتقاد تھا:-

"ظلمت میں مقید روح کی نجات کے لیئے "روشنی کے شہزادے" "سورج کی روح" نے ذہنی دُنیا (سورج جس کا نمونہ ہے) کے استخلاص کے لئے تعین ہوکر اپنے تائیں انسانوں کے درمیان ظاہر کیا۔ روشنی تاریکی میں نمودار ہوئی۔ لیکن تاریکی نے اس کو نہ پہچانا فی الحقیقت روشنی اور اندھیرے کا ملاپ نہیں ہوسکتا تھا۔ اُس نے صرف انسانی شکل اختیار کی۔ تصلیب کے وقت یسوع صرف بادی النظر میں مرتا ہوا معلوم دیا۔ اُس کا جسم غائب ہوگیا تھا۔ اردگرد کھڑے ہوئے لوگوں نے اُس کے بجائے ایک روشنی کی صلیب دیکھی جس پر کہ ایک آسمانی آواز سے یہہ الفاظ نکلے صلیب لوگس (دروازہ) کرسٹس (خوشی) کہلاتی ہے" (دیکھو بائیبل متھس اینڈ دیئر بیریللز ان ادر ریلیجنز صفحہ ۵۱۱)

ناسٹکز بڑی چرب زبانی سے انجیلی تواریخوں میں سے کئی آئتیں اپنے عقیدہ کی تائید میں پیش کرتے تھے۔ یسوع کے یہودیوں کے درمیان میں سے نکل کر چلے جانے کی کہانی جب کہ وہ اُس کو ایک پہاڑی کے دامن سے سر کے بل گرانے لگے تھے (لوقا $\frac{۴}{۲۹-۳۰}$) اور جب کہ وے اُس کو سنگسار کرنے لگے تھے (یوحنا $\frac{۸}{۵۹}$ و $\frac{۱۰}{۳۱ و ۳۹}$) ایسی مثالیں تھیں جو. اس بارے میں بشپ فاسٹس صاحب اپنے خیالات یوں ظاہر کرتے ہیں۔

"کیا تم انجیل کو مانتے ہو؟ (تم پوچھتے ہو) بیشک میں مانتا ہوں۔ تو پھر کیا تم یہہ بھی یقین رکھتے ہو کہ یسوع پیدا ہوا تھا؟ میرا ایسا یقین نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے کسی طرح بھی یہہ لازم نہیں آتا کہ چونکہ میں انجیل کو مانتا ہوں اس لئے میرے لئے یہہ بھی ماننا لازمی ہے۔ کہ یسوع پیدا ہوا تھا۔ تب کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ مریم کنواری سے پیدا ہوا تھا۔ مینز کہتا ہے کہ خدا نکرے جو میں کبھی یہہ بات قبول کروں کہ ہمارا خداوند یسوع مسیح ...... وغیرہ۔ (دیکھو لارڈ نرز ورکس جلد ۴ صفحہ ۲۰)

(نوٹ نمبر ۱) ایپی فینی اس بیان کرتا ہے کہ یسوع سے قبل بیس[۲] گذرے تھے اور اسمیں ذرا بھی شک نہیں ہوسکتا کہ یہہ قول بالکل درست ہے کیونکہ تمام عیسائی فرقوں کے بہت سے مسائل اور رسومات یسوع ناصری کے زمانہ سے پیشتر موجود تھیں۔ (ڈی ڈبلیو ڈون)

مسٹر کنگ صاحب ناسٹک عیسائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اُن کے خاص مسایل اُن کے زمانہ سے صدیوں پہلے ایشیا کوچک کے کئی شہروں میں مانے جاتے تھے۔ یہاں اُن کا آغاز غالباً اُسوقت ہوا جبکہ شاہان (Seleucidae) سیلیوسیڈی اور Ptolemies (ٹالمیز) کے عہد میں ہندوستان کے ساتھ براہِ راست راہ ورسم قایم ہوئی (افی سس میں ایسی نیز اور میگاتھیز کا کالج۔ ٹریس کے آرفکس۔ قاہرہ کے کتھوریٹس۔ تمام ایک قدیم اور مشترک مذہب کی صرف شاخیں ہیں اور جسکی اصلیت ایشیائی ہے"

(دیکھو کنگز ناسٹکز صفحہ ۱)

اِن قدیم عیسائی ناسٹکز کا نئے عہدنامہ کی کئی آیتوں میں حوالہ پایا جاتا ہے جیساکہ:-

"ہرایک روح جو اقرار کرتی ہے کہ یسوع مسیح جسم میں آیا ہے خدا کی طرف سے ہے اور ہرایک روح جو اقرار نہیں کرتی کہ یسوع مسیح جسم میں آیا خدا کی طرف سے نہیں (یوحنا کا پہلا خط عام باب ۴۔ آیت ۲ و ۳) کیونکہ بہت سے دغا باز دُنیا میں گھس آئے ہیں جو اقرار نہیں کرتے کہ یسوع مسیح جسم میں آیا (یوحنا کا دوسرا خط باب اول آیت ۷)"

اِس طرح کی زبان کبھی استعمال نہ کیجاتی اگر یسوع مسیح کی انسانی ہستی کی اصلیت سے انکار نہ کیا جاتا یا (جیساکہ اغلب معلوم دیتا ہے) کہ اگر رسول اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی شہادت پیش کرسکتا۔

اِس بارے میں قدیم عیسائیوں کے درمیان زمانۂ دراز تک جھگڑے ہوتے رہے۔ ہرمس اِسکا ذکر کرتے ہوئے اپنے بھائیونکو کہتا ہے:-

"اے میرے عزیزو اِس بات کا خیال رکھو کہ تمہارے جھگڑے تمکو اپنی زندگیوں سے محروم نہ کریں۔ تم خدا کے برگزیدوں کو کیسے ہدایت کروگے جبکہ تم خود قابلِ اصلاح ہو؟ اس لئے ایک دوسرے کو تنبیہ کرو۔ اور آپسمیں امن قایم رکھو۔ کہ میں تمہارے باپ کے روبرو کھڑا ہوا خداوند کے آگے تمہارا حساب دے سکوں" (ہرمس بک ۳ باب ۹)

اگناٹیئس اپنے خط بنام سمرنیئز (اہلِ سمرنا) میں لکھتا ہے:-

حاشیہ لہ یہ لفظ اُن کے لئے مستعمل ہوتا ہے جوکہ خدا کے ساتھ براہِ راست راہ و رسم رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (مذہبی مجذوبوں)

"صرف یسوع مسیح کے نام پر میں تمام مصیبتیں جھیلتا ہوں۔ وہ جو کہ مکمل انسان بنایا گیا تھا مجھے طاقت دیتا ہے۔ جبکہ بعضے نہ جانتے ہوئے انکار کرتے ہیں۔ یا خصوصاً اُن سے انکار کیا گیا ہے جو کہ جھوٹ کے پیرو ہیں۔ نہ کہ سچائی کے۔ جنکی نہ ہی پیشینگوں اور موسیٰ کی شریعت سے تسلی ہوئی ہے۔ نہ ہی تا ہنوز انجیل سے یا ہماری "تکالیف کے دیکھنے سے وہ قایل ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ ہماری بابت بھی ویسا ہی خیال کرتے ہیں۔ اُس شخص سے مجھ کو کیا حاصل جو کہ میری تعریف کرے اور میرے خداوند کے حق میں یہ کلمۂ کفر کہے کہ وہ جسم میں نہیں آیا تھا" (باب ۴)

پھر وہی اپنے خط بنام اہل فیلڈ یلفیا میں لکھتا ہے:-

"میں نے بعضوں کی نسبت سُنا ہے جو کہتے ہیں کہ جبتک ہم اصل کتاب میں لکھا ہوا نہ دیکھ لیں ہم یقین نہیں کریں گے کہ ایسا انجیل میں لکھا ہے۔ اور جب میں نے کہا کہ لکھا ہے تو انھوں نے جواب میں وہ کہا جو کہ اُنکی تحریف شدہ نسخوں میں لکھا تھا" (باب ۲)

پولیکارپ اپنے خط بنام فلی پینز میں لکھتا ہے:-

"جو کوئی یسوع مسیح کے جسم میں آنے کا قایل نہیں ہے وہ دین عیسوی کا مخالف ہے اور وہ جو اُس کے مصلوب ہونیکا اقراری نہیں ہے شیطان کی طرف سے ہے۔ اور وہ جو خدا کے پاک کلام کو اپنی نفسانیت کے موافق الٹ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ نہ ہی قیامت ہوگی نہ انصاف وہ شیطان کا اکلوتا ہے" (باب ۳)

اِگناٹی۔ اس۔ اہل میگنیشیا سے کہتا ہے:-

"جنبی عقیدوں پر مت بھولنا نہ ہی قدیم داستانوں پر جو کہ لاحاصل ہیں۔ کیونکہ اگر ہم اب بھی یہودی شریعت کے ہی پابند رہے تو گویا ہم خود ہی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے فضل حاصل نہیں کیا ہے۔ کیونکہ نہایت پاک پیغمبر بھی یسوع مسیح کے موافق چلتے تھے۔ اِسواسطے اگرچہ اُنہوں نے اِن قدیم قوانین میں تربیّت پائی تھی تو بھی اُن کی اُمیدیں تروتازہ ہوئیں۔ اُنہوں نے سبت کا ماننا ترک کردیا اور خداوند کے دن کو ماننے لگے۔ جسدن کہ اُس سے اور اُسکی موت سے ہماری زندگی بھی نکلی ہے۔ جس سے کہ بعض ابھی تک منکر ہیں۔ جس اسرار سے ہم ایمان لاتے ہیں اور اِس لئے منتظر ہیں کہ ہم اپنے ایک ماتر مالک یسوع مسیح کے شاگرد ثابت ہوں۔۔۔ اے میرے عزیزو! یہ باتیں میں اِسلئے تمکو نہیں لکھتا کہ تمہارے میں سے کسی کو اِس غلطی میں مبتلا پاتا ہوں۔ لیکن اپنے تئیں آپکا ایک ادنےٰ خادم جان کر میں تمکو خبردار کرتا ہوں تاکہ تم فضول عقیدہ کے جال میں نہ پھنس جاؤ" (باب ۲)

فہرست کتب مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر جو مطبع ستدھرم پرچارک جالندھر شہر سے بقیمت مل سکتی ہیں

ثبوت تناسخ - عیسائی، مسلمان، برہمو صاحبان کے تمام اعتراضوں کی تردید قیمت فی جلد ...... ۲؎

تکذیب براہین احمدیہ جلد اول - محمدی اسلام کا زور توڑنے کے لئے ایک صف شکن توپ ہے ...... ۲؎

تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم - قیمت ۱؎

نسخہ خبط احمدیہ - خبط قادیانی کے لئے سلیمانی نسخہ ہے - قیمت فی جلد ۱۲

تاریخ دنیا جلد اول - سرشٹی اتپتی شاستروں سے وسمت کی بابت تاریخی و علمی تحقیقات کا ذخیرہ قابل دید ہے ۳

تاریخ دنیا جلد دوم قیمت فی جلد ۴

تحفہ شہید نمبر ۱ - صداقت دھرم آریہ ۲

〃 نمبر ۲ - رد خلعت اسلام ۱

〃 نمبر ۳ - آئینہ شفاعت زبان فارسی ۰

〃 نمبر ۴ - ابطال بشارات احمدیہ ۲

〃 نمبر ۵ - پنت اوہارن و متعلقہ شدہی ۲

〃 نمبر ۶ - کرشن چندر کا جیون چرتر جلد اول ۱

〃 نمبر ۷ - سنتری شکتا کے رسائل ۲

〃 نمبر ۸ - نجات کی اصلی تعریف ۰

کلیات آریہ مسافر

نمبر ۱ - اظہار حق ۰

نمبر ۲ - صداقت الہام بجواب دلائل

اغلاط الہام قیمت فی جلد ۰

نمبر ۳ - عطر روحانی بجواب گلاب چمن ۱

نمبر ۴ - پوران کس نے بنائے ۱

نمبر ۵ - دیوی بہاگوت پرکھتا ۱

نمبر ۶ - سنتری شکتا ۲

نمبر ۷ - سانچ کو آنچ نہیں ۱

نمبر ۸ - سچے دھرم کی شہادت ۱

نمبر ۹ - ہندو آریہ اور ہمنتی کی تحقیقات ۱

نمبر ۱۰ - صداقت اصول تعلیم آریہ سماج ۱

نمبر ۱۱ - مردہ ضرور جلانا چاہئے ۲

نمبر ۱۲ - مسئلہ نیوگ ۱

نمبر ۱۳ - صداقت رگوید ۲

نمبر ۱۴ - مورتی پرکاش ۰

نمبر ۱۵ - دھرم پرچار متعلقہ شدہی ۰

نمبر ۱۶ - راہ نجات ۱

نمبر ۱۷ - آریہ سماج میں شانتی پھیلانیکا اصلی اپاؤ و رامچندر جی کا سچا درشن ۱

نمبر ۱۸ - رسالہ جہاد ۳

ان کل ۱۸ نمبروں کی ایک جلد بنائی گئی ہے - جو بڑی ضخیم خوبصورت کتاب بن گئی ہے پہلے کبھی یہ کل نمبر ایک تقطیع پر نہیں چھپے - تاریخ دنیا بھی اس جلد کے ساتھ رکھی گئی ہے - مجلد عہ غیر مجلد عہ - درخواست منیجر کے نام بھیجیں +

بابت ماہ نومبر
امرت کا چشمہ وید مقدس
رگ یجر سام اتھرو
ویدک چمن

اوم

ایڈیٹر
لالہ منشی رام پلیڈر

اسسٹنٹ ایڈیٹر
لالہ وزیر چند ودیارتھی اپدیشک
آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جہاں جہاں سب او رعلوم حق کی روشنی پھیلیگی وہاں وہاں آریہ دھرم کا جھنڈا سربلند ہوگا آریہ مسافر

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः ।
ब्रह्मराजन्याभ्याꣳ शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय ॥ یجروید

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ
حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جلد ۱ | جلندھر شہر ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء مطابق آریہ سمت ۱۹۷۲۹۴۹۰۰۰ | نمبر ۳

مطبع ست دھرم پرچارک جلندھر شہر میں لالہ منشی رام پلیڈر منیجر کے اہتمام سے طبع ہوکر شائع ہوا

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶۔ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دہرم پر جان قربان کر دی۔ اور آخری نصیحت یہہ کی کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے" انکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہہ فنڈ کہولا گیا ہے۔ پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گزارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روزاول ہے۔ پچاس ہزار روپئے کے سرمایہ کے لئے اپیل ہے لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دہرم کی سیوا کی اس کے مقابلہ میں یہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جو میں ہزار جمع ہو چکے ہیں ۲۶ ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے۔ پیارے بہائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کر دو۔ تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کی اپدیشک دیش دیشانتروں میں اور دویپ دویپانتروں میں ویدک دہرم کا جھنڈا بلند کئے اوم کی دہونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دہارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے بچریں۔ اس دان سے نہ تم اپنی سچی شکرگذاری کا ہی اظہار کرو گے۔ بلکہ اپنے ویدک گیان سے بے بہرہ بہائیوں کے لئے بھی روشنی کا سامان مہیا کرو گے۔ پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دہرم یدہ میں شریک ہونے کی توفیق دیویں۔ اوم شم

(نوٹ) کل روپیہ اس فنڈ اور وید پرچار فنڈ کا بنام **لالہ خوشی رام** منتری آریہ پرتی ندہی سبہا پنجاب بمقام لاہور بہیجنا چاہئے۔

اصول آریہ سماج

(۱) سب سچے علم اور علم سے جو کچہہ معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ اُن سب کا اصل اصول پرمیشور ہے۔ (۲) ایشور ہستی مطلق و علم مطلق و سرور مطلق یعنی ہستی یا علم و پرسُرور بے جسم۔ قادر مطلق۔ عادل۔ رحیم۔ غیر مولود۔ غیر محدود۔ بے عیب قدیم و بیمثال۔ پناہِ کُل۔ رب العالمین۔ حاضر و ناظر۔ علیم کُل۔ لازوال۔ حی جاوید۔ لایخاف۔ دائم۔ قدوس و خالق کائنات ہے۔ اُسکی عبادت سزاوار ہے۔

(۳) وید سچے علوم کی پستک ہے۔ وید کا پڑہنا پڑہانا سننا سُنانا آریوں کا پرم دہرم ہے۔ (۴) سچ کے قبول کرنے میں اور جہوٹہ کے چہوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے۔ (۵) سب کام دہرم کے مطابق یعنی سچ اور جہوٹہ کو سوچکر کرنے چاہئے۔ (۶) سنسار کا اپکار کرنا اس سماج کا خاص منشا ہے یعنی جسمانی روحانی اور رفاہ عامہ خلائق کی ترقی کرنا۔ (۷) سب سے باتحاد تمام دہرم کے مطابق جسے جیسا مناسب ہو برتنا چاہئے۔

(۸) جہالت کا ناش اور علم کی ترقی کرنی چاہئے۔

(۹) ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہئے بلکہ سب کی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجہنی چاہئے۔

(۱۰) سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں کہ جو رفاہ عامہ سے متعلق ہوں پرلبس رہنا چاہئے۔ اور ان اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں سب خود مختار رہیں۔

ओ३म्

ओ३म्

یجروید ادھیا ۲۶ منتر ۲

جلد ۱ | بابت ماہ نومبر ۱۸۹۸ء | نمبر ۳

ودیا کا پرکاش

عبادت کا حقیقی طریقہ

ویدک دہرم کے ماننے والوں میں سے مہرشی پتنجلی سے بڑہکر کوئی بہی ایسا خدا رسیدہ نہیں ہوا جسنے اپنے تجربوں کو قلم بند کر کے عبادت کا مکمل طریقہ بتلایا ہو- یوں تو بڑے بڑے یوگی راج ہوگزرے ہیں- جن کے قدموں پر بیٹھ کر کہ پتنجلی سے خدا پرستوں نے علم معرفت کی ابجد خوانی کی ہے- تاہم بلحاظ اُس اُپدیش کے جوکہ پتنجلی جی سے ظہور پذیر ہوا- ہم جہاں تک اُس رشی کا دہنیہ واد کریں تہوڑا ہے-

رشیوں کے رموز کو کچہہ رشی ہی سمجہنے کی لیاقت رکھتے ہیں- اس لئے کسی رشی کی تصنیف کو سمجہنے کے لئے ایسی تفسیر کی تلاش کرنی چاہئے جوکہ کسی دوسرے رشی نے اُسپر بنائی ہو- پتنجلی رشی کی مصنف

یوگ درشن پر مستند تفسیر دیاس جی مہاراج کی ملتی ہے - ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ پتنجلی کے یوگ درشن کے سوتروں کے معنی مع دیاس جی مہاراج کی تفسیر کے ترجمہ کے ذیل میں درج کریں - تاکہ نجات کے متلاشی آتما سچے راستہ کا پتہ لگا کر اپنے گھبرائے ہوئے دلوں کو تسکین دے سکیں -

پہلا پاد

अथ योगानुशासनम् ॥ سوتر (۱)

"اب یوگ شاستر کا آغاز کیا جاتا ہے"

تفسیر کا مطلب

اِس سوتر میں لفظ अथ (اتھ) آغاز کو دکھلانیوالا ہے - یوگ سمادھی (من کا یکسو ہونا) کو کہتے ہیں - وہ سمادھی چت کا ایک وصف ہے اور ہر ایک حالت میں حاصل کیجا سکتی ہے - چت کی حالتیں پانچ ہیں (۱) کشپت (۲) موڑھ (۳) وکشپت (۴) ایکاگر اور (۵) نِرُدھ -

(۱) کشپت اُس حالت کا نام ہے جبکہ من کے ترنگ مختلف دُنیاوی جذبات کے اندر جاتے ہیں -

(۲) موڑھ - اُس حالت کو کہتے ہیں جبکہ من دیوانہ ہوکر نیک و بد میں تمیز کرنے کے قابل نہ رہے -

(۳) وکشپت - اُس حالت کو کہتے ہیں - جسمیں کہ من گھبراہٹ میں پڑکر ایک طرف نہ جم سکے -

(۴) ایکاگر اُس حالت کو کہتے ہیں - جبکہ من کو تمام وشیوں سے روک کر کسی ایک وشے کے اندر لگا دیا جاوے - اور (۵) نِرُودھ - اُس حالت کا نام ہے جبکہ من میں کسی طرح کی بھی خواہش باقی نہیں رہتی -

اِن میں سے پہلی چار حالتوں میں ست - رج - اور تم - اِن تینوں گنوں کا تعلق رہتا ہے لیکن پانچویں حالت میں اِن گنوں کا محض سنسکار سا رہ جاتا ہے - اِن میں سے پہلی تین حالتوں میں یوگ (پرمیشور سے میل) ہرگز نہیں ہوسکتا - کیونکہ اُن حالتوں میں من دُنیاوی جذبات کے اندر پھنسا رہتا ہے - چوتھی یعنی ایکاگر حالت میں جو یوگ ہوتا ہے - اُسمیں دُنیاوی چیزوں کے ساتھ لگاؤ باقی رہتا ہے - لیکن جو یوگ کہ نِرُودھ حالت میں ہوتا ہے - اُسمیں دُنیاوی تعلقات سے بالکل رہائی ہوتی ہے - اور اُسی حالت میں پرماتما کے ساتھ سچا سمبندھ ہوتا ہے - اُسکا بیان اگلے سوتر میں کیا جائے گا ◆

تمہید۔ خیال اور کلام کی منزل سے گزر کر انسان عمل کی منزل پر پہونچتا ہے۔ لیکن کسی چیز کے عمل کو شروع کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ اُس کے عامل کیلئے جو اوصاف ضروری ہیں اُنکو حاصل کیا جاوے۔ اِسی لئے آریوں کی دہرم پُستکوں میں جگہہ بہ جگہہ ہدایت ہے۔ کہ ادہکاری یعنی مستحق کے سوا اور کسی کو خاص علم کا اوپدیش نہ کیا جاوے۔ اِس جگہہ بھی ضروری تھا کہ ادہکاری کی تعریف کر دی جاوے۔ تاکہ ہر ایک انسان تحقیقات کے میدان میں قدم رکھنے سے پیشتر اُسکے لئے پوری تیاری کر لیوے :-

दस्रा युवाकवः सुता नासत्या वृक्तबर्हिषः । आ यातं रुद्रवर्तनी ॥३॥

منتر ۳

اُے مفرد اور مرکب حرکتوں کے علم کے ماہر۔ علم حرفت کی اصلیت معلوم کرکے ظاہر اور اُس کے نتیجہ کو روشن کرنے والے یگیہ کرنیوالے عالمو! دُکھوں کے دور کرنیوالے جنمیں ایک بھی غلط وصف نہیں ہے۔ اور جو ہشیار ضروریات کو حاصل کرانیوالے اور پران کے راستے سے چلنیوالے آگ اور پانی ہیں۔ اُنہیں کی ہاتھ کو جانکر تم سکھہ حاصل کر سکتے ہو "

(نوٹ) اگ آگ اور پانی کے ہر ایک کام میں ہوا کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے گویا اُنکی ہر ایک حرکت میں پران یعنی ہوا کی ضرورت ہونیکی وجہ سے پران ہی اُن کے چلنے کا راستہ ہے ::

تمہید۔ علم کے مستحق (ادہکاری) کے اوصاف بتلاکر اب اُسے ہدایت دی جاتی ہے کہ کن حالات میں اپنے مشاہدے کے کام کو شروع کرے۔ اور اِس تاکید کی ضرورت اِس لئے ہوئی کہ انسانی بناوٹ میں بھی قدرت کی دوسری بناوٹوں کی طرح دو متضاد حرکتوں سے ہی مناسب نتیجہ برامد ہوتا ہے۔ رات اور دن گو ظاہرا دو متضاد طاقتیں نظر آرہی ہیں لیکن درحقیقت ایکدوسرے کی مددگار ہیں۔ پس کام کرنیوالے کو بتلانے کی ضرورت ہوئی۔ کہ سورج کی روشنی میں ہی کام کرنا چاہئے۔ کیونکہ رات آرام کے لئے بنائی گئی ہے۔ تاکہ انسان کام کے لئے مقررہ وقت کے بعد تر و تازہ ہو جایا کرے۔ اور وہی سورج جانداروں میں پران شکتی ڈالنے والا ہے *

इंद्रा याहि चित्रभानो सुता इमे त्वायवः । अण्वीभि-
स्तना पूतासः ॥४॥

منتر ۴

"جو سورج کہ اپنے اوصاف کی بدولت جملہ جہان تک پہونچتا ہے وہی اپنی کرنوں سے اِن سب پاک چیزوں کو روشن کرتا ہے جو کہ جہان میں پھیلی ہوئیں اُسی کے ذریعہ سے زندگی بسر کرتی ہیں"

تمہید۔ ابھی روحانی تعلیم کا آغاز ہے۔ ہرایک پرمیشوری طاقت اور ہرایک پرمیشور کا جہان میں پھیلایا ہوا اصول بذاتِ خود ایک پرمیشور نظر آنے لگ جاتا ہے۔ جس طرح پرکہ تعلیم سے بے بہرہ وحشیوں کو ہرایک اچھے والی چیز کے اندر ایک دیوتا دکھائی دیتا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ سورج کی تعریف کرنے کے بعد ہی اُس سورج کے بھی پیدا کرنیوالے پرماتما کی مہما کا بیان کیا جاوے۔ تاکہ کمزور انسان مادہ پرستی سے بچکر روحانی منزل میں ایک قدم آگے اُٹھا سکے :-

इंद्रा याहि धियेषितो विप्रजूतः सुतावतः । उप ब्र-
ह्माणि वाघतः ॥५॥

منتر ۵

"اے جملہ ثروتوں کے مالک! آپ جو اعلیٰ اعمال[1] (کی مدد) اور عقلِ لطیف سے حاصل ہونے کے لائق اور عقلمند عالموں کے جاننے کے لائق ہیں۔ وید کے راز کو اور اُس کے ذریعہ سے جاننے کے لائق اشیاء جہانی کو جاننے والے جو یگیہ کرموں سے (دُنیا میں) سکھ[2] لانیوالے لوگ ہیں۔ اُن کو حاصل ہو جئے"

(نوٹ) [1] جبتک کہ اعلیٰ افعال کا علم نہ ہو تب تک اُنپر عمل نہیں ہوسکتا اور جب تک کہ عمل نہ ہو تب تک عقل لطیف نہیں ہوتی اور عقل لطیف کے ذریعہ سے ہی پرمیشور تک رسائی ہوتی ہے۔

کہ خاتمہ پر صاف کردیا ہے کہ عقل کو خواہ کتنا ہی لطیف بناؤ اور اس سے خواہ ہر ایک مادی چیز کی ماہیت کو جان لو۔ تاہم جب تک کہ نیت نیک نہیں تب تک پرمیشور کا حاصل ہونا مشکل ہے ✚

تمہید۔ سورج کی ماہیت کو بتلا اور مادہ پرستی سے بچاکر اب انسان کو جتلایا جاتا ہے کہ کس طرح وہ مادی اور روحانی صحت کو قایم رکھہ سکتا ہے۔ ان ہردو صحتوں کے قایم رہنے کا ذریعہ ہوا کو بیان کیا گیا ہے۔ ہوا کی بدولت ہی ہمارے پیٹ کے اندر غذا کے ہضم ہونے اور خون کے ٹہیک طور پر چلنے کا انتظام ہے جس سے کہ جسمانی صحت ٹہیک رہتی ہے۔ اور اسی کی بدولت ویدوں کی تعلیم کا سلسلہ ایک دوسرے کے ذریعہ سے جاری رہ سکتا ہے۔ کیونکہ ہوا ہی آواز کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچانیوالی ہے:-

इन्द्रा याहि तूतुजान उप ब्रह्माणि हरिवः। सुते दधि-
ष्व नश्चनः ॥ ६ ॥

منتر ۶

"جو تیز رفتار چمکدار ہوا ہے وہ پیدا شدہ آواز کی حرکت سے ہمارے لئے وید کے تعریفی یعنی کلمات کو حاصل کراتا ہے اور ہمارے کہانے کے فعل کو درست کرتا ہے"

(نوٹ) وید کے کلمات اشیاء کی ٹہیک تعریف کرتے ہیں۔ پس یہاں تعریفی کے معنی ٹہیک بیان کرنیوالے کے ہیں۔

تمہید۔ مادی جہان کی اشیا کے اندر تفتیش کرنیکی ضرورت اس لئے ہے تاکہ ان سبکی ماہیت کو جان کر انسان اس ایک اصول کو سمجھہ سکے جو کہ ان سب کے اندر کام کر رہا ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ مادی چیزوں کی تحقیقات میں مست ہوکر انسان پرمیشور کو دہیان تک نہ پہونچے۔ جہاں تک کہ اسکا مادی جہان کے ساتہہ تعلق ہے اور دوسرے انسانوں کے ساتہہ اپنا اور ان سب کے ساتہہ پرمیشور کا جو گہرا تعلق ہے اسے بہولجاوے۔ اس لئے محدود العقل انسان کو یہہ بتلانا ضروری ہے۔ کہ جن لوگوں نے پرم آتما (روح کل) کو جیو آتما (روح انسانی)

کے اندر تلاش کیا ہے اُنہیں کی شاگردی سے پرم آتما کی منزل اور مادی اشیاء کی ماہیت معلوم ہوسکتی ہے :-

ओमास श्चर्षणीधृतो विश्वे देवास आ गत । दाश्वांसो दाशुषः सुतं ॥७॥

منتر

"سب کے محافظ عالِم علم اور نصیحت کو پیار کرنیوالے - علمِ حق سے راحت حاصل کرنیوالے - ٹھیک اعتقاد رکھنے والے - اعلیٰ اوصاف کے دینے اور جملہ علوم کے سنانے والے - پرمیشور کے حصول میں ریاضت کرنیوالے - اعلیٰ علم اور عمل کے خواہشمند ہوکر کام کرنیوالے - سب کا بھلا چاہنے والے - علمِ حق میں قابل تحسین - سارے نیک اعمال کو حاصل کرنیوالے - بُرے اعمال کے دور کرنیوالے - نیک اوصاف کے دینے والے - اعلےٰ گیان سے بھرپور - سچی نصیحت سے انسانوں کو سُکھی کرنیوالے - اور نیک اعمال سے سبکو بیخوف کرنیوالے جملہ عالمانِ باعمل ہیں - وے اچھے آدمیوں کے لئے سوم وغیرہ اوشدھیوں کی ماہیت کا بیان اور علم کی روشنی ہمیشہ پھیلاتے رہیں -"

(نوٹ) अव دہاتو سے اوما بنا ہے اُس کے جسقدر معنی بلحاظ لفظ اوم کے ہوسکتے ہیں وے سب یہاں بیان کئے گئے ہیں -

---

تمہید - جن انسانوں نے کہ اپنی محنت اور اپنے استقلال سے علمِ حق کو حاصل کیا ہے - اوپر چڑھکر اُنکی عقل کو بھی چکر آجاتا ہے - اور وے دیگر اپنے سے نیچے انسانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں - ایسی ہی نامناسب حالت میں اکثر منزل رسیدہ لوگوں نے انسانوں کے گلوں میں غلامی کے طوق پہنائے ہیں اور دوسروں کو غلام بنا بناتے آخرکار خود اپنے جذبات کے غلام بنکر بہت ہی نیچے جاگرے ہیں - ایسی حالت سے بچانے کے لئے جملہ عالمانِ باعمل کو سمجھانے کی ضرورت تھی کہ حاصل کی ہوئی اعلیٰ سے اعلیٰ ودیا بھی مفید نہیں ہوسکتی - جبتک کہ اوسے دوسروں کے بھلے (پروپکار) کے لئے نہ سمجھا جاوے - پس ہر ایک عالم کا فرض ہے کہ جس علم کی بدولت کہ اُسنے خود شانتی حاصل کی ہے - اُس سے دوسروں کو بھی

مستفیض کرے۔

विश्वे देवासो अस्रुः सुतमा गंत तूर्णयः। उस्रा इव स्वसराणि ॥ ८ ॥

منتر ۸

"اے انسانوں کو جسمانی اور روحانی طاقت بخشنے۔ اور اُن (جسمانی اور روحانی اصولوں) کے روشن کرنے میں توقف نہ کرنیوالے جملہ باعمل عالمو! جس طرح پر کہ دلوں کو روشن کرنے کے لئے سورج کی کرنیں آتی جاتی ہیں اسی طرح پر تم بھی انسانوں کے نزدیک اندرونی معرفت کی روشنی ڈالنے کے لئے آیا جایا کرو۔"

تمہید۔ معمولی انسانوں کی باہنہ پکڑکر اُنہیں اُٹھانا اور منزل مقصود کی طرف اُنہیں راغب کرنا چھوٹا کام نہیں ہے۔ اِس سے بھی عالموں کے دلوں میں غرور پیدا ہوتا ہے۔ اور اِس غرور کی حالت میں ہرایک عالم اپنے آپکو ہی قابل پرستش ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے۔ جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ علم کی موجودگی میں بھی بغض اور حسد کی بادشاہت قایم ہونے لگتی ہے۔ پس وید خبردار کرتا ہے کہ جب جملہ عالمانِ باعمل کی منزل مقصود ایک ہے اور جبکہ پروپکار کرنا فرض انسانی ہے۔ نہ کہ کسی قسم کی خصوصیّت۔ تو عالموں کو آپسمیں بغض و حسد کو ترک کرکے محبت سے برتاؤ کرنا چاہئے۔ تاکہ وے اِس روحانی ملاپ سے ایک دوسرے کو منزل مقصود تک پہونچانے میں مدد دے سکیں۔

विश्वे देवासो अप्तुरः एहिमायासो अद्रुहः।मेधं जुषंत वह्नयः ॥ ९ ॥

منتر ۹

"اے اعلیٰ عمل کے دلدادہ اور مستقل علم سے بہرہ ور۔ بغض سے بری اور دُنیا کو سُکھہ پہونچانے والے جملہ عالمانِ باعمل! آپ لوگ علم اور

نخل سے حاصل کرنے کے لائق یگیہ کو ایک دوسرے کے ساتھ ملکر محبت سے کیا کرو۔"

(نوٹ) یگیہ سے مراد ہر ایک اعلیٰ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔

تشریح۔ جب عالم لوگ ملکر کام کریں گے تو اُنکو زبان کی شرن لینی پڑیگی۔ بانی (زبان) جسے کہ وید سرسوتی نام سے پکارتا ہے۔ جملہ علوم کے دینے والی ہے۔ اس کا نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ سب گنوں کی کان یہی ہے۔ کیونکہ جسمیں جملہ اعلیٰ اوصاف کا ظہور ہو اُسے سرسوتی کہتے ہیں۔ پس جب جملہ عالم لوگ سرسوتی کی شرن لیکر یگیہ کرتے ہیں۔ یعنی زبان کو ذریعہ بناتے ہیں تو باہمی مدد سے ہر ایک چیز کی ماہیت کو دریافت کرکے اپنا اور دوسروں کا سُکھ بڑھا سکتے ہیں۔ لیکن محض اس بانی سے ہی کام نہیں چل سکتا۔ جب تک کہ اُن اشیاء کی ماہیت نہ معلوم ہو جن کا اظہار کہ یہ بانی کرتی ہے۔ پس بانی اور وہ پدارتھ جن کا کہ بانی اظہار کرتی ہے۔ دونوں ملکر ہمارے روحانی اور جسمانی یگیہ کو سدھ کرنیوالے ہوتے ہیں:-

पावका नः सरस्वती वाजेभिर्वाजिनीवती । यज्ञं वष्टु धियावसुः ॥१०॥

منتر ۱۰

"جو جملہ علوم سے روشن ہونے کے لائق اشیاء ہیں اور جو علم سے مبنی ہوئی عمل کی دینے والی۔ نیک افعال کو اندر بسانے والی۔ پاک کرنے والے اعمال کو جگانے والی۔ اعلیٰ اوصاف سے موصوف بانی (زبان) ہے وے ہم لوگوں کے مادی اور روحانی یگیوں کو روشن کریں"

تشریح۔ جس طرح پر کہ اعلیٰ سے اعلیٰ علم بھی نکما اور دکھدائی ہے جب تک کہ اُسکا مقصود دوسروں کا بھلا نہ ہو۔ اسی طرح پر اعلیٰ سے اعلیٰ زباندانی بھی وبالِ جان ہے۔ جب تک کہ اُسکا مقصود نیک نہ ہو۔ پس وید

کا مرزان ہے۔

चोदयित्री सूनृतानां चेतन्ती सुमतीनां । यज्ञं दधे सरस्वती ॥११॥

منتر ۱۱

"جو جھوٹھ کا ناش کرنے اور سچے کلام اور افعال کا عمل کرانے۔ اور عالموں اور عاقلوں کو سمجھانے اور اعلیٰ اوصاف کو حاصل کرانیوالی بانی ہے۔ اسی کو حاصل کرنا واجب ہے"

تمہید۔ شبد کو بید شاستر کاروں نے مانا ہے اور وہ ہے بھی اتھاہ جس طرح پر کہ آکاش (خلا) کا ہم اپنے انسان وار اپار نہیں پا سکتے۔ اسی طرح پر شبد کا بھی تھاہ لگانا ہمارے لئے مشکل ہے۔ جب تک کہ کوئی اور مدد نہ ملے شبد کا تھاہ لگانے کے لئے پرماتما نے ہمیں زبان عطا کی ہے۔ جس شبد کے جال میں پھنسکر انسان کی عقل چکر میں آجاتی ہے۔ اُس شبد کے جال کو سُلجھانا زبان کا ہی کام ہے۔ اِس لئے وہ بانی نہیں ہے۔ جو کہ شبد جال کو زیادہ تر پیچیدہ کردے۔ بلکہ بانی وہی ہے۔ جس سے شبد جال کی زنجیر ٹوٹ کر ہمیں جبکہ شبد اپنے اصلی روپ میں دکھلائی دے سکیں۔ پس انسانوں کو چاہئے کہ بانی سے اُس روشنی کو حاصل کریں۔ جس سے کہ شبد کے اتھاہ اکاش میں ہم رستے کو حاصل کر سکیں:-

महो अर्णः सरस्वती प्रचेतयति केतुना । धियो विश्वा वि राजति ॥१२॥

منتر ۱۲

"جو بانی کہ عقل سلیم سے شبد روپی اتھاہ سمندر کو جاننے والی ہے وہی انسانوں کی عقل کو روشن کرتی ہے"

اوم شانتیہ۔ شانتیہ۔ شانتیہ

سوکت چہارم

تمہید۔ ہرایک چیز کی تلاش اُسی جگہہ سے کرنا مناسب ہے جہاں پر کہ اُسکا منبع یا مخرج ہو۔ اسمیں شُبہ نہیں ہے کہ منبع کے علاوہ بھی ایک چیز ملسکتی ہے لیکن جس آسانی سے کہ ہم اُسے منبع سے حاصل کرسکتے ہیں اُس آسانی سے دوسری جگہہ سے وہ اپنی اصلی حالت میں نہیں ملسکتی۔ گو مصنوعی حوضوں۔گھروں کے برتنوں اور گڑھوں میں بھی پانی مل سکتا ہے۔لیکن جس آسانی سے اور جس خالص حالت میں کہ وہ ندی سے ملسکتا ہے اُس طرحپر دیگر جگھوں سے ہرگز نہیں مل سکتا۔ اس لئے وید ہدایت فرماتا ہے۔کہ اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کے لئے جن سامانوں کی انسان کو ضرورت ہے۔ اُنکی تلاش پرمیشور کی درگاہ میں کرنی چاہئے۔جس طرح پر کہ دودہ خالص حالت میں آسانی سے حاصل کرنے کے لئے گائے کے پاس جانیکی ضرورت ہے۔ اسی طرح پر انسان کو اپنے ضروری سامان کے لئے اگر اُسے پاک حالت میں حاصل کرنا چاہتا ہے تو پرماتما کی بارگاہ میں پرارتہنا کرنی چاہئے۔

सुरूपकृत्नुमूतये सुदुघामिव गोदुहे । जुहूमसि द्यविद्यवि ॥ १ ॥

منترا

"جس طرح پر کہ دودہ کا خواہشمند ایسی گاؤونکو دوہ کر اپنا کام کرلیتا ہے جوکہ آسانی سے دوہی جاسکیں۔ اسی طرح پر ہم لوگ روزمرّہ علم کے حصول کے لئے اُس پرمیشور کی اُستتی کرتے ہیں جوکہ اپنی روشنی سے سب چیزوں کو اعلیٰ خوبصورتی بخشنے والا ہے"

تمہید۔ جس طرح پر کہ ہرایک روحانی روشنی کا بخشنے والا پرمیشور ہے۔ اسیطرح پر ہرایک مادّی روشنی کا پھیلانیوالا سورج ہے۔پس جس طرح پر کہ آتما سمبندہی تمام کام

پرماتما کے دیئے ہوئے پرکاش کے آسرے سے کرنے چاہئیں اُسی طرح تمام مادی کاموں کے کرنے کے لئے سورج کی روشنی سے مدد لینی ضروری ہے۔

उप नः सवना गहि सोमस्य सोमपाः पिब । गोदा इद्रेवतो मदः ॥२॥

منتر ۲

"جو سب چیزوں کی حفاظت کرنیوالا اور آنکھوں کی روشنی کا بخشنے والا سورج ہے وہ اپنی روشنی سے پیدہ شدہ جہان میں جلال والی اشیاء کو روشن کرنے کے لئے اپنی کرنوں سمیت سامنے آتا ہے۔ پس ہملوگوں کی اور اچھی چیزوں کے حاصل کرنیوالوں کی راحت کو بڑھاتا ہے"

تمہید۔ جب جملہ روحانی ثروت کا خزانہ پرماتما ہے۔ اور سورج جسکی روشنی کی مدد سے کہ مادی کام سیدہ ہوتے ہیں وہ بھی اُسی پرماتما کا بنایا ہوا ہے۔ تو ہم عام لوگ اُس پرماتما کو کیسے جانیں۔ اُس تک کیس طرح پہونچ سکیں۔ وید جواب دیتا ہے۔ کہ جن لوگوں کی پرماتما کے حضور میں دسترس ہے۔ اُنکی صحبت اور مدد سے ہی ہم لوگ پرماتما تک پہونچ سکتے ہیں:

अथा ते अन्तमानां विद्याम सुमतीनाम् । मा नो अति ख्य आ गहि ॥३॥

منتر ۳

"اے جملہ ثروت کے مالک پرمیشور! تجھہ کو جانکر تیرے نزدیک یعنی تیرے فرمانبردار جو عاقل نیکمرد ہیں اُنہیں کی صحبت سے ہم لوگ تجھہ کو جان سکتے ہیں۔ اور تم ہمکو حاصل ہو۔ اور اب تم ہمارے اندر ظاہر ہو۔ اور تم اپدیش کے سلسلے کو ہم سے مت روکو"

تمہید۔ جب نیک عالموں کی صحبت سے ہی پرمیشور کا حصول ممکن ہے۔ اور پرمیشور کے حصول سے ہی زندگی کا مقصد پورا ہوسکتا ہے۔ تو ست سنگ (نیک صحبت) کی مہما بیان کرنا ضروری ہوا اور یہہ تاکید بھی لازمی ہوئی کہ بزرگوں کی صحبت

پرہیز کیا جاوے۔ چنانچہ اگلا وید منتر صحبت کے لائق عالموں کے اوصاف بیان کرنے کے علاوہ یہہ بھی تاکید کرتا ہے کہ جاہلوں اور بدوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

منتر ۴

पेरेहि विग्रमस्तृतमिंद्रं पृच्छा विपश्चितं । यस्ते सखिभ्य ग्रा वरं ॥ ४ ॥

" اے طالب علم السانوں! جو تجھے اور تیرے دوستوں کو اعلیٰ علم سکھاتا ہے۔ اُس دانشمند۔ اہنسک (کسی جاندار کو نہ ستانے والے) اور علم کے جوہر سے پُر۔ راستگو کے پاس جاکر اپنے شکوک رفع کرو اور اسکے برخلاف اوصاف والوں سے دور رہو "

تمہید۔ جاہل بدوں کی صحبت سے خواہ کتنا ہی پرہیز کیا جاوے تاہم اُنکی موجودگی ہی بڑی خطرناک ہے۔ جب تک ایک بد آدمی بھی موجود ہے تبتک اطمینان کے ساتھ بیٹھنا مشکل ہے۔ اِس لئے نہ صرف یہی ضروری ہے کہ ہم لوگ بدوں کی صحبت سے پرہیز کریں - بلکہ ہماری پرارتھنا یہہ ہونی چاہئے۔ کہ جہان میں کوئی بد آدمی ہی نہ رہے تاکہ دوسروں کو بدی کی طرف راغب ہونے کا کوئی موقع ہی باقی نہ رہے۔

उत ब्रुवंतु नो निदो निरन्यतश्चिदारत । दधाना इंद्र इद्दुवः ॥ ५ ॥

نمبر ۵

" جو عالم لوگ کہ پرمیشور کی فرمانبرداری نیک ارادے اور محنت سے کرتے ہیں۔ وے ہی ہم لوگوں کے لئے علم حق کا اظہار کریں۔ اور جو کہ گمراہ۔ رند ہیں۔ وے نہ صرف ہم لوگوں سے ہی دور ہو جاویں۔ بلکہ دنیا میں کسی جگہہ بھی نہ رہیں "

تنبیہ ضروری- وید میں جگہہ بہ جگہہ پرارتھنا یعنی کلمات دعائیہ کی شکل میں عبارت آئی ہے۔ اُس سے یہہ نہیں سمجھہ لینا چاہئے۔ کہ انسانی مذاہب کی طرح وید بھی محض دعا کے زبانی کہنے سے مطلب براری کا قایل ہے۔ ویدک دہرم میں محض زبانی فعل سے کوئی بھی اصلی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ پس وید کی ہدایت ہے کہ ہر ایک کام کو من بچن اور کرم سے کرنا چاہئے۔ اسی طرح پرستتی۔ پرارتھنا اور آپاسنا کے بھی من بچن اور کرم سے ہی کرنیکا فرمان ہے۔ پس جہاں پرارتھنا ہے کہ دُنیا میں کوئی بھی بد نہ رہے۔ وہاں یہہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ کہ آنکھیں بند کرکے خاص لہجے میں اِن الفاظ کو ادا کرنیکا ہی نتیجہ یہہ ہو جائیگا کہ دُنیا میں کوئی بھی بد انسان نہ رہے۔ بلکہ ہمیں اپنی ہمت سے ایسی کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی انسان بدی کیطرف مایل ہی نہ ہو۔ یعنی جہاں ہمارے من میں یہ خواہش ہو کہ کوئی بد انسان دُنیا میں نہ رہے وہاں ہماری زبان سے یہی صدا نکلے اور ہمارے کام بھی اسی طرح کے ہونے چاہئیں تاکہ کوئی بد آدمی دُنیا میں باقی نہ رہے۔ دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے اعمال اور اپنی تقریر سے ہمیشہ بدی کی بیخکنی کی کوشش کرنی چاہئے "

تمہید- بد انسانوں کے دور کرنیکی ہدایت پڑھکر کمزور انسان فوراً سمجھہ لیتا ہے کہ بد آدمی بذات خود ہمارے دشمن ہیں اور اس لئے بجائے اُن کے سُدہار کی کوشش کے انہیں نیست و نابود کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ اِس لئے وید تاکید کرتا ہے کہ انسانوں کو اپنا دشمن مت سمجھو۔ اُنکے اندر تو وہ پوتر اصول موجود ہے۔ جسکا کہ تمہارے ساتھ بڑا نزدیکی تعلق ہے۔ کیونکہ یجُر وید کے گیارہویں ادہیا کے منترہ میں جملہ جیو آتماؤں کو **امرت پُتر** کا خطاب دیکر ایکدوسرے کے بھائی بتلایا ہے۔ پس انسان تو ہمارے بھائی ہیں۔ اُن سے کسی قسم کی دشمنی روا نہ رکھنی چاہئے۔ اور جو بدی کہ انہیں خراب کر رہی ہے اُسے اپنا جانی دشمن سمجھہ کر اُس بدی کو انسانوں سے علیحدہ کرنیکی کوشش کرنی چاہئے۔ پس وید ہدایت کرتا ہے کہ تم بدی کو دور کرو نہ کہ اپنے بھائیوں یعنی انسانوں کو ہی دور کردو۔

उत नः सुभगाँ अरिर्वोचेयुर्दस्म कृष्टयः। स्यामेदिन्द्र-

स्य शमेणि ॥ ६ ॥

نمبر ۶

"اے بدوں کو تنبیہ کرنیوالے پرمیشور! ہم لوگ آپکے دئیے ہوئے فرمان کی تعمیل میں ہمیشہ مستعد رہیں اور جملہ انسان ایکدوسرے کے لئے جملہ علوم کا اظہار کریں تاکہ جو انسان ہمارے دشمن کہلاتے ہیں وے بھی ہمیں نیک علم اور عمل کا مالک سمجھیں"

تمہید۔ جب باہمی بغض وحسد کا نام ونشان نہ رہا اور سب انسان ایکدوسرے کے دوست بن گئے تو پھر عقل ہر ایک مرض سے بری ہوگی۔ جسکا نتیجہ یہہ ہوگا۔ کہ دُنیا میں سکھہ کا راج آجاویگا:۔

एमाशुमाशवे भर यज्ञश्रियं नृमादनं । पतयन्मंद-यत्सखं ॥ ७ ॥

نمبر ۷

"اے مالکِ کُل پرمیشور! ہملوگوں کو ایسے علمِ حق سے بھرپور کردیجئے تاکہ ہماری سواریوں کے اندر تیزی کے اصول والی قدرتی طاقتوں سے تیز رفتاری آوے۔ ہمارے لئے یگیہ کی شوبھا بڑہے۔ پانی۔ زمین وغیرہ جوکہ انسان کو آنند دینے والے اور اُنکے مالک قرار دئے جانیکا ذریعہ ہیں۔ اُن کے ذریعہ سے سب عالم ہمارے رفیق بنیں"

تمہید۔ لیکن بُرائی کو دور کرنے کے لئے جہاں ضروری ہے کہ اپنے بھائی یعنی انسان سے دشمنی نہ کیجاوے وہاں یہہ بھی ضروری ہے کہ مناسب تنبیہ اُسے کیجاوے تاکہ وہ بے قابو نہ ہوجاوے اور آئندہ کے لئے بُرائیوں سے باز آوے۔

अस्य पीत्वा शतक्रतो घनो वृत्राणामभवः । प्रावो वा-जेषु वाजिनं ॥ ८ ॥

منتر ۸

"اے اعلیٰ انسانو! جس طرح شکل والا ہوکر سورج پانی سے ذرّوں کو پکڑ پانی برساکر جملہ جہان کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح ہر انگنت کام کرنیوالے تم بہادر لوگ بدوں کو دور کرنیوالے ہوکر اس جہان کی حفاظت کرنیوالے بنو۔ جو بہادر اس طرح پر بدی کو دور کرنیوالے ہیں۔ انکی ہمیشہ حفاظت ہونی چاہیئے"۔

تمہید روحانی اور جسمانی جنگ کس لئے کرنے چاہئیں؟ اگر اس لئے کہ جنگ کرنے والے کی شہرت بڑھے۔ تو ایسے جنگ بڑے بھاری گناہ ہیں۔ پس وید ہدایت دیتا ہے کہ ان جنگوں میں محض اس خیال سے شریک ہو کہ تمہارے پرماتما کو جاننے کے راستے میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور ہوں:۔

तं त्वा वाजेषु वाजिनं वाजयामः शतक्रतो । धना-
नामिन्द्र सातये ॥९॥

منتر ۹

"اے بیحد علم رکھنے والے جملہ ثروتوں کے مالک پرمیشور! ہم لوگ روحانی اور مادی دولت کے حصول کے ذرائع تک پہونچنے کے لئے جنگ میں فتحیاب ہوں تاکہ ہم آپکو ہی جاننے کے لئے کوشش کرتے رہیں"۔

यो रायो३ऽवनिर्महान्त्सुपारः सुन्वतः सखा । तस्मा
इन्द्राय गायत ॥१०॥

منتر ۱۰

"اے عالمو! جو سب سے بڑا۔ سب اعلےٰ خواہشوں کا پورا کرنیوالا۔ دھرماتما انسانوں کا رفیق بنکر انہیں سکھ دینے والا۔ روحانی اور مادی دولت کا

محافظ انسانوں پر سب برکتوں کا نازل کرنیوالا پرمیشور ہے - اُسی کو تم لوگ روزمرہ پوجو "

تمہید - پرمیشور کی پوجا کی ہدایت پر چہارم سوکت کا خاتمہ ہوا تھا - اِس سوکت کے شروع میں بھی پرمیشور کی بھگتی کے لئے اُس سے بھی زیادہ تر زبردست ہدایت ہے - اور یہہ اِس لئے کہ ویدوں کا آد اور انت پرماتما ہی ہے - یعنی جہاں دُنیادی چیزوں کے ٹھیک سمجھنے کے لئے پرمیشور کے اندر پورا اعتقاد ہونا چاہئے - اسی طرح سارے جہان کی اصلیت کو سمجھ کر بھی خاتمہ پرماتما کے اندر جاکر ہوتا ہے - یعنی اُسکی حضوری حاصل ہوتی ہے :

आ त्वेता नि षीदतेंद्रमभि प्र गायत । सखायः स्तोमवाहसः ॥१॥

منتر ۱

" اے اعلیٰ اوصاف سے موصوف - ہمہ دوست عالمو! تم سب منزلِ مقصود کے حصول کے لئے استقلال پکڑو - اور پرمیشور کے اوصاف کا بھلی طرح بیان کرو - تاکہ ایک دوسرے کی مدد سے پنہاں راز ظاہر ہو جاوے - اور تم سب اپنی مقصود راحت کو حاصل کرسکو "

تمہید - یگیہ کی مہما گزشتہ سوکت میں بیان کی جاچکی ہے - یگیہ کا دوسرا نام تجربہ بھی کہہ سکتے ہیں - بلا یگیہ کے کوئی بھی کام انجام پذیر نہیں ہوسکتا - اُس یگیہ کو مکمل کرنیوالی ہوا ہے - کیونکہ ہر ایک چیز کو جوڑنے میں ہوا کام آتی ہے - لیکن سب سے بڑھکر یگیہ کا سرانجام دینے والا پرماتما ہے - کیونکہ اُسی کی دی ہوئی طاقت سے

ہوا اشیاء کا باہمی تعلق کرائی ہے۔ پس جب تک کہ ہوا کی ماہیت دریافت کرکے پرماتما کے اصلی سوروپ کو نہیں سمجھا جاتا۔ تب تک زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

पुरूतमं पुरूणामीशानं वार्याणां । इन्द्रं सोमे स-
चा सुते ॥ २ ॥

منتر ۲

"اے سب کے دوست عالمو! سب سے اعلیٰ۔ اگنت مادی چیزوں کے جاننے کی طاقت رکھنے والے۔ بدوں کو نفرت دلانیوالے اور نیکوں کو ثروت بخشنے والے پرمیشور اور نہایت اعلیٰ۔ بہت سے علوم کے حصول اور بدوں کے لئے انکے افعال کی سزا کا ذریعہ اور انسانوں کے سکھ دکھ کے جو اسباب ہیں انکے محرک وایو (ہوا) کے اوصاف کو اچھی طرح بیان کرو اور اس سے ہونیوالے جہان اور اس کے اصولوں کو اچھی طرح سے سمجھو"۔

بھاوارتھ۔ پرماتما اور اس کے حکم سے محرک ہوا۔ دونوں ہی دنیاوی اعمال میں مددگار ہوکر آخرکار مکتی کی منزل تک ہمیں پہونچاتے ہیں۔ جب ہمیں ایک ایک منزل پر جہاں وایو کے اوصاف کو جانتے ہوئے اسکو اپنے کام میں مددگار بنانا چاہئے وہاں یہ نہیں بھولنا چاہئے۔ کہ وایو کی یہ کل مدد محض پرماتما کے جاری کئے ہوئے قواعد کے مطابق ہے۔ پس پرماتما کی شرن آئے بغیر وایو وغیرہ کچھ بھی مدد نہیں کرسکتے۔

स घा नो योग आ भुवत्स राये स पुरंध्यां । गमद्वा-
जेभिरा स नः ॥ ३ ॥

منتر ۳

"وہی پرمیشور (اور اس کے قبضۂ قدرت میں چلنے سے ہوا) ہمارے تمام دنیاوی کاموں کا پورا کرنیوالا ہو۔ وہی ہماری دولت کا بڑھانیوالا ہو اور وہی پرمیشور گوناگون طاقتوں والی عقل کو روشن کرے اور وہی پرمیشور

ہمیں اعلیٰ سواریوں کے حاصل کرنیکا علم دیکر ہمیں سکھی کرے"

تمہید۔ انسانی زندگی کے مقصد کے راستے میں چلتے ہوئے صد ہا طرح کے جذبات کا سامنا پڑتا ہے۔ ایک ایک جذبہ ہمارے مقصد کا سخت دشمن ہے۔ اس بیشمار دشمنوں کی فوج کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ دنیاوی کوئی بھی طاقت اس مقابلے میں مدد نہیں دے سکتی۔ پس پرماتما (جوکہ پرکاش سوروپ ہے) کی ہی شرن لیکر ان سب دشمنوں سے چھٹکارا ہوسکتا ہے۔

यस्य संस्थे न वृण्वते हरी समत्सु शत्रवः । तस्मा इन्द्राय गायत ॥४॥

"اے انسانو! جس پرمیشور کے استقلال اور طاقت اس جہان میں سب کاموں کا ذریعہ ہیں اور جنگ میں جسکی مدد سے دشمن کمزور ہوجاتے ہیں اُس ہمہ قدرت کے مالک پرماتما کی ستائش کرو۔"

تمہید۔ جب کہ پرماتما نے ہی جیوؤں کے سدھار کی غرض سے انہیں انکے اعمال کے مطابق سزا و جزا دینے کے لئے یہہ معلول جہان بنایا ہے۔ اور پاک کیا ہے اور اس جہان کو پاک رکھنے والے ہوا اور سورج کو بھی اُسی نے بنایا ہے۔ تب ہی تو جڑ اور چیتن دونوں قسم کے جگت پاک ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم انہیں اپنے لئے پاک بنادیں یا ناپاک۔ اگر ہم پرماتما کی اس کُل دنیا کو پاک سمجھ کر اور سب چیزوں کے پاک اصولوں کو جانتے ہوئے اُنسے پاک کام لیں تو بے شبہ پاکیزگی ہی ہمارے چاروں طرف دکھائی دیگی۔ اور پھر ہمیں خود پاک رہکر اعلےٰ راحت میسر ہوگی:۔

सुतपाव्ने सुता इमे शुचयो यन्ति वीतये । सोमासो दध्याशिरः ॥५॥

منتر ۵

"چونکہ پرماتما کی بنائی ہوئی چیزیں پاک اور اچھے کاموں کے سرانجام دینے والی ہیں اور جیوآتما کو علم اور عمل کے دینے والی طاقتیں انہیں موجود

چونکہ پرماتما کی بنائی

ہیں۔ پس جو اوصاف اُن کے اندر ہیں اُن کے مطابق چلکر ہی انسان اُنکو حاصل کرسکتا ہے۔"

تمہید۔ لیکن انسان کمزور ہے۔ استقلال اُسمیں بُہت کم ہے۔ پھر کیونکر پاک رہ سکیگا۔ اِسی کمی کو پورا کرنے کے لئے وید کی ہدایت نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ وید فرماتا ہے کہ انسان ترقی کی خواہش کو اپنے دل میں مضبوط گرہ دے لیوے۔ تب منزل مقصود پر پہونچنا ممکن ہے۔ کیونکہ منزل مقصود بھی اونچی ہے۔ پس اونچائی پر چڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ترقی کے خیال کو اپنے وجود کا ایک حصہ بنالیوے۔

त्वं सुतस्य पीतये सद्यो वृद्धो अजायथाः । इंद्र ज्यैष्ठ्याय सुक्रतो ॥ ६ ॥

منتر ۶

"اے علم کی ثروت سے بھرپور نیک اعمال والے ذی ہوش عالم اتو بُہت جلد معلول جہان کی اصلیت کو حاصل کر اور اعلیٰ اعمال کی بُنیاد ڈالنے کے لئے ترقی کی منزلوں کی طرف رجوع ہو۔"

تمہید۔ جب اِس نیک خیال کو اپنا رہبر بناکر انسان اوپر کی منزل کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اُسوقت پرمیشور کیطرف سے اُسے خاص طاقت عطا ہوتی ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ سب دُکھوں سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ دوسروں کو غلامی کا طوق پہناتے پہناتے انسان خود غلام بنجاتا ہے۔ اِسی طرح ہر دوسروں کے ساتھ بُرائی کرتے کرتے خود بُرائیوں سے پُر ہو جاتا ہے۔ پس جب ہر ایک چیز کے ساتھ پاک اصول پر برتاؤ کرے گا تو پاکیزگی اور سُکھ حاصل کرنے کے لئے اسے کسی محنت کی ضرورت نہ رہیگی۔ پس پرماتما کی طرف سے اُسے یہ داد ہے کہ:-

आ त्वा विशन्त्वाशवः सोमास इंद्र गिर्वणः । शं ते सन्तु प्रचेतसे ॥ ७ ॥

منتر ۷

"اے نیک - قابلِ تعریف کام کرنے والے عالم! تجھے سب جلد فائدہ بخشنے والی چیزیں میسّر ہوں۔ اور اِن چیزوں کے حاصل کرنے والے علمِ حق کے جاننے والے تیرے لئے یہہ سب چیزیں باعثِ راحت ہوں"

تمہید - اوپر کہا ہوا آشیرواد پاکر جیو آتما کے روم روم سے پرماتما کی ستُتی کا راگ نکلتا ہے۔ اور وہ اُسی کی محبت میں مست ہوکر دُنیا سے بیخبر ہو جاتا ہے۔ اُسوقت من اور زبان بے اختیار اپنے مالک کی حمد و ثنا میں مشغول ہو جاتی ہیں:-

त्वां स्तोमा अवीवृधन्त्वामुक्था शतक्रतो । त्वां
वर्धन्तु नो गिरः ॥ ८ ॥

منتر ۸

"اے بیشمار علم اور حرکت کے مالک پرمیشور! جس طرح یہ وید کے تعریفی کلمات اور عالموں کے قول آپکی قدرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح ہماری زبان اور ہمارے کلمات بھی آپ کی ہی قدرت کو گا دیں"

ویدک مارتنڈ
(سورج)

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان

مولوی ثناء اللہ صاحب محمدی و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ

نمبر ۳

مولوی ماسٹر صاحب! پہلے میں اُن الفاظ کی نسبت جو آپنے بتقلید پنڈت لیکھرام لکھے ہیں افسوس کرتا ہوں۔ ہمارا ارادہ تھا کہ اُن الفاظ کی نسبت آریہ رفارمروں سے استغاثہ کریں گے مگر افسوس ؎

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد وہ بھی کمبخت تیرا چاہنے والا نکلا

چونکہ میں خدا کو واحد لاشریک مانتا ہوں۔ اِس لئے میں آپکے جواب میں آریوں کا خدا۔ ہندوں کا خدا۔ کافروں کا خدا وغیرہ وغیرہ ناجائز الفاظ کا استعمال کرنا موہمِ شرک جانتا ہوں۔ اگر بھولے سے کبھی ہوگیا تو خدا معاف کرے۔

میرے پیارے ماسٹر! آپ جانتے ہیں کہ ہماری گفتگو محض دوستانہ اور ہمدردانہ ہے۔ ایسے موقع پر (چونکہ آپ ماسٹر رہ چکے ہیں) ایسے الفاظ سے کام لینا جو مخاطب کی توجہ کو انتقام لینے کی طرف مائل کریں اور فہم مطالب سے ہٹا دیں ہرگز درست نہیں۔

مجھے شبہ ہوتا ہے کہ یا تو (بقول آریہ سماج) پنڈت مذکور کی روح آپ میں حلول کر گئی ہو یا کوئی مُشیرِ خاص آپکو ایسے الفاظ کے لکھنے پر مجبور کرتا ہے۔ یا آپ چاہتے ہیں کہ یہہ

خاکسار بھی اپنی عادت کے خلاف اس طرف متوجہ ہو تا کہ اصل مقصود سے دور ہو جائے
میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں بھی ایک انسان ہوں اور عموماً وہی خصلتیں (ایذا دہی
وغیرہ) مجھ میں بھی ہیں۔ مگر چونکہ خدا کی سچی کتاب کو اپنا پیشوا جانتا ہوں۔ جو
عام طور پر مناظرات میں بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (مناظرہ سب سے اچھے طریق سے کرو) کی
ہدایت کرکے جوشیلے بندوں کو راہِ راست پر لاتی ہے اس لئے میں ایسے الفاظ کو
جن سے میرے مخاطب کی دلشکنی ہو استعمال کرنا کسی طرح پسند نہیں کرتا۔

بہرحال آپکے مضمون کے قطع نظر اس سے کہ آپنے میری کئی باتوں کے جوابات
نہیں دئے۔ بالاختصار فقرے کرکے بالترتیب جواب دیتا ہوں:۔

(۱) الہامی کتاب کا مدعی ہونا ضروری ہے ملہم کو اُس کے دعوے
میں شریک کرنا درست نہیں۔ ورنہ چونکہ الہامی کتاب خدا کا علم
ہے اگر اُسمیں ملہم کے دعویٰ کو جزو بنا دیں تو گویا خدا سے شرک لازم
آتا ہے ؞

(۲) اندرونی شہادت اصل شہادت ہے۔ مدعی اگر اقرار کرلے
تو حاکم کو یقین ہو جاتا ہے۔ گواہ خارجی اگرچہ کتنا ہی گواہی دیں حاکم
کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ اصل شہادت
اندرونی شہادت ہے ؞

(۳) سچی کتاب (قرآن ہو یا وید) کی پہچان اُسکی تعلیم موافق عقل اور
علم ہے۔ اگر اُسکی تعلیم درست نہیں تو لانیوالا کتنا ہی کیوں نہ دعوے
الہام کرے ہرگز صحیح نہیں۔ دعویٰ کتاب دربارہ الہام ضرور مگر الہامی
شخص کے حالات دریافت ہونے ضروری نہیں ؞

(۴) گلستاں بوستاں وغیرہ اخلاقی کتابیں اگر اُنہیں راستی ہے اور
نیز تمام دنیا کے سچے قاعدے حتیٰ کہ اقلیدس کے اصول وغیرہ بھی
وید ہی سے نکلے ہوئے ہیں۔ چونکہ گلستان میں "دروغ مصلحت آمیز
بہ از راستی فتنہ انگیز" کا فقرہ بھی ہے اس لئے میں اُسے اخلاقی
کتاب نہیں کہہ سکتا +

(۵) وید نام ہے لفظ مع معانی کا ہمارے نزدیک جو کتاب الہامی ہو

اُسکی زبان بھی الہامی ہے - گلستاں - بوستاں چونکہ وید کی زبان (سنسکرت) میں نہیں - اِسلئے وہ الہامی نہیں -
(۶) وید کا منتر جس سے وید کا دعویٰ الہام ثابت ہو وہ لفظ "پرکاش" ہے جسکو بریکیٹ میں (الہام) لکھا ہے ::
(۷) پیغمبر اسلام سے پہلے لکھو کہا آدمی گزرے ہیں اُنکو الہام کی ضرورت نہ تھی ؟ مُلک عرب کو ہی حضرت کے زمانہ میں ہوئی پہلے لوگوں کو خدا نے گمراہی میں کیوں رکہا - قرآن سے بڑہکر اُسوقت علم کی ترقی ہند، چین مصر - یونان وغیرہ میں تھی -
(۸) آپنے جو اصول باندہ کر قرآن اور وید کا تعلیمی مقابلہ کیا ہے - مجھے وہ اصول منظور ہیں - اگر آپ اجازت دیں گے تو میں اُنپر بحث کروں گا آپنے (خاکسار نے) جو تعلیمی مقابلہ کیا ہے مطلب سے باہر ہے ::
(۹) قرآن اور وید کا مقابلہ کرنا ہے تو خدا کی صفات سے چلکر بالترتیب مقابلہ کریں پہر دعوی پر آئیت قرآنی دیں اور وید منتر لیں -
(۱۰) خدا لوگوں کو گمراہ کرتا ہے شیطان کو پیدا کر رکھا ہے - جو خدا سے ہربات میں مقابلہ کرتا ہے - نیز قرآن خونریزی کی تعلیم دیتا ہے - کیا اِس سے نظام عالم نہیں بگڑتا - تعلیم قرآن سے نظام عالم کا نہ بگڑنا کس آئیت قرآنی کا نتیجہ ہے - نظام عالم قائم رہنے سے قیامت کا ہونا غلط ہوتا ہے ::

یہہ ہے آپکے مضمون کا خلاصہ - اب فقیر کی گذارش بھی سُنئے - فقرہ اول کا جواب یہہ ہے - کہ دعویٰ تو الہامی کتاب ہی میں ہو گر چونکہ الہامی کتاب مُلہم کے مُنہ سے نکلی ہو گی - اِس لئے اُس دعوے میں مُلہم کو بھی شریک کہہ دینا صحیح ہے خاص کر مُنکر کے مقابلہ میں جو اِس الہامی کتاب کو اُس شخص الہامی کی ہی تصنیف کہتا ہے میرے اِس مطلب کا قرینہ میرے پہلے پرچہ میں موجود ہے - جہاں میں نے صرف الہامی کتاب کو مدعی کہا ہے - آپنے اُسمیں غور نہیں کیا - اصل دعویٰ تو کتاب ہی کا ہے مگر مُلہم کے مُنہ سے نکلنے کیوجہ سے اُسکا بھی کہلا سکتا ہے -
فقرہ دوم میں تو آپنے سخت غلطی کہائی ہے کہ اقرار اور شہادت میں فرق

نہیں کیا۔ بھلا بتلا دیں اگر کوئی شخص آپ پر اور اس خاکسار پر نالش کردے اور یہ عاجز حاکم کے سامنے اقرار کرے کہ بے شک میں اور ماسٹر صاحب دونوں نے اس شخص کا دینا ہے تو کیا میرا بیان آپ پر حجت ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ آپ کو اس میں شبہ ہو تو کسی وکالت پیشہ دوست سے دریافت فرمائیں۔ کہ ایک ملزم کا بیان دوسرے پر الزام دِہ ہو سکتا ہے۔ الہامی کتاب کی تمثیل میں (جو اپنا بیان دوسروں پر لازم کرنا چاہتی ہے) ایسے شخص کی مثال دینا جس کا بیان دوسرے کے حق میں کچھ بھی اثر نہ رکھتا ہو غالباً فہم سے بعید ہے۔ مجھے اس سے شبہ ہوتا ہے۔ کہ آپ وقت تحریر انصاف سے کسی قدر علیحدہ ہو کر بیٹھے ہیں۔ ورنہ ایسی فاش غلطی آپ جیسے فہیم آدمی سے مشکل ہے۔ علاوہ اس کے میں تو خود اندرونی شہادت یعنی تعلیم کو ایک گواہ مان چکا ہوں بلکہ آخری فیصلہ اس کے بیان پر کہتا ہوں ماسٹر صاحب! آپ کتنا ہی میرے بیان کی مخالفت کرنا چاہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آپکو بغیر اس کے راہ نہیں ملیگی۔ میرا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے۔

فقرہ سوئم میرے کسی طرح مخالف نہیں۔ ہاں الہامی کے حالات بتلانے سے آپکا انکار بیجا ہے۔ بھلا ماسٹر صاحب جبکہ آپ صرف مقامی تعلیم کو ہی معیار صداقت بتلاتے ہیں اور ملہم کے حالات سے بحث نہیں کرتے تو کیا ایک شخص دنیا دار ٹکے کمانے کی غرض سے کسی کتاب میں سچی تعلیم لکھ کر الہامی کا دعویٰ کرے اور آریہ سماج میں ایک نسخہ بھیجکر کے سجدے کرنے لگے گو اُس کے حالات کیسے ہی دنیاداری کے کنُول نہ ہوں تو کیا آپ اُسکی کتاب کو صرف اُسکی پاکیزہ تعلیم سے الہامی مان لیں گے۔ ماسٹر صاحب! آپ اسمیں غور کریں کہ کسی کتاب کو الہامی کہنے کا یہہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ اُسکا لانیوالا خدا کا ایسا مقرب بندہ تھا کہ جسکو خدا نے الہام کر کے تمام بندگان کو گمراہی سے نجات دی۔ اُسی کا اثر لازمی یہہ ہے کہ ہم بھی اُسپر چلیں اور راہِ راست اختیار کر کے خدا کے غضب سے بری ہوں لیکن جبکہ بقول آپکے اُس کے حالات ہی معلوم نہیں کہ دیندار بندہ ہونیکی وجہ سے مقرب الٰہی تھا۔ یا صرف دنیا دار ٹکہ کمانیوالا۔ تو ہم کیونکر اُس کے متعلق کوئی رائے لگا سکتے ہیں۔ رہی اُسکی تعلیم سو اگر واقعہ میں (نہ کہ کھینچ تان سے) پاکیزہ ہے تو مبارک ہے۔ ایک اخلاقی کتاب ہے نہ کہ الہامی۔ میں حیران ہوں کہ آپ اس سیدھے سادھے اصول سے

جو بالکل انصاف پر مبنی ہے کیوں سرتابی کرتے ہیں۔

چوتھے فقرہ میں تو آپ نے غضب ہی توڑا ہے۔ اِس فقرہ کو پڑہکر مجھے ایک حکائت یاد آئی جو میں ہندوستان میں سُنا کرتا تھا کہ ایک مدرس کسی میم صاحبہ پر فریفتہ ہو گئے وہ بیداد گر تو اپنا پری پیکر چہرہ دکھاکر فٹن میں بیٹھ کر کہیں کی کہیں چلی گئی۔ مدرس بیچارے شامت زدہ اپنے گھر ہی میں رہے۔ ایسے دیوانہ ہوئے کہ جب کوئی لڑکا سبق میں زیادہ تحقیق کی غرض سے سوال کرتا تو جھٹ سے کہہ دیتے کہ یہہ بھی اُسی ملعونہ کا سکھایا ہوا ہے۔ غرض اُنکی یہہ حالت ہوئی ؎

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الّا حدیثِ یار کہ تکرار مے کنیم

میں نے ایک ہندو پنڈت سے جو آریہ سماج سے مخالف ہیں سُنا تھا کہ آریوں کا کیا ٹھیک ہے وہ تو کہیں کہ ریلگاڑی بنانا بھی وید میں لکھا ہے کیا وید کوئی لہاروں کی کتاب ہے۔ میں اُسوقت اِس بات کو پنڈت جی کی معمولی نارضگی سمجھا تھا مگر آپنے اُسے سچ کردیا۔ ماسٹر صاحب! ہر کلام کے دوسرے کلام کی نسبت چار درجے ہیں - موافقت - مخالفت - اشتمال - سکوت - میں نے اگر چار دونے آٹھ کہے اور آپنے بھی چار دونے آٹھ بتلائے تو موافقت ہوئی - اور اگر آپنے چار دونے نو کہے تو مخالفت - اگر آپ میرے کلام چار دونے آٹھ کو سوچکر دو دونے چار کے نتیجہ پر پہونچے تو اشتمال ہوگا اور اگر آپ کہیں کہ آج ۲۸ - جولائی کو بارش ہوئی جو میرے کلام سے سکوت رکھتا ہے اور میں اِسے غنیمت جانکر دعوی کرلوں کہ میرے کلام سے ہی ماسٹر صاحب نے یہہ نکلا ہے کہ آج بارش ہوئی۔ کیونکہ جیسا میرا کلام سچا ہے ویسا ہی یہہ بھی سچا ہے۔ تو کیا میری عقل پر اہل دانش نہ ہنسیں گے۔ اِسی طرح ویدمیں اگر سچائی کی تعلیم ہے تو اقلیدس اور جبر مقابلہ اصول ٹرین اور تار برقی وغیرہ اُس سے درجہ سکوت میں ہیں جنکو آپ اشتمال کا درجہ دیں گے تو اہل دانش آپسے وہی معاملہ کریں گے جو مجھہ سے کرنیکو ہوتے۔ گلستاں پر آپنے جو اعتراض کیا ہے کہ اُسمیں فقرہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" اس لئے میں اُسے اخلاقی کتاب نہیں کہتا" گو مجھے کسی طرح مضر نہیں کیونکہ میری تمثیل تو اُسکی اخلاقی حصہ سے ہے۔ جسے عام طور پر قبولیّت ہے۔ تاہم میں آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ فقرہ مذکورہ سعدی مرحوم کا نہیں بلکہ اُسنے ایک حکائت میں کسی نامعلوم بادشاہ کا مقولہ

نقل کیا ہے کہ اُسنے ایک بیگناہ کو قتل کا حکم دیا تھا اُسپر مظلوم نے آہستہ آہستہ بادشاہ
کو گالیاں دیں بادشاہ نے دریافت کیا کہ کیا کہتا ہے۔ ایک وزیر نے کہا کہتا ہے کہ
جو لوگ غصہ کو دبا جاتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کرتے ہیں خدا اُن سے
محبت کرتا ہے۔ دوسرے وزیر نے کہا کہ اِسنے جھوٹ کہا ہے وہ آپکو گالیاں دیتا
ہے۔ اُسپر بادشاہ نے کہا دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ علاوہ اِس کے
یہہ تو عین اخلاقی تعلیم ہے کہ دو بلاؤں میں سے آسان کو اُٹھایا جائے۔ قتل بیگناہ
یا مثل اُس کے اور کوئی بڑا گناہ دفع کرانیکو کسی قدر جھوٹ بولا جائے۔ تو
گو جھوٹ ایک بُری بات ہے لیکن یہاں تو مقابلہ میں بُرائی کا اندازہ کرنا
ہے۔ چنانچہ فقرہ مذکورہ میں "بہ از راستی فتنہ انگیز" مقابلتہً اچھا کہا ہے۔ نہ کہ
فی نفسہ اچھا ہے۔ کیا ایک شخص زکام والا سِل اور دق والے کی نسبت سے
صحیح سالم نہیں؟ حالانکہ وہ بھی فی نفسہ بیمار ہے آپنے اوصاف نسبتی میں غور
نہیں کیا

پانچواں فقرہ کسی قدر ہمیں بھی مسلم ہے۔ ہمارا مسلمانوں کا بھی یہی مذہب ہے
کہ قرآن شریف کے بعینہٖ الفاظ خدا کی طرف سے ہیں لیکن آپکو مشکل ہوگی کہ
پرلے کے وقت وید کا (جو الفاظ اور معانی سے مرکب ہے) فنا ہونا آپکو ماننا
پڑیگا۔ حالانکہ پنڈت دیانند جی ہوسکا ہیں وید کا فنا نہیں مانتے۔

گلستاں بوستاں کو اخلاقی کتاب مان کر ہی اِس عذر سے کہ ویدکی زبان
(سنسکرت) میں تصنیف نہیں ہیں۔ الہامی نہ ماننا گویا خدا کو سنسکرت میں
ہی بولنے والا اور دیگر زبانوں سے ناواقف بتلایا ہے۔ کیا آپ کے اس دعوٰی
کا کوئی ثبوت بھی ہے کہ خدا ویدک زبان (سنسکرت) کے سوا کسی زبان میں
الہام نہیں کرسکتا۔

فقرہ ششم میں آپنے بڑی کوشش سے لفظ "پرکاش" نکالا ہے جسکو
آپنے اپنے دعوٰی کے لئے کافی نہ جانکر بریکٹ (الہام) کرکے لکھا ہے۔ میرے
پیارے ماسٹر! اِس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا۔ کہ "پرکاش" کے معنے
الہام کے کریں "پرکاش" کے معنے ظاہر کرنا ہے۔ کیا مجھہ کو اور آپکو خدا نے
ظاہر نہیں کیا۔ کیا سورج اور چاند خدا نے پرکاش نہیں کئے۔ تمام چیزیں دُنیا کی

جو بقول آریہ پرلے کی حالت میں بصورت پرمانو (اجزاء لاتتجزی) تھیں انکو جوڑ جاڑ کر خدا نے پرکاش نہیں کیا؟ کیا آج جو بارش ہوئی ہے پہلے بصورت موجودہ معدوم نہ تھی پھر اُسکو خدا نے پرکاش نہیں کیا؟ اسی طرح متکلم وید کے نزدیک چونکہ وید بھی مثل دیگر اشیا کے ہے۔ اُسنے وید کی نسبت پرکاش کا حکم لگا دیا ہے تو کیوں آپ دھینگا دھینگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں ذرہ قرآن کے الفاظ کو بھی دیکھئے تاکہ آپکو معلوم ہو کہ دعوائے الہام کسکو کہتے ہیں۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ (بقرہ)
وکذلک اوحینا الیک قرانا عربیا لتنذر ام القری و من حولھا۔
انا انزلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ھذا القرآن وان کنت من قبلہ لمن الغافلین (یوسف)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اگر تمکو ہماری ہوی کتاب (اتاری) میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔

ایک جگہہ حکم ہے کہ "الہام کیا ہم نے تیری طرف قرآن عربی۔ تاکہ تو مکہ اور اُسکے گرد والوں کو ڈرائے"۔

ایک جگہہ فرمایا کہ "ہم نے قرآن کو عربی کرکے اتارا ہے۔ تاکہ تم سمجھو ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایت بذریعہ اُس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف (اے رسول) اِس قرآن کو اور تحقیق تو اِس الہام سے پہلے بیشک بیخبر تھا"۔

بغرض اختصار بس کرتا ہوں۔ ورنہ دعوی الہام تو قرآن کے ہر صفحہ سے معلوم ہوتا ہے ؎

فقرہ ہفتم میں آپنے اسلام سے ناواقفی کا ثبوت دیا ہے۔ آپ مجھ سے پوچھ لیتے کہ ہم لوگ قرآن سے پہلے لوگوں کی کیا کیفیت بتلاتے ہیں تو بہتر ہوتا۔

ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر

قرآن صاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ ہرایک قوم میں ایک پیغمبر خدا کے عذاب سے ڈرانیوالا گزر چکا ہے۔ ایک جگہہ ارشاد ہے کہ "ہم نے تمکو وہی راہ بتلائی ہے۔ جسکی بابت نوح کو ہدایت کی تھی۔ اور جو تیری طرف الہام کیا ہے۔ اور جسکی ابراہیم اور موسی

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہٖ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ ٭

اور عیسیٰ کو ہدائیت ہوئی تھی (وہ کیا ہے) یہ کہ دین (یعنے توحید) کو مضبوط رکھو اور جُدا جُدا نہو مشرکوں کو تیری پکار بُری معلوم ہوتی ہے"

یہہ اعتراض عام طور پر ناواقف لوگ کیا کرتے ہیں۔ اصل بانی اس اعتراض کے عیسائی ہیں۔ جنکی غرض ہے کہ عدم ضرورت قرآن ثابت ہو جائے۔ لیکن نادان یہہ نہیں جانتے ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ۔ ہر آں کس تُف زند ریشش بسوزد

مسلمان اس بات کو مانتے ہیں کہ ابتداء سے خدا نے پیغمبروں کو الہام کیئے جس سے وہ خدا کے بندوں کو پہونچاتے رہے۔ لیکن چونکہ مدت دراز ہونے کے بعد اُنہوں نے اپنی سچی تعلیم کا نقشہ بالکل ہی بدلدیا تھا۔ جیسا کہ آپ اپنے ہندو بھائیوں کی حالت دیکھہ رہے ہیں۔ کہ باوجودیکہ (بقول آریہ سماج) ویدوں میں بُت پرستی کا کھنڈن (رد) ہے۔ تاہم ہندو لوگ آریہ سماج کو للکارتے ہیں اور ہر جگہ مباحثہ کے لئے طیار ہوتے ہیں۔ بلکہ (بقول سناتن دہرم گزٹ ۔ اخبار عام لاہور) آریہ سماج کو بجز بھاگنے کے کوئی راہ نہیں سوجھتی ایسا ہی عیسائیوں کا حال ہے کہ ایک خدا سے تین بنا رکھے ہیں۔ جو ایک شرمناک الزام ہے۔ جسکا جواب معقول آپنے بھی اُن سے کبھی نہیں سُنا ہوگا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے بندوں کی حاجتوں کے مطابق اُن کے سامان مہیا کیا کرتا ہے۔ اُس سچی تعلیم کو بقالب قرآن بیان کرکے صاف ارشاد کیا ہے۔ کہ "

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہٖ اولیاء

جو تمہاری طرف خدا کے ہاں سے اُترا ہے (یعنے قرآن) اُسکی تابعداری کرو اور سوائے اُس کے اپنے بناوٹی دوستوں اور اماموں کے پیچھے مت چلو"

ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون ۔

ایک جگہہ ارشاد ہے کہ یہہ قرآن بہت سی ایسی باتیں بھی بنی اسرائیل کو بتاتا ہے جنمیں وہ اختلاف رکھتے ہیں" ایک جگہہ

ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم و ایاکم ان اتقوا اللہ	صاف ارشاد ہے کہ ہم نے تم سے پہلی کتاب والوں کو اور تمکو بھی یہی ہدایت کی ہے۔ کہ خدا سے ڈرتے رہو۔"

یہ مختصر سی تقریر ہے جسکی تفصیل ثنائی جلد شامی میں ملاحظہ کیجئے گا۔ ہاں یہہ خوب کہی کہ قرآن سے پہلے ہند۔ مصر۔ یونان۔ چین وغیرہ میں علمی ترقی ہوچکی تھی۔ کیوں نہ ہو سچ ہے ؎

گلست سعدی و در چشم دشمناں خارست

جناب والا ایسی ہی ترقی تھی جیسی کہ آجکل یوروپ میں ہے۔ یا اِس سے بھی زیادہ۔ جبکہ اِس روشنی کے زمانہ میں یورپ مذہبی خیالات میں اندھیر نگری ہے ایک خدا کی جگہہ تین اور تین سے پھر ایک کہہ رہے ہیں۔ اور وید کی تعلیم سے (جو بقول آپکے بالکل ریتی پر مبنی ہے) محروم ہیں تو اسپر اُس زمانہ کی ترقی کو قیاس کر لیجئے گا۔ مجھے یہ گمان نہ تھا کہ آپ اِس درجہ حق سے متنفر ہوں گے کہ قرآن کے مقابلہ میں ایک اور ایک دو کہنے سے بھی جی چرائیں گے۔ جناب من ہند (جو ہمیشہ سے بتخانہ رہا ہے) چین (جو آج تک خدا کو ہی جواب دے رہے ہیں) اور مصر (جہاں تثلیث کا ہی راج تھا) اور یونان (جو صلیب مسیح اور بُت پرستی کا ہمیشہ سے اداجگاہ رہا) اِن ملکوں میں آپ علمی ترقی بتلاتے ہیں۔ معلوم نہیں آپ کے نزدیک علمی ترقی بت سازی یا صلیب نمائی کا نام ہے یا اور ہاں آپکے جتلانے سے مجھے یاد آیا ہے کہ آپکو بتلاؤں کہ انہیں ملکوں میں جہاں فرمان خداوندی قرآن شریف پہونچا تو اُس نے کیا کچھ اثر دکھایا۔ مصر سے صلیب کو جڑ سے اکھاڑ کر پیچھے خدا کی توحید جما دی۔ چین میں بھی علے ہذالقیاس۔ ہندوستان کو تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ جو کام آریہ سماج نے مدتوں سے بڑا ضروری جانکر اٹھایا ہوا ہے (کہ ہم بُت پرستی کو اکھاڑ دیں گے جسمیں آج تک انکو جو کامیابی ہوئی ہے وہ معلوم جسکی وجہ صرف وید کی پابندی ہے کہ بُت پرست بحوالہ وید انکو دم نہیں لینے دیتے اور جھٹ سے مورتی پوجا کا منتر وید سے بتلا کر فتح پا جاتے ہیں) اسلام نے اِس بڑے کام میں کہاں تک کامیابی کی۔ ہر ایک کو معلوم ہے۔ چھ کروڑ آدمی ہندوستان میں بُت پرستی کا مخالف پیدا کر دیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر آریہ سماج دل سے بُت پرستی کو بُرا جانتا تو اسلام کا دل سے مشکور ہوتا۔ جس نے اِس کام کو سینکڑوں سال سے

اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ نہ صرف ذمہ ہی لیا ہوا ہے بلکہ کرکے بھی دکھا دیا۔ پس آپ کا قرآن کے مقابلہ ہند۔ مصر۔ چین وغیرہ کی علمی ترقی کا دعوی کرنا کسی قدر انصاف کا خون ہے۔
براہ مہربانی آیندہ کو علمی ترقی بولیں تو اس کے معنے بھی بتلا دیا کریں تاکہ معلوم ہو کہ وہ علم طبعیات کی ترقی ہے یا الہیات کی۔ جسکو دوسرے لفظوں میں خداشناسی کی ترقی کہیں۔

نقرہ ہشتم۔ میں نہیں سمجھا کہ آپ کو اس کے لکھنے کی ضرورت کیوں ہوئی جبکہ میں اور آپ دونوں مباحثہ میں تو آگے کونسی بات آپنے میری اور مینے آپکی بلا بحث مان لی ہے۔ جو آپکو یہہ کہنے کی ضرورت ہوئی کہ اگر آپ اجازت دیں تو بحث کروں۔ کیا دیگر امور میں بھی مجھسے دریافت فرمالیا تھا۔

جناب والا اُن اصول میں بحث کی گنجائش ہے تو آپکو صدبار اجازت ہے۔ بیشک دبلاریب بحث کریں۔ ایکدفعہ نہیں سودفعہ ہزار دفعہ بلکہ لاکھہ دفعہ۔ مَیں حیران ہوں کہ آپنے میرے تعلیمی مقابلہ کو خارج از بحث کہہ کر ٹالنا چاہا۔ جبکہ آپ بار بار تعلیم تعلیم پکار رہے ہیں تو اُس کے جواب میں میرا یہ عرض کرنا بے موقعہ ہے۔ بیشک سچ ہے ؏

زاہد نداشت تابِ وصالِ پری رُخاں　　کنج گرفت ترسِ خدا را بہانہ ساخت

ہاں میں اِس بات پر بیشک فخر کرسکتا ہوں کہ بقول آپکے یہ مقابلہ میرا ہی طبعزاد ہے مینے کسی کتاب سے نقل نہیں کیا۔ سچ ہے الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ بزرگی وہی ہے جسکی مخالف ہی گواہی دے۔

نقرہ دہم کا جواب پہلے سُنیئے کیونکہ فقرہ نہم کی بحث طویل ہے۔ اِس فقرہ میں بھی آپنے غضب توڑا ہے بلا دریافت لکھدیا کیا آپنے تفسیر ثنائی جلد اول (جس سے آپنے ختم اللہ والی آیت نقل کی) اُس میں اُس آیت کا حاشیہ نہ دیکھ لیا۔ میرے پیارے ماسٹر! ختم اللہ والی آیت تو ہمارے تجربہ اور ڈاکٹری امتحان سے تحقیق کو پہونچ چکی ہے۔ نظامِ عالم میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ خداداد طاقتوں سے قصداً کام نہیں لیتے اور اُنکو بیکار اور معطل چھوڑ رکھتے ہیں۔ خدا اُنکی طاقتوں کو مسلوب اور ضائع کرکے بے طاقت اور معطل کردیتا ہے۔ آپنے بھی بہت سے ایسے ہندو فقیر دیکھے ہونگے جنہوں نے بغرض دُنیا کمانے کے اپنے جوڑوں کو بیکار کرلیا ہوگا۔ اِسی طرح جو لوگ خدا کی سچی کتاب اور پاکیزہ تعلیم کو محض ہٹ سے قبول نہیں کیا کرتے تو اُنکی وہ طاقتیں جن سے اُنہوں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں کام لینا تھا ایک وقت پر پہونچکر سلب اور ضائع ہوجاتی ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ چونکہ آپکو قرآن سے کسی قدر عشق معلوم ہوتا ہے

جو ہر بات پر خواہ عقلی ہو خواہ نقلی مجھ سے قرآن کی آئیت مانگا کرتے ہیں۔ اِس میری تقریر پر بھی آئیت قرآنی سے سوال نہ کریں۔ اِس لئے میں خود ہی آپکو بتلائے دیتا ہوں کہ اِس آئیت کی تفسیر دوسری جگہہ خدا نے خود ہی کر دی ہے۔ جہاں ارشاد ہے کہ "خدا ہر ایک متکبر سرکش کے دل پر مُہر کر دیتا ہے"

کذالک یطبع اللّٰہ علےٰ کل قلب متکبر جبار

پیارے ماسٹر! یہ مُہر کوئی لاکھ کی مُہر نہیں ہے۔ یہ مُہر اُس حالت کا نام ہے جو عام طور پر خدا سے دور رہکر غیروں سے تعلق کرنیوالوں کو غفلت ہوا کرتی ہے۔ اسکی تفصیل تفسیر ثنائی کے حاشیہ ختم اللہ میں ملاحظہ ہو۔ شیطان کی نسبت آپکی حُسن ظنی تبقلید پنڈت لیکھرام اپنی ہی ایجاد ہے کہ وہ خدا کا مقابلہ کرتا ہے۔ خدا کا (معاذ اللہ) ناک میں دم بند کر رکھا ہے۔ آپنے کوئی آئیت قرآنی اسپر نہیں لکھی جس سے یہ بیان آپ کا ثابت ہو قرآن میں تو صاف خبر ہے کہ "میرے نیک بندوں پر تیرا (شیطان کا) قابو کبھی بھی نہ ہوگا۔"

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان
(بنی اسرائیل)

پیارے ماسٹر! نظامِ عالم کے معنے میں آپ نے غور نہیں کیا یا دانستہ تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے۔ میں آپکو بتلائے دیتا ہوں کہ نظام عالم کسکو کہیں۔ نظام عالم کہیں انسان وغیرہ حیوانات کا باہمی سلسلہ حاجت جو قدرت نے بنایا ہے نہ بگڑے یعنے محتاج تو ہوں اور محتاج الیہ (جنکی حاجت ہے) نہوں۔ یا محتاج الیہ تو سب ہوں لیکن محتاج نہ ہوں۔ جیسا کہ ویدک تعلیم کی پابندی کا نتیجہ لازم آتا ہے جسکی تفصیل اور توضیح میرے پرچہ نمبر ۲ میں ہوچکی ہے اب آپ بتلادیں کہ اگر شیطان تمام لوگوں کو گمراہ بھی کر دے تو جبکہ اُنکی سزائیں بندروں۔ سوروں کے قالب ہیں تو نظامِ عالم میں کیا فتور۔ یا سب کے سب براہِ راست اسلام کو اختیار کرلیں (خدا کرے کہ کریں) تو جبکہ انسانی جون (قالب) کی بدکاری کیوجہ سے روح نے دیگر حیوانات کے قالب میں نہیں جانا بلکہ ہر جون کے لئے روح الگ الگ ہیں تو نظام عالم کیوں بگڑیگا آپ مجھ سے اِس دعویٰ پر آئیت قرآنی پوچھیں تو لیجئے عوض کرتا ہوں۔ پہلی آئیت وہ ہے جسکا مضمون ہے کہ "تم اور ساری دُنیا کے سب لوگ بھی کافر ہوجاؤ تو کچھہ نہیں بگڑیگا۔ خدا تم سب سے بے نیاز

ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعًا فان اللّٰہ لغنی حمید (ابراہیم)

سب تعریفوں کا مالک ہے۔" دوسری آیت وہ ہے جس کا مطلب ہے کہ (خدا فرماتا ہے) ہم نے تجھکو (اے رسول) سب کے لیئے (سیاہ ہوں یا سفید) ہادی کر کے بھیجا ہے۔ پس تو نصیحت کر دے تو تو بس نصیحت ہی کرنیوالا ہے۔ قیامت سے بھی نظامِ عالم کو کوئی صدمہ نہیں۔ ایک تو یہ کہ بموجب

وما ارسلناک الا کافۃ للناس (سبا)
فذکر انما انت مذکر۔ (غاشیہ)

عقیدہ اہل اسلام قیامت کے شروع میں کوئی جاندار نہیں ہوگا نہ محتاج نہ محتاج الیہ۔ نظامِ عالم تو جب بگڑے کہ ایک فریق تو ہو پر دوسرا نہ ہو۔ جبکہ دونوں نہیں تو احتیاج ہی کسکی اور حاجت کیسی۔ علاوہ اِس کے قیامت کا آنا کسی تعلیم قرآنی کی پابندی کا اثر نہیں وہ تو بہر حال آنی ہے۔ یہہ نہیں کہ اگر سارے لوگ قرآن کے پابند ہوکر رہیں تو قیامت آویگی جس سے (بقول آپکے) نظامِ عالم بگڑے گا۔ جیسا کہ ویدک تعلیم کی پابندی کا نتیجہ ہے۔ جسکی تفصیل میں پہلے کر چکا ہوں۔ اِس فرق میں آپ غور کریں۔ اور قیامت کے دوسرے حصے میں جسکو روز محشر کہتے ہیں۔ سب لوگ خدا کے دربار میں حساب دینے کو حاضر ہونگے اُس کے بعد نیک لوگ نجات پاکر بہشت میں ہمیشہ کے لیئے آرام پانیکو رہیں گے۔ اور بداعمال ہمیشہ کے لیئے جہنم میں اُنکی حاجت کی چیزیں وہاں ملینگی۔ چنانچہ آیات قرآنی اِسپر شاہد ہیں جنکا مضمون ہے۔ کہ" اُن جنت والوں کے لیئے سب کچھ جو چاہیں گے ملیگا۔ اور جہنمیوں کو تھوہر کا درخت کھانے کو جو گرم پانی کی طرح پیٹ میں کھولیگا۔"

لھم فیھا ما یشاؤن
ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم
کالمھل یغلی فی البطون کغلی الحمیم
(دخان)

اِس سے بھی نظامِ عالم میں فتور نہیں۔ ہاں آپکا یہ سوال کہ دُنیا میں جینے چند سالوں کی زندگی میں گناہ کیئے ہیں۔ اُسکو دائمی عذاب میں پہنچانا۔ حالانکہ دُنیا میں جسکی ابتدا ہے اُسکی انتہا بھی ہے عجب افترا ہے ایک تو یہ سوال بے محل ہے۔ جنت دوزخ کے بے انتہا ہونیکو یہاں نظامِ عالم کی بحث میں کوئی دخل نہیں۔ آپ یونہیں اُس شخص کی طرح "جسکو کسی پنڈت صاحب نے اُپدیش دیا تھا کہ سندھیا (عبادت) کیا کر اُس نے کہا کہ تیرے باپ نے دعوت کی تھی تو نمک زاید ڈالدیا تھا۔ پنڈت جی نے کہا کہ اِس بات کو یہاں کیا دخل۔ بولا کہ بات سے بات نکل آتی ہے" بات سے بات نکالنا چاہتے ہیں۔ گو حسب قاعدہ مناظرہ ایسے سوالات کا جواب دینا مجھہ پر کسی طرح ضروری نہیں تاہم چونکہ مجھہ کو آپکی خاطر منظور

ہے اِس لئے بگوش ہوش سُنئے - آپ یہہ نہیں جانتے کہ دُنیا میں جتنی سزائیں ہیں بدکاری
کے وقت سے کئی درجہ بڑھکر ہوتی ہیں - کیا وہ چور جسکو آٹھ دس سال کی سزا تجویز ہوتی
ہے یا وہ خونی جسکو کالا پانی ہمیشہ کے لئے نصیب ہوتا ہے اُنکی بداعمالی کا بھی اُتناہی وقت
ہوتا ہے - چند منٹ کے لئے سالہاسال کی سزا دیجاتی ہے بلکہ تمام عمر - اگر اُسکی عُمر کروڑ ہا
سال کی ہوجائے تو تمام عمر کالا پانی ہی پیتا رہیگا - یا آپ اُسکا اپیل کریکے یہ وجوہ بتلادینگے
کہ جتنا وقت بدکاری میں اُسکا صرف ہوا ہے اُتنی ہی سزا دیجاتی ہے - میں سچ کہتا ہوں کہ
اگر ایسے اپیلانٹ بنے تو بُہت سے مقدمات آپکے پاس آئیں - بشرطیکہ کوئی اپیل منظور بھی
کرادیں - علاوہ اِس کے یہہ تو بتلادیں کہ دُنیا کے چندسالوں کے نیک اعمال کیوجہ سے
ہمیشہ کے لئے جنت میں چلا جانا اور پھر دُنیا کے چکر میں جیسا کہ کرشن جی گیتا میں کہتے
ہیں - کیا انصاف ہے اگر آپ کہیں کہ پنڈت دیانند جی اِسکو نہیں مانتے تو براہ مہربانی
کرشن کے مخالف وید منتر بتلاویں - پنڈت جی کا پرماں کافی نہیں کرشن جی پنڈت جی سے
کسی طرح کم نہیں - قرآن کی خونریزی کا جواب آگے آتا ہے ؛

فقرہ ہفتم پڑہکر تو میں بُہت خوش ہوا گو میرے دلی مراد بر آئی خدا آپکو ہمیشہ
کے لئے خوش رکھے - یہ دوسری دفعہ ہے کہ حسب منشاء اِس فقیر کے سوال اُٹھایا جس کا
میں آجتک عوض نہیں دے سکا یعنے میں حسب درخواست آپکے مضمون کو شروع کرتا
ہوں لیکن پہلے اُس کے شروع کرنے کے تمہید کا بیان بھی ضروری ہے - اگر آپ کو
وہ تمہید تو بیشک آپ اُسمیں بحث کر کے نامنظوری کے مستحق ہیں - میری اجازت کی
حاجت نہیں -

وہ یہہ ہے

انسان کی طبعی حالت جو قدرت نے اُسکے لئے بنائی ہے کئی پہلو رکھتی ہے - ایک
تعلق اُسکا خدا اپنے خالق سے ہے - ایک اُسکا بنی نوع انسان سے - ایک اُسکا باقی
حیوانات سے - بنی نوع انسان کا تعلق کسقدر مختلف اقسام ہے ایک ماں سے ہے
تو دوسرا بیوی سے ایک بہائی بہن سے تو دوسرا باپ چچا ماموں سے ایک دوستوں سے
ہے تو دوسرا دشمنوں سے وغیرہ وغیرہ - غرض یہ سب تعلقات آپسمیں ایک دوسرے
سے جسقدر مخالفت اور علیحدگی رکھتے ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں انسان اپنی طبعی حالت
اگر دوستوں سے سلوک کرنے پر مجبور ہے تو دشمنوں سے انتقام لینے اور اُن کے ظلم سے

بچنے کی فکر میں ہی خوگیر ہے۔ یہ بات جُدا ہے کہ آپ جیسے نیک دل حلیم طبع دوسروں کو یہ اُپدیش (وعظ) کریں کہ ظالم کا مقابلہ مت کرو وہ ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا اُسکی طرف پھیر دو۔ وہ کپڑا چھینے تو دوسرا بھی اُسکو دیدو وقت پر غالبًا ایسے واعظوں کی طبیعت بھی "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" کا حکم دیگی۔ اور یہ حلیمانہ تعلیم اُنکو سب بھول جائیگی بلکہ ضرورت طبعی جبرًا بھلائیگی۔ اور خدائی تعلق کے (جسکا نام میں اپنے مضمون میں الہیات رکھتا ہوں) کئی حصے ہیں۔ پہلا حصہ یا فصل تو وہ ہے جو اِس تعلق کے مخالفوں (دہریوں) کے مقابلہ میں ہے۔ یعنے خدا کی ہستی کی بحث جسکا نام ثبوت واجب الوجود بتلاتا ہوں۔ دوسرا حصہ اُن لوگوں کے مقابلہ میں ہے جو یہ تعلق تو مانتے ہیں۔ لیکن اِس جیسا اوروں سے بھی رکھتے ہیں۔ جسکی وجہ سے وہ مُشرک بنے ہیں۔ اس حصہ کے دو حصے ہیں۔ ایک دعوئ توحید دوسرے دلائل توحید۔ تیسرا حصہ خُدائی تعلق وہ ہے۔ جس سے معلوم ہو کہ خدا کیسا ہے۔ کن اوصاف سے موصوف ہے۔ جو آپ کا سوال ہے۔ اِس حِصّے کا نام "صفات باری" دوسرا پہلو باہمی انسانوں کا تعلق ہے جس کا تمدن ہے اِس کے بھی کئے حِصّے ہیں ایک انسان کی ذاتی صفات کا ہے جس کا نام تہذیب اخلاق ہے۔ دوسرا حصہ انسان کے تعلق کا وہ ہے جو رشتہ داروں سے تعلق ہے جسکا نام تدبیر منزل ہے۔ تیسرا حصہ مُلکی بھائیوں کے باہمی ملاپ کا ہے۔ جسکو معاملات کہتے ہیں۔ چوتھا حصہ اور بڑا ضروری حصہ وہ ہے جو حاکم و محکوم کے تعلق کا ہے جسکا نام سیاست جسکو دوسرے لفظوں میں پولٹیکل امور کہیں جسکے کئی حصے ہیں۔ رعایا کا حاکم سے تعلق جسکو تابعداری اور اطاعت کہیں اور حاکم کا رعایا سے ملاپ جسکو قوانین سول (فوجداری و دیوانی) کہیں۔ تیسری قسم سیاست کی حفاظت مُلک ہے۔ جسکو ملٹری (تدبیر جنگ) وغیرہ کے نام سے موسوم کریں۔ اِسی جنگ کے ایک حصے کا نام بیرونی تعلقات یا فارن آفس ہے یہ ہے مختصر فہرست انسانی تعلقات کی جسکے تسلیم سے کوئی بھی منکر نہ ہوگا۔ اب میں سارے تعلقات کا ثبوت خدا کی کتاب قرآن مجید سے مشتے نمونہ خروار کے طور پر بتلاتا ہوں یہ نہ سمجھیں کہ اِن مضامین کو قرآن شریف نے اتنا ہی بیان کیا ہے۔ اگر مفصل بحث اِس امر کی دیکھنی ہو تو میرا رسالہ جو اِس مضمون میں عنقریب ہی انشاءاللہ نکلنے والا ہے۔ ملاحظہ فرمائیگا۔

الٰہیات ۔ (الف) **ثبوت واجب الوجود**۔ اِس مضمون میں تو قرآن واقعی

معجزہ ہے۔ مگر افسوس ہرچند مخالفوں نے اِس کے معجزہ کو چھپانا چاہا لیکن کوشش اُنکی کامیاب نہ ہوئی اِس مضمون میں قرآنی دلایل سے بڑھکر عُمدہ اور صحیح و مضبوط کوئی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر افسوس ہے کہ اِس مختصر سے پرچہ میں اُن سبکو میں بیان نہیں کرسکتا۔ اور اُن سب کے دیکھنے کے لئے اُسی رسالہ کا وعدہ دینے پر مجبور ہوں جسکا ذکر میں اوپر کرچکا ہوں۔ پہلی دلیل جو قرآن اِس بارہ میں پیش کرتا ہے وہ نظامِ مُلکی ہے جسکو آپکے معزز مہمان اور لائق لکچرار نتیانند جی نے اپنے لکچر ۲۶۔ اگست ۱۸۹۶ء امرتسر کٹرہ جیمل سنگھ میں بیان فرمایا تھا۔ لکچرار موصوف نے ناستکوں (دہریوں) کا رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں ایکدفعہ بمبئی میں تھا اور میرے لکچر کا وقت ۸ بجے کا تھا سب جلسہ بھرا ہوا تھا کہ میں پہونچا۔ سب نے کہا کہ آپنے دیر کردی مینے اپنی گھڑی دکھائی کہ ابھی تک ۸ نہیں بجے۔ میرے مقابلہ پر سب نے اپنی اپنی گھڑی دیکھی توکسی میں ۲ منٹ آگے کسی میں ۸ پیچھے غرض کوئی بھی ایکدوسری سے برابر نہ تھی۔ یہ کہہ کر لائق لکچرار نے نتیجہ نکالا تھا۔ جو واقعی سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ جب چھوٹی سی گھڑی (جسکی ہروقت حفاظت بھی رہتی ہے) ایک وقت پر ٹھیک نہیں رہ سکتی تو اتنا بڑا سورج جس سے اِس چھوٹی سی گھڑی کو کوئی نسبت نہیں ایک ہی وقت پر بغیر کسی صانع اور کاریگر کے کیونکر نکلتا ہے۔ جسکے متعلق ہم نے کبھی بھی شکائت نہیں سُنی۔ کہ فلاں تاریخ معمولی وقت سے (جو اُس کے لئے بلحاظ موسم مقرر تھا) دیر کر کے نکلا ہو۔"

مینے یہ سُنتے ہی اُسیوقت کہا تھا۔ کہ اللہ اکبر قرآن کے بارے میں فرمان خداوندی تفصیل کل شئی دیکھئے توکس وضاحت اور شُستہ الفاظ میں سینکڑوں برس ہوئے قرآن نے عرب جیسے جاہل اور بے علم مُلک کے سامنے کیسے سادہ الفاظ میں یہ دلیل پیش کی ہوئی ہے (خداوند فرماتا ہے) ہماری قدرت کاملہ کے نشان انکے حق میں رات کا وقت ہے۔ جس سے ہم دنکی روشنی کو نکال لیتے ہیں۔ پس اُسی وقت یہ سب کے سب اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج (بلحاظ افق کے) اپنے وقت تک چلتا ہے (کبھی بھی تقدم تاخر نہیں کرسکتا کیونکہ) یہ اندازہ خدا

وآیۃ لھم اللیل نسلخ منہ النھار فاذا
ھم مظلمون والشمس تجری لمستقر
لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم والقمر
قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون

القدیم - لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النہار و کل فی فلک یسبحون (یٰس)

غالب اور بڑی حکمت والے کا ہے اور چاند کے لئے بھی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں اپنے کمال سے گھٹتا ہوا پتلی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے - نہ ہی سورج سے ہو سکتا ہے کہ چاند کے وقت سے کچھ لے اور نہ رات (جو چاند کے لئے مقرر ہے) دن سے (جو سورج کے لئے مقرر ہے) آگے آ سکتی ہے (مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے) سب کے سب اپنے اپنے چکر میں گھومتے ہیں "

مسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمیٰ یدبر الامر یفصل الایات لعلکم بلقاء ربکم توقنون (رعد)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ " خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے - ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا ہے - خدا ہی سب امور کا انتظام کرتا ہے - اور تمہارے لئے نشان کھلے کھلے بیان کرتا ہے - تاکہ تم اپنے خدا کے ملنے پر یقین کرو - "

دوسری دلیل اس مسئلہ میں جو قرآن نے پیش کی ہے - نظام ارضی ہے - چنانچہ ارشاد ہے - کہ ہماری ہستی کے نشان اُنکے لئے زمین

ومن آیاتہ لھم الارض المیتۃ احییناھا واخرجنا منھا حبا فمنہ یاکلون وجعلنا فیھا جنات من نخیل واعناب وفجرنا فیھا من العیون لیاکلوا من ثمرہ وما عملتہ ایدیھم افلا یشکرون (یٰس)

خشک ہے جسکو ہم بارش سے سرسبز کر دیتے ہیں اور اُسمیں سے دانے نکالتے ہیں کہ اُنہیں دانوں میں سے (یہ منکر بھی) کھاتے ہیں - اور ہم اُس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کرتے ہیں - اور اُس (زمین) میں چشمے جاری کرتے ہیں (کیوں کرتے ہیں کوئی اپنی غرض نہیں بلکہ) اس لئے کہ لوگ اُن کے پھل کھائیں (اگر طرفہ ہے کہ انکار ہی کئے جائیں اور کھاتے ہی جائیں) حالانکہ یہ اُنکے بنائے ہوئے بھی نہیں کیا پھر شکر نہیں کرتے - "

باقی آئندہ

اودیا کا ناش

پرانکوں کے مروجہ جاتی بھید کے دعوے کا خود پرانوں سے زوردار کھنڈن

(مرسلہ لالہ رگھوناتھ سہائے از بھرت پور)

ہمارے ناظرین پر یہہ امر مخفی نہ ہوگا کہ مابین آریہ سماج اور پورانک دھرم سبھا جہاں مورتی پوجن اور شرادھ مردگان وغیرہ پر اختلاف ہے۔ وہاں اس امر میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ آریہ سماج ورن۔ آشرم دھرم کی تقسیم بلحاظ گن کرم سبھاؤ کے مانتا ہے یعنی جس شخص میں براہمن پنے کے گن کرم سبھاؤ ہوں گے۔ وہی شخص براہمن کہلانے کے لائق ہوگا۔ ورنہ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جس کسی میں چھتری پنے کے گن کرم سبھاؤ ہونگے۔ وہ چھتری ہوگا۔ علیٰ ہذا ویش۔ شودر بھی اس تفصیل سے مانا جائیگا۔ لیکن ہمارے فریق مخالف پورانک بھائی برخلاف اس کے ورنوں کی تقسیم نطفہ کی بنا پر جدی میراث مانتے ہیں۔ یعنے انکے قول کے مطابق برہمن کا پسر برہمن ہی ہونا چاہئے۔ خواہ وہ کیسی ہی نیچ کرم کرے۔ اسی طرح چھتری کا پسر چھتری ہونا چاہئے۔ خواہ وہ چوہے سے ہی ڈرتا ہو۔ علیٰ ہذا ویش و شودر بھی۔

ہمارے خیال میں آریہ سماج والوں نے ابھی تک اپنے اس نقص کو رفع کرنے میں پورے طور پر کوشش نہیں کی ہے۔ کہ فریق مخالف کے کتب کا مطالعہ کرنیکا پورا شوق رکھیں اور یہی وجہ ہے کہ بروقت مباحثہ بہت سا بیجا وقت آریہ سماج کو جواب دینے میں صرف کرنا پڑتا ہے۔ اگر فریق مخالف کی کتب کا کماحقہٗ مطالعہ کیا ہوا ہووے تو علاوہ کمی وقت کے بہت آسانی کے ساتھ انکی ہی مسلمہ کتب ہائے سے بہت سا مصالحہ ایسا پیش کیا جاسکتا ہے۔ کہ جو خود انکے دعوے کی تکذیب کے واسطے کافی ہو

چنانچہ ہمکو یہ بات پورانوں کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہوگئی ہے کہ پورانکوں کے اکثر غلط دعوؤں کی تکذیب خود اُن کے مُسلمہ پورانوں میں کہ جنکو وہ وید ول کا رُتبہ دیتے ہیں موجود ہے۔ چنانچہ آج ہم اِسی مضمون میں پورانکوں کے اِس دعوے کی تکذیب کہ مُروّجہ جاتی بھید برہمن چھتری وغیرہ کا جدی میراث کے طور پر نُطفہ کے لحاظ سے نسلاً بعد نسلاً چلا آتا ہے اور آریہ سماج کے اِس دعوےٰ کی تائید کہ برہمن چھتری وغیرہ کا بھید نُطفہ کے لحاظ سے نہیں ہے۔ بلکہ گُن کرم سبھاؤ سے ہی خود اُنکی مُسلّمہ کُتب پورانوں سے لفظاً بلفظاً دکھلاتے ہیں۔

اِس مضمون کے کھنڈن منڈن میں کوئی ایک سطر یا ایک شلوک نہیں ہے بلکہ کئی ادھیائے ہیں۔ جنکا ترجمہ سجنہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ہمارے ناظرین اِس پورانوں کے کھنڈن منڈن سے اور بھی کئی قسم کا لُطف اُٹھائیں گے۔ دھونڈا

(ملاحظہ ہو بھوشیہ پوران)

چھتیسواں ادھیائے
(جاتی بھید کا کھنڈن)

راجا شتانیک پوچھتے ہیں کہ اے سومنت منی! سوامی کارتک کی پیدائش کا حال سُنکر ہمکو نہایت ہی شُبہ ہوگیا ہے۔ کہ بہت سوں سے سوامی کارتک کی پیدائش ہوئی ہے۔ پھر بھی اُنکا مہاتم اور پربھاؤ بہت ہی بیان کیا گیا ہے۔ اب اِسمیں جاتی افضل ہے۔ یا کرم افضل ہیں۔ اِس میری حیرانی اور شُبہ کو آپ رفع کریں۔ اور اِن دونوں میں جو افضل ترین ہو اُسکو ظاہر کریں۔ راجا کی اِس بات کو سُنکر سومنت منی فرمانے لگے۔ کہ اے راجا رشی منیوں نے اِسی بات کو ایک دفعہ برہما جی سے پوچھا تھا۔ اِس کے جواب میں برہما جی نے جو منیوں سے کہا تھا۔ اُسی کو میں آپکو سُناتا ہوں۔

ایک وقت میں جبکہ برہما جی اپنے لوک میں آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ اُسوقت میں سب رشی برہما جی کے پاس گئے۔ اور پرنام کرکے بعد دریافت کُشل وغیرہ (خیر و عافیت) کے کہنے لگے۔ کہ اے مہاراج! وشوامتر کو چھتری سے براہمن بنا ہوا دیکھ کر ہمارے دلوں میں نہایت ہی حیرانی و شُبہ پیدا ہو رہا ہے۔ کہ براہمن پنا کیا چیز ہے۔ جاتی۔ وید پڑھنا جسم اور آتما کے سنسکار۔ اِن سب میں براہمن پنے کا کون باعث ہے۔ اگر یہ کہو کہ جیو ہی براہمن ہے۔ تو وہ دُنیا بھر کے چھتری۔ ویش۔ شودر۔ چانڈال۔ کُتا۔ سُور وغیرہ جونوں میں گھومتا پھرتا ہے پھر کیونکر وہ براہمن رہ سکتا ہے۔ جس طرح گایوں کے گروہ میں گھوڑا علیحدہ

شناخت ہوسکتا ہے۔ اسی طرح تنتوں میں برہمن کو نہیں جان سکتے۔ اس لئے براہمن پنا دراصل
کیا چیز ہے۔ اسکو آپ کرپا کرکے ظاہر فرماویں۔ رشی منیوں کے اس سوال کو سنکر برہما جی فرمانے
لگے۔ کہ اے منیشرو! منو جی کی بیان کی ہوئی سپت بیادہ کتھا کے سننے سے جیو میں تو
براہمن پنے کا شبہ رفع ہوجاتا ہے۔ دشارن دیش میں سات بیادہ رہتے تھے۔ وہی ساتوں
بیادہ کالنجر پہاڑ پر ہرن بن گئے۔ پھر وہی ساتوں شرد دیپ میں۔ چکرواک مانسرور میں ہنس
بن گئے۔ پھر وہی ساتوں کورکشیتر میں وید کے عالم براہمن بنے۔ اس وجہ سے جیو کو تو
کسی طرح بھی براہمن نہیں کہہ سکتے۔ اور جس طرح نیل گائے اور گائے کی باہمی تمیز گل کمبل کے نشان
سے ہوتی ہے۔ ایسا بھی کوئی ظاہری نشان نہیں ہے۔ کہ جس سے براہمن کو اور منتوں سے علیحدہ
تمیز کرسکیں۔ اس سے جاتی بھی براہمن نہیں ہے۔ جو گئو۔ بھینس۔ بکری۔ بھیڑ۔ اونٹ۔ گدہا
خچر۔ گھوڑا۔ ہاتھی وغیرہ کی خدمت کی نوکری کرتا ہو۔ یا جو بنیا۔ لوہار وغیرہ کاریگر یا نٹ
وغیرہ کا کام کرے۔ یا جو گوشت۔ لہسن۔ پیاز کھاوے۔ یا جو شراب۔ اونٹنی کا دودہ پیوے
یا جو مانس۔ نمک وغیرہ رسوں کو اور دودہ کو فروخت کرتا ہو۔ یا جو پُنربھو (جس عورت کا دوبارہ
بواہ ہوا ہو) شودری چانڈالی۔ داسی وغیرہ سے بدفعلی کرے۔ یا جو شودر اور پریت اور جنم مرن
کے اشوچ کے گھر کا ان بہوجن کرے۔ یا جو ماتا پتا گورو وغیرہ سے بغض وحسد وغدر کرتا
ہو وغیرہ وغیرہ اور بھی ایسی ہی کئی باعثوں سے وہ براہمن بھی جس نے اُتم کل میں پیدا
ہوکر وید۔ ویدانگ کا پٹھن پاٹھن بھی کیا ہو۔ اپنے براہمن پنے سے گرجاتا ہے۔ اس لئے
براہمن پنا شریر (جسم) میں بھی قایم نہیں ہوسکتا۔ منو جی نے یہ کہا ہے۔ کہ گوشت۔ نمک۔ لاکھہ
دودہ وغیرہ اشیاء کے فروخت کرنے سے برہمن شودر ہوجاتا ہے۔ جو برہمن گئووں سے اپنا
گذارہ کرے۔ کاشتکاری۔ ملازمت کرے۔ نٹ ویش وغیرہ کا کام کرے۔ تو وہ برہمن شودر کی مانند
ہوتا ہے۔ اسی طریقہ سے برہمن سے شودر اور شودر سے براہمن بھی بنجاتا ہے۔

۲۷ ستائیسواں ادھیائے

(جاتی بھید کا کھنڈن)

برہما جی کہتے ہیں کہ وید پڑہنے سے بھی براہمن نہیں ہوسکتا
ہے۔ کیونکہ راون وغیرہ راکھشوں نے بھی وید پڑہ رکھا تھا۔ اور
بھی شودر چانڈال دہیور وغیرہ کوی کوی چھل سے وید پڑہ لیتے
ہیں۔ لیکن وہ براہمن نہیں ہوسکتے۔ کئی شودر دوسرے دیش میں جاکر اور براہمن بنکر وید
پڑہ لیتے ہیں اور اُتم براہمن کی کنیا سے بواہ بھی کرلیتے ہیں۔ یا بنا وید پڑہے بھی پنچ گوڑ
پنچ دراوڑ۔ وغیرہ میں سے کسی طرح سے براہمن بنکر اچھی کل میں بواہ کرلیتے ہیں۔ اسلئے وید

پڑھنے سے بھی براہمن کی پہچان نہیں ہوسکتی۔ شاستر کار یہ کہتے ہیں کہ آچارہین کو وید پوتر نہیں کرسکتے۔
خواہ تمام انگوں کے ساتھ باطریقہ ویدوں کو پڑھا بھی ہو۔ وید پڑھنا تو براہمنوں کا پیشہ ہے شُدھ
آچرن ہی افضل ہے۔ کئی شودر بھی سندھیا اوپاسن وغیرہ اچھے کرم کرتے ہیں۔ ڈنڈ۔ مرگ چرم میکھلا
جنیو وغیرہ دھار لیتے ہیں۔ اُنکو کوئی نشیدھ نہیں کرسکتا۔ اپچار وغیرہ کرم شودر بھی کرسکتے
ہیں۔ تپ یگیہ وغیرہ شُبھ کرموں کے باعث دیوتاؤں کی کرپا اور منتر سِدّھی شودروں کو بھی ہوتی
ہے۔ شاپ (بددعا) دینے انُگرہ (مہربانی) کرنے کی طاقت تپ کرنے سے شودروں میں بھی
ہوجاتی ہے۔ یہ سب باتیں براہمنوں اور شودروں میں مساوی ہوسکتی ہیں . . . . . .
سنسکار بھی براہمن ہونیکی وجہ قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ کیونکہ بیاس وغیرہ کے گربھادہان
سیمنت وغیرہ سنسکار کس نے کئے تھے۔ شریر (جسم) بھی تمام منشوں جیسا ہوتا ہے۔ بلکہ
ملیکش۔ چور ناستک وغیرہ شریر سے زیادہ فربہ اور طاقتور ہوتے ہیں۔ وید۔ آتما۔ بچن
سکھ۔ ایشوریہ۔ بیماری۔ تندرستی۔ ویریہ۔ آکرتی۔ اندریہ۔ ویوپار۔ عمر۔ موٹاپن۔ دُبلاپن
چنچلتا۔ استھرتا۔ عقل۔ بیراگیہ۔ دھرم طاقت۔ بدن کی صفائی وغیرہ۔ ہڈی۔ بال۔ ناسکا آنکھ
وغیرہ براہمن اور شودر میں مساوی ہوتی ہیں۔ ان باتوں سے شودر اور براہمن کی تمیز
دیوتا بھی نہیں کرسکتے . . . . .
نیز براہمن چندرماں کی کرنوں کی مانند سفید جسم (گورے رنگ) بھی نہیں ہوتے۔ اور نہ
چھتری ٹیسو کے پھول کی مانند سُرخ جسم والے ہوتے ہیں۔ اور نہ ویش ہرتال کے برابر
پیلے رنگ والے ہوتے ہیں۔ اور شودر کوئلہ کے برابر کالے جسم والے ہوتے ہیں کہ جس سے
سب کو علیحدہ علیحدہ شناخت کرسکیں۔ جبکہ چلنا۔ پھرنا۔ بیٹھنا۔ بولنا۔ سونا۔ سُکھ۔ دُکھ
سب کو مساوی ہوتا ہے۔ تو پھر چار قسم (براہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر) کے منُشیہ کس
طرح ہوگئے۔ جس طرح ایک پتا کے چار پُتر ایک جاتی کے ہی ہوتے ہیں۔ اس طرح اِس
جگت کا پتا ایک پرمیشور ہے پھر اُسکی سنتان میں کیونکر جاتی بھید ہوسکتا ہے۔ جس طرح
ایک درخت کے سب پھل شکل وار مزہ وغیرہ میں مساوی ہوتے ہیں۔ اسی طرح پرمیشور روپ
درخت سے پیدا ہوئے انسان روپ پھل . . سب مساوی ہیں . . . . . .
کوشک۔ کاشیپ۔ گوتم۔ کونڈنیہ۔ مانڈبیہ۔ وششٹھ۔ اتریہ۔ کوتس۔ انگرہ۔ گرگ۔ موڈگلیہ
کاتیاین۔ بھارگو۔ بھاردواج۔ وغیرہ گوتر بھی براہمن ہونیکی وجہ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ یہ
گوتر اور بھی ورنوں میں ہوتے ہیں۔ جو شریر (جسم) کو براہمن کہو تو پہلے یہ بتاؤ کہ

کوئی ایک عضو براہمن ہے۔ یا تمام جسم۔ اگر کسی ایک عضو کو براہمن مانو۔ تو اُس عضو کے کٹ جانے سے براہمن پنا بھی جاتا رہیگا۔ اور اگر تمام جسم کو ہی براہمن ٹھہراتے ہو۔ تو مرنے کے بعد اُس جسم کو جو شخص داہ کریگا۔ وہ برہم ہتیا کا بھاگی ہوگا۔ اگر یہ کہو کہ جو براہمن کی کنیا کے ساتھ بواہ کرے تو وہ براہمن ہوتا ہے۔ تو وہی براہمن جب چھتری کی کنیا کے ساتھ شادی کریگا۔ تب چھتری ہو جاویگا کیونکہ براہمنوں کو چاروں ورنوں کی کنیاؤں سے بواہ کرنا لکھا ہے۔ اِس لئے جاتی۔ دیہ کرم ویدادھین وغیرہ کوئی بھی براہمن ہونے کے باعث نہیں ہو سکتے ؎

اٹھتیسواں ادھیائے

(جاتی بھید کا کھنڈن)

برہماجی فرماتے ہیں کہ اے منیشرو! روپ۔ ایشوریہ۔ ودیا اور جاتی کا ابھمان بھی فضول ہے۔ کیونکہ یہ جیو جنیتی سنکھ۔ چینٹی۔ بھونرا۔ ہاتھی وغیرہ بہت سی جونوں میں جاکر نٹ کی طرح بہت سی قسم کے جسم دہارتا ہے۔ پھر جاتی کا ابھمان کہاں رہا۔ اس لئے عقلمند آدمی کبھی جاتی کا غرور نہیں کرے۔ کیونکہ جاتی قایم نہیں رہتی ہے۔ اگر یہ کہو کہ سنسکاروں سے ہی براہمن ہوتا ہے۔ تو گربھادھان۔ پنسون۔ سیمنتا۔ جاتی کرم۔ ان پراشن یگیوپویت۔ ویدادھین۔ سماورتن۔ بواہ وغیرہ۔ سنسکار جنکے ہوتے ہیں۔ انکا کچھ تیج (جلال) یا آیو (عمر) نہیں بڑھ جاتا۔ اور جنکے سنسکار نہیں ہوتے وہ کم عمر والے نہیں ہوتے۔ سکھ۔ دکھ بھی دونوں مساوی بھوگتے ہیں۔ جنکے اُتم سنسکار ہوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ دراچرن (بداخلاقی) کے باعث پتت ہو جاتے ہیں۔ اور نرک (دکھ) میں پڑتے ہیں۔ اور سنسکار ہین منش اچھے چالچلن رکھنے سے شریف کہلاتے ہیں۔ اور سُرگ (سکھ) پاتے ہیں۔ سنسکار ہوئے ہوئے پُرش بھی رنڈی بازی وغیرہ بداخلاقی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اور سنسکار ہین پُرش جپ۔ تپ۔ دان وغیرہ۔ ست کرم کرتے ہوئے بھی دیکھے جاتے ہیں۔ بیاس وغیرہ۔ منیشر سنسکار ہین بھی۔ اُتم آچرن (نیک افعالی) کے باعث سب براہمنوں میں افضل ترین اور جگت پوجیہ قرار دئے گئے ہیں۔ اس سے سنسکار بھی براہمن پنے کا سنت کارن نہیں بن سکتے۔ اگر یہ کہو کہ جنم سے براہمن ہوتا ہے۔ تو دیکھو کہ بیاس جی ملاجنی کے گربھ سے پراشر منی چانڈالی کے پیٹ سے سکھدیو نیکنی کے پیٹ سے۔ کناد الوکی سے۔ رشی شرنگ مرگی سے۔ بسشٹ ویشیا سے۔ مندپال منی لاڈکا بیٹے لوانام پکشنی کی ستری سے۔ مانڈبیہ منڈوکی کے گربھ سے پیدا ہوئے۔ اسی طرح اور بھی ہزاروں ادھم یونیوں سے پیدا ہوئے اور افضل براہمنوں میں شمار ہوئے۔ یہ سب سنسکار ہین

تھے۔ اور جنم بھی اتم نہیں۔ پرنتو ہر بل تپ کرکے سب برہمن ہوئے۔ جیسے سنسکار بھی ہوئے

ہوں۔ اور ودیا۔ اور تپ وغیرہ بھی ہوں تو وہ برہمنوں میں بھی افضل ہو جاتا ہے۔ اور

سب سنسکاروں سے سنسکرت ہو کر بھی جب پاتک کرنے سے براہمن پنا کھو بیٹھتا ہے۔ اسلئے برہمن

ہونا نیت (کوئی مقررہ) نہیں ہے۔ بلکہ ایک سنکیت ہے ۔ ۔ ۔

اڑتالیسواں ادھیائے

(جاتی بھید کا کھنڈن)

برہما جی کہتے ہیں کہ اے نیشرو۔ عالمان وید سے یہ بھی دریافت کرنا چاہئے۔ کہ تچ بیرج سے پیدا ہوا ہوا۔ لشٹا سے پیدا ہوئے کیٹ کی مانند جو یہ جسم نہایت گندہ ہے۔ وہ کیونکر شدھ ہوتا

ہے۔ دل میں تو دشٹتا بھر رہی ہے۔ اور باہر سے سب سنسکار ہوئے ہوئے ہیں۔۔۔

کئی پرش ویدک سنسکاروں سے سنسکرت بھی آچرنوں میں شودروں سے بھی زیادہ ہین ہوتے

ہیں۔ بیرحمی کے فعل کرنیوالا۔ برہم ہتیا کرنیوالا۔ گورو کی ستری سے زنا کرنیوالا۔ چور۔ شراب پینے والا۔

دوسروں کی عورتوں سے بدفعلی کرنیوالا۔ جھوٹ بولنے والا۔ شراب میں مخمور رہنے والا۔ ناستک۔

وید کی نندا کرنیوالا۔ مایا جال میں پھنسا ہوا۔ تمام دوشوں میں بھرا ہوا۔ خراب فعلوں کا کرنے والا

دھورت۔ شٹھ۔ پاپی۔ سرب بھکشی۔ سرب بکریہ (سب اشیاء کا فروخت کرنیوالا) اس قسم کے

جو براہمن ہوں۔ ان کے خواہ تمام سنسکار بھی ہوگئے ہوں۔ اور وہ سب وید۔ ویدانگ پڑھے

بھی ہوں۔ لیکن کبھی انکی لش کبرتی ([illegible]) نہیں ہوتی۔ جو انشٹ۔ انشٹ برہمن

کو ہوتے ہیں۔ وہی شودر کو بھی ہوتے ہیں۔ اس لیئے وید کا پڑھنا۔ اگن ہوتر۔ یگیہ میں جانوروں

کی ہتیا کرنا وغیرہ کوئی کرم بھی برہمن بننے کا باعث نہیں ہیں۔ پیدا ہونا۔ بھوک لگی۔ مرنا وغیرہ سبکو

مساوی ہوتے ہیں۔ بات۔ پت۔ کف۔ لوبھ۔ دھن کی ترشنا سبکو ہوتی ہے۔ بیرحم۔ ہنسا کرنیوالے

اعلیٰ درجہ کے دغاباز۔ فریبی۔ لوبھی۔ اعلیٰ درجہ کے بدمعاش۔ وید پڑھکر سنسار کو ٹھگتے ہیں اور

ویدوں کو فروخت کرکے اپنا گذارہ کرتے ہیں۔ بہت طرح کے دغا اور فریب کرکے پرجا کی ہنسا

کرتے ہیں۔ فقط اپنے ہی دنیاوی آرام کو مدنظر رکھتے ہیں۔ جو اس قسم کے براہمن ہوں وہ شودر

سے بھی ادھم (نیچے درجہ میں) ہوتے ہیں اس لئے جاتی بھید غلط ہے۔ مغلوب الشہوت شودرانی

سے براہمن ہمبستر ہوکر گربھ ستھاپن کر دیتا ہے۔ اسی طرح براہمنی کو شودر کی ہمبستری سے گربھ ہو جاتا

پھر جاتی بھید کہاں رہا۔ جاتی بھید تو گئو۔ اونٹ۔ گھوڑا۔ ہاتھی وغیرہ جانوروں میں ہے

جو اپنی جاتی کے بغیر دوسری جاتی کی استری سے سنگ ہی نہیں کرتے۔ اور نہ دوسری جاتی

کے استری میں گربھ رکھ سکتے ہیں۔ جس طرح پشو جاتی کی ستری سے غسل صحبت کر کے

لطف نہیں اُٹھاسکتا ہے۔ اور نہ گرہستھ رہ سکتا ہے۔ اسی طرح منش کی استری لِنگو سے
سبھوگ کرکے نہ گرہستھ دھار سکتی ہے اور نہ لطف اُٹھاسکتی ہے۔ لیکن منش اپنی منش کی جاتی میں
خواہ کسی ورن کی استری کے ساتھ سنگ کرے۔ لطف بھی اُٹھاسکتا ہے۔ اور گرہستھ بھی
رہ سکتا ہے۔ اِن دلائل سے جاتی بھید قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ جو منشوں میں **فرضی جاتی**
بھید قائم ہو رہا ہے۔ سو صرف بیوہار کے لئے سنکیت ماتر ہے حقیقت میں ستیہ نہیں ہے۔

چالیسواں اپدیش

(چار ورنوں کے لکشن اور اُنہیں بھید کا کارن)

برہما جی کہتے ہیں کہ اے نتیشرو۔ جو شخص کردنی۔ ناکردنی
کی اصلیت سے ماہر ہیں۔ اور انیائے اور بُرے طریقہ کو
ترک کرتے ہیں۔ ششبندریہ۔ ستیہ بادی۔ اور سدا چاری ہوں
نیم۔ آچار۔ ستیہ ورتی میں قائم رہتے ہوں سب کے ہت میں مستعد ہوں۔ باقاعدہ وید۔ ویدانگ
اور شاستر کے جاننے والے ہوں۔ سمادھی میں ست ہوں۔ کرودھی نہ ہوں۔ غرور اور رنج
اور شوک وغیرہ سے دور ہوں۔ وید کے پٹھن پاٹھن میں محو رہتے ہوں۔ زیادہ تر کسی کا سنگ نہ کریں
ایکانت اور پوتر ستھان میں رہتے ہوں۔ سُکھ دُکھ میں سمان ہوں۔ دھرم پرائن ہوں۔ پاپ سے
ڈرتے ہوں۔ نراہنکار۔ دانی۔ برہم وِدیا۔ شانت سبھاؤ اور تپسوی ہوں۔ وہ براہمن کہلاتے
ہیں۔ اس قسم کے براہمن جگت کے ہت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ برہم کے بھگت ہونے سے
براہمن کھشتی (نقصان) سے حفاظت کرنے کے باعث چھتری وارتا کا سیون کرنے سے ویش
اور شُرتی سے وِرت (وید سے بے علم) ہونے سے شودر کہے گئے ہیں۔ کشما۔ دم۔ شم
دان۔ ستیہ۔ شوچ۔ دھرتی۔ دیا۔ مدھرتا۔ سنتوش۔ تپ۔ نراہنکارتا۔ اکرودھتا۔ انسویا۔ اہنستا۔
استے۔ الالستریہ۔ اپی شونیہ۔ دھرم گیان۔ برہمچریہ۔ دھیان۔ آستکتا۔ ویراگیہ۔ پاپ بیرتو
ادویش۔ گوروشسرکھا وغیرہ وغیرہ گُن جن میں دیکھا گیا۔ اُنکو سرشٹی کے آرمبھ
میں براہمن ٹھیرایا گیا۔ جو بلوان اور دوسروں کی رکشا کرنے میں تت پر
دیکھے گئے۔ وہ منشیہ چھتری کہلائے۔ جو برتی اور دھن کے اوپارجن کرنے میں مستعد
معلوم ہوتے۔ اُنکی سنگیا ویش قرار دی گئی۔ اور جو نش نیچ اور کمزور پُرش
اِن تینوں کی خدمت میں تت پر ہوئے۔ وہ شودر ہوئے۔ اسی طرح اپنے اپنے
گُن وسبھاؤ کے انوسار ورن آشرم قائم کئے گئے۔ شم۔ دم۔ تپ۔ شوچ
شانتی۔ آرجو۔ گیان۔ وگیان۔ آستکتا۔ جنگ میں پُشت نہ دکھانا۔ دان دینا اور
ایشور پریم۔ چھتریوں کے سبھاوک کرم ہیں۔ جیسے گیان روپ جیوتی۔ اور تپ روپ تیج

یعنے جینو ہو اُسکو سوایمبھو منوجی نے براہمن کہا ہے۔ چاہے جس ورن میں اُتپن ہو۔ اور پاپ کرموں سے نورت ہوکر اُتم آچرن رکھے۔ وہ برہمن کے مساوی ہے۔ جو شودر شیل کرکے یکت ہو۔ وہ براہمن سے زیادہ ہوجاتا ہے۔ اور آچار سے رہت براہمن شودر سے بھی نیچے درجہ کا مانا جاتا ہے۔ جو اپنے گھر میں شراب نہ بناوے۔ اور نہ بازار وغیرہ میں فروخت کرے۔ وہ شودر اُتم ہوتا ہے۔ اول تو تمام جیو ایک جاتی ہیں پھر پشو وغیرہ جاتی الگ الگ ہیں۔ اُنمیں استری پُرش وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ تمیزیں ہیں۔ پھر اُن میں بچہ۔ جوان۔ بوڑھا۔ یہ جاتی ہیں۔ اِس کے سوائے اور کسی قسم کی جاتی کی کلپنا کرنی سنکیت ماتر ہے۔ اے نیشرو۔ یہ ہم نے مکمل بیان جاتی بھید کے بارہ میں بادلایل کیا ہے۔ لیکن جس طرح دیو اور پُرش ملکر کاریہ سدھ کرتے ہیں۔ اِسی طرح اُتم جاتی۔ اور ستیہ کرم کا یوگ ہونے سے پورن سِدھی ہوتی ہے۔

اتنی کتھا سُناکر سومنت منی بولے کہ اے راجا اِس طرح برہماجی نے رشیوں کو جاتی بھید کے وشے میں بادلایل بیان فرمایا تھا۔ اِس لئے سوامی کارتک کے جنم پر آپ بھی کچھہ حیرانگی مت کریں ؛

معزز ناظرین۔ ہم نے بھوشیہ پوران کے پانچ ادھیائے کا ترجمہ بجنسہ آپکی خدمت میں پیش کیا ہے جس سے یہ امر بالکل ہی صاف ہوجاتا ہے۔ کہ آجکل کے پورانکوں کا یہ دعوی کہ برہمن وغیرہ ورنوں کی تقسیم بلحاظ جنم۔ نطفہ کے ہے۔ اُنہیں کے جد امجد شری برہماجی کے مندرجہ بالا بیان کے کسقدر خلاف ہے۔ برہماجی نے کس قدر زوردار دلایل سے آج کل کے پورانکوں کے دعوی برہمن ہونے کو رد کیا ہے۔ اب ہم نہیں جانتے کہ ہمارے پورانک بھائی اپنے پورانوں کے اِس مُدلل اخیری فیصلہ کو مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر کاش مان جاویں۔ تو آریہ سماج کو شکر بجا لانا ہوگا۔ کہ اُسکے گلے سے ایک امر متنازعہ کا جھگڑا تو چھوٹا۔ اگر ہمارے پورانک بھائی اِسی طرح اپنے ہی پورانوں کی باتوں اور پرمانوں کو تسلیم کرلیں۔ تو ہم اُنکی خدمت میں کُل امور متنازعہ کے پرمان مفصل اور مدلل طور پر رفتہ رفتہ اُنہیں کے مسلمہ ویدوں (پوران وغیرہ) سے پیش کرتے رہیں گے ؛

ضروری گذارش

(۱) ہم اپنے ناظرین کی توجہ پھر اپنے پہلے التماس کی طرف کھینچتے ہیں۔ ہم اُس جگہ صاف طور پر بتلا چکے ہیں کہ یہہ رسالہ ذاتی مباحثہ جات سے بری رکھا جائیگا۔ اِس رسالہ کو ہم چھوٹے چھوٹے تفصیلی جھگڑوں سے پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین اور نامہ نگار صاحبان ہمیں اپنے اِس ارادہ کے پورا کرنے میں مدد دیں گے۔ (۲) رگوید کے منتروں کا ترجمہ دیتے ہوئے ہم اصل منتر اِس لئے درج نہیں کرتے تھے کہ اُردو خوانوں کے لئے ضروری نہ تھا۔ اور اِس طرح پر زیادہ مضمون لکھا جا سکتا تھا۔ لیکن چونکہ ہمارے ناظرین کی کثرت رائے یہہ خواہش ظاہر کرتی ہے۔ کہ اصل منتر بھی درج کئے جاویں۔ لہذا اِس نمبر سے اصل منتر درج کرنے شروع کر دئے گئے ہیں۔ (۳) بعض صاحبان ہمارے ترجمہ کو مہرشی دیانند کے بھاشیہ کے ہندی حصہ سے مقابلہ کرکے ہمیں یہہ لکھہ بھیجتے ہیں کہ ہم مہرشی کے بھاشیہ سے سرمو تجاوز نہ کیا کریں۔ اُن صاحبان کو شاید معلوم نہیں ہے کہ وید بھاشیہ کے ساتھ یہہ اطلاع برابر چھپتی ہے۔ کہ ہندی ترجمہ پنڈتوں کا کیا ہوا ہے۔ اِس لئے ہم اپنے ترجمہ کے لئے مہرشی دیانند کے سنسکرت بھاشیہ کو راہبر بناتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اگر کہیں مضمون بے سلسلہ معلوم دے۔ تو اُسے ہماری لیاقت کا قصور سمجھنا چاہئے۔ نہ کہ مہرشی دیانند کے بھاشیہ کا۔ (۴) بعض حضرات جو اِس رسالہ کی کامیابی کو خاص حسد کی وجہ سے روکنا چاہتے ہیں۔ اِس کے مضامین کی نسبت بیہودہ اعتراضات لکھہ مارتے۔ یا زبانی مشہور کر دیتے ہیں۔ ہم اپنے ناظرین سے بادب تونیل کرتے ہیں کہ جب تک ہمارا ایک مضمون ختم نہ ہو لیا کرے۔ ایسے اعتراضوں کی کچھہ وقعت نہ سمجھا کریں۔ ہم اپنے مضامین میں حتی الوسع کسی اعتراض کی گنجائش نہ چھوڑیں گے۔ البتہ ہماری تحقیقات کا نتیجہ اکثر مروجہ خیالات کے برخلاف ہوا کریگا۔ لیکن اسکے لئے ہمیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کسی غلط فہمی کو دور کرنیکی ضرورت نہ ہوتی تو اِس رسالہ کی ہی کیا ضرورت تھی ✦

ایڈیٹر

فہرست کتب مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر موجودہ مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر شہر

ثبوت تناسخ - عیسائی - مسلمان - برہمو صاحبان کے تمام اعتراضوں کی تردید قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶/
تکذیب براہین احمدیہ جلد اول - محمدی اسلام کا زور توڑنے کے لئے ایک صف شکن توپ ہے - قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶/
تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸/
نسخہ خبط احمدیہ - خبط قادیانی کے لئے سلیمانی نسخہ ہے قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ ار
تاریخ دنیا - جلد اول - سرشٹی اتپتی ست شاستروں سے وسمت کی بابت تاریخی و علمی تحقیقات کا ذخیرہ قابل دید ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳/
تاریخ دنیا - جلد دوم قیمت فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸/

تحفہ شہید

نمبر ۱ - صداقت دھرم آریہ ۔ ۱۲
نمبر ۲ - رد خلعت اسلام ۔ ار
نمبر ۳ - آئینہ شفاعت بزبان فارسی ۔ /
نمبر ۴ - ابطال بشارات احمدیہ ۔ ۱۲
نمبر ۵ - پتت ادھارن متعلقہ شدھی ۔ /
نمبر ۶ - کرشنچندر کا جیون چرتر جلد اول ۔ ار
نمبر ۷ - ستری نکشا کے وسائل ۔ /
نمبر ۸ - نجات کی اصلی تعریف ۔ /

کلیات آریہ مسافر

نمبر ۱ - اظہار حق ۔ /
نمبر ۲ - صداقت الہام بجواب دلائل اغلاط الہام قیمت فی جلد ۔ /
نمبر ۳ - عطر روحانی بجواب گلاب چمن ۔ /
نمبر ۴ - پوران کس نے بنائے ۔ /
نمبر ۵ - دیوی بھاگوت پرکیت ۔ /
نمبر ۶ - ستری نکتا ۔ ۲/
نمبر ۷ - سانچ کو آنچ نہیں ۔ /
نمبر ۸ - سچے دھرم کی شہادت ۔ /
نمبر ۹ - ہندو آریہ اور نمستے کی تحقیقات ۔ /
نمبر ۱۰ - صداقت اصول تعلیم آریہ سماج ۔ /
نمبر ۱۱ - مردہ ضرور جلانا چاہئے ۔ /
نمبر ۱۲ - مسئلہ نیوگ ۔ ار
نمبر ۱۳ - صداقت رگ وید ۔ /
نمبر ۱۴ - مورتی پرکاش ۔ /
نمبر ۱۵ - دھرم پرچار متعلقہ شدھی ۔ /
نمبر ۱۶ - راہ نجات ۔ /
نمبر ۱۷ - آریہ سماج میں شانتی پھیلانے کا اصلی اپاؤ دار محیندر جی کا سچا درشن ۔ /
نمبر ۱۸ - رسالہ جہاد ۔ ۳/

ان کل ۱۸ نمبروں کی ایک جلد بنائی گئی ہے جو بڑی ضخیم خوبصورت کتاب بنگئی ہے ۔ پہلے کبھی یہ کل نمبر ایک تقطیع پر نہیں چھپے ۔ تاریخ دنیا بھی اس جلد کے ساتھ رکھی گئی ہے ۔ مجلد ۱۲ ملا جلد ۲ ۔ درخواست منیجر کے نام بھیجیں ۔

اوم

لالہ منشی رام پلیڈر　　　　لالہ وزیر چند ودیارتھی

(آریہ مسافر)

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।
ब्रह्मराजन्याभ्यां शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥

(یجروید ادھیا ۲۶ منتر ۲)

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

نمبر ۴	جلندھر شہر بابت ماہ جنوری [illegible]ء	جلد ۱

فہرست مضامین

مطبع ست دھرم پرچارک جلندھر شہر میں لالہ منشی رام پلیڈر منیجر کے اہتمام سے طبع ہو کر شائع ہوا

لیکھہ رام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶۔ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دہرم پر جان قربان کردی اور آخری وصیت یہہ کی۔ کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے" انکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہہ فنڈ کہولا گیا ہے۔ پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گذارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکھٹا ہو چکا ہے۔ لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روز اول ہے۔ پچاس ہزار روپے کے سرمایہ کے لئے اپیل ہے لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دہرم کی سیوا کی اس کے مقابلہ میں یہہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے۔ چوبیس ہزار جمع ہو چکے ہیں ۲۶ ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے۔ پیارے بہائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کردو۔ تاکہ سچائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کے اپدیشک دیش دیشانتروں میں اور دویپ دیپانتروں میں ویدک دہرم کا جھنڈا بلند کئے اوم کی دہونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دہارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے بچیں۔ اس دان سے نہ تم اپنی سچی شکرگذاری کا ہی اظہار کروگے۔ بلکہ اپنے ویدک دہرم گیان سے بے بہرہ بھائیوں کے لئے سچی روشنی کا سامان ہیا کروگے۔ پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دہرم یدہ میں شریک ہونیکی توفیق دیویں۔

اوم شم

(نوٹ) کُل روپیہ اس فنڈ اور رسید برچار فنڈ کا بنام لالہ ... منتری آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب بمقام لاہور بہیجنا چاہئے۔

اصول آریہ سماج

(۱) سب سچی علم اور علم سے جو کچہہ معلومات حاصل ہوتے ہیں اُن سب کا اصل اصول پرمیشور ہے (۲) ایشور ہستی مطلق و علم مطلق (سرو رمطلق یعنی ہستی با علم و پرسرور) بے جسم۔ قادر مطلق۔ عادل۔ رحیم۔ غیر مولود۔ غیر محدود۔ بے عیب قدیم وبیمثال۔ پناہ کُل۔ رب العالمین۔ حاضر وناظر علم کُل۔ لازوال۔ حئی جاوید۔ لاینخاف۔ دائم۔ قدوس وخالق کائنات ہے۔ اُسکی عبادت سزاوار ہے۔ (۳) وید سچے علوم کی پُستک ہے۔ وید کا پڑہنا پڑہانا سُننا سنانا آریوں کا پرم دہرم ہے۔ (۴) سچ کے قبول کرنے میں اور جہوٹہ کے چہوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہیئے۔ (۵) سب کام دہرم کے مطابق یعنی سچ اور جہوٹہ کو سوچکر کرنا چاہیئے۔ (۶) سنسار کا اُپکار کرنا اس سماج کا خاص منشا ہے یعنی جسمانی روحانی اور رفاہ عامہ خلائق کی ترقی کرنا (۷) سب سے باتحاد تمام دہرم کے مطابق جیسے جیسا مناسب ہو برتنا چاہیئے۔ (۸) جہالت کا ناش اور علم کی ترقی کرنی چاہیئے۔ (۹) ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہیئے بلکہ سبکی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجہنی چاہیئے۔ (۱۰) سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں جو رفاہ عامہ سے متعلق ہوں۔ پرلبس رہنا چاہیئے۔ اور اُن اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں سب خود مختار رہیں۔

ओ३म्

ओ३म्

یجروید ادھیائے ۲۶ منتر ۲

جلد ۱ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۸۹۹ء نمبر ۴

وِدیا پرکاش

عبادت کا حقیقی طریقہ

योग श्चित्तवृत्तिनिरोधः ॥ (سوتر ۲)

"چت کی حرکتوں کے رُک جانے کو یوگ کہتے ہیں"

ویاس بھاشیہ کا مطلب

سمپرگیات کو اِس لئے یوگ کہتے ہیں کہ اُس میں بھی بیرونی اشیاء سے تعلق چھوٹ جاتا ہے۔ چت بھی (۱) پرکھیا یعنے محسوسات پر وچار کرنے (۲) پرورتی یعنی اُن کے ساتھہ تعلق جوڑنے اور (۳) ستھتی یعنی اُس تعلق کو مستقل کرنے کے لحاظ سے تین قسم کا ہے۔ پھر پرکھیا بھی تین

قسموں کی ہے۔ کیونکہ چت۔ ستوگُن۔ رجوگُن۔ اور تموگُن سے ساتھ ملنے سے دُنیاوی شردّلوں کی خواہش
کرتا ہے۔ وہی چت جو کہ تموگُن میں پہنسنے کے باعث ادہرم۔ جہالت۔ نفس پرستی اور افلاس کا خیال کرتا ہے
وہی موہ کے پردے کے دور ہونے اور چاروں طرف سے روشنی ملنے کے باعث محض رجوگُن کا تعلق باقی رہنے
سے دہرم۔ گیان۔ ویراگ اور ایشور بہاؤ کے دہیان میں مشغول رہتا ہے۔ اور وہی چت جب رجوگُن کے
بقیہ سے بری ہو جاتا ہے تب اپنے سوروپ میں قایم دہرم کا ہی دہیان کرتا ہے۔ اُسکو ہی پرسنکھیان
وچار کہتے ہیں۔ یوگیوں کی گیان شکتی لافانی۔ لاتغیر محسوسات کو پاک اعلیٰ حالت میں دکہانے والی
اور بیحد۔ لیکن ستوگُن سے ملی ہوئی چونکہ ہوتی ہے۔ اِس لئے گو بیہودہ خیالات نہیں اُٹہاتی تاہم
ویراگ وان چت اُس وچار کو بھی روک دیتا ہے۔ ایسی حالت میں قایم چت محض اثر کا وچار
کرتا ہے وہ بُرے بہلے خیالات سے بری نروکلپ سمادہی کہلاتی ہے۔ اور جسمیں سوائے پرمیشور
کے کسی بھی دُنیاوی چیز کا علم نہ رہے اُسے اسمپرگیات یوگ کہتے ہیں۔ سو وہ یوگ دو
قسموں کا ہوتا ہے۔

تشریح

یوگیوں کی اصطلاح میں یوگ دو قسموں کا ہوتا ہے پہلا سمپرگیات اور دوسرا اسمپرگیات
اِن دونوں الفاظ کے معنی ہی اُنکی ماہیت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ جس حالت میں کہ محسوسات کے ساتھ
تعلق چھوٹ جانے کے باوجود بھی محسوسات کے اندر من جاتا رہتا ہے۔ اُسے سمپرگیات کہتے
ہیں۔ اِس سمپرگیات یوگ کے حصول کے لئے بہی کئی منزلیں ہیں۔ جنہیں طے کرنا پڑتا ہے۔ تب
کہیں اسمپرگیات یوگ کی حالت نصیب ہوتی ہے۔ دُنیاوی اشیاء میں پہنسنے کا آغاز تب ہوتا ہے
جبکہ من دُنیاوی اشیاء کا خیال کرے۔ کیونکہ خیال کے بعد اُن اشیاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اور
وہی تعلق مضبوط ہوتے ہوتے من کو اُنہیں کے اندر قایم کر دیتا ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ خیال ہی
ہر ایک حالت کا موجد ہے۔ اب گُن تین ہیں۔ تموگُن۔ رجوگن۔ اور ستوگُن۔ جب تموگُن کا تعلق
من کے ساتھ ہوتا ہے۔ تب پاپ سے بہرے ہوئے خیالات اُٹہتے ہیں۔ اور اِسی لئے اِس حالت
میں پاپ کرم ہی انسان کرتا ہے۔ اور پاپوں میں ہی پہنس جاتا ہے۔ اِس لئے من کو تموگُن
سے روکنا چاہئے۔ پھر رجوگُن سے من کو بھی روکنا چاہئے۔ کیونکہ اُسمیں بھی اغراض دنیوی
دور نہیں ہوتیں۔ ستوگُن میں بڑی شانت حالت ہو جاتی ہے۔ مگر وہاں بھی محسوسات کے
ساتھ تعلق بنا رہتا ہے۔ پس اِن تینوں حالتوں سے من کو روکتا ہوا یوگی پرش پرم پتا کے
درشن کا ادہکاری بنتا ہے۔ پھر اُس حالت میں محسوسات کا خیال تک دور ہو کر پرمیشور کے اندر

ہی من مگن ہوجاتا ہے۔ اُسیکو اسمپرگیات یوگ کہتے ہیں۔ جوکہ نجات کا دلانیوالا ہے۔ راحت حقیقی اُسی سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اگلے سوتر میں بتاتے ہیں کہ اسمپرگیات یوگ جبکہ یوگی کو سدھ ہوجاتا ہے۔ تب اُسکی کیا حالت ہوتی ہے۔

سوتر ۳

तदा द्रष्टुः स्वरूपे व स्थानम् ॥

"اُس حالت میں دیکھنے والے (یوگی) کا اپنا سوروپ یعنی آتما اوستھان یعنی وچارنے کی جگہہ ہوتی ہے"

دیاس بھاشیہ کا مطلب

"جیسے کیولیہ یعنی مکتی کے اندر بھی گیان شکتی قایم رہتی ہے۔ اسی طرح پر اسمپرگیات یوگ میں جو نِرودکلپ سمادھی لگ جاتی ہے۔ اُسمیں بھی گیان شکتی یعنی سچے علم کی طاقت قایم رہتی ہے۔ اس لئے اُس گیان یعنی علم کا گیئہ پدارتھہ یعنی جاننے کے لایق چیز کوئی ضرور ہونی چاہئے۔ پس جب بیرونی چیزوں کو بیرونی آنکھوں سے دیکھنا بند کردیا۔ تو اندرونی آنکھوں سے آتما اپنے سوروپ کو دیکھتا ہے۔

تشریح

اسمپرگیات کی تعریف میں جب یہہ کہا گیا۔ کہ اس حالت میں کچھہ بھی جانا نہیں جاتا۔ تو شک پیدا ہوتا ہے کہ کیا جڑادستھا کو حاصل کرنا باعث راحت حقیقی ہوسکتا ہے۔ اس شک کو دور کرنے کے لئے اس سوتر میں بتلایا گیا ہے۔ کہ اسمپرگیات یوگ میں نِردکلپ سمادھی لگنے سے یہہ مراد نہیں ہے۔ کہ گیان شکتی ہی دور ہوجائے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ دُنیاوی اشیاء میں سے کچھہ بھی جانا نہ جاوے۔ دُنیاوی اشیاء تب تک ہی جانی جاتی ہیں جب تک کہ حواس خمسہ کے ساتھہ من باہر کام کرتا ہے۔ پس جب بجائے باہر کام کرنے کے اندر کو کھنچ گیا۔ تو باہر بیرونی اشیاء کا محسوس ہونا بند ہوجاتا ہے۔ لیکن من انتر مکھہ ہوا بھی کام کرتا ہے۔ کیونکہ گیان شکتی کا ناش نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ گیان شکتی یعنی عقل زیادہ تر روشن ہوکر لطیف چیزوں کے دیکھنے کے لایق بنتی ہے۔ پس جیو آتما بذریعہ اُس روشن عقل کے اپنے لطیف سوروپ کو دیکھتا ہے۔ اور مکتی حاصل کرنے کے لئے اس منزل پر پہلے پہونچنا ضروری ہے۔ کیونکہ پرم آتما سب سے زیادہ لطیف ہونیکی وجہہ سے صرف جیو آتما سے ہی دیکھا جاسکتا ہے۔ پس اُس منزل کے لئے یہ ایک تیاری ہے۔

واضح رہے کہ نِروِکلپ سمادہی اور کیولیہ وغیرہ کا ٹھیک بیان تو آگے آویگا۔ لیکن اِسجگہہ
اِنکا ذکر اِس لئے ضروری ہوا کہ جب تک وہ نتیجہ نہ بتلایا جاوے جس کے حاصل کرنے کے
لئے کہ کوئی کوشش کیجاتی ہے۔ تب تک اُس کوشش میں محبت پیدا نہیں ہوتی۔ اور ساتھہ
ہی اِس کے یہ بھی وجہ ہے کہ جب تک منزل مقصود معلوم نہ ہو۔ تب تک اُن حرکاوٹوں
کا پتہ نہیں لگتا۔ جوکہ اُس کے راستہ میں حایل ہونگی۔ اور اِس لئے انسان اُن کے مقابلہ
کے لئے تیار بھی نہیں ہوسکتا۔

हृत्ति सारूप्यमि तिरत्र ॥

سوتر ۴

”اِس (یعنی نِروِکلپ سمادہی کی حالت) کے علاوہ دیگر حالتوں میں چِت کی وہی
شکل ہوجاتی ہے جیسی کہ حالت ہو۔“

ویاس بھاشیہ کا مطلب

چِت کی چنچلتا کے باعث اُسکی حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اُن حالتوں سے علیحدہ جیوآتما ہے۔ یہ
اِس سوتر کی مراد ہے۔ ایک جیوآتما کا دیکھنا ہی وچار کا سادہن ہونا چاہئے۔ چِت مثل بلور کے ہے۔ اپنے
نزدیک کے محسوسات کے مطابق آپ ہی ہوجاتا ہے۔ کیونکہ جیوآتما کا اِن حالتوں کے ساتھہ مالک اور ملکیت کا
تعلق ہے۔ چِت کی اِن حالتوں سے جو گیان ہوتا ہے اُسکا سبب جیوآتما کا ازلی تعلق ہے۔ یہہ چِت کی بیشمار
حالتیں روکنے کے لائق ہیں۔

تشریح

جس طرح پر کہ بلور کو جس چیز کے پاس لیجاویں۔ اُسی کا رنگ بلور میں دکھائی دیتا ہے
اِسی طرح پر جیوآتما پر من کے ذریعہ سے جیسی چیز کا عکس پڑتا ہے۔ ویسا ہی جیوآتما
دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جس طرح کہ تمام چیزوں کا تعلق دور ہونے سے بلور اپنے
صاف روپ کو دکھلاتا ہے۔ اور وہی اصلی بلور ہے۔ اِسی طرح پر چِت کی
مختلف حالتوں کو دور کرنے سے ہی جیوآتما اپنے اصلی سوروپ کو دیکھنے کے
قابل ہوسکتا ہے۔ اور چونکہ اپنے سوروپ کو پہچانے بغیر پرمیشور کا دیدار مشکل ہے
اِس لئے ویاس بھگوان فرماتے ہیں۔ کہ اِن چِت کی حالتوں کو روکنا چاہئے۔ جوکہ ہماری
منزل مقصود کے راستے میں روکاوٹیں ہورہی ہیں۔

تمہید- جب پرمیشور کی قدرت کاملہ کو انسان کسی قدر سمجھ گیا تو پھر اسپر پورا بھروسہ کرنیکا مادہ انسان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے- اس بھروسہ کی عادت بڑھتے بڑھتے انسان کو معلوم ہو جاتا ہے- کہ تنکے سے لیکے زمین اور چاند سورج وغیرہ سب کچھ پرمیشور کا ہی بنایا ہوا ہے- اس لئے اسکی آنکھوں میں کوئی چیز بھی حقیر نہیں رہتی اور وہ دن بدن ان کے سمجھنے میں زیادہ کوشش کرتا ہے-

अमितोतिः सनेदिम वाजमिन्द्रः सहस्रिणं ।
यस्मिन्विश्वानि पौंस्या ॥९॥

منتر ۹

"لافانی علم کا مالک اور جملہ ثروتوں پر قادر جو پرمیشور ہے وہی ہمیں وہ ٹھیک علم بخشے جسکے اندر کہ کل طاقتیں ضبط ہیں اور جسکے ذریعہ سے کہ بیشمار ساخت وہ چیزوں کا علم ہوتا ہے-"

تمہید- جب جملہ اشیاء کا ٹھیک علم ہوگا اور جو طاقتیں کہ انکے اندر کام کرتی ہیں انکی ماہیت بھی معلوم ہوگی تو انسان ان سب کے اندر ایک پرماتما کو ہی کام کرتا ہوا دیکھ کر ایکدوسرے سے دشمنی کے خیال کو ترک کردیگا- پھر انسان اپنے عمل سے دوسروں کو تکلیف دینا ترک کردیگا- جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیگر لوگ بھی اس کے دشمن نہ ہونگے جب تک یہ حالت دنیا میں نہیں آتی تب تک دکھ اور کلیش دور نہ ہونگے- اس لئے پرمیشور سے پرارتھنا کرو کہ:-

मा नो मर्ता अभि द्रुहन्तनूनामिन्द्र गिर्वणः ।
ईशानो यवया वधं ॥१०॥

منتر ۱۰

"اے وید اور اعلی التعلیم سے مانجی ہوئی زبان سے کہے جانے کے لائق سب کے محافظ پرماتمن! آپ ہمارے جسمانی وجود کو

مارنے (دوسرے کو تکلیف پہونچانے) کے لائق کبھی مت کیجیے اور دیگر
انسان بھی ہم سے دشمنی نہ کریں۔"

سوکت ششم

تمہید۔ پرماتما کا سہارا ڈہونڈہنے اور زبان سے اُسکی قدرت کا بیان کرنیکی ہدایت بتلاکر اب انسان کو جتلایا جاتا ہے کہ کس طرح سے وہ واقعی ہر ایک دنیاوی چیز کی ماہیت جاننے کے لائق بن سکتا ہے۔ وید بتلاتا ہے کہ محض پرمیشور کے اوصاف کا وید یا اُس کے گنوں کا جان لینا ہی ظاہرات کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پرمیشور کو حاصل کیا جاوے۔ تاکہ اُسکی روشنی سے منور ہو کر عقل ہر ایک عقدہ کو آسانی سے کھول سکے :-

युंजंति ब्रध्नमरुषं चरंतं परि तस्थुषः ।
रोचंते रोचना दिवि ॥ १ ॥

منتر ۱

"(جو انسان کہ) اُس عظیم پرمیشور کو جو کہ ہنسا[*] سے بری رکھنے والا سب جہان کو جاننے والا اور مدرک اور غیر مدرک جہان کے اندر بھرپور ہو رہا ہے (اُپاسنا یوگ کے ذریعہ سے) حاصل کرتے ہیں۔ وے اُس روشنی کل پرماتما میں علم معرفت سے روشن ہو کر راحت کل میں روشن ہوتے ہیں۔

(نوٹ [*] ہنسا دوسروں کو تکلیف دینے کی خواہش سے بری ۔

تمہید۔ جب اس طرح پر انسان پرمیشور کے درشن کو اپنا اصلی مقصد بناتا ہے۔ تو اُسے قدرتی طاقتوں کی ماہیت معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر وہ اُن سے ٹھیک کام لینے کے قابل

بن سکتا ہے۔ پس سب سے پہلے سورج اور آگ کی خاصیتیں معلوم کرکے تیز رفتاری انکا بڑا گن معلوم کرتا ہے۔ اُس تیز رفتاری کی طاقت کو اپنے تابع کرکے انسان مادی دُنیا میں اپنی رفتار کی طاقت کو بڑھا سکتا ہے۔ جس سے کہ دُنیاوی کاموں میں بڑی بھاری مدد ملتی ہے۔

युञ्जन्त्यस्य काम्या हरी विपक्षसा रथे । शोणा धृष्णू नृवाहसा ॥२॥

منتر ۲

"اے عالمو! سورج اور آگ کی (۱) کشش اور (۲) تیز رفتاری (ہردو طاقتوں) کو ایسی رتھوں میں جوڑو۔ جو کہ سب سے خواہش کئے جانے کے لائق۔ سفر کا ذریعہ مضبوط۔ پانی سے گھومنے والے پنکھوں والی کلا رکھنے والے اور انسانوں کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ اچھی طرح پہونچانے والی ہیں۔"

(نوٹ) جوڑو ۔ یعنی کام میں لاؤ۔

تمہید پہلے علت مادی بالکل بے شکل تھی۔ اسمیں ترتیب اور انتظام کو پرمیشور نے ڈالا۔ پس ان مادی چیزوں کی ماہیت کے جاننے کے لئے انکا پرماتما سے جو تعلق ہے اُسے جاننا ضروری ہے اور وہ عالموں کے ذریعہ سے ہی ہوسکتا ہے:-

केतुं कृण्वन्नकेतवे पेशो मर्या अपेशसे । समुषद्भिरजायथाः ॥३॥

منتر ۳

"اے انسانو! جو پرماتما کہ جہالت کے اندھیرے کو دور کرنیکے لئے اعلیٰ علم اور بے ترتیبی کو دور کرنے کے لئے ترتیب کا اظہار کرتا ہے۔ اُس کے علم کو تم عالموں کی صحبت سے پیدا کرو"

(نوٹ) لہ بے ترتیبی ۔ لہ حاصل کرو۔

تمہید۔ دوسرے منتر میں سورج اور آگ کی حرکت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اُس سے پہلے ہوا اور پانی کی طاقتوں کا بیان ہو چکا ہے۔ اُس کے بعد بتلایا گیا ہے۔ کہ چونکہ اِن سب کے بنانیوالا اور اِنکے اندر انتظام ڈالنے والا پرماتما ہے۔ اِس لئے اُسکو جاننے کی کوشش کئے بغیر اِن اشیاء کی ماہیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اِسکے بعد اب اِن اشیاء کے اوصاف کو بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ منزل بہ منزل یکے بعد دیگرے قدرت کی طاقتوں کو سمجھنے کی لیاقت پیدا کریں۔ سورج کا کام ہے کہ اپنی طاقت کشش سے پانی کے اجزے اوپر کو کھینچے لیکن انہیں اکٹھا کر کے برسانے والی ہوا ہے۔:-

आदह स्वधामनु पुनर्गर्भत्वमेरिरे ।
दधाना नाम यज्ञियं ॥ ४ ॥

منتر ۴

"جیسے پانی اور یگیہ کے متعلق اشیاء کو لئے ہوئے ہوا پھر پھر اُنکے مجموعہ کے اندر سب طرفسے داخل ہوتے اور کہاتے ہیں۔ ویسے اُس کے بعد بارش کرتے ہیں اور ایسی حرکت بار بار ہوتی ہے۔"

تمہید۔ گو سورج کے ذریعہ سے ہی بارش ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اور اگو سورج ہی اپنی کرنوں کے ذریعہ سے ہرایک چیز کے اندر جان پہونچتا اور گو اُسی کی کشش کے باعث حملہ کرتے ایک دوسرے سے ٹکرانے سے بچتے ہیں تاہم ہوا کا اِن سب کاموں میں بڑا بھاری دخل ہے۔ اِس لئے ہوا کی ماہیت کو سمجھے بغیر سورج کا کام بھی پوری طور پر سمجھ میں نہیں آسکتا۔

वीळु चिदारुजत्नुभिर्गुहा चिदिंद्र वन्हिभिः ।
अविंद उस्त्रिया अनु ॥ ५ ॥

منتر ۵

"جس طرح پر کہ انسان لوگ اپنے پاس کی چیزوں کو اُٹھاتے اور دہرتے ہیں۔ اِسی طرح پر سورج بھی مضبوط طاقت سے اپنی کرنوں

کے ذریعہ سے دُنیا کی چیزوں تک پہونچتا ہے اور اُس کے بعد توڑنیوالے اور سب جگہہ پہونچنے والے ہوا کے ساتھ خلا میں چیزوں کو قایم رکھتا ہے"

تمہید۔ اوپر کہی ہوئی تمام طاقتوں کی ماہیت کو دریافت کرنے کے لئے عقل کو زیادہ روشن کرنیکی ضرورت ہے۔ اور عقل تب روشن ہوسکتی ہے۔ جبکہ عالموں کے کہے ہوئے مسایل پر اچھّی طرح سے غور کیجائے۔ اس غور کے لئے پھر ضرورت ہے۔ کہ انہیں عالمانِ باعمل سے عُقدہ کشائی کیجادے۔ جس طرح پر کہ ایک لائق اُستاد بچے کو قدم قدم پر ٹھوکروں سے بچاکر اُسے جاننے کے قابل بناتا ہے۔ اسی طرح پر پرمیشور کا دیا ہوا گیان وید ہماری رہنمائی کرتا ہے:۔

देववंतो यथा मतिमच्छा विदद्वसुं गिरः ।
महामनूषत श्रुतं ॥६॥

منتر ۶

"جملہ علوم معرفت کے ماہر عالم لوگ اشیاء کے راحت بخش علم سے موصوف۔ بہت ہی اعلیٰ عقل کو اور تمام شاستروں کے اقوال کو روشن کرتے ہیں۔"

تمہید۔ سورج اور ہوا۔ انہیں دونوں کی حرکت کے اندر تمام دیگر اصول گھوم رہے ہیں۔ اور انہیں کی بدولت دیگر سب اصول مستقل بھی ہیں۔ اس لئے یہی سب سے زبردست قدرتی طاقتیں ہیں جنکو ٹھیک طور پر جاننے سے ہی سُکھہ ہوسکتا ہے۔

इंद्रेण सं हि दृक्षसे संजग्मानो अबिभ्युषा ।
मंदू समानवर्चसा ॥ ७ ॥

منتر ۷

"یہہ ہوا جو پرمیشور کے خوف کو دور کرنیوالی قدرت سے اچھّی طرح حاصل ہوئی ہے اور سورج جو بڑا خنت دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ یہہ دونوں سب اصولوں سے طاقتور

ہیں اِسلئے یہ سب جانداروں کو خوشی بخشنے ولے ہوتے ہیں"

تمہید۔ سورج اور ہوا صرف یہی نہیں کہ جملہ طاقتوں کی نسبت زیادہ تر زبردست ہیں بلکہ اُنکی بدولت ہی وہ یگیہ سِدہ ہوتا ہے جس کے بغیر کہ انسانی زندگی ناممکن اور جانداروں کی پیدائش کا سلسلہ معدوم ہوجاتا ہے۔ سورج کی کرنیں جہان میں موجود پانیوں کو مختلف جگہوں سے۔ تمام خرابیوں سے پاک کرکے اوپر کھینچتی ہیں۔ پھر اُن پانیوں کے اجتماع سے بادل بنکر ہوا کے ذریعہ سے اکٹھے ہوکر برستے ہیں۔ اُس سے اعلیٰ اناج پیدا ہوتا اور اُس اناج سے نطفہ بنکر اعلےٰ قسم کے جانداروں کی پیدائش ہوتی ہے۔ پس جہان کے انتظام کا استقلال انہیں ہردو طاقتوں (سورج اور ہوا) پر ہے :۔

अनवद्यैरभिद्युभिर्मखः सहस्वदर्चति ।
गणैरिन्द्रस्य काम्यैः ॥८॥

منتر ۸

"یہ پرورش اور راحت کا ذریعہ یگیہ سورج کی بے عیب اور روشن کرنوں اور مرغوب ہواؤں کی بدولت ہی جہان کے استقلال کا باعث ہوکر باعث راحت ہوتا ہے۔"

تمہید۔ سورج اکیلا کچھ بھی کام نہ کرسکے۔ اگر ہوا اُسے مدد دینے والی نہ ہو۔ سورج کی کرنوں سے صاف کئے ہوئے پانی کے لطیف قطروں کو ہوا ہی بادل کی شکل میں تبدیل کرتی ہے اور حسب ضرورت ہوا ہی اُن بادلوں کو نزدیک اور دور پہونچاتی ہے۔ اور اُس بارش کے ذریعہ سے اعلےٰ اناج پیدا کرکے جہان کی پرورش کے ذریعہ سے اُسے استقلال بخشتی ہے :۔

अतः परिज्मन्ना गहि दिवो वा रोचनादधि ।
समस्मिन्नृञ्जते गिरः ॥९॥

منتر ۹

"جو سب جگہ چلتی ہوئی چیزوں کو اوپر نیچے پہونچانیوالی ہوا زمین سے پانی کے لطیف قطروں کو لیکر اوپر پہونچتی ہے۔ پھر سورج کی روشنی کی مدد سے انہیں برساتی ہے اُس سے جہان کی چیزیں استقلال پکڑتی ہیں۔ :۔

روحانی زندگی کی حقیقت

شریمان پنڈت گورودت ودیارتھی ایم-اے سرگباشی کے ایک انگریزی لکچر کا ترجمہ

یہ امر کہ انسان ایک ایسی سطح ہستی پر رہتا سہتا ہے کہ جسکی دو تہیں یا دو پردے ہیں کچھ نئی یا عجوبہ بات نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ جسمانی اور روحانی زندگی رکھتا ہے جنکا ایک کو مفعولی اور دوسری کو فاعلی ہستی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ قدرت کے سچے شاعر اور دھارمک پرش اس بارہ میں متفق الرائے ہیں۔ کہ "انسانی وجود کے اندر حیوان اور فرشتے دونوں موجود ہیں" قدیم سنسکرت کے حکمار نے ہستی کی ان دو حالتوں کا نام **باہشکرن جیون** اور **انتکرن جیون** یعنی حواسوں کی بیرونی زندگی اور عقل کی اندرونی زندگی رکھا ہے۔ لیکن دو قسم کی ہستی کا قاعدہ یہیں تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک عالمگیر قاعدہ ہے۔ یہ کُل کائنات پر عائد ہوتا ہے۔ جسمانی زندگی کا ظہور مادہ اور روحانی زندگی کا اصل اصول خدا ہے۔ اور خدا اور مادہ اور درمیان کرنیوالی روحوں کی تثلیث پر ساری **خلق** کی اشیاء کا خاتمہ ہے۔ اس طرح ساری دُنیا میں دو قسم کی ہستی ہے یعنی **صوری** اور **معنوی**۔

ہستی کی بیرونی سطح کا کم و بیش سبکو علم ہے۔ لیکن اندرونی یعنی روحانی زندگی بُہت شخصوں کے لئے ایک مُعمہ ہے گویا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اندرونی زندگی بوجہ باطنی ہونے کے نظم ہے اور بیرونی بباعث ظاہری ہونیکے نثر ہے۔ یہہ ظاہر ہے کہ نظم بُہت شخصوں کے نزدیک محض دیوانہ خیالات کا فضول اظہار ہوا کرتی ہے اسی سبب سے اکثر اشخاص کے نزدیک مادہ اور اُس کے بیشمار اوصاف ہی صرف اصلی وجود اور حقیقی خدا ہے دُنیا کی طاقتیں۔ حکومت اور اقتدار بُہت سے آدمیوں کو ایسی نظم اور لافانی اصولوں کی صحبت سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ مادہ ایک طاقتور اور حکمران خدا ہے۔ ہم میں سے لاکھوں کے لئے جوان نسبت کا دم بھرتے ہیں وہ تاریکی کا بادشاہ ہے۔ مادہ انسان کی اندرونی زندگی میں پیوست ہو کر منجمد ہو جاتا ہے۔ گہوارہ سے مرگھٹ تک انسان اپنے خطرناک بحری سفر میں مردہ مادہ کا حمال بنتا ہے آدمیوں کو مادے کی درگاہ پر پرستش کرنیکی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اسکو پوری کوشش اور روحانی خوض کا مقصد بنا لیتے ہیں۔ ہزاروں مادہ کی متواتر تعظیم کرتے ہیں۔ وہ اُس کے منبر کے

آگے سجدہ کرتے ہیں۔ وہ اُسکے آگے بہت سی نذریں چڑہاتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز سے جسکے دینے کا انسان کو مقدور ہے۔ علمی فنون سے۔ ذہنی کاموں سے۔ اعلےٰ سے اعلےٰ قابلیتوں کی نمایاں ترقی سے۔ ہر ایک چیز حتےٰ کہ جیون تک سے اُس کے مندر کو ڈہانپ دیتے ہیں۔

لکشمی (دولت) مادہ کی محض خادم ہے۔ مادہ من کا صرف چاکر ہے۔ اور من روح کا صرف نوکر ہے۔ مگر اس دُنیا میں یہ حال ہے۔ کہ روح۔ من اور مادہ تینوں لکشمی کے خدمت گذار ہیں۔ کوئی انسانی روح اپنے مادی تعلقات سے آزاد نہیں ہے۔ ہماری زندگی مادہ کی اصلی غلامی ہے۔ مادہ من کا مہتمم زندان خانہ ہے۔ خواہش داروغہ ہے جو قیدی کو چابک مار کر اُس سے روزانہ کام کرتا ہے۔

یہہ ہے مادے کا فرمان جسکی تعمیل میں من دُنیاوی وقت کا ۹/۱۰ حصہ صرف کر دیتا ہے یعنی چہرہ لکا دیکہنا۔ پھلوں کا ذائقہ لینا۔ خوشبوؤں کا سونگھنا۔ محسوسات کا علم حاصل کرنا۔ اور آوازوں کا سُننا۔ اس طرح روح اپنے قلعے کی سوراخدار کھڑکیوں میں ہوکر دیکھتی اور زندگی بسر کرتی ہے۔

جب یہ کیفیت ہے تو پھر کس طرح انسان جو حواسوں کی زندگی میں ایسا غرقاب ہے روحانی زندگی کی باطنی حقیقتوں کو جان سکتا ہے۔ مادہ کی موت روح کی پیدائش ہے۔ روشنی اور تاریکی ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔

अन्यदेवाहुः सम्भवादन्यदाहुरसम्भवात्।
इति शुश्रुम धीराणां ये नस्तद्विचचक्षिरे॥१०॥

یہہ یجروید کے چالیسویں ادہیار کا دسواں منتر ہے۔ اور اس کا یہہ مطلب ہے:۔

"حواسوں کی زندگی (جہالت یا اودیا) ایک نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اور روح کی زندگی (علم یا ودیا) بالکل برعکس نتیجہ پیدا کرتی ہے۔

अविद्यया मृत्युं तीर्त्वा विद्ययामृतमश्नुते

"حواسوں کی زندگی روحانی موت ہے۔ روح کی زندگی نیا جنم یعنی حیات ابدی ہے۔

हिरण्मयेन पात्रेण सत्यस्यापिहितं मुखम्।
तत्त्वं पूषन्नपावृणु सत्यधर्माय दृष्टये॥१५॥

اُسی ادہیار کا یہہ پندرہواں منتر ہے اور اس کے یہہ معنے ہیں:۔

"سچائی کا نورانی چہرہ دولت کے چمکدار پردہ سے ڈہکا ہوا ہے۔ اے محافظ کائنات! اُس پردے کو ہٹادے تاکہ ہم ابدی صداقت کا دیدار کرسکیں۔"

"یہہ ہمارا باغ امکان اور اُسکی خوبصورتیاں۔ ضابطے اور رشتے اُس بےشعور دل کے

واسطے جو مادے کے پنجرے میں مقید ہے کچھہ نہیں ہیں شاندار آسمان اور اُس کے بیشمار طربون شموس و نجوم اُس روح کے نزدیک جو مادی ضروریات کی مشقت کیوجہ سے ختم ہو گئی ہے ہیچ ہیں۔ خلا کے بھاری کُرتے جو فلاسفر کے عروج یافتہ دل کو ایسی کشش کرتے ہیں اُس کے واسطے جس نے لفظ کو خدا مان رکھا ہے کچھہ نہیں ہیں۔ مادہ اور زر اُسکو دونوں طرف سے گھیر لیتے ہیں وہ اپنے تعلقات کے اندر چکر لگاتا ہے۔ اور وے اُسکے اندر چکر لگاتے ہیں۔ اور اِس طرح اُسکی روزانہ زندگی مقررہ وقت کے آخری حصہ تک پہنچ جاتی ہے۔

روحانی صداقت کا خوشنما فلک دُنیا دار آدمی کے اوپر ہرگز محیط نہیں ہوتا۔ ایسی حالتوں میں وشواس (ایمان) ناممکن ہے۔ شک ہاں شک ہی شک ایک اکیلا کاردار ہے جو زندہ رہتا اور سرسبز ہوتا ہے۔ اور ایسی صورتوں میں اور کیا ممکن ہے۔ ایسی حالت میں دل کا روح کو تسلی دینے والی فلاسفی کی تلاش کرنا بیفائدہ ہے۔ مادے کی دُنیا۔ یعنی صرف عالم اختلاف ہی نظر آتا ہے۔ ساری کائینات کے اندر دیاپک۔ عالم الغیب۔ وجود برتر کہیں نہیں ملتا۔ شاہی کاردار شک کی سرگوشی نہائت حکمی ہے۔ "کیا یہہ نہیں کہا گیا ہے کہ تلاش کرنے سے خدا کو کوئی نہیں پاسکتا۔؟ اور کیا یہہ بات درست نہیں ہے کہ خدا کے نہائت پکے معتقد بھی اِس امر کے اقراری ہیں کہ اُن کا یہہ صرف اعتقاد ہی اعتقاد ہے۔ اور کہ حقیقت میں وے اِس بارے میں کچھہ نہیں جانتے" یہہ شک کی سرگوشیاں ہیں۔ لیکن حواسوں کی زندگی کا یہہ وزیر اعظم۔ یہ شکی کاردار اپنی تحقیقاتوں کو یہیں پر ختم نہیں کر دیتا۔ وہ کامل ہے۔ وہ مادی دُنیا کے اندر داخل ہوتا ہے۔ علوم سے دریافت کرتا ہے کہ آیا وے اِس رمز کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ اور اُسکی تفتیش کا اجمالی نتیجہ حسب ذیل ہے۔

جیالوجی (علم طبقات الارض) زمین کی ساخت۔ کوئلہ۔ پتھر اور جمادات کے مختلف طبقوں کا حال بیان کرتی ہے۔ وہ مدتوں کے معدوم الخلقت جانوروں کی نقلوں اور نقوش کو ظاہر کرتی ہے۔ لیکن ہمکو کوئی ایسا نشان نہیں بتلاتی جس سے کہ ہم خدا کی ہستی کو ثابت کر سکیں۔

نیچرل ہسٹری (تاریخ طبعی) ہمکو عموماً حیوانی سلطنت سے اور ان مختلف خلقی ترکیب سے متفرق جنسوں کی طاقت اور بناوٹ کے علم سے آگاہ کرتی ہے۔

فزیالوجی (علم موجودات) انسانی خصلت کی اور اُن قواعد کی جو وجود انسانی کو انتظام میں رکھتی ہیں۔ نیز جاندار عضووں کے کام اور اُن شرائط (صرف جنپر زندگی اور تندرستی کا انحصار ہے) کی تعلیم سے بہرہ ور کرتی ہے۔

فزیالوجی (علم قیافہ) میں قواعد متعلقہ دل۔ دماغ کے مختلف حصوں۔ مزاج اور اعضاؤں کا بیان ہے اور کہ کس طرح کس کو ترقی دیں یا بڑھاویں اور کس کو روکیں۔ جس سے ایک اچھی معتدل تندرست حالت حاصل ہو۔ لیکن کل حیوانی اکانوی (انتظام) میں دماغ اگرچہ ایک چھوٹی دنیا خیال کیا جاتا ہے۔ جس میں کہ قدرت کی ہر ایک چیز کے رشتہ یا شبیہ کا پتہ لگ سکتا ہے۔ مگر جس میں بھی کوئی نقطہ ایسا نہیں مل سکتا۔ جس سے خدا کی ہستی کا ثبوت ظاہر ہوتا ہو۔

علم ریاضی ہماری صحیح علوم کی بنیاد قائم کرتا ہے وہ اعداد کے جوڑنے۔ دوری کا اندازہ لگانے اور دوری ناپنے کا ہنر بتلاتا ہے اور یہ کہ کس طرح پہاڑوں کے وزن کرنے اور سمندر کی گہرائی کی تھاہ لینے کے متعلق سوالات کو حل کیا جاوے لیکن اس بارہ میں ہمیں کوئی ہدایت نہیں دیتا کہ ہم وجود ایزدی کی جانچ کس طرح کریں۔

اگر آپ قدرت کے بڑے کارخانے **علم کیمیا** میں داخل ہوں تو وہ آپکو مختلف عناصروں۔ ان کے اتصال اور استحال اور بخارات (جو متواتر اٹھتے اور مختلف شکلوں میں ملتے ہوئے سب مختلف اشیاء۔ دلچسپ اور ضروری منظروں کو جو ہم دیکھتے ہیں پیدا کرتے ہیں) کے حال سے آپکو مطلع کرے گا۔ وہ مادہ کی ناممکن الفنائی اور اسکی ذاتی خاصیت یعنی حرکت کو ثابت کرتا ہے۔ لیکن اس کے تمام عملوں میں کوئی ایسا امر پایہ ثبوت کو نہیں پہونچتا جس سے خدا کی ہستی بھی ظاہر ہو۔

ایسٹرالوجی (علم ہیئت) آپکو طریق شمس کے عجائبات۔ چند گھومنے والے سیاروں انکی حرکت کی تیزی اور باقاعدگی اور ایک سیارہ سے دوسرے سیارہ تک اور ایک ستارے سے دوسرے ستارہ تک دوری کا حال بتلاتی ہے۔ وہ تعجب خیز اور عجیب صحت کے ساتھ کسوف وخسوف اور ہماری زمین پر دمدار سیاروں کے نمودار ہونیکی پیشین گوئی کرتی اور کشش ثقل کے لاتغیر قاعدہ کو ثابت کرتی ہے مگر خدا کی ہستی کے بارہ میں بالکل خاموش ہے۔

المختصر آپ زمین کے اندرونی حصوں میں اتر جاویں۔ اس کے اندر جو کچھ ہے آپکو معلوم ہو جاویگا سمندر کے عمق میں بھی غوطہ لگائیے ساکنان سمندر آپکو ملیں گے۔ لیکن آپکو اسکی ہستی کا علم نہ تو اوپر زمین میں حاصل ہو سکتا ہے نہ نیچے زمین کے اندر۔ اور آسمان پر پرواز کیجئے **کہکشاں** میں داخل ہو جئے اور ایک سیارہ سے دوسرے تک دورے اور ستارے میں متعجب نظر کو دوڑائیے۔ اور ہمیشہ گردش کرنیوالے طریقوں

دستمنز) سے دریافت کیجئے کہ خدا کہاں ہے؟ اور آواز بازگشت جواب دیگی کہاں؟
مادے کی ساری دنیا اُسکی ہستی کا کوئی نشان نہیں دیتی۔ تو پھر ہم اسے کہاں ڈھونڈیں؟
کیا ذہنی دنیا کے اندر اُسکی کھوج کریں؟ لکھوکھا کتابیں جو اس مضمون پر تحریر ہوچکی ہیں
انکو پڑھ جائیے۔ تمام وچاروں۔ وترکوں۔ قیاسوں۔ خیالوں اور عقیدوں میں انسان نے
ہر ایک صفحہ پر اپنے ذہن کا مضبوط نقش جما دیا ہے۔ انسانی تحریریں بہتر سے بہتر انسانی
خصلت و انسانی ذہن کی حالتوں کے نقشے ہیں۔ انسانی ہستی کی تصویریں لیکن **خدا کہاں ہے؟**

آپ اپنے چاروں طرف بغور دیکھ لیں اور مان لیں کہ عقل اور خاکہ کی اور اِسلئے
خاکہ اٹھانیوالے کی بابت کوئی شہادت نہیں ملتی۔ عقل کیا ہے؟ وہ کوئی شے کوئی وجود
بصفت ہستی نہیں ہے۔ لیکن مادہ کی صرف ایک خاصیت ہے جو اپنے آپ کو بذریعہ اجسام
ظاہر کرتی ہے۔

یہ توتک کی خالی ازشعور دم بازیاں اور کفر کی سرگوشیاں ہیں اور حواسوں کی
کی زندگی زادے کے اندر سے آئیں۔ تمسخمی کی پوجا اور قادر مطلق ذرّوں میں یقین)
کے جائز نتیجے ہیں۔

اس طرح خدا کیسے جانا جا سکتا ہے۔ کیونکہ **علم طبقات الارض۔ تاریخ طبعی**
علم تشریح الابدان۔ علم قیافہ۔ ریاضی کیمیا۔ علم ہیئت سب صرف کثیف تر
اظہار اور بیرونی پوست ہیں۔ اُن میں صرف چھونے کے قابل۔ دیکھنے کے قابل سننے
کے قابل۔ کھانے کے قابل۔ سونگھنے کے قابل۔ اور تالو سے محظوظ کے قابل چیزوں کا بیان
ہے۔ لیکن سروانتر آتما [illegible] حواسوں سے پرے ہے۔ حواسوں کے ناپائیدار غیر مستقل
اور حرکت پذیر مظہروں سے پرے ہے۔ کیا آپ زمین کے اندر اُترتے ہیں اور آسمان
پر چڑھتے ہیں۔ اور اُسی ہرجا حاضر و ناظر عالم کُل لامکان کا مقام دریافت کرنے
کی کوشش کرتے ہیں؟ وہ دور سے دور ہے کیونکہ جسمانی حواس اُسکو محسوس نہیں کرسکتے
وہ نزدیک سے نزدیک ہے۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ باطنی ہے۔ لیکن ظاہر پرستوں سے
وہ پوشیدہ ہے۔ یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۵۔

روح کے بہتر خدا کے ظہور کا نام ایک باطنی ہارمنی (میل) ہے۔ مادے کا
بگاڑ باطن کی درستی کے راستہ میں حائل ہوتا ہے۔ استغراق۔ غوض۔ دلی سکون۔ لا
آتری ہی صرف ایسے ذریعے ہیں۔ جنکے ذریعہ سے کہ دیدار ایزدی حاصل ہوسکتا ہے۔

لیکن جب وہ جوکہ اپنے عالی ناممکن الفتوح حالت پر نازاں ہے - خود نہایت ممکن الفتح ہے - وہ جو اپنی دلاوری کا فخر کرتا ہے خود نہایت بزدل ہے - وہ جو دوسروںکو صداقت کا سبق دیتا ہے - خود نہایت کاذب ہے - وہ جو اپنے آپکو ایک گروہ کا رہنما بتلاتا ہے خود گمراہ ہے وہ جو اپنے تئیں ایک ایماندار باشندہ نامزد کرتا ہے وہ مایوس آدمیوں کی روزانہ محنت سے بیجا طور پر بہت سا نفع اٹھاکر زندگی بسر کرتا ہے - وہ جو ایک ایماندار پیشہ کا دعویدار ہے اور دل کی جعلسازی - بے انصافی اور قانونی لذتوں کے لین دین سے اپنے جیبوں اور کیسہ کو پُر کرتا ہے - وہ جو اپنے آپ کو شریف طبیب یعنی پراوپکاری معالج ظاہر کرتا ہے صرف اپنے مریضوں کی روپیہ دینے والی تندرستی سے غرض رکھتا ہے - وہ جو محراب منبر پر وعظ کے وقت روح کو تسلی دیتا ہے اپنے مذہب کے مخالفوں کو کوسنے کے وقت ناپاک ہے - وہ جو خیال کی خود مختاری اور آزادی کی بابت گفتگو کرتا ہے - گورمنٹ یا عام لوگوں یا مذہبی گروہ کو اجازت دیتا ہے - کہ اُس شخص کا مُنہ بند کردیں - جسکی روح کہ آزاد پیدا ہوئی ہے - وہ جو دلیری سے دُنیا کے لوگوں کو اپنی آئین یا اپنی فیاضی کے مقابلہ کے لئے للکارتا ہے - خود خلوت میں کسی خاص سوال کے انکشاف عمل کے کسی خاص صیغہ کی حفاظت یا کسی خاص فیاضی کے روا رکھنے میں پس وپیش کرتا ہے - کیا وہ اُس باطن کیساتھ کوئی میل رکھتا ہے یا رکھ سکتا ہے - ؟ تو پھر کیسے اُمید کرتے ہو - کہ وہ نیک - پاک صاف اور الوہیت کے اثروں سے پُر ہوسکتا ہے -

جب تک کہ "جسکی لاٹھی اُسکی بھینس" کے مسئلہ کو صحیح سمجھا جاتا ہے - تُند خوئی (وحشیانہ طاقت) سے محبّت کا کام کرایا جاتا ہے - بیوقوفی کو بجائے عقلمندی کی قائم مقام مقرر کیجاتی ہے - ریاکاری بےگناہ نیکی کی نسبت زیادہ مروج ہے - غریب نیکی کی دولت مند بدی کی نسبت زیادہ خواہش کیجاتی ہے - اور وہ روا رکھی جاتی ہے - بیماریوں - جرموں اور مصیبتوں کا خاتمہ کیسے ہوسکتا ہے ؟ با امن ترقی اور خوشی کیسے پھیل سکتی ہے ؟ اسی وجہ سے انسان لاانتہا جہالت کی موجودگی میں بھی نادر عقل رکھنے کا فخر کرتا ہے - وہ سائنس کی ترچھی شعاعوں (ایک آفتاب جو ابھی طلوع نہیں ہوا) کی کامل صداقت کے پورے شعلہ کی مانند ثنا خوانی کرتا ہے -

اندرونی زندگی کی اِن بیماریوں کی وجہ سے سوچنے والے آدمیوں کی توجہ اِس طرف مبذول ہوئی ہے مذہبی سنجیدہ آدمیوں نے اِن بیماریوں کو بتلایا ہے - اور جیساکہ جسمانی ناموافقتوں اور خلقی بیماریوں میں رواج ہے - پیٹنٹ (نو ایجاد چیز کے حق سند حاصل کرنا) ادویات ایجاد کی گئی ہیں - جنکی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وے اِن بیماریوں کا علاج سوسائٹی کی اصلاح اور افراد کی صفائی کرینگی - ایسی پیٹنٹ دوائیوں کے

بھیجنے والوں کا ایک گروہ "دعا کا نسخہ" ایسی بیماریوں کے لئے زود اثر مسہل تجویز کرتا ہے اور آدمیوں اور افراد کو دعا کی بڑی بڑی مقدار (ڈوزز) رات دن پینے کی ہدایت کرتا ہے۔ اِس طرح بدہضمی پیدا کی جاتی۔ قائم رکھی جاتی اور تحریک کی جاتی ہے۔ اور زوال پذیر روحانی قوت کے بیہوش اور کمزور ہونیوالے اثر کو غلطی سے دعا کی دلپسند تاثیر سمجھا جاتا ہے۔ سب سے اول بیماریاں۔ ناموافقتیں اور تکلیفیں یقینی بُرائیاں ہیں۔ دعا کی ترقی کے ساتھ روح اُنکو برداشت کرنا سیکھتی ہے۔ اس کے بعد وہ اُن کو اپنے استغراق میں سفر کی خاک کی طرح خیال کرتی ہے آخرکار وہ اُن سے دب جاتی ہے اور بیہوش ہو جاتی ہے۔ اُسکو وہ دلی سکون مان لیتی ہے جسکو وہ راحت۔ نجات۔ اور روح میں خدا کی موجودگی خیال کرتی ہے۔ اِس کے ساتھ زندہ طاقت کا زوال ہونا شروع ہوتا ہے۔ جسکو وہ اپنے اندر کی حیوانیت کی موت بتلاتا ہے۔ یہ پیٹنٹ دوا صرف اوہام کی آنچ۔ ادھوری خواہشوں کی چنگاری۔ غیر حصول حاجتوں کا سُلگتا ہوا کوئلہ۔ رگڑ کی گرمی اور جھگڑے کے جوش اور اُبھار ہیں۔ دلی سکون میں بیہوشی جو اُس کے بعد ہوتی ہے عقل کی موت ہے۔ جسکی راکھ پر ہوائے نفسانی۔ غم و کوفت۔ بیخودی۔ اور دیگر بیجا عدگیوں کے بخارات گھومتے اور اُبلتے ہیں۔ لیکن تجلی حق کی سچی درآمد۔ عقل کی راحت۔ خیالات کی بلندی اور زندگی کی ترقی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اُس کے بعد سچی باطنی دانش کا طلوع ہوتا ہے۔ بیرونی علامات سے ہمیں اندرونی سکون کا خیال نہیں کر لینا چاہئے۔ سب جو چمکتا ہے سونا نہیں ہے درحقیقت حالت صوری فریب دہ ہے۔ معنوی اصلی ہے۔ غائب کی تلاش خدا کی سچی تلاش۔ اُسکا حصول وصال جان کی سچی پیدائش اور روح کی نجات ابدی ہے۔ یقیناً میں غائب کو ظاہر پر ترجیح دیتا ہوں۔

تاکہ میرا مطلب زیادہ صاف طور پر سمجھ میں آجاوے۔ اِس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ جسم ایک بناوٹ ہے۔ عارضی ہے۔ تغیر پذیر ہے۔ اندرونی غیر متغیر ہے۔ انسان اندرونی ہے نتیجہ یا بناوٹ بیرونی ہے۔ روح پر کام نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ جسم پر کام کرتی ہے۔ جو اندرونی ہے وہی اصلیت ہے جس پر وہ کام کرتی ہے وہ ظاہر اور فانی ہے اور سب نادر شکلیں اُنہیں فانی اجزا سے ترکیب دی گئی ہیں۔

اب چونکہ یہ امر صاف ہو گیا کہ ظاہر ناپائدار ہے۔ لیکن غائب دائمی ہے۔ اِس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم آزمائش کریں کہ سچائی ایک غیر محسوس مگر بے بدل اور دائمی اصول ہے۔ یہاں تک مان کر تم اِس قابل ہو گئے ہو۔ کہ ممکن امکانوں کی تحقیقات میں ایک قدم

آگے بڑہاسکو۔ نتایج کو دیکھا گیا ہے کہ انکا سُراغ ایک حقیقی سبب تک لگتا ہے۔ یہہ امر ایک سخت اور کڑی تشریح سے ثابت ہوا ہے۔ یہہ سبب یہہ نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اس سے ہمکو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نتیجہ بغیر سبب کے نہیں ہوتا یعنی ہر معلول کی علت ضرور ہوتی ہے۔ اِس نتیجہ سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا اور اسی طرح تم مشاہدت سے دیکھ سکتے ہو کہ نتایج اور اسباب کی تعداد بیحد و حساب ہے۔ اور اسباب سے نتایج تک اور نتایج سے اسباب تک سُراغ لگانا عقل دوڑانے کا صحیح عمل ہے اور اِسکو تم اپنے خیال میں رکھو جبتک کہ تم ہستی کی ایک بے ترتیبی تک نہ پہونچ جاؤ۔ تب تم بیدم ہوکر ٹھہر جاؤ اور پوچھنے لگو۔ کہ سب کا اول سبب کیا تھا۔ تمہارا گزر اِن بے کھوج منزلوں میں سے ہرگز نہ ہوتا۔ اگر تم سب تشکلوں اور بیرونی اشیاء کی بابت محض یہ خیال کرلیتے کہ یہہ نتایج نہیں ہیں بلکہ اسباب ہیں۔ ہم ایک مثال دیکر اسکو ظاہر کرتے ہیں۔ خیال کرو کہ اِس سخت زمین کی سطح کے نیچے ایک چھپا ہوا بیج ہے۔ مان لو کہ تم اُسکی ہستی کو بھول جاؤ۔ چند سال کا زمانہ گزر جاوے اور آپ اُس جگہہ پر نظر ڈالیں جہاں وہ چھپا ہوا تھا۔ اب تم ایک اونچا اور خوبصورت درخت اپنی نوعیت کی تمام شان و شوکت کیساتھ کھڑا ہوا دیکھتے ہو۔ کیا اُس ہستی سے انکار کرنا ویسا ہی ناممکن اور بیہودہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ تھوڑی دیر کے لئے اُس بیج سے انکاری ہونا جس سے کہ یہہ وجود پیدا ہوا ہے۔ درخت کھڑا ہوا اور بطور آخری نتیجہ کے ظاہر ہے۔ آدمی کھڑا ہوا ہے اور وہ بھی آخری نتیجہ ہے۔ درخت کے بیج سے آپ اُسکی ہستی کو جانتے ہیں لیکن دُنیا کے بیج کو آپ اُسکی ہستی سے نہیں جانتے۔ لیکن کیا یہہ بات آشکارا نہیں ہے۔ کہ پچھلی حالت کم از کم ممکنات میں سے ہے کیونکہ پہلی معلوم اور پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے۔ صرف اِس امکان کو مان لینے سے اِس تحقیقات میں ایک اور ہوشیار قدم دہرنے کو طیار ہو جاتے ہیں۔

دوسرے قدم کی ہم ایک اور مثال دیکر تشریح کرتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک شخص بیمار ہے۔ اطبا علم موجودات کے رو سے اُس بیماری کے ظہور اور اُن علامات سے جو اُس مرض سے پیدا ہوتے ہیں رہنما ہوکر اُسکی حالت کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ مریض اپنی تکلیفات بیان کرتا ہے۔ اطبا مریض کے بیان کو مان کر اُس بیان اور نیز ظاہری علامات کے بموجب بیماری کا نام تشخیص کرتے ہیں۔ ہر ایک طبیب بوجہ اُس شہادت کے جو اُسکو حواسوں کے ذریعہ ملی ہے۔ بیماری کی کیفیت کی بابت اختلاف رائے ظاہر کرتا ہے۔

کیا آپکو یہاں اِس امر کا ثبوت نہیں ملگیا کہ جو بیرونی اور ظاہری ہے وہ نتیجہ ہے اور
اُسپر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا جبکہ سبب چھپا ہوا ہے اور آپکے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے
جس سے اُس کے سبب کی تحقیقات کرسکو۔؟

پھر ایک آدمی کے دانت بوسیدہ ہیں وہ کہتا ہے کہ میرے سخت درد ہوتا ہے۔ لیکن آپ
اُسکی بات میں شک کرتے ہو اور ثبوت مانگتے ہو۔ وہ آپکو دانت بتلاتا ہے۔ جو ایک قابلِ
حِس چیز ہے۔ لیکن کیا وہ شہادت جسکو آپکے حواس تسلیم کرتے ہیں آپکو یقین دلاتی
ہے کہ اُس کے درد ہوتا ہے۔؟

ایک اور مثال لیجئے۔ دُنیا کے کُل آدمی اس بارے میں اپنی یکساں اور متحد شہادت
دے سکتے ہیں۔ کہ وے یقیناً اور مطلقاً سورج کو پورب میں طلوع ہوتے ہوئے دیکھتے
ہیں۔ کیا اندرونی شہادت نہیں ہے کہ اس کا بیرون اور ظاہر یقیناً بے اصل ہے۔ اندرونی
سچ کی تحقیقات نے اِس منظر کے سبب کو قایم اور ثابت کردیا ہے۔ کہ سورج حرکت نہیں
کرتا۔ لیکن دھوکھہ آپکو بیرونی اور ظاہری نے ہی دیا نہ کہ باطنی نے جوکہ حقیقت ہے۔

اِس لئے قدرت کا سچا طالب علم ظاہر اور قدرت کی تہت میں غایب کا دھیان
کرتا ہوا خاموشی سے اُس سبب کا خیال کرتا ہے۔ جوکہ انسانی وجود کے اس نمایش گاہ
کا بنانیوالا ہے۔ اور اُن صداقتوں کی جو اُس کے اندر موجود ہیں نہایت تعظیم کرتا ہوا
عمل اور زندگی کے اول اصول سے واصل ہوتا ہے۔ اُسکی آرزوئیں بالکل عقلی اور
اخلاقی وضع کی ہوتی ہیں۔ ساری کائینات اُس مالک کُل سے بھری ہوئی ہے۔ اور
دُنیا کی کوئی چیز اُس مالک کُل کے اختیار واقتدار سے باہر نہیں ہے۔

ईशावास्यमिदं सर्वं यत्किञ्च जगत्यां जगत्॥
यजुर्वेद अ० ४० मं० १ ॥

اُسکی پاک ادراک کے لئے جوکہ رغبت اور نفرت سے مُبّرا ہوگئی ہے۔ بندگی اور
غور۔ اعتقاد اور دلی سکون۔ راستہ کھول دیتی ہیں۔ جہاں عقلمندی کی شعاعیں
آہستہ سے داخل ہوتی اور ایک خوشنما تجلّی اُس کے خیالات اور عقل پر ڈالتی
ہیں۔ اُس نے حقیقی بچانیوالے غایب آقا کو جوکہ تمام کائینات کا خالق ومالک
ہے پالیا ہے۔ اُس کے نزدیک جو اندرونی ہے وہی اصلی ہے۔ اُسکی وسیع عقل لباس

سے گزر کر اُس تک پہنچتی ہے۔ جو کہ اصلی ہے۔ اور جسم میں جان۔ قاعدہ میں زندگی اور شئے کے اندر علم ہے۔

مندرجہ بالا واقعات سے یہہ نتیجہ برامد ہوتا ہے کہ وسیع عقل ہی حقیقت ایزدی کی حصول کے لیئے روح کو ترقی دے سکتی ہے نہ کہ دعا۔ اور کہ نہائیت دلسوز دعا۔ وہ نیک سعی ہے۔ جو کہ ہم اپنے تائیں اُن اثروں کے مستحق بنانے کے لیئے عمل میں لاتے ہیں۔ جو کہ تمام دانائی کے سرچشمہ کی جانب سے عقل میں پیدا ہوتے ہیں۔

اپنے خیالات کے اِس غیر مکمل مرقع سے جو محبت کے ساتھ آپکے روبرو پیش کیا گیا ہے۔ میرا یہہ مقصد ہے کہ مندرجہ ذیل تین نتایج قایم کروں اور اُن کو صاف بیان کردوں۔:۔

(۱) کہ روحانی زندگی ایک اصلی اور حقیقی زندگی ہے اور کہ انسان جب دُنیا کے مخمصوں میں پھنس جاتا ہے تو عالمگیر صداقت کو پوری طور پر محسوس نہیں کرسکتا اور نہ ہی سمجھ سکتا ہے۔

(۲) کہ اِس عالمگیر صداقت کو جو وسیع عقل یا پاکیزہ ادراک کے وسیلہ سے جانی جاتی ہے۔ جاننے کے قابل نہ ہونے سے معتادالدعا کے پیٹنٹ مذہبی علاج اور اٹکل آمیز دماغی معالجے نکالے گئے ہیں۔

(۳) کہ کائنات کا صانع حقیقی۔ غائب۔ قادر مطلق۔ عالمگیر اور اندرونی دُنیا کا حکمران وجود ہے۔

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان

مولوی ثناءاللہ صاحب محمدی و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ

بقیہ پرچہ نمبر ۳

(منجانب مولوی)

وهو الذی مد الارض وجعل فیها رواسی وانهارا ومن کل الثمرات جعل فیها زوجین اثنین یغشی اللیل النهار ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون ۔ وفی الارض متجاورات وجنات من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون (رعد)
ومن نعمره ننکسه فی الخلق افلا یعقلون
(یٰسین)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ خدا وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اُسمیں پہاڑ اور دریا پیدا کئے اور زمین میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم (اعلےٰ ادنےٰ) بنائے - وہ رات کو دن سے اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے بیشک اسمیں بڑے دلایل ہیں اُس قوم کے لئے جو فکر کرتی ہیں - اور زمین میں کئی ٹکڑے ہیں قریب قریب اور باغ انگوروں وغیرہ کے اور کھیتی اور کھجوریں متصل اور متفرق ایک ہی پانی بارش کا اُن کو پہونچتا ہے - اور ہم بعض کے پھل کو بعض سے عمدہ کر دیتے ہیں بے شک اِس میں بڑی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے -"

تیسری دلیل جو اِس مسئلہ میں قرآن نے پیش کی ہے وجدانی ہے - یعنے

خود انسان کے اندر کے حالات۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جسکو ہم عمر درازہ کرتے ہیں اُسکی پیدائیش (یعنی سب طاقتیں بجائے ترقی کے) اُلٹی کر دیتے ہیں۔ کیا تم (دہریو) عقل نہیں کرتے ہو" (یعنی تم جو سب کام متعلق مادے کے ہی مانتے ہو۔ اِس امر میں غور نہیں کرتے کہ یہی غذا انسانی ہے جو ابتدا میں بچے کو بڑہاتی رہی یہاں تک کہ جوانی کو پہونچایا اب بھی یہی غذا ہے بلکہ چاہو تو اُس سے کسی قدر کہلا کر بھی دیکھ لو اُلٹی حالت کیوں ہو رہی ہے۔ نہیں سمجھ میں آتی کہ اِس انقلاب اور ہیر پھیر کا کون فاعل ہے۔) ایک جگہ دہریوں کے بیہودہ خیال کو کہ (ایک چیز دوسری پیدا ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے خدا کوئی نہیں") ایک مختصر سے جملہ میں رد کیا ہے۔ جہاں ارشاد ہے کہ "کوئی شک نہیں کہ (اے رسول) تیرے رب کی طرف ہی سب چیزوں کی انتہا ہے" (یعنے یہہ بیشک ہے کہ ایک چیز سے دوسری پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جب دوسری کو دیکھا جائے تو وہ بھی کسی تیسری کی محتاج ہے۔ تیسری کو دیکھیں تو وہ بھی کسی چوتھی کی معلول ہے۔ پس اِسی طرح سب کائنات کا سلسلہ چلتا ہے جبکہ دُنیا کی سب چیزیں اپنی ہستی میں مثل گاڑیوں ریل ایکدوسری کی حرکت سے چل رہی ہیں تو وہ کون چیز ہے کہ جسکی اصلی حرکت ہے۔ جو اِن سب کو ہلاتا ہے۔ جسپر سب کا دار مدار ہے وہ خدا ہی ہے یہی معنے ہیں۔ وان الٰی ربک المنتہٰی کہ تیرے رب کی طرف سب چیزونکی انتہا ہے۔ میرا جی تو نہیں چاہتا کہ اِس مضمون کو چھوڑ دوں تاکہ اُن متعصب مُصنفوں کی ایمانداری یا ناواقفی کا ثبوت ہو جنہوں نے اپنی جہالت سے بطمع نفسانی و شُہرت مُلک میں جھوٹ پھیلایا اور عام لوگوں کو دہوکہ دیا کہ قرآن ایسے ضروری مسئلہ میں بے ہتھیار ہے۔ مگر کیا کروں اِس خوف سے کہ آپ پرچہ کے منتظر ہونگے اِسے چھوڑ کر اُسی رسالہ کا وعدہ دیتا ہوں جسکا اوپر ذکر کر آیا ہوں۔

> وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی
> (نجم)

دوسرا مسئلہ یعنی دعوئ توحید یہہ تو قرآن کا اصل مقصود ہے۔

(ب) دعوئ توحید

> شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولو العلم قائماً بالقسط لا الٰہ الا اللہ ھو العزیز الحکیم (آل عمران)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ خدا نے ظاہر کر دیا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود برحق مالک الخلائق نہیں اور اُس کے فرشتے اور سب علم والے بھی

گواہ ہیں کہ اُس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے"

لن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین (زمر)
ان الله لا یغفر ان یشرک به (نساء)
خلیفه ورب هذا لبیت (قریش)

ایک جگہہ فرمایا اے (ہمارے رسول) تیرے رب کا قطعی فیصلہ ہے - کہ سوا میرے کسی کی عبادت مت کرو - اگر (فرضاً) تو بہی شریک کرے گا - تو تیرے بہی نیک عمل ضایع ہو جائیگا - اور تو ٹوٹا پانیوالوں سے ہو جائیگا -

ایک جگہہ فرمایا کہ خدا شرک ہرگز نہ بخشیگا "

ایک جگہہ مکّہ کے مشرکوں کو جو کعبہ میں بُت پرستی کرتے تھے - فرمایا کہ اس گہر کے مالک یعنے صرف خدا کی عبادت کریں "

چونکہ دعوٰی کے لئے اسی قدر کافی ہے ورنہ اس مضمون سے تو تمام قرآن بھرا پڑا ہے - اس لئے میں دلایل کی طرف آتا ہوں تاکہ کوئی شخص قرآنی دعوٰی کو بے دلیل ہونیکا اعتراض نہ کرے -

(ج) دلایل توحید

والله فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقهم علی ماملکت ایمانهم فهم فیه سواء افبنعمت الله یجحدون (نحل)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ خدا نے تمکو ایکدوسرے پر رزق کی بڑوتری دی ہوئی - پس نہیں ہیں بڑوتری والے اپنے مال غلاموں کو دیکر اُنسے برابر ہوتے تو کیا (خدا کے بندوں اور اسکی مخلوق ہی کو برابر کرکے) خدا کی نعمت سے انکاری ہوتے ہیں "

له ما فی السموات ومافی الارض ومن عنده لا یستکبرون عن عبادته ولا یستحسرون یسبحون اللیل والنهار لا یفترون ام اتخذوا الهة من الارض هم ینشرون لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا - فسبحان الله رب العرش عما یصفون لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون ام اتخذوا من دونه الهة قل ها

ایک جگہہ ارشاد ہے کہ خدا ہی کی سب چیزیں ہیں جو زمین میں ہیں اور جو آسمان میں اور جو اُس کے نزدیکی مقرب بندے (جیسے مسیح وغیرہ) ہیں اُسکی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے اور نہ ہی سُستی کرتے ہیں - رات دن اُسکی پاکی بیان کرتے ہوئے تھکتے نہیں - کیا ایسے خدا کے ہوتے ہی ان (مشرکوں) نے زمین کی پیدائیش سے

تو ابرھا نکم ھذا ذکر من معی ۞

معبود بنائے ہیں کیا وہ اُنکو جمع کریں گے۔ اگر سوائے خدا کے اور معبود بھی ہوتے تو زمین و آسمان اُن کے باہمی اختلاف سے بگڑ جاتے (کیونکہ معبود برحق کا دوسرے کی تابع ہوکر رہنا اُسکی الوہیت کے خلاف ہے۔ پس آپس میں ٹکراتے اور صلح (جسمیں کسی نہ کسی فریق کو خواہ مخواہ دباؤ یا کوئی کوئی غرض مد نظر ہوتی ہے) انہیں ہرگز نہ ہوتی پس خدا مالک تخت حکومت ان مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے پاک ہے۔ اُسے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ اور یہ سب لوگ جنکو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے اپنے کئے سے سوال کئے جائینگے۔ (ایسی توحید صاف کو مانتے نہیں) بلکہ سوائے خدا کے اور معبود بنا رکھے ہیں۔ تو (اے ہمارے رسول) انسے کہدے کہ اس دعوے پر اپنی دلیل لاؤ۔

وذکر من قبلی بل اکثرھم لا یعلمون الحق فھم معرضون وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدونِ وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحانه بل عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول وھم بامرہ یعملون

(انبیا)

یہی پکار میری اور میرے ساتھیوں کی اور مجھ سے پہلے نیک بندوں کی چلی آئی ہے لیکن اکثر نادان انہیں سے حق کو نہیں جانتے اور وہ مُنہ پھیر جاتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے (یعنے خدا فرماتا ہے) تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں۔ اُنکی طرف بھی پیغام تھا۔ کہ میرے سوائے کوئی معبود برحق نہیں پس تم میری ہی عبادت کیجیو۔ یہ لوگ (عیسائی اور مکہ کے مشرک) کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے لئے اولاد بنائی ہے وہ ایسی بیہودہ گوئیوں سے پاک ہے۔ وہ لوگ (یعنی مسیح وغیرہ) تو معزز بندے ہیں وہ تو آگے بڑھکر بول بھی نہیں سکتے۔ اور خدا کے بتلائے ہوئے پر کاربند،،

اس بیان میں قرآن نے دونوں قسم کے دلایل عقلی و نقلی بتلا کر مشرکین کو شرک کی کمزوری دکھاکر توحید کی طرف بُلایا ہے۔

میں اس موقعہ پر سچ عرض کرتا ہوں کہ آیت قرآنی مجھ سے جنگ کر رہی ہیں ہر ایک یہی کہتی ہے۔ کہ مجھو ہی لکھدے۔ میں سخت مجبور ہوں کہ اس مختصر سے پرچہ میں کسکو لکھوں اور کسکو چھوڑ دوں۔ اخیر میں سبکو یہ کہہ کر کہ مضمون طویل ہو جائیگا تمکو خدا ایک رسالہ میں درج کرونگا۔ معافی چاہتا ہوں۔ تاہم ایک مقام سے سخت مجبور ہوں۔ کہ اُسے بھی درج کردوں۔ وہ مقام ایسا ہے کہ اُس سے اول دعویٰ

یعنی " ثبوت واجب الوجود " اور بیان ثالث یعنی " دلایل توحید باری " دونوں ثابت ہو گئے۔

هوالذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب ومنه شجر فیه تسیمون ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون وسخر لکم اللیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون ۔ وما ذرء لکم فی الارض مختلف الوانه ان فی ذلک لآیات لقوم یذکرون وهو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا وتستخرجوا منه حلیة تلبسونها وتری الفلک مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم وانهارا وسبلا لعلکم تهتدون وعلامات وبالنجم هم یهتدون ۔

(نحل)

چنانچہ ارشاد ہے کہ وہ ذات پاک وہ ہے جو اوپر سے تمہارے لئے بارش اوتارتا ہے۔ اس سے تم پیتے ہو اور اس سے درخت پیدا ہوتے ہیں جو تم اپنے مویشیوں کو چراتے ہو۔ اس پانی کے ساتھ تمہارے لئے کھیتی پیدا کرتا ہے۔ اور زیتون اور کھجور اور انگوروں کے درخت اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے بیشک اسمیں بڑی نشانی ہے اس قوم کے لئے جو فکر کرتے ہیں اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو اور ستارے بھی اسی کے حکم سے گھیرے ہوئے ہیں۔ بیشک اسمیں بڑی نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو کچھ عقل رکھتے ہیں اور کام میں لگا دیا تمہارے لئے جو کچھ اسنے زمین میں پیدا کیا۔ جنکے رنگ مختلف ہیں۔ بیشک اسمیں بڑی نشانی ہے اس قوم کے لئے جو نصیحت پالے کو ہوں (نہ کہ ہٹ دھرمی) اور وہ ذات پاک وہی تو ہے جس نے سمندر کو قابو کر رکھا ہے تا تم اس سے گوشت تروتازہ (یعنے مچھلیاں) کھاؤ۔ اور زیور (موتی وغیرہ) نکالو جنکو تم پہنتے ہو۔ اور دیکھتا ہے۔ (اے دیکھنے والے) جہازوں کو سمندر میں پانی کو چیرتے چلتے ہیں تاکہ تم (بذریعہ تجارت وغیرہ) اسکا فضل تلاش کرو۔ اور خدا کا شکر کرو اور زمین میں پہاڑ بنا دئے تاکہ بسبب حرکت پانی کے تمکو نہ ہلا سکے۔ اور دریا پہاڑوں میں قدرتی راستے بنائے۔ تاکہ تم راہ پاؤ۔ علاوہ اس کے کئی اور نشان قدرت کے بنائے ہیں اور ساتھ ستاروں کے بھی لوگ راہ چلتے ہیں۔"

یہہ سب بیان جو پیدائش سے تعلق رکھتا ہے مثلا کر خدا نتیجہ پر آگاہ کرتا ہے کہ کیا جو پیدا کرے وہ اس جیسا ہے جو نہیں پیدا کرتا (جیسے تمہارے مصنوعی معبود

افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون
وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا۔
ان اللہ لغفور رحیم۔ واللہ یعلم
ما تسرون وما تعلنون والذین
یدعون من دون اللہ لا یخلقون
شیئا وھم یخلقون اموات غیر
احیاء وما یشعرون ایان یبعثون
الٰھکم الہ واحد فالذین لا یؤمنون
بالاٰخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم
مستکبرون (نحل)

مسیح وغیرہ) کیا تم سوچتے نہیں ہو۔ یہہ تو کیا اگر خدا کی مہربانیاں گننے لگو تو ہرگز گنہیں نہیں سکتے۔ منجملہ اُن مہربانیوں کے یہہ ہے۔ کہ وہ بڑا ہے وہ بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے خدا جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جنکو مشرک پکارتے ہیں وہ تو کچھہ بھی نہیں بنا سکتے۔ بلکہ خود خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ موت کے محل ہیں وہ ہمیشہ نہ زندہ رہنے والے اور نہ ہی جانتے ہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔ معبود تمہارا ایک ہی ہے۔ پس جو لوگ آخرت کی زندگی نہیں جانتے اِس توحید سے دل اُنکے منکر اور وہ خود متکبر ہیں۔"

آیات مذکورہ بالا سے جو مطلب ثابت ہوتا ہے میری شرح کا محتاج نہیں۔ یہہ بات تو قرآن کی روانگی سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اِسے مخاطب کی تفہیم (سمجھانا) منظور ہے۔ نہ کہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ جو مریدوں کے سوائے دوسرا سنے ہی نہیں۔

پس میں چوتھے دعویٰ کی طرف آتا ہوں جس کا نام میں نے صفات باری رکھا تھا۔ اِس کے متعلق بھی قرآن نے جسقدر خوبی سے بیان کیا ہے اُسکو پڑہنے والے (مگر عربی کے سمجھنے سے) ہی جان سکتے ہیں۔

(د) صفات باری

اللہ لا الہ ھو الحی القیوم لا تاخذہ
سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموٰت
وما فی الارض من ذا الذی یشفع

ایک جگہہ ارشاد ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو ہمیشہ زندہ اور سب کا تھامنے والا نہ اُسکو اونگہہ ہے نہ نیند اُسی کا ہے جو آسمان میں ہے اور جو

عندہ الا باذنہ یعلم بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یئودہ حفظھما وھو العلی العظیم (بقرہ)

زمین میں کون ہے جو اُس کے پاس بغیر اُس کے حکم کے سفارش کر سکے وہ لوگوں کے آگے پیچھے کی باتیں جانتا ہے اور لوگ اُس کے علم سے کچھ نہیں جان سکتے۔ مگر اس قدر جو وہ تبلادے اُسکی حکومت نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو گھیرا ہوا ہے اور وہ اُنکی نگرانی سے تھکتا نہیں اور وہ بڑا بلند بڑی عظمت والا ہے "

ایک جگہہ فرمایا ہے۔ وہ خدا تو وہ ہے جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ غائب اور ظاہر کو برابر جانتا ہے۔ وہ بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے۔ وہ ذات پاک وہ ہے کہ جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک سلامتی کا مالک امن دینے والا نگہبانی کرنے والا سب پر غالب خودمختار بڑائی والا۔ پاک ہے اللہ مشرکوں کے شرک سے۔ وہ خدا پیدا کرنے والا بے نمونہ بنانیوالا سب چیزوں کی تصویر بنانیوالا۔ سب نیک نام اُسی کے لئے ہیں سب چیزیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اُسی کی پاکی بتلا رہی ہیں۔ اور وہ سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔"

ھو اللہ الذی لا الہ الا اللہ ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم ھو اللہ الذی لا الہ الا اللہ ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم (حشر)

اس مضمون کو بھی بصد افسوس بوجہہ خوف طوالت ناتمام چھوڑ کر تمدن کے حصے اول پر آتا ہوں جس کا نام مینے تہذیب اخلاق رکھا تھا۔

(الف) تہذیب اخلاق

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم

ایک جگہہ ارشاد ہے کہ تو (اے ہمارے رسول) کہہ دے کہ آؤ میں خدا کے بتلائے

ان لا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسان ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم وصکم بہ لعلکم تعقلون - ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ و اوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعھا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی - وبعھد اللہ اوفوا ذلکم وصکم بہ لعلکم تذکرون .. ..

.. ..

(انعام)

ہوئے احکام تمکو سُناتا ہوں - پہلے یہہ کہ تم اُس کے شریک مت ٹھہراؤ - اور ماں باپ کے ساتھہ احسان کرو اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے (جیسا کہ مکہ کے مشرک لڑکیوں کو مار دیتے تھے) قتل نہ کرو ہم ہی تو تمکو اور اُن کو رزق دیتے ہیں - اور بے حیائی چھپی اور ظاہری کے نزدیک بھی مت جاؤ - یہہ باتیں ہیں جنکی خدا تم کو نصیحت کرتا ہے - تاکہ تم عقلمند بنو - اور یتیم کے جوان ہونے تک اُس کے مال کے نزدیک بھی مت جاؤ - مگر اُس طریق سے جو سب اچھا اور یتیم کے حق میں مفید (مثل تجارت وغیرہ کے) ہو (یعنے اگر تمہارے سپرد کسی یتیم کا مال ہو تو اُسکو چھوؤ بھی نہیں - ہاں اگر اُسکی تجارت کر کے بڑہوتری یتیم کو دیتے ہو - تو اس طرح ہاتھہ لگاؤ ورنہ نہیں) اور ترازو انصاف سے پورا کرو - ہم ہر جان کو اُسکی طاقت جتنا ہے حکم دیتے ہیں اور جب کوئی کہنے لگے تو انصاف کرو - اور اگرچہ اُس معاملہ میں کوئی تمہارا رشتہ دار بھی ہو - اور جو وعدے اللہ کے نام پر دو پورے کرو - یہہ باتیں ہیں جنکی خدا تمکو نصیحت کرتا ہے - تاکہ تم سمجھدار بنو -

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون والذین

ایک جگہہ ارشاد ہے - بے شک مراد کو پہونچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں - اور وہ لوگ جو لغو اور بیہودہ باتوں سے منہ پھیرتے ہیں اور جو لوگ مال کی خیرات کرتے ہیں

ھم لفروجھم حافظون الا علیٰ ازواجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولٰئک ھم العادون والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون والذین ھم علیٰ صلاتھم یحافظون اولٰئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون" (مومنون)

اور جو اپنی شہوت کی حفاظت کرتے ہیں لیکن اپنی بیویوں اور کنیزکوں سے (جن سے آنکھو تھرتا وغیرہ ملاپ درست ہے) کریں تو ایسے لوگوں کو ملامت نہیں ہاں جو ان کے سوا غیروں کو چاہتے ہیں (خواہ غیر عورت ہو یا کوئی لڑکا) وہی لوگ خدا کی حد سے گزر جانیوالے ہیں۔ اور وہ لوگ مراد کو پہونچتے ہیں جو اماتوں اور وعدوں کا لحاظ رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہہ لوگ جنت فردوس کے مالک ہیں جو اُسیں ہمیشہ رہینگے۔

طوالت مضمون کا خوف ہے ورنہ یہہ مضمون بھی ایسا طویل الذیل ہے۔ کہ قرآن کا نصف نہیں تو ایک معتدبہ حصہ تو ضرور ہی اِس سے بھرا ہوا ہے۔ دوسرا حصہ تمدن کا وہ ہے۔جس کا نام ہمنے "تدبیر منزل رکھا تھا۔

(ب) تدبیر منزل

تدبیر منزل کا لفظ حکماء کے نزدیک تو خاص ایک گھر کے رہنے والوں کے تعلق کو کہتے ہیں۔ مگر میری مراد اِسجگہہ عموماً وہ تعلقات ہیں جو انسان کو سب رشتوں میں پیش آتے ہیں۔ اِن رشتوں میں سے سب سے بڑا ماں باپ کا رشتہ ہے جسکی بابت ارشاد ہے۔ کہ " تیرے رب کا فیصلہ قطعی ہو چکا ہے۔ کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ سے

وقضیٰ ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من

احسان کرو۔ اگر وہ دونو یا ایک تیرے سامنے بڑہاپے کو پہونچیں۔ تو اُن سے خدمت کرتا ہوا اُف بھی نہ کہہ اور نہ آنکھو جھڑک اور اُن کے ساتھ عزت سے باتیں کر اور مہربانی سے اپنے بازو تواضع کے اُن کے آگے جھکا دے۔ اور کہتا رہ کہ اے میرے

الرحمت وقل رب ارحمهما كما ربيانی صغيراً - ربكم اعلم بما فی نفوسكم ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفوراً - وآت ذالقربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين (بنی اسرائیل)

خدا اُنپر رحم کر جس طرح اُنہوں نے مجھہ کو چھوٹی عمر میں پرورش کیا تھا (ایسا نہ کرو کہ ظاہر میں خوش آمد اور اندر ایذا رسانی کرنے لگو) خدا تمہارے دلونکی باتوں کو بہی خوب جانتا ہے۔ اگر تم نیک ہو گے تو وہ نیکوں کے لئے بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے اور قریبیوں کو اُن کے حق دیتا رہ اور مسکینوں اور مسافروں کی خاطر رکھہ اور فضول خرچیوں میں مت اڑا۔ بیشک فضول خرچ شیطان کے ساتھی ہیں۔ بیوی خاوند کے متعلق سب سے پہلا قانون اُن کے رشتہ کا تبلایا ہے۔ کہ کس سے ہو اور کس سے نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ تمکو تمہاری مائیں اور بیٹیں اور بہنیں اور

حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم واخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الاخ وبنات الاخت وامهاتكم اللاتی ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامهات نسائكم وربائبكم اللاتی فی حجوركم من نسائكم اللاتی دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف ان الله كان غفورا رحيما -
(نساء)
وان امرأة خافت من بعلها نشوزاً

پھوپھیں اور خالائیں اور بھائی بہن کی بیٹیں اور تمہاری دودھ مائیں اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری ساسیں اور تمہاری عورتوں کہ جن سے تم نے جماع کیا ہو پچھلی لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں آئی ہوں۔ سب حرام ہیں۔ اور اگر اُن عورتوں سے تمنے جماع نہیں کیا۔ اُنکی پچھلی لڑکیوں کے نکاح کرنے میں تمکو گناہ نہیں اور اور حرام ہیں تمکو تمہارے صلبی بیٹوں کی بہوئیں اور حرام ہے یہہ کہ دو بہنوں کو ایک ساتھہ نکاح میں لاؤ۔ ہاں جو اسلام سے پہلے تم نے کیا سو معاف ہو بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔
ایک جگہہ ارشاد ہے اگر کوئی عورت

اور اعراضاً فلا جناح علیہما ان یصلحا بین والصلح خیر واحضرت الانفس الشح وان تحسنوا و تتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً ۔

اپنے خاوند سے سرکشی یا نفرت معلوم کرے تو صلح کرنے میں انکو گناہ نہیں - اور صلح بہت اچھی ہے اور عموماً نفس بخل کرنے میں (یعنے اکثر صلح میں خواہ مخواہ کسی جانب کو رعائت دینی پڑتی ہے - جس سے دوسرا ناراض ہوتا ہے - گو ایک طرف ناراض ہی ہو - تو بھی صلح کا انجام بہتر ہے) اگر احسان کرو اور خدا سے ڈرتے رہو - تو تمہارا ہی بھلا ہے - خدا تمہارے کاموں میں پوری خبر رکھتا ہے -

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النسآء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ وان تصلحوا و تتقوا فان اللہ کان غفوراً رحیماً - وان یتفرقا یغن اللہ کلاً من سعتہ وکان اللہ واسعا حکیما وعاشروھن بالمعروف (نساء)

چونکہ عورتوں میں پورا حقیقی نہیں ہو سکتا گو اُسکی خواہش ہی کرو - لیکن ایسا تو کرو کہ ایک ہی جانب جھک جاؤ - اور اُس عورت کو لٹکتی ہوئی نہ اِدھر کی نہ اُدھر کی کر چھوڑو - اور اگر صلح کرو گے اور ناجائز کام کرنے میں خدا سے ڈرتے رہو گے - تو خدا بڑا بخشنہار مہربان ہے (اُس سے اُسکا عوض پاؤ گے) اور اگر دونوں خاوند بیوی سخت ناچاقی کیوجہ سے علیحدہ ہو جائیں تو خدا ہر ایک کو دوسرے سے اپنی فراخی سے بے پرواہ کر دیگا - خدا تو بڑا ہی فراخی والا - حکمت والا ہے "

ایک جگہہ حکم ہے کہ عورتوں سے نیک برتاؤ کیا کرو -

غرض اِس پہلو کو بھی قرآن شریف نے بہت ہی واضح طور سے بیان کیا ہے - یہاں چونکہ سارے بیان کی جگہہ نہیں اِس لئے مجبوراً اُسی رسالہ کا وعدہ دیکر تمدن کے اُس حصہ پر آتا ہوں - جس کا نام میں نے معاملات رکھا تھا -

(ج) معاملات

معاملات کی صفائی کو تو قرآن شریف نے جیسا بیان کیا ہے - شاید باید

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلودا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔	ایک جگہہ ارشاد ہے - اے مسلمانو انصاف پر مضبوط خدا کے لئے شہادت دینے والے بنے رہو۔ گو کسی طرح تمہارے یا تمہارے ماں باپ یا قرابتیوں کے حق میں مضر بھی ہو۔ اگر کوئی شخص امیر ہو تو بھی اور اگر فقیر ہو تو بھی سچ کہتے ہوئے اُنکا لحاظ نہ کرو خدا اُنکے حال پر تم سے زیادہ قابو رکھتا ہے (اُن کے لحاظ میں اگر خدا کے خلاف کرو گے۔ تو اُنہیں سے تمہاری گت کرائے گا۔) پس تم عدل کرنے سے من

مانی خواہش کے پیچھے مت چلو۔ اگر سچی گواہی سے زبان مروڑو گے یا منہ پہیرو گے تو خدا تمہارے کاموں سے باخبر ہے (پوری سزا دے گا)"

لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا فان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون یا ایھا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئا فان کان الذی علیہ الحق سفیہا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل	ایک جگہہ فرمایا کسی قوم کی ضد سے انصاف نہ چھوڑا کرو۔ اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اور گناہ اور ظلم پر حمایت کیا کرو۔ ایک جگہہ حکم ہے کہ اگر مقروض تنگدست ہو تو فراخی تک اُسکو ڈہیل دو۔ اور ایسے وقت میں بالکل معاف کر دینا بہر حال تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر جانتے ہو تو ایسا ہی کرو۔ اور اُس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف پہیرے جاؤ گے۔ پہر ہر جان کو اُسکی پوری کمائی ملیگی اور اُنپر کسی طرح سے ظلم نہ ہوگا۔ اے مسلمانو! جب تم آپس میں قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اُسکو وقت مقرر تک لکھہ لیا کرو۔ اور کوئی کاتب تم میں انصاف کے ساتھہ لکھتا جائے اور کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جیسا

واستشهدوا واشهيدين من رجالكم
فان لم يكونا رجلين فرجل وامراتن ممن
ترضون من الشهداء ان تضل احد
هما فتذكر احدهما الاخرى ولاياب
الشهداء اذا ما دعوا ولا تسئموا ان
تكتبوه صغيرا اوكبيرا الى اجله
ذلكم اقسط عند الله واقوم للشهادة
وادنى الا ترتابوا الا ان تكون تجارة
حاضرة تديرونها بينكم فليس عليكم
جناح الا تكتبوها واشهدوا اذا
تبايعتم ولا يضار كاتب ولا شهيد
وان تفعلوا فانه فسوق بكم واتقوا
الله ويعلمكم الله والله بكل شيء عليم
وان كنتم على سفر ولم تجدوا كاتبا
فرهن مقبوضة فان امن بعضكم
بعضا فليود الذى اؤتمن امانته
وليتق الله ربه ولا تكتموا الشهادة
ومن يكتمها فانه اثم قلبه والله بما
تعملون عليم (البقرہ)
يوصيكم الله فى اولادكم للذكر مثل
حظ الانثيين فان كن نساء فوق
اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان
كانت واحدة فلها النصف ولا
بويه لكل واحد منهما السدس مما ترك
ان كان له ولد فان لم يكن له ولد
وورثه ابواه فلامه الثلث فان

اُنکو خدا نے سکھایا ہو لکھہ دے (یعنی کسی بہانہ سے
ٹلائے نہیں کہ میرا خط اچھا نہیں یا کچھہ اور) اور
جسنے دینا ہو وہ بیان کرتا جائے اور بیان کرتا
ہوا خدا سے جو اُسکا رب ہے ڈرتا رہے اور
قرض سے کوئی چیز کم نہ کرے اور اگر مقروض
بیوقوف یا کمزور ہے یا اُسکو بتلانیکی طاقت تو
اُسکا کوئی متولی انصاف سے بتلاتا جائے اور
اپنے میں سے دو مرد گواہ بھی کرلیا کرو۔ اگر
دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔
تاکہ ایک کے بھولنے سے دوسری اُسکو یاد
دلائے (کیونکہ عموماً عورتوں کا حافظہ کمزور
ہوتا ہے) پسندیدہ بھلے مانس لوگوں سے
گواہ بناؤ۔ اور طلبی کے وقت گواہی سے
انکار نہ کریں۔ اور وقت مقرر تک لکھنے سے
سستی نہ کیا کرو۔ چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا۔
یہہ خدا کے ہاں بڑے انصاف کی بات ہے
اور گواہی کو بڑی مضبوط رکھنے والے اور
بہت قریب اس کے نہ شبہ میں پڑو ہاں
جب سودا ہاتھ بہ ہاتھ ہو جسکو آپسمیں تم
لین دین کرو۔ تو اُس کے نہ لکھنے میں تمکو
گناہ نہیں اور سودا کرتے وقت گواہ کرلیا
کرو نہ کاتب کو بلا وجہ حرج پہونچاؤ نہ گواہ کو
اگر ایسا کروگے تو تمکو سخت گناہ ہوگا۔ اور
اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا تمکو علم کی باتیں
سکھاتا ہے۔ اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے اور
اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا تمکو نہ ملے۔

بابت ماہ جنوری

کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من
بعد وصیۃ یوصی بہا اودین۔ ابا
وکم وابناؤکم لا تدرون ایہم اقرب
لکم نفعا فریضۃ من اللہ ان اللہ کان
علیما حکیما ہ ولکم نصف ما ترک
ازواجکم ان لم یکن لہن ولد
فان کان لہن ولد فلکم والرابع مما
ترکن من بعد وصیۃ یوصین
بہا اودین ولہن الرابع مما ترکتم
ان لم یکن لکم ولد۔ فان کان
لکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم
من بعد وصیۃ توصون بہا اودین
وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ
ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما
السدس۔ فان کان اکثر من
ذلک فہم شرکاء فی الثلث من
بعد وصیۃ یوصی بہا اودین ؕ

(اور قرض کی تمکو حاجت ہو) تو قرض خواہ
کے پاس کوئی چیز گرو (بلا سود) رکھہ دو اور
اگر کوئی کسی کو امین جانکر بلا گرو قرض دیدے
تو قرضدار اپنی امانت یعنے قرض کو پورا
ادا کرے اور خدا سے جو مالک اُسکا ہے ڈرتا رہے
اور گواہی کو چھپاؤ نہیں جو کوئی اُسکو چھپائیگا
جانو کہ اُسکا دل بگڑا ہوا ہے۔ خدا تمہارے کاموں
سے باخبر ہے۔""

ایک جگہہ ارشاد ہے۔ خدا تمکو تمہاری اولاد
کے بارہ میں حکم دیتا ہے کہ بچے کا بچی سے دُگنا حصہ
ہے۔ اور اگر لڑکئیں ہی دو یا دو سے زائد ہوں
تو اُن کے لئے میّت کے چھوڑے ہوئے مال سے
دو تہائی ہے۔ اور اگر ایک لڑکی ہے تو اُس کے
لئے نصف مال ہے۔ اور میّت کے ماں باپ کے
لئے چھٹا چھٹا حصہ میّت کے چھوڑے ہوئے
مال سے ہے۔ بشرطیکہ میّت کی اولاد بھی ہو۔ اور
اگر میّت کی اولاد نہیں اور صرف ماں باپ
ہی اُس کے وارث ہیں تو اُسکی ماں کے لئے
تہائی (اور باقی باپ کے لئے) اور اگر اُس کے بھائی ہوں تو اُسکی ماں کا چھٹا حصہ
ہے۔ (باقی بھائیوں کا) مگر یہہ حصے بعد میّت کی وصیّت اور قرض ادا کرنے کے بعد ہونگے
تم نہیں جان سکتے کہ تمہارے ماں باپ وغیرہ میں سے کون تمکو زیادہ نفع آخروی دیسکتا ہے
یہہ اللہ کا حکم ہے بیشک خدا کچھہ جانتا ہے اور تمہاری بیویوں کے چھوڑے ہوئے
مال میں سے تمکو نصف ہے۔ بشرطیکہ اُنکی اولاد نہ ہو۔ اگر اُنکی اولاد ہے تو تمہارے لئے
چوتھائی اُن کے چھوڑے میں سے ہے۔ لیکن بعد وصیّت اور قرض اُنکے کے اور تمہارے چھوڑے
ہوئے مال میں سے اُنکی چوتھائی ہوگی۔ بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو۔ اور اگر تمہاری اولاد ہو
تو اُن عورتوں کے لئے آٹھواں حصہ تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے ہے۔ لیکن بعد

وصیت اور اگر قرض ادا کرنے کے اور اگر کوئی آدمی (مرد ہو یا عورت) ایسا ہے جسکا نہ ماں باپ نہ بیٹا بیٹی ہے اور اُنکا بھائی یا بہن ہے تو ہر ایک کے لئے بھائی بہن میں سے چھٹا حصہ ہوگا اور اگر اس سے زائد ہوں تو وہ تہائی میں شریک ہونگے ۔ لیکن بعد وصیت اور قرض ادا کرنیکے"
اِس مضمون کو بھی بخوف طوالت بناخوشی چھوڑکر مناسبت کی طرف آتا ہوں ۔

(الف) اطاعت

یاایھا الذین اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولے الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الے اللہ والرسول انکنتم تومنون باللہ و الیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلا (لنساء)

ارشاد ہے کہ مومنو! خدا کا نازل کیا ہوا اور رسول کا بتلایا ہوا حکم مانو اور اپنے میں سے حکومت والونکی تابعداری کرو ۔ پھر اگر تم میں کوئی جھگڑا پڑجائے تو اُسکو اللہ کی طرف اور اُس کے رسول کے بتلائے ہوئے حکم کی طرف پھیرا کرو ۔ اگر تم ایمان رکھتے اللہ اور اُسکی پچھلی زندگی پر ۔ یہہ سب سے بہتر اور انجام انکا سب سے اچھا ہے ۔

سیاست کے دوسرے حصے کی بابت ارشاد ہے ۔

(ب) قانون فوجداری و دیوانی

(سول)

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ انکنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ۔ ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین (لنور)

ایک جگہہ حکم ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد ہر ایک کو سو دُرے (بینت) لگاؤ ۔ اور قانون خداوندی کی تعمیل اُن سے نرمی نہ کرو اگر تمکو خدا سے اور پچھلے دن (قیامت) سے یقین ہے (تو ایسا ہی کرو) اور اُنکے عذاب ہوتے وقت ایک جماعت مسلمانوں کی حاضر رہے (تاکہ اُنکو زجر اور اُنکو نصیحت اور مُلک میں اُس سزا کی شُہرت ہو)

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم

ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابدا ۔ (نور)

ایک جگہ حکم ہے کہ جو لوگ بے گناہ عورتوں (یا مردوں) کو ناحق تہمت لگائیں (کہ انہوں نے زنا کیا ہے) اور چار گواہ اس دعوی پر نہ لا سکیں تو انکو اسی اسی دُرے (بینت) لگاؤ۔ اور آئندہ کو کبھی بھی انکی شہادت قبول نہ کرو۔"

السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔ ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم۔ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔ (مائدہ)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ چور مرد ہو یا عورت بعد ثبوت اُنکی چوری کے اُنکا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالو۔"

ڈاکہ زنوں کی بابت ارشاد ہے۔ کہ "جو لوگ ڈاکہ مارتے ہیں اور جو زمین میں فساد کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ اُنکی سزا یہی ہے کہ یا تو قتل کئے جائیں یا سولی دئیے جائیں۔ یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کے کاٹے جائیں یا ضلع خارج کئے جائیں (اگر صرف راہ میں ڈرائیں) یہ ذلت اُنکے لئے دُنیا میں ہے اور آخرت میں اُنکے لئے عذاب بڑا ہے۔ ہاں جو لوگ تمہارے (پولیسیوں کے) قابو پانے سے پہلے ہی توبہ کر جائیں اور دل سے نیک اطوار ہو جائیں تو اُنکو نہ پکڑو اور جانو کہ اللہ بڑا بخشنہار مہربان ہے۔

کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب عظیم ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب۔

ایک جگہہ حکم ہے کہ اے مسلمانو! مقتولونکا بدلہ تمکو جائز ہے۔ آزاد اگر آزاد کو مارے تو اُسکو اور غلام اگر غلام کو مارے تو اُسکو۔ عورت عورت کو مارے تو اُسکو مار دو۔ ہاں (چونکہ شریعت میں قتل دیوانی معاملہ ہے) اس لئے جس خونی کو وارث مقتول سے کچھہ معاف ہو تو اُسکی مرضی پر چلے اور جتنے پر صلح ٹھہرے ہے اُسکو دیوے۔ یہ خدا کی طرف سے تمہارے لئے تخفیف اور رحمت ہے

لعلکم تتقون (بقرہ)

پھر بعد اس کے جو شخص کسی طرح زیادتی کریگا (یعنے بدلہ لیکر پھر قاتل کا خون کریگا۔ یا بدلہ وارث مقتول کو ایذا دیگا) تو اُس کے لئے عذاب دُکھہ دینے والا ہوگا (اصل تو یہ ہے کہ جان کے بدلہ میں جان ہی مارو کیونکہ) تمہارے قاتل کے ماردینے میں ایک قسم کی زندگی ہے اے عقل والو،، (تاکہ تم یا جو کوئی اُس کے مارے جانیکو دیکھیگا۔ ایسی بیہودہ حرکت سے بچیگا۔

یہہ کتنا بڑا انصاف ہے کہ خون کے مقدمہ کو قرآن نے دیوانی قرار دیا ہے کون نہیں جانتا کہ مقتول کے مارے جانے سے اُس کے ماں باپ بہائی بندوں کا جو نقصان ہوا ہے تلف جائداد سے بڑہکر ہے۔ پہر اگر اُس قاتل کو پہانسی وغیرہ دیجاوے وہ بہی اسی طرز سے کہ مقتول کے وارثوں کی رائے کو اُسمیں کوئی دخل نہ ہو تو اُس کے وارثوں کے زخم کو جو اُن کے نونہال کے مرنے سے اُنکو ہوا ہے کوئی مرہم نہیں لگایا گیا۔ بخلاف فیصلہ قرآنی کے یا یوں کہو کہ فیصلہ خداوندی کے وارثانِ مقتول کو اختیار ہے۔ کہ اُسکو مروادیں یا اُس سے کچہہ عوض لیکر چہوڑ دیں (جس سے اُنکو کسی قدر تقویت ہو) یا بالکل معاف کردیں ہاں قتل کرانیکی طرف ترغیب بہی دی ہے اور اُس کے فوائد ایک ایسے مختصر جملہ میں بتلائے ہیں جو اپنی فصاحت بلاغت کیوجہ سے تمام عرب میں شہرہ آفاق اُسیوقت ہوگیا تہا۔ جس کے بیان کا یہ موقع نہیں۔

ایک جگہ خاص بیوی خاوند کے ایک ضروری مقدمہ کے متعلق جسکے فیصلہ سے آج تک کُل قوانین شاہی خالی ہیں۔ ارشاد ہے۔ کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور اُن کے پاس بجز اپنی ذات کے کوئی گواہ نہ ہو تو اُنہیں سے ایک (یعنے خاوند) حاکم کے سامنے چار دفعہ اللہ کے نام سے گواہی دے کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں۔ (بے شک میری عورت نے بدکاری کی ہے) پانچویں دفعہ کہے کہ اگر مینے جہوٹ کہا ہو تو مجہہ پر خدا کی لعنت ہو۔ اسیطرح عورت سے عذاب (جو درحقیقت بثبوت زنا اُسکو ہونا تہا جسکا ذکر پہلے ہوچکا ہے) ہٹ سکتا ہے کہ چار دفعہ خاوند کی تکذیب

والذین یرجون ازواجہم ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم فشہادۃ احدہم اربع شہادات باللہ انہ لمن الصادقین والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین۔ عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات باللہ انہ لمن الکاذبین والخامسۃ ان غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین (نور)

کرکے پانچویں دفعہ کہے کہ اگر یہہ سچا ہے تو مجھہ پر خدا کا غضب ہو" (اس کے بعد دونوں کی جدائی ہمیشہ کے لئے کردیجائیگی)

اسیطرح دیگر مقدمات کے لئے بھی اصول بتلائے گئے ہیں۔ اب میں اسے چھوڑکر سیاست کے تیسرے پہلو کی طرف آتا ہوں۔ جسکا نام میں نے تدبیر جنگ رکھا تھا جو بغرض حفاظت مال وجان انسان کو طبعی طور پر دشمنوں سے بچنے کے لئے کرنی پڑتی ہے۔ جسکو ہر قوم نے ہمیشہ کیا اور کررہی ہے۔ قرآن شریف نے جو بانئ فطرت کی طرف سے نازل ہوا ہوا ہے۔ اس ضروری مسئلہ کے متعلق بھی ہدایات بیان کردئے ہوئے ہیں۔ یہ مسئلہ قرآن کا تو خدا کے فضل سے ایسا مشہور ہے کہ ہرکہہ ومہ کی زبان پر گوکسی قدر غلطی اور مبالغہ سے ہی ہو چڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی سنے سنائے اسے خونریزی سے تعبیر کیا ہے۔ اور آپ نے غور نہیں کیا کہ یہہ خونریزی تو تمام قوموں میں بطور ہنسٹیل لا کے مروج ہے۔ بہرحال قرآن کی تعلیم اس بارہ میں مندرجہ ذیل ہے۔

(ج) جنگ یا جہاد (ملٹری)

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین واقتلوا ھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوا ھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلو ھم فاقتلوھم کذلک جزا الکافرین فان انتھو فان اللہ غفور الرحیم۔ قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھو فلا عدوان الا علی الظالمین۔ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ و اعلموا ان اللہ علی المتقین (بقرہ)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ کی راہ میں (یعنے اس کے حکم کے بموجب) ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور ظلم وزیادتی نہ کرو۔ بیشک ظالم لوگ خدا کو نہیں بہاتے۔ ماروان کو (یعنی جو تمکو مارتے ہیں) جہاں پاؤ اور نکالدو ان کو جہاں سے تمکو انہوں نے نکالا (یعنی مکہ شریف سے) اور فتنہ وفساد (جو مشرکین کرتے ہیں) قتل سے بھی بُرا مضر ہے۔ اور مکہ کی مسجد (یعنے کعبہ) کے پاس انکو نہ مارو۔ جب تک وہ خود اُنمیں لڑائی شروع نہ کریں۔ پس اگر وہ لڑیں تم سے (اُس مسجد میں) تو پہر تم بہی لڑو اسی طرحکی سزا ہے اُن کافروں کی جو ایذا دیں۔ پہر بہی اگر باز آجائیں اور فتنہ و فساد سے ہٹ جائیں تو اللہ بخشنہار مہربان ہے اور لڑو اُن سے جبتک فتنہ فرو نہ ہو۔ اور حکم خداوندی بہی یہی جانو۔ پہر بہی اگر باز آجائیں

اور فساد چھوڑ دیں تو بجز ظالموں کے کسی پر ہاتھہ نہ اٹھاؤ - جو تم پر زیادتی کرے - اُسپر اتنا ہی ہاتھہ اوٹھاؤ جتنی اُس نے کی - اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ کی مدد پرہیزگاروں کے ساتھہ ہے - "

یہہ آئیتیں سب آئیتوں کی مشرح اور تفسیر ہیں جو قرآن میں آئی ہیں جو بوجہ تنگی وقت ساری نقل نہیں کرسکتا - اِس مسئلہ کے متعلق جلد اول دوئم تفسیر ثنائی ملاحظہ کیجئے گا

اب میں بصد افسوس اِسے چھوڑ کر سیاست کے چوتھے حصے کی طرف آتا ہوں - جس کا نام بیرونی تعلقات یا فارن آفس ہے -

(۵) فارن آفس

فان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم و ان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ (انفال)

ایک جگہہ حکم ہے کہ اگر تیرے مخالف صُلح کی طرف جُھکیں تو تو بھی جُھک جا - اور خدا پر بھروسہ کر - بیشک خدا سُننے والا جاننے والا ہے - اور اگر صُلح کے ذریعہ تجھکو فریب دینا چاہیں تو خدا تجھہ کو کافی ہے - "

الذین عاہدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون فاما تثقفنھم فی الحرب فشرد بھم من خلفھم لعلھم یذکرون واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین - (انفال)

ایک جگہہ حکم ہے کہ جن لوگوں سے تونے (رسول) عہد کیئے ہیں - پھر وہ اُنکو ہمیشہ توڑتے رہتے ہیں اور وہ اِس بدعہدی سے بچتے نہیں - پس اگر تو اُنکو لڑائی میں پائے تو اُنکی ایسی گت بنا کہ اُنکے پیچھے لوگوں کو بھی اُنکی وجہ سے عبرت ہو تاکہ وہ نصیحت پاویں - اور ہمیشہ عہدشکنی سے باز آئیں (جیساکہ ترکوں نے یونانیوں سے ۱۸۹۷ء میں کیا) اور اگر کسی قوم سے خفیہ خیانت تجھے معلوم ہو تو اُنکو ظاہر طور سے اطلاع دیدے (کہ تمہاری ہماری صُلح نہیں) بیشک اللہ کو خائن بدعہد لوگ نہیں بھاتے ہاں جبتک تم سے نبھائے تم بھی اُن سے نبھاؤ بے شک خدا پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے ؛

فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ۔ (توبہ)

یہہ ہے فہرست بعض اُن احکام کی جو قرآن کریم میں مذکور ہیں - علاوہ اِسکے

قرآن میں ایک خاص خوبی اور بھی ہے کہ متکبر بندوں کو کان سے پکڑ کر خدا کے دروازہ
پر لا گراتا ہے۔ جس کا بیان میں اُسی رسالہ میں کرونگا۔ جسکا پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ اب
میں آپکے جواب کا منتظر ہوں کہ حسب وعدہ آپ کہاں تک مجھے وید کا نقشہ بتلا دیں گے
واضح رہے کہ مینے جو ترجمہ آیات کا کیا ہے۔ کل اسلامی فرقے اسپر متفق ہیں۔ اب
میں یہہ بھی دیکھتا ہوں کہ آپ بھی اس اصول کا کہاں تک لحاظ رکھہ کر مستند ترجمہ
سنائیں گے۔

ہاں یہہ عرض ضروری ہے کہ بالترتیب جواب دیں۔ پہلے دعوی الہام بہر
ملہم کے حالات۔ بعد ازاں تعلیم اور اُس کا نتیجہ کہ کہیں نظام عالم کے مخالف تو نہیں
مینے آپکی خاطر میں اپنی طاقت کے موافق کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اب آپکی طرف
سے قدر دانی کا اندازہ کرتا ہوں کہ آپ کہاں تک میری معروضات کو غور سے سنتے ہیں ع
گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ یہہ بھی واضح رہے کہ وید اگر شعائی تعلیم
ہونیکی وجہ سے باقاعدہ الہامی ثابت ہوجائے تو مسلمانوں کو اُسکے ماننے میں کوئی عذر
نہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن شریف میں صاف ارشاد ہے۔ کہ خدا نے ہر بستی میں نبی اور
کتاب بھیجی ہے۔ مسلمان وید سے اگر رنجیدہ ہیں تو اسیوجہ سے ہیں۔ کہ اسمیں بت پرستی
وغیرہ کی تعلیم ہے۔ سو اگر بقول آریہ سماج وہ اس خرابی سے پاک ہو اور اُس کے
الہامیوں کے حالات معلوم ہوں۔ تو مسلمان اُسے الہامی ماننے کو ہر طرح حاضر ہیں۔ یہ
بیان میرا ہی ذاتی نہیں بلکہ سب مسلمانوں کا ہے۔ مولوی عبید اللہ مرحوم کی تحفۃ الہند
اور مرزا مظہر جان جاناں مغفور کے مکتوبات ملاحظہ ہوں۔

راقم ثناء اللہ

ضیاء القرآن

نمبر ۱

(از حکیم سنت رام صاحب ویدک پرچارک)

محمدی مذہب کے جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ الفاظ ضیاء اور قرآن دو بڑے
مشہور و معروف الفاظ ہیں جنکے اجتماع سے فقرہ ضیاء القرآن تالیف ہوا ہے۔ اسکے معنی ہیں

قرآن کی روشنی - مگر یاد رہے کہ لفظ ضیاء فی اللسان العرب کسی شئے کی ذاتی روشنی کے لئے مستعمل ہوا کرتا ہے اُس کے مترادف اگرچہ لفظ نور بھی ہے - مگر وہ ہمیشہ کسی شئے کی عارضی روشنی کے واسطے کام آیا کرتا ہے - کیونکہ اصطلاح عرب میں ضیا ذات سے ہے نور عرض سے - چنانچہ قرآن میں بھی اس مرحلہ کو بخوبی صاف کر دیا گیا ہے (ھوالذی جعل الشمس ضیاءً القمر نورً) یعنے وہ ہے جسنے کیا آفتاب کو ضیا اور چاند کو نور - دیکھو سورہ یونس رکوع ۱ - تفسیر حسینی میں اسکی شرح کرتے ہوئے مفسر نے بتلایا ہے کہ ضیاء ذاتی روشنی ہے وہ آفتاب میں ہے اور نور عارضی روشنی ہے وہ چاند میں ہے - دیکھو تفسیر حسینی - پس مظہر کی مراد بھی یہاں قرآن کی ذاتی روشنی سے ہے نہ کہ عارضی ہے - یعنے نامہ نگار اسجگہہ انہیں امور پر بحث کریگا - جو کہ قرآن میں مندرج ہیں نہ کہ خارجی امور کو جو کہ قرآن مرکر ناحق سمع خراشی اور تضیع اوقات کا موجب ہوگا - ہاں وعدہ کرتا ہوں کہ بشرط فرصت نور القرآن کے اظہار کی بھی کوشش کرونگا - بالفعل جملہ امور کو نظر انداز کر کے مضامین ضیاء القرآن کا سلسلہ شروع کرتا ہوں - اور سرب شکتیمان ہادیئ مطلق سے دعاء مانگتا ہوں کہ آپ مجھے تعصب اور طرفداری کی غار میں گرنے سے بچا کر اظہار صداقت کی قوت عطا فرمائیں - اوم شم -

ضیاء القرآن میں بہت سے مضامین بحث طلب ہیں منجملہ سب کے جو اولیٰ ترین امر ہے وہ ہستی الہی ہے پس نامہ نگار بھی اُسی کی طرف رجوع کر کے بغرض تحقیقات حق بلا طرفداری قرآن کو پڑتال کر ہدیہ ناظرین کرتا ہے - فانتظرہ ۔ قرآن میں ہستی الہی کی تحقیقات کرنے سے ایک عجیب ہی گل کھلتا ہے جسکو دیکھ کر ایک محقق الشان مولف قرآن کی کم فہمی سے انکار نہیں کرسکتا - کیونکہ اس معاملہ میں قرآن کے درمیان اسقدر متضاد مضامین موجود ہیں - جنپر بہ نظر تعمق غور کرنے سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ مولف قرآن یا تو ہستی الہی کا قایل ہی نہیں تھا - اور یا (سُنے سُنائے کیجے یوگ) کی مثال کا مصداق تھا - کہ بعض باتیں سُنی سُنائی اپنی کتاب میں شامل کرلیتا تھا - لیکن اُسکا اپنا عقیدہ اُن کے برخلاف ہوتا تھا - خیر کچھ ہی ہو نامہ نگار اپنی طرف سے اسپر کچھ نہیں کہتا - دربارہ ہستی الہی جو کچھ کہ قرآن میں مکتوب ہے - ہدیہ نذر ناظرین کرتا ہے - امید ہے کہ طالبان حق محققان زمانہ نتیجہ حقیقی پر بخود پہنچ جاوینگے - خداوند تعالیٰ کے ماننے والوں پر سب سے پہلے یہہ لازم ہے کہ وہ اقرار الہی پر قایم ہوں اور بعد اقرار الہی کے صفات الہی مسلمہ خود کا اقبال کریں - بنا بران لابد ہوا کہ قرآن سے بھی پہلے اس بات کو تلاش کیا جاوے - جسمیں مولف قرآن نے اقرار الہی کیا ہو - سو وہ بات پڑتال کرنے سے سورۃ ال عمران رکوع ۶ سے دستیاب ہوتی ہے - (وما من الٰہ الا اللہ) اور نہیں کوئی معبود مگر اللہ ماسوا اُس کے اور بھی بہت سی آیات ملتی ہیں چنانچہ (اللہ لا الٰہ الا) اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ سورۃ النساء رکوع ۱۱ مگر ایسی آیات کے مضامین مشتبہ اور بحث طلب ہیں - اس لئے نامہ نگار ان سب کو نظر انداز کر کے قرآن سے صرف اُسی آیۃ کو مقتبس کرتا ہے - جو بالبداہت اقرار الہی پر دال ہے - آیۃ مذکورہ

سے مثبت ہے کہ مولف قرآن ہستی الہی کا قایل ہے - اب یہہ دیکھنا ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ مالک الملک القدوس
کو کس طرح پر مانتا ہے اور اُسکی صفات کو کس طرح بیان کرتا ہے - بعد تحقیقات کے معلوم ہوا - کہ
بقول محمدیاں صفات الہی پر جو سب سے اعلےٰ بات ہے وہ سورہ اخلاص ہے - اگرچہ مضمون اُسکا
بھی مشتبہ اور بحث طلب ہے مگر بالفعل ہم انہیں کے قول پر اعتماد کرتے ہیں :- سورۃ اخلاص (قل
ھواللہُ احدٌ - اللہ الصمد - لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً - احدٌ) اس کے معنے
عند المحمدیاں یہہ ہیں - کہ اللہ ایک ہے - اللہ بے احتیاج ہے - نہیں جنا اُسنے اور نہ جنا گیا وہ - اور نہیں کوئی
واسطے اُس کے برابری کرنیوالا - اس کے بعد اور بھی بہت سی متفرق آیات ہیں - چنانچہ (واللہ غنیٌ)
اور اللہ غنی ہے - سورۃ تغابن رکوع ۱ - اور - (علم الغیب والشہادۃ) جاننے والا ہے غایب کا اور حاضر
کا - سورۃ حشر رکوع ۳ اور (الملک القدوس السلام والمومن والمھیمن) اور بادشاہ پاک اور
سلامت اور مومن اور نگہبان - سورۃ ایضاً - اور (واللہ مشکورٌ حلیمٌ) اور اللہ شکر کرنیوالا
اور تحمل والا ہے - سورۃ طلاق رکوع ۲ - اور (ان اللہ یحب المقسطین) تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے
انصاف کرنے والوں کو - سورہ حجرات رکوع ۱) - اور (وھوالعلی العظیم) اور وہ ہے بلند اور
بڑا - سورۃ شوریٰ رکوع ۱ - اور (فاللہ ھوالمولیٰ) پس اللہ ہے کارساز - ایضاً - اور (واللہ
خالقٌ کل شیءٍ و علےٰ کل شیءٍ وکیل) اور اللہ پیدا کرنیوالا ہے ہر چیز کا اور وہ ہر چیز
کے وکیل ہے - سورۃ زمر رکوع ۶ - اور (ھوالاول والاخر والظاھر والباطن) اور وہ
اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے - حدید رکوع ۱ - اور (اللہ باحکم الحکمین) اور
اللہ ہے خوب حکم کرنے والا حکم کرنیوالوں سے - سورۃ تین رکوع ۱ - اور (الذی خلق فسویٰ
والذی قدر فھدیٰ) جسنے پیدا کیا اور تندرست کیا اور جسنے اندازہ کیا - اور ہدایت کی - سورہ
طارق رکوع ۱ (ان کل نفس لما علیھا حافظٌ) تحقیق نہیں کوئی جیو مگر کہ اُس کے نگہبان ہے)
سورہ بروج رکوع ۱ - اور (واللہُ علےٰ کل شیءٍ شھیدٌ) اور اللہ اوپر تمام چیزوں کے حاضر ہے
ایضاً - اور (ذوالجلال والاکرام) صاحب بزرگی اور صاحب انعام کا - سورہ رحمٰن رکوع ۲
اور (وان اللہ سریعُ الحساب) اور تحقیق اللہ جلد حساب لینے والا ہے - سورہ مومن ۲ -
اور (مالکم من دونہ من ولیٍ ولا شفیعٍ) اور نہیں واسطے تمہارے سوائے اُس کے
کوئی دوست اور نہ شفاعت کرنے والا - سورہ سجدہ رکوع ۱ - اور (وعد اللہ حق) اور وعدہ
اللہ کا سچا ہے - سورہ قصص رکوع ۱ - اور (واللہ خیرٌ) اور اللہ خیر ہے - سورہ نمل
رکوع ۴ - اور (ھوالحی القیوم لا تاخذہ سنۃٌ ولا نومٌ) وہ ہے زندہ ہمیشہ

رہنے والا۔ اور نہیں پکڑا اُسکو اونگھہ نے اور نہ نیند نے۔ سورہ بقر رکوع ۳۴۔ اور (باللہ العزیز الحمید) ساتھ اللہ غالب تعریف کئے گئے کے۔ سورہ بروج رکوع ۱۔ اور (واللہ علیم بذات الصدور) اور اللہ جاننے والا ہے سینے کی باتوں کا۔ سورہ تغابن رکوع ۱۔ اور (وان اللہ بصیر) اور تحقیق اللہ دیکھنے والا ہے۔ سورہ مومن رکوع ۵۔ (وان اللہ سمیع علیم) اور تحقیق اللہ سُننے والا ہے جاننے والا۔ سورۃ حجرات رکوع ۱۔ اور (وھو بکل شیء علیم) اور وہ ہے ساتھہ ہر چیز کے جاننے والا۔ سورہ حدید رکوع ۱۔ اور (الرحمن الرحیم) سورۃ فاتحہ۔ وہ ہے بخشش کرنیوالا مہربان۔ اور (اللہ رب العلمین) اور اللہ ہے پروردگار عالموں کا۔ سورہ انعام رکوع ۲۰۔ اور (الذی لا یموت) اور جو نہیں مرتا ہے) سورہ فرقان رکوع ۵ اور (تبرک الذی) اور بہت برکت والا ہے وہ۔ سورہ ملک رکوع ۱۔ (وان اللہ لطیف خبیر) اور تحقیق اللہ لطیف اور خبردار ہے۔ سورۃ لقمن رکوع ۱۔ اور (ان اللہ یحب مختال فخور) تحقیق اللہ نہیں دوست رکہتا ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو۔ ایضاً (وھو علی کل شیء قدیر) اور وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔ حدید رکوع ۱۔ (کل شیء محیط) سب چیزوں کو گہیرنے والا ہے۔ علے ہذا۔ مولف قرآن نے دربارہ صفات الہی مسطور کی ہیں۔ اندک فکر تامل کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہہ جملہ آیات وجود قرآن سے کروڑوں بلکہ اربوں سال پیشتر وید مقدس اور اُپنشد گرنتھوں میں موجود تھیں۔ چنانچہ احقر آئیندہ بیانات میں بتدریج سبکو مسطور کریگا۔ فانتظروہ * بنا بران یہہ منجانب مولف قرآن ایجاد شدہ نہیں مانی جاسکتیں۔ خیر اسی طرح پر مولف قرآن رقم کرتا ہوا باقرار صالح مقر ہے کہ (اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ) یعنے اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ واسطے اُسکے ہیں بہتر نام جسکا مطلب یہہ ہے کہ اللہ کے تمام نام نیک ہیں۔ اُسکا کوئی نام ایسا نہیں جو مکروہ ہو۔ یا جسمیں بدکاری پائی جاوے۔ اب نامہ نگار دیکہتا ہے کہ کیا مولف قرآن تصدیق اقوال مذکورہ بالا کا قایل ہے۔ یا کہ اُس نے سُن سُنا کر یہہ باتیں کہدی ہیں۔ اِس امر کے فیصلہ کے واسطے فقیر سے جہاں تک ہو سکا قرآن کو بصدق دل بہ نظر محققانہ بے رورعائت بارہا پڑتال کیا۔ مگر نتیجہ یہی نکلا کہ مولف قرآن درحقیقت اقوال مذکورہ الصدر کے مطابق ہستی الہی کا قایل نہیں۔ بلکہ اُسکا عقیدہ من کل الوجوہ ان کے برخلاف ہے دیکہئے نامہ نگار نے جو اسجگہ قرآن سے پہلی آئت رقم کی ہے۔ وہ (وما من الہٍ الا اللہ) ہے۔ عندالتحقیقات ثابت ہوا کہ یہہ آئت مولف قرآن کی تالیف نہیں بلکہ ایک اُپنشد واکیہ کا ترجمہ ہے۔ (अद्वितीयम ब्रह्म नेह न नास्ति किंचन)

یعنی لاثانی برہم ہے نہیں کوئی معبود سوائے اُس کے۔ جو وجود قرآن سے کروڑوں سال پیشتر مروج عالم تھا۔ اور مولف قرآن نے جس کو سنکر شامل قرآن کر دیا۔ جو کچھ مولف قرآن کی اس معاملہ میں اپنی ذاتی رائے ہے۔ وہ یہہ نمٹا طالع (قل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول) یعنے کہہ طاعت کرو اللہ کی اور طاعت کرو رسول کی۔ سورہ نور رکوع ۷۔ اِس آئیۃ میں مولف قرآن نے وما من الہ الا اللہ کے برخلاف ابھی ایک ہی قدم رکھا ہے۔ کہ جہاں قول اول میں سوائے اللہ کے سب کی طاعت میں نفی مطلق تبلاتے ہوئے صرف اللہ کی طاعت کا ہی اقرار کیا تھا۔ وہاں اس جگہہ اُس نفی کا نام ندارد کر کے اللہ کے ساتھہ طاعت رسول کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ مگر آگے چلکر اس سے بھی کہیں بڑہ چڑہکر غضب ڈھا دیا ہے۔ کہ طاعت الٰہی کا من کل الوجوہ نفی تبلاکر طاعت رسول کا ہی مثبت تبلایا ہے۔ چنانچہ (واقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و اطیعوا الرسول لعلکم ترحمون) یعنے اور قایم کرو صلوٰۃ کو اور دو زکوٰۃ کو اور طاعت کرو رسول کی تو کہ تم رحم کئے جاؤ۔ اِس آئت میں خدا کے نام تک کو مفقود کر دیا ہے۔ اور اُسکی جگہہ صرف رسول کا نام دیا ہے۔ معاذ اللہ۔ بہت سے مذہبی مُلّا اسکی تاویل میں چچراتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ آیۃ ہذا میں جو یہہ واقیموا الصلوٰۃ کا فقرہ ہے اُسکی مراد طاعت الٰہی ہے۔ کیونکہ اسکے معنے ہیں قایم کرو نماز کو۔ مگر اس سے بھی اُنکا کچھہ مطلب براہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اول تو صلوٰۃ کے لفظی معنی نماز کے نہیں ہیں چنانچہ شرح نصاب میں مسطور ہے کہ (صلوٰۃ ماخوذ است از صلا کہ معنے سرین است) یعنے صلوٰۃ لیا گیا ہے صلا سے کہ معنی چوتڑ کے ہیں۔ پس فقرہ واقیموا الصلوٰۃ کے معنے ہوئے۔ اور چوتڑ ٹکاؤ۔ اب تمام آیت کے معنے ہوئے "اور چوتڑ ٹکاؤ اور زکوٰۃ دو اور رسول کی طاعت کرو" اور اگر صلوٰۃ کے معنی نماز بھی مان لئے جاویں تو بھی اِس کو طاعت الٰہی سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہہ ہوگا کہ عاجزی کرتے ہوئے کچھہ مال دو۔ اور رسول کی طاعت کرو۔ کیونکہ نماز کے معنے ہیں عاجزی کرنا۔ لیکن خدا کی طاعت کا اسمیں کہیں بھی نشان نہیں ملتا۔ ہمارے ناظرین شاید آئت ہذا کو پڑہکر کہینگے کہ نامہ نگار نے یہیں کہینچ تان سے کام لیا ہے۔ الالمختصر اِس شک کے رفع کیواسطے اپنے ناظرین کی خدمت میں ایک اور آئت قرآن سے اقتباس کرتا ہے جسمیں مولف قرآن نے بالبداہت ثابت کر دیا ہے۔ کہ درحقیقت خدا کچھہ نہیں فقط رسول ہی ہے۔ اُسکی طاعت طاعت الٰہی سمجھو۔ چنانچہ (من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ) یعنی جس نے طاعت کی رسول کی اُس نے طاعت کی اللہ کی۔ سورہ نسا رکوع ۱۱) چونکہ سورۃ نور کی آئت میں یہہ امر مبہم سا معلوم پڑتا تھا۔ مگر آیت سورہ نسا میں تو مولف قرآن نے وما من الہ الا اللہ کا قصہ پاک کر کے بطلع صاف کر دیا۔ اور بتلا دیا کہ یارو طاعت رسول ہی طاعت الٰہی ہے (معاذ اللہ من الکل مختال فخور) خدا کی پناہ ہے تمام تکبر کرنیوالوں اور شیخی بگہارنیوالوں سے۔ کہیں اتنا ہی غضب ہوتا ہے کہ رسالت کی دُہن میں غرق ہوکر خدا ہی کو جواب دیدیا جاوے اور بجائے طاعت جلتا نہ پڑتا تھا کہ ایک نا چیز مثل انسان کی طاعت کو مقرر کر کے موجب رحمت تبلایا جاوے۔ ہائے افسوس صد افسوس!! کون محقق خدا پرست انسان ہی جو اسقدر سخت توہین الٰہی سُنے اور نہ کانپ اُٹہے۔ معاذ اللہ من المشرکین۔

رسید زرچندہ آریہ مسافر میگزین

پنڈت امرناتھ چھاونی ملتان .... ععہ
لالہ سوایا رام مختار جھنگ .... ععہ
لالہ بدھ سین داتا گنج .... ععہ
لالہ امین چند وساکھیہ بھڑانچ .... ععہ
لالہ دیوان چند کچا کھوہ .... عہ
بابو شیر سنگھ سیتا پور .... عہ
لالہ گوردھن پیارا بنوں .... عہ
لالہ نند لال جلندھر شہر .... عہ
لالہ لکھمی داس مہرہ جھنگ .... عہ
لالہ کانشی رام وکیل ملتان .... عہ
لالہ نرنجن داس ٹواری جھنگ .... عہ
پنڈت امرناتھ جھنگ .... عہ
لالہ چمنجی لال رائے پور .... عہ
لالہ دلباغ رائے چھاونی میانمیر .... عہ
پنڈت گنڈا رام تہانہ بڈہ بھر .... عہ
سردار گوربخش سنگھ ملتان شہر .... عہ
لالہ کرم چند شہر ملتان .... عہ
لالہ آتما رام شہر ملتان .... عہ
بابو آنند بھجان لاہور .... عہ
لالہ نرائن داس وکیل چھاونی جالندھر .... عہ
لالہ دیا رام چھاونی جلندھر .... عہ
بابو لکھمن لعل چھاونی جالندھر .... عہ
بابو پورن چند مظفر نگر .... عہ
لالہ بدری داس وکیل شہر جلندھر .... عہ

لالہ کدار ناتھ ہتا پر لاہور .... عہ
بابو امراؤ چند صاحب وکیل پٹیالہ .... عہ
لالہ جمنا داس خانکی .... عہ
پنڈت مہرچند شاہ آباد .... عہ
لالہ مٹھن لال نجیب آباد .... عہ
بابو ہیرا لال بھگواڑہ .... عہ
ڈاکٹر بسنت رائے ہارل پور .... عہ
چودھری ٹھاکر داس دھرم سالہ .... عہ
لالہ مولراج بھوپالوالہ .... عہ
لالہ رام سہائے باغبان پورہ .... عہ
بابو نند گوپال آدم واہن .... عہ
پنڈت کانشی رام مظفر گڈہ .... عہ
پنڈت گنگا رام .... عہ
لالہ دیویداس ڈسکہ .... عہ
لالہ جوگ دہیان پانی پت .... عہ
بابو ہرگولال نجیب آباد .... عہ
بابو کیدار ناتھ چکر دتہ .... عہ
ڈاکٹر بھاگ مل کیتھل .... عہ
لالہ رنجیت رائے سری ہرگوبند پورہ .... عہ
لالہ سالگرام بزاز فیض آباد .... عہ
لالہ بشمبر سہائے میرٹھ چھاونی .... عہ
لالہ گنگا بشن ڈیرہ غازی خاں .... عہ
لالہ شانتی سروپ ڈیرہ غازی خاں .... عہ

(باقی آیندہ)

التماس

آریہ پبلک نے آریہ مسافر کی اشاعت بڑہانیکی طرف ابھی تک کچھ دھیان نہیں دیا نہ ہی خریدار مہاشے کوئی کوشش کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ آریہ مسافر حتی الوسع اپنا فرض پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کر رہا۔ اس لیے سب بھائیوں سے التماس ہے کہ ہمارے لوہدن پر دھیان دیکر خریدار بڑہانے کی سعی فرمادیں۔ اُمید کہ ہمیں دوبارہ شکائیت کا موقعہ نہیں دیا جائیگا ؞

المشتہر

منیجر رسالہ

اطلاع

جو مہاشے اپنا پتہ تبدیل کرانے کے لئے لکھیں براہ مہربانی اپنی چٹ کا نمبر تحریر فرمادیں۔ ورنہ عدم تعمیل معاف ؞

المشتہر

منیجر

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

نمبر ۵	جلندھر شہر بابت ماہ فروری ۱۸۹۹ع ، سنہ ۷۶ آریہ سمبت ۱۹۶۰۸۵۳۹۰۰۰	جلد ۱

فہرست مضامین

مطبع ستّ دھرم پرچارک جالندھر شہر میں لالہ منشی رام پلیڈر مہتمم کے اہتمام سے طبع ہو کر شائع ہوا۔

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دہرم پر جان قربان کر دی۔ اور آخری وصیت یہہ کی۔ کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے" انکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہہ فنڈ کھولا گیا ہے۔ پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گذارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے۔ لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روز اول ہے۔ پچاس ہزار روپیہ کے سرمایہ کے لئے اپیل ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دہرم کی سیوا کی اس کے مقابلہ میں یہہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے۔ چوبیس ہزار جمع ہو چکے ہیں ۲۶ ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے۔ پیارے بھائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کر دو۔ تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کے اپدیشک دیش ودیشانتروں میں اور دویپ دیپانتروں میں ویدک دہرم کا جھنڈا بلند کئے اوم کی دہونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دہارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے سچریں۔ اس دان سے نہ تم اپنی سچی شکرگذاری کا ہی اظہار کرو گے۔ بلکہ اپنے ویدک دہرم گیان سے بے بہرہ بھائیوں کے لئے سچی روشنی کا سامان مہیا کرو گے۔ پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دہرم یدہ میں شریک ہونے کی توفیق دیویں ::		اوم شم

(نوٹ) کُل روپیہ اس فنڈ اور وید پرچار فنڈ کا منتری آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب بمقام لاہور بھیجنا چاہئے ::

اصول آریہ سماج

(۱) سب سچی علم اور علم سے جو کچھہ معلومات حاصل ہوتے ہیں اُن سب کا اصل اصول پرمیشور ہے۔

(۲) ایشور ہستی مطلق و علم مطلق و سرور مطلق یعنی ہستی باعلم و پر سرور ہے۔ بے جسم۔ قادر مطلق۔ عادل۔ رحیم غیر مولود غیر محدود۔ بے عیب۔ قدیم و بیمثال۔ پناہ کُل۔ لازوال حئی جاوید۔ لایخاف۔ دائم۔ قدوس و خالق کائنات ہے۔ اُسکی عبادت سزاوار ہے۔ (۳) وید سچے علوم کی پستک ہے۔ وید کا پڑہنا پڑہانا سننا سُنانا آریوں کا پرم دہرم ہے۔ (۴) سچ کے قبول کرنے میں اور جھوٹھہ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے۔ (۵) سب کام دہرم کے مطابق یعنی سچ اور جھوٹھہ کو سوچکر کرنا چاہئے۔ (۶) سنسار کا اوپکار کرنا اس سماج کا خاص منشا ہے۔ یعنی جسمانی روحانی اور رفاہ عامہ خلائق کی ترقی کرنا (۷) سبسے باتحاد تمام دہرم کے مطابق جیسے جیسا مناسب ہو برتنا چاہئے۔ (۸) جہالت کا ناش اور علم کی ترقی کرنی چاہئے۔

(۹) ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہئے۔ بلکہ سبکی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہئے۔

(۱۰) سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں جو رفاہ عامہ سے متعلق ہوں پرتنتر رہنا چاہئے۔ اور اُن اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق سب خود مختار رہیں ::

اوم

جلد ۱ — بابت ماہ فروری سنہ ۱۸۹۹ء — نمبر ۵

ایشوپنشد کی ویاکھیا* (تشریح)

از

شریمان پنڈت گورودت ودیارتھی ایم آے سرگباشی

دہرم کی نسبت موجودہ سوسائٹی میں بڑی بھاری غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے مصنوعی دعائیں جنمیں مقررہ فقرے شامل ہوتے ہیں۔ جنکو قریب قریب عدم واقفیت یا زیادہ سے زیادہ نصف واقفیت کی حالت میں غیر متاثر دلوں سے ایسے لوگ کہتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی اور چالچلن میں حیوانی برائیاں۔ بے رحمی۔ بے ضبط ہوائے نفسانی سخت نفرت اور ناقابل معافی کمزوریاں ظاہر کی ہیں۔ جبری رسمیات جو تقلید۔ عادت۔ رسم رواج یا اجتماعی خوف کیوجہ سے مان لی گئی ہیں۔ خرچیلے فضول تطاف۔ اور وقت ضایع کرنیوالے طریق۔ بیدہرک بے انصافیاں جنپر فرقوں کے ہادیوں اور رہنماؤں نے خدا کی نظر میں انسانوں کی نابرابری قایم کرتے ہوئے عمل کیا ہے۔ انہوں نے اور ایسی ہی اور فضولیات نے دہرم کے خطاب کو

* یہہ پنڈت جی کے انگریزی ایشوپنشد کی ویاکھیا کا ترجمہ ہے ⁂

چھین لیا ہے۔ اور اِس سے دُنیا میں مصیبت۔ جُرم۔ گناہ۔ لڑائی و خونریزی کا بے روک
طوفان اُمڈ گیا ہے۔ دہرم کا چہرہ باہمی نفرت اور شیطانی عداوت کی نظروں۔ حرص
اور انتقام کے خیال۔ خود غرض آنکھوں کی متردد چمک۔ تعصب کی غصہ زدہ ابرو
اور جھوٹ کی زہر آلودہ طاقتوں کی خوفناک زردی سے بدشکل ہوگیا ہے۔
قوت ادراک اور عقیدہ خیال کی تمام سلطنت سے نکال دئے گئے ہیں۔ دہرم
عقائد یا رائوں کے صرف اقرار کا ہم معنی ہوگیا ہے۔ صرف اعتقاد نیک اعمال کرنے او
نیک زندگی بسر کرنیکا قائم مقام ہوگیا ہے۔ الفاظ نے اعمال کو تخت سے اوتار دیا ہے
رموز کائنات کی شرح بیان کرنے کے واسطے باطل و فرضی قصص (پوران و دیومالا وغیرہ)
گھڑے ہیں۔ اور یہہ بیانات قصص الف لیلہ سے کم دلچسپ اور زیادہ راست نہیں
ہیں علم محیط الطبعی) کو مجبور کیا گیا ہے۔ کہ اِن شرحوں کی قصہ گوئی اور دروغ سازی
کی کل کے شاہد ہودیں۔ صحت ویقین کی جگہہ قیاس وگمان ہیں۔ خواب سوسائیٹی کو مثل
واقعات ماننے پڑتے ہیں قوت متخیلہ کو دبایا گیا ہے کہ فوق العادت علم الٰہی خرقِ عادت
معجزات اور خلاف قانون قدرت اصول بنائے۔ سرشت انسانی بدنام سلامتی اور کلفت
ہوگئی ہے گویا سراسر گناہ آلودہ ہے۔ امید اور توقع کو زمانۂ مستقبل سے دیس نکالا ہوگیا اور اُسکی
جگہہ دائمی جہنمی آگ اور عقوبت کی زبردست کلیں بناکر انسانونکو دھکا دیا گیا ہے۔
بُہت سی مفید اور اعلےٰ طاقتوں کے حقوق سے انکار کیا گیا ہے۔ بعضے کو
بالکل دبایا گیا ہے۔ اور بعض سخت اذیت اور کڑے امتحان میں رکھی گئی ہیں۔ قابلیت
کا کُل ذخیرہ تعصب اور خودبینی کو سونپ دیا گیا ہے۔ درحقیقت دہرم سے ایسی خدمات لی گئی ہیں۔
بُہت سے شخص جو ذہن وعقل سے بہرہ ور ہیں اور جنکو صاف دماغ عطا ہوئے
ہیں دہرم کی اِس برباد کرنیوالی حالت سے واقف ہوکر اُس سے منحرف ہوگئے ہیں۔ اور
اب تک بھی ایسا ہی اوداس منظر نظر آتا ہے۔ کہ بہت سے اشخاص اُس سے اب
بھی انحراف کرتے اور دہرم سے نفرت رکھتے ہیں۔ اور یہ صداقت اور ترقی کی اشاعت
کے واسطے نہایت مضر ہے۔ اُن عالی خیالات سے جو سچے مذہب سے پیدا ہوسکتے اور اُن
خوشیوں کے چشمہ سے جو اُس سے پھوٹکر کشت زندگی کو سرسبز اور شاداب کرتا زمانہ حال
کے صداقت جو ایماندار اور دیانت دار نسکی طبعیتیں بالکل ناآشنا ہیں۔
کیا یہہ افسوس کرنے قابل بات نہیں ہے۔؟ کیا اِس سے بہتر حالت ممکن نہیں

ہے۔ کیا ہم اگرچہ دیانت دارانہ کبھی بھی ہوں ناشک پن کے سمندر کی ترنگوں پر مدرپیٹ بہ بجائے تیرک نہیں سکتے؟
کیا رمز زندگی حقیقتاً ناقابل حل ہے؟ شاید انسان کو یہہ طاقت ہی نہیں عطا کی گئی کہ وہ
اشیاء کی اصلیت کو جانے اگر ایسا ہو تو زندگی حقیقت میں ایک عقدہ ہو جاویگی۔ اس دنیا
کے دُکھ اور مصیبتیں محض ناقابل برداشت ہو جاوینگی۔

مگر یہہ خوش قسمتی ہے کہ بیان بالا انسان کے سچے دہرم سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ سچا
دہرم سب بناوٹوں اور گھڑنتوں سے پاک ہے۔ سچا دہرم محض زبانی اقرار ہی ہے۔ اور
نہ وہ فرضی قصص (دیو مالا وغیرہ) میں نہیں ہے۔ وہ زندہ اصل اور نہایت عملی ہے۔ وہ
بالکل سچائی پر قایم ہے۔ تمام قوا کے ایک ساتھہ نشوونما پانے اور علم اور وجود کی کل قابلیتوں
کے ٹھیک ٹھیک کھلنے پر اُسکی بنیاد ہے۔

دہرم سچا دہرم الیشر میں زندگی بسر کرنا ہے۔ کیونکہ ایک الیشور ہے جو ہمارے انجاموں کی
شکل بناتا ہے۔ جیسا بھلا بُرا ہم کریں۔

اُس الیشور کی ہستی کا اپنے دہن پر نقش کرنا اور اُسکی موجودگی کا ہر جگہہ ہر وقت
اپنے ساتھہ محسوس کرنا دہرم میں تعلیم دئے جانے کے لئے پہلا سبق ہے۔ یہہ فہم کہ قدرت معہ
اپنے بے بدل قاعدوں لایزال طاقتوں اور بے حد شکلوں اور منظروں کے
خود بخود نہیں بن گئی۔ بلکہ اُسکی یقینی و حقیقی بنیاد ایک دائمی ذی ہوش اور
حرکت دینے والے اصول پر ہے جو ساری کائینات میں پہیلا ہوا ہے۔ دہرم کا آغاز ہے
جب کوئی شخص یہ حاصل کرے۔ وہ تب اپنے دل کے اندر سرور میں کہہ سکتا ہے "یہہ
سارا جہان اور نیز جو کچھہ اسمیں ہے ایک حاکم مطلق سے گہرا ہوا ہے" تب وہ آگے قدم
بڑہانے اور شخصی اصلاح کا سبق سیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ مگر شخصی اصلاح کا سبق کبھی نہیں
ملتا جب تک کہ انسان قدرت کے عارضی و دلفریب منظروں سے گزر کر صانع قدرت تک نہ
پہونچ جاوے۔ قدرت نے اپنے فنا ہونیوالے افسون اور عارضی خوبصورتیوں کو خوب پیدا کر
رکھا ہے۔ اُسکی دلفریب کششوں اور انوکھی دلربائیوں سے انسان آسانی سے گمراہ ہو جاتا
ہے۔ اور اکثر اُس حیّ جاوید اور دائمی خدا سے جو اُسکی ہر ایک قیل الحیات بناوٹ کے
اندر اور باہر موجود ہے گمراہ ہو جاتا ہے۔ انسان کا طائر دل جس حالت میں کہ وہ
ناتربیت یافتہ اور آلودہ ہے۔ دُنیا کے نفسانی منظروں کے دام بلا میں جلد پھنس
جاتا ہے۔

مال منال کی مزین نمائش منصب و رتبے کا بڑا اظہار دولت و نعمت کی کثرت و
بہتائت۔ آسودگی و آرام کی بے قید نفس پرستی خالص دل نوجوان کو اکثر پریشان کر دیتے
اور دنیاوی ہوا و ہوس کے سمندر میں ڈوبا دیتے ہیں۔ اور حسد شہوت رشک نفرت
اور بدی کے دنیاوی ترددات میں اسکو مبتلا کر دیتے ہیں۔ انسان اس طرح اپنی دائمی
زندگی کی راحت سے اکثر اوقات اندھا ہو جاتا ہے۔ اسکو اپنی دائمی زندگی کی بہتریاں نظر
نہیں آتیں اور اسکو اُس سچی خوشی سے تعارف نہیں ہوتا۔ جو ہمیشہ اُس زاہد کے دل میں
داخل ہوتی ہے۔ جو اپنے آپکو اس ظاہری و عارضی دنیا کی محبت سے علیحدہ رکھکر
اُس محیط کل خدا کا خوض کرتا ہے جس نے ساری خلقت میں در فیاضی و بخشش وا کر رکھا
ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ انسان کو یاد دلائی جاوے۔ کہ یہہ دنیا چند روزہ نمائش ہے
حواسوں کی خوشیاں مستقل نہیں ہیں۔ دنیاوی زندگی ایک ایسا قطعہ ارضی ہے
جسمیں بیج ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور کہ یہہ خالی خطاب اعزاز اور عزتیں جو اس دنیا میں
حاصل کی جاتی ہیں۔ قایم نہیں رہینگی۔ اس لئے ان اشیاء فانی کی الفت میں پہنسنا
بیجا ہے۔ حتی جاوید۔ اور دائم میں ہم اپنی توجہ صرف کردیں اپنی محبت کو اور طرف سے
ہٹالیں۔ اپنی ساری توجہ کو جذب کردیں اور نیک کام کی خواہشوں کو بڑھا دیں۔ کیونکہ صرف
تب ہی سچی خوشی کا حاصل ہونا ممکن ہے۔ اے انسان کیا تو اس سنسار کی برائیوں اور دنیاوی
شان اور دہوکے سے دامن چھوڑا ویگا ؟ کیا تو حسد۔ شہوت۔ رشک۔ نفرت سے علیحدہ رہے گا ؟
کیا تو دنیاوی غلامی کے ترددات و تفکرات و توہمات و قیود سے خلاصی پائے گا۔ ؟ کیا تو راحت
اور شانتی کے پاک دائمی حظ کا خواہشمند ہے۔ ؟ تو پھر اے انسان "اس فانی دنیا کے کل
خیالات کو چھوڑ کر پاک راحت کو بھوگ"۔ جب سمجھہ ایسی ہو جائے تو دہرم۔ پاک دہرم کیسی
برکت ہے۔ اُس کے سبق عقل اور فائدہ کی تعلیم سے پر ہوتے ہیں۔ اس طرح قدرت سے
توجہ ہٹا۔ اُس کے صانع کی طرف لگا۔ ہم اس جہان کے ناپایدار ہونے اور اُس سے اپنی
محبت کے ہٹانے کا خوض کرتے ہیں۔

جب ہم اس طرح لایق ہو جاویں۔ تب ہم آگے ایک قدم رکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اور
جب سے سیدہے ہی شخصی اصلاح تک پہنچتے ہیں۔ جس کا خاص انحصار انصاف کے
سمجھنے پر ہے۔ انصاف کا یہہ اصول انسانی سرشت میں نہائت عمیق پیوست ہے۔
ایک ذات پاک پروردگار ہے۔ جو اپنی کُل مخلوقات کے اعلیٰ درجہ کی بہبودی کا

انتظام سادھارن گیان یکت اصولوں سے کرتی ہے۔ یہی عالمگیر ذات نہائت چھوٹے ذرے سے لیکر نہائت بڑے سورج تک کی جان ہے۔ اور ہرایک کو اپنا کام کرنے کے لائق بناتی ہے۔جس سے سبکی اعلیٰ بہبودی ہو۔ اس پروردگار کی ذات کا جو سبکی اعلیٰ بہبودی کر رہی ہے ساکشات کرنا۔ اور اُس کی مرضی پر چلنا ہی اِس اصول کا محسوس کرنا ہے۔

سبکی اعلیٰ بہبودی ہی مقصد ہے۔ قدرت کا عجیب نظام ہی خدا کا کنسٹیٹیوشن ہے جو اِس مقصد کو سچ مچ ایک حیرت افزا اور اعلیٰ طریقہ سے ثابت کر رہا ہے۔ اس کائنات کے دائمی لاتغیر اکھنڈ قانون ہی خدا کی کامل قانون سازی کے ضابطے ہیں۔ یہہ اصول خدا کا گویا سائنس ہے۔ یہہ وہ انتظام ہے۔جس سے کہ وہ ہمیشہ ہی سنگیہ کرتا منتظم اور حکمران بن رہا ہے۔ وہ کوئی ہوشیار۔ خبردار۔ فطرتی سازش کرنیوالے۔ اور اکثر بے ایمان و رشوت خور منتظم کو کسی شخص کے اعمال کا حساب رکھنے اور اُس کے افعال کی نگرانی کرنے کے لئے متعین نہیں کرتا۔ مبادا کہ وے اُسکی رعایا کے امن عامہ میں مخل ہوں۔ ایسے انتظام میں ایسے نقائص کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ ہرایک کا حافظہ اُسکا بہی کھاتا محتسب ہے۔ اور ذی روح جسم (گیان سے کوش) جس سے رنج و راحت محسوس ہوتے ہیں۔ یہہ جا موجود پولیس ہے۔جس کا مقصد سزا دینا نہیں بلکہ ہدایت دینا اور اصلاح کرنا ہے۔ کوئی دربار نہیں ہے۔کہ جہاں قانونی مقدمات فیصل کئے جاتے ہوں۔لیکن انسانی ہمدردی محبت اور کئی اور جذبات دل کے اندرونی کمرے ہیں۔جہانکہ عقل دائمی انصاف کے تخت پر مسند نشین ہے۔ یہی عالمگیر کل ہے۔جو قدرت کے انتظام میں استعمال کیجاتی ہے اور چونکہ اُسکا مقصد سبکی اعلیٰ بہبودی کرنا ہے۔ اِس لئے وہ اِس طرح سے قائم کیگئی ہے۔کہ کلیتاً ہرایک کی ذاتی بھلائی سبکی بھلائی کرنے میں ہو۔ اِس لئے قدرت کے دائمی اور بے بدل قانون کسی کے ساتھ خاص رعائت نہیں کرتے۔ اور نہ وے کسی کے ذاتی جدی حقوق کو مانتے ہیں۔ اور نہ وے افراد کی تعظیم کرنیوالے ہیں۔ قدرت کی دہارا ایک ہی راستہ میں بہتی ہے۔ اور سب کا اوپکار ہے۔ اِس سادھارن مارگ کی خلاف ورزی کوئی شخص دقت تک نہیں کرسکتا۔ جبتک کہ مجرم اُس خلاف ورزی کے پاداش میں اپنے آپکو نہ پہنسا دے۔ (اِس عام راستہ کو کوئی شخص نہیں توڑ سکتا اور اگر کوئی توڑیگا تو اپنی خطا کے نتائج میں مبتلا ہوگا۔) یہہ ایسے نتائج ہیں جنکی وجہ سے ایک لمحہ کے واسطے وہ عوام سے علیحدہ پہینک دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ عوام کو مضطرب نہ کرے۔ اور اگر وہ سبکی

بہبودی کے اصول کو نہ بہی بجانا چاہتا ہو تو بھی وہ پاک۔صاف اور خدا کی مرضی کے موافق ہوجائے۔ * انصاف کا قانون وہ ہے جو ہر ایک شخص کو اپنے ہمسایہ کے ساتھہ رشتۂ امن میں قایم رکھتا اور اُسکو اُسکی اپنی روح کی صفائی کا اندازہ بتلاتا ہے وہی اُسکو فرض کا اپنی ذاتی خواہش سے قبول کرنا سکھاتا ہے۔جس سے وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھہ صلاح رکھے۔اور بیرونی دُنیا کی تان سے بے تال نہ چل سکے۔

اِس اعتدال (عدل) کا توڑنا ہی نا اتفاقی۔بیماری۔مصیبت۔لڑائی اور تباہی پیدا کرتا ہے۔اِس لئے اگر کوئی شخص اِس امن عامہ میں مخل ہونیکی کوشش کریگا۔ تو وہ اِس خلاف ورزی کے لابد نتائج میں بلاشُبہ گرفتار ہوگا۔ مگر اُس شخص کی حالت بالکل مختلف ہوتی ہے۔جو علم اور ارادے سے اُس چال کو اختیار کرتا ہے۔جو پروردگار نے اپنی ساری مخلوق کے واسطے نظم ونسق کی ہے۔ اُسکا راستہ اگرچہ آغاز میں دشوار ہوتا ہے۔مگر وہ امن و امان کے راستہ پر ہے۔کوئی پُر حسد دلسوزی۔تہلکا نیوالی سبقت کی خواہش۔حقارت یا نفرت کا خیال۔مایوسی یا ناامیدی۔ اپنی حالت ومقدرت سے بے صبری۔اُسکو اپنے سیدہے راستہ سے ہٹنے اور اپنی ذاتی تندرستی اور شخصی ہستی کے مندر کو خراب کرنیکی کبہی ترغیب نہیں دیتی۔ برعکس اس کے اُسکی سوشیل (مجلسی) اور برادرانہ جذبات بہرکر آسودہ ہوجاتے ہیں۔اُسکی بےغرض خصلت اسکو اتنا اونچا اُٹھا دیتی ہے۔کہ معمولی تعصب اور خود غرضی اُس کے پاس تک نہیں پہٹک سکتی۔ اُسکی عقل پر سے تاریکی ابر دور ہوجاتی ہے۔ اُسکی خواہش پاک اور صاف ہوجاتی ہے۔ ایک مرتبہ انسان سمجہہ لے کہ ایک عقل کُل پروردگار ہے۔جو عام قانون مقرر کرکے ہماری چاروں طرف کے بیحد عالموں کے معاملات ترتیب دیتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ وہ اِن قوانین کو سمجہہ کر اُن پر حاوی ہوکر اور جان کر اطمینان کرلیوے۔ اور اُس پروردگار کی ہستی کو اپنے دل کے اندر ایسے پورے طور پر محسوس کرلیوے کہ اپنی زندگی میں وہ اُسکو ایک لمحہ کے واسطے بھی نہ بہولے۔ ایک مرتبہ وہ اس حالت تک پُہنچ جاوے۔ پھر وہ سب پرانیوں کو آتم وت (اپنے برابر) دیکہے گا۔ وہ اپنے آپکو اوروں کے ساتھہ ہموار رکہیگا۔ تب ہی تمام بنی نوع انسان سے سچے برادرہوڈ (برادری) کی بہاونا پیدا ہوگی۔کیونکہ معلوم ہوگا کہ ہماری راحت اورونکو راحت پہونچانے اور ہماری بہبودی اورونکی بہبودی کرنے میں ہے۔ * یہی عالمگیر انصاف کا محسوس کرنا ہے

(جوکہ کُل بنی نوع کو بہائم کی مانند بنا دیتا ہے - اور انسان کو مستعد کرتا ہے کہ وہ
فرض کے موافق اپنی بہتری کا خواہاں ہووے - تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ قدرتی دہارا
کے بہاؤ میں جس سے رفاہ عام ہوتا ہے حارج ہووے) جس سے ہر ایک شخص دوسروں
کے ارادے اور حقوق پر دست درازی کرنے سے بخوشی و برضامندی باز رہتا ہے
صرف اِس طرح سے جبکہ انسان عالمگیر انصاف کے اصولوں سے مطابقت رکھتا ہو
سچے دل سے کہہ سکتا ہے کہ "تو کسی دوسرے کی دولت کی طمع مت کر" سچی شخصی
اصلاح کا ہونا صرف تب ہی ممکن ہے - اور اُس سے قبل نہیں - ✤ مگر دہرم کی ترقی
کسی طرح سے یہاں ہی ختم نہیں ہوجاتی - دُنیاوی زندگی کے جھگڑوں بکھیڑوں سے
اپنے آپکو صرف علیحدہ رکھنا گویا اِس دُنیا کی ظاہری نمائش اور خود پسندی سے
اپنے صفحۂ دل کو بے لوث رکھنا یا اوروں کے حقوق یا آزادی پر دست درازی کرنے
سے اجتناب کرنا دہرم کا صرف ممنوعہ پہلو ہے (انتیدہ لکھہ دہرم ہے) ✤ گناہ سے
بھری ہوئی سُستی - سخت لاپرواہی - چشم پوشی و اغماض (گناہ سے) اور ترغیب دینے
والے کا سکوت بھی اُس کے مناسب حال ہیں - دہرم میں اوامر بھی ہیں اور اِس لئے
وہ فرائض نواہی تک ہی محدود نہیں رہ سکتا - انسان کا حیرت انگیز جسم جس کو
طاقت اور قوا اور اعلےٰ قابلیتیں عطا ہوئی ہیں - کچھہ لازمی کرموں کا کرنا سکھلاتا ہے - اور
بتلاتا ہے کہ اُس کے لئے کچھہ اعلےٰ درجہ کے مقاصد بھی ہیں - اور اِس لئے احکام
ممنوعہ سے بھی ساکت نہیں کیا جاسکتا - محض پُرامن حظ اور اوروں کے حظ میں جھگڑا
نہ کرنے کے واسطے صرف ایک مجہول جسم بالکل کافی ہوتا - لیکن وہ قوائے متعدی
ذاتی طاقت اور متحرک عناصر رکھتا ہے - اور یہہ سب بیفائدہ نہیں ہیں - وے ہدایت
کرتے ہیں - کہ وہ اپنے جسمانی قوائے کو ہمیشہ سرگرمی سے مصروف و مشغول رکھے جس سے خود
اُسکو اور اُس کے پڑوسیوں کو امن اور راحت حاصل ہو - کام کرنا اور سُست
نہ رہنا قدرت کا قانون ہے - ذی روح اور غیر ذی روح دونوں دُنیا زندہ طاقت اور
بیقرار عمل سے بھرے ہوئے ہیں - کوئی چیز سُست نہیں ہے - چیونٹی ہمیشہ مصروف ہے
زمین ہمیشہ رہتے ہیں گھومتی رہتی ہے - پودے اور درخت ہمیشہ اپنی بالیدگی میں لگے
[illegible] ہوا ہمیشہ چلتی رہتی سمندر لہریں مارتا اور بہتا رہتا ہے - چاند [illegible]
طرف دیکھہ لو اور پھر کہو قدرت کونسے مذہب کی ہدایت کرتی ہے - اور وید شانتی سے

کونسی تعلیم کی اشاعت کرتی ہے۔ قدرت کی سلطنت میں ہر ایک جگہہ مخفی طاقتیں اپنی موجودگی کا اظہار کرنے میں مصروف ہیں۔ قدرت صرف ایک ہی دہرم سکھاتی ہے اور وہ عمل ہے۔ وہ لگاتار نہ تھکنے والا طاقتور اور مستعد عمل سبکی بہتری ترقی تندرستی اور راحت کے واسطے ہے۔ "تو اے انسان اپنے پڑوسی کے ساتھہ باصُلح نیک اعمال کرتا ہوا سو برس تک جینے کی خواہش کر صرف اس طرح سے ہی تیرے اعمال تجھکو ناپاک نہیں کریں گے۔ اور دوسری طرح ممکن نہیں۔"

اُس شخص کے واسطے جو ہمیشہ اعمال حسنہ کے بموجب زندگی بسر کرتا ہے۔ یہہ عالم کیسا پر لطف ہے۔ وہ خوشی کی ایک بیش قیمت کان ہے۔ جسمیں صرف یہی ضرورت ہے کہ کہود کر قبضہ کرلیا جاوے۔ اور انسانی قواء اُس کے واسطے کیا ہیں۔؟ ناطقہ اپنی طاقت سے اُسکو تسلی اور برکت دیتا ہے علم موسیقی اپنے زور سے تسکین اور تروتازگی دیتا ہے محبت اپنے چشمے سے امداد و ترقی کرتی ہے۔ اور خیال مثل طائروں کے اپنے بازوں سے نہائیت بلند پروازی کرتا ہے۔ یہہ اور دیگر قواء پوشیدہ لطافتوں سے پُر ہیں۔ ہر ایک آلہ (عضو) پاک اور صاف ہے۔ کیونکہ اُس کا مقصد (مشن) اعلیٰ اور عظیم ہے کیا کوئی شخص ایسا ہوسکتا ہے۔ جو نظم انسانی (جسم) کی خوبصورتی کی تعریف کرسکے۔ اُسکی اصلیت کا اندازہ لگاسکے اُسکی پاکیزگی کو سمجھہ لیوے اور اُسکی صفائی کی خواہش رکھتا ہو اور پھر بھی خود ہمنوا اور ہم آواز نہ ہو اور بد وضع رہے۔ نہیں جو شخص کہ اندرونی پاکیزگی کی خوبصورتی اور باطنی پارسائی کی روشنی سے واقف ہوگیا ہے۔ وہ نفس پرستی کی ناپاک یا اخلاقی کمزوری کی دوزخ کی طرف منہ بھی نہیں کرسکتا۔ وہ قلب کی صفائی اعمال کی پارسائی اور زندگیوں کی ہر دلعزیزی اندرونی خوبصورتیوں کو نہایت عزیز جانتا اور سب سے بڑہکر اُنکی قدر کرتا ہے۔ وہ اِس اندرونی خوبصورتی کو برباد کرکے اپنا تنزل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ اِس سے ہوشیار اور آگاہ ہوگیا ہے۔ کہ "ایسے کل انسان جو اپنی روحوں کی پاکیزگی کو برباد کرنے میں یقیناً اُن لوگوں کو جاتے ہیں۔ جہاں بُری روحیں رہتی ہیں۔ اور جہاں اتنا درجہ کی تاریکی چھا رہی ہے۔"

باقی آئندہ

ویدک مائٹ

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان

مولوی ثناء اللہ صاحب مجیبی و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ +

جواب نمبر ۳ منجانب آریہ

آریہ ۔ آریہ مسافر میگزین بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۲۲ پر جو آپنے لکھا ہے۔
"چونکہ الہامی کتاب ملہم کے مُنہ سے نکلی ہوگی اِس لئے اُس دعوٰی میں ملہم کو بھی شریک کہہ دینا صحیح ہے۔ خاصکر منکر کے مقابلہ میں جو اِس کتاب کو اُس شخص الہامی کی ہی تصنیف کہتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصل دعوٰی تو کتاب ہی کا ہے مگر ملہم کے مُنہ سے نکلنے کی وجہ سے اُس کو بھی کہا جا سکتا ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے میری غرض کی طرف خیال نہیں کیا۔ مینے رسالہ بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۲۲ پر اِس بات کو بخوبی واضح کردیا تھا کہ الہامی کتاب کے ہرگز اکٹھے دو مدعی نہیں ہوسکتے۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ اکٹھے دو مدعی ہی مان لئے جائیں۔ تو اِسکے صاف معنے یہ ہونگے۔ کہ الہامی کتاب خدا اور انسان دونو کی بنائی ہوئی ہے۔ حالانکہ آپ مانتے ہیں کہ الہامی کتاب کے بنانے میں انسان کا کچھہ دخل نہیں۔ اب جو آپ نے ماہ دسمبر کے رسالہ میں اوپر کی سطور لکھیں اُن سے بھی میری عقل میں آپکی بات سمجھہ میں

نہیں آتی اور نہ ہی میں ان مذکورہ بالا سطور میں کوئی دلیل پاتا ہوں۔ اور اس سے بڑھکر اس فقرہ میں دو متضاد سی باتیں نظر آتی ہیں۔ ایک طرف تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ "چونکہ الہامی کتاب ملہم کے مُنہ سے نکلی ہوگی۔ اس لئے اس دعویٰ میں ملہم کو بھی شریک کہہ دینا صحیح ہے۔" اور دوسری طرف آپکا بیان ہے۔ کہ "اصل دعویٰ تو کتاب ہی کا ہے" اور پھر ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ "مگر ملہم کے مُنہ سے نکلنے کی وجہ سے اُسکا بھی کہلا سکتا ہے"

اب میں پوچھتا ہوں کہ آپکی صاف مراد کیا ہے۔ اگر "اصل دعویٰ کتاب" ہی کا ہے۔ تو ظاہر ہوا کہ ملہم کا اصل دعویٰ نہیں اور یہی بات میں کہہ رہا ہوں۔ یا آپکی عبارت سے یہ مطلب نکلتا ہے۔

(اول) اصل دعویٰ تو کتاب ہی کا ہے۔

(دوم) مگر ملہم کے مُنہ سے نکلنے کیوجہ سے اُسکا بھی کہلا سکتا ہے۔

آپکی طرز تحریر ثابت کر رہی ہے۔ کہ آپ پہلی بات کو تو یقیناً بیان فرما رہے ہیں۔ لیکن دوسری بات کو آپ تشکیک طور پر لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ آپ نے رسالہ بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۱۰ پر فرمایا تھا۔ کہ "میں نے الہامی کتاب اور اُس کے ملہم کو بمنزلہ ایک مدعی کے کہا تھا۔"

اب میں حیران ہوں کہ آپکی ان مختلف تحریروں سے کیا صاف مطلب نکالا جائے۔ پہلے تو آپ الہامی کتاب اور اُس کے ملہم کو بمنزلہ ایک مُدعی کے کہہ چکے ہیں۔ اب اصل دعوے تو کتاب ہی کا بتلاتے ہیں۔

رسالہ ماہ دسمبر کی مذکورہ بالا تحریر میں آپ ملہم کو ضروری قرار نہیں دیتے کیونکہ جناب نے لکھا ہے۔ کہ "ملہم کو بھی شریک کہہ دینا صحیح ہے۔ خاصکر منکر کے مقابلہ میں" تو اس سے پایا گیا۔ جہاں منکر کو اور کسی طرح سے آپ تسلی نہیں دے سکتے۔ تو وہاں مجبوراً ملہم کو شریک کر کے اُسکا گھر پورا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپنے یہ کیوں نہیں فرمادیا۔ کہ اگر ملہم کو شریک نہ کریں تو یہ خرابیاں وقوع میں آئینگی۔ اور ملہم کو خدا کا شریک بنانے کے لئے آپنے صرف یہ بات بطور دلیل کے لکھی ہے "کہ ملہم کے منہ سے نکلنے کیوجہ سے اُس کا بھی کہلا سکتا ہے" اب آپکی اس دلیل کے متعلق میں کچھ عرض کرتا ہوں اگر سورج کی روشنی ایک شیشے سے گزر کر ایک کمرہ میں داخل ہو تو کیا اس روشنی کو لوگ

سورج کی روشنی کہنے کے بجائے شیشے کی روشنی کہنے لگ جائیں گے۔ کیونکہ یہہ شیشے میں سے ہوکر گزرہی ہے۔ کیا اگر کوئی بدمعاش کسی پتھر سے کسی نیک بخت کو مار دے۔ تو بدمعاش کو سزا دیتے وقت پتھر کو بھی سزا دینی چاہئے۔ کیونکہ بدمعاش نے پتھر کو اپنے کام کا ذریعہ بنایا۔ اور کیا پتھر اور انسان کا اسمیں ایک رتبہ اسوجہ سے ہوجائیگا۔ مُلہم شخص مثل ایک شیشے کے ہے جسمیں سے کہ علم یا الہام کی روشنی گزر کر دیگر انسانوں تک پہونچتی ہے۔ پس مُلہم شخص کو واحد لاشریک خدا کے دعویٰ میں شریک کرنا کب انصاف کی بات ہوسکتی ہے۔ سورج کے مقابلہ پر ایک ناچیز شیشہ کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ اسی طرح خدا کے مقابلہ پر ایک ناچیز انسان یا مُلہم کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ اس لئے وہ دعویٰ جوکہ الہامی کتاب نے کیا ہے کبھی مُلہم کا نہیں ہوسکتا۔ اور الہامی کتاب کے دعوے میں مُلہم کو شریک کرنا ایسی ہی غلطی ہے۔ جیسے کہ روشنی کو سورج کی کہنے کے بجائے سورج اور شیشے دونوں کی کہہ دیں۔

فقرہ دوم۔ رسالہ بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۲۲ پر آپنے یہہ لکھا ہے۔ کہ:۔

"الہامی کتاب دعویدار بمنزلہ مُدعی کے ہے اور الہامی کے حالات اور اُسکی تعلیم بمنزلہ دو گواہوں کے۔"

اور اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے آپنے رسالہ نمبر ۳ کے صفحہ ۴۲ پر کوشش کی ہے۔ اور افسوس تو یہ ہے کہ آپ بجائے اس کے کہ اسکو ثابت کرنے کی کوشش کرتے آپ اصلی مضمون سے بھاگ کر تکبر کی باتوں پر آگئے۔ چنانچہ آپ کے یہہ الفاظ خود بول رہے ہیں ؎

"ماسٹر صاحب! آپ کتنا ہی میرے بیان کی مخالفت کرنا چاہیں انشاء اللہ تعالےٰ آپکو بغیر اس کے راہ نہیں ملیگی۔ میرا بیان بالکل انصاف کی راہ ہے۔"

میں نہایت ادب سے التماس کرتا ہوں کہ مہربانِ من اس قسم کی متکبرانہ تحریر آپ سے فہمیدہ لوگوں کا شیوہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر آپ کا بیان بالکل انصاف کی راہ پر ہے تو آپ خاطر جمع رکھیں۔ میں اُسکو ہرگز اُلٹا نہیں کہونگا۔ لیکن مجھے افسوس آتا ہے۔ کہ باوجود اس شرط بازی کے بھی آپ اپنے مطلب کو واضح طور پر ثابت نہیں کرسکے۔ لیجئے اب بندہ عرض کرتا ہے۔

اوپر کے فقرہ کی طرف غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ بسم اللہ

ہی غلط یعنی آپکا یہہ دعویٰ ہی نادرست ہے۔ ثبوت تو دور رہا۔ اور وہ اس لئے
کہ آپ فرماتے ہیں۔

(۱) الہامی کتاب ——————— دعویدار۔ یا بمنزلہ مدعی کے ہے۔
(۲) عالم کے حالات ——————— ایک گواہ ہے۔
(۳) الہامی کتاب کی تعلیم ——————— دوسرا گواہ ہے۔

یہ تین چیزیں جو جناب نے فرمائیں وہ دراصل تین چیزیں نہیں بلکہ دو چیزیں ہیں۔ آپ الہامی کتاب اور الہامی کتاب کی تعلیم کو دو چیزیں مان رہے ہیں جنمیں سے ایک کو مدعی اور دوسرے کو گواہ فرماتے ہیں۔ دراصل الہامی کتاب اور اسکی تعلیم ایک شے ہے نہ کہ دو۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ الہامی کتاب کس کو سمجھ رہے ہیں۔ کیا جلد بندھی ہوئی کتاب کو آپ الہامی کتاب کہتے ہیں۔ اور اسکی تعلیم کیا اس سے جدا شے ہے۔ دراصل الہامی تعلیم کے مجموعہ کا دوسرا نام الہامی کتاب ہے۔ کیا روشنی اور سورج دو چیزیں ہیں۔ کیا صفت موصوف سے علیحدہ کہیں کوئی شے ہوا کرتی ہے۔ مہربانی کرکے بتلائیں کہ الہامی تعلیم کے علاوہ الہامی کتاب کیا شے ہے۔ جو دعویٰ کہ آپ الہامی کتاب کا کہتے ہیں۔ وہی دعویٰ دراصل الہامی تعلیم کا ہے۔ پس آپکا یہ دعوے کہ الہامی کتاب مدعی ہے۔ اور الہامی تعلیم اس کا گواہ ہے بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ دراصل یہہ کہئے کہ الہامی تعلیم یا الہامی کتاب جہاں ایک طرف خود مدعی ہے وہاں خود ہی لوگوں کے لئے شہادت کا کام کرتا ہے۔ آپ شاید کہہ بیٹھیں۔ کہ دنیا میں ایسی بات کبھی نہیں دیکھی گئی کہ ایک انسان خود ہی مدعی ہو اور خود ہی شہادت کا کام کرے۔ اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں۔ کہ دنیوی تمثیلات سے علمی دقیق باتیں سمجھنے میں مدد ملا کرتی ہے۔ نہ یہہ کہ تمثیلوں کو ہی علمی مسایل سمجھا جائے۔ لیجئے اس بات کو میں تمثیل دیکر بھی واضح کر دیتا ہوں۔ چراغ یا سورج کے بغیر ہم دیگر اشیاء کو نہیں دیکھ سکتے لیکن چراغ یا سورج کے دیکھنے کے لئے دوسرے چراغ یا دوسرے سورج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ٹھیک اسی طرح یہ الہامی کتاب یا الہامی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ہمیں کسی خارجی گواہ کی جسکو کہ آپ عالم کے حالات کہتے ہیں ضرورت نہیں۔ میرا دعویٰ یہہ ہے۔

(۱) "الہامی کتاب" اور "الہامی کتاب کی تعلیم" دراصل ایک شے ہے۔
(۲) اور اس کے لئے کسی خارجی شہادت (ملہم کے حالات) وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ سورج یا چراغ کو دیکھنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔
(۳) البتہ سورج اور چراغ کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح الہامی کتاب یعنے الہامی تعلیم کے سورج کو دیکھنے کے لئے بدہی (عقل) روپی آنکھوں کی ضرورت ہے۔

فقرہ سوم۔ یہاں پر آپ فرماتے ہیں کہ "جبکہ آپ .... ملہم کے حالات سے بحث نہیں کرتے۔ تو کیا ایک شخص دنیا دار ٹکے کمانے کی غرض سے کسی کتاب میں سچی تعلیم لکھہ کر الہامی کا دعویٰ کرے۔ اور آریہ سماج میں ایک نسخہ پھجکر ٹکے سید ہے کرنے لگے۔ گویا اُس کے حالات کیسے ہی دنیا داری کے کیوں نہ ہوں تو کیا آپ اُسکی کتاب کو صرف اُسکی پاکیزہ تعلیم سے الہامی مان لینگے۔ وغیرہ وغیرہ"

مولوی صاحب آپنے تو وہ بات لکھہ دی کہ جس طرح کوئی کہے کہ میں گنگا ہوں"۔ یا یہہ کہ "انسان کے سینگ سے چاقو کے دستے بنائے جاتے ہیں" آپکے لکھنے سے معلوم ہوگیا۔ کہ آپ اِس بات کے قایل ہیں۔ کہ کوئی شخص ٹکے کمانے کی غرض سے کوئی کتاب سچی تعلیم سے پُر لکھہ سکتا ہے۔ اسمیں اول تو حیرانی بات یہہ ہے۔ کہ ٹکے کمانے والے انسان کو شرارت سوجھیگی یا وہ سچائیوں کو لکھنے بیٹھے گا۔ شہد کی مکھی پہولوں پر جایا کرتی ہیں نہ کہ میلے کی مکھیاں پہولوں پر بیٹھا کرتی ہیں۔ اول تو یہہ بات انوکھی سی ہے۔ کہ محض ٹکے کمانے کی غرض رکھنے والے نیچ انسان کی طبیعت کبھی سچی تعلیم وغیرہ سے پُر کتاب لکھنے کو چاہے۔ اور اگر مان لیں کہ وہ لکھہ بھی لے تو پہر دوسرا اعتراض یہ ہے۔

کہ اگر وہ سچی تعلیم کی کتاب لکھہ سکتا ہے۔ تو (بقول جناب) اِس سے انسان کی قابلیت بغیر مدد الہام کے سچی تعلیم لکھنے کی پائی گئی۔ پس جب ایک آدمی الہام کی مدد کے بغیر سچی تعلیم (بقول آپکے) لکھہ سکتا ہے۔ تو کیا اِس سے ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ کہ پہلے بھی اُن انسانوں نے جنکو کہ اب لوگ ملہم کہہ کر پکارتے ہیں۔ بغیر مدد الہام کے سچی تعلیم لکھی ہوگی۔ خواہ پیسہ کمانے کی غرض سے نہیں۔ اِس سے الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جب ایک انسان پیسہ کمانے کی خاطر سچی تعلیم اور "پاکیزہ تعلیم"

لکھ سکتا ہے تو اس سے یہ بھی مان سکتے ہیں کہ ایک انسان پیسہ نہ کمانے کی نیت سے بھی زیادہ پاکیزہ تعلیم کی کتاب لکھ سکتا ہے۔ تو اس بات کو مان لینے سے میرے خیال میں الہام کی بالکل ضرورت نہیں رہتی۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر کوئی ایسا شخص خواہ کسی نیت سے آریہ سماج کے ایک سبھاسد کے پاس ایسی کتاب بھیجتا ہے تو آریہ سماج کا وہ سبھاسد اُس کے ساتھ کیا سلوک کریگا۔ فرض کرو کہ وہ کتاب میرے پاس ہی بھیجتا ہے۔ اور فرض کرو کہ اُس کتاب میں ایک بھی لفظ جھوٹھ نہیں ہے اور بالکل پاکیزہ تعلیم سے وہ معمور ہے۔ تو میں بڑی خوشی سے اُس شخص کو لکھونگا۔ کہ آپکی کتاب جوکہ پاکیزہ تعلیم سے معمور ہے۔ مینے دیکھی اور میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں۔ کہ اسکی تعلیم پاکیزہ اور راست ہونے کی وجہ سے بالکل وید کے مطابق ہے۔ یا وید کی تعلیم کا ایک جزو ہے۔ اُسکی نیت کا اثر مجھ پر کیا ہوسکتا ہے۔ جب تک کہ وہ اُس نیت سے کتاب کو نہ بگاڑتا۔ وہ اپنی نیت کا پھل ایشور کی طرف سے پائیگا۔ اُسکی نیت سے اُس کتاب کی تعلیم میں فرق نہیں آسکتا۔ اگر ایک چور چُراکر اناج بیچتا ہے۔ تو وہ اناج بُرا نہیں ہوسکتا۔ جبکہ وہ چور بُرا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص چُراکر اناج نہیں بیچتا۔ بلکہ کسی سے مانگ کر مانگا ہوا اناج بیچتا ہے۔ تو اس حالت میں اُسکو ہم چور بھی نہیں کہہ سکتے۔

اگر کوئی شخص مجھے پانی کا گلاس پینے کو دیتا ہے۔ تو کیا میں کبھی یہ مان سکتا ہوں۔ کہ اس شخص نے پانی پیدا کیا ہے یا یہہ پانی اُس پانی کا جزو نہیں جوکہ سمندر اور سطح زمین کے گرد دریاؤں میں بھر رہا ہے۔ اگر کوئی لکڑی جلاکر آگ روشن کرتا ہے۔ تو کیا سائنس دان نہیں بتلاتے۔ کہ یہہ حرارت سورج کی اور اُس حرارت کا جزو ہے۔ جوکہ جہان میں بھر رہی ہے۔ پس اگر کوئی شخص کوئی کتاب بالکل پاکیزہ تصنیف کرتا ہے۔ تو شاید آپ کے خیال میں اُس نے الہام کی مدد نہیں لی۔ لیکن میرے خیال میں اُسنے ضرور الہام کی مدد لی ہے۔ کیونکہ بچپن سے لیکر وہ تیس برس کی عمر تک برابر اُستادوں سے علم حاصل کرتا رہا ہے۔ اور یہہ اُستاد اپنے اُستادوں سے علم حاصل کرتے چلے آئے ہیں حتےٰ کہ آخرکار ہم ایک ایسے مقام پر پہونچتے ہیں۔ جوکہ علم کا سرچشمہ ہے۔ اور

جس کا نام الہام وید یا خدا کا علم ہے۔

مولوی صاحب۔ آپ خاطر جمع رکھیں کہ کوئی انسان خواہ کسی نیت سے وہ کتاب لکھے کبھی بغیر پہلے علم (الہام) کی مدد کے ہرگز ہرگز نہیں لکھہ سکتا۔ اور اگر لکھہ سکتا ہے تو پھر الہام کی ضرورت کیا ہے۔ اگر ہم بغیر سورج کی روشنی کے ہر شے کو ہو بہو دیکھہ سکتے ہیں تو پھر سورج کی ضرورت ماننا عقلمندوں کا کام نہیں۔

آپ ملہم کے حالات پر زور دے رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ آپ یہ نہیں بتلاتے کہ ملہم کے حالات کا الہامی کتاب سے واسطہ کیا ہے۔ اور اتنا خیال میں نہیں لاتے کہ ملہم کے حالات الہام کے بعد پیدا ہوتے ہیں نہ کہ پیشتر۔

میں اس بات کو مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ فرض کرو کہ حضرت محمد صاحب عرب میں پیدا ہوئے۔ چونکہ وام مارگ مت کا بڑا زور تھا اور عرب کے باشندے بت پرستی توہمات پرستی اور شہوت پرستی کے مرض میں مبتلا تھے۔ خدا نے حضرت صاحب کو الہام دیا۔ اب حضرت صاحب کی زندگی کے دو حصے ہوئے۔ اول وہ زمانہ جس میں کہ انکو الہام نہیں ہوا تھا۔ اس لئے چونکہ الہام نیک و بد کی پہچان میں مدد دیتا ہے۔ اور وہ ابھی تک ملہم نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے یہہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت صاحب اس عمر کے حصے میں پورے نیک افعال نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ابھی الہام نہیں ہوا تھا۔ اور اگر ہمارے مسلمان بھائی یہ کہیں کہ نہیں صاحب حضرت صاحب عمر کے اس حصے میں بھی نیک اور سراسر نیک ہی افعال کرتے تھے۔ تو اس سے یہ پایا گیا کہ بغیر الہام کے بھی حضرت صاحب نیک راہ پر چل رہے تھے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ الہام کا عدم وجود یا اسکا ہونا نہ ہونا مساوی ہے۔ کیونکہ

(۱) جب ان کو الہام نہیں ہوا تھا تو تب بھی وہ برابر نیک اعمال خدا کی مرضی کے مطابق کرتے تھے۔

(۲) اور جب انکو الہام ہوگیا تو بھی وہ ساوی ہی نیک اعمال پہلے کی طرح کرتے رہے۔

تو کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ الہام کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اور اگر یہ مانا جاوے۔ کہ الہام کے بغیر انسان نیک و بد اعمال کو جان ہی نہیں سکتا تو حضرت صاحب چونکہ انسان تھے اس لئے وہ بھی الہام کے بغیر نیک و بد اعمال کو جان ہی نہیں سکتے تھے۔ پس انکی زندگی کا وہ حصہ جبکہ وہ ملہم نہیں ہوئے تھے گمراہی کمزوری

اور غلطیوں کا زمانہ ہے۔ اور جبکہ وہ مُلہم ہوئے۔ اور اُسپر عمل کرنے لگے تو وہ زمانہ نیکی اور خوبیوں کا ہے۔ اِس لئے اگر مولوی صاحب یہ دعویٰ کریں کہ حضرت صاحب شروع سے موت کے دن تک بالکل نیک ہی کام کرتے رہے تو اِس سے الہام کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور اگر مولوی صاحب یہ مان لیں کہ وہ مُلہم ہونے سے پیشتر گمراہ تھے۔ اور پھر نیک بن گئے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کی زندگی میں اگر ساٹھ فیصدی خوبیاں تھیں تو چالیس فیصدی عیوب بھی تھے۔

اور جس چیز نے حضرت صاحب کی زندگی کو نیک بنایا وہ الہام ہوسکتا ہے علم یا الہام سے پیشتر ممکن نہیں کہ وہ نیک و بد کو خود پہچان سکتے ہوں۔ پس وہ خاص چیدہ عُمدہ خوبیاں جو حضرت محمد صاحب کی زندگی میں پائی جاتی ہیں اُنکی وجہ الہام کی مدد ہے نہ کہ کچھہ اور۔ الہام سے پیشتر کی زندگی اُنکی یا ایسے ہی کسی مُلہم کی کبھی نیک ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔

عجب تماشہ ہے کہ مولوی صاحب ایک آدمی یا مُلہم کو نیک کردار اور عابد پہلے سے تصور کئے بیٹھے ہیں اور الہام کی ضرورت اُس کے نیک ہونے پر مان رہے ہیں۔ یہ تو وہ بات ہوئی کہ کوئی کہے کہ "جب میں سیدھے راستہ میں چلا گیا تو مجھے سورج دکھائی دیا۔ اور جسوقت میں راہ راست پر چل رہا تھا اُسوقت غضب کا اندھیرا تھا۔" عقلمند اِس شخص سے سوال کرسکتا ہے کہ بھائی سخت اندھیرے میں تجھ کو سیدھا راہ کیونکر معلوم ہوا۔ اور اگر اندھیرے میں سیدھا راستہ معلوم ہوگیا۔ تو پھر سورج کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اِس لئے مولوی صاحب غور سے سوچیں کہ اگر بغیر الہام کے سورج کے لوگ نیکی کے راہ راست پر چل سکتے ہیں اور پھر اُنہیں الہام ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ بغیر الہام کے وہ نیک راہ پر کس طرح چل سکے۔؟

آپ مُلہم کے حالات بار بار کہتے ہیں مہربانی کرکے مفصل طور پر فرمائیے کہ آپکی اِس سے کیا مراد ہے۔ آگے چلکر آپ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"کسی کتاب کو الہامی کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ اُسکا لانیوالا خدا کا ایسا **مقرب بندہ** تھا کہ جسکو خدا نے الہام دیکر تمام بندگان کو گمراہی سے نجات دی۔"

آپکی اِن سطور کے پڑھنے سے کئی اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ آپ یہہ باتیں لکھتے ہیں کہ
(۱) مُلہم خدا کا مقرب بندہ تھا۔
(۲) تمام بندگان الہام کی بدولت گمراہی سے نجات پاتے ہیں۔
(اعتراض الف) مُلہم کے حالات فیصلہ کرنے کے لئے آپ کا یہہ فقرہ خوب مدد دیگا۔
آپ مانتے ہیں کہ مُلہم خدا کا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بندہ تھا۔
اور پھر آپ مانتے ہیں کہ تمام بندوں کو خدا نے الہام کے ذریعہ گمراہی سے نکالا۔ اس سے صاف پایا گیا ہے۔ کہ تمام بندے جنمیں کہ مُلہم بھی بوجہ بندہ ہونے کے شامل ہے۔ الہام کے باعث گمراہی سے نکلتے ہیں۔ کیا معنے کہ الہام سے پہلے تمام بندے (جنمیں کہ ملہم بھی بندہ ہونے کی وجہ سے شامل ہے) گمراہ تھے۔
اب اِس بات کو مدنظر رکھکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب اپنی زندگی کے ایک خاص حصے میں گمراہی کے کام کرتے رہے اور جب الہام ہوا تب اُنکو نیک راستہ معلوم ہوگیا۔ لیکن اِس سے پیشتر نہیں۔ لہٰذا حضرت محمد صاحب کی زندگی کے حالات سارے کبھی نیک نہیں ہو سکتے۔ اور جو نیک ہوئے وہ الہام کے بعد ہوئے نہ کہ اُس سے پیشتر پس الہام حالات زندگی کو نیک بنانے میں مدد دے سکتا ہے۔ اور اگر بدون الہام انسان یا پیغمبر نیک ہوسکتا ہے تو الہام کی ضرورت کیا ہے۔؟
(اعتراض ب) آپ مانتے ہیں کہ مُلہم خدا کا "مقرب" بندہ ہوا کرتا ہے اور میں نے دِکھادیا کہ بغیر الہام کے کوئی بندہ بھی گمراہی سے نجات نہیں پاسکتا پس الہام کے بعد ہی کوئی شخص خدا کا مقرّب ہوسکتا ہے۔ نہ کہ گمراہی کی حالت میں کیونکہ مقرب عابد یا خدا رسیدہ اُسی شخص کو کہہ سکتے ہیں کہ جو خدا کی مرضی کو جانتا اور اُس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور اگر بغیر الہام کے کوئی شخص خدا کی مرضی کو جانتا اور اسپر عمل کرنے سے مقرّب ہو رہا ہے تو پھر خدا کا الہام ہی فضول ہے۔
(اعتراض ج) کیا وجہ ہے کہ خدا کسی خاص بندہ کو الہام دیتا ہے۔ جبکہ گمراہی میں سب یکساں ہیں۔ اگر خدا مجسم انصاف اور عادل ہے تو لازم آتا ہے کہ وہ ہر ایک کو الہام دے۔ بجائے اِس کے کہ کسی خاص

بندہ کو انہیں سے اپنا الہام دینے کے لئے چنے - اور جبکہ مسلمان لوگ پچھلا جنم نہیں مانتے تو اسوقت کیا وجہ تھی کہ عرب یا ایشیا امریکہ یوروپ وغیرہ یعنے کل دنیا کے لوگوں کو الہام نہ ہوا - محمد صاحب میں خصوصیت کس شے نے پیدا کردی - اگر کہو کہ خدا کی مرضی جسکو چاہے خاص بندہ قریبی بناتا ہے - تو پھر خدا کیا ہوا - ایک بے انصاف حاکم ٹھیرا - ہرایک انسان کا دل چاہتا ہے - کہ جو الہام فلاں شخص کو ہوا ہے مجھے کیوں نہ ہوا - لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش موجود ہے - لیکن پھر بھی بلا وجہ خدا کسی خاص آدمی کو اپنے الہام کے لئے منتخب کرتا ہے - اگر کہو کہ اسی جنم میں ملہم لوگ نیک اعمال کرکے خدا کے مقرب ہوجاتے ہیں تو پھر وہی سوال کسر متوالی کی طرح آجاتا ہے - کہ الہام کی ضرورت ہی نہیں - جبکہ بغیر الہام کے انسان مقرب ہوسکتا ہے -

لیکن یہ اعتراض آریہ لوگوں پر عائد نہیں ہوتا - کیونکہ آریہ لوگ مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں - جوکہ بتلاتا ہے کہ وہ بندے جنکو خدا الہام کے لئے منتخب کرتا ہے - وہ اپنے پچھلے جنموں کے افعال حسنہ کی بدولت دیگر بندوں سے برتر ہوتے ہیں - اس سے خدا کے عمل میں بھی فرق نہیں آتا اور لوگوں پر ظلم بھی نہیں ہوتا -

آگے چلکر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں - کہ "دیندار بندہ ہونیکی وجہ سے مقرب الہی تھا - یا صرف دنیا دار ٹھکہ کمانیوالا -" مولوی صاحب کی اس تحریر سے یہ پایا جاتا ہے - کہ وہ حضرت محمد یا کسی ملہم کو دیندار بندہ ہونے کی وجہ سے مقرب الہی مانتے ہیں - حالانکہ میں ثابت کرچکا ہوں کہ الہام کے بغیر ہرگز ہرگز کوئی رشی منی حضرت یا نبی دین دار بندہ اس جنم میں نہیں ہوسکتا اور اگر ہوسکتا ہے تو نتیجہ کسر متوالی آنے لگی کہ الہام کی ضرورت ہی کیا؟ اور اگر ہم سے یہ سوال ہے کہ اگنی وایو وغیرہ مہرشی کیوں مقرب الہی ہوئے کہ انکو ہی الہام دیا گیا تو ہم کہتے ہیں کہ انکے پچھلے جنم کے اعمال ہی ایسے تھے - کہ جنکی وجہ سے وہ ان قابلیتوں کو رکھتے تھے جوکہ ملہم کے لئے درکار ہیں - اور اسیوجہ سے ابتداء آفرینش میں پیدا ہوئے - پچھلے جنم کے پاکیزہ اعمال نے انکے لوح دل کو مثل شیشے کے صاف بنا دیا تھا -

اور جب پہلے وہ پیدا ہوئے تو پیدا ہونے کے ساتھ ہی اُن کے صاف شفاف دل میں خدا نے علم یعنے الہام کا عکس ڈالا۔ جسکو کہ اُنہوں نے اپنی اور تمام انسانوں کی رہبری کا چراغ ٹھیرایا۔

(**فقرہ چہارم**) آپکے اس فقرہ کی طرز تحریر بتلا رہی ہے۔ کہ جو گرجتے ہیں برستے نہیں۔ کیا خوب ہوتا اگر آپ اس سے آدہی سطور میں ایک بھی دلیل اس امر کی دیتے کہ "اقلیدس جبر و مقابلہ وغیرہ ریاضی کے علوم اور تاربرقی ریلگاڑی وغیرہ فنون کا ذکر ہرگز الہامی کتاب میں نہیں ہونا چاہئے۔ یہی کہہ دیتے کہ اللہ اقلیدس جبر و مقابلہ تاربرقی اور ریلگاڑی وغیرہ کے اصولوں سے بالکل ناواقف ہے۔ اس لیئے اسکی کتاب میں ان اصولوں کا ذکر یا اشارہ بھی ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن آپنے کیا خوب کہا۔ کہ "وید کوئی لوہارونکی کتاب ہے" "اور" اقلیدس جبر و مقابلہ اصول ٹھرین اور "تاربرقی وغیرہ اُس سے درجہ سکوت میں ہیں۔ وغیرہ"۔

کل کو اگر آپ کو پتہ لگا کہ ویدوں میں علم طبابت۔ علم نجوم۔ علم حیوانات۔ علم معدنیات علم نباتات۔ علم موسیقی۔ علم الہی۔ وغیرہ وغیرہ علوم کا ذکر ہے۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ آپ ضرور گھبراکر کہہ اُٹھیں گے کہ کیا وید ڈاکٹروں۔ نجومیوں۔ زوآلوجی دانوں۔ کیمیاگروں۔ بائسٹوں۔ راگیوں۔ اور عارفوں کی کتاب ہے۔ جناب من آپ گھبرائے نہیں۔ بیشک وید جملہ علوم اور فنون کے اصولونکی کتاب ہے۔ کیونکہ وید کا خدا جملہ علوم اور جملہ فنون کے اصولوں سے بخوبی واقف ہے۔ کل کو کوئی صاحب کہیں یہ نہ کہہ بیٹھیں۔ کہ کیا خدا کوئی لوہار ہے۔ جسنے کہ لوہا بنایا اور کیا وہ سنگتراش ہے کہ اُسنے پہاڑ یا پتھر بنائے۔ اور کیا وہ انجنیر ہے۔ کہ اُسنے نہریں یا دریا بہائے اور کیا وہ مزدور ہے۔ یا پنکھا کلی۔ کہ ہوا کو چلاتا ہے۔ اور کیا وہ مطرب ہے کہ اُسنے خوش الحان پرندے پیدا کیئے۔ اور کیا وہ کمہار ہے کہ زمین بناتا ہے۔ تو کیا ایسے صاحبوں کے مذاق یا گبھراہٹ سے ڈر کر سچے خدا کے ماننے والے کبھی انکار کر سکتے ہیں۔ کہ خدا نے مٹی۔ لوہا۔ تانبا۔ سیسہ رانگا۔ پتھر۔ نباتات۔ کوئلہ۔ کتے۔ گدہے۔ سور۔ انسان۔ پرندے۔ سانپ۔ سمندر۔ دریا۔ پہاڑ۔ وغیرہ وغیرہ اشیا پیدا نہیں کیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ آپ

الہام کس کو مانتے ہوتے ہیں۔ سچے علم کا دوسرا نام الہام ہے۔ اور علم خدائی
صفت ہے۔ مادی اشیاء کا وصف علم نہیں۔ روح میں گو علم حاصل کرنے اور
بعد ازاں حاصل کردہ علم کی اشاعت کرنے کی قابلیت ہے۔ لیکن محدود العقل روح
ہمہ دان عالم خدا کے علم سے جسکو کہ الہام کہتے ہیں مدد لے کر تمام کام متعلقہ جسمانی
اور روحانی ترقی کے کرسکتا ہے۔

اگر خدا نے لوہا بنایا ہے جیسا کہ آپ بھی شاید منظور کریں گے کہ بنایا ہے
تو کیا اس لوہے کا علم دینا خدا کے لئے ضروری نہیں۔ کیا سورج کی روشنی سے آپ
روٹی۔ پانی۔ کپڑا۔ کرسی۔ لوہا۔ سونا وغیرہ وغیرہ مختلف اشیاء کو نہیں دیکھتے اور کیا
سورج کی روشنی جملہ اشیاء کے دکھانے میں مدد نہیں دیتی۔ اس لئے علم کا
سورج بھی واقعی جملہ اشیاء کو دکھانے کے لئے روح کا معاون ہے۔ اور اسی وجہ
سے اس الہام کو جو کہ سورج کی طرح سب پر روشنی ڈال سکے اور ہر ایک چیز کی
ماہیت اور اس کے اوصاف بتلا سکے ہم سچا الہام یا خدا کا علم کہتے ہیں۔

جہاں سورج ہر ایک چیز کو دکھا سکتا ہے وہاں مصنوعی چراغ جنمیں کہ سورج
کی روشنی جزوی طور پر ہے۔ وہ ہر ایک شے کو ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتا۔ اسکا
دائرہ محدود ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے بائبل یا قرآن مثل چراغ کے ہیں۔ انمیں
جو جو سچائیاں یا سچی علمی باتیں ہیں وہ وہ سب وید کے سورج کی روشنی کا
جزو ہیں۔ اور باقی جو قصے کہانیاں درج ہیں۔ وہ انکے مصنوعی پن کو ظاہر کرتی
ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن یا بائبل میں علم طبابت۔ علم جراحی۔ علم موسیقی۔ علم
عمارت۔ علم نباتات۔ علم حیوانات۔ علم معدنیات۔ علم الہیات۔ وغیرہ وغیرہ کا بیان نہیں
ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ یا آپکی طرح دیگر عیسائی لوگ گھبرا اٹھتے ہیں۔ یہ کہتے
ہوئے کہ لو جی وید نے تو سب شے کے علم دینے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ حالانکہ ہماری
مانی ہوئی کتابیں صرف دو چار علوم کے علاوہ باقی سب مضامین پر چپ ہیں۔ روح
اور مادہ کی قدامت یا اوصاف وغیرہ پر ہرگز بائبل یا قرآن کے چراغ روشنی نہیں
ڈال سکتے۔ اور سچ ہے ڈالیں بھی کیونکر چراغ کا دائرہ ہمیشہ سورج کے مقابلہ پر
محدود رہا کرتا ہے۔ ہزار چراغ ملکر بھی ایک سورج کا کام نہیں دے سکتے۔ اسی
جملہ مذاہب کے چراغ ملکر بھی جملہ علوم کی ماہیت ہرگز ہرگز نہیں بتلا سکتے۔ اور اسی وجہ

سے وہ مصنوعی اور ناکافی ثابت ہوتے ہیں۔

شائد مولوی صاحب یہ خیال کر رہے ہیں کہ سوامی دیانند سرسوتی جی نے موجودہ زمانہ کی ریل تار اور جبر و مقابلہ اقلیدس وغیرہ وغیرہ کا رواج دیکھ کر خواہ مخواہ ان اشیاء کو ویدوں کے گلے مڑھ دیا ہے۔ لیکن مولوی صاحب اگر آپنے اپنے کسی بے تعصب دوست سے تاریخ سنی ہوتی تو آپکو پتہ لگتا۔ کہ موجودہ علوم و فنون" انگریزوں نے اہل یورپ سے سیکھے اور انہوں نے یونان سے اور یونان نے مصر سے اور مصریوں نے آریوں سے" اور آریوں کے رشیوں نے وید سے سیکھے۔ علمی اصولوں کی کبھی ترقی یا تنزل نہیں ہوتا۔ مثلاً دو اور دو چار آج سے دس ہزار برس ہوئے تو بھی دو اور دو کو عالم لوگ چار کہتے تھے اور آئندہ بھی کہیں گے ۔ باقی آئندہ

اودیا کا ناس

(جہالت کا)

یسوع ناصری

(نمبر ۳)

علاوہ اُن کے جو یسوع مسیح کے جسم میں آنے کے اقراری نہیں تھے بعضوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ یسوع مصلوب نہیں* ہوا۔ اس خیال کی تصدیق

* انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا اُنکا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ " وے کہتے ہیں کہ انسان کو اُسکا اقراری نہیں ہونا چاہئے جو کہ مصلوب ہوا۔ لیکن اُسپر ایمان لانا چاہئے جو شکل انسانی میں آیا۔ اُس کا مصلوب ہونا فرض کیا گیا اور وہ یسوع کہلایا (دیکھو لارڈنر جلد ۸ صفحہ ۲۵۳) " وے اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ خدا کا اکلوتا بیٹا کیونکر صلیب پر کھینچا گیا۔ اور اس نے ایک معمولی انسان کی مانند تکلیف اٹھائی۔ پس انہوں نے خیال کیا کہ سائیرن کا شمعون اُس کا قایم مقام بنایا گیا ہوگا۔ جیسے کہ مینڈھا اضحاق کا قایم مقام بنایا گیا تھا" (ایضاً صفحہ ۲۵۰)

جسٹن مارٹر کے الفاظ ذیل سے ہوتی ہے:-

"ہمارے خداوند یسوع مسیح کے مصلوب ہونے پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ بجواب اُس کے میں کہتا ہوں کہ اذیت اُٹھانا تمام ابن خدا میں پایا جاتا تھا" (دیکھو اپالوجی فار دی کرسچین ریلیجن۔ اپالوجی اول۔ چیپٹر ۲۱۔ مصنفہ جسٹن مارٹر جو ۱۴۱ء میں لکھی گئی تھی۔)

یہہ تو وہی بات ہوئی۔ کہ "اے بُت پرستو! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے اوتار دیوتا اور نجات دہندوں نے اذیت اُٹھا کر جان دی۔ تو ہم بھی **اپنے نجات دہندہ** کے حق میں ویسا ہی دعوے کیوں نہ کریں"؟ قرآن میں لکھا ہے:-

وبکفرهم و قولهم علی مریم بهتانا عظیما ٥ وقولهم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول الله ج وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقینا ٥ بل رفعه الله الیه و کان الله عزیزا حکیما ٥ (سورہ نساء رکوع ۲۲۔ آیت ۱۵۵ و ۱۵۶)

ترجمہ۔ اُن کے کفر کے سبب اور مریم پر بہتان عظیم لگانے کے سبب (۱۵۵) اور اس قول کے سبب کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے حالانکہ نہ اُسے قتل کیا نہ اُسے صلیب دی۔ لیکن وہ اُن کے لئے شبہ میں ڈالا گیا۔ اور وہ جو اُس کے بارہ میں اختلاف رکھتے ہیں اُسکی نسبت شک میں ہیں۔ اُنہیں علم حاصل نہیں لیکن گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور بہ یقین اُسکو قتل نہیں کیا گیا۔ لیکن اُسے خدا نے اپنی طرف اُٹھا لیا اور اللہ غالب پختہ کار ہے۔ (۱۵۶):-

قرآن کی اِن آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ **محمد** صاحب کے زمانہ میں یسوع کے مصلوب ہونیکی بابت عیسائیوں کے درمیان اختلاف تھا۔ اُنہیں اِس کا تحقیق علم حاصل نہیں تھا۔ وے صرف گمان کی پیروی کرتے تھے۔ عیسائی اِسپر یہ حُجت پیش کرسکتے ہیں کہ محمد صاحب دین عیسوی کا سخت مخالف تھا۔ اُس کا بیان قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔ اُسنے جس طرح پر اور بیسوں گھڑنتیں گھڑکر قرآن میں لکھہ دیں ویسے ہی یہ بھی ایک گھڑنت ہے۔ مگر اُنکی یہہ حُجت بالکل بے وقعت ہوجاتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود عیسائیوں کی قدیم تصانیف میں اِس قسم کے اشارات اور کنایات پائے جاتے ہیں جن سے کہ محمد صاحب کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ علاوہ اِس کے عیسائیوں میں ایسے کئی فرقے تھے اور ہیں کہ جو صاف طور پر یسوع کے مصلوب ہونے سے انکاری ہیں۔ فرقہ باسلیدی دگناسٹی یسوع کے بجائے شمعون کو مصلوب مانتا ہے۔ مسیح کے

جسم کو مادی نہیں مانتا۔ اور اِسیوجہ سے اُسکو مصلوب نہیں مانتا (دیکھو رومن تواریخ کلیسیہ صفحہ ۹۰) فرقہ یونی۔ لیسوع کے مصلوب ہونے اور پھر جی اُٹھنے کو بناوٹی سمجھتا ہے۔ (اردو تواریخ کلیسیہ صفحہ ۲۰۲ سطر ۳) بشپ کولنیوز کا فرقہ منکر مصلوبی ہے۔ فرقہ ہائے سرنتھی کارپوکراٹی۔ ویسٹی۔ ارمنی اور ناصری۔ بھی مسیح کے مصلوب ہونے سے انکاری ہیں۔ (دیکھو ہدایت المسلمین مصنفہ پادری عمادالدین مطبوعہ لاہور ۱۸۸۶ء صفحہ ۴۱)

اُن کتب میں جوکہ اب نامعتبر کہلاتی ہیں مگر جنہیں سے دیگر سب کتابوں کی نسبت زیادہ اقتباس پیش کئے جاتے تھے۔ اور جو ویسی ہی مستند مانی جاتی تھیں جیسی کہ دیگر الہامی کتابیں اور جوکہ خاص غرض سے منسوخ کیگئی تھیں۔ قدیم عیسائیوں کے باہمی "تنازعات کی بابت بہت سے نشانات پائے جاتے ہیں۔ اُن سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ قدیم عیسائیوں کے درمیان اِس بارہ میں اختلاف رائے تھی۔ مثلاً کلیمنٹ کے خط اول بنام کارنتھینز میں یوں لکھا ہے:۔

"ہمارے درمیان جھگڑے بکھیڑے۔ غصہ۔ فرقے۔ اختلافات کیوں ہیں؟ ہم لیسوع کے عضووں کو کیوں توڑتے پھوڑتے ہیں۔ اور خود اپنے جسم کے برخلاف فتنے برپا کرتے ہیں۔ اور یہاں تک پاگل ہو گئے ہیں۔ کہ ہم نے اس امر کو بھی فراموش کردیا ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے کے اعضا ہیں۔" (باب ۲۰)

اِگناٹئیس اپنے خط بنام ٹرالینز میں لکھتا ہے:۔

"میں تمکو نصیحت کرتا ہوں۔ نہیں نہیں میں نہیں بلکہ لیسوع مسیح کی محبت۔ کہ تم عیسوی غذا کے سوائے کسی دوسرے غذا کو ہرگز مت استعمال کرو۔ اُس غذا سے قطعی پرہیز کرو جوکہ ایک اور ہی قسم کی ہے۔ میرا مطلب کُفر سے ہے۔ کیونکہ وے جوکہ بدعتی ہیں یسوع مسیح کی تعلیم میں اپنا زہریلا دیتے ہیں۔ حالانکہ وے قابل اعتبار معلوم ہوتے ہیں ...... اِس لیئے اپنے کان بند کرلو۔ جبکہ کسی کو یسوع مسیح (جوکہ داؤد کی نسل سے مریم کنواری کا بیٹا تھا) کے برخلاف بولتا ہوا سُنو۔ جوکہ سچ مچ پیدا ہوا اور کھاتا پیتا تھا۔ سچ مچ پانٹیئس پائی۔ لیٹ کے وقت میں ستایا گیا تھا۔ اور سچ مچ مصلوب ہوکر مرا۔ تمام نے جو آسمان اور زمین پر اور زمین کے نیچے تھے یہہ سب کچھہ دیکھا .... لیکن اگر جیسا کہ بعض ملحد یعنی بے ایمان حیلہ سازی کریں۔ کہ وہ "تکلیف اُٹھاتا ہوا صرف معلوم دیا۔ تو میں کیوں بندھا ہوں؟ میں حیوانوں کے ساتھ لڑنے کی کیوں خواہش کرتا ہوں؟ اس لئے میں بیفائدہ مرتا ہوں"

(باب ۲)

ہم دیکھتے ہیں کہ غیر قوموں کا سب سے پہلا رسول پولوس صاف اقرار کرتا ہے کہ میں اُسی انجیل کا خادم ہوں۔ جسکی منادی ہر ایک مخلوق کے لئے جو آسمان کے نیچے ہے کی جا چکی ہے۔" (پولوس کا خط قُلسیوں کو باب اول آیت ۲۳) "خدا جسم میں ظاہر کیا گیا۔ غیر قوموں میں اُسکی منادی ہوئی۔ دُنیا میں اُس پر ایمان لائے" (تمطاؤس ا باب ۳ آیت ۱۶ [illegible])

اِن الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہہ سب باتیں پولوس کی رسالت کے آغاز سے بہت پہلے ہو چکیں تھیں اور کہ یہہ یسوع ناصری کے حق میں نہیں ہو سکتیں کیونکہ جس زمانہ کی بابت پولوس لکھتا ہے۔ اُسمیں تو ابھی یسوع پیدا ہی نہیں ہوا تھا بلکہ اُس وقت سے صدیوں بعد تک یسوع ناصری کا دُنیا میں کوئی نام تک بھی نہیں جانتا تھا تو پھر اُسکی منادی ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔

ہم یہہ بھی جانتے ہیں کہ (۱) یہہ پولوس اپنے تئیں ڈیکن یعنی کلیسیا کے دُنیاوی کام کا منتظم ہونا قبول کرتا ہے۔ جوکہ تھیراپیوٹن چرچ کا سب سے ادنےٰ کلیسیائی درجہ تھا۔ (۲) اُس انجیل کی جس کا کہ اِن خطوط میں ذکر پایا جاتا ہے۔ البیسینی جوکہ اوتار کے مسئلہ کو مانتے تھے۔ ولادتِ یسوع سے بہت پہلے دور دور تک منادی کر چکے تھے اور اُسکی تعلیم کو بخوبی پھیلا چکے تھے۔ (دیکھو نسخہ انجیل مسیح اور بائبل متھس مصنفہ ٹی ڈبلیو ڈون باب ۳۷) لیئو اعظم (سنہ ۴۴۰ء - سنہ ۴۶۱ء) یوں رقمطراز ہے:-

"اُن کو اپنی سختیوں سے باز آنا چاہئے جوکہ ناپاک شکایتوں سے خدا کی مرضی میں عیب گیری کرتے ہیں۔ اور جوکہ ہمارے خداوند کی پیدائش کی دیری کی بابت شکایت کرتے ہیں۔ گویا کہ جو کچھہ دُنیا کے بعد کے زمانوں میں عمل میں لایا گیا وہ گزشتہ زمانہ میں ملتوی نہیں پڑا ہوا تھا۔" ... جبکی کہ رسولوں نے منادی کی۔ اُسکو اسرائیلی پیغمبر پہلے ظاہر کر چکے تھے۔ اور جسکو کہ ہمیشہ سے تمام دُنیا مانتی چلی آئی ہے۔ اُسکی بابت یہہ

لہ۔ پرلے درجہ کے کانسرویٹو نکتہ چینوں نے بھی اِن خطوط کے صحیح ہونے میں علانیہ شک کیا ہے۔

لہ پیدائش مسیح سے صدیوں پیشتر ایک مذہبی سادھوؤں کا فرقہ تھا جسکو مصر میں Essenes اور یہودیہ میں Therapeuts کہتے تھے۔ بعض محققین کی رائے ہے کہ یہہ فرقہ بُدھ مذہب سے نکلا تھا۔ مگر اسکی اصلیت کا ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں لگتا۔ یہ لوگ انسانی آبادی سے علیحدہ پہاڑوں کی گپھاؤں میں رہتے تھے اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے (مفصل حالات کے لئے دیکھو بائبل متھس صفحہ ۱۹۳ سے ۲۶۴ تک و سولر ایلی گریز صفحہ ۱۱)

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بہت دیر سے پورا ہوا۔ نجات کے کام میں یہ دیری کرکے خدا کی محبت اور دانائی نے ہمیں صرف اسکی ملاقات کے زیادہ قابل بنا دیا ہے۔ تاکہ جو کچھ پیشتر رمزیہ لفظوں اور کنایوں کے انہی صدیوں کے اثنا میں بیان کیا گیا انجیل کے زمانہ میں مشکوک اور مشتبہ نہ رہے۔ خدا نے کسی نئی کونسل یا تازہ رحم سے انسان کی شفاعت کا بندوبست نہیں کیا ہے۔ بلکہ اُس نے ابتدا سے ہی تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک ہی نجات کا راستہ مقرر کر دیا تھا"۔ (یہہ حوالہ پروفیسر میکس مولر نے اپنی کتاب دی سائنس آف ریلیجن کے صفحہ ۲۰۸ پر درج کیا ہے)

یہہ اس کہنے کے برابر ہے کہ خداوند نے اپنے تازہ رحم سے اپنے بیٹے یسوع مسیح کو ہماری نجات کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے اُس کے آنیکی دیری کی بابت گلہ یا شکایت مت کرو۔ کیونکہ خدا نے ہم سے اگلوں کے لئے پہلے ہی انتظام کر رکھا ہے۔ اُس نے اُنکو اپنی نجات کا راستہ بخشا ہے۔ ایک نجات دہندہ بھیجکر جیسا کہ اُسنے ہمارے لئے بھیجا ہے۔

جسٹن مارٹر اپنے مکالمہ میں جو کہ ٹائی فو کے ساتھ ہوا۔ اسی قسم کا اقرار کرتا ہے جسمیں وہ صاف لکھتا ہے کہ دُنیا میں مہذب یا نیم مہذب ایسی کوئی قوم نہیں ہے جس نے کہ تمام چیزوں کے مالک و خالق سے کسی نہ کسی نجات دہندہ کے نام پر دعائیں نہ مانگی ہوں ✣

اس لٹر بڑ کے ساتھ یہ بات جوڑ دو کہ یسوع قریبًا پچاس برس کی عمر تک زندہ رہا۔ اس امر کی تصدیق سینٹ۔ آئی۔ ریناٹس ایک نہایت قدیم عیسائی فادر کے بیان سے ہوتی ہے۔ جو کہ دوسری صدی میں ایک نہایت معزز۔ مشہور اور مستند کرسچین فادر گزرا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ مجھے یہ بات اپنے ماسٹر پولی کارپ سے معلوم ہوئی۔ اور اُسکو خود یوحنا اور ایشیا کے تمام بزرگ لوگوں سے معلوم ہوا کہ مسیح اُسوقت مصلوب نہیں ہوا تھا۔ جو کہ انجیل میں درج ہے۔ بلکہ یہہ کہ وہ قریبًا پچاس برس کی عمر تک زندہ رہا۔* وہ فقرہ جو کہ نہایت خوش قسمتی سے تمام اس قسم کی شہادت

---

* ایک عیسائی فرقہ مارسیونی نامی کا اعتقاد ہے۔ کہ عیسےٰ مریم سے پیدا نہیں ہوا بلکہ پچاس برس کی عمر میں غیب سے اس جہان میں آگیا (ہدایت المسلمین مصنفہ پادری عمادالدین مطبوعہ لاہور ۱۸۶۸ء صفحہ ۵۰)

کو تلف کرنے والوں کے ہاتھ سے بچ رہا ہے۔ آئی۔ رینیس۔ کی دوسری کتاب بخلاف کافران کے باب ۲۲ میں ملتا ہے۔ مفصلہ ذیل بیان اُسکا ایک جزو ہے:-

"چونکہ تیس سال کا خاص حصہ جوانی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہرایک آدمی چالیس برس کی عمر تک کے آدمی کو جوان خیال کرے گا۔ لیکن چالیس اور پچاس کے اندر بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ جس عمر (۵۰) تک ہماری خداوند یسوع نے پہنچکر ہمین انجیل کی تعلیم دی جسکی تصدیق تمام بزرگ جو ایشیا میں خداوند کے شاگرد یوحنا کے پاس جمع ہوئے تھے کرتے ہین۔ اور جیسا کہ یوحنا نے خود اُن کو سکھلایا تھا۔ اور یوحنا۔ ترجن Trajan کے وقت تک اُن کے ہمراہ رہا۔ اور اُن میں سے بعضوں نے صرف یوحنا کو ہی نہیں دیکھا بلکہ دیگر رسولوں کو بھی دیکھا۔ اور اُن سے وہی بات سُنی اور اس الہام کی ویسی ہی شہادت دی۔"

یوحنا کی انجیل باب ۸ آئت ۵۶ میں یہہ الفاظ یسوع کے مُنہ میں ڈالے گئے ہیں۔ کہ "تمہارا باپ ابراہام بہت مشتاق تہا کہ میرے دن دیکھے۔ چنانچہ اُس نے دیکھا اور خوش ہوا" تب یہودیوں نے اُس سے کہا کہ "تیری عمر تو پچاس کی نہیں اور کیا تو نے ابراہام کو دیکھا ہے" اگر یسوع اُسوقت صرف تیس برس کا تہا تو یہودیوں نے صاف یہہ کہا ہوتا کہ "تیری عمر تو چالیس برس کی نہیں" اور غالبًا یہہ نہ کہا ہوتا کہ "تیری عمر تو پچاس برس کی نہیں" اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُسکی عمر چالیس اور پچاس کے درمیان تھی۔

قدیم عیسائیوں میں ایک روائت مشہور تھی کہ یسوع کے مصلوب ہونے کے وقت اناس سردار کاہن تھا۔ یہہ امر رسولوں کے اعمال باب ۴ آئت ۵ سے صاف ظاہر ہے۔ جوسیفس لکھتا ہے کہ اناس سنہ ۴۸ء تک سردار کاہن نہیں بنا تھا۔ (جوسیفس اینٹی کوٹی بک ۲۲ باب ۵/۲) اِس لئے اگر یسوع اُسوقت مصلوب ہوا تو اُسکی عمر ضرور قریبًا پچاس کی ہوگی* لیکن جیسا کہ ہم کہیں اوپر بیان کر آئے

* یہہ سچ ہے کہ یروشلم میں ایک اور بھی سردار کاہن تہا جس کا نام کہ اناس تہا۔ لیکن یہہ اُس وقت تہا جبکہ گریٹس (Gratus) یہودیہ کا نائب حاکم تہا۔ پانٹیس۔ پائی۔ لیٹ کے اُس عہدہ پر مقرر ہونے سے قریبًا بارہ یا پندرہ سال پیشتر (جوسیفس۔ اینٹی۔ کوٹی بک ۱۰ باب ۲/۱)

ہیں سنئے عہدنامہ سے باہر کسی کتاب۔ کتبے یا سکوں پر۔ اس امر کی کوئی بھی شہادت نہیں ملتی۔ کہ یسوع ناصری کو پونٹیس۔ پائیلٹ کے وقت میں کوڑے لگائے گئے اور صلیب پر کھینچا گیا۔ نہ ہی جوسیفس۔ ٹیکٹیس (Tacitus) پلینی اس (Plinius) فلو (Philo) یا اُن کے کسی ہمسر نے اِس تصلیب کے واقعہ کا کوئی حوالہ دیا ہے۔ نہ اسپر کوئی اعتقاد ظاہر کیا ہے[۴]۔ یہودیوں کی روائیتوں کی کتاب میں جس کا نام کہ تالمد ہے۔ یسوع کو "مصلوب شدہ" نہیں لکھا ہے۔ بلکہ "پھانسی یافتہ" لکھا ہے[۴]۔ اور ایک اور مقام پر لکھا ہے۔ کہ وہ پتھراؤ کر کے مارا گیا تھا۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کو اس بات کا علم حاصل نہیں تھا۔ کہ یسوع کی موت کس طرح پر ہوئی ✥

---

۴ بائبل متھس مصنفہ ٹی ڈبلیو ڈون صفحہ ۵۲۴) ✥ (دیکھو مارٹرڈم آف جیسس صفحہ ۱۰۰)

✥ ڈیو کاسی اس (Dion Cassius) پلوٹارچ (Plutarch) سٹریبو (Strabo) اور دیگر مورخین کی رائے کے مطابق ہیرودیس کے عہد میں رومن سپاہیوں بت پرستوں کے درمیان ایک "یہودیوں کے مصلوب شدہ بادشاہ" کے لئے بڑی ہمدردی ظاہر کی جاتی تھی۔ یہ ارسٹوبل (Aristobulus) کا سب سے چھوٹا بیٹا میکابی (Maccabee) تھا۔ ۴۳ سنہ قبل مسیح میں ہم اس نوجوان آدمی کو پیلسٹائین میں اپنے تئیں "تاج کا دعویدار ظاہر کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ جبکہ جولیس سیزر نے بھی برحق قرار دیا۔ پارتھینی کی مدد سے اُسنے چھ برس تک ہیروڈ اور مارک انیٹونی کے برخلاف اپنے تئیں شاہی رتبے پر قائم رکھا۔ آخر ایک بہادرانہ زندگی اور حکومت کے بعد وہ اِس رومن کے قابو میں آگیا۔ آینٹونی نے اب سلطنت ایک ہیروڈ کے حوالہ کی اور اینٹیگونس (میکابی) کو ایک صلیب پر لٹکا دیا۔ اور کوڑے لگوائے۔ اس قسم کی کارروائی پیشتر ازیں رومنوں کی طرف سے کسی دوسرے بادشاہ کے ساتھ عمل میں نہیں لائی گئی تھی (ڈیو کاسی اس بک ۴۹ اما صفحہ ۲۲) اُس زمانہ کے تمام مشہور مورخوں نے اِس عجیب واقعہ کو ایک ایسے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ کہ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انکے نزدیک مارک اینٹونی کا یہ گناہ اُس کے دیگر سب گناہوں سے جن کا کہ وہ مرتکب ہوا بھاری تھا۔ اور کہ لوگوں کے درمیان مصلوب شدہ بادشاہ کے ساتھ گہری ہمدردی پائی جاتی تھی"

(دیکھو مارٹرڈم جیسس آف ناصرتھ صفحہ ۱۰۶)

کیا قدیم آریہ ورت کے باشندے لکھنا جانتے تھے؟*

(از پنڈت شیام جی کرشن ورما - ایم - اے - بیرسٹرایٹ لا)

قبل اس کے کہ میں اپنا بیان شروع کروں۔ اس امر کا اظہار کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جو لوگ اس خیال کے مؤید ہیں کہ قدیم آریہ ورت میں لکھنے کا علم رائج نہیں تھا اُن کو اس بات کا کوئی تسلی بخش جواب دینا ہوگا۔ کہ سنسکرت جیسا نہائت قدیم علم ادب جو اسقدر وسیع ہے۔ کہ اگر قدیم **یونان** اور **روم** دونوں کے علوم ادب مجتمع کر دئے جاویں تو بھی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ علم تحریر کی غیر موجودگی میں کس طرح تصنیف ہوا۔ یہہ بھی خیال کیا گیا ہے۔ کہ اگرچہ قدیم اہل آریہ ورت اس ہُنر سے ناآشنا تھے۔ لیکن اُنکا حافظہ نہائت زبردست اور یادداشت بہت بڑہی ہوئی تھی۔ میری رائے میں اگر سچ پوچھو تو ہم لوگوں کی قوت حافظہ کے لئے حد سے زیادہ تعریف کی گئی ہے۔ کیونکہ یہہ امر مسلمہ ہے کہ ہمارا ایسا عجیب غریب حافظہ نہیں ہے۔ کہ ہر قسم کی علمی کتابوں کو بلا کسی مصنوعی طریقہ کی وساطت کے تحصیل یا تصنیف کرسکیں۔

اب میں اس مضمون پر اپنے خیالات ظاہر کرنے سے پیشتر یہ امر بھی قابلِ اظہار سمجھتا ہوں کہ میں اِس دقیق سوال پر بحث نہیں اُٹھاؤنگا۔ کہ آریہ ورت کی تحریر کی اصلیت کیا ہے۔ اگرچہ سرسری طور پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم آریہ ورت کے باشندے مغربی محققوں کی اس رائے سے بالکل متفق نہیں ہیں کہ آریوں نے لکھنے کا ہُنر سمیٹک قوموں سے سیکھا۔ بلکہ برعکس اس کے ہمارا یہہ دعویٰ ہے کہ اسکی ایجاد بذات خود آریہ ورت کی سرزمین میں ہوئی۔ اِس مختصر سے مضمون میں یہہ گنجائش نہیں ہے کہ میں مفصل طور پر اِسبارے میں بحث کرسکوں۔ کہ قدیم آریہ ورت میں لکھنے کے لئے کس قسم کے حروف مستعمل تھے۔ اسموقعہ پر میں صرف تین امور پر بحث

* یہ مضمون ایک انگریزی لکچر کا ترجمہ ہے۔ جو کہ پنڈت شیام جی کرشن ورما نے اورینٹل کانگریس کے اجلاس ششم میں پڑھا تھا۔

کرونگا - اول میں مغربی محققوں کے اُن بعض اعتراضوں کا جواب دونگا - جو اِس خیال کے برخلاف اُٹھائے گئے ہیں کہ سنہ عیسوی سے پہلے لکھنے کا ہُنر بخوبی ظاہر تھا اور عام طور پر مروج تھا - دوم یہہ ثابت کرونگا - کہ آریہ ورت کے قدیم علم ادب میں اِس قسم کے الفاظ اور فقرے پائے جاتے ہیں - جو بذاتِ خود اِس امر کا کافی ثبوت ہے - کہ زمانہ سلف میں لکھنا یا حروف مروج تھے - سوم میں یہ دکھلاؤنگا کہ اشٹادھیائی مُصنفہ پانِنی جیسی کتابوں کا تحریر کے ہُنر بغیر تصنیف ہونا ناممکن ہے -

قدیم آریہ ورت میں لکھنے کا علم موجود ہونے کے برخلاف جو سب سے بڑا اعتراض پیش کیا جاتا ہے - وہ یہہ ہے - کہ لفظ " شُرتی "، کے لفظی معنے جس سے وید اور براہمن مراد ہے - اور یہہ امر کہ ویدوں کی بہت سی شاکھائیں بالکل معدوم ہوگئی ہیں اور بہت سی جگہوں پر پاٹھ بھید جوکہ اب تک پایا جاتا ہے - اِس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں لکھنا نامعلوم تھا - اِس دلیل کو یوں بھی اوٹھایا گیا ہے - کہ نہائت قدیم زمانہ سے یہہ رواج چلا آیا ہے کہ وید اور ویدانگ اُستاد اپنے شاگرد کو زبانی سکھلاتا چلا آیا ہے - اور شاگرد یہہ اپنا متبرک فرض خیال کرتا رہا ہے - کہ وید اور ویدانگوں کو سوائے اِس طریقہ کے اور طرح سیکھنا روا نہیں ہے - یہی باعث ہے کہ ویدوں کے کئی انتخاب (recensions) ملتے ہیں -

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب براہمن لوگ تحریر کو ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھتے رہے ہیں - تو یہہ بات بالکل غیرممکن معلوم ہوتی ہے - کہ اِس ہُنر کو رواج دینے میں اُنکا کوئی بھی تعلق ہو - اور معلوم ہوتا ہے - کہ وہ آریہ ورت کی تعلیم یافتہ جماعت کو حکایات لقمان کی لومڑی (جسنے مزے دار پکے ہوئے انگوروں کو توڑنے کے ناقابل ہوکر یہہ کہہ کر چھوڑ دیا - کہ یہہ کچے ہیں کون دانت کھٹے کرے) سے تشبیہ دے کر اپنے دلکو سمجھا لیتے ہیں -

بعضوں کا یہہ اعتراض ہے - کہ لکھنے کے ہُنر کا قدیم آریہ ورت میں رواج ہونا اِس لئے نہیں مانا جاسکتا - کہ قدیم زمانہ کی سنسکرت تصانیف میں کہیں بھی - کتاب قلم - سیاہی - لکھائی وغیرہ کا ذکر نہیں ملتا - اور چند سنسکرت تصانیف خاصکر سوتر گرنتھوں کی طرز سے جوکہ نہائت ہی مصنوعی شکل میں تصنیف ہوئے ہیں - اور جنمیں بڑا مدعا جسکو کہ مُصنف مدنظر رکھتا ہے اختصار ہے* - اِس خیال کے حق میں نہیں

* دیکھو اینشنٹ سنسکرت لٹریچر مُصنفہ میکس مولر صفحہ ۵۱۲ -

کہ قدیم آریہ ورت میں لکھنے کے حروف مروج تھے۔ اور اس بیان کی تائید میں کہ سوتر گرنتھوں میں جو ظاہری اختصار ہے وے ایک پری بھاشا کا حوالہ دیتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ "ویاکرنی (صرف و نحو جاننے والے) لگ ماتر کو اختصار کرکے ایسے خوش ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ایک لڑکے کی پیدائش پر" :. اب اس قسم کے اعتراضات کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ جن کا یہ خیال ہے۔ کہ لفظ شرتی جو کہ وید کا مترادف ہے ہمیشہ یہ خیال پیدا کرتا تھا۔ کہ صرف سننے سے ہی سیکھا سکھایا گیا ہے۔ اور اسطرح سے وہ تحریری کتابوں کی عدم موجودگی کو ثابت کرتے ہیں۔ میری رائے ناقص میں وہ اس لفظ کے اصلی معنے سمجھنے میں بھاری غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہہ بات بھولے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ لفظی معنوں کے متعلق دلیل لفظ سمرتی (جس کا ترجمہ عموماً روایت کیا جاتا ہے) کے بارہ میں بھی ویسی ہی عائد ہوسکتی ہے۔ جیسی کہ لفظ شرتی کے بارہ میں۔ لیکن جیسا کہ ہم تمام جانتے ہیں لفظ سمرتی۔ سمری۔ بمعنے یاد رکھنا سے نکلا ہے۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے کہ لفظ شرتی۔ سرو بمعنے سننا سے نکلا ہے۔ اب یہہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ سمرتیوں کے مصنف لکھنے کے ہنر سے محروم تھے۔ کیونکہ منو[1] یاگولک۔ وشنو نارد۔ اور دیگر سمرتیوں میں تحریری شہادت کی بابت جابجا حوالے پائے جاتے ہیں۔ لیکن میں یقین کرتا ہوں۔ کہ الفاظ شرتی اور سمرتی کا لکھنے کے سوال سے کچھہ بھی تعلق کسی طرح سے نہیں ہے۔

ویدوں کی بہت سی شاکھاؤں کے گم ہوجانے اور مختلف ریویوں کی موجودگی کے متعلق جو دلیل پیش کیجاتی ہے۔ اس کے جواب میں ہرایک شخص بآسانی کہہ سکتا ہے۔ کہ یہہ دلیل کمزور ہے۔ اِس شک نہیں کیا جاسکتا۔ کہ زمانہ سمرتی کے آغاز سے زمانہ حال تک لکھنا عام مستعمل رہا ہے۔ مگر تو بھی بڑے افسوس کا مقام ہے۔ کہ کئی سمرتیاں۔ پوران۔ کاویہ اور دیگر عنقریب ہرایک علمی شاخ کی کتابیں اسوقت نہیں ملتی ہیں۔ یہ ثابت کرنا مشکل نہیں ہے۔ کہ وہ کسی وقت موجود تھیں۔ کیونکہ ان سے بعد کے زمانہ کی مصنفوں نے جوکہ ان کے کچھہ نہ کچھہ حصے سے واقف تھے۔ ان کا حوالہ دیا ہے۔ مثلاً مہرشی پاتنجلی

---

[1] انشنٹ سنسکرت لٹریچر صفحہ ۱۷ (۲) پری بھاش انڈو شیکھر پری بھاش ۱۲۲۔ (۳) منوسمرتی ادھیاء ۸ شلوک ۱۶۸۔ نیز یاگولک سمرتی ادھیاء ۲ شلوک ۲۴۰۔ وشنوسمرتی ادھیاء ۳ شلوک ۸۱۔

نے مہابھاش میں سنسکرت کتابوں کی ایک فہرست لکھی ہے۔ جن کے کہ وہ خود بڑے ماہر
تھے۔ علاوہ اور بہت سی کتابوں کے وہ ویدوں انکے انگوں۔ رہسوں اور مختلف
شاکھاؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی ایک سو شاکھا یجر وید کی جس کا نام انہوں نے ادھوریو
لکھا ہے۔ ایک ہزار شاکھا سام وید کی ۲۱ شاکھا رگ وید کی جسکو انہوں نے باھورکہ کے
نام سے موسوم کیا ہے۔ و شاکھا اتھروید کی۔ اور ایک کتاب واکو واکیہ جسکی بابت کیٹ
لکھتا ہے۔ کہ وہ ایک مکالمہ کی شکل میں لکھی گئی تھی۔ نیز وہ اتہاس۔ پورن اور ویدک
(علم طبابت) کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اگرچہ اِن مضامین کی کسی خاص کتابوں کے نام
نہیں دیئے ہیں۔ علاوہ اِن کے وہ سنگرہ (شاید مجموعہ لغت) کا حوالہ دیتے ہیں۔ جسکی
بابت ناگیس کہتا ہے۔ کہ اسکا مصنف ویادی تھا۔ اور اسمیں ایک لاکھ شلوک تھا۔
اگرچہ اِس بارہ میں تمام متفق الرائے ہیں کہ زمانہ پاتنجلی سے پہلے کا سنسکرت آریہ ورت کے تمام
حصوں میں مروج اور مستعمل رہا ہے۔ تاہم سوائے چار ویدوں۔ انکی چند شاکھاؤں
اور چھ وید انگوں کے بہت سی کتابیں جن کا کہ مہابھاش کے مصنف نے ذکر کیا ہے ہمارے
لئے ناپید ہیں۔

مختلف شاکھاؤں اور اُن میں کئی منتروں کے مختلف انتخابات کے لحاظ سے ایک
شاکھا کو دوسری پر ترجیح دینا ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اِن میں سے ہر ایک اصلی ہونے
کا دعویٰ رکھتی ہے۔ اس لئے ویدوں کی مختلف شاکھاؤں کے متعلق جو دلیل پیش
کیجاتی ہے۔ وہ وزندار نہیں ہے۔ کیونکہ اِس قسم کی بہت سی شہادتیں ملتی ہیں کہ چند
حال کی تصانیف میں بھی کئی جگہوں پر مختلف پاٹھ ایسے پائے جاتے ہیں کہ جنکا
ایک دوسرے کے مطابق کرنا اکثر از حد مشکل ہوتا ہے۔

اب ہم کو اُن بیہودہ مغالطوں کی بابت سوچنا چاہئے۔ جو کہ بعض سنسکرت پُستکوں
میں ملتے ہیں۔ اور یہاں پر میں نہائیت ہی خوشی سے اِس بات کو منظور کرنے کو
تیار ہوں کہ ہمارے آباؤ اجداد منہ زبانی سکھانے میں زیادہ توجہ رکھتے تھے۔ اور
اسکی انہوں نے ہر ایک طرح سے حوصلہ افزائی کی۔ لیکن اُن کے اِس طریق عمل کی
نسبت ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ خواہ یورپ والے اِس کے
مفید ہونے کی بابت کیسا ہی اختلاف رائے رکھتے ہوں۔ تاہم ہم لوگ آنڈیا میں آجتک
اعتقاد واثق رکھتے ہیں کہ زبانی تعلیم بمقابلہ کتابی کے لحاظ دماغی طاقتوں کو مکمل

بنانے اور طاقتوں کو بڑھانے کے زیادہ عمدہ ہے۔ اور یہہ بات ہمکو تسلیم کرلینی چاہیے کہ
زبانی تعلیم کے بارہ میں یہہ ایک طرفہ رائے ہمارے دلوں پر ایک بڑا قابو رکھتی ہے۔ اگرچہ لکھنے
کا ہنر مدتوں سے عام طور پر مروج ہوگیا ہے۔ تو بھی میں تعجب کرونگا۔ کہ اگر کوئی یورپین
طالب علم کتابی کیڑا کہلانے کو اپنا فخر خیال کرے۔ اور اگر آپ مجھہ سے دریافت کرتے
ہیں تو میں کم ازکم اِسکو کسی طرح احسن طریق خیال نہیں کرتا ہوں۔ اس کے ثبوت کی کوئی
ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ زندہ کتب خانہ بہرحال نسبت مردہ کتب خانہ کے بہتر ہے۔ خاصکر
مذہبی کتب کے مطالعہ میں جبکو کہ ہمارے بزرگ اس قدر اہم سمجھتے تھے اور جکی بابت اُن کا خیال
تھا کہ اعلیٰ درجہ کے وِدوان گرو سے بطریق برجہہ چرچہ حاصل کرنی چاہیے۔ انڈیا میں یہ بات
عموماً خیال کیگئی ہے۔ کہ کتاب پڑھنا انسان کو بیوقوف بنا دیتا ہے۔ اور ذرا ذراسی دُنیاوی
باتوں میں تمیز کرنے کی طاقت جاتی رہتی ہے۔ میں جرأت سے آپکے روبرو ایک طالب علم
کا قصہ بیان کرتا ہوں۔ کہ جبکو اُس کے اُستاد نے ایک قلمی نسخہ نقل کرنے کے لیئے دیا
اس نے تمام پرچہ کی نقل کی۔ کہیں اتفاقیہ اصلی ورق پر مکھی مرگئی تھی۔ جسکا نشان
دینے سے چپٹا ہوگیا تھا۔ چنانچہ وہ طالب علم ایک مکھی پکڑ لایا اور اُسی ڈھنگ سے اسکو
نقل کیئے ہوئے کاغذ پر مارکر چپکا دیا۔ تب یہہ خیال کرکے کہ میں نے اپنا کام نہایت
عمدگی اور ہوشیاری سے کیا ہے۔ وہ بشاش چہرہ سے اپنے اُستاد کے پاس گیا اور نقل
کیا ہوا کاغذ معہ اُس بدبخت مری ہوئی مکھی کے معلم کے روبرو پیش کیا۔ اُستاد نے
جب یہہ بیدست و پا مکھی دیکھی تو پوچھا کہ یہہ کہاں سے آئی۔ اسپر اُس سادہ لوح لڑکے
نے جواب دیا۔ کہ جناب یہہ صرف مکھی کے عوض مکھی ہے (मक्षिका स्थाने मक्षिका)
ہم جانتے ہیں کہ اکثر اشخاص تحریر میں بالخصوص نسخوں کی نقل میں بڑی بڑی
غلطیاں کردیتے ہیں۔ بہت زمانہ نہیں گزرا کہ ایک ماہر علوم مشرقی نے مجھے
ایک سنسکرت دان کا قصہ سنایا جوکہ ایک قلمی نسخہ سے سنسکرت پڑھ رہا تھا۔ گوکہ یہہ
مجھے ناقابل اعتبار معلوم دے۔ مگر وہ واقعی (آچاریہ پیتا ہے) सूत्रस्याचार्यः کے بجائے
मूत्र (آچاریہ موتتا ہے) यतिस्याचार्यः پڑھ رہا تھا۔ ایسی فاش غلطیاں زبانی تعلیم میں کبھی نہیں ہوسکتیں ٭
باقی آیندہ

ضیاء القرآن

نمبر ۲

(از حکیم سنت رام صاحب ویدک پرچارک)

دربارہ ہستی الٰہی جو ثبوت نمبر دو پر قرآن سے پیش کیا گیا تھا۔ وہ سورہ اخلاص ہے۔ جبکہ سورہ آیات اربعہ سے مولف ہے۔ جو مختلف وید منتروں اور اپنشد واکیوں کے فقرات سے منقول ہے۔ چنانچہ اولاً آیہ (قل ھو اللّٰہ احدٌ) جس کے اصل معنی تو یہہ ہیں کہ (کہہ وہ اللہ کوئی ہے) گویا مولف قرآن اُس سے محض ناواقف اور بے علم ہے۔ کہ فرضاً تسلیم کرکے بطریقہ مبہمانہ کہتا ہے۔ کہ اللہ کوئی ہے۔ الا عبد المحمدیاں اِس کے معانی یہہ ہیں کہ (کہہ وہ اللہ اکیلا ہے) اگر ہم اُن کے اُنہیں معانی کو تسلیم کرلیں تو بھی یہہ آیۃ (एकः "وہ پرماتما ایک ہے") کے فقرہ وید منتر کا ترجمہ ہے۔ اور ثانیاً آیہ اللّٰہ الصمد جس کے اصل معنی ہیں (اللہ بے پرواہ ہے) یعنی اللہ کو نیکی بدی اور ظلم و انصاف اور حق اور ناحق اور کثرت و قلت کی کچھہ پرواہ یعنی تمیز نہیں ہے۔ مگر محمدیان اِسکی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اللہ الصمد کے معنے ہیں اللہ بے احتیاج ہے۔ یعنی اُسکو کچھہ ضرورت نہیں نہ ہی وہ محتاج بالغیر ہے۔ اگر ہم اُنہیں کے قول پر اعتماد کریں تو بھی آیہ (اللہ الصمد) (स्वयम्भूः) یعنی "پرماتما کسی شے کا محتاج نہیں بلکہ جملہ اشیاء اُسکی محتاج ہیں۔ اور نہ ہی وہ کسی کی پناہ کا طالب ہے۔ بلکہ وہ سبکی پناہ اور خود بخود ہے۔ اُس کے وجود کے ثبوت میں عقل کو چارہ نہیں" + کے فقرہ وید منتر سے ماخوذ کی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور ثالثاً آیہ (لم یلد ولم یولد) ہے جسکے لفظی معنے "نہیں وہ پیدا ہوا اور نہ ہی اُس نے کسی کو پیدا کیا ہے"۔ مگر محمدیان فرماتے ہیں۔ کہ اِس آیہ سے مولف قرآن کی مراد یہہ نہیں بلکہ یہہ ہے۔ کہ "وہ جنا نہیں گیا اور نہ ہی اُس نے کسی کو جنا ہے"۔ یعنی مابین اُس کے اور ہمارے تعلق ابوبیت اور ابنیت حقیقتاً نہیں ہے۔ کیا معنی نہ ہی وہ کسی کی پشت یا بطن سے

پیدا ہوا ہے۔ اور نہ ہی اُس نے کسی کو اپنی پشت یا بطن سے نکالا ہے۔ اب اگر بفرض محال ایسا ہی مان لیں تو بھی آیہ ہذا فقرہ وید منتر کا ترجمہ ہے۔ یعنی آیہ (لم یلد و لم یولد) فقرہ وید منتر (न जातो न जनिष्यते) یعنے نہ وہ جنا گیا ہے اور نہ ہی جنا جائیگا۔ گیا معنی نہ وہ آپ ہی کسی کے بطن یا پشت سے نکلا ہے۔ اور نہ ہی اُسکی پشت یا شکم سے کوئی پیدا ہوا ہے یا ہوگا۔ رابعاً۔ آیہ (ولم یکن لہ کفواً احد) جس کے ٹھیک معنے اور نہیں کوئی ساتھ اُس کے کفر کرنے والا ہیں۔ الا محمدیوں کے نزدیک اُس کے معنے ہیں (اور نہیں واسطے اُس کے کوئی برابری کرنیوالا) اب اگر ایسا ہی تسلیم کرلیا جاوے تو بھی یہہ آیہ न तत्समश्चाभ्यधिकश्च दृश्यते یعنے اُس پرماتما کی نہ ہی کوئی برابر اور نہ ہی اور اُس سے کوئی زیادہ یا بزرگ ہے۔ بنابرآن سورہ ہذا بھی ایجاد مولف قرآن نہیں ہے۔ بلکہ ہستی قرآن سے لکھوکہا سال پیشتر بفیض وید مقدس شہرہ عالم تھی۔ جو مولف قرآن نے بامداد غیرے داخل قرآن کرکے اپنی توحید پرستی کی گپ ہانک دی۔ ورنہ آنجناب کا اپنا عقیدہ من کل الوجوہ سورہ ہذا کے برخلاف ہے۔ چنانچہ قرآن سے مثبت و مبرہن ہے۔ فی مثار طالع۔

دیکھئے اول سورہ بقر میں مذکور ہے۔ واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ) اور جسوقت کہا رب تیرے نے فرشتوں کو تحقیق میں پیدا کرنیوالا ہوں بیچ زمین کے نائب' سورہ بقر رکوع ۴ آیہ ہذا میں مولف قرآن آیہ (قل ہو اللہ احد) کے برخلاف مجازاً رجوع ہوا ہے۔ اسمیں اگرچہ بکلیتہ احدیت کی مخالفت نہیں کی گئی۔ الا ثانیت کا اقرار کرکے نفی مطلق سے مثبت کیا گیا ہے۔ اور بتلا دیا ہے کہ اللہ صرف آپ ہی نہیں ہے بلکہ اُس نے ایک اسسٹنٹ اللہ بھی دُنیا میں ارسال کیا ہے۔ نہ صرف اسسٹنٹ اللہ ہی بلکہ اُس کے صلاح کار ملائک بھی اُس کے ساتھ ہیں۔ خیر کچھ ہی ہو الا بقول مولف قرآن اللہ بقید احدیت قابل انتظام عالم نہیں۔ کما ہو الظاہر۔

دوئم سورہ بقر کی آیہ مذکورہ بالا سے مثبت ہے۔ کہ مولف قرآن مجازاً ثانیت کا معتقد ہے۔ مگر ذرا آگے چلکر تو اور بھی غضب ڈھا دیا ہے۔ کہ آیہ (قل ہو اللہ احد) کو رد کرکے ختم نسخ سے اُس کے رو ئے ترویج کو مسدود کر دیا ہے۔ چنانچہ (ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم) تحقیق

جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے (اے محمد) سوائے اس کے نہیں کہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ہاتھ اُنکے کے۔ سورہ فتح رکوع ۲۔ یہاں سے پیدا ہے کہ بیعت محمد بیعت اللہ ہے۔ محمد کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ گویا محمد ارضی اللہ ہے۔ فافہم ٭

آیہ ہذا سے مولف قرآن نے احدیت کا نفی بتلاکر ثانیت کی کہ حقہ داد دی۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ حقیقتاً احدیت کچھ نہیں۔ یعنی بعقیدہ مولف قرآن احدیت ایک فرضی اور وہمی بات تھی۔ چنانچہ تفصیل اسکی آئندہ مذکورات میں مذکور ہوگی۔ فانتظرہٗ

اب اگر قصہ احدیت و ثانیت کو علیحدہ رکھ کر مضامین ہیئتین اور سیین کا مقابلہ کیا جاوے تو آپ پر واضح ہوگا۔ کہ مولف قرآن بطرز صادقانہ ہستی الٰہی کے نابود کرنے کی کوشش کرتا ہوا بخود الوہیت کا مدعی بن رہا ہے۔ (اعوذ باللّٰہ من الاعرابی)

بقول شخصے (ہے جہاں میں حرص ظالم بیحیاء)۔ سچ ہے طالب دنیا دس کے حصول پر سو کی تمنا کرتا ہے۔ اور سو کی حصول پہ ہزار کی۔ ہزار حاصل ہونے پر لاکھ چاہتا ہے لاکھ پر کروڑ کی۔ اگر کروڑوں بھی حاصل ہوں تو بھی بوالہوس سیر نہیں ہوتا۔ بلکہ بادشاہت عالم کی خواہش کرتا ہے۔ اسپر آتش حرص سرد نہیں ہوتی۔ بلکہ دم بدم تیز ہوتی جاتی ہے حتٰے کہ خود خدائی کا بھی خیال آتا ہے۔ علے ہذا یہی روش آنجناب کا ہے۔ کہ کوئی دن تھا آپکو پاؤں رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ اب طرح طرح کے ہیر پھیر سے کچھ جمعیت حاصل کرکے پیغمبر بن بیٹھے۔ حتیٰ کہ اسپر بھی صبر نہ کرکے دعوئے الوہیت میں بھی ہاتھ پاؤں مارنے شروع کروئے۔ اور اپنے ہاتھوں کو ید اللہ فرمانے لگے۔ اور آیہ قل ھو اللہ احد کو منسوخ قرار دے دیا۔ حاشا ثم حاشا۔

سوم۔ مولف قرآن آیہ (اللّٰہ الصمد) کی مخالفت کرتا ہوا اپنا اصلی عقیدہ ظاہر فرماتا ہے۔ کہ (الرحمٰن علی العرش استوٰی) وہ رحمٰن ہے کہ قرار پکڑا اُس نے اوپر عرش کے۔ سورہ رحمٰن رکوع۔ اسمیں مولف قرآن خداوند کو محتاج بالغیر ثابت کرتا ہوا اوتعالےٰ کے قرار کا دارومدار عرش کو بتلاتا ہے۔ گویا آپکے نزدیک بہائے قرار الٰہی احتیاج عرش لازم ہے۔ لیکن یہ تو ایک نقطہ ہے ذرا اور آگے بڑھکر دیکھو تو ایک عجیب مضمون مسطور ہے۔ چنانچہ (وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً) اور کیا ہمنے آسمان کو چھت بچاؤ کی۔ یہاں پر مولف قرآن مخاطب اللہ مروی ہے۔ کہ اوتعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ

آسمان کو اپنے بچاؤ کی چھت کیا ہے۔کیوں صاحب اب بھی آپ کا یہی خیال ہے کہ مولف قرآن الله کو صمد یعنے بے احتیاج مانتا ہے۔غور کرو۔اگر آنجناب کا یہہ عقیدہ ہوتا تو پھر آپ یہ کیونکر تحریر فرماتے تھے۔کہ او تعالے بہ پناہ عرش محفوظ ہے۔یا عرش اُس کے بچاؤ کی چھت ہے۔ مگر نہ معلوم کہ الله صاحب کو کس کا خوف دامنگیر تہا۔کہ سقف السماء کی پناہ میں مسکن گزین ہوا۔شاید خوف عزازیل بسبیل عاقبت اندیشی سوجا ہوگا۔کہ آنحضرت باغی تو ہوچکے ہیں مبادا کہیں عالمِ تنہائی میں حملہ آور ہوکر کام ہی تمام نہ کر جائیں۔اگر خداوند جلشانہ کا یہی حوصلہ ہے تو مومنین کی بنا حافظ۔بیت گرہمیں کمتب ست ایں ملاں ؀ کار طفلاں تمام خواہد شد۔

آپ حیران ہونگے۔کہ مولف قرآن نے یہ آیہ کیوں تالیف کی۔مگر یہ بیوجہ نہیں ہے۔اگر آپ ذرا بھی فکر کریں گے تو آپ پر روشن ہو جائے گا۔کہ مولف قرآن نے آیہ ہذا اپنے عقیدہ کے مطابق تحریر فرمائی ہے۔کیونکہ آنجناب کے نزدیک ابلیس باغی الله ہے۔پس باغی سے محفوظ رہنے کے واسطے کسی ایسی شے کی ضرورت ہے جو اُس سے محفوظ رکھ سکے۔بنابراں اِس سوال کے جواب میں کہ خداوند اُس باغی سے کیونکر محفوظ ہے۔آیہ (وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً) ایجاد کرکے اپنے خیال کے نقصان کو پورا کیا گیا ہے۔ فافہم۔

چہارم۔آنجناب آیہ (الله الصمد) کی اِسقدر تردید پر بھی خوش نہ رہکر او تعالے کو محتاج المومنین بھی بتلاتا ہے۔چنانچہ (یاایھا الذین آمنو ان تنصروالله ینصرکم و یثبت اقدامکم۔) یعنے اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر مدد کرو الله کی الله مدد کریگا تمہاری اور ثابت کریگا قدموں تمہارے کو۔یہانپر بقول مولف قرآن خدائے محمدی بالہام قرآن محمدیوں سے جہاد میں مدد مانگتا ہے۔تاکہ تمام مُلک میں بمددِ محمدیاں اُسکی بادشاہت ہوجائے۔

اب غور کرو اگر خدائے محمدی صمد یعنے بے احتیاج ہوتا تو محمدیوں کے دروازہ کی گدائی کیوں کرتا۔اور اُنکی خوشامدیں کرکے اپنا رُعب کیوں کہوتا۔کیا وہ قادرِ مطلق یہی قوت رکھتا ہے۔کہ محمدیوں کی منت داری میں بیقراری سے اپنا خون خشک کرے۔الاپھر بھی گوہرِ مراد سے نامراد ہے۔لہذا واضح ولائح ہے کہ مولف قرآن بصدقِ دل او تعالی کو صمد نہیں مانتا۔بلکہ محتاج محمد و ہدوان رہزنان عرب جانتا ہے۔کما ہوالظاہر۔

پنجم۔سورہ اخلاص میں نمبر تین پر آیہ (لم یلد و لم یولد) ہے۔جو عرض کرچکا ہوں کہ ایک فقرہ وید منتر کا ترجمہ ہے۔الا مولف قرآن کا اپنا عقیدہ اور ایمان سراسر اس کے خلاف ہے۔چنانچہ دیکھو سورہ نور رکوع ۵ (الله نور السموات والارض)

یعنے اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ یہہ تو آپکو یاد ہی ہوگا۔ کہ نور عرض ہے اور عرض ماتحت ذات کے ہوتا۔ اگر ذات حادث ہو تو عرض غیر حادث کیونکر ہو سکتے مگر زمین و آسمان حادث ہیں۔ بنابران بقول مولف قرآن زمین آسمان کا نور (جو عرض زمین آسمان کا ہے) بھی حادث ہے۔ اور ماتحت زمین آسمان کے ہے۔ پھر اب اللہ جو زمین آسمان کا نور ہے۔ غیر حادث کیونکر رہا۔ لہذا مطلع صاف ہوگیا کہ بقول مولف قرآن او تعالے نہ ہی صمد ہے۔ اور نہ ہی لم یلد ہے۔ بلکہ حادث اور ماتحت الارض والسماء ہے۔ کمالایخفی۔

اور اگر اسکو یہاں ہی چھوڑ کر صرف لفظ نور پر ہی غور کیا جاوے تو بھی بقول مولف قرآن نور حادث ہے۔ چنانچہ (جعل الظلمت والنور) اور کیا ظلمت اور نور کو۔ اگر کوئی مخبوط الحواس اصل بات کو نہ سمجھ کر کہہ اُٹھے کہ ہم نور کو ذات اللہ نہیں مانتے۔ بلکہ صفات اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ تو اولاً اُسکا یہہ مقولہ آیہ مسطورہ سورۂ نور کے برخلاف ہے کیونکہ اسمیں نور کو ذات اللہ بتلایا گیا ہے۔ اور ثانیاً اُسپر سوال ہو سکتے ہیں۔ کہ اگر نور منجملہ صفات اللہ کے ہے تو بتلاؤ۔ صفات الہی حادث یا عارضی ہیں۔ یا کہ غیر حادث یا قدرتی۔ یا کچھ حادث اور کچھ غیر حادث۔ اگر شق اول ہے تو پہلے خدا کو بے صفات تسلیم کرنا ہوگا۔ جس سے خدا ہی ناقص ثابت ہوگا۔ اگر شق ثانی ہے۔ تو اُس کے تمام صفات غیر حادث ثابت ہوکر۔ آیہ جعل الظلمت والنور کو کاذب متصور کرنا پڑیگا۔ اور اگر شق ثالث ہو تو خدا ہی متغیر ثابت ہوگا۔ اور کچھ حادث اور کچھ غیر حادث ماننے سے نصف مرغی مُردہ اور نصف انڈا کی مثال کا مصداق ہوکر۔ خدا کو ہی معدوم ماننا پڑیگا۔ اور اگر اِن سب سے کنارہ کشی اختیار کرکے کوئی کہدے کہ ہم نور کو صفات الہی سے بھی نہیں مانتے تو خدا بے نور مانکر تمام آیات قرآنی کو جو خدا نور بتلاتی ہیں کاذب تسلیم کرنا پڑیگا۔ خیر کچھ ہی ہو اِس گرداب سے قایلان قرآن کا نکلنا محال المحال ہے۔ یہہ تو تھا جملہ معترضہ۔ اصل بات تو یہ بات تھی کہ سورہ نور کی آیہ مذکورہ بالا سے روشن ہے کہ مولف قرآن او تعالے کو حادث مانتا ہے۔ اور آیہ (لم یلد ولم یولد) بالکل غلط جانتا ہے۔ کما ہو الظاہر۔

ششم۔ یہہ تو ہوا۔ ذرا اور بڑہو آنحضرت اظہر من الشمس آیہ (لم یلد ولم یولد) کی تردید کرتے ہوئے مردی ہیں۔ کہ خدا کا دادا بڑا آدمی ہے۔ یعنے ہمارا خدا بزرگ نسل سے ہے۔ چنانچہ دیکھو سورہ جن رکوع ا (وانہ تعالے جدّ ربنا ما اتخذ

صاحبۃ ولا ولدًا - یعنے اور تحقیق ہمارے رب کی جد اونچی ہے - نہیں پکڑے اُسنے بی بی اور نہ اولاد - اسجگہ مولف قرآن نے آیہ (لم یلد) کا قصہ بکلیت پاک کرکے روشن کردیا ہے - کہ ہمارے پروردگار کی جد (دادا) بڑا آدمی ہے - مگر او تعالےٰ بجود رہبانیت بیں رہا ہے - اُسکی اولاد اور عورت کوئی نہیں ہے - اسپر بھی بعض متعصب ملّاں مُرغی کی ایک ٹانگ بتلانے والے صبر نہ کرکے شاید تاویل کرینگے تو دوڑینگے مگر یاد رہے کہ آیہ مسطورہ میں لفظ (جد) بمعنی دادا ایسے قرینہ سے مسطور ہے کہ اُسکی تاویل ہونا غیر ممکن ہے - کیونکہ اُس کے ساتھ آیہ ہذا میں الفاظ (صاحبۃً) بمعنی عورت اور ولدًا بمعنی اولاد کے ایسے قرینہ سے موجود ہیں - جوکہ اپنی رشتہ داری کے تعلقات کا اپنی مرجع (ربنا) سے نفی بتلاکر (جدًا) کی رشتہ داری کے تعلق کا اثبات کرتے ہیں -

فی منشار طالع "

تاریخی اور علمی نوٹ

مہابھارت میں گڑبڑ اورینٹیل کانگریس کے گزشتہ اجلاس منعقدہ پیرس میں ہنے ایک تحریری مضمون دربارہ قلمی نسخہ جات موجودہ رائیل ایشیاٹک سوسائیٹی پڑھا تھا - مشہور ہندو رزمیہ نظم کے یہہ قلمی نسخے جنوبی ہندوستان کے انتخابات کے مظہر ہیں - چونکہ اس مضمون کے معہ اِن نسخوں میں کے اقتباسوں کے طبع ہونے میں کچھ عرصہ لگیگا - لہذا یہاں پر اُن نتایج کا مجمل خلاصہ درج کرنا مفید ہوگا - جوکہ اِن نسخوں میں سے کم از دو کے نہائیت باریک بینی کے ساتھ جانچ پڑتال کرنے سے حاصل ہوئے ہیں - اِن دو قلمی نسخوں میں سے ایک تو نسخہ گرنتھ - وِش نمبر ۶۰ ہے - اور دوسرا نسخہ میلیلم - وِش نمبر ۱۵۰ ہے - جوکہ غیر مکمل ہے پہلے میں پولم اور استیک دو پرب ہیں - اور دوسرا اسمبھو پرب کا ایک حصہ ہے جب اِن دو قلمی نسخوں کی پڑتال سے ہی بخوبی ثابت ہوتا ہے - کہ جنوبی ہندوستان کے نسخہ جات مہابھارت کا صحیح انتخاب ظاہر کرتے ہیں - علاوہ بیشمار مختلف پاٹھوں کے جنوبی نسخوں میں ایزادیاں - اور کمیاں بھی ہیں - اور ان نسخوں میں شلوکوں کی ترتیب کا ناگری ایڈیشنوں سے اکثر جگہوں پر

اختلاف ہے۔ ان میں گنیش پنڈت (جنہوں کہ تمام مہابھارت کو ویاس جی کی درخواست پر قلمبند کیا) کی کتھا ندارد ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جس فقرہ میں یہ داستان درج ہے۔ اُسکی تمام ترتیب بھی بالکل مختلف ہے۔ یہہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ یہی گنیش کی کہانی بھارت منجری مولفہ کسیمندر میں بھی نہیں ملتی۔ پرب سنگرہ اور خاص کر اُلو کرمنکا بھی مختلف ہیں۔ اور یہہ ہر دو نسخہ گرنتھہ میں نہایت مختصر ہیں + کدرو اور ونتا۔ اور اُنکے اوچیروا نامی گھوڑے کی بابت شرط لگانے کی کہانی (مہابھارت ا د ۲۰ - ۲۲) کا پاٹھ ناگری ایڈیشنوں کی نسبت بہت بہتر ملتا ہے۔ کیونکہ شلوک ا د ۲۰ و ۱۲ - ۱۶ درج نہیں ہیں۔ اور اُن کے بجائے یہہ لکھا ہے کہ برھمانے کاشیپ (نہ کیئپ۔ جیساکہ ناگری ایڈیشنوں میں ہے) کو سانپوں کا زہر دور کرنیکی طاقت دی۔ اور کہ کرکوٹک کدرو کی بددعا کی بابت دُکھی ہوکر اور اپنی ماں کا حکم پاکر کالے بالوں کی شکل اختیار کرنیکا وعدہ کرتا ہے۔ تاکہ گھوڑے کی دُم سیاہ نظر آوے۔ یہہ اُس کمزور جہد سے بہت بہتر ہے۔ جوکہ ہماری ایڈیشنوں کے شلوک ا د ۲۲ و ۱ - ۳ میں اِس مشکل کو حل کرنے کے لئے عمل میں لائی گئی ہے کہ سانپ اپنی ماں کی بددعا کے سبب ضایع ہوتے ہیں اگرچہ اُنہوں نے اپنی ماں کی خواہش کے عین مطابق عمل کیا۔ باب ا د ۲۲ جوکہ بالکل ا د ۲۱ کا تکرار ہے۔ ہمارے نسخہ میں نہیں ہے۔ راہو کی سوسج سے دشمنی اور اس ونا کے سوسج کا رتھہ بان بننے کی کتھا (جس کا ذکر کہ ہماری ایڈیشنوں کے شلوک ہائے ا د ۲۴ و ۲۴ - ۲۵ میں آیا ہے) بھی ان نسخوں میں نہیں ہے۔ لیکن سب سے بھاری اختلاف اِن دو انتخابوں کے درمیان سمبھوپرب میں پایا جاتا ہے۔ جس کا کہ بدقسمتی سے نسخہ وہش نمبر ۱۵۸ میں صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اِس ٹکڑے میں شکنتلا کی کتھا (جوکہ ناگری ایڈیشنوں کے ا د ۶۸ - ۷۴ میں آتی ہے) نہیں ہے۔ بجائے اِس کے دو ادھیاؤں میں پورو اور بھرت کے نسلوں کا بیان دیا ہوا ہے۔ جوکہ ہماری ایڈیشنوں کے ا د ۹۴ و ۹۵ سے ملتا ہے۔ بھرت کے نسب کا حال اِس مختصر بیان پر ختم ہوتا ہے کہ دُسنت کے دو بیٹے تھے۔ ایک جنمیجے از بطن لکشمی اور دوسرا بھرت از بطن شکنتلا۔ البتہ یہہ ممکن ہے کہ شکنتلا کا قصہ در قصہ جنوبی ہندوستان کے انتخابوں میں سمبھوپرب کے کسی بعد کے ادھیاؤں میں مل جائے۔ یہہ بات آسانی سے تحقیق ہوسکتی ہے۔ اگر اِس پرب کی اور کاپیاں جو اسکی نسبت زیادہ مکمل ہوں۔ جنوبی ہندوستان سے دستیاب ہوجائیں۔ مجموعہ وہش میں آدی پرب کے صرف یہی دو قلمی نسخے ہیں جوکہ اِس پرب کے پہلے ۷۵ ادھیاؤں سے ملتے ہیں۔ سبھا پرب کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے پاس ایک مکمل کاپی موجود ہے (وہش نمبر ۱۸) بن پرب کی ایک عنقریب مکمل کاپی (آرینز

صرف شروع کے شلوک ہائے ۱۱۱ و ۳۲ و ۴۵ نہیں ہیں) نسخہ وِش نمبر ۶۲ میں ہے - اور
وراٹ پرب کی ایک مکمل کاپی نسخہ گرنتھ - وِش نمبر ۵۳ میں ہے - اُدیوگ پرب کے ہمارے
پاس صرف دو ٹکڑے ہیں - جوکہ ایک دوسرے کے تتمے ہیں - نسخہ وِش نمبر ۸۴۸ میں ۱-۹۴
ادھیائے ہیں اور نمبر ۸۴۵ میں ۱۸۱ - ۱۹۸ - ادھیائے چھٹے پرب کی کوئی کاپی نہیں ہے - اور
درونا پرب کے (نسخہ وِش نمبر ۸۶) کے صرف ۴ - ۳۴ - ۱ - ادھیائے ہیں - پرب ۸ - ۱۳ -
کی بھی کوئی کاپی نہیں ہے - آخری پانچ پرب (جوکہ ہماری ایڈیشنوں میں ۱۴ - ۱۸ ہیں)
نسخہ وِش نمبر ۱۵ میں پائے جاتے ہیں - اِن دو ہی نسخوں کے دیکھنے سے مجھے یقین ہوگیا
ہے کہ برنال کا یہہ کہنا درست ہے کہ مہابھارت کے شمالی اور جنوبی ہندوستان کے
انتخابوں میں ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ رامائن کے مختلف انتخابوں Recensions
- لیکن جہاں تک میری واقفیت ہے معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی ہندوستان کا انتخاب
ناگری ایڈیشنوں کے مول سے نہ کم ہے نہ زیادہ - کیونکہ جیسے بہت سے فقرے جوکہ ناگری ایڈیشنوں
میں ملتے ہیں - اور نسخہ ہائے گرنتھ اور میلیلم میں نہیں ہیں - ویسے ہی جنوبی نسخوں میں بھی
بہت سے فقرے ایسے پائے جاتے ہیں جوکہ شمالی انتخاب میں نہیں ہیں - مینے اکثر دیکھا
ہے کہ جنوبی ہندوستان کے نسخوں میں ناگری ایڈیشنوں کی نسبت پاٹھ اور بعض
جگہوں میں عموماً text بھی بہتر پایا جاتا ہے + صرف یہہ بات مجھے نہایت مسلم معلوم
ہوتی ہے - کہ مول مہابھارت کو محققانہ طور پر بحال کرنے کے لئے اِن نسخوں کا ہونا ضروری ہے
لیکن کسی محققانہ اور تاریخی تفتیشات متعلقہ مہابھارت کے لئے وہ ایڈیشنیں جوکہ ہندوستان کے
مختلف حصوں میں طبع ہوچکی ہیں بالکل ناکافی ہیں - مہابھارت کی ایک ایسی محققانہ ایڈیشن کی
ضرورت ہے - جوکہ مغربی محققوں کی کوشش سے ٹھیک انہیں اصولوں کے بموجب تیار کیجاوے جوکہ
کسی دیگر ضروری ٹیکسٹ کے ایڈٹ کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہوں - اور کانگریس منعقدہ
پیرس میں مجھے یہہ دیکھکر خوشی حاصل ہوئی کہ بہت سے دیگر سنسکرت عالموں نے بھی میرے
اِس خیال سے بالکل اتفاق رائے ظاہر کیا - اسمیں شک نہیں کہ اس اہم کام کے راستہ میں بڑی بڑی
عملی مشکلات حائل ہیں - جن کو حل کرنے کے لئے ہندوستان کے مختلف حصوں سے سینکڑوں
قلمی نسخوں کو جمع کرکے اُنکی پوری پوری جانچ پڑتال کرنی پڑیگی - کوئی محقق تن تنہا ایسے کار
عظیم کو ہرگز سرانجام نہیں دے سکتا - اور اِس کے لئے بھاری خرچ کی ضرورت ہے - لیکن گورنمنٹوں
علوم وفنون کے دارالعلوموں - اورینٹل سوسائٹیوں اور تعلیمیافتہ ہندوستانی راجے مہاراجوں کی قدردانی

اور فیاضی سے یہہ امر ممکن ہوگیا ہے - کہ ویدک علم ادب کے نہایت ضروری اصول گرنتھ شایع کئے جاویں - وہ سرگرم محقق قابل شکریہ ہے - کہ جسکی لگاتار کوششوں سے پالی ٹیکسٹ [بیحد مذہب کا نہایت ضروری مول گرنتھوں کے شایع کرنے میں کامیاب ہوئی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایک سنسکرت ٹیکسٹ] سوسائٹی - گورنمنٹ - دارالعلوموں اور اورینٹل سوسائیٹیوں کی مدد سے اِس مشہور ھندو رزمیہ نظم کے شایع کرنے میں کامیاب نہ ہو - بلحاظ ایک علمی تصنیف کے مہابھارت کی خوبیاں خواہ کچھہ ہی ہوں - مگر یہہ قدیم ہندوستان کی تہذیب - فلاسفی - مذہب اور تاریخی واقفیت کا ایک خزانہ ہے * (جرنل آف رایل ایشیاٹک سوسایٹی)

ویدوں کے بموجب بیاہ کرنے کے لائق عمر کی ڈاکٹروں کے اقوال سے تائید

امریکہ کے ایک مشہور ڈاکٹر ھولبروک صاحب فرماتے ہیں کہ "اولاد پیدا کرنے کے لئے نہایت مناسب عمر وہ سال ہیں جن میں جسم اور دماغ زیادہ طاقتور اور تمام دھاتو پکے ہوئے ہوتے ہیں - یہہ سال مرد کے لئے ۲۵ برس سے ۴۰ یا ۴۵ برس تک اور استری کے لئے ۲۰ برس سے چالیس برس تک ہیں - تندرست عورتوں میں ۴۰ اور ۴۵ برس کی عمر کے درمیان بچہ پیدا کرنے کی طاقت نہیں رہتی" ڈاکٹر ٹرال صاحب مشہور امریکن ڈاکٹر لکھتے ہیں - کہ "جس عمر میں جسمانی اور دماغی طاقتیں اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاویں اُس عمر میں شادی ہونی چاہئیے" ڈاکٹر ڈنکن صاحب نے بہت سی تحقیقات کے بعد یہہ رائے قایم کی ہے کہ "عورت کے لئے سب سے بہتر عمر شادی کرنے کی ۲۰ برس سے ۲۵ برس تک کی ہے - ڈاکٹر کروسی صاحب ڈایرکٹر نے چوبیس ہزار شادی شدہ شخصوں کے متعلق تحقیقات کرکے یہہ نتیجہ نکالا کہ "بیس برس سے کم عمر رکھنے والے والدین کی اولاد کمزور پیدا ہوگی - اور ۲۵ برس سے ۴۰ برس تک کے والدین کی اولاد زیادہ مضبوط" ڈاکٹر مارو صاحب نے مجرموں کے متعلق یہہ تحقیقات کی کہ اُنکی پیدایش کے وقت اُن کے والدین کی کیا عمر تھی - چنانچہ اِس مطلب کے لئے اُنہوں نے تین درجے مقرر کئے -

(۱) ۲۵ برس سے کم صغرسنی کا زمانہ (۲) ۲۶ برس سے ۴۰ برس تک سِن بلوغت کا زمانہ (۳) ۴۰ برس سے زیادہ بڑھاپے کا زمانہ - اُنہوں نے معلوم کیا کہ چوروں اور خاص کر پاگلوں کے والد اکثر حالتوں میں ۲۵ برس سے کم کے تھے - اسی طرح بہت سے مجرموں کے والد ۴۱ برس سے زیادہ عمر رکھتے تھے - جبکہ طاقتیں زایل ہونی شروع ہوجاتی ہیں - خونی مجرموں کے والد ۴۱ برس سے زیادہ ۶۰۲۵ فیصدی بڑھاپے کی عمر کے تھے -" فرینس گلیٹن صاحب اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں - کہ "اُنہوں نے ایک سو مشہور و معروف سائینس دانوں کے والدین کی

نسبت تحقیقات کی جس سے اُن کو معلوم ہوا کہ اُن میں سے کسی کا باپ شادی کرنے کے وقت بیس برس سے کم عمر والا نہ تھا"

حالاتِ لداخ

لداخ ابتداء میں تبت کلاں کا ایک حصہ تھا۔ اسپر کئی دفعہ چڑھائی ہوئی۔ اور یکے بعد دیگرے یہہ علاقہ کئی حاکموں کے ماتحت رہا۔ مسلمانوں نے تبت خورد کے بہت سے باشندوں کو جبراً مسلمان کیا تھا۔ آخرکار یہہ علاقہ سکھوں کے فتحیاب ہونے پر کشمیر کے ساتھہ شامل ہوگیا۔ اُسوقت سے لداخ کے باشندوں کو ازسرِنو مذہبی آزادی حاصل ہوئی اور اُنہوں نے اپنے بہت سے مندر بنانے شروع کئے۔ مذہبی تعلق کے لحاظ سے لداخ لاسہ کے ماتحت ہے جہانکہ ولائی لامہ رہتا ہے۔ لداخ کے باشندوں کی دو قسمیں ہیں۔ لداخی خاص اور چمپا لداخی آرام طلب ہیں۔ دومنزلہ مکانوں میں رہتے ہیں اور زمین کے بڑے بڑے قطعوں میں کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ ان کا قد چھوٹا ہوتا ہے۔ یہہ بدشکل اور دُبلے ہوتے ہیں۔ ان کے سر بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اِنکی داڑھی چھوٹی ہوتی ہے۔ اور سر ہمیشہ منڈا رکھتے ہیں۔ یہانکی عورتیں پست قد مگر مضبوط ہوتی ہیں۔ اور اُن کا چہرہ بشاش ہوتا ہے۔ مرد عموماً سُست اور کاہل الوجود ہوتے ہیں کپڑے اُن کے میلے اور تیل سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ سال میں بمشکل ایک دفعہ نہاتے ہیں۔ برخلاف اِس کے اُنکی عورتیں ہر روز نہاتی ہیں۔ اور بہت صفائی پسند ہیں۔ چمپا لوگ بہت غریب اور جاہل ہوتے ہیں۔ اور اکثر شکار پر گذارہ کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ بُدھ مذہب کے پیرو ہیں۔ مگر وہ کبھی مندروں میں نہیں جاتے۔ ایک ایک عورت کے کئی کئی خاوند ہوتے ہیں۔ یہانکے لوگ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے ہیں۔ ہر ایک خاندان میں جو بڑے بھائی کی عورت ہوتی ہے وہی باقیوں کی عورت ہو جاتی ہے۔ شادی ہونے کا طریقہ یہہ ہے کہ جب والدین اپنے بڑے لڑکے کی شادی کرنے کا خیال کرتے ہیں اُسکو ایسے آدمی کے گھر جسکے ہاں شادی کرنے کے لائق لڑکی ہو بھیج دیتے ہیں ۲ ملاقاتوں میں تو معمولی گفتگو ہوتی ہے تیسری ملاقات میں لڑکا شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے۔ تب لڑکی کو بُلایا جاتا ہے۔ لڑکی کی شادی اُسکی مرضی کے برخلاف نہیں کیجاتی۔ اگر لڑکی رضامند ہوتی ہے تو وہ اُس کے ساتھہ چلی جاتی ہے۔ اور اُسکی اور اُسکے چھوٹے بھائیوں کی عورت بن جاتی ہے یہانکی عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ اکثر یہہ بھی ہوتا ہے کہ جب ایک خاندان میں ایک ہی لڑکا ہو تو اُسکو ایسی عورت کے پاس بھیجدیا جاتا ہے۔ جس کے دو یا تین خاوند ہوں وہ جاکر

اُس عورت کا تیسرا یا چوتھا خاوند بننے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ اور اکثر اُسکی خواہش پوری ہوجاتی ہے۔ اور پھر وہ اُسی گھرانے میں شامل ہوجاتا ہے۔ شادی شدہ جوڑے کے ساتھہ اُس کے والدین تب تک ہی رہتے ہیں۔ جب تک اُن کے ہاں لڑکا پیدا نہیں ہوتا۔ لڑکا پیدا ہوتے ہی دوسرے دن وہ اپنی تمام جائیداد اپنے لڑکے کو دیکر گھر چھوڑ جاتے ہیں۔ عورت کا اختیار ہے کہ جتنے خاوند چاہے کرے۔ چنانچہ اگر کسی موقعہ پر کوئی نوجوان آدمی کسی عورت کو ملے اور اُسکو وہ پسند کرے۔ تو اُسکو وہ اپنے گھر لے آتی ہے۔ اور اپنے خاوندوں سے اجازت لے کر اُس کے ساتھہ بھی رہنے لگ جاتی ہے۔ اُس کے خاوند اس بات کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ اگر ایک خاوند مرجائے تو اُسکی جگہہ کسی کنوارے یا رنڈوے آدمی کو ملجاتی ہے۔ لداخ میں رنڈوے بہُت کم ہیں۔ کیونکہ عورتیں عموماً اپنے خاوندوں کی نسبت زیادہ جیتی ہیں۔ مسافر لوگوں کو بھی بعض اوقات عارضی طور پر پسند کرلیا کرتی ہیں۔ عورتوں کی عزت یہاں بہُت ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے لیئے خاوند چننے میں آزاد ہیں اور جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔ بچے صرف اپنی ماں سے ہی محبت رکھتے ہیں۔ چوری وغیرہ جرائم یہاں بالکل نہیں ہوتے۔ (از کتاب ان نون لائف آف کرائسٹ مُصنفہ مسٹر نوٹووچ)

قدیم آریہ ورت کی تجارت

انجیل میں کئی ایسی چیزوں کے نام درج ہیں جو سوائے ہندوستان کے کسی اور مُلک میں پیدا نہیں ہوتی ہیں۔ مثلاً پیدائیش باب دوم آیت ۱۱ و ۱۲ میں لکھا ہے۔ کہ " پہلی کا نام فیسون جو حویلہ کی ساری سرزمین کو گھیرتی ہے۔ اور وہاں موتی اور بلور بھی ہیں " جن موتیوں کا یہاں ذکر ہے۔ وہ دو قسم کا تھا۔ اور صرف سندھ میں ملتا تھا۔ دارچینی جس کا ذکر امثال باب ۷ آیت ۱۷ اور سلیمان کی غزل الغزلات باب ۴ آیت ۱۴ میں آتا ہے سیلون (لنکا) کی پیداوار ہے۔ گنتی باب ۲۴ آیت ۶ میں عود کے درخت کا ذکر ہے۔ یہہ درخت بڑا خوشبو دار ہے اسکو سنسکرت میں اگرو کہتے ہیں۔ یہہ بھی ہندوستان کی پیدا دار ہے۔ سلیمان کی غزالغزلات باب ۴ آیت ۱۳ و ۱۴ علاوہ دُر۔ عود۔ دارچینی۔ بید مشک کے مہندی۔ زعفران اور جٹاماسی کا بھی ذکر ہے۔ اِن میں سے مہندی شرقی ہندوستان کی۔ زعفران جسکو سنسکرت میں कुंकुम کہتے ہیں کشمیر کی اور جٹاماسی نیپال اور بھوٹان کے بلند پہاڑوں کی پیدا دار ہے زبور باب ۴۵ آیت ۸ میں جو تج کا ذکر ہے۔ وہ خاص کشمیر کی پیدا دار ہے۔ زعفران جٹاماسی

اور ہاتھی دانت کوہ ہمالہ کی پیداوار ہیں۔ اور موتی۔ عود۔ کستوری وغیرہ ہندوستان کی خاص اجناس گنی جاتی ہیں۔ یہاں سے زعفران وغیرہ اجناس دُنیا کے منطقہ معتدلہ میں بیجائی گئیں۔ سلیمان بادشاہ نے جس صندل کی لکڑی سے اپنے محل کے فرش اور ستون بنوائے تھے وہ ہندوستان اور جزائر مشرقی کی پیداوار ہے۔ استر باب ۱۔ آیت ۶ میں سفید سبز اور آسمانی رنگ کے پردوں کا ذکر ہے۔ عبرانی لفظ جس کا ترجمہ سبز کیا گیا ہے کرپس ہے یہہ لفظ سنسکرت لفظ کارپاس اور ہندی لفظ کپاس سے ملتا ہے۔ جو شروع سے ہندوستان کی پیداوار سمجھی جاتی ہے۔ اصل عبارت کا ٹھیک ترجمہ یہہ ہے۔ کہ "سفید اور آسمانی رنگ کے (دھاری دار) روئی کے پردے" یہہ پردے ہندوستان کی بنی ہوئی دریوں کی مانند معلوم ہوتے ہیں ٭ ہومر جو یونان کا ایک مشہور شاعر ہوا ہے۔ اُسکی کتابوں میں افیون۔ ٹین وغیرہ چیزوں کے وہی نام لکھے ہیں۔ جو ان چیزوں کے سنسکرت زبان میں ہیں۔ مثلاً ٹین کے لئے کستیرا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہی لفظ سنسکرت میں ٹین کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح بہت سے جانور خاص ہندوستان میں پائے جاتے تھے۔ اُنکے عبرانی نام سنسکرت ناموں سے بہت ملتے ہیں مثلاً عبرانی زبان میں بندر کے لئے کوپھ لفظ آیا ہے۔ یہہ سنسکرت کے कपि (بندر) لفظ سے بہت ملتا ہے۔ ان تمام باتوں سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پُرانے زمانہ میں ہندوستان کی تجارت فارس۔ سیریا اور ایشیا کوچک کے ساتھ تھی۔ یعنی ہندوستان کی اکثر چیزیں اُن مُلکوں میں جایا کرتی تھیں ٭

محمد صاحب کے خاندان کا ذکر

محمد کے بزرگوں کے خاندان میں ۱۴ خلیفہ ۹۱ برس میں حکمران ہوئے۔ اُن کا جد امجد عبدالمناف تھا۔ اُسکے دو بیٹے تھے۔ ایک ہاشم دوسرا عبدالشمس۔ ہاشم کا بیٹا عبدالمطلب اُسکا بیٹا عبداللہ اُسکا بیٹا محمد۔ اُسکی بیٹی فاطمہ دوسرا بیٹا ابوطالب تھا۔ اُس کا بیٹا علی اُس کے دو بیٹے تھے۔ ایک حسن دوسرا حسین تیسرا عباس تھا اُس کے خاندان میں بہت روز خلافت رہی۔ عبدالشمس کی بیٹی آمنہ محمد کی ماں تھی اور عبدالشمس کا ابوسفیان تھا اُسکا بیٹا معاویہ۔ اُسکا بیٹا یزید۔ یزید کا بیٹا پھر معاویہ۔ مروان۔ عمر۔ عثمان۔ یہ سب ایک ہی خاندان کے تھے۔ علی کے بعد حسن کوفہ میں مسند نشین ہوا۔ مگر کسی نے اُسکی رفاقت نہ کی۔ چار ماہ کے بعد مسند سے اُتار دیا گیا۔ اُسوقت ہی معاویہ شام میں رہا۔ آخر ۶۶۹ء میں زہر اُسکے نصیب ہوا ٭

رسید زرِ چندہ آریہ مسافر میگزین

لالہ بیساکھی رام اُپل ڈیرہ دوال .. .. .. عا
لالہ گوبند سہائے لائل پور .. .. عہ
لالہ ہربنس لال ضلع ایٹہ پھپھوندا .. .. .. عہ
لالہ گنگا رام دہرم سالہ .. .. عہ
لالہ بیلی رام ایم اے ڈیرہ اسمٰعیل خاں .. .. .. عہ
بابو کنور بہادر وکیل حیدر آباد دکن .. .. .. عہ
بابو رام سروپ سٹوڈنٹ شہر میرٹھ .. .. .. عہ
لالہ سلطانی رام ڈیرہ اسمٰعیل خاں .. .. .. عہ
لالہ گوپال داس چھاؤنی ملتان .. .. .. عہ
لالہ پورن چند پٹواری .. .. عہ
بابو لچھمن داس کلو .. .. عہ
کنور ہرنارائن صاحب بدایوں .. .. .. عہ
بابو بھوانی پرساد گپت بجنور .. .. .. عہ
لالہ سوچا رام ڈنڈوت .. .. عہ
چودھری ہردیو سنگھ .. .. عہ
بابو کرتا رام اوورسیر شملہ .. .. عہ
لالہ ٹھاکر داس ٹھیکہ دار پنڈ دادنخاں .. .. .. عہ
پنڈت چنڈی پرشاد ڈیرہ دون .. .. عہ
لالہ رامجی لال بابوگڑھ .. .. عہ
ماسٹر واسرام ٹیچر سکھر لو .. .. .. عہ
ڈاکٹر ہیم سین صاحب ٹانک .. .. عہ
لالہ بلدیو سہائے آریہ سماج کانپور .. .. .. عہ
رائے ٹھاکر دت صاحب کیتھل .. .. عہ

ٹھاکر کرن سنگھ صاحب چوب نیر .. .. .. عہ
لالہ رگھناتھ سہائے صاحب بھرتپور .. .. .. عہ
لالہ رام رکھا بیجاپور .. .. عہ
لالہ کہان چند رڑکی .. .. عہ
بابو ہربنس رائے شرما برما .. .. عہ
لالہ لابھا مل شہر جالندھر .. .. عمہ ۱۲
لالہ رام سرن داس شہر جالندھر .. .. عمہ ۱۲
منشی کیول کشن گوجرانوالہ .. .. عہ
بابو ٹہل رام مینیجر ریڈنگ روم وزیر آباد ۲
لالہ بشن داس پوسٹماسٹر سویراں شاہ .. .. .. عہ
منشی جیون مل پوسٹ مین .. .. عہ
لالہ ٹھاکر داس جمعدار .. .. عہ
لالہ منوہر لال صاحب بدیا .. .. عہ
لالہ نانک چند صاحب ٹوچی ویلی .. .. .. عہ
لالہ لچھمن داس ورما کلو .. .. عہ
پنڈت رام دیال اوورسیر رائے پور .. .. .. عہ
منشی گوکل چند سیاری .. .. عہ
لالہ واسو رام سکنڈ مدرس .. .. عہ
لالہ رامدیال مالیر کوٹلہ .. .. عہ
ڈاکٹر شمبھر دیال چھاؤنی جالندھر .. .. .. عہ
لالہ ملاوا رام قادیاں .. .. عہ
سردار تارا سنگھ پٹواری .. .. عہ

(باقی آئندہ)

آٹھ ونشک ستھمب یعنی اشٹانگ یوگ بدھان +

ओ३म्

لالہ منشی رام ایڈیٹر

لالہ وزیر چند اسسٹنٹ ایڈیٹر

جہاں جہاں سائنس اور علوم حقہ کی روشنی پھیلیگی وہاں وہاں آریہ دھرم کا جھنڈا برپا ہوگا (آریہ مسافر)

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः ।
ब्रह्मराजन्याभ्याᳪ शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय ॥

(یجروید ادھیاۓ ۲۶ منتر ۲)

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جلد ۱ | جلندھر شہر بابت ماہ مارچ سنہ ۹۹ء ۱۶ آریہ سنہ ١٩٧٢٩٤٩٠٠٠ | نمبر ۶

فہرست مضامین

مطبع دھرم پرچارک جلندھر شہر میں لالہ منشی رام مالک مطبع کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶ - مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دہرم پر جان قربان کر دی - اور آخری وصیت یہہ کی کہ آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے - اُنکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہہ فنڈ کھولا گیا ہے - پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گذارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روز اول ہے - پچاس ہزار روپیہ کے سرمایہ کے لئے اپیل ہے لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دہرم کی سیوا کی اس کے مقابلہ میں یہہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے - جو بیس ہزار روپیہ جمع ہو چکے ہیں ۳۰ ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے - پیارے بہائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کر دو - تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کے اُپدیشک دیش دیشانتروں میں - اور دویپ دویپانتروں میں ویدک دہرم کا جھنڈا بلند کئے دم کی دہونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دہارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے بچریں - اس دان سے تم ہی سچی شکرگذاری کا ہی اظہار کروگے بلکہ اپنے ویدک دہرم گیان سے بے بہرہ بہائیوں کے لئے بھی روشنی کا سامان مہیا کروگے - پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دہرم یدہ میں شریک ہونیکی توفیق دیویں - اوم شم

(نوٹ) کل روپیہ اس فنڈ اور وید پرچار فنڈ کا لالہ شیدیال ایڈمنسٹریٹر منتری آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب مقام لاہور بھیجا جانا چاہئیے ٭

اصول آریہ سماج

(۱) سب سچے علم اور علم سے جو کچھہ معلومات حاصل ہوتے ہیں - اُن سبکا اصل اصول پرمیشور ہے -

(۲) ایشور ہستی مطلق و علم مطلق (سرور مطلق ہستی یا علم و پرسرور) بے جسم - قادر مطلق - عادل - رحیم - غیر مولود - غیر محدود - بے عیب - قدیم و بیمثال - پناہِ کُل - لازوال - حی جاوید - لانخاف - دائم - قدوس و خالق کائنات ہے - اُسکی عبادت سزاوار ہے -

(۳) وید سچے علوم کی پُستک ہے - وید کا پڑہنا پڑہانا سُننا سُنانا آریوں کا پرم دہرم ہے -

(۴) سچ کے قبول کرنے میں اور جھوٹھ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئیے -

(۵) سب کام دہرم کے مطابق یعنی سچ اور جھوٹھہ کو سوچکر کرنا چاہئیے

(۶) سنسار کا اوپکار کرنا اس سماج کا خاص منشا ہے - یعنی جسمانی روحانی اور رفاہ عامہ خلایق کی ترقی کرنا (۷) سب سے باتحاد تمام دہرم کے مطابق جیسے جیسا مناسب ہو برتنا چاہئیے

(۸) جہالت کا ناش اور علم کی ترقی کرنی چاہئیے -

(۹) ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہئیے - بلکہ سبکی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہئیے -

(۱۰) سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں جو رفاہ عامہ سے متعلق ہوں پربس رہنا چاہئیے - اور اُن اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق سب خود مختار رہیں ٭

ओ३म्॥

جلد ۱ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۸۹۹ع | نمبر ۶

نظم

متعلق یوگ

پرانایام کے سادھن میں من یکسو اگر ہووے
اسمپرگیات رکھا نام جسکا یوگیوں نے ہے
یہہ اُس حالت کو کہتے ہیں کہ مطلق جبکہ عامل کو
یہیں سنبندھ جگ پتیر سے ہو سکتا ہے عامل کا
رکھے ابھیاس کو ہر دم ضروری ہے یہ عامل کو
بلا شک ہے کٹھن مارگ دے ممکن ہے آسانی
اگر ویراگ اور ابھیاس دونو ہی معاون ہوں
تعلق مادی دنیا کے جبدم ترک ہو جاویں
سوا اِسکے اُپاسک کو ضروری ہے کہ ہر روزہ
اگر یوگی پران اور من کو اپنے رکھے [illegible]

تو ابھیاسی کو اُسکے پھر سمادھی سہل تر ہووے
ضروری ہے کہ عامل پہلے اِس سے باخبر ہووے
نہ باقی کچھ بھی محسوساتِ دنیا کا اثر ہووے
اِسی حالت میں ممکن ہے کہ محنت کارگر ہووے
کہ جو منزل پہ پہونچانے کو اُسکا راہبر ہووے
اگر ویراگ اِس رستہ میں اُسکا ہم سفر ہووے
تو اِس رستہ کے جو رہزن ہیں اُنسے بے خطر ہووے
تو اُسکی کامیابی کا ستارہ اوج پر ہووے
سمجھ کر ارتھ گایتری کا جب شام و سحر ہووے
تعلق باطنی ایشر سے اُسکا عمر بھر ہووے

اُسی سے یوگ ہو سکتا ہے کیول جنکے ہردے میں
اہنسا کرموں سے ہنساسے تنفر بیشتر ہووے

دیگر وزن

حواسوں پہ انساں کا قابو اگر ہو
تو خوش زندگی اُسکی شام و سحر ہو

رکھے اپنے من کو جو ہر وقت وش میں
اُسے مشکل یوگ آسان تر ہو

خیالات بد کو نہ آنے دے جو پاس
نکوئی کے کوچہ میں وہ نامور ہو

سدا اُسکی محکوم ہو کامیابی
جدہر رُخ کرے اُسکو حاصل ظفر ہو

چلن جسکا دید وکت ہووے جہاں میں
خوشی کا نہ کیوں اُسکے ہردے میں گھر ہو

جو ست کرم سب دے ایشر کے ارپن
سرورِ دو عالم اُسے سربسر ہو

نہ کیوں بھگت پورا ہو جگدیش کا وہ
اُسے اپنی گرہائیت سے خبر ہو

جو دریاء عرفاں میں غوطہ لگائے
تو حاصل اُسے معرفت کا گُہر ہو

بنیں خود بخود اُسکے قدرت سے سب کام
اگر دل سے کوشش پر اوپکار پر ہو

نہ ویر بدّھی کسی سے کبھی بھی
ہر پریتی ہر اک سے باہم دگر ہو

رکھے مِترتا جو عموماً ہر اک سے
جہاں جائے کیول وہاں بے خطر ہو

ایک فعل بھی فاعل کے بنا ہو نہیں سکتا
مخلوق ہو اور ہو نہ خدا ہو نہیں سکتا

جو دہریا ہیں دہر میں بیشک ہیں خطا پہ
انجام کبھی اُنکا بھلا ہو نہیں سکتا

بتلاتے بھاوک ہیں جگت کی جو بناوٹ
یہہ قول کبھی اُنکا سچا ہو نہیں سکتا

روحانی جسے شانتی کہتے ہیں جہاں میں
اُس سے تو نہیں ہم بھی ذرا ہو نہیں سکتا

جگدیش نے کیا ہے ہمیں کیا نہیں بخشا
شکر اُسکا کبھی ہمسے ادا ہو نہیں سکتا

احسان فراموش کریں دوست کا اپنے
ہمسے تو کبھی یہہ بجا ہو نہیں سکتا

یہہ کرتگھنی پاپ ہے تحقیق زبردست
اُنکی نہ ملے ہمکو سزا ہو نہیں سکتا

جب گوشت بلا قتل ملنا نہیں ممکن
انسان کی ٹھہرے یہہ غذا ہو نہیں سکتا

اوروں کی بھلائی میں ہے اپنی بھی بھلائی
انجام بھلائی کا بُرا ہو نہیں سکتا

مختار بشر فعل کے کرنے میں ہے لیکن
پھل اُسکا بھگتنے سے رہا ہو نہیں سکتا

رہتا ہے ذلیل آنکھوں میں وہ اہل نظر کی
جس شخص سے عہد اپنا وفا ہو نہیں سکتا

مخلوق پہ ستی کی جو دلدل میں پھنسا ہے
آئینہ دل اُسکا صفا ہو نہیں سکتا

کوشش ہو تو آسان ہر اک کام ہے کیول
انسان اگر چاہے تو کیا ہو نہیں سکتا

تمہید- پس زبردست ہوا بھی جس سورج کے ایک خادم کی طور پر ہے- اُس سورج کی ماہیت کو جاننا نہائت ضروری ہے- کیونکہ اُسی سورج کی کشش اس دُنیا کو قایم رکھنے والی اور چندرماں وغیرہ سیاروں کو روشنی دینے اور قایم رکھنے والی ہے-

इतो वा सातिमीमहे दिवो वा पार्थिवादधि ।
इंद्रं महो रजसः ॥१०॥

منتر ۱۰

"ہم اس زمین کو تعلق سے قائیم رکھنے والے اور جہان میں دکھلائی دینے والی آگ کو روشن کرنیوالے چندرما اور دیگر سیاروں کو بھی اپنی اپنی جگہ میں قیام دینے والے اور زمین وغیرہ کی نسبت بہت ہی بڑے سورج کو جانتے ہیں"

تمہید- گزشتہ سوکت کا خاتمہ سورج کی بزرگی جتلانے پر کیا گیا تھا- اگنی وغیرہ قدرتی اصولونکی ماہیت جتلانے کے بعد ہوا کو اِن سب اصولوں کی جان بیان کیا گیا تھا- خاتمہ پر سورج کی بے نظیر طاقت کشش کا ذکر کرتے ہوئے کل دنیاوی زندگیوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے اُسے سب سے اعلیٰ تسلیم کر اُسکی ماہیت کو سمجھنے کے لئے ہدایت کی گئی تھی- لیکن سب سے پہلے سورجوں کے بھی مرکز پرم آتما کو سارے جہان کا اصل اصول ظاہر کیا گیا تھا- پس نتیجہ یہہ ہوا کہ انسان کو پہلے دُنیاوی طاقتوں کی ماہیت کو سمجھہ کر سب سے زبردست ہوا کے اصل اصول کو سمجھنا

کے

چاہیئے۔ اُس کے بعد سورج کی کشش کے حیرت انگیز اصول کا مطالعہ کرنے کے بعد پرم آتما کی صحانک پہونچنا چاہیئے۔ جو شخص اِس سلسلہ سے تحصیل علم میں کوشش نہیں کرتا وہ ہرگز ویدوں کے رازوں کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوسکتا۔ پس

इंद्रमिद्गाथिनो बृहदिंद्रमर्केभिरर्किणः ।
इंद्रं वाणीरनूषत ॥१॥

منتر ۱

"جو قدرت کے نغمے کے ماہر۔ عالم لوگ ہیں۔ وے افضل بولوں کے ذریعہ سے ویدوں کے کلام کو حاصل کرنے کے لئے سب سے بڑے مالک ثروت (پرم آتما) اور سورج اور ہوا کی تعریف کریں (انکی ماہیت کو جانیں)"

تمہید۔ سورج اور ہوا کی ماہیت کو جاننے کی ضرورت جتلا کر اب ضروری ہوا کہ یہہ جتلایا جاوے کہ انسانی اور حیوانی دُنیا کے اوپر اُنکے گنوں کا کیا اثر پڑتا ہے کیونکہ جب تک یہہ معلوم نہ ہو تب تک ہم اِن دونوں سے پورا فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اور جو اصول کہ درحقیقت ہماری بہتری کے باعث بنائے گئے تھے۔ اُن سے اُلٹا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

इंद्र इद्धर्योः सचा संमिश्ल आ वचोयुजा ।
इंद्रो वज्री हिरण्ययः ॥२॥

منتر ۲

"جس طرح کہ چیزوں میں ملجانے کی صفت سے موصوف اپنی قوت (اسم سے جملہ ثروت کا ذریعہ ہوا (۱) سب میں ملنے (اور ملا کر)

(۲) بولنے کی طاقت بخشنے اور (۳) علیحدہ اور نزدیک کرنے کے اصولوں سے سب چیزوں کو پُر کرتی ہے۔ اُسی طرح پر طاقتور۔ روشن سورج بھی اپنی کرنوں سے سب چیزوں میں زندگی ڈالتا ہے۔"

تمہید۔ ہم پہلے بھی بتلا چکے ہیں کہ کمزور انسان پرماتما کے حیرت انگیز اصولوں کو کام کرتے ہوئے دیکھ کر اکثر اوقات صنعت کی خوبی میں محو ہو کر صانع کو بھول جاتا ہے اور اسی لئے بڑی بڑی روحانی ترقیوں کے بعد بھی یکایک بے تحاشا گر جاتا ہے۔ ایسے نازک موقعوں پر وید انسان کو برابر خبردار کرتا جاتا ہے۔ ہوا اور سورج کی بزرگی جتلا کر اس خوف سے کہ مبادا سورج کی کشش اور روشنی کی طاقت کو بھول کر لوگ کہیں سورج کو ہی آپکا منزلِ مقصود نہ سمجھ لیں۔ وید مقدس فرماتا ہے۔

इंद्रो दीर्घाय चक्षस आ सूर्यं रोहयद्दिवि ।
वि गोभिरद्रिमैरयत् ॥३॥

منتر ۳

"سارے جہان کو صورت میں لانیوالے پرمیشور نے اچھی طرح (آنکھوں کو) دکھلانے اور جملہ اشیاء کو روشن کرانے کے لئے جس سورج کو (سیاروں) کے مرکز میں قائم کیا ہے وہ اپنی کرنوں کے ذریعہ بادل بنا کر بار بار برساتا ہے"

تمہید۔ سورج اور ہوا اور اُنکے ساتھ ہی دیگر اصولوں کی ماہیت اور ان مادی طاقتوں کی اصلیت کے جاننے کی ضرورت کس لئے ہے؟ اس لئے کہ انسان اُنکی خاصیتوں اور اُنکے باہمی تعلقات کو سمجھ کر چیتن جگت یعنی ذی روح دُنیا میں سارے جہان کی بھلائی کے لئے ترقی کر سکے۔ لیکن نادان انسان اپنے فرائض کو بھول کر ممکن ہے کہ اُلٹے راستے پر پڑ جاوے۔ اور اپنے آپکو مادی جہان کا مالک سمجھ کر من مانا بیجا برتاؤ کرے اور بجائے اپنی اور سنسار کی

بہلائی کے دونوں کو زوال کی غار میں دہکیل دیوے۔ اِس لئے اُسے خبردار کرنے کی ضرورت ہے کہ قدرتی اصول پرمیشور کے تابع ہیں۔ اور اِس لئے جب تک کہ انسان پرمیشور کو یاد نہیں رکہتا۔ یہہ قدرتی اصول اُس کے لئے راحت کا باعث نہیں ہوتے ؞

इंद्र वाजेषु नोऽव सहस्रप्रधनेषु च ।
उग्र उग्राभिरूतिभिः ॥४॥

منتر ۴

”اے بیحد طاقت رکھنے والے پرمیشور! اِس بڑے بہاری جنگ میں جسمیں کہ ہم (اپنی ترقی کے لئے) سینکڑوں ثروتوں کے حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ آپ اعلیٰ سُکھہ دینے والی اپنی کرامتوں سے ہماری حفاظت کیجئے۔“

تمہید۔ اِس جہان میں سب سے بڑا جنگ ہیں کام۔ کرودہ۔ موہ۔ لوبہہ۔ اہنکار وغیرہ کے ساتہہ کرنا پڑتا ہے۔ یہہ جنگ بڑا اِس لئے ہے کہ اِسمیں آتما کی ترقی یا اُسکے تنزل کا سوال شامل ہے۔ اِس بڑے جنگ میں بلا مدد پرماتما کے اور بغیر اُسپر پورا وشواس کئے کبھی بھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور پھر اِس کے سوائے چھوٹے چھوٹے دُنیاوی جنگ بھی روزمرہ کرنے پڑتے ہیں۔ جن کے سوائے کہ ہماری مادی زندگی بھی ٹھیک حالت میں نہیں رہ سکتی۔ اُن مادی چھوٹے جنگوں میں سورج بڑا بہاری مددگار ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک دُنیاوی کام کے اندر مادی سورج کی اُسی طرح پر ضرورت پڑتی ہے۔ جس طرح پر کہ آتمک کاموں میں آتمک سورج کی ضرورت رہتی ہے۔

इंद्रं वयं महाधन इंद्रमर्भे हवामहे ।
युजं वृत्रेषु वज्रिणं ॥५॥

منتر ۵

”ہم لوگ بڑے (روحانی) جنگوں میں پرمیشور کا وِرد کرتے ہیں۔ اور چھوٹے

چھوٹے جنگوں میں اُس سورج کا سہارا لیتے ہیں۔ جسکی کرنیں کہ بادلوں کے اندر گھس کر اُنہیں برساتی ہیں۔"

تمہید۔ باوجودیکہ چھوٹے چھوٹے جنگوں یعنی دُنیاوی کاروبار میں ہمیں سورج کی مدد لینی پڑتی ہے۔ تاہم چونکہ سورج کا بھی آدھار پرماتما ہی ہے۔ اِس لئے سورج وغیرہ سے مدد لیتے ہوئے بھی ہمیں پرماتما پر ہی پورن وشواس رکھنا چاہئے۔ کیونکہ کرم کانڈ کی خواہ کتنی ہی ضرورت ہو تاہم وہ بھی حصول نجات کے راستے میں محض ایک ذریعہ ہے۔

स नो वृषन्नमुं चरुं सत्रादावन्नपा वृधि ।
अस्मभ्यमप्रतिष्कुतः ॥६॥

منتر ۶

"اے سُکھوں کی بارش کرنے والے اور سچے علم کے دینے والے پرمیشور! آپ ہم اپنے فرمانبرداروں کے لئے اُس نجات کے دروازہ کو کھول دیجئے جو کہ گیان کے ذریعہ سے ہمارا آپ پر پورا نشچے کرا سکتا ہے۔"

تمہید۔ دنیا کے ایک ایک اصول کے اندر پرماتما کی مہما کام کر رہی ہے۔ اُس کے ایک ایک گُن کو اور اُسکی ایک ایک طاقت کو ہم جگہہ بہ جگہہ دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن کیا محدود دُنیا کے اندر اُسکی شکتیوں کو پھیلا ہوا دیکھ کر ہم کبھی بھی پرماتما کی طاقتوں کو محدود کر سکتے ہیں؟ پرمیشور کا گیان ہمیں بتلاتا ہے کہ سنسار کی محدود چیزیں اُس پرمیشور کو حد کے اندر نہیں لا سکتیں۔ وہ بڑے آکاش کے اندر دیاپک ہوتا ہوا اُس آکاش کو بھی گھیرے ہوئے ہے۔ اِس لئے اُسکو سب چیزوں میں دیاپک دیکھتے ہوئے سبکو محیط کئے ہوئے انسانی عقل سے باہر الوہیو کرنے سے ہی انسانی نجات کے راستہ میں چل سکتا ہے۔

तुञ्जेतुञ्जे य उत्तरे स्तोमा इन्द्रस्य वज्रिणः ।
न विन्धे अस्य सुष्टुतिं ॥७॥

منتر ۷

"بیحد طاقت والے سب دکھوں کو دور کرنے والے۔ اس پرمیشور کو ہر ایک چیز کے اندر اپنے گُنوں کے ذریعہ پھیلا ہوا دیکھنے اور نشچے کرنے کے باوجود بھی میں کب اُس پرم پتا کی تعریف کا پار پاسکتا ہوں"۔

تمہید۔ پرمیشور کی مہما بیحد بیان کیگئی ہے۔ اُسکا انت لینے کی کوشش تُچھہ انسان کے لئے عبث ہے۔ لیکن اُس کے سمیپ پہونچنا جیو آتما کا ہی ادھکار ہے۔ مادی چیزوں کی اُس تک پہونچ ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اس لئے سچے اعتقاد اور عجز سے انسان کو پرمیشور کی طرف چلنا چاہئے۔ بس پھر وہ پرمیشور اسے اپنے نزدیک کھینچنے کو طیار ہے۔

वृषा यूथेव वंसगः कृष्टीरियर्त्योजसा।
ईशानो अप्रतिष्कुतः॥८॥

منتر ۸

"جس طرح پر کہ سانڈ گائیوں کے گلے میں مِتھا یوگ اُنکو حاصل ہونے والا اُن کے نزدیک ہوتا ہے۔ اسی طرح پر نیک انسانوں کے حاصل کئے جانے کے قابل اور سُکھوں کی بارش کرنے والا سارے جہان کا بنانیوالا پرمیشور دھرماتما پُرشوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور علیحدہ علیحدہ چیزوں کو روشنی پہونچانے اور بارش کرانیوالا سورج اپنے بل سے کشش وغیرہ اصولوں کو ٹھیک رکھتا ہے"۔

تمہید۔ سنسار کے اندر پرماتما کی مختلف شکتیوں کو کام کرتا ہوا دیکھکر کمزور انسان بعض اوقات حیران ہوجاتا ہے۔ اور جب یہہ عجیب طاقتیں بعض وقت ظاہرا طور پر

ایکدوسرے کے برخلاف کام کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں- تو انسان کی حیرانی اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے- آگ کے جلاتے جلاتے پانی میں اُسے سرد کرنیکی طاقت درختوں کی پرورش اور اندھیری کا انہیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا وغیرہ وغیرہ نظارے کمزور انسان کی حیرانی کو بڑھانے کے لئے کافی ہیں- اس حیرانی میں پھنسکر انسان اپنے سر جھکا کر رہ جاتا ہے- لیکن اگر ان سب نظاروں کی تہ میں دماغ کو پہونچایا جاوے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے- کہ گو انسان اور آگ سورج اور ہوا اور پانی اور پرتھوی وغیرہ ایک دوسرے کے مخالف کام کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں- تاہم ان سب کا حرکت دینے والا اور انکا پوجیہ دیو پرمیشور **ایک** ہے- اور یہہ کل ظاہرا متناقض چیزیں واقعی ایک دوسرے کی معاون اور ایک مکمل انتظام کو ظاہر کرنیوالی ہیں"

य एक श्चर्षणीनां वसूनामिरज्यति ।
इंद्रः पञ्चक्षितीनां ॥९॥

منتر ۹

"جو برائیوں کو دور کرنیوالا پرمیشور ہے وہی انسانوں- آگ- سورج وغیرہ آٹھوں اصولوں (جوکہ وسو کہلاتے ہیں- اس لیے کہ تمام برہمانڈ کے انتظام کا انحصار انہیں آٹھ پر ہے) اور پانچ طرح کی جو مخلوق ہیں- اُن سب کو طاقت اور ثروت کا بخشنے والا اور اُن میں عبادت کے قابل ایک لاثانی برہم ہے"

نصیحت- پس اسی برہم کی ستتی (تعریف) کرنی چاہئے- اُسی کے اس اپنی معروضات کو لیجانا چاہئے- اور اُسی کے نزدیک پہونچنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ وہ ہمارے دل کے اندر موجود ہے- ہم اُسے اُسی جگہ ڈھونڈھیں- اور اُسی سے نجات کے خواستگار رہیں ٭

इंद्रं वो वि श्वतस्परि हवामहे जनेभ्यः ।

अस्माकमस्तु केवलः ॥१०॥

منتر ۱۰

"جس جہان کی جملہ چیزوں اور جملہ جانداروں سے پرے یعنی انکی نسبت بیحد اعلیٰ اوصاف والے پرمیشور کا ہم بار بار اپنے دل کے اندر ورد کرتے ہیں۔ وہ ایک ہی چیتن سوروپ ہے۔"

تمہید۔ جہاں انسان کو روحانی جنگ کے لئے پرمیشور کے اندر محو ہونیکی ضرورت جتلائی گئی۔ وہاں ویوہارک یعنی دنیاوی جنگ کے لئے اُسکے پیدا کئے ہوئے آگ بجلی سورج وغیرہ اصولوں سے مدد لیتے ہوئے پرماتما پر پورا بھروسہ رکھنے کی ہدایت مل چکی ہے۔ اب سوال یہہ ہے کہ ان کل دنیا دی طاقتوںکو حاصل کرنے کی علتِ غائی کیا ہے۔ وید جواب دے چکا ہے۔ کہ یہہ کل بھی ہماری نجات میں مددگار ہیں۔ بشرطیکہ ہم اِنسے ٹھیک طور پر کام لینا سیکھیں۔ ہمیں ان سب طاقتوں کے ذریعہ سے اعلیٰ ثروت ملسکتی ہے۔ لیکن وہ ثروت ایک دودہارا تلوار کی طرح ہے۔ بُرے استعمال سے ہمارے لئے بُرے اور اچھے استعمال سی اچھے نتیجے پیدا کرتی ہے۔ اس لئے پرمیشور سے کس طرح کا دہن یعنی ثروت مانگنا چاہیئے؟

एन्द्र सानसिं रयिं सजित्वानं सदासह ।
वर्षिष्ठमूतये भर ॥१॥

منتر ۱

"اے جملہ ثروتوں کے مالک پرمیشور! (نجات کے راستہ میں) ہماری

مضبوطی کے لئے ہماری ترقی کا ذریعہ حاصل کرنے کے لائق دکھوں کی برداشت میں مدد دینے والی اور ہماری دشمن برائیوں پر ہمیں فتح دلانیوالی ثروت ہمیں حاصل کرائے یعنی بخشئے "

تمہید - مادی دنیا کا انتظام - انسانی دنیا کی بناوٹ اور اسکی کمزوری ہمیں بتلاتی ہے کہ جہاں ایک طرف ہمیں اپنے جسم اور اپنے من کو نہایت مضبوط بنانا چاہئے تاکہ ہم برائیوں کے مضبوط سے مضبوط لشکر کا مقابلہ کرسکیں وہاں ساتھ ہی اس کے ہمیں نیکی کی طرف تیز روی کی عادت ڈالنی چاہئے۔ کیونکہ من کچھ ایسا چنچل بنایا گیا ہے۔ کہ اگر اسے ہر وقت نیک کاموں میں مصروف نہ رکھا جاوے تو وہ بد فعلی میں پھنسکر اپنے مالک جیوآتما کی خدمت کرنے کی بجائے اسکی بربادی کا باعث بنجاتا ہے۔ پس پرمیشور سے ایسی طاقت مانگنی چاہئے - جس سے کہ ہم مقابلے میں مضبوط اور منزلِ مقصود کی طرف چلنے میں تیز رو ہو جاویں :-

नि येन मुष्टिहत्यया नि वृत्रा रुणधामहै ।
त्वोतासो न्यर्वता ॥२॥

منتر ۲

" اے مالکِ کل پرمیشور! آپ کی بخشی ہوئی اعلیٰ ثروت سے ہم لوگ اپنی مضبوطی اور تیز روی کی طاقت کے ذریعے یقیناً دشمن برائیوں کو روک کر بدیہہ راستہ پر چل سکتے ہیں "

تمہید - جہاں آتمک اُنتی (روحانی ترقی) کے لئے آتما کو مضبوط اور تیز کرنیکی ضرورت ہے - وہاں جسمانی اور مجلسی ترقی کے لئے جسم کو مضبوط کرنے کے علاوہ مادی استر (آلۂ حفاظت) اور شستر (آلۂ حرب) کا علم بھی جاننا ضروری ہے۔ تاکہ جو بد لوگ دہرم اور نیکی کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے والے ہوں انکو دور کرکے آتما کی رکشا

بکھاوے۔ لیکن ممکن ہے کہ انسان دہرم سے گرکر انہیں استروں اور شستروں کو برائی کے راستے میں استعمال کرے۔ اس لئے اس کام میں بھی پرمیشور کو نہیں بھولنا چاہئے۔ تاکہ انکی یاد ہمیں برائی سے بچاتی رہے۔

इंद्र त्वोतास आ वयं वज्रं घना ददीमहि ।
जयेम सं युधि स्पृधः ॥३॥

منتر ۳

"اے بیحد طاقت والے پرمیشور! آپ سے حفاظت کئے گئے ہم لوگ آپکے دہرم اور فرمان کی حفاظت کے لئے استر اور شستر گرہن کرتے ہیں آپ انہیں اس قابل کیجئے کہ دشٹ دشمنوں کو ہم جنگ میں فتح کر سکیں۔"

تمہید۔ لیکن فتح نصیب نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ انسان برداشت کی طاقت اپنے اندر پیدا نہ کرے اور آلہ جات حفاظت اور حرب کے استعمال کا پورا عامل نہ ہو۔ اس لئے پرم پتا سے پرارتھنا ہے کہ

वयं शूरेभिरस्तृभिरिंद्र त्वया युजा वयं ।
सासह्याम पृतन्यतः ॥४॥

منتر ۴

"اے استقلال کے بخشنے والے پرمیشور! آپ جو ہمکو (پروپکار اور دہرم کی رکشا میں) جوڑ سکتے ہو۔ آپکی مہربانی سے ہم لوگ سب استر اور شستر چلانے میں ہوشیار۔ دہرم کرنے والے بہادروں کے ساتھ جماعت باندھ کر دشٹ دشمنوں کے حملوں کو برداشت

کرنے اور اُن کو شکست دینے کے قابل ہو سکیں۔"

تمہید۔ شترؤں پر فتح پاکر البتہ انسان تکبر کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہہ نہ سمجھتے ہوئے کہ دُشٹ کی دُشٹتا اور گناہگار کے گناہ نے اُسے شکست دلوائی۔ نتیجہ غلط سمجھہ بیٹھتا ہے۔ کہ یہہ فتح اُسکے ہی زور بازو اور اُسکی ہی حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ یہہ سمجھہ کر سچائی کے راستے سے گر جاتا ہے اور پھر حیرانی سے دیکھتا ہے کہ وہ حکمت عملی جس نے کہ پہلے کامیابی کا مُنہ دکھلایا تھا۔ اب خاک میں ملا رہی ہے۔ اور وہی زور بازو جنہو کہ بڑے بڑے پہلوانوں کو آسمان دکھایا تھا اب بےحس و حرکت ہو رہے ہیں اور اُنکی ساری طاقت اُلٹی پڑ رہی ہے۔ ایسی افسوسناک حالت سے بچنے کے لئے انسان کو بھولنا نہیں چاہئے کہ سچائی کی ہی ہمیشہ فتح ہوتی ہے اور اُس فتح کا دلانیوالا پرمیشور ہے۔ پس ہر ایک دھرم یُدہ کے خاتمہ پر بڑے عجز اور بڑی انکساری کے ساتھہ اُس پرماتما کو یاد کرنا اور اُسکا دھنواد کرنا چاہیئے۔

महाँ इन्द्रः परश्च नु महित्वमस्तु वज्रिणे ।
द्यौर्न प्रथिनाशवः ॥५॥

منتر ۵

"جس طرح پر کہ اِس حواسوں سے محسوس ہونے کے قابل جہان کو سورج کی روشنی پھیل کر روشن کرتی ہے۔ اُسی طرح پر بےحد عِلم اور طاقت کا بھنڈار سب سے اوپر اور پرے سارے جہان کی حفاظت کرنیوالا پرمیشور ہی جو کہ اپنے بخطا انصاف کو نہیں چھوڑتا۔ دھرم یُدہ کے اندر ہماری طاقت اور ہماری عظمت کا باعث ہے۔"

تمہید۔ انسانی جماعت پر منزلِ مقصود کی طرف چلتے ہوئے دو طرحوں کے فرائض لاحق ہوتے ہیں۔ اور اُن دونوں کی وجہ انسان کی اپنی عجیب حالت ہے۔ انسانی جماعت کے انتظام کو ایک باخبر ریاست کے انتظام کی مثال سے ہم بخوبی سمجھہ سکتے

ہیں۔ ہرایک ریاست کو دو طرح کے دشمنوں سے ریاست کی حفاظت کرنی ہوتی ہے تاکہ وہ ریاست بےخوف ہوکر اطمینان کے ساتھ سچی ترقی کی منزل کو طے کرسکے۔ پہلا فرض کارکنان ریاست کا یہہ ہونا چاہئے۔ کہ بیرونی دشمنوں سے مُلک کی حفاظت کریں اور دوسرا فرض یہہ ہونا چاہئے۔ کہ رعایا کے اندر صحیح تعلیم کو پھیلا دیں اِن دونوں کا ایکدوسرے پر بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ بیرونی دشمنوں سے محفوظ ہوکر صحیح تعلیم جلد پھیل سکتی ہے۔ اور صحیح تعلیم سے بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں بھی بڑی بھاری مدد ملتی ہے۔ اسی طرح پر عالمانِ باعمل کو (جوکہ پرماتما کی بادشاہت کے کارکُن ہیں) چاہئے۔ کہ جہاں کام۔کرودھ وغیرہ ونیز دشٹ انسانوں (بیرونی دشمنوں) کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیشہ طیار رہیں وہاں صحیح تعلیم یعنی خدا کی وحدانیت اور اُس کے احکام کی پیروی کی شکشا پھیلانے میں ہمیشہ کوشاں رہیں۔

समोहे वा य आशत नरस्तोकस्य सनितौ ।
विप्रासो वा धियायवः ॥६॥

منتر ۶

"جو عقلمند لوگ ہیں وے ہمیشہ (بیرونی) دشمنوں کے جیتنے کے لئے مستعد رہتے ہیں اور جوکہ زیادہ تر لطیف عقل سے مزیّن ہیں۔ وے پرمیشور کی سنتان کو صحیح تعلیم دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں"

تھیہار سمندر محض پانی کو حرکت دیتا ہے۔ پران یعنی ہوا محض زبان کو حرکت دیتی ہے۔ لیکن سورج دُنیا کی تمام چیزوں کو حرکت دیتا ہے۔ اور جس طرح مادی روشنی دُنیا کی اشیاء کو روشن کرتی ہے۔ اُسی طرح روحانی روشنی آتما کے تمام اصولوں کو روشن کرکے اُسے روحانی راستہ پر چلا سکتی ہے۔ پس جب تک کہ مادی اور روحانی روشنی یعنی سورج اور پرماتما پر غور کرنے کی عادت انسان نہیں ڈالتا۔ تب تک منزلِ مقصود کی طرف قدم نہیں اُٹھا سکتا۔

यः कुक्षिः सोमपातमः समुद्र इव पिन्वते ।

उर्वीरायां नकाकुदः ॥७॥

منتر ۷

"جیسے سمندر پانی کو حرکت دیتا ہے۔ جیسے سانس (پران) زبان کو حرکت دیکر آواز پیدا کراتے ہیں۔ ویسے ہی سب چیزوں کے رس کو کھینچنے والا سب جہان کی چیزوں کا محافظ سورج سارے جہان کو حرکت دیتا اور انہیں ابھارتا ہے۔"

تمہید۔ اس سورج کی روشنی سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ ایسے اصولوں سے کیونکر "پرمیشور" کی وحدانیت تک پہونچ سکتے ہیں؟ یہہ سوالات ہیں۔ جنکا جواب کہ انسانی عقل بلا مدد کے نہیں دے سکتی۔ وہ مدد کہاں سے آوے؟ سوائے کل ودیاؤں کے بھنڈار پرمیشور کے اور کہاں اس مدد کی تلاش کر سکتے ہیں۔ پس اسی کے گیان کی شرن لینی چاہئے اگر قانونِ قدرت کے عقدوں کو حل کرنیکی خواہش ہے۔

एवा ह्यस्य सूनृता विरप्शी गोमती मही ।
पक्वा शाखा न दाशुषे ॥८॥

منتر ۸

"جس طرح پکے ہوئے پھلوں سے لدی ہوئی شاخوں والا درخت (انسان کے مادی حصہ کو) سکھ پہونچانے والا ہے۔ ویسے ہی پرمیشور کی عالموں سے خدمت کئے جانے کے لائق سچائی کا اظہار کرنیوالی بڑے بڑے علموں کی مخزن۔ جملہ انسانوں کی عزت کے لائق وید بانی (انسان کے روحانی حصہ کو) روشن (اور اسلئے آنندت) کرنیوالی ہے"

تمہید - لیکن کیا انسان خود پرمیشور کے گیان وید اور اعلیٰ ثروت کو حاصل کر کے سُکھی ہوسکتا ہے ؟ جب تک کہ اُسکے اردگرد جہالت کا سمندر بہہ رہا ہے - تبتک شانتی اُسکے لئے ایک وہم سے زیادہ نہیں ہوسکتی - اس لئے انسانوں کو صرف خود ہی پرماتما کے گیان وید کو حاصل کر کے اطمینان سے نہیں بیٹھنا چاہئے - بلکہ اس گیان کو چاروں طرف پھیلاکر دم لینا چاہئے :-

एवा हि ते विभूतय ऊतय इन्द्र मावते ।
सद्य श्चित्सन्ति दाशुषे ॥९॥

منتر ۹

" اے عالم کُل پرمیشور ! جس طرح پر کہ آپکی مہربانی سے اعلیٰ سے اعلیٰ ثروت اور گیان مجھے حاصل ہوا ہے - ویسے ہی میری طرح کے جو اور انسان ہیں اُن کو بھی اعلیٰ ثروت اور اعلیٰ گیان حاصل ہو - (تاکہ سب دھرم کے راستہ پر چلکر ایکدوسرے کے سُکھ کو بڑھا سکیں -) "

تمہید - اس وید روپی گیان کے اندر مختلف علوم اور مختلف دستور العملوں کا بیان ہے جنمیں انسانی زندگی کا مکمل ہدایت نامہ ملتا ہے - وہ کس لئے ہے ؟ کیوں ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے بیوہار کا بیان ویدوں میں کیا گیا ہے ؟ اسلئے کہ پرماتما کی ماہیت کو جاننے کے لئے اُس سارے برہمانڈ کی ماہیت کو جاننے کی ضرورت ہے - جسکے روم روم کے اندر کہ وہ پرماتما رم رہا ہے - اس لئے وید کے تمام منتر اُنکے تمام حروف اور اُنکی تمام بندشیں - ان سبکا باہمی تعلق اور ویدوں کا سارا مطلب محض پرماتما کو ہی پہچاننے کے لئے اور اُسی تک پہونچانے کے لئے ذریعہ ہیں - اس لئے ویدوں کا مطلب وہی انسان سمجھ سکتا ہے - جو کہ ہر ایک ہدایت کو محض پرماتما تک پہونچانے کا ذریعہ سمجھے :-

एवाह्यस्य काम्या स्तोम उकथं च शस्या ।
इन्द्राय सोमपीतये ॥१०॥

(۱) جیسے خیالات انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ ویسا ہی اُسکا چالچلن ہوتا ہے اور یہہ بات بدیہی ہے۔ کہ قدرتی طور پر آتما کے برخلاف انسان کچھہ نہیں کرسکتا (جبر کا معاملہ دوسرا ہے۔)

ایک شاستر کا قول ہے۔ کہ جو من کہتا ہے وہی بانی بولتی ہے۔ اور جو بانی بولتی ہے وہ ہاتھہ وغیرہ کرتے ہیں۔ اور جو کرتے ہیں اُنہیں کا پھل بھوگنا پڑتا ہے۔ اور ارادہ سے جو جُرم کیا جاوے اُسی کی سزا ملتی ہے۔ مجرم کا فعل نہیں۔ بلکہ ارادہ دیکھا جاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہمارا ارادہ یا ارادت ٹھیک ہو۔ اور وہ تب ہی ٹھیک ہوسکتا ہے۔ جبکہ ارادہ کا مخزن یعنی من ٹھیک ہو۔ من سے مراد اِس جگہہ صرف روح (جیو) سے ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم من یعنی جیو کی درستی کا خیال کریں۔ جب وہ ٹھیک ہوگیا تو کسی کام کے سُدھار میں کسر نہیں۔ چونکہ سارے خیالات دِل سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس اگر دل ٹھیک ہوجائے تو اُس سے بُرے خیال کسی طرح پیدا نہیں ہو سکتے۔ بنابران من کا سُدھار ہی چالچلن کا سُدھار ہے۔

من کے سُدھار کے واسطے رشیوں نے یہی قاعدہ سب سے عُمدہ سمجھا ہے کہ ستیہ کا برتاؤ کرے۔ ستیہ اصل میں پرماتما کا نام ہے۔ اُس کے گُن گرہن کرنے سے استیہ (جھوٹھ) کا برتاؤ نہیں رہتا۔ ستیہ ہی سے ستیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ کیا وہ دل مبارک نہیں جہاں ستیہ کا ظہور ہے۔ جہاں سُتیہ کا بسیرا ہے۔ وہ گھر مبارک کیوں نہیں۔

پرماتما کی ہستی پر سچا اعتقاد ہونا بیشک دل کے سُدھار کا مُکھہ کارن ہے۔ اور سب گون ہیں۔ جو مجرم جانتا ہے کہ حاکم سر پر کھڑا ہے۔ جو چور جانتا ہے کہ چوکیدار موجود ہے وہ چوری نہیں کرتا اور نہ کرسکتا ہے۔

ایک مہاتما کی بابت ذکر ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ باوجود مقوی
اور لذیذ غذا کھانے کے آپ بُرے خیالات کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے
فرمایا کہ ایک شیر اور ایک بکرا لاؤ۔ دونوں حاضر کئے گئے۔ مہاتما جی نے
حکم دیا۔ کہ اِن دونوں کو علیحدہ علیحدہ جگہوں میں باندھ دو۔ ایک
ہفتہ تک بکرے کو نہائت اعلےٰ قسم کی غذا دی گئی۔ بعد ازاں اُس کو
ایک دفعہ شیر کے سامنے لایا گیا دو ماہ تک یہی کارروائی کی گئی۔ پھر
جب بکرے کو دیکھا گیا تو وہ ویسا کا ویسا ہی دُبلا پتلا پایا گیا۔ اِسپر
مہاتما جی نے جواب دیا کہ بعینہ یہی حال اُن اشخاص کا ہے جو پرماتما کو
حاضر و ناظر جانتے ہیں۔ وہ کبھی گناہ نہیں کرسکتے۔ اور نہ گناہوں کی
طرف دلیر ہوتے ہیں۔ اور نہ عُجب و نخوت میں مُبتلا ہوتے ہیں۔ اِسی
واسطے اُن کے شہوی قوا بُری طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ اُنہیں
گمراہ کرتے ہیں۔ پس **پہلا فائدہ** سندھیا کا یہہ ہے کہ انسان گناہوں
کی طرف دلیر نہیں ہوتا اور چال چلن اُس کا بھی بہ نسبت عام لوگوں کے
بہت عُمدہ رہتا ہے۔ جسکی نوبت کسی وقت یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔
کہ وہ بالکل گناہ نہیں کرتا۔

(۲) جو شخص جس سے جتنی محبت کرتا ہے۔ بشرطیکہ سچے دل سے ہو۔ تو
دوسرے فریق کے دل میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔ اور اُسکا ظہور بھی نظر
آتا ہے۔ پس جو سب پیاروں سے پیارا ہے۔ اگر ہم اُس سے محبت کریں یا
اُسکی آگیا کا پالن کریں تو کیا وہ اپنے قدرتی اوصاف سے ہماری محبت کو
نشپھل کردے گا؟ ہرگز نہیں۔ جوگُن محبوب میں ہوتے ہیں اُن کا اثر ممکن
نہیں کہ رُک سکے۔ پس بذریعہ سندھیا ہم ایشوری گُنوں کا اثر گرہن کرینگے۔
اور جیوں جیوں اُس اثر کو زیادہ محسوس کرتے جائیں گے۔ تیوں تیوں ہمارے
ہردیہ میں پریم کا بھاؤ مضبوط ہوتا جاوے گا۔ پس ایشوری پریم کا ہونا سندھیا کا
دوسرا فائدہ ہے۔

(۳) سُستی کا دور ہونا اور چُستی کا آنا دنیاوی بیوہار کے لئے نہائت ضروری
ہے۔ مگر کاہل الوجود آدمی اُسوقت سونا چاہتا ہے۔ جبکہ اُسکو جاگنا ضروری ہے۔

اندھیرا جسکی تعبیر خواب سے ہے اُس کے گزر جانے کے بعد درحقیقت ہمیں قدرتی آرڈر ہے کہ ہم بیدار ہوں مگر صبح کی میٹھی نیند ہمیں اُٹھنے نہیں دیتی۔ ہم اِس دُنیا میں سب مسافر ہیں۔ دھرم۔ ارتھ۔ کام۔ موکش کے منازل کی طرف سفر کر رہے ہیں پس جو چیز سفر سے روکے وہ درحقیقت ہماری دشمن ہے۔ اور دشمن سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ اور وہ کیا ہے۔ صبح کی میٹھی نیند۔ ایک دانا نے کہا ہے۔ کہ صبح کی میٹھی نیند مسافر کو مسافت سے روکتی ہے۔ صبح صادق کا ایسا مبارک وقت ہے۔ اور اُسوقت ایسی تازہ ہوا چلتی ہے کہ سب جانتے ہیں کہ اُس سے پھول کھِلا کرتے ہیں پس ضروری ہے کہ ہم بھی اپنے دل کے غنچہ کو اِسوقت کی ہوا سے کھلائیں۔ ایک دانا نے کہا ہے کہ صبح صادق کافور کی مرہم رکھتی ہے۔ اگر تو گناہ کے زخم کا علاج کرنا چاہتا ہے بیدار رہو۔ صبح کا جاگنا۔ فرایض روزمرہ کا یاد کرنا۔ تازہ ہوا سے مستفیض ہونا۔ (جو زندگی کی خوشحالی کا ایک بے بہا قدرتی انمول عطیہ ہے) بہت ضروری ہے اور اس سے ہم فیضیاب نہیں ہو سکتے۔ جبتک سندھیا کے واسطے کاربند نہ ہوں۔ پس یہہ سندھیا کا **تیسرا فائدہ** ہے۔ اور ایسا ہی فائدہ شام کے وقت کا ہے رات کی سُستی یا تکان صبح کی سندھیا سے اور دن کا تساہل اور تکان شام کی سندھیا سے دور ہوجاتا ہے۔

(۴) انسان جس طرحپر بھوکھا ہوتا ہے جسطرحپر پیاسا ہوتا ہے۔ یہہ بات قدرتی ہے۔ اُسی طرحپر انسان کے بہیتر قدرتی طور پر ایک مادہ پوجا یا پرستش کا بھی موجود ہے۔ کوئی اِس سے خالی نہیں ہے۔ آتما میں درحقیقت عبادت کی بھوکھ ہے مگر اُسکی سیری کا اپاؤ وہ ٹھیک طور پر نہیں جانتا مگر چاہتا ہے کہ کسی طرح سے اِس بھوکھ کو مٹا کر سیری حاصل کروں۔ وحشی درندے شیر وغیرہ بھی اپنے مربی کی تعظیم کرتے ہیں۔ جہالت اور مورکھتا کے سبب ممکن ہے۔ کہ انسان اُس پاک پروردگار کے سوائے کسی اور چیز کی پرستش کرنے لگ جاوے۔ مگر یہہ بھوکھ ضرور کم وبیش اُسکے اندر ہر وقت بنی رہتی ہے۔ دُنیا میں تین قسم کی پوجا مروج ہے۔ (۱) سب سے زیادہ وحشی انسان جڑھ دستوؤں اور بھوتوں پریتوں وغیرہ کی پوجا کرتا ہے۔ اور غالبًا کسی نکسی ڈھنگ کی مورتی بنا کر اُس کے روبرو اپنی خواہش کے موافق چیزوں کی بھینٹ رکھتا ہے۔ جیسے بھیل۔ گونڈ۔ حبشی وغیرہ خونخوار قومیں اپنے من مانے خدا اور دیوی دیوتاؤں کے نام پر پرانیوں کے گلے

کاٹکر اُنکے گوشت کی بھینٹ دہرتے ہیں۔ اور ایسی قسم کی دیگر وحشیانہ رسوم ادا کرتے ہیں (۲) اُس سے کم وحشی اور کسی قدر سمجھدار ندی۔ پربت۔ ستارے اور درخت وغیرہ کو پوجتا ہے اور پھل پھول وغیرہ کی بھینٹ چڑہاتا ہے۔ اُس سے کسی قدر زیادہ سمجھدار اور قدرے علم والا انسان قبر مقبرہ۔ کسی بزرگ یا پیر فقیر کی پوجا کرتا ہے۔ اور اُنپر چڑہاوے چڑہاتا ہے۔ یہہ دونوں قسم کی پوجا سچی پوجا نہیں ہے۔(۳) مگر سچدانند سروپ پرماتما کی پوجا کرنیوالا اِن سب سے باہر عبادت کرتا ہے۔ اور وہ خالق کائنات کی جو ہر جگہہ حاضر و ناظر ہے حواسوں سے جسمانی اور روح سے روحانی عبادت کرتا ہے۔ ناستک یا دہریہ یا ہمہ اوستی صرف مادہ کا ہی پوجنے والا ہے۔ وہ اُس سے آگے نہیں جا سکتا ہے۔ مگر نہیں جانتا ہے کہ جڑہ کو گیاتا اور نیتا کی ضرورت ہے۔ بے ترتیب کے لئے ترتیب دینے والے کا ہونا لازمی ہے اور یہہ سب کام گیان کے ہیں۔ اگیان کے نہیں۔ حالانکہ مادہ بصرف اگیان ہی اگیان ہے۔ پس گیان گن پرماتما کا ہے نہ کہ مادہ کا۔ حاصل کلام یہہ ہے کہ چونکہ پرستش کرنے کا بہاؤ انسان کے بہیتر سبہاوک موجود ہے وہ کسی نہ کسی کو پوجیگا ضرور کیونکہ یہہ مادہ بڑا بلوان ہے۔ اسی کے جوش سے بُت پرستوں نے بتوں کی خاطر اور مکار۔ قہار جبار خدا پرستوں نے جابر دہاکر خدا کی خاطر بے زبان حیوانوں اور انسانوں کی قربانی و قتل روا رکھا۔ مگر وہ پوجا والی قوت اس طرح پرشانت نہیں ہوتی۔ اگر شانت ہو سکتی ہے۔ تو صرف پرماتما کی بیچار پدہی کے مطابق پوجا کرنے سے۔ پس اس قدرتی نعمت کا نیم انوسار باقاعدہ برتاؤ سندہیا کا **چوتھا فائدہ** ہے۔ جس کے سبب سے انسان قانون قدرت کے کماحقہ برتاؤ سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ اور جس اندری کی غذا کم کیجاوے وہ بیشک کمزور ہو جاویگی اس طرح پر وہ اندرونی قوت بھی کمزور۔ بالکل نکمی اور زائل ہو جاویگی اگر اُس کے لئے نیم انوسار مناسب غذا بہم نہ پہونچائی جاوے۔ وہ قدرتی غذا کیا ہے؟ وہ سندہیا ہے۔ یہہ وہ امرت ہے جسکو پان کرکے انسان جیون مکت اوستہا کو حاصل کر لیتا ہے۔

سندہیا کے بغیر دہرم قائم نہیں رہ سکتا۔ سندہیا دہرم کا سنہری تمغہ ہے۔ جو سندہیا نہیں کرتا۔ وہ دہرم کا نرادر کرتا ہے وہ بہت جلد دہرم رہت ہو جاتا ہے۔ ایک مہاتما کا قول ہے کہ دہرم ایک درخت ہے۔ وید کا جاننے والا انسان اُسکا مالی ہے۔ سندہیا اُسکا مول یا جڑہ ہے۔ دہرم۔ ارتھہ۔ کام اور موکش اُس کے پھل ہیں۔ اِس لئے جو آدمی ہر روز باقاعدہ طور پر سندہیا کرتا ہے۔ وہ دہرم سے رہت نہیں ہو جاتا پس سب سے اعلٰے یہہ سندہیا کا **پانچواں فائدہ** ہے۔ اِس غرض سے لازمی ہے کہ روز دونوں کال بلاناغہ ودہی پوروک سندہیا کی جاوے۔ اوم شانتی شانتی شانتی۔

ویدک مارتنڈ

مباحثہ دربارہ الہام
درمیان
مولوی ثناء اللہ صاحب محمدی و ماسٹر آتما رام صاحب آریہ

سلسلہ کے لئے دیکھو میگزین فروری ۱۸۹۹ء

آریہ مسافر - بنگالی مؤرخ آرسی دت جس نے کہ زمانہ حال کے مغربی علماء کی نقش قدم پر اپنی انگریزی تاریخ ہند لکھی ہے۔ وہ اپنی تاریخ کے صفحہ ۴۴ پر لکھتا ہے۔ کہ

(۱) شبد ودیا - (علم زباندانی اور علم موسیقی)

(۲) شلپ ستھان ودیا - (فنون و علم)

(۳) چکتسا ودیا - (علم جراحی و طبابت)

(۴) ہیتو ودیا - (فلاسفی)

(۵) ادھیاتم ودیا (علم الہیات)

اِن پانچ اقسام کے علوم اُسوقت بھی آریہ ورت میں بخوبی پھیلے ہوئے تھے۔ جبکہ چین کے سیاح اِس ملک کی سیر کو آیا کرتے تھے۔ نمبر ۲ میں شلپ ودیا درج ہے۔ آپ براہِ مہربانی اپنے اُسی ہندو دوست سے پوچھ لیجئے کہ شلپ ودیا کے کیا معنے ہیں تاکہ آپ حسب عادت مجھ پر کھینچ تان کا الزام نہ لگائیں۔ تاریخ مذکورہ کے اُسی صفحہ پر درج

وجہ ہے کہ اُس وقت وہ ہندو لوگ چار ویدوں کو اپنا ہدایت نامہ مانتے تھے اور اپنی تیس ۳۰
برس کی عمر تک جاری رکھتے تھے۔ "" آج صغیر سنی کی شادی کے باعث ہندو لوگ نہ ہی
ویدوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ ہی اُن فنون کو سیکھتے ہیں۔ جنکو کہ اصول ویدوں میں
دیتے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ صغر سنی کی شادی کے مارے ہوئے ہندو پنڈت اگر آپکی
ہاں میں ہاں ملاکر کہہ اُٹھیں کہ وید لوہاروں کی کتاب ہے۔ یا اسمیں لوہے کے استعمال
کا یا اُس سے کام لینے کا ذکر نہیں تو اُنکی جہالت ہے۔ لیجئے وید کا منتر بھی پیش کرتا ہوں۔

अश्मा च मे मृत्तिका च मे गिरयश्च मे पर्वताश्च मे
सिकताश्च मे वनस्पतयश्च मे हिरण्यं च मे मेऽय-
श्च मे श्यामं च मे लोहं च मे सीसं च मे त्रपु च मे
यज्ञेन कल्पन्ताम् ॥

(ترجمہ) پتھر۔ مٹی۔ پہاڑی۔ پہاڑ۔ ریت۔ نباتات۔ سونا۔ لوہا۔ تانبہ۔ کانسا سیسہ
اور رانگا ان سب پدارتھوں کو اے انسانو تم استعمال میں لاؤ۔

ایسے ہی کئی اور منتر ہیں یہی نہیں کہ یہہ محض لکھی ہوئی ہدایت ہی رہی
بلکہ پورانے آریہ واقعی وید کے مطابق چلکر جملہ علوم و فنون میں بخوبی ترقی کرتے
تھے۔

مہابھارت کے بانچنے والے آپکے دوست ہندو پنڈت اس بات کی شہادت
دے سکتے ہیں کہ آج سے پانچہزار برس گزرے جبکہ شیشے اور بلور کے ظروف اور
بلوری مکان بنانے میں آریہ لوگ کمال کرتے تھے۔ کیونکہ وہ آپکو یہہ کتھا سُنا سکتے
ہیں کہ اندر پرستھہ کے بلوری فرش نے دریودھن کی آنکھوں کو جو کہ کوروؤں کا
سردار تھا چوندھیا دیا تھا۔

اگر آپ معماری کی بابت جاننا چاہتے ہیں تو اپنے اُسی دوست کو کہئے کہ
آپکو شکرنیتی یا رامائن مصنفہ والمیک پڑھکر سنائے۔ مہا بھارت کے بان پرب
میں شتگھنی کا ذکر ہے۔ جسکو کہ آج کل توپ کہتے ہیں۔ بارود کا نام اگنی
ہے کیونکہ ارباں رشی نے وید کی مدد لیکر اسکو ایجاد کیا تھا۔ کتاب دھنوید جسکو
کہ آپکے ہندو دوست شائد زیادہ پسند کرتے ہونگے۔ اُسمیں بھی بارود (اگنی)
اور شتگھنی دونوں کا ذکر ہے۔ راجہ سگر کے پوتے راجہ بھاگیرتھ نے اپنے زمانہ کے

انجنیروں کی مدد سے ایک نہر پہاڑوں میں سے نکلوا دی تھی جسکو کہ آج کل ہندو لوگ بباعث جہالت معبود سمجھتے ہیں اور جسکا کہ مشہور نام گنگا یا گنگا بھاگیرتی ہے۔ مہاراجہ اشوک نے سیلون کے راجہ کے پاس ایلچی بھیجا تھا جس نے کہ تمرالپتی کے بندرگاہ سے سوار ہوکر جہاز کا سفر کیا تھا۔ یہی نہیں کہ اُسوقت ایک یہی جہاز آریوں نے بنایا ہوگا بلکہ مؤرخ آرسی دت اپنی تاریخ کے صفحہ ۸۱ پر لکھتا ہے "کہ دوسو سواریاں کے جہاز ہندوستان کے سمندروں میں آیا جایا کرتے تھے برہمن لوگ اور ویش لوگ یعنے سوداگر ان جہازوں میں سماٹرا۔ جاوا۔ اور چین کو جایا کرتے تھے۔ سماٹرا اور جاوا میں ہندؤں کا مذہب اور انکی شائستگی پھیلی ہوئی تھی"

آگسٹس سیزر جوکہ اٹلی کا شہنشاہ تھا اُس کے پاس پورس نے اپنے ایلچی معہ ہندوستانی تحائف کے بھیجے تھے۔ اٹلی میں ہندوستان کے بُنے ہوئے کپڑے کی قدر ہوا کرتی تھی۔ مہابھارت اور رامائن کا مطالعہ صاف طور پر بتلاتا ہے۔ کہ ریشمی اور نفیس کپڑوں کے استعمال کا عام رواج تھا۔ اٹلی کے شہنشاہ جسٹ ٹی نی ان نے ریشمی کپڑے سرہند (سدرن انڈیا) سے منگوائے تاکہ یورپ میں داخل کئے جاویں۔

لوہے کے استعمال کی کیفیت اسی سے معلوم ہوسکتی ہے کہ راجہ دھوانے دہلی میں ایک ایسی لوہے کی لاٹ بناکر بطور یادگار کے کھڑی کی تھی کہ جسکو آج تک دیکھ کر بڑے بڑے لائق ودیا پڑھنے والے تعجب کرتے ہیں۔

بقول ٹھلاڈن صاحب کھانڈ کا رواج ہندوستان سے عرب میں اور عرب سے یورپ اور افریقہ میں پھیلا۔ وقت کا اندازہ لگانے کے لئے وہ کلپ خبر استعمال کرتے تھے۔ مسٹر کولبروک کا قول ہے۔ کہ علم جغرافیہ میں ہندو صاحب کمال تھے اور ٹالمی بجومی سے بھی پیشتر ہندو زمین کی محوری گردش وغیرہ کو جانتے تھے۔ اور یہی صاحب فرماتے ہیں کہ آریہ بھٹ یورپ کے مشہور ریاضی دان اور نجومی کوپرنکس سے پہلے گزرا ہے۔ اور ان کا یہ بھی قول ہے کہ:۔

"سوریہ سدھانت کتاب میں ترکون متی (علم مثلث) اور ریکھا گنت (اقلیدس) کی مدد سے کام لیا گیا ہے۔ اور یونانیوں کو بھی اس ترکون متی کی خبر نہیں تھی۔ اور سولہویں صدی میں یورپ کو ان علمی باتوں کا پتہ لگا۔ محیط اور نصف قطر کی تناسب (علم مساحت) ہندؤں کو پہلے ہی معلوم تھی"

سر ولیم جونز کہتے ہیں کہ :-
ہندوؤں نے تین ایجادیں کی ہیں۔ اُن میں سے تمام بے شک قابل تعریف ہیں۔
(۱) اعلیٰ ریاضی کے اصول (۲) کسر اعشاریہ کا قاعدہ (۳) شطرنج کی کھیل۔
ہندوؤں کے ستاروں کے علم جاننے کے لئے جو اوزار مستعمل تھے۔ اُنکے نام یہ ہیں
(الف) جے پراکس (ب) رامجنتر۔ (س) سام راٹ جنتر۔
وِل کِن سن صاحب تحریر کرتے ہیں۔ کہ سدھانت شرومنی میں بھاسکر آچاریہ نے
کشش ثقل وغیرہ کا بالتشریح ذکر کیا ہے۔ اور چاند گرہن اور سورج گرہن کا علمی ذکر
سورج سِدھانت میں ہے۔
یہی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ :-
جبر و مقابلہ۔ جسکو کہ گنک کا علم بھی کہتے ہیں۔ ہندوؤں کو معلوم تھا جبکہ
یوروپ والوں کو اس کا پتہ ۱۶۲۴ء میں لگا۔
ڈاکٹر سورندرو موہن ٹیگور نے ثابت کر دیا ہے کہ علم موسیقی کے اُستاد
ہندو ہی ہیں۔ علم نقاشی اور سنگتراشی کے سبق تو یونانیوں نے ہند سے ہی سیکھے
تھے۔ محمود غزنوی ہندو کی کاریگری سے ایسا متاثر ہوا کہ سومناتھ کے صندل
کے دروازے جنپر کہ گلکاری کی ہوئی تھی اُکھڑوا کر اپنے ساتھ غزنی لے گیا۔
پروفیسر مونیر ولیمس کا قول ہے۔ کہ " ہندؤں نے علم طبابت میں وہ کمال کیا
تھا جیسا کہ آج تک کسی نے کیا ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی علم جراحی میں بھی باکمال تھے"
مؤرخ الفنسٹون اپنی تاریخ ہند کے باب سوم کی فصل چہارم میں لکھتا ہے
کہ علم کیمیا (کیمسٹری) میں ہندوؤں نے خوب کمال کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ
کس طرح گندھک کا تیزاب۔ شورہ کا تیزاب اور دیگر تیز آب بنائے جاتے ہیں۔ تانبے
جست ٹین سیسہ لوہا وغیرہ کے کشتے بنانے اور آیرن سلفیٹ کوپر سلفیٹ یعنے
لوہے۔ تانبے کے مختلف مرکب گندھک کے ساتھ ملاکر بناتے تھے۔
آر سی دت کی تاریخ کے صفحہ ۲۸۱ پر درج ہے۔ کہ :-
" عرب کے مصنفوں نے ہندوؤں کی کتابیں جو جبر و مقابلہ کی تھیں۔ آٹھویں
صدی میں ترجمہ کیں۔ اور شہر پاٹیا کے سونا رڈو نے جبر مقابلہ پہلے پہل یوروپ کو
سکھلایا۔ علم مثلث میں بھی ہندو ہی سب سے پرانے اُستاد دنیا میں ہیں۔ انہوں نے ہی

کسر اعشاریہ کا قاعدہ نکالا تھا جکو کہ عرب والوں نے اپنے سیکھہ کر یورپ کو سکھلایا۔"
آگے چلکر یہی مورخ لکھتا ہے کہ طبابت کا علم یونان سے یورپ میں نہیں گیا بلکہ ہند سے گیا
ہے۔ یونانی نیارکس کا قول ہے کہ یونانیوں کو سانپ کے کاٹے کا علاج معلوم نہیں تھا
لیکن پرانے براہمن علاج کرتے تھے۔

ڈاکٹر وائیز فرماتے ہیں کہ "ہندوؤں کی بدولت ہی ہمیں پہلے طبابت کا علم ملا"
پھر دت کی تاریخ کے صفحہ ۳۸۵ پر لکھا ہے کہ:۔ "آٹھویں صدی میں ہارون رشید
کے عہد میں علم طبابت کی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ ایک عربی مورخ سراپین نامی چرک
رشی کو زیرک کے نام سے پکارتا ہے۔ اکیو ستائیس (۱۲۷) اوزار جراحی کے متعلق
ہندوؤں نے ایسے ایجاد کئے تھے کہ جو بال کے عموماً دو ٹکڑے کر سکتے تھے۔ سکندر ہندو حکیموں
کو اپنے لئے ملازم رکھہ کر لے گیا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے دو ہندو حکیم اپنے لئے ملازم
رکھے تھے۔" اور اخیر میں جاکر دت لکھتا ہے کہ

"آج یوروپ اگر موجودہ ہندوستان کو علمی مدد دے تو کچھہ مضائقہ نہیں کیونکہ
پرانے ہند نے یوروپ کو پرانے زمانہ میں اپنا دھرم اپنے علوم اور شائستگی
سکھلا کر مدد کی تھی۔

فرانس کا مشہور مصنف جکالیٹ اپنی کتاب بائیبل ان انڈیا کے ۱۳ و ۱۷ و ۲۵
صفحوں پر پرانے وید کی ہدایات پر عمل کرنیوالے آریوں (ہندوؤں) کی بابت یہہ
لکھتا ہے۔

"اے بزرگ اور کامل مادر تو خوش ہو کہ جکو صدیوں کے وحشیانہ حملوں نے بھی
نیست و نابود نہیں کیا۔" "میں پرانے ہند کو اپنی علم کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ اسنے
اپنے قوانین سے اپنے رسم و رواج۔ اپنا اخلاق۔ اور دھرم۔ مصر۔ ایران۔ یونان اور اہل روم
کو سکھایا۔ میں پاتا ہوں کہ رشی جیمنی اور رشی وید ویاس سقراط اور افلاطون سے پہلے
ہو چکے ہیں۔" "پرانے ہند کی تہ کا پتہ لگانے کے لئے موجودہ تمام علم جو کہ یورپ
میں حاصل کیا جاتا ہے کچھہ کام نہیں دیتا۔ پرانے ہند کا مطالعہ ہمیں
ایسا کرنا چاہیئے جیسا کہ ایک بچہ الف بے سیکھتا ہے۔"

راجہ بھوج کے وقت جیسا کہ بھوج پربندہ نامی کتاب سے ظاہر ہے۔ اس قسم کی
سواریاں موجود تھیں۔ کہ جو ایک گھنٹے میں ۲۷½ (ساڑھے ستائیس کوس) چلا کرتی تھیں۔

اور اس سے بھی پیشتر راجہ رامچندر کے زمانہ میں بیلون (جنکو کہ سنسکرت میں ویمان کہتے ہیں) ہوا میں اُڑا کرتے تھے۔ مہابھارت میں ذکر آتا ہے کہ راجہ نل نے ایک ایسا ہی عجیب ویمان (بیلون یا غبارہ) بنایا تھا (کیونکہ وہ خود بڑا بھاری کاریگر تھا) کہ جو نہایت ہی تیزی سے جس طرف کو چاہیں جا سکتا تھا۔ منوسمرتی میں بھی تین قسم کی سواریوں کا ذکر موجود ہے۔ اول وہ جو کہ خشکی پر نہایت تیزی سے دوڑیں۔ دوسری وہ جو سمندر میں نہایت تیزی سے چلیں۔ تیسری وہ جو ہوا میں نہایت تیزی سے اُڑیں۔ اس کے علاوہ عجیب قسم کے رتھ گاڑیاں لڑائیوں اور معمولی سفر کے لئے استعمال ہوتی تھیں جنکے کہ آگے گھوڑے جوتے جاتے تھے۔ پُرانے مصر نے بھی اِنہیں رتھوں کی نقل پر اپنی رتھیں بنائی تھیں۔ بجلی سے پُرانے آریہ کیا کیا کام لیتے تھے اُسکو بیان کرنے اور سمجھنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔ طرح طرح کے تیر جنکو کہ وہ اگنی بان کہتے تھے بجلی کی مدد سے طیار کرتے تھے اگنی یعنی بجلی کو ہی اُنہوں نے دوت (قاصد) بنا رکھا تھا۔ یہی نہیں کہ وہ موٹے طور پر بجلی کے علم سے واقف ہوں بلکہ پرشن اُپنشد وغیرہ گرنتھوں کے مطالعہ سے صاف عیاں ہے کہ وہ مثبت اور منفی دو قسم کی بجلی یا کہربائی سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ مثبت کہربائی کا نام پران اور منفی کہربائی کا نام رئی دیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ روزمرہ آریہ لوگ سندھیا کرتے ہوئے پڑھتے ہیں کہ "شانی رشی واہ" اسمیں اشنی کا لفظ بجلی کے اوصاف بتلا رہا ہے۔ میں کہاں تک عرض کرتا جاؤں۔ ویدوں میں بیسیوں منتر بجلی مقناطیسی طاقت وغیرہ کے متعلق ہیں۔ پدارتھ ودیا یعنے سائنس کوٹ کوٹ کر رگوید میں بھرا پڑا ہے۔ اور رگوید اسی واسطے اس کا نام ہے۔ کہ یہ ایک ذرہ سے لیکر جو کہ زمین پر ہے۔ آسمانی دور دراز کرتوں تک کا علم بتلاتا ہے۔

آپکے اور ہمارے بزرگوں نے جن کا کہ نام آریہ تھا ویدوں کی مدد سے دنیوی اور دینی ترقی میں وہ کمال کئے تھے۔ کہ جنکی آج بے تعصب اشخاص کو خواہ وہ اس ملک کے باشندے بھی نہ ہوں تو بھی ضرور داد دینی پڑتی ہے۔ چنانچہ ایک امریکن کا قول ہے کہ۔ "آریہ لوگ ہوا کے سمندر کو بیلونوں کی مدد سے عبور کیا کرتے تھے۔ نہ صرف یہی بلکہ وہ ہوا میں لڑائیاں لڑا کرتے تھے۔ بیلونوں میں اتنا کمال حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جملہ علوم اور فنون میں جو اس سے تعلق رکھتے پورے ماہر ہوں۔ مہا سبھا کے موقعہ پر جسکا کہ ذکر مہابھارت میں ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خوردبین۔ دوربین۔ بڑی چھوٹی

گھڑیاں۔ کلا کے بنے ہوئے گانے والے پرندے اور کلا کے بنے ہوئے بولیاں بولنے والے حیوان رکھتے تھے۔ اشٹ وِدیا ایک سائنس تھا۔ جبکا کہ علم ہمارے موجودہ زمانہ کے پروفیسروں کو بھی معلوم نہیں۔ پُرانے آریہ لوگ اِس سائنس کی طفیل حملہ آور دشمنوں کو زہریلی ہوا کے چکر میں لپیٹ کر تباہ کر دیتے تھے"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "زمانہ حال کے مصر کے مؤرّخ مصر کی حالت ایک نہائت اعلےٰ شائستگی اور ترقی کی پاتے ہیں ایسی اعلیٰ ترقی کی کہ اُسکو سوچتے ہوئے رین صاحب سے متفق ہوکر کہنا پڑتا ہے کہ عقل چکرا جاتی ہے"۔

"آٹھ ہزار برس گزرے کہ ہندوستان سے ایک گروہ آدمیوں کا بستی بسانے کی غرض سے مصر میں گیا جوکہ اپنے ساتھ اپنے فنون اور اعلیٰ شائستگی کے سامان لے گیا۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی ایک طرف فیثاغورث۔ سقراط۔ افلاطوں۔ ارسطو۔ ہومر زینو۔ ہیوڈ۔ سسرو۔ وغیرہ کی تعلیم رکھے اور دوسری طرف وید ویاس۔ کپل۔ گوتم پتنجلی کناد جیمنی۔ نارد وغیرہ کی تصنیفات رکھے تو وہ حیران ہوجاتا ہے کہ اِنکی کس طرح باہم مطابقت ہے۔"

مولوی صاحب آپ بیشک متحیّر ہو رہے ہیں کہ ہیں اِن بُت پرست ہندوؤں میں وید کہاں سے نکل آئے اور اِن میں ایسی ایسی علمی باتیں کہاں سے آگئیں۔ آپ کی حیرانی بجا ہے۔ واقعی پچیس سال ہوئے کہ ہم بُت پرست ہندو کہلاتے تھے۔ اور آج خدا پرست آریہ بن گئے۔ سچ پوچھو تو ہمارا وہ حال ہوا جس طرح ایک کنگلے کا خزانہ ملنے سے ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک جوہری کروڑوں روپیوں کے جواہرات اپنے مکان کے تہ خانہ میں دفنا کر مرگیا یہہ خیال کرتے ہوئے کہ میرے بال بچے جب سیانے ہونگے تو زمین کھودنے پر اِس دفینہ کو پاکر سُکھہ سے گزران کریں گے۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ جن کے سامنے اُسنے جواہرات دفن کئے تھے وہ بھی مرگئے۔ اور لڑکوں کو کوئی بتلانے والا نہ رہا کہ دفینہ کدہر ہے۔ لڑکوں نے بچپن سے یہہ تو سُن رکھا تھا کہ ہم مالدار جوہری کے بیٹے ہیں۔ لیکن حیران ہوتے تھے۔ کہ ہمارے گھر میں ہیرا پنہ ایک بھی نہیں ہے۔ اِن لڑکوں کے لڑکوں نے بھی اتنا تو سُن لیا کہ ہم جوہری کے پوتے ہیں لیکن جواہرات کہیں نہ پائے۔ اتفاق سے ایک دن ایک فقیر آیا اور اُسنے لڑکوں کو کہا کہ بھائی تم جوہری کے پوتے مشہور ہو لیکن کیا وجہ ہے کہ تمہارے گھر میں جواہرات دکھائی تک نہیں دیتے۔ اُن لڑکوں نے کہا کہ ہم وجہ نہیں تبلا سکتے۔ فقیر نے کہا کہ اِس مکان کی دیواریں گرا دو اور

ساری زمین کھود ڈالو اگر تمہارے بزرگ جواہری تھے تو ضرور کہیں نہ کہیں سے ایک ہیرا
پتہ نکل آئے گا۔ لڑکوں نے فقیر کی بات کو تو سنا لیکن مکان کی چار دیواری کو گرا کر انہیں
اور زمین میں جواہرات کی تلاش کرنے سے جی چرانے لگے۔ فقیر نے کہا۔ کہ اگر چار دیواری
گراتے نہیں تو زمین ہی کھودنی شروع کر دو۔ اس نصیحت پر عمل کیا اور دادے کا خزانہ
حاصل کیا۔ گلی محلے کے لوگ جب ان لڑکوں کو سونے کے زیوروں سے آراستہ دیکھتے تو یہہ
سمجھتے کہ یہہ پیتل کے ہیں اور ہیروں کو جھوٹھے پتھر خیال کرتے۔ ہر چند لڑکے کہتے۔ کہ
ہمیں دادا کا دفینہ مل گیا ہے اور ہم یکدم امیر ہو گئے ہیں لیکن عام لوگوں کو حیرانی
تو ضرور ہوتی مگر اعتبار نہ آتا۔ آخر کار ایک جوہری نے اُن ہیروں کی آزمائش کی
جو کہ اُن لڑکوں کے پاس تھے تو وہ واقعی دنگ رہگیا۔ اور اُسے آزمائش کرنے کے بعد
یقین آگیا۔

پچیس[۲۵] برس ہوتے کہ ہم پرانوں کی قصہ کہانیوں میں یا اپنے والدین سے یہہ تو
سُنتے تھے کہ ہمارے بزرگ رشی مُنی ہوئے ہیں۔ لیکن جب گھر میں "تلاش کرتے تھے، تو
پُرانوں کی ذلتوں کے سوائے کچھہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سوامی دیانند نے اس زمین کو کھودا
اور پُرانوں کی مٹی پرے پھینک کر ویدوں کے دبے ہوئے علمی خزانہ کے درشن کرا دیئے
اور آج ہم مہرشی کے اُپکار کی بدولت ویدوں کے جواہرات سے مالا مال ہو رہے ہیں اور اب
وہ بات ہمیں درست معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہم بیشک رشی مُنیوں کی اولاد ہیں "

میں جب آریہ سماج کا ممبر نہیں تھا تب دل میں یہہ سمجھا کرتا تھا کہ سوامی
دیانند نے صرف ہندؤں کو مُسلمان اور عیسائی ہونے سے بچانے کے لیئے یہہ تجویز نکالی
ہے۔ لیکن جب سوامی جی کی تصنیفات کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ خیالات محض ناواقفی
کا نتیجہ تھے۔ اب میں تعجب سے پاتا ہوں کہ سوامی دیانند نے کوئی بھی من گھڑت مسئلہ
قایم نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھہ سدہانت (مسئلہ) کے طور پر لکھا ہے وہ واقعی برہما سے
لے کر جیمنی مُنی تک کے تُل مانے ہوئے رشی مُنیوں کے مسائل ہیں۔ اگر سوامی دیانند نے
زمانہ کی ہوا کے ساتھ چلنا ہوتا یا موجودہ یورپین مسائل یا تہذیب کو ویدوں کے
گلے مڑہتے تو ہرگز موجودہ یوروپ کے عالموں کے مسائل کے برخلاف ایک قدم نہ
دھرتے۔ لیکن اُس رشی نے کوئی مغربی مسئلہ ویدوں کے گلے نہیں مڑھا۔ اور نہ کوئی
مغربی مسئلہ مستعار لیا ہوا لکھا ہے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اسوقت یورپ کے اعلےٰ

عالم خدا کی ہستی سے منکر ہیں۔ اور صرف مادہ کو ہی ازلی ابدی مان رہے ہیں۔ روح کی بابت اُن کو کما حقہٗ علم نہیں۔ لیکن سوامی دیانند نے ویدوں کی مدد سے واضح کرکے دکھادیا اور بے تعصب عالموں کو قایل کر دیا۔ کہ ایک ہمہ دان محیط کُل بے شکل ایشور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے ہی اپنی جیو روپی پرجا (رعیت) کا حاکم بن رہا ہے۔ اور جہاں ایشور ازلی ہے وہاں اسکی رعیت یعنی روحیں اور اُس کے ساتھ مادہ بھی ازلی ہے۔

یوروپ کے ناستک فلاسفر اواگون نہیں مانتے۔ لیکن سوامی دیانند نے اواگون کی تعلیم دی ہے۔ موجودہ یورپ میں جسکی لاٹھی اُسکی بھینس کا مسئلہ اخلاق کا اصول مانا جا رہا ہے لیکن سوامی دیانند نے دہرم آچرن یعنے انصاف کو ہی اعلیٰ اخلاق کو اصول مانا ہے۔

یوروپ کے لوگ جب خدا سے منکر ہیں تو اُس کے علم کی ضرورت یعنے الہام کو کب مان سکتے ہیں۔ سوامی دیانند نے شبد ارتھ سمبندھ ویدوں کو برہان قاطع سے الہامی ثابت کیا ہے۔ یورپ کے فلاسفر مانتے ہیں کہ انسان بتدریج بندروں سے موجودہ صورت میں آگیا لیکن سوامی دیانند نے یہہ نہیں مانا۔:

موجودہ یوروپ کو ورن آشرم بیوستھا کا پتہ بھی نہیں لیکن سوامی جی نے اِس کی مکمل اور پوری تشریح کرکے دکھائی ہے۔ اِس لیے اگر آپ یہہ کہیں کہ سوامی دیانند نے موجودہ یوروپ کی کسی بات کو دیکھہ کر وہ باتیں ویدوں کی تفسیر میں لکھہ دی ہیں تو آپکا یہہ خیال غلط ہوگا۔ کیونکہ آپکو پتہ لگے گا۔ کہ سوامی دیانند نے کوئی طبعزاد خیال یا مروجہ خیال ویدوں کے گلے نہیں مڑہا۔ بلکہ جو ویدوں میں ہے اُسی کی تعلیم دی ہے اور اُس تعلیم کی بزرگی اور سچائی سب پر دلیلوں اور پُرانے حوالوں سے ظاہر کی ہے۔ اور نسل انسان کو دعوت دی ہے۔ کہ آؤ اِس سونے کو آزماؤ۔ کھرا پاؤ تو لے لو ورنہ جانے دو۔

آپکے فقرہ چہارم کا دوسرا حصہ گلستان سے متعلق ہے۔ چونکہ گلستاں بوستاں کو آپ بھی خدا کی کلام نہیں مانتے۔ اِس لیے وہ کس قسم کی کتاب ہے۔ اُس کے متعلق گفتگو کرنا مضمون سے دور جانا ہے :: باقی آیندہ

آتمارام ۔ امرتسر
۲۴۔ جنوری ۱۸۹۹ء

شکریہ۔ یہہ سوال و جواب آریہ سماج مندر بنوں میں
بتاریخ ۱۸ماہ نومبر بذریعہ تحریر ہوئے تھے۔ لالہ
گوردیارا جی نے برائے اندراج آریہ مسافر ارسال
فرمائے ہیں جس کیلئے ہم اُنکے مشکور ہیں:
(ایڈیٹر)

تحریری سوال و جواب مابین شریمان پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر و سکرٹری ہندو دھرم سبھا بنوں

(سوال) جیو اور مادہ کو پیدا کرنیوالا ایشور ہے یا نہ۔ اور ایشور کو جیو اور مادہ کے پیدا کرنیکی طاقت ہے یا نہ۔

(جواب) جیو اور مادہ پیدا شدہ چیزیں نہیں ہیں۔ کیونکہ پیدائش کا لفظ وہاں حاوی ہوتا ہے جہانکہ دو یا دو سے زیادہ مفردات کو لے کر کوئی مرکب چیز بنائی جاوے۔ چونکہ جیو اور مادہ سدا ہی مفرد ہیں اسواسطے وہ پیدا نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ کوئی مفرد چیز ترکیب پذیر نہیں ہوتی۔ اور علم سائنس یعنے وشیشک شاستر کی پدارتھ ودیا کے انوسار نیستی کوئی چیز نہیں۔ علاوہ براں موجودہ سائنس بھی اس کا شاہد ہے۔ دیکھو رسالہ مبادی العلوم وغیرہ۔

اور جو چیز مرکب ہوتی ہے۔ وہ ٹوٹ بھی جایا کرتی ہے۔ جیو چونکہ ٹوٹتا نہیں اسواسطے مرکب نہیں۔ اور چونکہ وہ مرکب نہیں اسواسطے انادی ہے۔ ایشور سروگیہ سروبیتا۔ سرودیاپک۔ سرو پرتپالک۔ اور ایک دیشی نہیں ہے۔ اور جیووں کے کرموں کا پھل داتا ہے۔ جیو کرم کرتا پھل بھوگنے میں ایشور کا محتاج۔ اور کرم کی کارروائی میں مادہ کا محتاج ہے۔ پرتی ملک۔ جیو پرجا ہیں۔ ایشور مہاراجہ ہے۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ ایشور ایک اور جیو بے شمار ہیں۔ ان عقلی دلایل کے سواء وید مقدس میں بھی صاف طور پر تبلایا گیا ہے۔ کہ جیو اور ایشور دمایا انادی ہیں۔ دیکھو رگ وید منڈل پہلا سوکت ۱۶۴۔ منتر ۲۰۔ اور اُپنشد کا واکیہ اجام ایکام سویت نیتل کرشنام وغیرہ۔ فقط۔ اسواسطے دلایل علمی یعنے سائنس اور دلایل مذہبی یعنے

وید اور اُپ نشد دونوں سے ثابت ہے۔ کہ تینوں چیزیں انادی ہیں۔

(سوال) کس لغت سے آپ رام کے معنے غلام اور چور کے بتلاتے ہیں۔ اور رمیدن مصدر علم سنسکرت میں ہے یا فارسی میں۔

(جواب) میں نے رام کے معنے چور نہیں کہا۔ آپنے میرے اُس روز کے لکچر کو نہیں سمجھا چنانچہ [illegible] نے بھی تائید کی۔ رام سنسکرت کے کسی کوش میں یا پُرانے کسی اپ نشد اور مہابھارت کے زمانہ کی کسی پُستک جو فریقین کی مسلم ہو۔ بمعنے پرمیشور یا اوتار یا پوجا کرنے کے لائق پدارتھ کے استعمال نہیں ہوا۔ اور ایسا ہی کرشن نام جسکے معنے کالا سیاہ مثلاً کرشن سرپ اور کرشن پکش۔ باقی رہا رام وہ سنسکرت میں بمعنے باغ اور بھاگنا اور فارسی میں بمعنے داس و مطیع و بافیدار کے استعمال ہوا ہے اور آپ چونکہ اردو جانتے ہیں آپکو معلوم ہی ہوگا۔ کہ رمیدن فارسی مصدر ہے کیونکہ فارسی اور سنسکرت علم زبان کے عالموں کے نزدیک ایک ہی اصل کی زبانیں ہیں۔ اسواسطے بتلایا گیا تھا۔ کہ جس رام کو سنسکرت والے بمعنے باغ وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ اور رام سنسکرت میں رام دہاتو سے نکلا ہے۔ جو بمعنے رمنے کے ہے۔ دیکھو دہاتو پاٹھ۔

(سوال) پنڈت کی تعریف کیا ہے۔

(جواب) بُدھی مان۔

(سوال) نندک پُرش بھی پنڈت کہلایا جاسکتا ہے۔

(جواب) نندا کا ارتھ آپنے صحیح نہیں سمجھا۔ جو بات نہ ہو اُسکو کہنا اور جو ہو اُسکو نہ کہنا۔ شرابی کو بھلا مانس اور بھلے مانس کو شرابی کہنا یہہ نندا ہے۔ رشی منیوں کا کام بیبھچار و جھوٹ و چھل چوری پرستری گمن وغیرہ وغیرہ کلنک لگانا نندا ہے۔ جیساکہ پرانوں میں لکھا ہے۔ کہ بھاگوت کی بیان کردہ چیر ہرن لیلا کو اور شیو پُران کے بیالیسویں ادھیا کے بیان کردہ رشیوں کی ستریوں کے ساتھ زنا کرنے اور کارتک ماہتم کے بیان کردہ بشنو کا برندا جلندھر کی ستری کے ساتھ بیبھچار۔ پرانوں کے کھنڈن کے واسطے بیان کرنا نندا نہیں ہے۔ کیونکہ یہہ صحیح واقعہ ہے۔ اور واقعہ صحیح کو چھپانا جرم ہے۔ جس طرح کہ بمبئی ہائی کورٹ میں گوکلئے گوسائیوں پر بیبھچار کا مقدمہ ہوا۔ جنکو وہ اپنے

زبان میں .برہم سمبندہ اور اس طرف ڈیرہ جات کی بولی میں کیسری سنان کہتے ہیں۔ جسکے بغیر پتی اپنی ستری کے ہاتھ کا ان گرہن نہیں کرتا۔ جوکہ ایک بڑی کتاب "مہاراج لائیبل کیس میں معہ حوالوں کے درج ہے۔ اور جو چھپ چکی ہے۔ ایسی ایسی باتیں لوگوں کو برائیوں سے بچانے اور بہچار چھڑانے اور رشی منیوں کی سرشٹیتا بتلانے اور دہورتوں کی قلعی کھولنے کے واسطے تبلانا نندا نہیں ہے۔ بلکہ یتھارتھ ہے۔ ... نے عورتوں کو بہاگوت سنانا اور خاص کرکے دسواں اسکندہ۔ نندا ہے برہم ساگر کی کتھا کرنا نندا ہے راس لیلا اور نندا ہے چیرہرن لیلا بنانا۔ کیونکہ شاستر میں نندا شبد کے معنے ہی یہی ہیں۔ کہ جیسی ہو وہ چھپانا اور جو نہ ہو ظاہر کرنا۔ جیساکہ پاربتی کے بیاہ میں شیو پران میں لکھا ہے۔ کہ پاربتی کے پانو کی انگلی دیکھ کر برہماجی کا ویریہ اسکہت ہوگیا۔ دیکھو شیو پران مطبوعہ نولکشور منظومہ:۔

سری گوری کی انگشتِ حنائی — سرِدستِ انجمن میں دیکھہ پائی
گرا تخمِ منی برہما زمیں پر — مجسم ہوگیا قطرہ وہیں پر

شیو پران کا دوسرا واقعہ۔

بیاں کرتے ہیں یوں سوتِ نیکو ذات — سنو یہہ اتفاقِ وقت کی بات
رکھیشر ایک جا خلوت نشیں تھے — سرِ کیلاش پر مسکن گزیں تھے
ہوا شیوجی کے دلکو جوشِ مستی — ہوئے آمادۂ عشرت پرستی
زنوں کے پاس سے تابانہ پہونچے — کہ جیسے شمع پر پروانہ پہونچے
ہوئیں غائب ہزاروں صورتِ ہوش — ہزاروں نے شرابِ وصل کی نوش
بیاباں سے رکھیشر پھر کر آئے — شگفتہ غنچۂ پژمردہ پائے
ہوئے غوّاص دریائے قلق میں — دعائیں کی سدا شیوجی کے حق میں
کہ لنگِ شیو گرے کٹ کر زمیں پر — نہ رغبت ہو کسی زہرہ جبیں پر
وہیں پر لنگ شنکر گر پڑا صاف — جدا قالب سے ہوکر گر پڑا صاف

چونکہ آپ سنسکرت نہیں جانتے اسواسطے میں سنسکرت کے پرمان نہیں پیش کرتا۔ اتنا ہی کیواسطے پہلا شلوک تندا شوڑ وغیرہ۔

سوال۔ آپ نے دوسرے لیکچر میں فرمایا ہے۔ کہ پدم پوران میں پاربتی کو مہادیو کہتے ہیں۔ کہ ایسا جھوٹھا شاستر درپردہ بودھ میں نے رچا ہے۔ وغیرہ غلط ہے۔

جواب۔ پدم پوران میں شیو اور پاربتی کا سمباد ہے۔ اُس میں مایا کا خاص ذکر ہے۔ ایسا جو جھوٹھا شاستر در پردہ بودھ مت وہ میں نے ہی کلجگ میں برہمن کا روپ دھار کر لکھا ہے جس میں ویدک سدھانتوں کا اُلٹا ارتھ کیا گیا ہے۔ تاکہ وید کی نندا ہو اور اُسمیں کرموں کو بالکل چھوڑ دینے کا ذکر ہے۔ اور اُس میں سب کرموں سے ...... کو ہی نشش کرم لکھا ہے۔ اور پرماتما اور جیو کی ایکتا ہے۔ جس میں پار برہم کو جیووں سے الگ کیا ہے۔ وہ میں نے ہی کلجگ میں وید ارتھ کی طرح ظاہر ہو جس مخفی غرض کو پورا کرنے کے واسطے اے دیوی رچا ہے۔ اصل میں وہ درست نہیں ہے۔

(دیکھو پدم پوران مطبوعہ بمبئی جو پاربتی اور مہادیو کا سمباد) اور یہی ذکر مشہور پنڈت وگیان بھکشو نے سانکھیہ شاستر کی ٹیکا کے دیباچہ کے صفحہ ۲ اور ۳ پر لکھا ہے (دیکھو مطبوعہ جیوانند پریس کلکتہ)

سوال۔ رگ وید کے ۱۵۴ سُکت منتر ۲ میں نرسنگھ اوتار اور باون اوتار ثابت ہوتے ہیں۔ پنڈتوں سے میں نے اُس کے معنے جو سُنے ہیں وہ یہہ ہیں۔

نرسنگھ روپ دھاری پرمیشور اپنے پراکرم کرکے اُستتی کو پراپت ہوتا ہوا پرتھوی میں بچرتا ہے۔ نرسنگھ آدی روپ سے کیلاش میں شیو روپ سے نواس کرتا ہوا پری وکرم اوتار تین پاؤں سے زمین کو کمپایمان کرتا ہے۔ اور آپ نے کہا کہ جنگل سے آکر شیر نے ہرنیہ کشپ کو مارا۔ میری دانست میں یہہ واک آپکا وید کے برخلاف ہے کہ نرسنگھ اوتار نہیں ہوا۔ جسکی ثبوت میں وید منتر بالا پیش کرتا ہوں۔

(جواب) اِس آپکے پیش کردہ منتر میں نہ تو کسی اوتار کا ذکر ہے اور نہ اوتار شبد ہی چاروں ویدوں میں موجود ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ نروکت کار یاسک مُنی اور نروکت کے ٹیکاکار پنڈت ستیہ برت ساماشرمی نے نروکت میں جو ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں چھپوایا ہے۔ لکھا ہے کہ اوتار کی باتیں پرانوں کی کہانیاں ہیں۔ وید کے ماننے والوں کو اُنکی عزت نہیں کرنی چاہئے۔ اِس منتر میں پرماتما کی پیدائش اور اُسکی شکتی کا ورنن ہے۔ کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جسکی معنے شیر ہیں۔ اور نہ کوئی لفظ ایسا ہے جسکے معنے بونا آدمی یعنے پست قد آدمی ہے۔ اور سوائے اس کے سمرودیاپک کے واسطے اوتار لفظ کا اُچارن ہی غلط ہے۔ سرشٹی میں تین طرح کے وکار ہوتے ہیں۔ ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن

اُن تینوں کا ہی اسمیں بیان ہے۔ کسی نرسنگ اوتار کا اسمیں ذکر نہیں۔ آپکو شاید مرگ شبد سے دہوکھا ہوا۔ پرنتو مرگ کے معنے تمام جنگلی جانوروں کے ہیں جسمیں گیدڑ کتا۔ بلا۔ بھیڑیا۔ چیتا۔ ریچھ اور بندر وغیرہ سب شامل ہیں۔ شیر کے واسطے لفظ مرگ اندر آتا ہے۔ نہ کہ مرگ اور اس کے سوائے اور بھی کئی لفظ اسکے واسطے ہیں۔ مرگ راج بھی کہا جاتا ہے۔ سوائے اِس کے وید میں اوتار کا کھنڈن بڑے صاف طور پر ملتا ہے۔ دیکھو یجر وید کے چالیسویں ادھیار کا آٹھواں منتر ٭

اودیا کا ناش

(دہجاکت)

ضیاء القرآن

(نمبر ۳)

(از حکیم سنت رام صاحب ویدک دہرم پرچارک)

ہفتم۔ سورہ اخلاص میں نمبر ۴ آیۂ (ولم یکن لہٗ کفواً احدٌ) ہے۔ یعنے اور نہیں کوئی واسطے اُسکی برابری کرنے والا۔ مگر عقیدۂ مولف قرآن من کل الوجوہ اِس کے بھی برخلاف ہے۔ کیونکہ آیۂ ہذا میں بہمہ وجوہ کفو اللہ کا یعنے ہمسر اللہ کا نفی بتلایا ہے۔ اور ظاہر کیا ہے۔ کہ باری تعالےٰ کی کوئی ہمسری نہیں کرسکتا۔ کیا معنے اسکا مقابلہ کرنے کی قوت معدوم ہے مگر قرآن میں جابجا۔ اِس کے برخلاف مذکور ہے۔ چنانچہ نامہ نگار چند آیات بطور مشتے نمونہ از خروارے قرآن سے اقتباس کر کے ہدیہ نذر ناظرین کرتا ہے۔ فانتظرُو

آئندہ آیات سے چونکہ بعض امور قابل غور خارج از بحث موجودہ کا بھی ظہور ہوتا ہے جن کا اظہار کرنا مزید فیہ سمجھ کر متروک نہیں کیا گیا۔ لہذا میرے ناظرین اُن سبکو بطور جملہ معترضہ سمجھ کر مقصد اصلی کو ملحوظ رکھیں۔ تاکہ آئندہ ابواب میں بعض اہم امور کی عقدہ کشائی میں آسانی ہوجائے۔

(۱) آیہ (ولم یکن لہ کفواً احد ۴) کے برخلاف جو کچھ پہلے مسطور ہے۔ وہ سورہ بقر رکوع ۴ کی یہہ آیت ہے۔ (واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکفرین) اور جب کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا مگر شیطان نے نہ مانا اور تکبر کیا۔ اور تھا وہ کافروں سے ؛ آیہ ہذا میں ماسوائے تردید آیہ نمبر ۴ سورہ اخلاص کے اور بھی چند امور قابل توجہ ہیں۔ چنانچہ (۱) موجد و خالقِ شرک خدائے قرآنی ہے کہ جس نے ابتدائے آفرینش میں غیر اللہ کو مسجود بنانے کا امر کیا۔ اور ملائک سے آدم کو سجدہ کروا کر اُسکو رواج دیا (۲) امر سجدہ آدم بر ملائک ہوا۔ چنانچہ فقرہ (واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم) شاہد ہے۔ (۳) عزازیل کو کوئی حکم واسطے سجدہ آدم نہیں دیا گیا۔ کیونکہ قرآن میں ایسا کوئی لفظ یا ضمیر بھی موجود نہیں۔ جس سے کوئی یہہ ثابت کر سکے کہ اُسکو بھی امر سجدۂ آدم صادر ہوا تھا (۴) جملہ ملائک سجدۂ آدم بجا لائے۔ چنانچہ لفظ (فسجدوا) قرآن میں مسطور ہے۔ (۵) عزازیل نے آدم کو سجدہ نہیں کیا۔ کیونکہ فقرہ (الا ابلیس) مسطور قرآن ہے۔ (۶) کفار مقدم از ابلیس موجود تھے۔ کیونکہ مولف قرآن مقر ہے (وکان من الکفرین) مولف قرآن منجانب اللہ مروی ہے کہ شیطان نے ہمارا حکم نہیں مانا اور اُسنے آدم کو سجدہ نہیں کیا۔ بجائے اُس کے کہ حکم کی تعمیل کرتا اُلٹا اکڑ کر مقابلہ کرنے لگا۔ آیت ہذا میں (ابی واستکبر) کا فرمان ہے۔ لہذا پیدا ہے کہ مولف قرآن نے آیہ (ولم یکن لہ کفواً احد) کا قصہ پاک کرکے بتلا دیا کہ خدا کی ہمسری کرنے والا شیطان موجود ہے۔ نابود نہیں۔ کما لا یخفیٰ ؛

(۲) آیہ (ولم یکن لہ کفواً احد ۴) کے برخلاف جو کچھ مولف قرآن نے نمبر ۲ پر لکھا ہے وہ سورہ اعراف رکوع ۲ کی یہہ آیات ہیں (ولقد خلقنکم ثم صورنکم ثم قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس لم یکن من السجدین قال ما منعک الا تسجد اذ امرتک قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ قال فاھبط منہا فما یکون لک ان تتکبر فیہا فاخرج انک من الصغرین) اور بتحقیق پیدا کیا ہم نے تم کو اور پھر صورتیں بنائی ہم نے تمہاری اور پھر کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو سجدہ کیا اُنہوں نے مگر ابلیس ہوا نہیں سجدہ کرنے والوں سے کہا کس چیز نے منع کیا تجھ کو

کہ نہ سجدہ کیا تو نے جب حکم کیا میں نے تجھہ کو کہا میں بہتر ہوں اُس سے پیدا کیا تو نے مجھہ کو آگ سے اور پیدا کیا تو نے اُسکو مٹی سے - کہا پس اُتر اسمیں سے پس نہیں لائق واسطے تیرے یہہ کہ برابری کرے تو پس نکل تحقیق تو ذلیلوں سے ہے -

نتایج - (۱) اس آیہ میں بقول مولف قرآن خداوند نے سجود انسانوں کو مخلوق کیا اور انکی صورتیں بنائیں اور آدم کو مسجود ملایک ٹھیرایا (۲) سب سے پہلے خداوند نے امر شرک صادر کیا - (۳) جملہ ملایک مشرک ہیں کہ اُنہوں نے غیر اللہ کو سجدہ کیا (۴) عزازیل موحد اور خداپرست ہے کہ اُس نے خدا کے سوائے دوسرے کو سر نہیں جھکایا - بلکہ جب خدائے محمدی نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کو کس نے اُسکو سجدہ کرنے سے منع کیا تو اُس نے شافی و کافی جواب سُنایا کہ یہہ بھی مخلوق ہے میں بھی مخلوق ہوں - بلکہ میری خلقت بہ نسبت اس کے اوٰلے اور شریف ہے - کہ مجھہ کو تو نے آگ سے تخلیق کیا اور اسکو خاک سے (۵) آدم اور شیطان و خدائے محمدی معہ ملایک کسی بالاخانہ میں متمکن تھے - جیسے خداوند نے لاجواب ہو کر شیطان کو مغضوب کرتے ہوئے فرمایا کہ (فاھبط منھا) یعنے نیچے اوتر یہاں سے (۶) شیطان نے خدا کی ہمسری کی اور باوجود اُس کے امر کو خلاف توحید ثابت کرنے کے وہ کوری سُنائیں کہ اوتعالےٰ سوائے گالی گلوچ کرنے کے اُسکو کچھہ نقصان نہ پہونچا سکا جس سے پیدا ہے کہ مولف قرآن (ولم یکن لہ کفواً احدٌ) کا بصدق دل قایل نہ تھا - کما ہو الظاہر -

(۳) آیہ (ولم یکن لہ کفواً احدٌ) کی تردید میں نمبر ۳ پر قرآن میں سورہ بنی اسرائیل کے رکوع ۷ کی یہہ آیات ہیں (و اذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس قال ءاسجد لمن خلقت طیناً - قال ارءیتک ھذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الیٰ یوم القیٰمۃ لاحتنکن ذریتہ) اور جو وقت کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا اُنہوں نے - مگر ابلیس نے کہا کیا سجدہ کروں میں واسطے اُس شخص کے کہ پیدا کیا تو نے مٹی سے - کہا کیا دیکھا تو نے اُس شخص کو بڑائی دی اوپر میرے اگر ڈھیل دے گا تو مجھہ کو دن قیامت تک البتہ ہلاک کرونگا میں اولاد اُسکی کو -

نتایج - (۱) یہہ اخبار گزشتہ دونوں صورتوں کے اخبار کے مخالف ہیں -

(۲) اسمیں بھی بدستور بقول مولف قرآن او تعالیٰ کا موجب و موجد شرک ہونا اور شیطان کا بیگناہ و موحد اور عالم ہونا اور فرشتوں کا مشرک اور کم عقل ہونا ثابت ہے۔ (۳) شیطان نے خدا کی ہمسری کی یہی نہیں کہ تکبر کرکے اسکا حکم نہ مانا بلکہ مباحثہ بھی کیا۔ اثنائے مباحثہ میں بڑے زور سے کہا کہ تونے کیا دیکھا جو آدم کو مجھہ پر بڑائی دی۔ جسکا جواب او تعالیٰ نہ دے سکا (۴) شیطان بالاخانہ او تعالیٰ سے دہکیلا نہیں گیا بلکہ اُسنے بخود کہا کہ تو مجھکو قیامت تک مہلت دی دیکھہ میں اُسکی اولاد کو کیونکر ذلیل کرتا ہوں۔ کیونکہ یہاں پر دہکیلنے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ آیہ ہذا میں (لئن اخرتن) کا مذکور ہے۔ جس سے پیدا ہے کہ بالا خانہ سے نکلنے کی حرکت جانب او تعالیٰ سے نہیں بلکہ جانب شیطان سے ہے۔ اب جبکہ بروئے آیت مسطورہ شیطان کا او تعالیٰ سے ہمسری کرنا مثبت و مبرہن ہے تو جو کفواً الله کی کلیتاً نیستی کا قول تھا مردود ہوا۔ جس سے پیدا ہوا کہ مولف قرآن بادل وجان کفو الله کی کلیتہً نیستی کا قایل تھا (۴) آیہ (ولم یکن له کفواً احدٌ) کی مخالف سورہ ص رکوع ۵ کی عبارت ذیل ہے جسمیں مولف قرآن نے جواز شرک وظلم کا ارشاد فرماتے ہوئے کفو الله یعنے ہمسر الله کا کامل ثبوت دیاہے۔ چنانچہ (اذ قال ربك للملٰئكة انی خالقٌ بشراً من طين فاذا سويته ونفخت فيه من روحی فقعوا له سجدين فسجد الملئكة كلهم اجمعون الا ابليس استكبر وكان من الكفرين قال ابليس ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدی استكبرت ام كنت من العالين قال انا خيرٌ منه خلقتنی من نار وخلقته من طين قال فاخرج منها فانك رجيم وان عليك لعنتی الی يوم الدين۔) جبوقت کہا پروردگار تیرے نے واسطے فرشتوں کے تحقیق میں پیدا کرنے والا ہوں انسان کو مٹی سے۔ پس جس وقت کہ درست کروں اُسکو اور پہونکوں بیچ اُس کے روح اپنی میں سے پس گر پڑو واسطے اُسکے سجدہ کرتے ہوئے۔ پس سجدہ کیا فرشتوں تمام انھوں نے۔ مگر ابلیس نے تکبر کیا اور تھا وہ کافروں سے۔ کہا اے ابلیس کس چیز نے منع کیا تجھکو یہہ کہ سجدہ نہ کرے اُس چیز کو کہ بنایا میں نے اُسکو ساتھہ اپنے دونو ہاتھوں کے۔ کہا تکبر کیا تونے یا تھا تو بلند مرتبہ والوں سے کہا کہ میں بہتر ہوں اِس سے پیدا کیا تونے مجھہ کو آگ سے اور پیدا کیا اُسکو مٹی سے کہا نکل ان آسمانوں میں سے پس تحقیق تو راندہ گیا اور تحقیق اوپر تیرے لعنت ہے میری دن قیامت تک۔

نتایج۔ (۱) متکلم اخبار ہذا کا کوئی غیر الله ہے۔ الله نہیں کیونکہ (اذ قال ربک)

جس وقت کہا رب تیرے نے مذکور ہے۔ اگر خود خدا ہوتا تو (اذ قلنا) مسطور ہوتا مگر
ایسا نہیں ہے۔ لہذا پیدا ہے کہ اس اخبار کا اصل متکلم غائب ہے۔ جس سے اظہر من الشمس
ثابت ہوا کہ مصنف قرآن ایک نہیں۔ بلکہ بہت ہیں۔ (۲) خدا کی روح قابل انقسام ہے کہ اسکا
ایک جزو آدم میں پھونکا گیا تھا۔ چنانچہ مولف قرآن رقمطراز ہے۔ (فاذا سویتہٗ ونفخت
فیہ من روحی) یعنے جس وقت کہ درست کروں اسکو اور پھونکوں بیچ اس کے روح اپنی
میں سے۔ جائے غور ہے کہ اگر خدا کی روح تقسیم ہوسکتی ہے تو پھر وہ خدا کس طرح
ہوسکتا ہے۔ جب وہ قسمت پذیر ہے تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ محیط کل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ منقسم
ہونے کے واسطے خلا کی ضرورت ہے۔ چنانچہ جب ہم کسی ٹبری شے سے اسکا کوئی جزو علیحدہ
کرنا چاہتے ہیں۔ تو جس طرف کہ خلا ہوتا ہے اس چیز سے اس جانب میں تقاطع کرتے
ہیں۔ تاکہ اس کا وہ جزو جسکو ہم اس سے الگ کرنا چاہتے ہیں جانب خالی کی طرف
رجوع ہوکر اپنی اصل سے فاصلہ حاصل کرے اور شئے اور جزو کے مابین خلا واقع ہوجائے
مگر محیط کل میں ایسا ماننا نادانی ہے۔ کیونکہ اگر وہ محیط کل ہے تو اس کے باہر خلا وغیرہ
کوئی شے نہیں ہوسکتی۔ بنابران اسکا تقسیم ہونا غیر ممکن ہے۔ اور اگر اس کے باہر خلا وغیرہ
ہیں تو وہ محیط کل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ بخود احاطہ خلا میں محتوی ہے۔ دونوں صورتوں
میں مخالفت قرآن لازم آتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف (کل شیٍٔ محیط) کا اقرار اور دوسری
طرف (نفخت فیہ من روحی) پر دار مدار ایک کو صحیح ماننے سے دوسری کو غلط کہنا پڑتا
ہے۔ جس سے قرآن ہی کا قصہ پاک ہوتا ہے۔ خیر یہہ تو ہوا مگر مطلب تو یہہ تھا کہ جب
اوتعالےٰ کی روح قسمت پذیر ہے تو اندک اندک تقسیم ہوتی ہوتی آخر کو تمام منقسم ہوکر
خدا کی روح کی ہستی سے ہی جواب مل جائیگا۔ جو شخص تھوڑا سا بھی علم ریاضی سے مس
رکھتا ہے۔ اسکو معلوم ہے کہ قسمت پذیر شے متغیر ہوتی ہے۔ کیا معنی اسکی وہ ہستی جو
اسکی مجموعی صورت میں ہوتی ہے تقسیم ہوجانے کے بعد معدوم ہوجاتی ہے۔ یہہ دوسری
بات ہے کہ سو روپیہ کی تھیلی سو آدمی کو بانٹ دینے سے سو ہی رہے۔ مگر وہ تھیلی کیصورت
میں ضرور نہیں رہتا۔ بنابران اب خدا کو ہی معدوم مان کر موجود مفہوم کو خدا ہی
ماننا پڑیگا۔ اور مسئلہ ممکن الوجود اور واجب الوجود کو ڈھکونسلا تسلیم کرنا ہوگا۔ بلکہ ایسا
تسلیم کرنے سے سب واجب اور سب ممکن ہونگے۔ یہہ اس طرح کہ سو روپیہ کی تھیلی
جب سو آدمی کو بانٹ دیوے تو پھر بھی وہ نہ بڑھی ہے نہ گھٹی بلکہ سو کی سو ہے۔

بنابران واجب الوجود ہوئی۔ اور اگرچہ سو روپیہ کی تعداد میں کوئی تقلل یا تکثر واقع نہیں ہوا مگر اُسکی مجموعی حالت معدوم ہوگئی ہے۔ بنابران ممکن الوجود ہے۔ اسی طرح سو آدمی سے سو روپیہ لے کر ایک تھیلی میں بھر دیا نہ وہ روپیہ بڑھا ہے نہ گھٹا بنابران واجب الوجود ہوا۔ اور اگرچہ وہ سو روپیہ معدوم نہیں ہوا مگر اُن آدمیوں سے معدوم ہے۔ بنابران ممکن الوجود ہوا۔ اسی طرح دُنیا کو خدا اور خدا کو دُنیا مان کر ہمہ اوست کی اشد پلیدی میں گر کر افعال حسنہ کو جواب دینا پڑیگا۔ لہذا قول (نفخت فیہ من روحی) باعث ضلالت و ہلاکت عالم ہے۔ کیونکہ اس سے پیدا ہوتا ہے کہ اﷲتعالےٰ منقلب و مبتلائے تناسخ ہے۔ کہ گاہ منقسم ہوکر بصورت دُنیا بنتا ہے۔ اور گاہ دنیا کے فناہ پر صورت خدائی قبول کرتا ہے۔ کما ہو الظاہر ؂

(۳) خدائے محمدی کے دو ہاتھ بھی ہیں کیونکہ مولف قرآن رطب اللسان ہے۔ کہ (لما خلقت بیدی) جسکو پیدا کیا میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے۔

(۴) بقول مولف قرآن خداوند نے بتِ آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ جس طرح کہ کوجگر کھلونے بناتے ہیں۔ مگر کوجگروں اور خداوند میں اتنا ہی فرق ہے کہ ایک کوجگر ایک دن میں اگر چھوٹے چھوٹے کھلونے بناوے تو کئی سینکڑہ اور اگر بڑے بڑے بناوے تو تقریباً ایکسو طیار کرسکتا ہے۔ مگر خداوند نے چالیس روز کی لگاتار محنت سے صرف ایک بتِ آدم تیار کیا چنانچہ حدیث قدسی سے واضح ہے (خمرت طینۃ آدم بیدی اربعین صباحاً) یعنے آدم کی مٹی کا خمیر خداوند نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چالیس دن تک کیا۔ جس سے اﷲتعالےٰ محمدی کی قوت کا اندازہ معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ کوجگروں کے مقابلہ میں آنجناب کی قوت کو کیا نسبت ہے۔

(۵) امر سجدہ آدم برائے ملائک ہوا (۶) ابلیس کو حکم سجدۂ آدم نہیں ہوا (۷) ابلیس ناری تھا نوری نہیں تھا (۸) شیطان نے تکبر نہیں کیا بلکہ بلحاظ واقعات وہ راستباز اور موحد تھا۔

(۹) عزازیل بوجہ اختیار توحید و انکار شرک راندۂ درگاہ اور روسیاہ ہوا اور ملائک بوجہ غیر کو مسجود بنانے اور شرک بجا لانے کے ایماندار اور فرمانبردار شمار ہوئے۔ بنابران شرک نزدیک مولف قرآن محمود اور توحید مردود ہے۔ (۱۰) بقول مولف قرآن شیطان نے خداوند کی ہمسری اور برابری کی کیونکہ خداوند نے کہا کہ تونے آدم کو جسکو میں نے اپنے دونوں دست مبارک سے تخلیق کیا ہے۔ کیوں سجدہ نہیں کیا تو اُس نے ایسی معقول جواب سناکر اﷲتعالےٰ کا دہن مبارک مختوم کردیا کہ پھر اُسکی تردید نہ کرسکا۔ بلکہ اپنے

رسول مقبول کیطرح تنگ آمد بجنگ آمد کا مصداق نبکر اُسکو بددعائیں اور گالی گلوچ دینے لگا۔ لہذا پیدا ہے کہ مولف قرآن سورہ اخلاص کی آیۃ (ولم یکن لہ کفواً احد) کا قائل نہیں ہے کیونکہ آیۃ مذکورہ بالا سے مثبت ہے۔ کہ شیطان نے خداوند کی ہمسری کی مگر خداوند اُسکا بال تک بینکا نہ کرسکا۔ لیکن آیہ سورہ اخلاص میں خداوند کی ہمسر کا بڑے زور سے نفی بتلایا تھا اور ظاہر کیا تھا کہ خداوند کی کوئی ہمسری کرہی نہیں سکتا۔ مگر اودہر ثابت کردیا کہ شیطان ہمسری کرسکا۔ یہہ دوسری بات ہے کہ خدانے اُسکو گالی گلوچ کرکے اپنا مُنہ لگاڑ لیا۔ اور کہا کہ میرے بالاخانہ سے نیچے اُتر جاؤ۔ مگر ظاہر ہے کہ شیطان بالاخانہ او تعالےٰ سے بزور نہیں اُتارا گیا بلکہ آنحضرت بخود مہذب ہونے کیوجہ سے آسمانوں سے نیچے چلے آئے۔ کما لایخفیٰ

(۵) نمبر پانچ پر آیۃ (ولم یکن لہ کفواً احد) کا رو سورہ کہف کے رکوع ۷ میں ہے جسمیں مولف قرآن نے کفواللہ کا اثبات کرتے ہوئے تعلیم شرک کا جواز بتلایا ہے۔ چنانچہ (واذ قلنا للملئکۃ اسجدو لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ) اور جس وقت کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو واسطے آدم کے پس سجدہ کیا اُنہوں نے مگر شیطان نے نہ کیا وہ تھا جنوں سے پس نافرمانی کی اُس نے رب اپنے کی۔

نتایج خدائے محمدی معلم شرک ہے کہ اُس نے ملایک کو تعلیم شرک دی۔ (۲) مولائے محمدی کے قول و فعل کا کچہہ اعتبار نہیں کہ گاہ کچہہ بتلاتا ہے اور گاہ کچہہ۔ چنانچہ سورہ بقر کی آیت میں اخبار ہذا کا وقوع کچہہ اور ہی طرز پر بتلایا ہے۔ اور سورہ اعراف میں کچہہ اور ہی بیان ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں اُسکے بھی مخالف اظہار ہے۔ سورہ جن میں اُس کا بھی بیڑا پار ہے۔ اور سورہ کہف میں اور ہی اخبار ہے۔ اگر میرے ناظرین ان سب آیات کا مقابلہ کرکے دیکہیں گے تو ایک بیان کو بےشک دوسرے کے برخلاف پائیں گے۔ اور معلوم ہوجائے گا کہ صداقت اخبار قرآن کہاں تک مرئی ہے۔ اِس معاملہ اخبار میں اگرچہ قرآن کے درمیان اختلاف کثیر ہے۔ لیکن میں بالفعل اِس جگہہ اِسپر اکتفا کرتا ہوں۔ ہاں وعدہ کرتا ہوں کہ بشرط زندگی باب الاخبار قرآن میں اِس کا اعادہ کرکے دکھاؤں گا۔ محرر اخبار قرآن کا حافظہ کہاں تک معتدل تھا۔ فانتظرہ (۳) شیطان جنوں سے تھا کیونکہ مولف قرآن رقمطراز ہے (وکان من الجن) مگر سورہ بقر میں مرقوم ہے۔ (وکان من الکفرین) اور تھا وہ کافروں سے۔ اب ہم کسکو صحیح تسلیم کریں۔ بقر کو یا کہف کو اگر پہلی کو صحیح تصور کریں تو پچھلی کو غلط تسلیم کرنا پڑے گا

اور اگر حال کو صحیح مانے تو سابق کو کاذب ماننا پڑیگا - دونوں صورتوں میں نقصان قرآن ہے
اگر کوئی صاحب کہہ اُٹھے کہ جن بھی کافر ہوتے ہیں تو پھر بھی مخالفت قرآن لازم آتی ہے
کیونکہ مولف قرآن تمام جنات کو کافر نہیں مانتا بلکہ زبان حال سے پکارتا ہے کہ بعض اُن میں
کافر ہیں اور بعض مومن - چنانچہ دیکھو سورہ الجن رکوع ۱ (وانا منا المسلمون ومنا القاسطون)
اور یہہ کہ بعض ہم میں سے مسلمان ہیں اور بعضے ہم میں سے کافر ہیں - پس جن تمام کافر نہیں ہوتے
بنابران عذر ہذا بے بنیاد ہے - اور اختلاف قرآن کثیر اور مولف قرآن . . . . . بے نظیر ہے -
(۳) کفو اللہ موجود ہے اور آیہ (ولم یکن لہ کفوا احد) مردود کیونکہ شیطان نے فسق
امر الٰہی کیا - چنانچہ مولف قرآن مقر ہے (ففسق عن امر ربہ) ہاں بہت بھائی کہہ اٹھینگے
اگر شیطان نے خدا کا مقابلہ کیا تو اوتعالیٰ نے اُسکو ابدا لعنتی بنا دیا تو عرض ہے کہ یہہ
دوسری بات ہے مگر مقابلہ دوسری بات ہے - کیونکہ یہہ عدلہ بدلہ کا معاملہ ہے - مگر ہمسری
ایک فعل ہے جو دو فریق بالمواجہ کرتے ہیں - اِسمیں جو منافع یا مضار فریقین کو ہوتے
ہیں - وہ اُس کے نتائج ہیں نہ کہ وہی ہمسری کہلاتے ہیں - فرض کرو کہ ایک شخص نے
کسی کو پتھر مارا مگر دوسرے نے اُسکو لٹھ رسید کی تو کیا کہو گے کہ پتھر مارنے والے نے
لٹھ مارنے والے کا مقابلہ نہیں کیا - اگر کہو کہ شیطان کو خدا نے ابدی لعنتی بنا دیا -
مگر شیطان اُسکو کچھہ نقصان نہ پہونچا سکا تو یہہ بات بروئے قرآن غلط ہے - کیونکہ بقول
شارع اسلام شیطان مقربان و تسبیح خوانان اوتعالےٰ سے ایک بندہ تھا - پس اول تو یہ
نقصان ہوا کہ خدا کی صفت کرنے والوں سے ایک شخص کم ہوگیا - نیز جب وہ لعنتی
قرار دیا گیا تو بقول مولف قرآن اُسنے بندگانِ خدا کی گمراہی پر کمر باندھی - جو
آج تک لگاتار کام کرتا ہوا خدا کو نقصان پہونچا رہا ہے - کہ جسکے ازالہ کے واسطے
بقول شارع اسلام اوتعالےٰ آج تک باوجود ایک لاکھہ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث
کرنے کے بھی منزل مقصود تک نہیں پہونچا - یعنے خدا تو بذریعہ مرسلان کوشاں ہے کہ
کفر کی بیخکنی ہو جاوے - مگر شیطان کوشش کرتا ہے کہ کفر بنا رہے - اوتعالےٰ تو
اپنے ارادہ میں آج تک ناکامیاب ہے اور بقول قرآن آئندہ بھی ناکامیاب ہوگا
مگر شیطان کامیاب ہے - اور کامیاب رہے گا - پھر کس طرح مان لیا جاوے کہ اوتعالےٰ
قرآنی کو نقصان نہیں پہونچا - لہذا پیدا ہے - کہ بقول مولف قرآن خدا کی برابری
کرنیوالا شیطان ہے - یہہ صرف بندہ کا قول نہیں بلکہ کئی گروہ محمدیان بھی

اِس بات کے قایل ہیں کہ خدا کا کفوا ہے۔ اور آیۂ (ولم یکن لہ کفواً احدٌ) منسوخ ہوچکی ہے۔ چنانچہ مفسر حسینی بھی آیۂ (ولم یکن لہٗ کفواً احدٌ) کی تفسیر میں ایسا ہی تحریر فرماتا ہے۔ بنابران مولف قرآن کا اپنا عقیدہ آیۂ سورہ اخلاص کے بکلیت خلاف ہے۔ کما ہو الظاہر ٭

علمی و تواریخی نوٹ

قدیم آریہ ورت میں کلا بنانے کا علم

जल वायु ग्नि संयोग निरोध स्क्रिया कला ।
नौका रथादि यानानां कृति ज्ञानं कला स्मृतः ॥
(शुक्र नीति अध्याय ४ श्लो० २४ ॥)

پانی ہوا اور آگ کے سنیوگ (ملاپ) اور نرودھ (روکنا) سے جو کریا پیدا ہوتی ہے اُسکو کلا کہتے ہیں۔ کشتی۔ رتھ وغیرہ سواریوں کے بنانیکا جو علم ہے اُسکو بھی کلا کہتے ہیں۔ (شکرنیتی ادھیاء ۴ شلوک ۲۴)

جھولنا محل

گورداس پور میں ایک جھولنا محل مشہور ہے۔ یہہ ایک دیوار ہے کہ جسپر چڑھکر اگر جُنبش کیجاوے تو صاف ہلتی ہے۔ درحقیقت یہہ ایک حکمت ہے کہ معماروں نے دیوار کو ایک تیز دہار والے آہنی سلیپر ب ج پر تعمیر کیا ہے۔ ا دیوار کے عرض کا عین وسط ہے جو س سلیپر پر ٹکا ہوا ہے شروع سے آخر ب ج تک مصالح و اینٹ لگانے میں یہہ بات ملحوظ خاطر رکھی گئی ہے۔ کہ مرکز ثقل درست رہے اور دیوار تھوڑی سی جنبش سے ہل سکے۔ جب دیوار کو جانب ج کے ہچکولا لگتا ہے تو مرکز ثقل ترازو کے پلڑے کی طرح بدل کر ب پر آ ٹکتا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس ج پر آ ٹکتا ہے۔ تو ج کی طرف سے اُٹھا رہتا ہے۔ چونکہ دیوار پختہ اور چونہ وغیرہ سے بنی ہوئی ہے۔ اِس لئے اتنے بڑے جسم کو جب زور سے ہلایا جاتا ہے تو خفیف سی حرکت اُسمیں معلوم ہوتی ہے۔ زائرین کے واسطے تو یہہ ماجرا ایک کرامت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہہ ایسا ہی کام ہے جیسا کہ کوئی شخص لوہے کا بُت بناکر اُسے مقناطیسی نصب
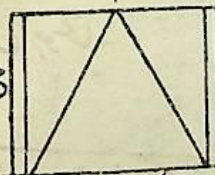
شدہ دیواروں کے عین درمیان میں لاکر چھوڑ دے تو بُت معلق رہیگا۔شرط یہ ہے کہ مقناطیس یکساں طاقت کا ہو۔ اور چہت اور فرش کی طرف بھی مقناطیس نصب کئے جائیں فاصلہ ہرایک دیوار کا بھی آہنی بُت سے برابر ہو۔

ہرنی ماتا قصبہ ہانسی ضلع حصار میں ایک شخص نے ایک ہرنی پال رکھی تھی کہ جسکو وہ ہمیشہ نہائت پیار اور آرام سے رکھتا تھا۔اور اکثر اُسکو رنگ برنگ کی پوشاکیں اور زیور پہناکر نکالا کرتا تھا۔ہر خاص و عام کی نظر اُسپر پڑتی تھی۔ بالآخر ایک روز بقضائے الہی وہ جان بحق تسلیم ہوئی۔ مالک ہرنی نے نہائت دہوم دہام سے رنج والم کے ساتھ اُسکا جنازہ نکالا اور ایک پاک مقام پر متصل مندر سیتلا ماتا کے دفن کردیا۔اور پختہ چبوترہ بھی بنوا دیا۔ اور اُسپر ایک ہلکا سا نمائشی مکان بھی تیار کرادیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد یار لوگوں نے یہہ اُڑادی کہ ہرنی ماتا جابجا بچوں پر کہور یعنی بیماری کرتی ہے۔ پہر تو یہاں تک اُسکے معجزہ اور کرامات کی شہرت پھیلی کہ جسکی زیارت اور پرستش کے واسطے ہزارہا مرد و عورت جمع ہونے لگے۔ چنانچہ اب اُس کا میلا کیا جاتا ہے۔ یار لوگوں کے گھرے ہوتے ہیں۔ہرقسم کی منتیں مانگی جاتی ہیں۔بشارت ہوتی ہے۔غرضیکہ اسوقت اُسکی پوجا مانند بڑے بڑے اولیا اور دیوی دیوتاؤں کے ہوتی ہے۔ وہ اوروں سے کسی طرح درجہ میں کم نہیں خیال کیجاتی بلکہ روزانہ اُسکی توقیر بڑہتی چلی جاتی ہے۔کہ جسکی نسبت اسوقت کوئی نہائت یا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

شادی صغرسنی کے نقصانات پروفیسر میکس میولر صاحب فرماتے ہیں کہ "یہہ امر کہ بچپن کی شادی کی شُرتی اور سمرتی دونوں میں کسی جگہہ منظوری نہیں ہے۔میں آپکو پہلے بتلا چکا ہوں ۔اور اب میں دیکھتا ہوں کہ کسی پنڈت کی تاب نہیں ہے۔کہ اُسکی تردید کرے۔ منو کا حکم ہے کہ آدمی اُسوقت شادی کرے۔جبکہ وہ گرہت کے لائق ہوجائے۔ لڑکیوں کی نسبت حکم ہے کہ وہ اُسوقت شادی کریں جبکہ وہ شادی کے لائق ہوجاویں" ڈاکٹر اسمتھ صاحب رقمطراز ہیں "میرا یقین ہے کہ چھوٹی عمر کی شادی اس ملک (ہندوستان) میں نہ صرف نقصان جسمانی پیدا کرتی ہے۔ بلکہ اُس سے عقل میں بھی فتور آتا ہے۔اُس سے خواہش نفسانی جلدی سے بڑہ جاتی ہے کہ جو قانون قدرت کے خلاف

ہے۔ عام تندرستی میں فرق آجاتا ہے اور عمر گھٹتی ہے۔ اور صرف موجودہ نسل ہی کمزور نہیں ہوتی۔ بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی نقصان پہونچتا ہے۔ (ہندو سوشیل ریفارمر صفحہ ۴۴)

ڈاکٹر واردون صاحب تحریر فرماتے ہیں "بہت مفلس اور کم عقل ہی بچپن کی شادی کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو دور اندیش کفایت شعار اور نیک چلن ہیں وہ ایسی عمر میں شادی کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی آسائش کے ساتھ گزران کرسکیں۔ (ایضاً صفحہ ۴۵)

کعبہ کعبہ یا چوگوشہ عمارت واقعہ مکہ (جسکو محمدی بیت اللہ یا خانۂ خدا مانتے ہیں) کی اصلیت اور اُس کے تعمیر کنندہ کا نام جاہلانہ روائیتوں کی تاریکی کے اندر نا پید ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ اسکو ابراہیم نے تعمیر کیا۔ حالانکہ ابراہیم کا عرب میں جانا بھی غیر مسلّم ہے۔ بعض اسکو اسمٰعیل یا اُس کے کسی نزدیکی جانشین سے منسوب کرتے ہیں۔ ریلینڈ کی رائے ہے کہ یہہ کسی قدیم امام کا محل تھا۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ بادشاہ اسد نے جو کہ ۱۲۸ برس قبل مسیح یمن میں حکمران تھا اسکو بنایا۔ ایک فارسی مؤرخ رقمطراز ہے کہ یہہ چاند کا مندر تھا۔ اِس لئے مکہ نام پڑا۔ جو کہ ماہ کدہ (یعنی چاند کا مندر) کا بگاڑ ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ مکیشر مہادیو کا مندر تھا سومناتھ کے مندر میں جو مہادیو کی مورتی تھی وہ مکہ کے مندر سے ہی لاکر رکھی گئی تھی۔ محمد سے پہلے کعبہ کے خانہ خدا ہونے کا کبھی کسی نے دعوےٰ نہیں کیا۔ نہ کسی مستند عربی کی تواریخ میں اِس کا ذکر ہے نہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں میں ہی کوئی تذکرہ ہے۔ جب یہہ مندر محمد کے قبضہ میں آیا تو اُسنے اُسے بیت اللہ قرار دیا۔ ورنہ اُس سے پہلے برابر اُس کے اندر بُت موجود تھے اور لوگ اُنکی پرستش کرتے تھے۔ سنگِ اسود جس کا بوسہ لینا محمدی باعث ثواب مانتے ہیں اُنہیں بتوں کا پس ماندہ ہے۔ جسوقت کعبہ پر محمد کا قبضہ ہوا اُسوقت یہہ عام دستور تھا کہ اُس کی دیواروں پر اعرابیوں کی بہادری اور یونانی شراب کی تعریفی غزلیں اور قصیدے لکھے جایا کرتے تھے

آریہ ورت میں چیچک کا مرض عرب سے آیا چیچک کا مرض پہلے ایران۔ توران۔ ہندوستان وغیرہ میں نہ تھا ۵۷۲ء ہجری میں حبشیوں نے یمن کو فتح کیا تھا۔ وہاں سے عرب میں گیا۔ عرب سے اور ولایتوں میں پہونچا (رسالہ تسخین الاسلام مصنفہ لٹر صاحب)

رسید زر آریہ مسافر میگزین

بابو دوہادا سنگھ صاحب کلرک پلٹن نمبر ۳ کوہاٹ ... عا
بابو رودت نارائن صاحب گورکھپور ... عا
لالہ ہیمراج ایجنٹ لالہ کرم چند شہر جالندھر ... ۱۲ عہ
لالہ گوپی لعل گپت لعل حیدر آباد دکن ... عہ
لالہ کشن چند جلالپور بھٹیاں ... عہ
پنڈت ایشر داس کیمپ بویا ... ع
بابو بنواری لال سکرٹری آریہ سماج کرنال ... عا
سردار نرائن سنگھ میراں شاہ ... ع
لالہ سندر داس میراں شاہ ... ع
لالہ گوردواس بہاموا پہ برچھا ... ع
بابو لچھمی رام گپت ریواڑی ... ع
لالہ اندرجیت حیدر آباد دکن ... ع
لالہ سائیں داس کیمپ بویا ... ع
کنور رام رتن سنگھ جکروتہ ... ع
بابو ہری چند ادک ... ع
ڈاکٹر مہاراج کشن میراں شاہ ... ع
لالہ دھنپت رائے اپ منتری آریہ سماج خوشاب ... ع
لالہ چرنجی لال داتا گنج ... ع
ڈاکٹر سندر داس سیدکی ... ع
لالہ گنیش داس ڈیرہ اسمٰعیلخاں ... ع
لالہ سنت رام میراں شاہ ... ع
ٹھاکر بشن ناتھ سنگھ رسول پور ریاست الور ... ع
لالہ گورانداتا چھچھونگر ... ع
لالہ دیوان چند لاہور ... ع

سردار ارجن سنگھ لاہور ... عہ
لالہ ہردیال امرتسر ... عہ
لالہ ملاوا رام قادیان ... ع
لالہ بھگوتی پرشاد دلادر ... ع
لالہ پریم چند رام نگر ... ع
لالہ کشن چند شرقپور ... ع
سکرٹری آریہ کلب منٹگمری ... ع
بھائی کرپا رام بھیرہ ... عہ
لالہ شادی لعل ہنوت ... ع
پنڈت امرناتھ لاہور ... ع
ڈاکٹر جوالا پرساد قائم گنج ... ۸ عہ
لالہ متھرا داس میڈیکل سٹوڈنٹ ... ع
پنڈت رام بھجدت وکیل امرتسر ... ع
لالہ بھگت رام مظفر نگر ... ع
لالہ دیوی چند جالندھر دو رسالوں کی قیمت ... ۵
قیمت فروخت ۴ رسالوں کی ... ۱۲
لالہ برکت رام تھاپر لاہور ... ع
لالہ حکمی مل عرائض نویس جالندھر ... ع
لالہ رُڈا مل شہر جالندھر ... ع
لالہ بوٹا رام انت دہاری کول ضلع کرنال ... عہ
بابو گوبند لال مختار قائم گنج ... ع
بابو کنہیا لعل قائم گنج ... ع
سکرٹری ینگ مینز آریہ سماج قادیان ... ع
لالہ بالک رام ٹھیکہ دار سانگلہ ... عہ

باقی آئندہ

التماس

ہم عرض کر چکے ہیں کہ جو مہاشے اپنا پتہ تبدیل کرانے کے لئے لکھیں براہ مہربانی اپنی چٹ کا نمبر تحریر فرماویں۔ مگر افسوس کہ ہماری التماس پر بالکل دھیان نہیں دیا گیا۔ اس لئے ہم پھر نویدن کرتے ہیں کہ خریدار مہاشے ہماری گذارش پر دھیان دیکر آئندہ اپنے پتہ میں چٹ نمبر ضرور تحریر فرمایا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل معاف۔

نویدن

سب خریدار مہاشیوں کو واضح ہو کہ ہمارے دفتر سے سب صاحبان کے نام ایک ساتھ رسالہ روانہ کیا جاتا ہے۔ اگر کسی صاحب کو دیر سے ملے یا نہ ملے تو اس کے ہم قصوروار نہیں ہیں۔ ہاں البتہ جناب پوسٹماسٹر جنرل بہادر تک فریاد پہنچانے میں ہم انکا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔

گذارش

چونکہ ہمکو پرچار کے لئے اکثر بیرونجات میں جانا ہوتا ہے اس لئے اگر کسی خریدار مہاشے کے تعمیل حکم میں دیری ہو جائے تو معاف فرمایا کریں

المشتاق مینیجر

لالہ منشی رام ایڈیٹر

لالہ وزیر چند ودیارتھی اسسٹنٹ ایڈیٹر

(آریہ مسافر)

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।
ब्रह्मराजन्याभ्यां शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جلد ۱ | جالندھر بابت ماہ اپریل ۱۸۹۹ء آریہ سنبت ۱۹۷۲۹۴۹۰۰۰ | نمبر ۷

فہرست مضامین

مطبع ... جالندھر شہر میں لالہ منشی رام جگیاسو مالک مطبع کے اہتمام سے طبع ہو کر شائع ہوا

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دھرم پر جان قربان کردی۔ اور آخری وصیت یہہ کی کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے" انکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہہ فنڈ کھولا گیا ہے۔ پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کی گزارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکھٹا ہوچکا ہے لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روز اول ہے۔ پچاس ہزار روپیہ کے سرمایہ کے لئے اپیل ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دھرم کی سیوا کی اُس کے مقابلہ میں یہہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے۔ تیس ہزار جمع ہوچکے ہیں ۲۰ ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے۔ پیارے بھائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کردو۔ تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کے اُپدیشک دیش دیشانتروں میں اور دیپ دیپانتروں میں ویدک دھرم کا جھنڈا بلند کئے ادھم کی دھونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کی بیڑیوں کو ابدیت دھارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے پھریں۔ دیش ہی اِن سے نہ تم اپنی شکرگذاری کا ہی اظہار کروگے۔ بلکہ اپنے ویدک دھرم گیان سے بے بہرہ بھائیوں کے لئے بھی روشنی کا سامان مہیا کردوگے۔ پرم پتا پرمیشور تمہیں اِس دھرم یدھ میں شریک ہونے کی توفیق دیویں۔ اوم شم

(نوٹ) کل روپیہ اس فنڈ اور وید پرچار فنڈ کا بنام لالہ شیودیال ایم۔ اے منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب بمقام لاہور بھیجنا چاہئے۔

اصول آریہ سماج

(۱) سب سچے علم اور علم سے جو کچھہ معلومات حاصل ہوتی ہیں اُن سب کا اصلی اصول پرمیشور ہے۔

(۲) ایشور ہستی مطلق و علم مطلق و سرور مطلق یعنی ہستی یا علم و سرور ہے بے جسم۔ قادر مطلق۔ عادل۔ رحیم غیر مولود و غیر محدود بے عیب۔ قدیم و بےمثال۔ پناہ کل۔ لازوال۔ حی جاوید۔ لایخاف۔ دائم۔ قدوس۔ و خالق کائنات ہے۔ اُسکی عبادت [illegible] ہے۔

(۳) وید سچے علوم کی پستک ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا آریوں کا پرم دھرم ہے۔

(۴) سچ کے قبول کرنے میں اور جھوٹھ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے۔

(۵) سب کام دھرم کے مطابق سچ اور جھوٹھ کو سوچ کر کرنا چاہئے۔

(۶) سنسار کا اپکار کرنا اس سماج کا خاص منشا ہے یعنی جسمانی روحانی اور رفاہ عامہ خلایق کی ترقی کرنا۔

(۷) سب سے باتحاد تمام دھرم کے مطابق جیسا جیسا مناسب ہو برتنا چاہئے۔

(۸) جہالت کا ناش اور علم کی ترقی کرنی چاہئے۔

(۹) ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہئے بلکہ سب کی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہئے۔

(۱۰) سب آدمیوں کو اُن اصولوں کی تعمیل میں جو رفاہ عامہ سے متعلق ہوں پر بس رہنا چاہئے۔ اور اُن اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں۔ سب مختار ہیں +

(یجروید ادھیائے ۲۶ منتر ۲)

جلد ۱ بابت ماہ اپریل ۱۸۹۹ء نمبر ۲

نظم

(از منشی کیول کشن پردہان آریہ سماج گوجرانوالہ)

بھجن

ہو من میں اگر آنند ایشور کی شرن کا
ہر وقت مگن من رہے ڈرتے رہیں شترو
شبھ کام میں ناکامی سے ہمت کو نہ ہارے
جب سچ بتا گئے ہیں انسان کے لئے فرض
یوگی اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں ہردم
رہوں آریو نے غیر مذاہب کیاں سہر بر
یہہ لوبھہ دی شترو ہیں بلوان نہایت

دہرم کا اُسے کب ہو وے کلیشوں کے دکھن کا
نشچہ بہہری پربہاو سے ویدک چلن کا
واجب ہے کئے جانا لگاتار جتن کا
پھر کرنا ضروری ہوا ہر روز ہون کا
اعمال پہ چلجائے نہ قابو کہیں من کا
ممکن نہیں ابطال ہو ویدک کتھن کا
ہر وقت ضروری ہے جتن انکے ہنن کا

بے لوث اگر بھگتی ہے تو ہوگا اثر بھی | جا سکتا ہے خالی کہیں لگجانا لگن کا

شبھ کرم گر انسان کے لئے کام ہوں کیول
دُکھ جاوے نہ کیوں دُور جنم اور مرن کا

بھجن

جسنے تن من کو کیا اپنے ہو ایشور ارپن
من کی یکسوئی سے ہر دم رہے من میں جتنون
کھوج میں جسکے مسافر ہے ہر اک تیرتھ کی
چت ہو جانا اُپاسک کا ہے یکسو جبدم
دھارنا دھیان سمادھی کا جو سنیم ہو جائے
موکش کے مرحلے طے ہو دیں اُسیدم سارے
کھوٹے کرموں سے بچو دُشٹوں کے نزدیک نہ جائے
ہو جتن وہ کہ نہ تکلیف کسی کو پہونچے
کسی جاندار کو ایذا نہیں ہونے دیتے
رشی اور مُنیوں نے بتلایا یہی مارگ

وہ کنا کش سے کلیشوں کی نہ کیوں ہو ایمن
ہے یہی بھگتی کا جگدیش کی اُتم سادھن
اُنکا ہر ایک کہے ہے انتہ کرن میں مسکن
اُسی دم دھارنا ہو جاتی ہے من میں دھارن
گیان چکشو سے وہ کرنے لگے ایشر درشن
دیہ پرکاش سے جب دیدۂ دل ہوں روشن
ہر تن ہے یہی جس سے کہ سپھل ہو جیون
وقف اوروں کے لئے ہو دیں سب اپنا تن من
ایشوری آگیا کرتے ہیں جو من سے پالن
اسی رستہ پہ چلے آئے ہیں سارے سجن

ست پُرشوں کا ہے کیول یہی برتاؤ سدا
ہیر تا سب سے ہو اور ہو نہ کسی سے اَن بن

منتر ۱

"جو پرمیشور کہ جہان کے روم روم میں رم رہا ہے۔ اُسکو جتلانے کے لئے اِن چاروں ویدوں کے نہائیت تسلی بخش اور تولیف کرنے کے لائق منتر ہیں جن میں کہ اُسی کے اوصاف کا بیان کیا گیا ہے۔"

تمہید۔ مادی دُنیا کے اندر ہر ایک چیز کو روشنی دینے والا سورج ہے۔ چندرما اُسکی روشنی کے ذریعہ سے چمکتا ہے۔ سیارے اُسی کی روشنی کے باعث ٹمٹماتے ہیں۔ ہم سبکی آنکھیں اُسی کی روشنی سے روشن ہوکر دیکھتی ہیں۔ پھر اُسپر ہماری آنکھیں کیسے ٹھہر سکتی ہیں۔ اگر پورا زور نہ لگایا جاوے۔ اور درمیانی سہارے نہ لئے جاویں۔ تو ہم سورج کی روشنی سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اِسی طرح روحانی سورج یعنی پرم آتما بھی بڑی درڑھتا اور بڑے استقلال سے حاصل ہونیکے لائق ہے۔ اور اُسکا تیج سہارنے کے لئے بھی کمال عجز کی ضرورت ہے۔

इंद्रेहि मत्स्यंधसो विश्वेभिः सोमपर्वभिः ।
महाँ अभिष्टिरोजसा ॥१॥

منتر ۱

"جس طرح روشن بڑا سورج بڑے استقلال اور جہان کی تمام چیزوں پر روشن ہونے کے ذریعہ سے ہمکو حاصل ہوکر ہی ہمیں آنند دیتا ہے۔ اِسی طرح برلاحمدو

عقل کل اور سب سے بڑا پرماتما بھی بڑے استقلال اور ودیا پک ہونے سے ہی حاصل ہوتا اور جملہ ثروتیں دیکر ہمیں راحت بخشتا ہے۔"

تمہید۔ سورج کا تعلق آگ اور پانی دونوں کے ساتھہ جتلایا جا چکا ہے۔ اپنے تیج سے سورج پانی کے قطروں کو منقطر کرکے اوپر کھینچتا اور پھر انہیں برساتا ہے۔ پس دونوں سے تعلق ہونے کیوجہ سے سورج دونوں پر بڑا بھاری اثر ڈالتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو سارے برہمانڈ کے کھیل میں انہیں دونوں کا بڑا بھاری حصہ دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے ان دونوں کے باہمی تعلق کو جاننے سے بیشمار علوم کا اظہار ہوتا ہے۔ پس وید اقدس نے فرمایا ہے۔ کہ

एमेनं मृजतासुते मंदिमिंद्राय मंदिने ।
चक्रिं विश्वानि चक्रये ॥ २॥

منتر ۲

"اے عالمو! اس پیدا ہوئے جہان میں جملہ اعلیٰ ثروت کے چاہنے والوں۔ دُنیا کا سُکھہ بڑھانیوالوں۔ باہمت اور استقلال والوں کے سُکھہ کے لئے کاریگری سے درست کئے ہوئے ان آگ اور پانی کے اوصاف کو روشن کرو۔"

تمہید۔ لیکن کیا آگ اور پانی کے اندر بذاتہٖ کوئی ایسی طاقت موجود ہے۔ جسکی وجہ سے کہ وے ملکر دُنیا کے سُکھہ کے سبب ہوسکیں۔؟ ہرگز نہیں! بلکہ بھولنا نہیں چاہئے کہ اس سنسار کے اندر جس قدر حرکت ہے وہ سب پرماتما سے پہیلی ہے۔ اور اس لئے جب تک کہ اُس پاک ذات کی بزرگی کو خیال میں نہیں رکھا جاتا۔ جسنے کہ تمام جہان کو

حرکت بخشی ہے۔ اور جب تک کہ اسکی موجودگی کو محسوس نہیں کیا جاتا تب تک ہرگز ممکن نہیں ہے کہ ہم آگ اور پانی سے بھی کچھ اپکار لے سکیں۔

मत्स्वा सुशिप्र मन्दिभिः स्तोमेभिर्विश्वचर्षणे ।
सचैषु सवनेष्वा ॥ ३ ॥

منتر ۳

"اے سارے جہان کے شاہد علم حق کے منبع پرمیشور! علم معرفت کے بتلانے والے وید منتروں سے ہمکو حاصل ہوکر ان (آگ۔ پانی وغیرہ) دنیاوی طاقتوں کی ماہیت کو ہمیں جتلا کر مسرور کیجیے۔"

تمہید۔ اس جہان میں کل حرکت اور کل علم پرماتما سے ہی پھیلا ہے۔ اُسی کی پھیلائی ہوئی حرکت کے سہارے ہوا چلتی۔ پانی بہتا اور آگ جلاتی ہے۔ پھر اُن حرکتوں کی ماہیت سوائے اُس کے گیان کے اور کس ذریعہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ جس گیان سے کہ پرماتما نے مادی چیزوں کے اندر ترتیب اور انتظام کو داخل کیا۔ جب تک کہ اس گیان کا سہارا نہ لیا جاوے۔ تب تک ممکن نہیں ہے۔ کہ ہم لوگ اُن مادی چیزوں سے ٹھیک کام لینا سیکھیں۔ لیکن ان مادی چیزوں کی ماہیت جانکر بھی ہم منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتے جب تک کہ پرماتما کو اُسی کے گیان سے حاصل کرنیکی کوشش نہ کریں۔ بس ویدوں کا سب سے اعلےٰ ادھکار یہہ ہے کہ وہی پرماتما تک ہمارے راہبر ہوسکتے ہیں۔

असृग्रमिन्द्र ते गिरः प्रति त्वामुदहासत ।
अजोषा वृषभं पतिं ॥ ४ ॥

منتر ۴

"اے اعلیٰ ثروت کے مالک پرمیشور! آپکی وید بانی ہی اُنکے ظاہر کرنے والے پاک پروردگار (آپ) کو عمدہ طرح سے جانتی ہے۔ جس وید بانی (علم) سے کہ

آپ کام کرتے ہو۔ اُسی سے میں بھی آپکا پاک بیان کرتا ہوں۔"

تمہید۔ جب پرماتما سے ہی تمام حرکت کا ظہور ہوا ہے اور اُسی کے وید روپی گیان کی مطابق تمام دُنیاوی طاقتیں کام کر رہی ہیں تو اِن دُنیاوی طاقتوں کے میل سے جو دولت اور ثروت پیدا ہوتی ہے۔ اُس سب کے حصول کے لئے بھی ہمیں پرماتما کی درگاہ میں ہی دست بدعا ہونا چاہئے۔ کیونکہ اُس کو بھولکر اِن طاقتوں کے اصل اصول کو ہم بھول جاتے ہیں۔ اور ہماری اعلیٰ سے اعلیٰ اکٹھی کی ہوئی دولت اور ثروت بھی ہمارے لئے دُکھدائی ہی ہوتی ہے ∴

सं चोदय चित्रमर्वाग्राय इन्द्र वरेण्यं ।
असदित्ते विभु प्रभु ॥ ५ ॥

منتر ۵

"اے سب سُکھوں کے دینے والے پرمیشور! آپکی خلقت میں جو بہترین اعلیٰ اوصاف سے موصوف۔ بڑی نتیجہ خیز ثروت اور دولت ہے اُسکو حاصل کرنے کی طرف ہمیں رجوع کیجئے۔"

تمہید۔ پرمیشور ایک دیشی نہیں۔ روم روم میں وہ رم رہا ہے۔ کوئی جگہہ اُس سے خالی نہیں جیوآتما فعل مختار ہے۔ اور پرمیشور اُسکا شاہد۔ اُس کے اعمال کے مطابق اُسے پھل دیتا ہے۔ پس آلسی آدمیوں کو پرمیشور کچھہ بھی سہارا نہیں دیتا۔ سب کچھہ اُس کے گھر میں پورشارتھی آدمیوں کے لئے ہے۔ اِس لئے پرمیشور سے یہہ پرارتھنا کرنا کہ بلا پُرشارتھہ ہمیں سب کچھہ دیدیوے ٹھیک نہیں ہے۔ دُنیا کی چھوٹی چھوٹی چیزیں تو ہمیں ہر وقت حاصل رہیں۔ اُنکے لئے پرماتما کے گھر میں بھکھاری ہوکر جانا ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کے نیم اٹل ہیں۔ وہ اپنے قواعد کو کسی کے لئے بھی نہیں بدلتا۔ پھر ہم کیوں نہ اُس پرماتما سے ایسی چیز مانگیں۔ جیسے ملنے سے چھوٹی بڑی سب چیزیں ہمیں خود بخود حاصل ہو جاویں۔ پس اُس پرماتما سے پُرشارتھہ (ہمت) کے لئے دعا مانگنی چاہئے۔

अस्मान्त्सु तत्र चोदयेन्द्र राये रभस्वतः ।
तुविद्युम्न यशस्वतः ॥ ६॥

منتر ۶

" اے اعلیٰ ثروت کے مالک علم کُل پرمیشور! ہملوگوں کو جوکہ سُستی کو چھوڑکر سچی عزت کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں۔ اعلیٰ ثروت کے حصول کے لئے نیک پورشارتھہ کے اندر لگائے "

تمہید۔ لیکن اُس پرماتما سے ہم کیسی ثروت اور کیسی دولت کے جمع کرنے کے لئے پرشارتھہ مانگیں؟۔ یعنی اُس دولت کو کس غرض کے لئے جمع کریں۔ دولت اور ثروت جہاں اعلیٰ ترقی کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ وہاں بیجا استعمال سے بربادی کا ذریعہ بھی بن سکتی ہیں۔ اِسلئے۔

सं गोमदिन्द्र वाजवदस्मे पृथु श्रवो बृहत् ।
विश्वायुर्धेह्यक्षितं ॥ ७॥

منتر ۷

" اے علم کُل پرمیشور! آپ ہمارے لئے عُمدہ طرح سے وہ دولت بخشئے جوکہ ہمیں نیک صُحبت اور نیک کلامی کیطرف لیجائے۔ ہمیں طرح بطرح کے اناج اور اعلیٰ قسم کے علم حاصل کرادے۔ ہمیں پوری عمر بھوگنے میں مدد دلویے۔ اور جس سے کہ ہمارے نیک اوصاف روز بروز بڑھتے رہیں "۔

تمہید۔ مختلف طریقوں پر قابلِ حصول دولت کی تعریف کرکے اب یہہ جتلانے کی ضرورت تھی۔ کہ یہہ کُل حاصل کی ہوئی دولت قایم کیونکر رہے۔ چنانچہ روشن علم ہی اس دولت کو قایم رکھنے والا قرار دیا گیا۔

अस्मे धेहि श्रवो बृहद्द्युम्नं सहस्रसातमं ।
इन्द्र ता रथिनीरिषः ॥ ८ ॥

منتر ۸

"اے قادر مطلق پرمیشور! آپ ہمارے لئے بیشمار سُکھوں کے حصول کا اصول دن بدن ترقی کرنیوالا روشن علم - اور اوپر بیان کی ہوئی دولت اور دُنیاوی منزلیں طے کرنے کے سامان دیجیے" ؛

تمہید - اس لئے اِس سنسار کی کوئی بھی چیز اُپاسنا یعنی عبادت کے قابل نہیں ہے - جو پرمیشور کہ اِن سب چیزونکا روح رواں ہے - جوکہ اِن سب کو باقاعدہ اپنے قانون پر چلاتا ہے - اور جوکہ اِن سبکی زندگی کا اصول ہے - اُسی پرمیشور کی اوپاسنا کرنی چاہیئے - اور اُسی کے قانون کے مطابق دُنیاوی چیزونکا استعمال کرنا چاہیئے - کیونکہ اِن سب کا مالک وہی ہے - آتش - خاک - باد - خلا - سورج - روشن - چندرما اور ستارے سبکے سب اُسی کے سہارے اپنا اپنا کام کرتے ہیں - پس جبکہ یہہ طاقتیں جنکے اندر کہ تمام جہان کا انتظام چل رہا ہے - پرماتما کے تابع ہیں تو سوائے اُسکے انسان اور کس کی نزدیکی کی خواہش کرے ؛

वसोरिन्द्रं वसुपतिं गीर्भिर्गृणन्त ऋग्मियं ।
होम गन्तारमूतये ॥ ९ ॥

منتر ۹

"ہم لوگ بذریعہ وید پاک کے واسطے حصول اعلیٰ ثروت اور اپنی حفاظت کے اُس پرمیشور کی اُپاسنا کرتے ہیں - جوکہ آتش - خاک - باد - خلا - سورج - روشن کرِوں - چندرما - اور ستاروں کا مالک ہے جنکے اندر کہ تمام جہان کا انتظام چل رہا ہے - جوکہ وید منترونکا ظاہر کرنیوالا ہے

جو کہ سب کے اندر کی جاننے والا اور سب جگہہ حاصل ہے۔ اور جسنے سب کو سہارا دیا ہوا ہے"۔

تمہید۔ ایسے بڑے پرمیشور کے روبرو جو نہیں جھکتا وہ انسان نہیں ہے۔ وہ عقل والا نہیں کہا جاسکتا۔ جو انسان کہ اپنا سب کچھہ پرمیشور کے ارپن کردیتا اور اپنی عقل پر نہیں بلکہ عقل کل پر بھروسہ کرتا ہے۔ وہی بڑا بنتا ہے۔ کیونکہ بڑے کے روبرو جھکنے سے ہی بڑائی ملتی ہے:۔

सुते सुते न्योकसे बृहद्बृहत एदरिः ।
इन्द्राय शूषमर्चति ॥ १० ॥

منتر ۱۰

"جو اعلیٰ صفات سے موصوف عالم اپنے حاصل کئے ہوئے اعلیٰ سکھہ اور طاقت کو اُس پرماتما کی نظر کردیتا ہے۔ جسکی رہنے کی جگہہ کہ یقیناً جہان کی تمام چیزیں اور اُنکے اوصاف ہیں وہی عالم طاقت مند ہوتا ہے"۔

تمہید۔ پرمیشور کی بزرگی جن انسانوں کے اندر گھر کر گئی ہو۔ وے کبھی بھی اُس کو بھول نہیں سکتے۔ اِس طرح جو انسان کہ اُس پر برمھ کو جانتے ہیں۔ اُنہیں براہمن کہا جاتا ہے۔ براہمنوں یعنی برمھہ کے جاننے والونکا سارا جہان ہی خاندان ہے۔ اُس خاندان

کو اعلیٰ بنانے کی کوشش کرنا براہمنوں کا سب سے اعلیٰ فرض ہے۔ اور وہ اعلیٰ بنانا دو طریقوں پر ہوسکتا ہے۔ اول اُنکے علم کو پاک بناکر اور دوم اُنکے اعمال کو درست اور نیک کرکے۔ لیکن علم اور عمل کو پاک کرنے کے لئے بھی اُسی پرمیشور کی ہدایتوں پر عمل کرنیکی ضرورت ہے۔ جہاں اُس پرمیشور کی وِدیا وید میں ایک عالمگیر نغمہ ملتا ہے جو کہ انسانوں کے علم کو پاک بناتا ہے۔ وہاں اُسی وید کے اندر منتروں میں اعلیٰ ہدایتیں موجود ہیں جو کہ ہم سب کے اعمال کو پاک کرسکتی ہیں۔

गायन्ति त्वा गायत्रिणोऽर्चन्त्यर्कमर्किणः ।
ब्रह्माणस्त्वा शतक्रत उद्वंशमिव येमिरे ॥१॥

منتر ۱

"اے بیحد علم اور عمل کے مالک پرمیشور! جس طریقہ پر کہ براہمن اپنے خاندان کو پاک کرتے ہیں۔ اُسی طریقہ پر ویدوں کے نغمہ کے ماہر آپ کو گاتے اور ویدمنتروں کے معنے جاننے والے سارے جہان کی پرستش کے لائق آپکی روز عبادت کرتے ہیں۔"

تمہید۔ انسان گو بذات خود چھوٹا اور ہیچ ہے۔ تاہم اعلیٰ اصول کی پیروی سے وہ نہ صرف اعلیٰ ترقی کے شیکھر پر ہی پہونچ سکتا ہے۔ بلکہ خود اعلیٰ بن سکتا ہے۔ لیکن شرط یہہ ہے کہ وہ سلسلہ وار کام کرنا سیکھے۔ جس طرح پر کہ سورج اپنی کرنوں کے ساتھ ہوا کو لئے ہوئے ہماری دُنیا کی ایک چوٹی سے دوسری چوٹی پر پہونچتا ہوا۔ مختلف گرّوں کو چلاتا اور خود اپنے محور میں گھومتے ہوئے قایم رہتا ہے۔ اسی طرح پر جو آدمی کہ سلسلہ بہ سلسلہ کام کرنیوالا ہے۔ وہ بھی سنسار کو حرکت دیتا ہوا خود مستقل مزاجی سے اپنے دہرم پر قایم رہتا ہے۔ اُسی کا راستہ پرماتما اپنی قدرت سے خود روشن کرتا ہے۔

यत्सानोः सानुमारुहद्भूर्यस्पष्ट कर्त्वम् ।
तदिन्द्रो अर्थं चेतति यूथेन वृष्णिरेजति ॥२॥

منتر ۲

"جس طرح کہ ہوا کے ساتھ سورج ایک سے دوسرے مختلف شکھر دنیز پہونچتا ہوا اور اُن کو کشش کرتا ہوا خود گھومتا اور دوسرے کُروں کو گھماتا ہے۔ اسی طرح پر جو انسان سلسلہ وار ایک کے بعد دوسرے کام کو ہاتھ لگاتا ہوا اپنے اصول پر قایم رہتا ہے۔ اُس انسان کے لیے علیم کُل پرمیشور ہر ایک چیز کے اصلی روپ کو روشن کر دیتے ہیں۔"

تمہید۔ ہر ایک نظام شمسی کے اندر سورج سب سیاروں کو اپنے اپنے کام میں لگاتا ہوا۔ اپنی سب سے بڑی طاقت کشش سے انکو اُنکے چکر میں قایم رکھتا ہے۔ اِس تمثیل سے انسان کو سبق لیتے ہوئے سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ روحانی سورج یعنی پرمیشور ہی ہم سبکو ہمارے کاموں میں لگانیوالا ہے اور اس لیئے اُسی سے اپنی طاقتوں کی پاکیزگی کے لیئے دعا کرنی چاہیئے۔

युद्‌वा हि केशिना हरी वृषणा कक्ष्यप्रा ।
अथा न इन्द्र सोमपा गिरामुपश्रुतिं चर ॥३॥

منتر ۳

"اے اعلیٰ طاقتوں کے محافظ اور سب میں پھیلے ہوئے پرمیشور! جسطرح پر کہ سورج اپنی روشن طاقت اور کشش سے اپنی گردش پر چلنے والے سیاروں کو قایم رکھتا اور باقاعدہ بارش کراتا ہے۔ اسی طرح پر آپ بھی ہمکو اپنے فرائض میں لگنے کی ہدایت کیجیئے۔ اور ہماری جو دعا ہے اُسے قبول کیجیئے۔"

تمہید۔ اُس دعا میں۔ جوکہ ہم اپنے مالک کے حضور میں لیجاویں۔ ہمیں اُس سے کیا مانگنا چاہئے۔ یہہ جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ جب مانگنا یعنی پرارتھنا صرف زبان سے کرنے کی ہی ہدایت نہیں۔ بلکہ من اور فعل میں بھی اُسے لانے کی ضرورت ہے تو یہہ بتلانا ضروری تھا کہ انسان کن کن چیزوں کے لئے پرارتھنا کرے۔ کیونکہ روحانی بچہ بالکل نہیں جان سکتا کہ اُسے باپ سے کیا مانگنا چاہئے۔ اور جب تک یہہ نہیں جانتا تب تک اُسکی کوشش بالکل پہل نہیں لاسکتی۔ یعنی ناکارہ ہی رہتی ہے ؎

एहि स्तोमाँ अभि स्वराभि गृणी ह्या रुव।
ब्रह्म च नो वसो सचेंद्र यज्ञं च वर्धय॥ ४॥

منترارتھ

” اے قابل پرستش پرمیشور! جس طرح پر کہ عالم لوگ آپکی قدرت کو گاتے ہیں ویسے ہی ہملوگ بھی گادیں۔ اے سارے جہان کو قائم رکھنے والے پربھو! علم اور عمل کی فلاسفی کا جو لغمہ وید میں ہے۔ اُسکی ہمیں ہدائت کیجئے۔ اور اپنے وید روپی علم کو ہمارے لئے روشن کیجئے۔ اور ہمارے لئے یگیہ کو بڑھائے یعنی ہمارا تجربہ فراخ کیجئے “

تمہید۔ بغیر وشواس (سچے ایمان) کے پرارتھنا یعنی دعا کا کچھہ بھی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ پرارتھنا کہتے ہیں مانگنے کو اور وہ بلافعل کے ہو نہیں سکتا۔ پس فعل کیونکر نتیجہ خیز ہوسکتا ہے۔ جبکہ ہمکو اُس کے نتیجہ پر ہی ایمان نہیں ہے۔ اِس لئے پرمیشور پر پورا ایمان رکھہ کر دعا کرنے سے ہی انسان کے سب کام پورے ہوتے ہیں۔ جس طرحپر کہ دُنیاوی باپ بیٹے کو اچھی حالت میں دیکھکر خوش ہوتا ہے۔ اِسی طرح پرمیشور بھی تمام انسان کو جوکہ اُس کے بیٹے ہیں آنند میں ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن جس طرح پر کہ سانسارک باپ اپنے بیٹوں کو خوش نہیں کرسکتا اگر اُن بیٹوں کا اُسپر وشواس نہ ہو۔ اِسی طرح پرمیشور پر بھی وشواس کرنا لازمی ہے تاکہ ہم لوگ بے ایمانی کے دُکھہ سے بچے رہیں:-

उक्थ मिंद्राय शंस्यं वर्धनं पुरु निष्षिधे।

शक्रो यथा सुतेषु णो रारणत्सख्येषु च ॥५॥

منتر ۵

"جیسے آدمی اپنے ساتھی بچّوںکی خوشی میں خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح سرو شکتیمان (قادرِ مطلق) پرمیشور عالمانِ باعمل۔ نیک عابدوں کے لیئے عزت کو بڑہانیوالے اپنے کہے ہوئے وید کے مطلب کو روشن کرکے خوش ہوتا ہے" ✤

تمہید۔ جب اِس طرح پرمیشور پر پورا بھروسہ کرنا ہمارے لیئے ایک دستورالعمل بنجاوے گا تب ہمارے دل میں کبھی بُرا ارادہ ہی پیدا نہ ہوویگا۔ اور ہمیں اِس لیئے ناپاک چیزوں کے حاصل کرنے کی خواہش ہی پیدا نہ ہوگی۔ اِن بُری خواہشات کے مرنے سے ہمارے دل میں نیک ارادے اُٹھہ کرہمیں برابر ترقی کی طرف لیجائیں گے:۔

तमित्सखित्व ईमहे तं राये तं सुवीर्ये ।
स शक्र उत नः शकदिन्द्रो वसु दयमानः ॥६॥

منتر ۶

"جو ہماری عقل کو روشن کرنیوالا۔ ہماری حفاظت کرنیوالا۔ ہمارے دُکھوںکو دور کرنیوالا اور ہمارے لیئے سچے دہرم کی بخشش کرنیوالا بیحد طاقتوں سے پُر۔ اعلیٰ ثروت کا مالک پرمیشور ہے۔ وہی ہمکو اعلیٰ دولت بخش سکتا ہے۔ اِس لیئے ہم لوگ اپنے پورے ایمان سے سارے جہان کو دوست بنانے کی نیّت سے اُسی کی۔ اور اعلیٰ دولت کے حصول کے لیئے اُسی کی۔ اور اعلیٰ طاقت اور ہمت کے حاصل کرنے کے لئے بھی اُسی کی پوجا کرتے ہیں" ✤

تمہید- جب پرمیشور پر نہ صرف ایمان ہی ہوجاتا ہے۔ بلکہ اُس ایمان سے انسان کو راحت ملتی ہے۔ تو اُسکا ایمان زیادہ ترپکا ہوتا جاتا ہے۔ پھر اُس کے لئے سوائے اُس روحانی سورج کے اور کوئی روشنی بھی راہبر نہیں دکھلائی دیتی اور جس طرح تمام جہان کی مادی آنکھوں کا راہبر سورج دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح پر تمام روحانی اندرونی آنکھوں کا راہبر پرمیشور معلوم ہونے لگتا ہے۔ کیونکہ جس طرح تمام مادی چیزیں سورج سے زندگی پاکر زندہ ہوتی ہیں۔ اُسی طرح جملہ روحیں اُسی روح کُل سے زندگی پاکر اپنا کام کرتی ہیں:-

सुविवृतं सुनिरजमिन्द्र त्वादातमिद्यशः ।
गवामप व्रजं वृधि कृणुष्व राधो अद्रिवः॥७॥

منتر ۷

جیسے یہہ اعلیٰ روشن صفات سے موصوف مادی سورج اپنے سے ہی صاف ہوکر پیدا ہوئے پانی کے ذریعہ پیدا ہوئی جہان کی دولت کو اپنی کرنوں کو پھیلاکر اچھی طرح روشن کرتا ہے۔ اِسی طرح پر اے ستائش کے قابل بڑے جلال والے پرمیشور! آپ جو ہم لوگوں کے لئے منزل مقصود کیطرف چلنے میں مدد دینے والی من وغیرہ اندریوں کی جماعت کو حاصل کرا کے اُنکے دروازوں کو کھولدیتے ہو۔ اپنے کرم سے تمام انتظاموں کو درست کرانے اور بڑا فراخ جلال بڑھانیوالی دولت کو ہمیں حاصل کرائیے ۷ *

تمہید- انسان کا ایمان بڑی مشکل سے قائم ہوتا ہے۔ پرمیشور کی بیحد بخششوں کا مشاہدہ کرتا ہوا بھی انسان پرمیشور کو اکثر اوقات بھول جاتا ہے۔ اور اُسکی حد لینے کے لئے اپنے دل میں طرح بطرح کے خیالات اُٹھاتا ہے۔ اِس بے ایمانی کی حد یہاں تک بڑھ جاتی ہے۔ کہ دُنیا وغیرہ کی وسعت کو دیکھہ کر اُسے پرمیشور کی قدرت یاد نہیں رہتی۔ ایسے موقعوں پر اُسی پرمیشور کا گیان

ہیں خبردار کرتا ہے۔ جب اُس پرمیشور کو تمام دُنیا کے کرتے بھی محدود نہیں کر سکتے۔ تو انسان کی عقل وہاں کیوں نہ چکر میں آوے۔ اس لئے انسان پر لازم ہے کہ اس انت لینے والے خیال کو چھوڑکر اپنے اعمال کی درستی کی طرف متوجہ ہو۔

नहि त्वा रोदसी उभे ऋघायमाणमिन्वतः।
जेषः स्वर्वतीरपः सं गा अस्मभ्यं धूनुहि ॥ ८ ॥

منتر ۸

"اے معبود حقیقی پرمیشور! آپ جنکو کہ دونوں سورج اور زمین بھی نہیں محدود کر سکتے۔ ہماری اندریوں کو پوری طور پر اپنے فرائض کی طرف رجوع کیجئے۔ تاکہ ہم سکھدائی کاموں کو حاصل کر سکیں۔"

تمہید۔ اس دُنیا میں ہمارا کوئی بھی حقیقی دوست سوائے پرمیشور کے نہیں ہے۔ مادی چیزیں ہماری دوست ہو ہی نہیں سکتیں۔ کیونکہ اُنمیں چیتنا ہی نہیں ہے۔ حیوانوں کی بدھی نشوونما کی حالت میں ہی نہیں۔ پھر وے بھی ہمارے دوست کیسے ہو سکتے ہیں۔ دیگر انسانوں کے پاس بھی ہم سے بڑھکر کیا موجود ہے۔ کہ اُنکی دوستی سے ہمکو کچھ فائدہ ہو سکے۔ جب سب دُکھ سے ویاکُل ہو رہے ہیں تو پھر اُن سے ہمیں سُکھ کہاں ملسکتا ہے۔ اس لئے راحتِ کل پرماتما کو ہی اپنا دوست بنانا چاہئے۔ اور اُسی کے پاس اپنے دُکھ کی کتھا لیجانی چاہئے۔ کیونکہ جس راحت کے لئے ہم ہاتھ پھیر مار رہے ہیں۔ وہ اُس کے پاس موجود ہے:-

आ श्रुत्कर्ण श्रुधी हवं नू चिद्दधिष्व मे गिरः।
इन्द्र स्तोममिमं मम कृष्वा युजश्चिदन्तरं ॥ ९ ॥

منتر ۹

"اے سبکی سننے والے۔ سب کے اندر موجود پرمیشور! جنہیں کہ بھگت کو طاقت بخشنے والا پیارا اپنے سچے دوست کی آواز کو محبت سے سُنتا ہے۔ ویسے

ہی آپ بھی میری ستتی اور قبول کرنے کے لائق میرے کلاموں کو سُننے
میری تمام ستائیشوں کو اپنے علم میں قبول کرکے اپنے فرائض کی ادائیگی
میں مشغول مجھہ انسان کے اندر کو پاک کیجیے"۔

تمہید- زمانہ طالبعلمی میں جسکو کہ برہمہ چریہ آشرم کہتے ہیں۔ جبکہ سوائے سچے علوم کی تحصیل اور اپنے حواسوں کو قابو میں رکھنے کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اور جبکہ دُنیاوی ترغیبیں بھی زیادہ تر نہیں ستاتیں۔ اُس زمانہ میں اگر ایشور پر وشواس رہے تو کچھہ بڑی تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن جبکہ انسان گرہستھ آشرم روپی جنگ میں شریک ہوتا ہے۔ جبکہ گھر باری ہوکر مختلف طرحونکی تشویشیں دامنگیر ہوتی ہیں۔ اُس وقت ایمان قایم رہنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ پس اُسوقت کمزور انسان پر واجب ہے۔ کہ کسی زبردست طاقت کی شرن پکڑے۔ پرمیشور سے زبردست اور کون ہوسکتا ہے؟ پس اُسی کو طاقت ہے کہ دُنیاوی خطرناک جنگ کے اندر بھی ہمیں پورے ایمان کی طاقت بخشے۔

विद्म हि त्वा वृषंतमं वाजेषु हवनश्रुतं ।
वृषंतमस्य हूमह ऊतिं सहस्रसातमां ॥ १० ॥

منتر ۱۰

"اے پرمیشور! ہملوگ دُنیاوی جنگ میں اپنی دعاؤں کو سننے اور اپنی حالت کو جاننے والے آپ کو ہی جانتے ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ سکھوں کی بارش کرنے والے آپ کی جو حفاظت اور دانائی کی طاقت ہے اُسی کو ہم اپنی مددگار سمجھتے ہیں"۔

ویدک مارتنڈ

(سورج)

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان

مولوی ثناء اللہ صاحب محمدی و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ

بقیہ جواب نمبر ۳ منجانب آریہ

منجانب آریہ۔ آپ ان عیسائی مورخوں و دیگر مصنفوں کی شہادتیں دیکھ لیجئے۔ واضح رہے کہ یہ لوگ مثل سناتنوں کے وید کو کلام الٰہی ماننے والے نہیں ہیں۔ اور کئی ان میں سے ویدوں کو بدنام کرنے کے درپے بھی ہیں لیکن با ایں ہمہ آخرکار صداقت کے آگے مجبوراً سر جھکانا ہی پڑتا ہے گو ہمارے نزدیک بعض شہادتیں بہت وقعت نہیں رکھتیں تاہم آپکے لئے وزنی ہیں۔ مینے اوپر کافی شہادتیں لکھدی ہیں صرف ایکدو اور لکھکر اس فقرہ کے متعلق تحریر کو بند کرتا ہوں کیونکہ طوالت کا خوف ہے۔

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صاحب مختصر تاریخ ہند کے صفحہ ۷۰ پر تحریر کرتے ہیں کہ :۔

"وید کے رو سے آریوں کی شائستگی"؛۔ "آریوں کے وید میں لوہاروں۔ تانبے کو استعمال کرنیوالے کاریگروں۔ سناروں کا برنن ہے۔ علاوہ ازیں بڑہئی۔ حجام اور دیگر اہل حرفہ بھی مذکور ہیں۔ وے رتھوں پر سے جنگ کیا کرتے تھے۔ اور گھوڑوںکا عام استعمال کرتے تھے"۔ ۔ ۔ ۔ "طبابت میں برہمنوں نے یونانیوں سے کچھ سیکھا نہیں بلکہ انکو بہت کچھ سکھایا ہے۔ عرب کی طبابت کی بنیاد وہ ترجمے ہیں جو سنسکرت طبابت کے کئے گئے تھے۔ یورپ کی طبابت۔ سترہویں صدی تک عرب کی طبابت پر دارمدار رکھتی تھی۔ ہندوستانی حکیم چرک کے حوالے یورپ کی کتابوں میں جابجا ملتے ہیں۔ پرانے براہمن مردے چیرنے سے پرہیز نہیں کرتے تھے۔ راگ کی جو سات سُریں برہمنوں نے ایجاد کی تھیں

وہ ایرانیوں نے اِن سے حاصل کیں اور ایرانیوں سے عرب میں گزر کر یورپ میں داخل ہوئیں"
سیاح میگس تھینز جو کہ شاہ سلوکس کا وکیل ہو کر سینڈرا کوٹس راجہ کی کچہری میں بطور ایلچی کے بھیجا گیا تھا وہ اپنے سفرنامہ میں چشمدید واقعات لکھتا ہے (دیکھو کتاب بنام اینشنٹ انڈیا یعنے قدیمی ہندوستان مترجمہ جے۔ ڈبلیو۔ میک کرنڈل ایم اے پرنسپل گورنمنٹ کالج پٹنہ صفحہ ۳۱)
"ہندوستانی لوگ ہنروں میں باکمال تھے۔۔ ۔۔ ۔۔ "ہند کی زمین میں سب قسم کی معدنیات ملتی ہیں۔ مثلاً سونا۔ چاندی۔ تانبہ۔ لوہا اور نیز کسٹیرا یعنے ٹین اور دیگر دھاتیں جن سے کہ وہ کام کی اشیاء اور اوزار بنایا کرتے تھے۔" ہند کے لوگوں کو سات گروہوں میں یونانی سیاح تقسیم کرتا ہے اور اُن میں سے چوتھے نمبر میں اہل حرفہ کا ذکر کرتا ہے۔
رائے ٹھاکر دت جی نے آریہ ہتر کا مورخہ ۹۔ نومبر ۱۸۹۷ء میں ایک مضمون برہمو کے اعتراض کے جواب میں لکھا تھا اُس مضمون میں اُنہوں نے بابو راجچندر کی کتاب "ہندوستانی تمدن کی تاریخ" کے حوالے دئے ہیں۔ اور ان حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ فرنگیوں کے نقش قدم پر چلنے والے مورخوں کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ کہ ویدوں میں ریلگاڑی کی قسم کی سواریاں بنانے اور استعمال کرنیکا ذکر ہے۔ دیکھو "ہندوستانی تمدن کی تاریخ" صفحہ ۱۵۰
"رگوید میں ذکر ہے کہ ہر ایک گاڑی میں تین بیٹھنے والی میزیں لگی ہوئی ہونی چاہئیں اور کافی جگہ کئی لوگوں کے بیٹھنے اور اُنکا اسباب رکھنے کے لئے ہونی چاہئے۔"
فقرہ پنجم۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "پانچواں فقرہ کسی قدر ہمیں بھی مُسلّم ہے۔ ہمارا مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ قرآن شریف کے بعینہ الفاظ خدا کی طرف سے ہیں۔"
اور پھر لکھتے ہیں کہ (پ) "لیکن آپکو مشکل ہوگی کہ پرلے کے وقت وید کا جو الفاظ اور معانی سے مرکب ہے۔ فنا ہونا آپکو ماننا پڑیگا۔ حالانکہ پنڈت دیانندجی بھومکا میں وید کا فنا نہیں مانتے"
(س) "خدا کو سنسکرت میں ہی بولنے والا اور دیگر زبانوں سے ناواقف بتلایا ہے۔ کیا آپکے اِس دعویٰ کا کوئی ثبوت بھی ہے کہ خدا وید کی زبان سنسکرت کے سوا کسی زبان میں الہام نہیں کر سکتا۔"
آریہ مسافر میگزین بابت ماہ اکتوبر کے صفحہ ۱۲ پر جو کچھ مینے لکھا تھا اُسکا جواب جب تسلی بخش نہیں ملا تو تب مینے اُسی بات کو میگزین بابت ماہ نومبر کے صفحہ ۲۸ پر دوہرایا۔ لیکن افسوس کہ آپنے پھر بھی تسلی بخش جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپکی تحریر مذکورہ بالا کا کیا صاف مطلب ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "کسی قدر ہمیں بھی مسلّم ہے" "کسی قدر" کی اگر

تشریح کر دیتے تو کچھ فیصلہ ہو جاتا۔ رسالہ نمبر ۲ میں مینے عرض کی تھی (دیکھو صفحہ ۲۸) کہ
"ہم علم اور زبان اور انکے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں ۔۔۔۔ وید کی تعلیم جہاں الہامی ہے وہاں وہ الفاظ جو وید میں پائے جاتے ہیں وہ بھی الہامی ہیں"
اور رسالہ نمبر ا میں عرض کر چکا ہوں کہ "قرآن جس زبان میں ہے وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے۔ اور ساتھہ ہی سب سے اول یا پرانی زبان بھی نہیں ہے دیکھئے عربی میں پہلا حرف ا (الف) ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہہ حرف تین حرفوں کا مجموعہ ہے۔ یعنے کیوں اسکو آ ل ف (الف) بولا جاتا ہے۔ مگر سنسکرت میں अ (ا) ہی بولا جاتا ہے نہ کہ الف سنسکرت میں ब ب ہی بولا جاتا ہے نہ کہ بے (ب۔ ی) کہاں تک لکھوں۔ عربی سی ناقص اور غیر فصیح زبان شاید ہی کوئی ہو۔ پھر وہ کتاب جو ناقص زبان میں لکھی ہوئی ہے وہ کس طرح سے مکمل یا خدا کی طرف سے ہونیکا دعوی کر سکتی ہے"
اب میں نئے سرے سے پھر آپکے فقرہ نمبر ۵ کے متعلق مفصل عرض کرتا ہوں۔ یہہ سوال بڑے زور شور سے یورپ میں عالموں کو ہلا رہا ہے کہ کیا انسان کی زبان اُسکی اپنی ایجاد ہے یا کہ یہہ خدا کا عطیہ ہے۔ محقق لوگوں نے یہہ رائے قایم کی ہے کہ زبان انسان ہرگز بنا نہیں سکتا بلکہ بنی ہوئی زبان کو استعمال کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص لکڑی سے میز اور کرسی یہہ دو چیزیں بناتا ہے۔ تو اس کے یہہ معنے نہیں کہ وہ لکڑی کو بھی بنا سکتا ہے۔
پروفیسر میکس مولر نے اس بھاری سوال کے متعلق ایک دلچسپ بحث اپنی کتاب "سائینس آف دی لنگویج" میں کی ہے۔ اور بہت طویل بحث کے بعد لکھتا ہے کہ۔
"یہہ سچ ہے کہ آرین زبانوں کے مصدر شکل اور معنے میں سمیٹک[1] (عربی عبرانی) آرامی[2] آلٹک۔ بنٹو۔ اور اوشینیا کی زبانوں سے ملتے ہیں۔" اور پھر اس اہم سوال کا کہ انسان کی کیا ایک ہی زبان ہو سکتی ہے اور تھی یہہ جواب دیتا ہے۔ کہ

بلاشبہ ایک زبان تھی

یورپ میں ایک زمانہ تھا۔ جبکہ لوگ مانتے تھے۔ کہ عبرانی سے کل زبانیں دُنیا کی نکلی ہیں۔ لیکن محقق اور مشہور فاضل لیب نیز نے لوگوں کے اس خیال کی تردید کی اور ہرڈر صاحب نے دلایل قاطع سے اس بات کو ثابت کر دیا۔ کہ عبرانی مکمل زبان نہیں۔ ہرڈر نے یہہ بھی کہا۔ کہ جیسے یونانیوں نے ہندوستانیوں سے فلاسفی وغیرہ سیکھی ہے۔ ساتھہ ہی زبان بھی مستعار لی ہوگی۔ ہرڈر صاحب کے خیالات کو تکمیل دینے والا ایڈلنگ صاحب تھا۔
اس کے بعد یورپ کی تاریخ میں ایک عجیب زمانہ آتا ہے اور ایکو زباندان سنسکرت کی دریافت

کارنامہ" کہتے ہیں۔ "سنسکرت جو کہ ہندوں کی قدیمی زبان ہے اسکا دریافت ہونا بجلی کی چمک کے
مانند تھا"۔ یورپ میں سنسکرت کے مطالعہ کا شوق بڑھنے لگا۔ اور سر ولیم جونز جب ہندوستان میں
آیا تو سنسکرت کے بغور مطالعہ پر کہنے لگا۔ کہ

"یہہ زبان نہایت عجیب صنعت کی ہے۔ یونانی سے بھی زیادہ مکمل لاطینی سے بھی زیادہ وسیع
اور دونوں سے بڑھکر کمال لطیف اور دونوں سے بہت تعلق رکھتی ہے۔"

اس محقق کے اِن الفاظ کو سنکر یورپ میں "لوگ بالکل دنگ رہ گئے پادریوں نے سرہلائے
عالم شکوک پیدا کرنے لگے اور فلاسفر گھبرا اُٹھے اور دل میں ڈرکر کہنے لگے کہ دُنیا کی تاریخ کے سلسلوں
کو یہہ دریافت تہ وبالا کردیگی"۔ چنانچہ اِس دریافت پر لارڈ مان باڈو جو کہ مصری زبان کو سبکا
مخرج بتلا رہا تھا ایسا گھبرایا "گویا کہ سنسکرت کی دریافت کی بجلی اُسپر ٹوٹ پڑی"

بے تعصب علما اِس بات کو اتفاق رائے سے مانتے ہیں کہ خدائی یا قدرتی زبان وہ ہوسکتی ہے جو کہ سراپا
مکمل ہو۔ کوئی زبان جو کہ ناقص ہے وہ ہرگز قدرتی یا مکمل یا خدائی زبان کہلانیکی مستحق نہیں۔ اور
ساتھہ ہی جیسا کہ ہمنے مغربی علماء کے حوالجات سے ثابت کردیا ہے۔ کہ قدرتی یا مکمل زبان ایک ہی
ہوسکتی ہے دو نہیں۔ اور یہی ایک زبان بلاشبہ نسل انسان کی اصلی زبان تھی۔ سچائی ہمیشہ بے
بدل اور ایک ہوا کرتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح خدائی زبان بے بدل اور ایک ہے۔ اُسکے برخلاف کوئی اور
زبان ہو نہیں سکتی۔ البتہ جو ناقص زبانیں دُنیا میں موجود ہیں۔ وہ تمام اُسی سے بگڑ بگڑ کر بنگئی ہیں۔
سورج ایک ہے لیکن چراغ جو کہ مصنوعی ہیں لاکھہ ہوسکتے ہیں۔ اور چراغوں میں جہاں دھواں وغیرہ
مصنوعی پن کی علامات ہیں وہاں روشنی اُسی سورج کی روشنی کا جزو ہے۔ جو کہ بالکل مصنوعی نہیں۔
اسی طرح پر عربی فارسی عبرانی ہندوستانی وغیرہ وغیرہ دُنیا بھر کی زبانیں ناقص اور مثل چراغوں کے
ہیں۔ انکے تمام مصدر بقول میکس ملر بالکل شکل اور معنے میں آرین زبانوں سے ملتے ہیں۔ لیکن وہ جز
جو کہ اِن کو ناقص اور مصنوعی بنا رہے ہیں وہ سنسکرت سے نہیں مل سکتے۔

میں کیوں اِس تحریر کو طول دوں اِن زبانوں کے نام ہی اِسبات کے شاہد ہیں کہ یہہ
قدرتی زبانیں نہیں۔ بلکہ لوگونکی بنائی ہوئی ہیں۔ مثلاً عربی۔ مُلک عرب کے باشندوں کی زبان۔
گو مولوی صاحب کہیں کہ قرآن کے الفاظ جو کہ در اصل عربی زبان کے الفاظ ہیں الہامی ہیں۔
لیکن کیا مولوی صاحب اِس بات کو نہیں جانتے کہ حضرت صاحب کی پیدائش کے وقت یہ زبان
(عربی) عرب میں برابر مستعمل تھی۔ تو کیا اِس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ عربی زبان اُن لوگوں
کی زبان تھی۔ جو کہ عرب میں رہتے تھے اور بقول مسلمانوں کے خدا نے انسانی زبان کی مدد سے

اپنے خیالات کا اظہار کیا جوکہ عجیب لطیفہ ہے۔ لیکن برخلاف دُنیا بھر کی زبانوں کے ویدک سنسکرت کس ملک کی زبان ہے؟ کیا ہندو لوگوں نے اسکو ایجاد کیا ہے ہرگز نہیں۔ یہہ سب سے پُرانی کمل قدرتی زبان ہے جوکہ خدا نے نسل انسان کے بزرگوں کو الہام کے ساتھہ ہی عطائی۔ سنسکرت کے معنے ہی "مکمل" کے ہیں۔ یہہ کسی مُلک کی زبان نہیں یہہ قدرتی زبان ہے۔ سورج کسی خاص مُلک کا سورج نہیں کہلاتا۔

لیکن کوئی مجھہ سے پوچھہ سکتا ہے کہ اگر ابتدائے آفرینش پر خدا نے سنسکرت زبان کے ذریعہ الہام دیا تو عربی فارسی وغیرہ زبانیں کیسے بن گئیں؟ اِسکا جواب سہل ہے۔

یہہ سچ ہے کہ انسان زبان کو بنا نہیں سکتا لیکن مکمل یا بنی ہوئی زبان کو بگاڑ تو سکتا ہے۔ اور بگاڑنے کے یہہ معنے نہیں کہ اُسکو تباہ کرسکتا ہے۔ بگاڑنے سے یہ مراد ہے کہ اُسکا غلط استعمال کرسکتا ہے۔ اب دیکھئے کہ سنسکرت میں ماں کے لئے ماتری شبد ہے۔ اسکو بگاڑ کر چند لوگوں نے مادر بنالیا۔ اور اس مصنوعی پن کا نام فارسی رکھہ دیا۔ انگریزی میں بھی مدر ہے۔ عربی چونکہ نہایت ہی ناقص زبان ہے۔ اسکو عرب کے وام مارگیوں نے ماتری سے بگاڑا۔ پہلی تری اُڑا دیا پھر ما کو وام (اُلٹ) کر دیا۔ اور اب اُم عربی میں ماں کے لئے استعمال ہوتا ہے مسلمانی مذہب جہاں وام مارگ کی ایک اصلاح شدہ شکل ہے۔ وہاں عربی زبان وام بھاشہ (اُلٹی ہوئی زبان) کہلانے کی مستحق ہے۔

جس طرح مکان بغیر بنیاد کے رہ نہیں سکتا۔ اُسی طرح زبان کے بُنیادی پتھر وہ حروف ہیں جن سے کہ وہ بنی ہوئی ہے۔ اور اگر کسی زبان کے حروف ہی نامکمل اور غلط یا ناقص طریق سے بنے ہوئے ہوں تو بلاشبہ سمجھہ لینا چاہئے کہ وہ زبان ناقص اور نامکمل ہے۔ انگریزی زبان کے حروف نامکمل ہیں۔ لیکن شاباش ہے انگریزوں کو جوکہ اپنی کمزوری کو چھپانا نہیں چاہتے۔ اگر انسان اپنی کمزوری کو خوبی مانتا ہے تو وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ اِن نقصوں کو محسوس کرتے ہوئے ایک محقق مزاج نے جسکا نام نامی پٹ مین ہے۔ فوٹوگریفی کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور جیساکہ فوٹوگریفی کی کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ۹۵ فیصدی یورپ اور امریکہ میں اِس نئے طریق کا استعمال ہو رہا ہے تو وہ دن دور نہیں جبکہ موجودہ انگریزی حروف میں کمی بیشی کرنی پڑے خود پٹ مین صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزی زبان ناقص ہے۔ کیونکہ اِس میں بعض کے اظہار کرنے کے لئے کوئی حرف نہیں اور اسی طرح بہت سے اعتراض انہوں نے سوجھائے ہیں۔ (مفصل دیکھنا ہو تو ایک مینوال آف فوٹوگریفی میں دیکھہ لیجئے)۔

جو نقص کہ پکتھین صاحب نے انگریزی حروف میں دکھلائے ہیں۔ اسی قسم کے بہت سے نقص عربی حروف میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً جبکہ ایک بچہ زبان سیکھنے لگا ہے تو اسکو کہا جاتا ہے کہ الف (ا ل ف) پڑھو۔ اور جب وہ ل پڑھتا ہے تو اسکو کہا جاتا ہے کہ لام پڑھو اور جب وہ ف پڑھتا ہے تو وہ بیچارہ حیران ہوتا ہے کہ ف میں ے کہاں سے آگئی۔ اور دیکھئے تماشہ کہ تا طا یہ دو حرف ایک ہی آواز کو ظاہر کرتے ہیں۔ قرآن کی آیتیں جیسا کہ سب جانتے ہیں راگ میں نہیں گائی جاسکتیں۔ اور راگ ہی ایک اعلیٰ معیار مکمل زبان کی پہچان کا ہے۔ اگر پشتو ناقص زبان ہے تو پشتو راگ بھی مینڈکوں کی آواز ہے۔ لیکن فارسی بہ نسبت پشتو کے مکمل ہے۔ اسی لئے فارسی میں پشتو سے بہتر راگ ہے۔ افریقہ کے وحشیوں کی اگر زبان نامکمل ہے تو ان میں اعلیٰ راگ بھی موجود نہیں۔ راگ زبان کا جوبن ہے۔ جس طرح مکھن دودھ کا سار ہے۔ جس طرح پھل درخت کا نتیجہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح راگ زبان کا عطر اور زبان کی جان ہے۔ جس طرح بغیر سانس لئے انسان زندہ نہیں کہلا سکتا۔ ٹھیک اسی طرح وہ زبان یا فقرے جو راگ کے طور پر نہیں گائے جاسکتے وہ مردہ ہیں۔ قرآن کی آیتیں راگ میں نہیں گائی جاسکتیں اور قرآن میں راگ کی ہرگز ہرگز تعلیم نہیں ہے۔ پس قرآن کی زبان سچ مچ ایک بیابانی زبان ہے۔ اسکو زرخیز اور فصیح کہنا سراسر غلطی ہے۔ فصاحت کا معراج راگ ہے۔ قرآن سے فصاحت ڈھونڈنا ایسا ہے جیسا کہ چڑیوں سے دودھ حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ جس پھول میں رنگ و بو نہیں وہ نہ خوبصورت ہے اور نہ ہی کشش کرسکتا ہے خوبصورتی کو ڈاکٹر لوگ کمال کا نام دیتے ہیں۔ جو چیز ہمکو قدرتاً کشش کرسکتی ہے وہ اپنے اعلیٰ پن کا ثبوت دیتی ہے۔ کون ایسا ہے۔ جو اس بات سے انکار کرسکتا ہے۔ کہ اگر کوئی چیز مردہ دلوں کو ابھار سکتی پژمردہ دل کو پھول کی طرح شگفتہ کرسکتی اور غم آلودہ روح کو تسکین دے سکتی ہے تو وہ راگ ہے موذی سے موذی جانور سانپ بھی راگ سے متاثر ہوکر اپنی کایا پلٹا لیتا ہے۔ ہرن بھی راگ کے لئے کان کھڑے کرتے ہیں۔ جنگی بہادر عین لڑائی کے موقع پر راگ کے ذریعہ سے دلیر ہوتے ہوئے مردانہ وار قدم اٹھاتے ہیں۔ پتھر دل بھی راگ سے موم ہو جاتے ہیں۔ یوگ سے دوم درجہ پر راگ ہی ہے۔ جو کہ دل کو خدا کی عبادت میں یکسو کردیتا ہے۔ اور اسی راگ کو مکمل فصاحت کہتے ہیں۔ چاروں وید سُر سے راگ میں گائے جاسکتے ہیں۔ سام وید جو کہ طریقہ عبادت کو خاص طور پر بتلاتا ہے۔ وہ گویا راگ مجسم ہے لیکن قرآن کے اندر راگ ڈھونڈھنا اور فصاحت کے لئے جستجو کرنا سراسر لاحاصل ہے۔ پس قرآنی آیات ہرگز ہرگز مکمل خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتیں۔ بیابان کے لوگوں کی بیابانی خشک پھیکی غیر فصیح عربی زبان میں قرآن کے

ہونے سے ہم اسکو کبھی الہامی زبان والا نہیں کہہ سکتے۔ جو چیز خدا کی بنی ہوئی ہوتی ہے وہ مکمل اور عیوب سے معرا ہوتی ہے۔ لیکن انسان کی بنائی ہوئی چیز عیوب سے پُر ہوتی ہے۔ اس لئے عربی ہرگز خدا کی عطیہ زبان نہیں بلکہ سنسکرت کی نہایت بگڑی ہوئی حالت ہے۔ عربی کے بہت سے الفاظ یا تو بالکل سنسکرت سے بگڑے ہوئے ہیں یا فارسی ہندی عبرانی وغیرہ اُن زبانوں سے بگڑ کر بنے ہیں جو کہ دراصل سنسکرت سے بگڑ کر بنائی گئی ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنسکرت میں پرمیشور کا نام آتما (आत्मा) ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۷) اور آتما کے معنے یہ ہیں کہ جو تمام دنیا کو قابو رکھے۔ اسی سے بگڑ کر اللہ بنا ہے۔

سنسکرت	عربی	سنسکرت	عربی
آتما	اللہ	روی	رب
یُدھ	جہاد	(ہندی) ما	اُم (والدہ)
آپتی	آفت	" باپ	اب
کوش	کاسہ	" کپور	کافور
(ہندی) چندن	صندل	" ترپھلا	طریفل
" سو	صا (بمعنے اچھا)	" آشرا	عاصرہ
" ورگ	ورق	" سرد	صرد
" شیت	شتا	" انت کال	انتقال
" من	مُنا	" نیت	نیت
(عبرانی) ایلی ایلی لما سبکتنی	الہی الہی لما سبقتنی	" جات	حیات
(سنسکرت) جبھ بمعنے پکڑنا	جنب (بغل میں لینا)	" ناک	ناقہ (اونٹنی)
(انگریزی) کیمیل	جمل	" بانی	بیان
(سنسکرت) وید	بدا (ظاہر ہونا)		

بید کے معنے عربی میں ظاہر کئے گئے ابتدا میں

(ہندی) مورت	سُورت	(پنجابی) اے جان نے منیا	ایہا الذین امنو
(پنجابی) دان	بدین	" نہ جات	نجات
" کیا	کیفیہ		

جس طرح بعض سنسکرت کے الفاظ ٫ہ لگنے سے مثلاً ابالکا مونث بنتے ہیں۔ اسی طرح عربی

الفاظ کا حال ہے مثلاً ملکہ زوجہ -

ہندی میں دیہ (व्यय) بیع
(پنجابی) رہن رہن
(ہندی) کُٹم قبیلہ

(نمبر۱ نوٹ) قبطی (مصری لوگ) جنمیں سے فرعون تھا وہ تاریخ مانتے تھے - بہت سے عربی لفظ عبرانی سے بگڑے ہیں - اور عبرانی سُریانی سے بگڑی ہے - اور سُریانی (سہربانی) کا معرب ہے - یورپین علمار کی رائے ہے کہ عبرانی عربی سے بڑھکر اعلیٰ ہے ؛ سورگباشی پنڈت گورودت جی کہا کرتے تھے کہ لفظ عرب سنسکرت کے آریہ والا (آریوں کا راستہ) سے بنا ہے -

(نمبر۲ نوٹ) بائدہ جمع بیدی کی (ماننے والا وید کا) عرب کی پورانی تاریخ سے پتہ ملتا ہے کہ عرب کے قدیم باشندے بائدہ کہلاتے تھے - اور اُنکے دو خاندان تھے - ایک طسم (سام) اور جدیس (جادو ونش) اور انکے کہا جاتا ہے کہ اخبار نہیں ملتے" ؛

مجھے ایک دوست نے اطلاع دی کہ فلاں مولوی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے - جسمیں اُسنے ثابت کیا ہے کہ ہندی اور سنسکرت الفاظ عربی سے ملتے ہیں اور نتیجہ نکالا ہے کہ سنسکرت یا ہندی عربی سے نکلی ہے - مینے اُسکو کہا کہ اگر وہ واقعی اِس بات کو ثابت کرسکا ہے - کہ سنسکرت یا ہندی الفاظ عربی سے مشابہت رکھتے ہیں - تو پھر صرف ایک غلطی کو جو اُسنے کی ہے - میں درست کردوں گا - اُس نے کہا کہ اُس نے کیا غلطی کی - مینے کہا کہ نتیجہ غلط نکالا - وہ بولا کیسے مینے کہا سُنو بھائی - دو شخص اگر ایک دوسرے جیسی شکل رکھتے ہوں - اور ایک کی عمر پچاس سال کی ہو - اور دوسرے کی پچیس کی تو اُنہیں سے آپ کس کو باپ اور کس کو بیٹا کہیں گے - اُسنے کہا کہ جو عمر میں بڑا ہے - مینے کہا بس یہی دلیل یہاں لگالو - اگر عربی اور سنسکرت الفاظ بالکل متشابہ ثابت ہو جائیں تو پھر صاف نتیجہ نکل سکتا ہے - کہ عربی جو کہ سنسکرت سے بہت پیچھے بنی وہ سنسکرت کی پوتی ہے - اور اِسی بات کو فلالوجی دان (زبان کا علم جاننے والے) اور ہم آریہ لوگ آگے ہی مانتے ہیں پس ہمارے لئے یہہ خوشخبری ہے *

اوم

دافع وسواس

بجواب

رسالہ حقیقت آریہ

اجمیر میں ہماری ایک شخص میاں اللہ دین نامی واعظ اسلام سے بازار میں کچھ بات چیت ہوئی تھی جسمیں میاں صاحب اتنے گھبرائے اور اوسان باختہ ہوئے کہ دیکھنے اور کہنے میں زمین وآسمان کا فرق تھا اور ایسا ہی کئی بار ہوا۔ ہم نے اسکو ایک معمولی بات سمجھ کر طبع نہ کرایا کیونکہ ایسا بیسیوں دفعہ ہوا ہے مگر میاں صاحب نے اپنی عزت وشہرت بڑہانیکی خاطر اس بات چیت کو غلط اور واقعہ کے خلاف لکھ کر بڑے ۴ صفحہ کے ٹریکٹ کی صورت میں شایع کیا اور نام اسکا حقیقت آریہ رکھا۔ سرے پر اُنہوں نے چند شعر لکھے ہیں جو اوربھی اُنکی لیاقت کے شاہد ہیں نمونہ کے واسطے ہم چند اشعار درج کرتے ہیں۔

کس طرح روحوں کو انادی ماننا نادان ہے ۔۔۔ جبکہ تعریف خدا میں سروشکتیمان ہے

وہ تو کرتا ہے سرشٹی روح سرشٹی لوگ ہے ۔۔۔ اجر کو دیں جیو سے نسبت یہ بڑا طوفان ہے

جو نربکار ہوا تو ہم اسکو دیں اس سے مثال ۔۔۔ واسطے تیار جس کے پہر جنم ہر آن ہے

جیو تو ہے جسم میں نراکار کا کاں جسم ہے ۔۔۔ پہر جان کر جو جہوٹھ بولے وہ بڑا شیطان ہے

آپ ہی بولو امر الہی اور اوپاس لوگ ہے ۔۔۔ پہر انادی جیو و بھگتی بھی تمہارا گیان ہے

وہ سرو دالشور سرو سچدا سرو انند سروپ ہے ۔۔۔ جو کمی اسمیں کرے وہ تو بڑا نادان ہے

پہر ہم نے اُن کے شعروں میں سے چند شعر نمونہ کے طور پر لکھ دئے ہیں اُنکی علم عروض سے واقفیت اور قافیہ اور وزن سے آگاہی کے واسطے مشتے نمونہ از خروارے درج کر دئے ہیں۔ ناظرین خودہی واعظ اسلام کی لیاقت کا اندازہ کرلیں۔

راقم

خاکسار وزیر چند ودیارتھی

مولوی۔ رگوید کے دس منڈل ۱۳ منتر میں لکھا ہے کہ تم گائے کو مزے سے کھاؤ اور کشٹا مت کرو اور علاوہ اس کے شاستروں میں ہے۔

रुजरो पा बुली कंरणं विमातस भाजन ॥

"पद" जो वि यो ना म्ह चैरा षा ड्ठा व ट ने ॥:

یعنی دکھن کے ملک میں ماموں کی بیٹی (کنواری) کو بیاہ لینا۔ پہاڑ کے ملک میں گائے کا گوشت کھانا اور پچھم کے ملک کریا کرم کا ناش کرنا۔ اِن تینوں کاموں میں کچھہ دوش (گناہ) نہیں ہے

ہے قرآن پاک سو من تیر دانتوں کو کرد   کاٹ کھاؤ گئو دیں ساری بید ونکا پران ہے

آریہ۔ رگ وید کے دسویں منڈل کا کوئی سکت یا انوواک آپنے درج نہ فرمایا اور نہ منتر ہی تحریر کیا۔ جہاں تکہ ہم نے تلاش کی ایسا منتر کوئی نہیں۔ بلکہ وید مقدس میں اسکے خلاف منتر موجود ہیں۔ دیکھو مقامات ذیل رگوید اشٹک ۲۔ ادہیاء ۴ ورگ ۹ منتر ۲۔ اور یجر وید ادہیاء ایک منتر ایک۔ علاوہ براں اور بھی صدہا منتر ویدمیں مفید جانوروں کی حفاظت کے بارہ میں ہیں اور کئی جگہہ صاف لکھا ہے गामा हिंसी گئووں کو ہرگز مت مارو۔ اور یجر وید کا پہلا ہی منتر گئو رکھشا کی سخت تاکید کرتا ہے۔ بلکہ گائے کا نام اگھنیا اسیواسطے ہے کہ وہ کبھی نہ ماری جاوے۔ پس وید مقدس کی نسبت یہہ الزام سراپا باطل ہے۔ باقی رہی آپکی یہہ سنسکرت نما عبارت۔ یہہ نہ تو سنسکرت زبان ہے اور نہ پراکرت۔ اور نہ اسکا باہمی کچھہ ربط ہے۔ اور نہ کسی سنسکرت کے گرنتھہ میں یہ موجود ہے۔ یہہ بالکل مہمل اور لایعنی طور پر صرف ایک یا ڈیڑہ سطر دیوناگری اکھشروں میں لکھی ہوئی ہے۔ اسکا کچھہ بھی مطلب یا مدعا نہیں۔ ناظرین خیال فرما دیں۔ کہ ست دہرم کے مخالف لوگ جہالت کے دام میں پہنس کرکسقدر نادرستی سے محبت کر راستی سے دشمنی کر رہے ہیں۔ نہ جانتے ہیں نہ سمجھتے ہیں اور نہ صحیح پتہ معلوم ہے اور پہر اندہا دہند اسلام کی تقلید پرستی میں ڈوبے ہوئے جہوٹھہ کہنے یا بولنے سے ذرا بہی پرہیز نہیں کرتے۔ باقی رہا آپکا شعر ایسے گالی بھرے شعر کا جواب ہم نہیں دینا چاہتے۔ عقلمند آپکی دانائی کی خود قدر کریں گے۔

مولوی۔ پنڈت لیکھہ رام صاحب نے اپنے نسخہ خبط احمدیہ کے صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵ میں لوگوں کو دہوکہہ دینے کے لئے اور سماج میں اپنا نام بڑہانے کے لئے جہوٹھے اپنی طرف سے ایک فرضی مولوی اور ایک آریہ قایم کرکے جگت کے انادی ہونے میں گفتگو کرنی شروع کی ہے۔ اور آخر میں فرمانے لگے کہ مولوی لاجواب ہوگیا اور حقیقت میں اسکا کوئی جواب نہ تھا۔ یہہ کہہ کے اپنا دل خوش کیا اور مخلوق کو دہوکہہ دیا۔ بھائیو منصف اور محقق آدمی کا یہہ کام نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سچ بولا کرتے ہیں نہ کہ جیسا پنڈت صاحب نے کیا:۔

آریہ۔ سرگباشی پنڈت صاحب نے جوکچھہ نسخہ خبط احمدیہ میں تحریر فرمایا ہے وہ فاضل پنڈت شیو نرائن کول خلف الرشید پنڈت دہرم چند جی پردہان آریہ سماج امرتسر اور مولوی نورالدین صاحب حکیم حواری مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مکالمہ ہے۔ کوئی غلط بیان یا دہوکہہ دہی نہیں

اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو بھی یہہ ایک لکھنے کا طریقہ ہے۔ جو گفتگو عام و خاص سے ہوتی ہے اور کثرت سے ہوتی ہے اُسکو ایک خاص طرز میں بیان کرنے کا یہہ طریقہ ہے۔ پس پنڈت صاحب نے اوشیہ ہیچ لکھا۔ اور ایسا کئی اور موقعوں پر بھی ہوا ہے۔ یہی ایک جگہہ نہیں۔

مولوی۔ ایک دن اس عاجز کے اثنائے وعظ میں ایک وزیر چند نامی شخص تشریف لائے۔ اور بہ تفصیل ذیل بحث کی جو ہدیہ ناظرین ہے۔

آریہ۔ آپکی علمی لیاقت تو ہدیہ سے ہی ظاہر ہے۔ میاں صاحب یہہ لفظ ہائے حُطّی سے نہیں بلکہ ہوز سے ہے۔ آپ علمی مسایل پر کیا بحث کر سکتے ہیں جبکہ معمولی اردو بھی نہیں جانتے۔ آپنے جو بات چیت درج کی ہے اُسمیں بہت کچھہ آپکا طبعزاد ہے۔ اگر اصلی گفتگو درج کرتے تو پول ہی نہ کھل جاتی۔ خیر آپنے جو کچھہ اُلٹا سیدھا تحریر فرمایا ہے ہم اُسی کی پڑتال کرتے ہیں۔

محمدی۔ آپ روح اور مادہ کو مفرد حالت میں انادی مانتے ہیں یا کہ مرکب ہیں؟

آریہ۔ جڑ اور چیتن یعنے روح اور مادہ کا باہم مرکب ہونا سراسر باطل ہے۔ ہاں اگر اس سے آپکی مراد روح کے ملحق الجسم ہونے سے ہے تو اُس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ صرف روح ہی کیا بلکہ چیتن کے گن کرم اور سبھاؤ انادی ہونے سے سلسلہ اعمال اور سلسلہ اعمال سے روح انادی کال سے ملحق الاجسام ہوتے چلے آئے ہیں۔

محمدی۔ کیا مسئلہ "تناسخ" کے آپ قایل ہیں کہ کرموں کے پھل سے آدمی جنم بدلتا ہے۔؟

آریہ۔ اس سراپا درست مسئلہ کی صداقت کے صرف ہم ہی نہیں بلکہ دُنیا کے بڑے بڑے محقق اور فاضل اِس کے موید اور قایل ہیں۔ اس اعلےٰ اصول سے منکر ہونا گویا عادل اور رحیم خدا کو ظالم اور بے انصاف ٹھہرانا ہے۔ اگر اس پاک مسئلہ کو جس سے بڑھکر شانتی دینے والا کوئی عقیدہ نہیں ہے غلط مانا جاوے تو پھر تمام خرابیوں کی جڑھ خدائے عزوجل کی ذات ہی ٹھہرتی ہے۔ اور اسقدر اعتراض عاید ہو سکتے ہیں کہ جنکا تصفیہ کسی وکیل کی وکالت سے نہیں ہو سکتا۔ بنابراں ہم ہی نہیں بلکہ سارے آریہ ورت وچین ویونان ومصر وایران کے حکما وفضلا اور یوروپ اور امریکہ کے بڑے بڑے عالم فاضل ڈاکٹر اور سائنس داں اس مبارک مسئلہ کے قایل ہیں۔ دُنیا کی دو تہائی سے زیادہ آبادی اب بھی اسپر اعتقاد رکھتی ہے۔ مصنف قرآن بھی اسکا قایل ہے۔ مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں جو "تناسخ" کے قایل ہیں۔ ایک فرقہ کا نام ہی "تناسخیہ" ہے جو کہتے ہیں کہ چون جان از قالب برآید رہ است کہ در قالب دیگر بر در آید۔ مفصل دیکھو ثبوت "تناسخ" مصنفہ سرگباشی پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر ۔۔

محمدی۔ کیا روح یا مادہ اپنی مفرد حالت میں کوئی فعل کرسکتا ہے؟

آریہ۔ روح تو چیتن ہونے سے فعل کرسکتی ہے اور فاعل اور عامل بننے کے لئے اُسے جسم کی بھی ضرورت ہے۔ مگر یہ فلاسفی کا نیا مسئلہ ہم نے آپ سے ہی سُنا کہ مادہ بھی کرم کرسکتا ہے۔ مادہ تو جڑ ہے بھلا وہ کیسے فعل کرسکتا ہے۔

محمدی۔ جب روح بغیر جسم کے کوئی کرم نہیں کرسکتی تو پھر اُسکا صورت میں آنا کن کرمونکا پھل ہے؟

آریہ۔ یہہ آپکا کہنا تب درست ہوسکتا تھا جبکہ ہم روح کو پیدا شدہ مانتے یا انادی نہ مانتے ہم تو روح کو سروپ سے اور اُس کے کرموں کو پرواہ سے انادی مانتے ہیں۔ انادی کال سے انادی پرماتما انادی روحوں اُن کے کرموں کے مطابق ملحق الجسم کرتا آیا ہے۔ آپکے فرض باطل کو اگر مان بھی لیا جاوے تو اُس سے قدامت روح پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ صرف یہی نتیجہ برامد ہوسکتا ہے کہ تناسخ کے ماننے والوں کے نزدیک روح کا قبول جسم ہمیشہ درست نہیں اور یا یہہ کہ واقعہ میں غلطی ہے جو یہہ تھا کہ فلاں وقت روح بلا جسم تھی۔ اس شک کے بموجب روح ہمیشہ ملحق الجسم ہوگی۔ قدامت وجود روح پر اِس بحث سے کوئی نقص عاید نہیں ہوتا۔ اور جب روح قدیم ہوا تو تناسخ کی صداقت میں بھی کچھہ شک نہ رہا۔ کیونکہ نہ بلا قدامت روح کے تناسخ کے کچھہ معنے اور نہ بغیر تناسخ کے قدامت روح کوئی بات ہے۔ آپکے فرمانے کے بموجب ایک کی غلطی دوسرے کی صحت پر دال ہے۔ مگر آپ یہہ نہیں دیکھتے کہ امور مذکور سے ایک امر کا وجود دوسرے امر کے وجود کے لئے نہایت لازمی ہے۔

محمدی مانا کہ روح کے گُن انادی ہیں مگر ظہور گنوں کا اُسوقت تک نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ جسم پذیر نہ ہو۔ دوئم آپنے کہا کہ پہلے کرموں کا پھل۔ سو جب آپ مان چکے کہ روح اپنی علیحدہ حالت میں کوئی کرم نہیں کرسکتی۔ تو ضرور ہے کہ اُس نے کوئی کرم نہیں کیا پھر اُسکو جسم کیونکر ملا۔ سوئم یاد رکہنا چاہئے کہ مفردہ حالت پہلے ہوتی ہے اور مرکب پیچھے۔ چہارم جس چیز کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ اُسکا آغاز ضرور ہوتا ہے۔ گو بے انتہا زمانہ سے ہی وہ سلسلہ جاری کیوں نہ ہو۔

آریہ جادو وہ جو سر پر چڑہکے بولے۔ قدامت روح کو تو آپنے تسلیم کرلیا اور اُسکے گنوں کو بھی باقی رہے آپکے شکوک اُنکا رد بھی آپکو تبلاتے ہیں۔ **رد شک اول**۔ جب روح اور اُس کے گُن انادی ہیں تو روح جڑ نہیں ہے کہ بیجان مادہ کی طرح بے حس وحرکت پڑی رہے۔ پرماتما میں کرمونکا پھل دینے کی طاقت اور روح میں کام کرنے کی صفت اور چیتنتا اُسکی ذات میں انادی زمانہ سے گُن یا وہ چیتن بالذات۔ پس اِس انادی سلسلہ کو کون توڑ سکتا ہے۔ پس یہی سبب ہے کہ انادی پرواہ سے جسموں کو دہارن کر روح کرم کرتا ہوا چلا آتا ہے۔ **رد شک دوم** ہم پہلے

کہہ چکے ہیں کہ سلسلۂ اعمال پرواہ لاوب سے انادی ہے اور کوئی وقت ایسا قیاس میں نہیں آسکتا جبکہ روح کے کچھہ نہ کچھہ کرم باقی نہ ہوں کیونکہ پچھلے باقیماندہ کرموں کا پھل بھوگنے کے علاوہ روح نئے کرم بھی کرتی جاتی ہے - یہہ سلسلہ اُسکی ذات کیطرح انادی ہے - کیونکہ روح میں تعطل نہیں ہے - ورنہ اِس کے خلاف ماننے سے سارے الزام خدا کے ذمہ عائد ہوتے ہیں - پس یہہ صحیح اور درست ہے -

ردشک سوم - جیساکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں روح مرکب نہیں ہمیشہ مفرد ہے - پس یہہ شک سراپا باطل ہے - اور اسکا جسموں سے تعلق ایشوری انصاف کے مطابق انادی ہے -

ردشک چہارم بیشک جو سلسلہ کسی خاص منشاء سے کسی خاص وقت میں جاری ہوتا ہے - اُسکی انتہا ہونا لازم ہے - مگر لا انتہا کا انتہا کہنا طفلانہ خیال ہے - اور اسی واسطے معقولیت کے سامنے لغو ہے کیونکہ جیو اور اُس کے گُن کرم کے انادی ہونے سے اور خدا کے انصاف وغیرہ صفات قدیم ہونے سے اِس سلسلہ کی انتہا علم وعقل کے نزدیک باطل ہے - البتہ آپکے فرمانے کے بموجب قرآنی سزا و جزا کا سلسلہ اور بہشت و دوزخ کا کارخانہ مسمار ہوتا ہے - چونکہ روحیں اور مادہ آپکے عقیدہ کے مطابق حادث ہیں اور ہر حادث کے لیئے فنا لازمی ہے کیونکہ جس چیز کا سلسلہ جاری ہوتا ہے - اُسکا کوئی انتہا بھی ہوتا ہے - بہشت و دوزخ کا سلسلہ جاری ہوا ہے - پس وہ حادث ہیں - روحوں کا سلسلہ جاری ہوا پس وہ فانی ہیں - اب غور کیجیئے کہ دین اسلام اور دہریہ پن کے ماننے والے میں کیا فرق ہے دونوں کا خاتمہ نیست ہوجانا یا خاک میں ملجانا - عبادت - ریاضت روزہ - زنا چوری وغیرہ ساری نیک و بد افعال خاک میں مل گئے - کسی نے سچ کہا ہے - دزد دانا میکشد اول چراغِ خانہ را -

محمدی بیشک گُن ہر ایک چیز کا اُس کے ہمراہ ہوتا ہے - لیکن ظہور کسی خاص وقت یا آزمائیش پر ہوتا ہے - جیساکہ آگ میں جلانیکا گُن ہے - لیکن جب تک اُسمیں ہاتھہ ڈال کے یا تجربہ کرکے دیکھا نہ جاوے تب تک اُس کے گُن ظاہر نہیں ہوتے - ایسا ہی روح میں بھلے یا بُرے گن تو ہیں لیکن جب تک اُن دونوں میں سے کسی کا ظہور نہ ہو تب تک وہ بدلا پانے کا مستوجب نہ ہوگا - جیساکہ ہر ایک آدمی میں چوری کرنیکا گُن ہے - مگر جب تک کوئی چوری نہ کرے سزایاب نہ ہوگا - اسیطرح جب روح سے اپنی مفردہ حالت میں کوئی فعل ظہور پذیر نہیں ہوا تھا - اور نہ ممکن ہے - کہ ہو تو پھر اُسکو جسم کون سے کرموں سے ملا - بقول آپکے کہ بغیر کرموں کے کوئی جسم کسی کو نہیں ملتا - تو آپکے ایشور نے ایسا ظلم کیا کہ روح اور مادہ جو بالکل بیگناہ تھے اُنکو اکٹھا کرکے بلاؤں میں ڈالدیا -

آریہ - جب ہر ایک چیز کے گُن اُس کے ہمراہ رہتے ہیں اور ظہور کسی وقت یا آزمائیش پر ہوتا ہے اسکو آپ تسلیم کر چکے ہیں تو آپکو تناسخ اور قدامت ارواح سے ہرگز انکار نہیں ہوسکتا - کیونکہ

انادی روحوں کے انادی گُن کرموں کے مطابق الیشور کا انادی نیا رہونے سے اُنکا ہمیشہ سے ظہور پذیر ہونا کسی طرح پر نا ممکن نہیں۔ جب اُن کو بغیر کرموں کے اجسام سے ملحق کرنا ظلم ہے تو اس ظلم سے خدا کو ظالم ٹھیرانے والا دین کون ہے۔ اور جو دین خدا کو ظالم ٹھیراوے۔ اُس کے باطل ہونے میں کیا شک ہے۔ اور کرموں کے مطابق جسم دینے سے خدا کا انصاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ ظاہر ہے۔ اجسام کے اختلاف اور آنکی سزا و جزا موجودہ سے۔ پس پہلے بھی ایسا ظلم نہیں ہوا بلکہ عدل یعنے کرم انوسار جسم ملتے رہے۔ اندہا دہند نہیں کہ کرے داڑہی والا اور بچھڑا جاوے موچھوں والا۔ بس روح خدا کے انادی انصاف سے جسم دہارن کرتا ہے۔ کرم انوسار۔ نہ کہ تعصب اور ظلم سے جو کہ اسلام کے عقیدہ کو قبول کرنے سے خدا پر الزام عائد ہوتے ہیں۔ حضرت چوری کرنا انسان کا گُن نہیں بلکہ عادت ہے جو چھوٹ سکتی ہے۔ حالانکہ گُن کبھی دور نہیں ہو سکتے۔ پس یہ مثال سراپا باطل اور اس کے ابطال سے آپکا دعوٰے بھی بے بنیاد ہو گیا۔ آپکے سارے اعتراض اور ایسی قسم کے اور ہزاروں اعتراض قرآنی اعتقاد پر عائد ہوتے ہیں۔ خدا نے ناحق بیٹھے بٹھائے روحوں کو گھڑا اور پھر انصاف کے مطابق بلکہ ظلم سے جسکو چاہا پھل دیا۔ نہیں نہیں جو چاہا جسپر ظلم کیا۔ اور شیطان کے پنجہ میں ڈالدیا۔ اور پھر آخر کار وہ وید مقدس کے طریقہ کا مقلد بنے گا۔ یعنے آخر بجو کرم انوسار پھل دیگا اول تو مختلف بھلے و بُرے پیدا کئے۔ یا محمدی محاورہ کے مطابق رحمتیں اور زحمتیں انسانوں پر بلا سبب نازل کردیں۔ اور ان کو مختلف اجسام سے ملحق کیا۔ مگر ملحق کرنے اور عمل کمانے سے پیشتر ہی لکھہ دیا کہ بہتوں کو ہم نے جہنم کے واسطے پیدا کیا۔ کیوں صرف نظر زحمت کے سبب سے۔ اور بعضوں کو جنت کے واسطے۔ کیوں صرف رحمت کے سبب سے۔ اور اُنکے واسطے شفیع اور سفارشی بھی مقرر کردئے۔ اور یہہ بات بھول نہ جاوے لوح محفوظ میں بھی لکھہ دی۔ اور پھر خود ہی اُن سے عمل نیک نہ کمانے کی باز پرس کریگا۔ پس بقول آپکے ہمکو کہنا پڑا کہ قرآنی خدا نے ایسا ظلم شدید کیا کہ روحوں اور مادہ کو اول تو بے سبب اور بے گناہ محض انصاف و رحمت سے اُنکو اکٹھا کرکے گناہوں میں ڈالدیا۔ حالانکہ بموجب اعتقاد قرآن کے یہہ سب پہلے بیگناہ تھے۔ پس اس اعتقاد کے رو سے تمام گناہوں کی بنیاد اور سب شرارتوں کی جڑہ اور جملہ بدکاریوں و مکاریوں کا مخزن و منبع خدا ہی ٹھہرتا ہے۔ جب تک آپ ان گناہ آلودہ خیالات سے اور اس زہریلی تعلیم کے اثر سے ویدک گیان دوارا اپنی روح کو پاک و صاف نہ بنائیں گے۔ ہرگز ہرگز آپ اُس خداوند تعالےٰ مالک کُل کو ان الزامات سے بری نہیں ٹھہرا سکتے۔ یہہ سارے الزام اور ایسے ہی ہزاروں اور قرآن کی تعلیم اور سچائی کے عدم تسلیم سے خدا کے حق میں عائد ہوتے ہیں۔ ویدک سدہانت

کے انوسار نہیں۔

مولوی۔ یہہ بحث دو دن تک رہی لیکن اس سوال کا جواب ماسٹر صاحب سے نہ بن پڑا اور پہر بحث کرنے کو نہ آئے ۔

آریہ حضرت کیوں جہوٹہہ بولکر پاپ کے بھاگی بنتے ہو۔ آپکی تو وہی مثال ہوئی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جواب تو آپسے نہ بن آیا اور ملزم ہم کو ٹہہراتے ہیں۔ کیا آپکو اُسوقت کی حالت یاد نہیں کہ خود آپکے محمدی بھائی بھی آپکو کم لیاقتی کے باعث کوس رہے تھے۔ جہوٹہہ مت بولو کیونکہ جہوٹہہ سے بڑہکر اور کوئی رسوائی نہیں۔

دوسرے مباحثہ پر سرسری نظر یا ریمارکس

سوال آریہ۔ نیستی سے ہستی ہوسکتی ہے۔ یا نہیں۔ **جواب مسلمان** بے شک خدا اسپر قادر ہے کہ کری اور کیا اور کرتا ہے۔ **ریمارک** علم عقل۔ دلائل اور تجربہ سے اسکا کوئی ثبوت نہیں اور نہ آج تک کوئی کرسکا۔ سب پیدائش کو خدا مادہ سے بناتا ہے اور بنایا۔ اور بناویگا۔ آدم کا جسم مٹی سے بنایا۔ نہ کہ نیستی سے۔ اور اسی طرح سب انسان وحیوان کے اجسام۔ پہر نہیں معلوم کہ بیشک کے کیا معنے ہیں۔؟ یہ بیشک نہیں سراپا شک ہے۔ کیونکہ نیستی کوئی چیز نہیں۔ دُنیا میں اسکی کوئی مثال دیجئے۔ ورنہ دعوے باطل کو ترک کیجئے۔

آریہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی کیونکہ اسکو عقل قبول نہیں کرتی۔

مسلمان۔ کیا جسکو عقل انسانی قبول نہ کرے وہ کام نہیں ہوسکتا **ریمارک** جو کام قانون قدرت ایشوری گیان اور عقل کے خلاف ہو وہ نہ کبھی ہوا نہ ہوسکتا ہے اور نہ ہوگا۔ **آریہ** ہرگز نہیں ہوسکتا **مسلمان** آپ جانتے ہیں کہ بہت سے ایسے کام ہیں کہ جسکا تجربہ انسان نے نہ کیا ہو اُسکی عقل کہتی ہے کہ یہہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب وہ کام اُس کے سامنے ہوجاتا ہے تو بدون تسلیم کئے اور کچہہ چارہ نہیں ہوتا۔ جیسے ریل گھڑی یا تار قبل از وجود۔ جب انسان کے کام کا یہ حال ہے یعنی سمجہہ میں نہیں آسکتا تو اُس خالق مطلق کا خلق کیا ہوا کام کیونکر سمجہہ میں آسکتا ہے۔ **المختصر** **ریمارک** آپکی مثال آپکے دعوے کو اور آپکا دعوے آپکی مثال کو باطل کرتا ہے۔ ریل تار و گھڑی کے اصول سے پُرانے لوگ واقف تہے اور ان کے بنانیوالے یا موجد انکے بنانے سے پہلے اصول طبعیات سے بخوبی واقف اور مادی پدارتہوں کی مختلف ترکیبوں و دارا طرح طرح کی ایجادیں کرنے میں عقل انسانی کو ہر طرح سے سامرتہہ جانتے تہے۔ انسانی عقل بغیر علم کے ایشور کے رچے ہوئے پدارتہوں کی ماہیت نہ جاننے کے باعث کسی قسم کی ایجاد یا دریافت نہیں کرسکتی۔ اور نہ دویا سے پرکاشت بہی کی بنائی ہوئی چیزوں کو

بابت ماہ اپریل
دیل کا مصالح و گھڑی کا سامان وغیرہ سب بادہ ہیں
سمجھہ سکتی ہے۔ اسی واسطے آغاز دُنیا میں الہام کی ضرورت ہے۔
موجود تھا۔ اور بنا کی بدہی علم کے حاصل کرنیکی معلوم ہوئی وہ علم میں موجود ہے۔ اور وہ علم الہام ایزدی
میں۔ پس کوئی چیز نیستی سے ہستی میں نہیں آئی۔ اور نہ عدم سے کسی کا وجود ہوا۔ جب اِن چیزوں کو آپ انسانی
عقل کی ایجاد سمجھتے ہیں۔ پھر آپ کس قدر مثال کی اصلیت سے بیخبر ہو کر اپنے دعوے کی جڑہ میں خود تیر مار رہے
ہیں نیستی سے ہستی کی مثال دینی چاہئے تھی۔ اور وہ دنیا میں کوئی نہیں۔ تمام سائنس دان فضلانے بالاتفاق مان
لیا ہے۔ کہ نیستی کوئی چیز نہیں۔ اور قدرتی اشیاء کا علم حاصل کئے بغیر (جو ایشوری گیان۔ قانون قدرت اور
تجربہ و مشاہدہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے) انسانی عقل کوئی ایجاد نہیں کر سکتی۔ بلکہ جسقدر انسان قدرتی چیزوں
پر زیادہ غور کرتا جاتا ہے اُسی قدر لائق اور ہوشیار ہوتا جاتا ہے۔ جب سمجھا ہے اور جو کچھہ سمجھا ہے
انسانی عقل نے ہی سمجھا ہے۔ نہ کہ جہالت نے یا بیوقوفی نے۔ پس کوئی چیز انسانی عقل کے خلاف اور
وِدوانوں کے تجربہ کے خلاف ماننے کے لائق نہیں۔ کیونکہ نیستی دو طرحکی ہوتی ہے۔ ایک نیستی قطعی کہ جسمیں
کوئی شے کسی انقلاب میں نہ ہو۔ اور دوسری نیستی عارضی کہ وہ اصل میں نیستی ہی نہیں بلکہ ہستی ہے یعنی
کوئی شے اسمیں اِس انقلاب کے ساتھہ وجود رکھتی ہے۔ گو وہ ظاہری حواسوں کے ذریعہ محسوس
نہیں ہوسکتی۔ بموجب مسلہ حکمت نیستی قطعی سے ہستی کا وجود پذیر ہونا سراسر ناممکن ہے۔ کیونکہ عدم سے
وجود میں آنا ایک انقلاب ہے۔ جب کسی شے کا وجود ہی نہیں تو انقلاب کب ممکن ہے۔ کیونکہ انقلاب
یا انتقال وجود کا ہوتا ہے۔ نہ کہ نیستی کا یا غیر وجود کا۔ پس عدم سے وجود یا نیستی سے ہستی کا خیال سراپا
باطل ہے۔ **مسلمان**۔ اگر یہہ کہا جاوے کہ جسکو عقل تسلیم نہ کرے وہ نہیں ہوسکتا تو آپ خود اِس
بات کے قائل ہیں کہ وہ ایشور بغیر ہاتھوں کے ہاتھوں کا کام اور بغیر کان و آنکھہ و پیروں کے کان
آنکھہ و پیروں کا کام کرتا ہے۔ اور بیشک خدا کے لئے ایسا ہونا چاہئے۔ مگر عقل اِس بات کو ہرگز
قبول نہیں کرتی۔ پس یا تو خدا کے ہاتھہ پاؤں مانئے اور یا جس طرح خدا بغیر اعضا کے کام کرتا ہے
مانتے ہیں ویسا ہی نیستی کا بھی ہستی کرنیوالا مانئے۔ جب یہہ بیان کیا گیا تو اُنکو بجز سکوت کے کچھہ
جواب نہ بن پڑا۔

ریمارک۔ اِسمیں شک نہیں کہ وہ سروویاپک پرماتما ہاتھہ وغیرہ سب اعضا کے بغیر سب کام کرسکتا ہے
اور ایسا ماننا عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے مطابق ہے۔ کیونکہ اگر عقل کی شہادت کو نہ مانا جاوے
تو آپکے پاس کیا ثبوت ہے۔ کہ "بیشک اُس خدا کے لئے ایسا ہی ہونا چاہئے"۔ میاں صاحب خدا
کوئی جسیم شے نہیں اور نہ ایک دیشی ہے اور نہ وہ مادی ہے۔ کہ وہ ہاتھہ وغیرہ اعضاء کا محتاج ہو
خدا تو خدا ہے ہماری روح بھی روحانی کاموں میں جسم کی محتاج نہیں۔ مولوی رومی فرماتے ہیں ؎

آں تو ہی کو بے بدن داری بدن ــــ پس مترس از جسم جاں بیروں شدن
روح دارو بے بدن بس کار دبار ــــ مرغ باشد در قفس لب بے قرار

جب روح کا یہہ حال ہے تو خداوند تعالیٰ جو بالضرور جسمانی تعلقات سے مبرا ہے۔ اعضاؤں کا کسی طرح محتاج نہیں۔ تمام ماہران علم الٰہی و عقلائے علوم لطیفہ اسمیں متفق البیان ہیں کہ اعضا کی ضرورت محدود کو ہوتی ہے نہ کہ غیر محدود کو۔ اور یہ عقل انسانی کے عین مطابق ہے۔ چونکہ بسیط کل پرماتما ہمہ جا حاضر و ناظر ہے۔ اس لئے عقل سلیم تسلیم کرتی ہے۔ کہ اسکو اعضا کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں اس طرح نیستی سے ہستی کا وجود میں آنا چونکہ عقل و علم کے بالکل برخلاف ہے اسکا ماننا اور جاننا سراپا ناممکن ہے۔ اسیواسطے عقلا کا اس سے انکار اور جہلا کا اقرار ہے۔ اس مالک کل کے گھر میں نہ کبھی نیستی تھی نہ ہے اور نہ ہوگی۔ بنا بران نیستی سے ہستی میں آنا یا ہستی سے نیست ہو جانا ہر طرح باطل اور ناممکن ہے۔ کسی کو ایسا بیہودہ مسئلہ نہ ماننا چاہیئے :: باقی آئندہ

اودیا کا ناش

ضیاء القرآن

نمبر ۴

مضمون گزشتہ میں دوبارہ صفات الٰہی جو کچھ ثبوت نمبر ۳ پر قرآن سے مقتبس کیا گیا تھا وہ سورہ تغابن رکوع ایک کی آیہ واللہ غنی اور اللہ غنی ہے۔ تھا۔ اسکی مؤید اور بھی چند آیات قرآن میں موجود ہیں چنانچہ واللہ خزاین السمٰوات والارض اور واسطے اللہ کے ہیں خزانے زمین اور آسمانوں کے۔ سورہ منافقون رکوع ۱۔ اور بھی ہے۔ چنانچہ لہٗ ما فی السمٰوات و ما فی الارض وما بینہما وتحت الثریٰ واسطے اس کے ہے جو کچھ کہ بیچ آسمانوں کے ہے اور بیچ زمین کے ہے۔ اور درمیان اس کے اور تحت الثریٰ میں ہے۔ سورہ طٰہٰ رکوع ۱۔ علےٰ ہذا مگر یہہ سب کی سب آیات بھی ایجاد کردہ مولف قرآن نہیں ہیں۔ بلکہ ایک اپنشد واکیہ کا ترجمہ ہیں۔

چنانچہ (यः सर्वज्ञः सर्ववित् यस्यैष महिमा भुवि दिव्ये ॥)
یعنے جو علیم کل اور غنی مطلق ہے ۔ اور یہ تحت الثرٰی اور عالم بالا اور جو کچھ کہ اُنمیں ہے جسکا اظہر من الشمس جلال ہے۔ یعنے زمین و آسمان سورج چاند کواکب الکواکب اور جو کچھ انمیں متحرک غیر متحرک اور اُنکے اصول حیات و نجات اور پیدائش وقیام و فنا وغیرہ کا انتظام ہے وہ سب اُس خداوند کل شئی قدیر غنی مطلق کا جلال ہے۔ پس پیدا ہوا کہ آیہ واللہ غنیٌ واکیہ مذکورہ بالا کے فقرہ सर्ववित् کا ترجمہ ہے جو دجود قرآن سے لکھو کہا سال پیشتر لعبض وید مقدس مشہور عالم تھا۔ الا جو کچھ کہ مولف قرآن کا ذاتی ایمان ہے وہ آیہ واللہ غنیٌ کا دشمنِ جان ہے۔ کیونکہ قرآن میں سینکڑوں آیات اُس کے برخلاف مسطور ہیں۔ کہ جن میں اظہر من الشمس خداوند متعال مالک الملک کو مبتلائے افلاس ثابت کرتے ہوئے مقروض گردانا ہے۔ چنانچہ احقر چند آیات بطور اثبات قرآن سے اقتباس کرکے ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ فانتظرہٗ۔

(۱) آیہ واللہ غنیٌ کے برخلاف جو کچھ نمبر اول میں مولف قرآن نے مکتوب کیا ہے وہ سورہ بقر رکوع ۳۲ کی یہہ آیہ ہے من ذالذی یقرض اللہ قرضًا حسنًا فیضٰعفہٗ لہ اضعافًا کثیرۃً واللہ یقبض ویبصط والیہ ترجعون کون شخص ہے وہ جو قرض دیوے اللہ کو قرض اچھا پس دُگنا کرے اُسکو واسطے اُسکے دُگنا بہت ہے ۔ اور اللہ بند کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے اور ہے طرف اُسکی پھیری جانا

(نتایج) (۱) خدائے محمدی بآواز بلند مانند گدایان بوالہوس لوگوں سے قرض مانگتا ہے (۲) آنجناب کو اس بات کا کوئی کامل علم نہیں ہے کہ مجھہ کو کون شخص قرض دیگا۔ یا کون نہ دیگا اس لیئے وہ کسی خاص شخص کو مخاطب کرکے بطرز شریفانہ قرض نہیں مانگتا۔ بلکہ بدوان عرب میں بطور کلّی صدا کناں ہے۔ چنانچہ فقرہ من ذالذی یقرض الیہ یعنے کون شخص ہے وہ جو قرض دیوے اللہ کو سے روشن ہے۔ (۳) اللہ میاں بدوان عرب سے قرض طلب فرماتے ہوئے رطب اللسان ہیں کہ تم یہہ فکر مت کرو کہ تمہارا دیا ہوا مال بیکار پڑا رہے گا بلکہ تم بے فکر رہو میں تمہیں دوگنا سود معہ اصل زر کرکے ادا کردونگا اور دُگنا کچھہ کم نہیں ہے۔ چنانچہ فقرہ فیضٰعفہ لہٗ اضعافًا کثیرۃ سے پیدا ہے (۴) یہاں کہ مولائے قرآنی قرض مانگتے ہوئے دُگنا سود بھر دینے کا اقرار کرتے ہیں وہاں ساتھہ ہی یہ بھی فرماتے کہ تم لوگ مجھے کوئی ایسا مال قرض میں نہ دیدو جو کہ میرے کسی کام کا نہ ہو۔ بلکہ کوئی اچھا مال دو جسکے اُٹھانے میں تکلیف نقل میں تخفیف ہو تاکہ مجھے لیجانے میں تکلیف نہ ہو۔ یعنے از قسم طلاء یا جواہرات ہو۔ چنانچہ فقرہ قرضًا حسنًا سے ظاہر ہے۔
(۵) خداء صاحب قرض مانگتے ہوئے لوگوں کو اپنی حیثیت یاد دلاکر تشفی بھی دلاتے ہیں گویا

کہ فرماتے کہ کیا ہوا جو اب مجھ پر زوال یا تنگدستی کا وبال ہے مگر تم لوگوں کو معلوم ہے سب کو رزق دینے والا تو میں ہی ہوں۔ چنانچہ فقرہ و یبصط سے روشن ہے (۶) یہانکہ اللہ میاں جی لوگوں کو اپنی حیثیت کی یاد دلا کر تشفی دلاتے ہیں۔ وہاں ساتھہ ہی ذرا ڈانٹ بھی دکھاتے ہیں گویا کہ فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھے قرض نہ دو تو میں تمہیں لوٹ لینے کو بھی طیار ہوں کیونکہ تم جانتے ہو کہ سبکی روزی بند کرنے والا یا چھیننے والا میں ہی ہوں۔ چنانچہ فقرہ واللہ یقبض شاہد ہے۔ (۷) یہی نہیں کہ آنجناب قرض نہ دینے پر لوگوں کو صرف روزی تنگ کرنے کی ہی دہمکی سناتے ہیں۔ بلکہ یہہ بھی فرماتے ہیں کہ تم نے آنا تو میری طرف ہی ہے۔ گویا کہ کہہ رہے ہیں کہ کیا ہوا اگر تم مجھے قرض نہیں دیتے۔ جب میرے پاس تم دنیا سے لوٹ کر آؤ گے۔ پھر تمہیں خوب ملونگا۔ چنانچہ فقرہ والیہ ترجعون بتلاتا ہے۔ (۸) باہمہ گرمی سردی کے آنجناب ضمانت بھی دیتے ہیں۔ کیونکہ یہہ سب باتیں آپ بزبانی محمد صاحب ظاہر کرواتے ہیں۔ بنا بران ہیدا ہے کہ یہہ قرض مولائے قرانی بضمانت محمد لیتے ہیں جو دیوے اسکو دگنا سود بھر دیتے ہیں۔ جو چاہے بر سر میدان آوے۔ اور اولیائے مدراس کیطرح اس سے لابھہ اوٹھاوے۔ مفصل دیکھو تفسیر حسینی سورہ بقرہ ؛

(۲) نمبر ۲ پر آیۃ واللہ غنیؐ کے برخلاف سورہ حدید رکوع ۲ کی آیۃ یہ ہے۔ من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہٗ لہ ولہ اجرٌ کریمٌ۔ کون وہ شخص ہے کہ جو قرض دیوے اللہ کو قرض اچھا پس دوگنا کرے اسکو واسطے اُس کے اور واسطے انکے ہے ثواب با کرامت ؛

نتائج - (۱) خداوند قرض مانگتا ہے (۲) دُگنا سود بھرنا منظور کرتا ہے (۳) قرض دہندگان کو بشرط بھر دینے دوگنا سود کے۔ کراماتی ثواب دینے کا بھی وعدہ کرتا ہے۔

(۳) نمبر تین پر آیۃ واللہ غنی ؐ کا رد سورہ تغابن رکوع ۲ میں ہے۔ چنانچہ ان تقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضعفہ لکم ویغفر لکم واللہ شکورٌ حلیمٌ۔ اگر قرض دو اللہ کو قرض اچھا دگنا کرے گا اسکو واسطے تمہارے اور بخشیگا واسطے تمہارے۔ اور اللہ شکر گذار ہونیوالا اور تحمل والا ہے۔ (۴) نمبر چار پر آیۃ واللہ غنیؐ کی تردید سورہ مائدہ رکوع ۲ میں ہے چنانچہ واقرضتم اللہ قرضاً حسناً لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنٰت تجری من تحتہا الانہٰر۔ اور قرض دو اللہ کو قرض اچھا البتہ دور کرونگا میں تم سے برائیاں تمہاری اور البتہ داخل کرونگا میں تمکو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے جنکے نہریں۔

نتائج (۱) اللہ میاں کے پاس اپنا کچھ نہیں رہا۔ جیسے رہزنان عرب سے قرض طلب فرماتا ہے۔ اگر اُس کے اپنے پاس زمین آسمانوں کے خزانے ہوتے تو پھر اُسکو قرض اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ قرض تب ہی اُٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب اپنے گھر میں کافی سرمایہ گذارہ کے واسطے نہیں ہوتا۔ اور قرض ہمیشہ غیر سے اُٹھایا جاتا ہے۔ جبکہ سب مال زمین آسمانوں کا خدا کا ہے۔ اور وہ غنی ہے۔ اور مسلمان لوگ زمین آسمان کے اندر ہیں۔ تو بس خدا کا اُن سے قرض مانگنا تحصیل حاصل ہے۔ اور وہ فعل عبث ہے۔ اور اگر خدا ٹھیک قرض مانگتا ہے چنانچہ آیات قرآنی سے مثبت ہے تو زمین آسمانوں کی درمیانی اشیاء اُس کے واسطے نہیں ہو سکتیں۔ اور اگر کوئی ہٹ سے باز نہ آوے اور کہتا جائے کہ ضرور خدائے قرآنی غنی ہے یا زمین آسمان کے تمام خزانے اسی کے واسطے ہیں تو پھر ماننا پڑیگا کہ وہ آپکے گذارہ کے واسطے کافی نہیں ہیں۔ اور نیز بدوان عرب یا محمدیان احاطہ الارض والسموات سے خارج ہیں۔ مگر ایسا تسلیم کرنا بھی بحق قرآن نقصان جان ہے۔ بنا برآں ایک آیت کو ضرور کاذب ماننا پڑیگا آئندہ اختیار باقی ہے (۲) مولائے محمدی کوئی بڑا متمول آدمی نہیں ہے۔ اگر کوئی غنی شخص ہوتا تو بدوان عرب سے ہرگز قرض اُٹھانے نہ آتا۔ اور اپنی عزت کو داغ نہ لگاتا۔ (۳) یہہ کہ قرض میں اچھا مال لینا چاہتا یعنے جو بیش قیمت اور کم وزن رکھتا ہو۔ یہاں سے پیدا ہے کہ خداوند بنجود کوئی بڑا جوان شخص بھی نہیں ہے۔ کہ کچھ زیادہ بوجھ اُٹھا سکے اور نہ ہی اُس کے ساتھ کوئی خدمتگار ہے کہ وہ لوگوں کا دیا ہوا ثقیل قرض اُٹھا لیجاوے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر قرضاً حسناً کہنے کی کچھ ضرورت نہ تھی بلکہ جو کوئی جس قسم کا بخوشی قرض دیتا اُسکو خداوند بنجود یا بواسطہ غلامان اپنے گھر عرش العظیم میں لیجاتا اور اپنا کام چلاتا۔ اِلا محمدیان کو عمدہ مال قرض میں دینے کے واسطے مجبور نہ کرتا۔ (۴) اللہ صاحب کو کوئی ایسی اشد ضرورت درپیش ہے کہ جسکے پورا کرنے کے واسطے آنجناب کے پاس کافی سرمایہ نہیں ہے۔ اور اُسکے پورا کئے بغیر آنحضرت کو خطرہ جان ہے۔ جس لئے باوجود حرام ٹھہرانے سود کے بخود دُگنا سود دینا منظور فرماتا ہے۔ اور خوشامد درآمد کرتا ہوا حکمت عملی دوڑاتا ہے۔ گاہ چاپلوسی کرتا اور گاہ ڈراتا ہے۔ اور باوجود دُگنا سود معہ اصل زر ادا کرنے کی اپنے قارضوں کو ثواب کرامات عطا کرنیکا بھی وعدہ دیتا ہے اور یہہ بھی فرماتا ہے کہ میں اور بخششیں بھی سوائے آپکے تجھ پر کرونگا۔ صرف یہی نہیں کہ تم کو اور قسم تحفجات دیا کرونگا۔ بلکہ تمہارا شکر گذار بھی رہونگا۔ صرف شکر گذار ہی نہیں بلکہ تمہاری سخت نرم باتوں کو بھی برداشت کرونگا۔ علاوہ بریں تمہاری برائیاں معاف کرنے کو ہر دل

والے بہشتوں میں داخل فرماویگا۔ (یہانکہ شراب کباب اور سفید جسم باکرہ عورتیں اور کم سن خوبصورت موتیوں سے لونڈے وغیرہ بھی تمہارے عیش و عشرت کیواسطے ہونگے) چنانچہ فقرات ذیل سے پیدا ہے فیضعفہ لہ پس دُگنا کرنے اُسکو واسطے اُسکے اور ولہ اجر کریم اور واسطے اُن کے ہے ثواب باکرامت اور یغفر لکم واللہ شکور حلیم اور بخشیگا واسطے تمہارے اور اللہ شکر گذار ہونے والا ہے۔ اور تحمل والا ہے۔ لاکفرن عنکم و لادخلنکم جنٰت تجری من تحتہا الانہٰر البتہ دور کرونگا تم سے بُرائیاں تمہارے اور داخل کرونگا میں تمکو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے جنکے نہریں۔ علیٰ ہذا۔ (۵) محمدیان سے لیئے ہوئے قرض کو اوتعالےٰ بمجہ دُگنے سود کے اُسکی صورت علیحدہ میں ادائے کریگا۔ نہ کہ کسی قرض کا بدلہ نہ تو بخشش الٰہی اور نہ تحفہ جات ہیں اور نہ ہی خدا کی شکر گذاری اور حلیمی ہے۔ اور نہ قبول توبہ اور ضبط ذنوب ہے اور نہ بہشتوں میں دخول کرانا اور حوروں سے ملانا اور لونڈوں سے کھلانا اور شراب کباب پلانا کھلانا وغیرہ ہے۔ کیونکہ آیات مذکورہ بالا میں ان سب امور کو فقرہ فیضعفہ کے بعد بطور معطوف علیہ کے ترقیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ آیات گزشتہ سے روشن ہے۔ فی ہذا طالع (۶) ان جملہ آیات کا متکلم خداوند نہیں بلکہ کوئی غیر اللہ ہے۔ کیونکہ نمبر ۱ میں من ذا الذی یقرض اللہ مسطور ہے اور نمبر ۲ میں بھی یہی فقرہ تسطیر کرکے اُس کے ساتھ فیضعفہ لہ یعنے پس دُگنا کرے اُسکو واسطے اُسکے لکھا ہے۔ اور نمبر ۳ میں ان تقرضوا اللہ قرضاً حسنا لکھہ کر یضعفہ لکم دُگنا کریگا اُسکو واسطے تمہارے مسطور کیا ہے۔ اور نمبر ۴ میں واقرضتم اللہ اور اگر قرض دوتم اللہ کو لکھا ہے۔ جس سے روشن ہے کہ اُنکا متکلم کوئی غیر اللہ ہے اگر اللہ ہوتا تو جملہ آیات میں لفظ اللہ کے بجائے لفظ (انا) ہوتا مگر ایسا نہیں ہے۔ بنابراں یہہ آیات منجانب اللہ نہیں ہیں بلکہ مولف قرآن کے اپنے خیالات ہیں۔ کما لا یخفے (۷) بعض کوڑ مغز متعصب ملاں بحالت لاجوابی فقرہ یقرض اللہ کی تاویلات کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ قرض سے مراد صدقہ زکوٰۃ ہے۔ مگر یہہ تاویل اُنکی بروئے قرآن سراسر فضول اور نامقبول ہے۔ کیونکہ مولف قرآن نے سورہ مزمل میں اُن کے اوہام کا ازالہ کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہہ قرض جو اللہ محمدیان سے طلب فرماتا ہے۔ صدقہ زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ یہہ غیر زکوٰۃ ہے۔ چنانچہ دیکھو سورہ المزمل رکوع ۲ واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسنًا اور قایم کرو نماز کو اور دو زکوٰۃ کو اور قرض دو اللہ کو قرض اچھا۔ پس پیدا ہے کہ زکوٰۃ اور ہے اور قرض مانگنا اور ہے۔ کیونکہ آیہ ہذا میں مولف قرآن نے زکوٰۃ معطوف اور اقرضوا اللہ کو معطوف علیہ بتلاکر دونوں کے درمیان و حرف

عطف مطور کیا ہے - اگر زکوٰۃ ہی فرض ہوتی تو مولف قرآن ایسا کیوں تحریر فرماتا یہہ مانا کہ آنجناب علم ادب سے چنداں ماہر نہ تھے - مگر اپنے مطالب سے تو کبھی چوکنے والے نہ تھے - لہذا اُن کی تاویلات مخالف قرآن بلکہ اُس کے حق میں وبال جان ہیں - کما ہو الظاہر +

کیا قدیم آریہ ورت کے باشندے لکھنا جانتے تھے؟

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ھذا بابت ماہ فروری ۹۹ئہ صفحہ ٢٠)

بسا اوقات بہت سے الفاظ اور فقرے اگر زبانی سکھلائے جاویں تو وہ نہایت سیدھے اور صاف معلوم ہوتے ہیں لیکن وہی اگر قلمی کتابوں میں پائے جاویں تو طلباء کو نہایت دقیق نظر آتے ہیں مجھے بذاتِ خود ایک ذہین طالبعلم کی کیفیت معلوم ہے - کہ وہ لفظ वस्तुतस्तु (وستو تستو) کے معنے سمجھنے میں انتہا درجہ کا پریشان ہوا - اُسنے کہا کہ لفظ वस्तु تو بالکل صحیح ہے کیونکہ یہہ वस्तु (چیز) کا فاعل واحد ہے مگر तस्तु (تستو) کے نہ معلوم کیا معنے ہیں؟ تستو کے معنوں کی تحقیق کیلئے اُس بیچارہ طالبعلم نے جس قدر اُسے مل سکیں صرف و نحو اور لغت کی کتابیں دیکھہ ڈالیں لیکن کچھہ پتہ نہیں لگا - جب تمام سنسکرت کے علم ادب میں لفظ "تستو" کا پتہ نشان نہیں ملا تب اُسکو خیال گذرا کہ ہو نہ ہو قلمی نسخہ میں غلطی ہوگی - یہہ سوچکر وہ اپنے معلم کے پاس گیا - اور عرض حال کیا اُستاد کے ایک ذرہ سے اشارہ سے ہی یہہ فوراً سمجھہ گیا کہ اصل الفاظ वस्तुत: ہے جسکے معنے ہیں "شے اصلی" یہہ امر کہ سنسکرت زبان میں اگر ذرہ بھی لفظ کے ادا کرنے میں آواز کے دباؤ یا لہجہ کی غلطی ہو جاوے تو نتیجہ پُر مصائب ہوتا ہے - مہابہاشیہ کے ملاحظہ سے جسمیں اس امر کو خوب وضاحت سے ظاہر کیا گیا ہے - بخوبی سمجھہ میں آسکتا ہے - مہابہاشیہ کے مصنف مہامنی پتنجلی جی سنجیدگی کے ساتھہ سنسکرت کی صرف و نحو کے مطالعہ پر بہت زور دیتے ہیں اور اپنے تائید کلام میں کہ کیوں اس شاخ علم کا جاننا اشد ضروری ہے - بہت سی دلائل پیش کرتے ہیں - اُنکی پیش کردہ دلیلوں میں سے ایک دلیل یہہ بھی ہے کہ صرف و نحو کا ہمیں اس لئے مطالعہ کرنا بھی لازمی ہے - کہ ہم غلط الفاظ نہ استعمال کریں - اور وہ اپنی دلیل کی تائید و تقویت میں ایک شلوک کا حوالہ دیتے ہیں - جسکا مطلب یہہ ہے کہ الفاظ - حروف صحیح ہجہ کرنے یا املا لکھنے میں غلط ہو سکتے ہیں یا منہ سے ادا کرتے وقت آواز کے دباؤ میں فرق

آنے کے باعث۔ اگر اسی طرح اُنکا غلط استعمال کیا جاوے تو اِن الفاظ کا جو کچھہ اصلی مفہوم ہوتا ہے وہ خبط ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایسا لفظ دلخراش و سینہ فگار ہوتا ہے۔ اور بولنے والے کے مطلب کو فوت کر دیتا ہے۔ مثلاً لفظ "اِندرشترو" لہجہ کی خطا سے بالکل معکوس معنی پیدا کرتا ہے۔ (مہابھاشیہ ادھیائے ۱ پاد ۱ آہنک ۱)

سکشا میں چھ قسم کے طالبعلموں کو رد کیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ ان میں سے ایک وہ ہے جو کتابیں آگے رکھ کر رٹتے رہتے ہیں۔ قیاس غالب یہہ ہے کہ اِس شلوک کے مصنف نے سکشا میں اُس خطرہ کو ازراہ دور اندیشی محسوس کیا ہو جو نوجوان طلباء کو الفاظ کے غلط طور پر اور بدتمیزی کے ساتھہ لکھنے سے پیش آسکتا ہے۔ مثلاً بندر کے ہاتھہ میں اگر تلوار دیدی جاوے تو شاید پہلا کام جو وہ اِس ہتھیار سے لے وہ یہہ ہو کہ اُسے اپنے حلقوم پر پھیرے اسی طرح سے ایک نوعمر ناتجربہ کار طالبعلم لکھی ہوئی کتابوں سے غلط معلومات حاصل کر کے اپنا نقصان آپ کر سکتا ہے۔ گو سارے آریہ ورت میں تمام آریہ سنتان (خواہ وہ کسی فرقہ یا مت کی پیرو کار ہو) ویدوں کو نہایت متبرک سمجھہ کر اُنکی بڑی بھاری عزت کرتی ہے۔ تاہم ویدوں کے پڑھنے کی کسی نہ کسی وجہ سے ہر کس و ناکس کو ترغیب نہیں دیجاتی۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ یہی وجہ فن تحریر پر عاید ہو سکتی ہے۔ یعنے زمانہ سلف میں ہر کس و ناکس کو تحریر کے کام میں نہیں ڈالا جاتا تھا۔ گو ہم ہر وقت کسی کے کسی کام کے کرنے میں اصلی نیت کو نہیں جان سکتے۔ تاہم اِس امر کا دیکھنا کچھہ مشکل نہیں ہے کہ آریہ ورت میں کسی سبب سے متبرک جماعتوں نے کم از کم اپنی مقدس کتابوں کے قلمبند کرنے کرانے میں فنِ تحریر سے زیادہ کام نہیں لیا ہے۔ ایک مثل مشہور ہے کہ "اپنے اسباب پر سب سے بہتر پتہ کا کاغذ یہی ہے کہ اُسے اپنے ساتھہ رکھے" اور اپنی مقدس کتابوں کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھنے کا بہترین طریق یہی ہے۔ کہ انہیں اپنے دل میں رکھے۔ میں دلثوق کے ساتھہ کہہ سکتا ہوں کہ سنسکرت کی قدیم اور حال کی کتابوں میں ایک فقرہ بھی ایسا نہیں ملیگا جسمیں عام دنیوی کاروبار کے لئے تحریر سے کام نہ لینے کی ہدایت درج ہو۔ برعکس اِس کے ہم دیکھتے ہیں کہ یاگولک اور بعض دیگر سمرتی کاروں کے اِس قسم کے اقوال موجود ہیں جنمیں وہ تحریری دستاویزوں کو جبکہ وہ بطور شہادت پیش کیجاویں۔ وقعت کی نگاہ سے دیکھنے کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں (یاگولک سمرتی ادھیائے ۲ شلوک ۲۲۔ اور نیز اسی شلوک پر وگیانیشور کی ٹیکا) اب تک جو کچھہ مینے بیان کیا ہے۔ اُس سے یہہ امر صاف واضح ہے کہ یہہ کہدینا کہ سنسکرت زبان میں بذاتہ ہر قسم کی تحریر کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا ہے واقعات پر مبنی نہیں ہے۔

اب ہمیں اُس بھاری اور آخری حجت کا جواب دینا باقی ہے جو آریہ ورت کے زمانہ سلف میں فن تحریر کی عدم واقفیت کے بارہ میں کیجاتی ہے۔ کیا یہہ صحیح ہے کہ سنسکرت کے علم ادب میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی۔ جس سے یہہ ثابت ہوسکے کہ فن تحریر اُس زمانہ میں مروج تھا؟ مجھے اِس امر کے بیان کرنے میں ذرہ بھی تامل نہیں ہے۔ کہ ویدوں کی سنگھتا۔ براہمن گرنتھوں اور سوتروں میں صاف ایسی شہادتیں پائی جاتی ہیں۔ جس سے ذرا تک باقی نہیں رہتا۔ کہ آریہ ورت کے زمانہ سلف میں فن تحریر موجود تھا۔ یہہ وثوق کے ساتھہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ نثر کی مسلسل تصانیف جو مہرشی پانِنی کے عہد اور اُن کے زمانہ سے پیشتر بکثرت موجود تھیں بلا مدد فن تحریر ترتیب نہیں پاسکتی تھیں۔ یہہ تحقیق امر ہے کہ سوائے رگ وید کی رچاؤں کے اور بہت سے ویدک گرنتھہ نثر میں ہیں۔ اور یہہ قیاس سے باہر ہے کہ وہ کیونکر بغیر تحریر کے مصنوعی طریق کے قلمبند ہو سکتے تھے۔ اور یہاں پر میں چند شہادتیں اس بارہ میں پیش کرونگا کہ سوتر علم ادب کی واقعی اصل کیا ہے۔ یہہ سچ ہے کہ سوتر گرنتھہ اور خاص کر اشٹادھیائی مصنّفہ مہرشی پانِنی نہایت ہی مصنوعی۔ دقیق اور رمز آمیز شکل میں تصنیف کی گئی ہے۔ اور یہہ ایک ایسا امر ہے جس سے کہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اُنکی تصنیف کے وقت فن تحریر ضرور موجود تھا۔ لیکن یہہ خیال مطلقاً درست نہیں ہے۔ کہ اِس ڈھنگ کی تصنیف کا بھاری مدعا اختصار ہے۔ مرحوم فاضل پروفیسر گولڈسٹکر کی اِس رائے سے جہاں میرا اتفاق ہے۔ کہ سوتروں کے مصنّف فن تحریر سے واقف تھے وہاں میں صاحب ممدوح کی اُن بعض دلائل سے بالکل متفق نہیں ہوں جنکی مدد سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ بدنمائی۔ نزاکت یا شاید ہندوستان کے بعض حصوں میں مناسب قدرتی پتوں کی قلت کیوجہ سے سوتروں کے مصنّفوں کو اسقدر اختصار مدنظر رکھنا پڑا کہ ایک لگ ماتر کے کم ہوجانے سے اُنکو اِس درجہ خوشی حاصل ہوتی تھی جتنی کہ لڑکا پیدا ہونے پر۔ مگر یہہ پری بھاشا جسکی بنا پر کہ اس قسم کی رائے قائم کی گئی ہے۔ مہا بھاشیہ مصنّفہ مہرشی پتنجلی میں نہیں پائی جاتی۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ جعلی ہے۔ یہہ امر آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ مہرشی پانِنی کے نزدیک اِسبات میں کوئی فرق نہیں کہ آیا جو الفاظ وہ استعمال کرتے ہیں وہ کم ہیں یا زیادہ جیسا کہ اُنکے اکثر مقامات پر الفاظ अन्यतरस्याम विभाषा اور वा کے استعمال سے صاف ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ اِن الفاظ کے بجائے کام میں لاسکتے تھے جو کہ انکی نسبت بدرجہا مختصر ہے۔ تو پھر سوتروں کے ڈھنگ کی تصنیف کی اصلیت کی سچی تشریح کیا ہے؟ اِس سوال کا تسلی بخش جواب بیکن صاحب

اپنی کتاب ایڈوانس مینٹ آف لرننگ میں دیتے ہیں (دیکھو بیکنز ایڈوانس مینٹ آف لرننگ باب ۱۲ - ۵ - صفحہ ۱۷۲) *

علمی اور تاریخی نوٹ

> شطرنج کا کھیل آریہ ورت میں ایجاد ہوا۔

شطرنج کا کھیل کس اعلیٰ درجہ کی ایجاد ہے۔ یہہ بات اسی امر سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ فی زمانہ دنیا کی شاید ہی کوئی مہذب قوم ہوگی جسمیں کہ یہہ بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں سے نہایت وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا ہو اور اس کے ایجاد کنندہ کو ایک اعلیٰ درجہ کا موجد قرار نہ دیا جاتا ہو سر ولیم جونز صاحب فرماتے ہیں۔ کہ:- ہندوؤں نے تین ایجادیں کی ہیں اُن میں سے تمام بیشک قابل تعریف ہیں (۱) اعلیٰ ریاضی کے اصول (۲) کسور اعشاریہ کا قاعدہ (۳) شطرنج کا کھیل،، اہل فارس اس بارہ میں متفق الرائے ہیں کہ یہہ کھیل معہ کتاب کلیلہ دمنہ (پنچ تنتر) کے چھٹی صدی میں مغربی ہندوستان سے فارس میں لایا گیا تھا۔ قدیم سنسکرت پُستکوں میں اسکا ذکر چتر انگ (چار انگوں یا حصوں والا) کے نام سے پایا جاتا ہے۔ اہل فارس نے چترانگ سے بگاڑ کر چترنگ بنالیا۔ اور بعد ازاں جب فارس میں اہل عرب کا دور دورہ ہوا تو اُنہوں نے چترنگ کو بگاڑ کر شطرنج بنالیا کیونکہ اُنکی زبان میں چ اور گ دونوں حروف نہیں تھے۔ چ کو ش اور گ کو ج سے بدلکر اُنہوں نے شطرنج بنالیا۔ پھر جب مسلمانوں کی عملداری ہندوستان میں ہوئی تو وہاں بھی یہی نام عام طور پر مشہور ہوگیا۔ سر ولیم جونز صاحب رقمطراز ہیں کہ " برہمنوں کی بولی بانی کا ایک مشہور لفظ (چترانگ) اسقدر تبدیلیوں سے صورت بدلکر اگزیڈریز axedrez سکیچی scacchi ایکز echecs چیس Chess اور حالتوں کی خیالی موافقت سے انگریزی لفظ چیک Check اور گریٹ برٹن کا ایک نام اگزچیکر Exchequer بنگیا ہے۔ اس کھیل کی خوبصورت سادگی اور پوری تکمیل سے جیسا کہ یہہ عام طور پر یوروپ اور ایشیا میں کھیلا جاتا ہے۔ مجھہ کو یقین ہوتا ہے۔ کہ یہہ کسی اعلیٰ دماغ کی ایکہی کوشش سے ایجاد کیا گیا،،

(مفصل دیکھو ایشیاٹک ریسرچز پاپولر ایڈیشن صفحہ ۱۲۲ سے ۱۲۷ تک)

یونانیوں نے فلسفہ آریوں سے سیکھا

ڈاکٹر اینفلڈ صاحب اپنی تاریخ فلسفہ جلد اول کے صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ فیثاغورث - پرہو - اور اینکزواس - حکماء یونان آریہ ورت سے گئے اور وہاں سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کرکے اپنے ملک یونان میں اس تعلیم کو پھیلایا بلکہ حکیم ہرمو کے لئے تو ایک حکیم سکندر پالیسٹر بھی کہتا ہے کہ وہ آریہ ورت سے فلسفہ سیکھ کر آیا تھا۔ ڈاکٹر شلی اور پادری وارڈ صاحب بھی رقمطراز ہیں کہ فیثاغورث اہل ہند کا شاگرد تھا۔ ڈاکٹر وائیز صاحب اپنی کتاب تاریخ طب کے صفحہ ۳۵ و ۴۹ پر لکھتے ہیں کہ سقراط نے یونانیوں کو میٹافزکس پڑھانے کے پہلے خود اس علم کو آریہ لوگوں سے سیکھا تھا۔

ویدوں کے مروجہ ترجموں پر میکس مولر کی رائے

ویدوں کے یوروپین عالم جانتے ہیں کہ منتر کے منتر ایسے موجود ہیں جنکا مطلب اب تک ٹھیک ٹھیک سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اکثر الفاظ ایسے ہیں جن کے معنے لگانے میں ہم صرف اٹکل سے کام لے سکتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ اگر عرصہ دراز تک ویدوں کا مطالعہ لگاتار رہا تو کسی زمانہ آئندہ میں انکا مطلب نکل سکیگا" (رگوید کے ترجمہ کا دیباچہ صفحہ ۱۳) "ویدوں کے کئی ترجمے موجود ہیں سائین کا ترجمہ جو ہندوستانی روایت کا نمونہ ہے۔ لینگ لوئیس کا پر لیاقت ترجمہ جس میں صحت کا بالکل خیال نہیں۔ بلکہ صرف طبع آزمائی کیگئی ہے۔ اور اٹکل سے کام لیا ہے۔ بنفی صاحب کا عالمانہ ترجمہ جس میں بعض الفاظ کا بڑی محنت سے پتہ لگایا گیا ہے۔ مگر باقی الفاظ کا ترجمہ یا تو سائین کے مطابق کیا گیا ہے۔ یا اپنی طرف سے معنی گھڑ لئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ پروفیسر ولسن بسٹھون سن - پروفیسر روتھ - اور پروفیسر لوئس بسن کے ترجمے بھی ہیں (از صفحہ ۱۵) "ان ترجموں میں مترجموں کی ذاتی رایوں کا بہت کچھ دخل ہے اور اکثر لفظوں کے معنے صرف اٹکل پچو کئے گئے ہیں" (از صفحہ ۱۹) یہہ ان ترجموں کی حقیقت ہے جنکی بنا پر کہ آجکل کی روشنی والے یورو ویدوں پر مضحکہ اڑاتے ہیں۔ اگر وہ سوامی دیانند سرسوتی کا وید بھاشیہ مطالعہ کریں۔ اور پراچین آرش گرنتھوں کو بغور پڑھیں تو انکی آنکھیں کھلیں اور بخوبی معلوم ہو جائے کہ ویدوں کے اندر وہ وہ اعلیٰ صداقتیں بھری پڑی ہیں کہ جنکے آگے اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی بدھی کو بھی سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔

مادہ پرستی کے پھل

ڈاکٹر وائٹ پریسیڈنٹ کارنل یونیورسٹی اس بارہ میں رقمطراز ہیں "جب کوئی شرارت دغا یا فریب معرض ظہور میں آتا ہے۔ تو سب روتے اور شور مچاتے ہیں کہ سمے کا بہاؤ یا وقت کی خرابی ہے۔ مگر میری دانست میں وقت کا اسمیں کچھہ دخل نہیں۔ اور نہ زمانہ کا اسمیں قصور ہے۔ بلکہ یہہ وہ پھوڑے یا آبلے ہیں جو صرف موجودہ پالیسی کے جسم سے نکل کر نمودار ہوتے ہیں۔ یہہ بیماری بہت پھیل گئی ہے۔ مگر شکر ہے پرماتما کا ابھی اسقدر جان باقی ہے۔ کہ ایسپر ہم افسوس ظاہر کرنے کے لائق ہیں۔ وہ بیماری کیا ہے؟

اول سچائی کو قبول کرنے سے بے اعتنائی - دوم کفر - اِس سے میری یہہ مراد نہیں ہے کہ اس مذہب کے اصول نہیں ماننا یا فلان دہرم سے انکار ہے - بلکہ اُس سے جو موجودات میں سبسے برتر اور زبردست طاقت کو نہیں ماننا جسکے بغیر ہم راستی کو ہرگز نہیں پا سکتے - سوم بے اعتقادی - اِس سے بھی یہہ مطلب نہیں کہ کسی خاص مذہب کیطرف سے بے اعتقادی ہے بلکہ سچائی کے اُن تمام اصولوں سے گریز کرنا مراد ہے - جو ہر مذہب میں یکساں ہوں - اخیر میں مادی عقیدت ہے - اِس سے یہہ نہ سمجھنا کہ برہمانڈ کی یہہ تھیوری غلط ہے - اور فلاں صحیح بلکہ وہ عقیدہ ہے - جس نے یہہ سکھلایا ہے - کہ جو کچھہ ہے وہ دنیوی آرام اور دنیوی دولت ہے - یہہ خیال انسان کے دل سے ہمدردی اُٹھا لیتا ہے - اور سچے سائنس کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا" (پریسیڈنٹ وائٹ صاحب کا ایڈریس اینڈ مکس ٹو لیکچرز آن لائٹ بائی جے ٹنڈل - تھرڈ ایڈیشن ۱۸۸۳ء صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹)

قدیم آریوں کا دہرم پریم

میکسمیولر صاحب اپنی کتاب مذہب طبعی مندیں لکھتے ہیں "پورانے آریہ لوگوں کا دہرم ایسی چیز نہیں تھا جو دم بھر کے لئے بھی اُن سے جُدا ہو سکے - اُنکے ہر فعل و قول میں کوئی نہ کوئی دہارمک غرض ضرور ہوتی تھی - اور وہ ہر ایک کام کو دہارمک تنبیہ سے کرتے تھے کیا اپنے کار و بار میں کیا بچپن و جوانی و بڑہاپے میں - کیا عدالتوں و کچہریوں میں - کیا فوج میں کیا میلوں اور مصاحبتوں میں - کیا طبابت وغیرہ دیگر علوم و فنون میں - غرض ہر ایک کام میں اُنکا دہرم اُن کے ساتہہ رہتا تھا - اُنکو ایسی عادتیں بنانے کی شکشا دی گئی تھی - جس سے اُنکا دہرم ہر وقت اُن کے ساتہہ رہے - اور ہر دنیوی کام کرتے وقت بھی دہرم کا خیال دل و نظر سے دور نہ ہو تاکہ پرماتما ہر وقت یاد رہے"

قدیم آریہ ورت میں اقلیدس و جبر مقابلہ

"یہہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہندوؤں (آریوں) کی بہت سی عمدہ عمدہ کتابیں گم ہو گئی ہیں اور جو بچ بھی رہی ہیں وہ نامکمل ہیں - عرصہ قریباً چھہ سال کا ہوا کہ میںنے ایک پنڈت کی مدد سے بیج گنت کے حصہ کا ترجمہ کیا تھا - اُس وقت میرا خیال ہے کہ سوائے میرے کسی یوروپین کو ہندوؤں کے پاس الجبرا ہونیکا وہم و گمان بھی نہ تھا لیکن یہہ دیکھہ کر کہ میری کتاب نامکمل ہے - میںنے اپنا ترجمہ ادہورا ہی چھوڑ دیا اِس امید پر کہ جب باقی حصہ دستیاب ہوگا - تو اسے مکمل کرونگا - اُس کے بعد مجھے کچھہ حصہ اور ملا اور بہت سی کاپیاں میری نظر سے گزریں لیکن تصنیف کے ڈہانچے سے (جو میری رائے میں جانچنے کا سبسے بہتر طریق ہے)

معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب بھی تمام نامکمل ہیں۔ گو کہ نقل کرنیوالا احتیاطاً انکے خاتمہ پر لکھہ دیتا ہے - کہ وہ مکمل ہیں۔ انہیں دلایل کی بناپر **لیلاوتی** کے بارہ میں بھی میری یہی رائے ہے - البتہ یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایسی کتابیں ضرور موجود تھیں جنکا کہ الجبرا اور بھی آگے لیجایا گیا تھا۔ کیونکہ انکے بہت سے قاعدے جو کہ علم جوتش میں برتے گئے ہیں۔ بیشمار سلسلہ جات سے استخراج کئے ہوئے محض اندازے ہیں - یا کم از کم بہمہ وجوہ ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً قوس سے جیب مستوی اور جیب مستوی سے قوس معلوم کرنا اور جیب مستوی کی ٹیبلوں کی مدد کے بغیر وتر اور طرفوں سے ایک مثلث قایم الزاویہ کے زاویئے معلوم کرنا۔ اور اسی قسم کے بہت سے اور بھی جو کہ ان سے بھی زیادہ پیچیدہ ہیں۔ مجھے ایک پنڈت کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ کچھہ عرصہ ہوا کہ علاوہ ان مذکورہ بالا چند کتابوں کے جبر مقابلہ کی اور بھی کتابیں تھیں - اگرچہ اس نے بچشم خود انکو نہیں دیکھا تھا - اور اس لئے جیسا کہ ممکن ہے شاید وہ اب بھی موجود ہوں اور بہت جلد ضایع ہونے کے خطرہ میں ہوں۔ اسلئے ہماری کمال آرزو ہے - کہ لوگ سائنس کی کتابیں جہاں تک انکو مل سکیں جمع کریں اور خاص کر بدھ کی تعلیم کی کتابیں جو کہ شاید تبت کی طرف دستیاب ہو سکیں - یہہ امر مسلم ہے کہ ہندوؤں کی بہت سی اعلےٰ درجہ کی کتابیں خراب ہوگئی ہیں - اور تلف ہوگئی ہیں - کیونکہ اسوقت **ریکھا گنت** (اقلیدس) کی ایک کتاب بھی نہیں ملتی ہے - مگر بہت عرصہ نہیں ہوا کہ اقلیدس ان کے ہاں موجود تھی اور صریحاً یوکلڈ کی نسبت زیادہ وسیع تھی جیسا کہ انکی بعض تصانیف کے دیکھنے سے جو کہ بہت قدیم نہیں ہیں - معلوم ہوتا ہے - یہی ریمارکس انکی سرشٹی اتپتی سمبندہی تھیات پر عاید ہو سکتے ہیں - جنمیں سے بعض میں سوریہ سدہانت اور ایسی ہی مشہور کتابوں سے بھی اعلیٰ درجہ کی اسٹرالومی (علم ہیئت) کے نشانات پائے جاتے ہیں"

(مسٹر ریوبن برو - ایشاٹک ریسرچز جلد ۲ صفحہ ۳۹۰ و ۳۹۱)

سات سر کا گھوڑا

اہل انگلستان کو اس بات پر فخر ہے کہ سر آیزک نیوٹن نے یہہ بات پہلے پہل دنیا میں دریافت کی کہ روشنی جو سفید معلوم ہوتی ہے - دراصل سات رنگ ہیں یعنی سات رنگوں کا مجموعہ سفید رنگ ہے - اور اسکو تجربہ سے اس طرح پر پایۂ ثبوت کو پہونچایا - کہ تکونی شکل کے شیشہ کے ٹکڑے کو آفتاب کے روبرو کرنے سے جب شعاع منعکس ہوتی ہے تو سات مختلف رنگ اسمیں نمایاں ہوتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ یہہ نہیں معلوم کہ ہمارے قدیم بزرگ لوگ اس بات کو ہمیشہ جانتے تھے - بلکہ وید مقدس میں سب سے پہلے اسکا تذکرہ آیا ہے - دیکھو رگوید منڈل ۱ انوواک ۴۴ سکت ۱۱۴ منتر ۳ وید کی پرانی تفسیروں میں بھی سورج کے اس النکاری گھوڑے کا نام ارن ہے اور اس کے سات سر یعنی سات رنگ ہیں - اور گھوڑے سے مراد روشنی الساہی ذکر رسالہ مرآۃ الہند نمبر ۱۱ ماہ جون ۱۸۸۵ء میں یہی آیا ہے صفحہ ۲۳ جلد ۱۱ لکھنو (از قلمی نسخہ نوشتہ سورگباشی پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر)

رسید زرچندہ آریہ مسافر میگزین

بابو ودیاداسنگھ کوہاٹ .. .. عہ
بابو اُوت نرائن گورکھپور .. .. عہ
لالہ کشن چند جلال پور بھٹیاں .. .. .. عہ
بابو بنواری لعل کرنال .. .. عہ
لالہ گوردداس بھاموا پر بر ہما .. .. .. عہ
بابو بھیمی رام کمپ رلوالڈی .. .. .. عہ
لالہ سائیں داس کمپ بنویا .. .. .. عہ
بابو ہری چند اوک .. .. عہ
لالہ دہنپت رائے خوشاب .. .. .. عہ
ڈاکٹر سندرداس حیدرکی .. .. .. عہ
لالہ سنت رام میراں شاہ .. .. .. عہ
لالہ گورانڈنامل جھنجو نگر .. .. .. عہ

لالہ ہیراج جالندہر شہر .. .. .. عہ
لالہ گوپی لعل گنپت لعل حیدرآباد دکن .. .. عہ
پنڈت ایشور داس کمپ سوبا .. .. .. عہ
سردار نرائن سنگھ میراں شاہ .. .. .. عہ
لالہ سندر داس اپر برہما .. .. .. عہ
لالہ اندرجیت حیدرآباد دکن .. .. .. عہ
کنور رام رتن چکردتہ .. .. .. عہ
ڈاکٹر مہاراج کشن میراں شاہ .. .. .. عہ
لالہ چرنجی لال داتا گنج .. .. .. عہ
لالہ گنہشا داس ڈیرہ اسمعیلخاں .. .. عہ
ٹھاکر کشن ناتھ سنگھ رسول پور ریاست الور .. عہ
لالہ دیوان چند سیٹھ لاہور .. .. .. عہ

آریہ ساماجک سماچار

مہرشی دیانند کرت گرنتھوں میں سے آریہ اُودیش رتن مالا کا ترجمہ اردو۔ گورمکھی اور گوجراتی۔ پنچ مہایگ ودہی کا انگریزی اردو۔ گجراتی اور بنگالی میں۔ وید بہاشیہ بہومکا اردو میں۔ گوکرنا ندہی کا انگریزی میں۔ اور دیوہار بھانو کا اردو میں چھپ گیا ہے۔ ستیارتھ پرکاش کا آریہ پرتی ندہی پنجاب کیطرف سے اردو میں اور پروپکارنی کیطرف سے بنگالی میں چھپ رہا ہے۔ دیانند دہوانتی نوارن کا اردو اور انگریزی ترجمہ شائع ہونیوالا ہے۔ ستیارتھ پرکاش کے مرہٹی اور گجراتی ترجموں کا بندوبست پربندہ کرتری سبھا ویدک یترالہ اجمیر کر رہی ہے۔ ستیارتھ پرکاش کے انگریزی ترجمہ کا پربندہ بھی یترالہ کمیٹی کو جلد کرنا چاہئے :۔

ہمارے پرشار تھی بھائی لالہ کانشی رام چوپڑہ ویدک راولپنڈی سے لاہور میں آگئے ہیں اور اپنا کارخانہ بھی وہیں لے آئے ہیں۔ لاہور سماج نے انکو اپنا منتری نیت کردیا ہے۔ آشا ہے کہ آپکے وجود سے لاہور سماج کو بہت لابھ پہونچیگا۔

لیکھرام میموریل فنڈ کا سرمایہ تیس ہزار تک پہونچگیا ہے۔ بیس ہزار باقی ہے۔ آریہ سماجوں کے لئے سخت

شرم کی بات ہوگی۔ اگر یہ کمی باقی رہ گئی۔ ہر ایک آریہ پرش کا فرض ہے کہ وہ ہر موقعہ پر آریہ مسافر کی یادگار کو یاد رکھے اور اس فنڈ کو پورا کرنے میں تن من دھن سے سہایتا کرے۔

آریہ سماج شوہر ضلع بجنور نے ایک عیسائی شدہ ہندو کو اور آریہ سماج ٹھٹور نے ایک مسلمان شدہ ہندو جاٹ کو شدھ کر کے آریہ دھرم میں شامل کیا۔

گزشتہ سال میں ممالک مغربی شمالی اور اودھ میں ۱۴۱ سنسکار ویدک ریتی انوسار ہوئے اور ۹ نئے آریہ سماج قائم ہوئے۔

پنڈت ہرنام سنگھ پرچارک آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے پرچار سے ضلع کرنال کی کئی گاؤں کے متعدد اشخاص نے مل کر ایک مسلمان شدہ ہندو کو شدھ کیا۔ اس خدمت کے صلہ میں پنڈت جی کو آریہ سماج کرنال کی طرف سے ایک طلائی میڈل کا تمغہ دیا گیا۔

ڈاکٹر گنگا دین صاحب دانا پور نواسی نے آریہ برادری قائم کرنے کے لئے آریہ سماج لاہور کو تحریک کیا ہے۔

ڈاکٹر چرنجیت لعل و ڈاکٹر گوبند رائے و ڈاکٹر مہابیر جی ایم۔ ڈی کا امتحان پاس کرنے کے لئے ولایت تشریف لے گئے ہیں۔ آخر الذکر مہاشے اپنی دھرم پتنی کو بھی ہمراہ لے گئے ہیں۔ تینوں مہاشے پکے آریہ ہیں۔ امید ہے کہ وہ انگلینڈ میں بھی ادسر ویدک دھرم کا پرچار کرینگے اور اپنی اتساہ اور وشواس کو پھر واپس لے آئینگے جو کہ وہ اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

کنیا مہاودیالیہ جالندھر کا سالانہ جلسہ ۱۱ اپریل کو آنند پورک سماپت ہوا۔ سردار امراؤ سنگھ صاحب مجیٹھیہ ممبر کونسل کی دھرم پتنی نے اپنے دست مبارک سے کنیاؤں کو انعام تقسیم کیا۔

افسوس ہے کہ لالہ جے چند جی سابق سکرٹری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کا عین عالم شباب میں دیہانت ہوگیا۔ آپ بڑے اودار، پرشارتھی اور دڑھ آریہ تھے۔ ایشور انکے پسماندگان کو شانتی دے۔

لاہور سے ایک ہفتہ وار اخبار آریہ ویر نامی شائع ہوا ہے جس کے اڈیٹر پنڈت رام بھج دت جی بی اے وکیل اور لالہ کانشی رام صاحب ویدی ہیں۔

گوبند سہائے پسر رام جی جنکو عرصہ چند ماہ ہوا کہ آریہ سماج لاہور نے معہ انکی استری اور بچوں کے شدھ کر کے آریہ بنایا تھا آریہ ویدک پاٹھ شالا گوجرانوالہ میں ویدک دھرم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ نے یگیوپویت دھارن کیا۔ امید ہے ایک عمدہ اپدیشک بن کر نکلیں گے۔

دیانند اینگلو ویدک ہائی اسکول اجمیر کا سالانہ تقسیم انعام کا جلسہ بڑی کامیابی کے ساتھ ہوا۔ شہر کے بڑے بڑے رؤسا اور سبھا سوسائٹی شامل جلسہ تھے۔ جناب کمشنر صاحب اجمیر میرواڑہ نے اپنے دست مبارک سے طلبا کو انعام تقسیم کیا۔

شوک کہ ڈاکٹر سیتا رام جی سابق سکرٹری آریہ سماج پشاور کا اپنے وطن ساہیوال ضلع شاہ پور میں تاریخ اپریل کو دیہانت ہوگیا۔ آپ بڑے دڑھ وشواسی اور سچے آریہ پرش تھے۔ پرماتما پسماندگان کو شانتی دے۔

اوم

لاله منشی رام ایڈیٹر

لاله وزیر چند اسسٹنٹ ایڈیٹر

(آریہ مسافر)

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।
ब्रह्मराजन्याभ्यां शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جلد ۱ | جلندھر شہر بابت ماہ مئی سنہ ۹۹ء | نمبر ۸

فہرست مضامین

دھرم پرچارک پریس جلندھر شہر میں لاله منشی رام جگیاسو کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

ساماجک واقفیت

ویدوکت سنسکار

از ابتدائے یکم اپریل ۱۸۹۹ء لغایت ۵ مئی ۱۸۹۹ء پنجاب میں مفصلہ ذیل سنسکار ویدوکت ریتی انوسار ہوئے :-

(۱) سیمنتونین - لالہ لیلارام ڈیرہ اسمعیلخاں اور لالہ کنہیالعل ملتان کے ہاں ۔　　کُل ۲

(۲) نام کرن - لالہ دینا ناتھ راولپنڈی ۔ ڈاکٹر پنڈت گنگارام شہر جلندھر ۔ لالہ مادھورام جلندھر ۔ لالہ کنہیالعل چرخی دادری (جیند) ۔ لالہ شبدیال جگادھری ۔ بھراتا دیوی چند دھرم سالہ ۔ کے پتروں کے نام کرن سنسکار ہوئے ۔　　کُل ۶

(۳) ان پراسن - لالہ رام جیل سبھاسد آریہ سماج بھوانی کے پتر کا ان پراسن سنسکار ہوا　　کُل ۱

(۴) چوڑا کرم - لالہ ٹھاکرداس جلال آباد ضلع امرتسر کے دو لڑکوں اور بھتیجے کا ۔ بھگت مادھورام لاہور لالہ رام جیل بھوانی ۔ لالہ نرمل داس ڈیرہ اسمعیلخان کے پتروں ۔ لالہ رادھاکشن لودھیانہ کے پتر اور بھتیجے کا ڈاکٹر گنگارام جلندھر کے نواسے کا ۔ بھراتا دیوی چند دھرم سالہ کی پتری کا ۔ اور لالہ دلیسراج بھیرہ کی دو پتریوں کا چوڑا کرم سنسکار ہوا ۔　　کُل ۱۴

(۵) یگیوپویت سنسکار - لالہ سوایارام جھنگ کے دو پتروں ۔ لالہ ہیراج شرقپور کے دو پتروں ۔ لالہ کانشی رام بھوانی کے پتر ۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ رنگون کے بھتیجے ۔ لالہ آسارام جیند ۔ مستری رام گوپال ترکھان (پٹیالہ) کے پتر کا یگیوپویت سنسکار ہوا　　کُل ۸

(۶) بواہ سنسکار - لالہ گوراندتا مل جلالپور جٹاں کی پتری اور رائے گینتی لعل صاحب ریواڑی کی بہادر زادی کا بواہ سنسکار ہوا ۔　　کُل ۲

(۷) مرتک سنسکار - لالہ جے چند جی لاہور ۔ دھرم پتنی لالہ ٹھاکرداس فیروزپور ۔ دھرم پتنی لالہ دولترام جلندھر شہر ۔ لالہ نرائن داس شاہ آباد ضلع انبالہ ۔ اور لالہ چمن لعل ملتان کے ماموں کا مرتک سنسکار ہوا　　کُل ۵

میزان کُل ۳۶

یہ تعداد تسلی بخش نہیں ہے ۔ سنسکاروں کی طرف آریہ بھائیوں کو خاص توجہ دینی چاہئے ۔ ہم جانتے ہیں ۔ کہ ان میں سے بہت سے سنسکار برائے نام ہی ہیں مگر تو بھی غنیمت ہے ۔ کہ لوگوں کی توجہ تو اس طرف ہوئی ہے ۔ ہم امید کرتے ہیں ۔ کہ آریہ بھائی دیگر متوں کی رسومات کیطرح سنسکاروں کو تجویز کا کھیل نہ سمجھ کر انکو پورن ریتی انوسار کرنیکا اُدیوگ کریں گے ۔ علاوہ ازیں ہم ہمیشہ انہیں چھپ سا ۔۔۔

دیکھو صفحہ ب

ओ३म्

جلد ا — بابت ماہ مئی سنہ ۱۸۹۹ع — نمبر ۳

نظم

از منشی [illegible] لال کشن پردھان آریہ سماج گوجرانوالہ

وشو کا کرتا ہے جو اور وشو کا ادھار ہے
اسکی دیا بکتا سے اک پل بھی خالی نہیں
ستیہ وادی پر سدا کرپا درشٹی اسکی ہے
اسکی بھگتی کے بنا دکھ دور ہوتے ہیں نہیں
اسکا ہی یوجن منشیوں کو سدا کرتویہ ہے
کیسی ہی تنگی ہو پر او پکارے موڑے نہ منھ
ستیہ کا اپدیش اور نشکام کرنا کرم کا
ہے نہایت سوکشم نہیں اندریونکا وہ وشے
ماہیت سے اسکی کب انسان ہوسکے باخبر
ہاں مگر علم الہی ہے وہاں پرکاشماں

ستیہ ہے چیتنیہ ہے آنند کا بھنڈار ہے
پاپ پن کے پھل کا سبکو اک وہی داتار ہے
اپنے بھگتوں سے سدا اتینت اسکو پیار ہے
آیا جو اسکی شرن میں اسکا بیڑا پار ہے
اسکی ہی مہماں کا گائن کر رہا سنسار ہے
بھاری بہادرمن موہن کشش کا دنیا میں پراوپکار ہے
بس یہہ ہی رشیونکا اور منیوں کا شٹاچار ہے
رنگ روپ اسکا نہیں نہیں اسکا کچھہ آکار ہے
اسکی قدرت کا ملہ دنیا میں اپرم پار ہے
وید ودیا کا جہاں اچھی طرح پرچار ہے

آگیا کا وید کی پالن کریں ہم مل کے سب

پراتھنا کیول کی ایشور سے یہہ بارم بار ہے

راگ بھیروی

ٹیک

جو شرن پربھو کی آت نہیں
وہ سُکھہ سمپت کو پات نہیں

تجھے سوچ سمجھہ نہیں کائی ہے
یہہ بہاری مور کہائی ہے
بالوں پہ سپیدی آئی ہے
پر کالک من کی جات نہیں

تو غافل سوات کو سوتا ہے
دن بدیوں میں سب کہوتا ہے
رستے میں کانٹے بوتا ہے
پھر من میں کچھہ بھی لجات نہیں

من چنچل بہت مچلتا ہے
یہہ ٹیڑھی چال ہی چلتا ہے
نہیں اس سے دولیش نکلتا ہے
کیوں سیدہے رستے آت نہیں

لو اُلٹے مارگ جاتا ہے
ٹھوکر پہ ٹھوکر کھاتا ہے
بیفایدہ دُکھہ اُٹھاتا ہے
کیوں آپو سُنبھل بنات نہیں

آرام ہے گر منظور تجھے
دُکھہ کرنا ہے گر دُور تجھے
نہیں ہونا گر رنجور تجھے
گُن ایشور کے کیوں گات نہیں

جو جیون سپھل بنانا ہے
ایشور سے دہیان لگانا ہے
گر مکتی پد کو پانا ہے
کیوں من کو وش میں لات نہیں

جو کیول پاپ کماتے ہیں
وہ کرنی اپنی پاتے ہیں
نہیں کرم اکارتھہ جاتے ہیں
سننے کی اسمیں بات نہیں

تمہید - اِس دُنیاوی جنگ کے اندر کام - کرودھ - موہ - لوبھ - اہنکار وغیرہ انسانوں کو عاجز کر دیتے ہیں - لیکن اگر انسان کی نگاہ اوپر لگی ہوئی ہے اُسکا خیال بلندی کی طرف جا رہا ہو تو ممکن نہیں ہے - کہ یہہ دشمنِ انسان کو زیر کر سکیں - اور پھر اگر اس جنگ میں ٹھیک انتظام کے ساتھہ کام کیا جاوے تو فتحیابی کی امید زیادہ تر بڑھ جاتی ہے - جس طرح کہ مادی جنگوں میں سپہ سالار کے نیچے دیگر افسر جگہہ بجگہہ کام کرتے ہیں اسی طرح اِس روحانی جنگ میں بھی اگر پرمیشور کے ماتحت رشی لوگ یعنی علم حق وید کے جاننے والے کام کریں اور اُنپر عام لوگوں کا وشواس بھی ہو تو بیڑا پار ہوسکتا ہے -

आ तू न इंद्र कौशिक मंदसानः सुतं पिब ।
नव्यमायुः प्र सू तिर कृधी सहस्रसामृषिं ॥ ११ ॥

منتر ॥

" اے جملہ علوم کے رازوں کو ظاہر کرنیوالے - راحت کُل پرمیشور ! آپ سارے جہاں سے تعریف کیئے گئے اور سبکو جانتے ہوئے ہمارے دل سے نکلے ہوئے کلاموں کو اچھی طرح جذب کیجیئے - اور مہربانی کرکے ہمیں نئی زندگی دیجیئے اور ہملوگوں میں بیشمار علوم کو ظاہر کرنیوالے رشی کیجیئے " ۔

تمہید - گو اِس دُنیاوی جنگ میں رشی لوگ بڑا کام دیتے ہیں - لیکن انسان کا علم آخر انسانی علم ہی ہے - ممکن ہے کہ انسانی علم ہمیں گمراہی میں ڈالے - اِس لئے اُس پرماتما سے پرارتھنا کرنی چاہئے - کہ وہ ہمارے انسانی کلام کو بھی پوتر کرے - یعنی ہمیں ایسی عقل دیوے کہ ہم اپنی کمیوں کو پرماتما کے دئے ہوئے سچے علم سے پورا کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور ہرایک کام میں اُسی کا سہارا ڈھونڈھتے رہیں -

परि त्वा गिर्वणो गिर इमा भवंतु विश्वतः ।
वृद्धायुमनु वृद्धयो जुष्टा भवंतु जुष्टयः ॥ १२ ॥

منتر ۱۲

"اے ویدوں سے سُتتی کئے گئے پرمیشور! انسانی اور دَیوی تمام طرحکی سُتتیوں کے لایق آپ ہی ہو۔ اِس لئے اُنہیں طاقت دیجئے کہ وے آپکو ظاہر کرنیوالی ہوں اور طاقت دیجئے کہ جسقدر ترقی کرنیوالے علوم ہیں۔ وے سب بھی آپکی ہی مہربانی سے ترقی پاکر آپکی قدرت کے اظہار میں ہی لگیں"۔

سوکت گیارھواں

تمہید۔ کہنے کو توبہت سے لوگ ناستک کہلاتے ہیں اور دعویٰ بھی ناستک پن کا کرتے ہیں لیکن اگر اُنکے اعمال اور افعال کو دیکھا جاوے۔ تو وے بھی زبانِ حال سے پرمیشور کی مہما کو آگے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ کٹر سے کٹر ناستک بھی پہلے پہل پاپ کا خیال کرتا ہوا کانپ اٹھتا ہے۔ اور جس وقت کہ دُنیاوی طاقتیں اور ترغیبیں اُسے ستاتی ہیں تو بے اختیار کسی بڑی شکتی کی تلاش میں اپنے اُدم کو دوڑاتا ہے۔ پس تمام جہان کے کلام اور تمام جہان کی آوازیں زبانِ حال سے اُسی پر برھم کی ستائش میں مصروف ہیں۔ اور تمام انسان اُس بڑے روحانی جنگ میں جبکہ بڑے بڑے بہادروں کی روحیں کانپ اُٹھتی ہیں۔ اُسی پرمیشور کے سہارے سے فتح کی امید کرسکتے ہیں ؛؛

इंद्रं विश्वा अवीवृधन्त्समुद्रव्यचसं गिरः ।
रथीतमं रथीनां वाजानां सत्पतिं ॥१॥

منتر ۱

"سارے جہان کی زبانیں اُس پرمیشور کے اوصاف اور احکام کو پھیلاتی

رہیں - جو پرمیشور کہ خلا کیطرح ہر جگہہ پہیلا ہوا - اِس جہان کے جنگوں میں فتح دلانے والا - علت مادی (پرکرتی) کا مالک اور تمام جہان کا پالنے والا - جملہ ثروتوں کا خزانہ ہے ۱۱۱۱ ؎

تمہید - اِس روحانی جنگ کے اندر بڑی بھاری طاقت کیضرورت ہے - کثیف جسمانی - جنگوں کے اندر جسمانی طاقت کیضرورت پڑتی ہے - اور وہ طاقت ہیچ ہوتی ہے - لیکن لطیف روحانی جنگوں کے اندر بڑی زبردست طاقت کی ضرورت ہے - پس اِس جنگ میں سب سے زبردست طاقت کا سہارا لینا چاہئے - کیونکہ زبردست کا سہارا لینے اور اُسکی صحبت کرنے سے کمزور سے کمزور روح بھی بڑی زبردست ہوجاتی ہے ؎

सख्ये त इंद्र वाजिनो माभेम शवसस्पते ।
त्वामभि प्र णोनुमो जेतारमपराजितं ॥२॥

منتر ۲

"اے بیحد طاقت کے سہارا پرمیشور! سب دشمنوں کو جیتنے والے آپکی جنکو کوئی بھی فتح نہیں کرسکتا - ہم لوگ اپنی فتح کے لئے حمد و ثنا کرتے ہیں: تاکہ اِی سبکو بس میں رکھنے والے پرمیشور! مِتر بہاو (محبت) کی پھیلنے سے ہم سب بیخوف ہوجاویں -

تمہید اِس روحانی جنگ میں ہمیں دو قسم کے سامانوں کی ضرورت ہے - اول تو یہہ ضروری ہے کہ دشمنوں سے اپنی حفاظت کے لئے کوئی زبردست ڈھال ہو - اور دوسرے یہہ لازمی ہے کہ مقابلہ کے لئے ہمیں جن ہتھیاروں کی ضرورت ہو وہ بہم پہونچ جاویں - یعنی ہمارا استقلال وغیرہ بنا رہے - چنانچہ یہہ دونوں سامان ہمیں صرف پرماتما سے ہی ملسکتے ہیں -

पूर्वीरिंद्रस्य रातयो न वि दस्यंत्यूतयः ।
यदी वाजस्य गोमतः स्तोतृभ्यो मंहते मघं ॥३॥

منتر ۳

"جو قابل ستائش پرمیشور کہ ہمکو انکو ایسا سچا علم دیتا ہے - جسکے اندر کہ تمام اعلیٰ

طاقتوں کی ماہیت موجود ہونے سے سکھہ ملتا ہے۔ اسکی ازلی بخشش اور حفاظت کا اصول کبھی بھی ہم سے علیحدہ نہیں ہوتا۔،،

تمہید - اپدیش کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ جانی ہوئی چیز کی مثال سے نہ جانی ہوئی چیز کے راز کھولنے کی کوشش کیجاوے - سورج روشنی کی ماہیت کو ظاہر کرنے کے لیئے انسان کے لیئے ایک مثال کا کام دیتا ہے - اِس سورج کی ماہیت کو جان کر ہی انسان اپنے بہت سے کاموں کو اِس دُنیا میں ٹھیک کر سکتا ہے - سورج میں علیحدہ کرنے اور جوڑنے کی دونوں شکتیاں موجود ہیں - پس انسان کو سورج کا باریک آنکھوں سے مطالعہ کرکے چاہیئے تاکہ اُس بڑے اصول کو سمجھہ سکے جوکہ اِس سارے برہمانڈ میں پھیل رہا ہے۔ اور جس نے اِس دُنیا کو روشن کرنے والے سورج کو بھی بنایا ہے -

पुरा भिंदुर्युवा कविरमितौजा अजायत।
इंद्रो विश्वस्य कर्मणो धर्ता वज्री पुरुष्टुतः॥ ४॥

منترہ

"جو بے مثال روشنی کرنوں کا مجموعہ ہے اور مرکب چیزوں کا علیحدہ کرنیوالا اور اپنی طاقت سے علیحدہ علیحدہ چیزوں کو جوڑنے والا - اپنی کرنوں سے بکو روشن کرنیوالا - قابل تعریف سورج جہاں کی کارروائیوں کو اپنی طاقتوں سے مدد دینے کے لئے پیدا ہوتا ہے اُسکو ماننا چاہیئے۔"

تمہید - سورج سے ہم کیا سبق لے سکتے ہیں؟ سورج اپنی کرنوں کے زور سے بادلوں کو چھید کر پھاڑ ڈالتا ہے - اور تب بارش ہوتی ہے - لیکن سورج کے اوصاف کا یہیں تک خاتمہ نہیں ہے - بلکہ دوسری طرف وہی چیزوں کو علیحدہ کرنیوالا سورج - زمین وغیرہ بڑے بڑے کرّوں کو اپنے اپنے محور میں قایم رکھہ کر اپنے نظام شمسی کے استقلال کا باعث ہوتا ہے - اِسی طرح پر ہم لوگوں کو بھی چیزوں کی ماہیت کو بذریعہ تشریح کے جاننے اور اُنکے اوصاف کا باہمی اتفاق کرانے کی کوشش

کرنی چاہیئے:

त्वं वलस्य गोमतोऽपावरद्रिवो बिलं ।
त्वां देवा अबिभ्युषस्तुज्यमानास आविषुः ॥५॥

منتر ۵

"بادلوں کو بنانیکی طاقت اپنے اندر رکھنے والا جو سورج بیخوف بادلوں کے پانی کے مجمع کو اپنی کرنوں سے علیحدہ علیحدہ کر دیتا ہے۔ اُسی کو زمین وغیرہ کرّے اپنی گردش میں حرکت کرتے ہوئے مضبوط طور پر پکڑتے ہیں"

تمہید چیزونکی ماہیت کو سمجھنے سے کچھہ بھی فائدہ نہیں ہے۔ جب تک کہ اُس علم سے ہم انسانوں کے لئے مفید کام نہ کر سکیں۔ پس ضروری ہے کہ جن قدرتی اصولونکی ماہیت کو ہم نے معلوم کیا ہے اُنکے باہمی میل سے جونئی مفید طاقتیں ہم پیدا کر سکتے ہیں اُنہیں پیدا کریں۔ لیکن صنعت اور حرفت میں ترقی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کاریگرونکی بیرونی خرابیوں سے حفاظت کیجاسکے۔ پس جب تک کہ مُلک کا انتظام کرنیوالا راجا بہادر اور وہ ہار نک نہیں ہوتا تب تک کاریگر اطمینان سے اپنا کام نہیں کر سکتے اسلئے بہادر کشتری محافظو کی پرشنسا کرنا چاہیئے:-

तवाहं शूर रातिभिः प्रत्यायं सिन्धुमावदन् ।
उपातिष्ठन्त गिर्वणो विदुष्टे तस्य कारवः ॥६॥

منتر ۶

"اے بہادر کشتریہ راجن! میں تمسے بیخوفی کا دان پاتے ہوئے سمندر جیسے گمبھیر تمہاری تعریف کرتا ہوا تمہارے زیر سایۂ آؤں۔ اے انسانونکی تعریف کے لائق بہادر! آپکی محافظت میں جو کاریگر ہیں وے آپکو جانتے ہوئے آپکے زیر سایہ آکر سُکھہ حاصل کرتے ہیں۔"

تمہید - جب کاریگر وغیرہ لوگ پورے اطمینان کے ساتھہ بہادر اور نیک راجا کی سرن میں آویں اور اُسکی محافظت میں رہنا چاہیں تو اُسپر یہی لازم آتا ہے - کہ وہ ہرطرح سے اُنکی حفاظت کرے - اور اِس حفاظت کے لئے اُن نیکمردوں سے مدد لے - جوکہ بدآدمیوں کے دور کرنے میں اور بدیلوں کے مُلک سے دور کرنے کے لئے کوشش کرنیوالے ہیں - راجہ کا صرف یہی فرض نہیں ہے کہ معمولی حفاظت کرے - اور دُشٹ انسانوں سے یعنی بیرونی دشمنوں سے ہی اپنی رعایا کو بیخوف کرے - بلکہ اُسکا فرض ہے - کہ اندرونی دشمنوں یعنی کام - کرودھ - موہ - لوبھہ وغیرہ سے بھی اپنی رعایا کو رہائی دلانے اور اُنکی اثر سے علیحدہ رکھنے کی کوشش کرے :-

मायाभिरिंद्र मायिनं त्वं शुष्णमवातिरः
विदुष्टे तस्य मेधिरास्तेषां श्रवांस्युत्तिर ॥७॥

منتر

"اے دشمنوں کو دور کرنیوالے بہادر راجن! آپ پوری طاقت حاصل کرکے اعلیٰ عقلمندی سے ایسے دشمن کو شکست دیجئے - جوکہ دھرماتماؤں کے دلونکو ویاکُل کرنیوالا اور بُرائی سے نیکوں کو دُکھہ دینے والا ہے - اور اُسکے دور کرنے میں اُن لائق عقلمند نیکمردوں کی مدد لیجئے - جوکہ تمہارے ساتھہ تعلق رکھنے والے ہیں - تاکہ وہ بُرائی اچھی طرح دور ہو سکے"

تمہید - راجاؤں اور بہادر کشتریوں سے اپنی حفاظت میں مدد پاکر انسان اُنکا دھنیہ واد کرنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں - اِس دھنیہ واد کی حالت میں ممکن ہے کہ وے اُس طاقتوں کے منبع کو بھول جاویں جہاں سے کہ تمام شکتیاں برآمد ہوتی ہیں - اور اِس حالت میں پھنسکر ممکن ہے کہ کمزور انسان اپنے انسانی مربیونکی کمزوریونکو بھی آدرش (معراج) مانکر اُنکی تقلید کرے - اِس لئے اِسجگہ یہہ بتلانا ضروری تھا کہ اِس جہان میں جسقدر اعلیٰ طاقتوں کی تم تعریف کرتے ہو - چونکہ وے سب پرماتما سے حاصل کیگئی ہیں - اِسلئے ساری جہان کو

ایک سوُر سے اُسی پرماتما کی سُتتی کا راگ الاپنا چاہئے :-

इंद्रमीशानमोजसाभि स्तोमा अनूषत।
सहस्रं यस्य रातय उत वा संति भूयसीः॥ ८॥

ترجمہ

"یہہ تمام انسانی اور مادّی طاقتوں کی تعریفوں کا مجموعہ جس پرمیشور کا بیحد دان ہے اُس بیحد طاقت کے منبع تمام جہان کو بنانیوالے جملہ ثروتوں کے مالک۔ پرمیشور کی حمد وثنا میں ہملوگوں کو مشغول ہونا چاہئے"

بارہواں سوکت

تمہید۔ گیارہویں سوکت میں پولٹیکل انتظام کو مختصر طور پر بیان کرکے صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ سلطنت کا منشا ملک گیری نہیں ہے۔ بلکہ صنعت وحرفت کی ترقی۔ اور اُنکی حفاظت سے انسانوں کو اعلےٰ سکھہ پہونچانا ہی راجا کا اصلی فرض ہے۔ اب بتلایا جاتا ہے کہ صنعت اور حرفت کو انسانوں کے لئے مفید بنانے کے واسطے کس اصول کا سمجھنا ضروری ہے۔ ہرایک حرفت کی جان یگیہ یعنی جوڑنا ہے۔ ایک کو دوسرے ساتھہ جوڑنے کا نام یگیہ ہے۔ چیزوں کے اوصاف کا معمولی علم کس مصرف کا ہے۔ اگر اُن اوصاف کو ملاکر اُن سے کام لینا نہ سکہایا جاوے۔ اور یہی یگیہ کہلاتا ہے۔ ہرایک قدرتی تجربہ یا مشاہدہ کو یگیہ کہہ سکتے ہیں پس انسانی ترقی کا یگیہ ایک لازمی انگ ہے۔ یگیہ کئی طرحوں کے ہوتے ہیں۔ آتما کی متعلق جسقدر تجربے اور مشاہدے ہیں اُنہیں آتمک یگیہ کہیں گے۔ اِسی طرح پر من اور جسم کے متعلق جسقدر تجربات ومشاہدات ہیں اُنہیں مانسک اور شاریرک (جسمانی) یگیہ کہنا چاہئے اِن سب یگیوں کی جان کیا ہے؟ وہ کونسی طاقت ہے۔ جوکہ اِن سب کی مختلف حالتوں کو ایکدوسری کے ساتھہ جوڑکر نیچے نتیجوں پر پہونچاتی ہے۔؟ وید جواب دیتا ہے۔ کہ اِن سب

یگیوں کی جان اگنی ہے:-

अग्निं दूतं वृणीमहे होतारं विश्ववेदसं ।
अस्य यज्ञस्य सुक्रतुं ॥१॥

منتر ۱

"ہم سب اُس اگنی کو قبول کرتے ہیں جو کہ محسوس ہونے کے قابل ہے۔ یگیہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ صنعتوں کے حاصل کرانیوالا ہے جس سے کاریگری میں جملہ امداد لیتے ہیں جو تیزی کا وصف ڈالنے والا ایک جگہہ کی چیز کو دوسری جگہہ پہونچانے والا یعنی دوت اور اپنے تیج سے چیزوں کو لطیف کرنیوالا ہے۔"

تمہید- پہلے منتر میں اگنی کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں اُنکی توضیح اب آئندہ منتروں میں کیجاتی ہے۔ بڑا کام اگنی کا یہہ ہے کہ وہ اشیاء کو لطیف کر کے جو جزو جس میں پہونچانیکی ضرورت ہوتی ہے۔ اُسیں پہونچا دیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام قدرتی طاقتوں کا دوت یعنی پیغامبر اگنی ہے۔ پس جہاں ظاہر آگ ہر ایک یگیہ میں کام دیتی ہے۔ وہاں بجلی روپ اگنی بھی ہر ایک چیز میں موجود ہوتی ہوئی چیزوں کو طاقت بخشتی ہے:

अग्निमग्निं हवीमभिः सदा हवन्त विश्पतिं ।
हव्यवाहं पुरुप्रियं ॥२॥

منتر ۲

عالم لوگ کہتے ہیں کہ "اے انسانو! جس طرح ہملوگ حاصل کرنے کے لائق بہت سُکھہ کرانیوالے مخلوق کی پرورش کرنیوالے اور چیزوں کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچانے والے آگ اور بجلی کو محسوس کرتے ہیں ویسے

ہی تم لوگ بھی کرو" ∴

تمہید۔ اگنی کو کھوجنے اور اُسکی ماہیت دریافت کرنیکی ہم لوگوں کو کیوں ضرورت ہے؟ اس لئے کہ اگنی ہی ایک جگہہ سے دوسری جگہہ ضروری سامانوں کو پہنچانیوالا ہے۔ سنسار میں سُکھہ سے عبادت کرنے اور نجات حاصل کرنیکی کوشش کے لئے ضروری ہے کہ غلہ۔ پھل اور سبزی پاک صاف ملیں۔ اِن چیزونکی پاکیزگی کا انحصار پانی کی پاکیزگی پر ہے۔ اور پانی پاک نہیں ہوسکتا۔ جبتک کہ وہ پانی جو سورج کی کرنوں سے کھنچکر اوپر کو جاتا ہے۔ پاک نہ ہو۔ اور اُس پانی کو پاک کرنے کے لئے ہوم کیضرورت ہے۔ آگ میں خوشبودار اور بیماریوں کو دور کرنیوالی اشیا کو جلانے کی ضرورت ہے۔ پس اگنی کی ماہیت کو دریافت کرنا چاہئے تاکہ نجات کے راستے سے تمام رکاوٹیں دور ہوجاویں:۔

अग्नि देवाँ इहा वह जज्ञानो वृक्तवर्हिषे ।
असि होता न ईड्यः ॥ ३ ॥

منتر ۳

"ہوم کی ہوئی چیزوں کے جذب کرنیوالا۔ اور اُنکو اعلیٰ پیدائش دینے والا اگنی ہے۔ جسکے ذریعہ سے کہ ہوم کی ہوئی چیزیں خلا میں پہونچائی جاتی ہیں۔ وہ اس جگہہ ہوم کرنے والے کے لئے اعلیٰ اوصاف سے موصوف چیزوں کو مہیا کرتا ہے۔ اسی لئے وہ ہماری تفتیش کے لایق ہے" ∴

تمہید۔ لیکن اگنی اس قسم کا دوت نہیں ہے۔ کہ محض چیزونکو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچاہی دیوے۔ بلکہ اِس کام کے لئے چیزوں کو لطیف کرتے ہوئے وہ اُنکے اوصاف کو بھی ہمارے لئے صاف طور پر ظاہر کردیتا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ اُن چیزوں کے اندر جو کثافت ہوتی ہے۔ اُسے بھی دور کردیتا ہے۔ پس اگنی تمام یگیہ اور جملہ کلاکوشل اور صنعت و حرفت کی جان ہے۔

ताँ उशतो वि बोधय यदग्ने यासि दूत्यं ।
देवैरा सत्सि बर्हिषि ॥ ४ ॥

منترہ

"چونکہ یہہ اگنی اعلیٰ اشیاء کو لیکر خلا میں دوت کا کام دیتا ہے۔ ساتھہ ہی اسکے اُنکے اعلیٰ اوصاف کو بھی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور ساتھہ ہی اسکے اُن کی خرابیوں کو دور کر دیتا ہے۔ اِس لئے اس اگنی کی ٹھیک ہیئت کو جانکر اُسے کام میں لانا چاہئیے"

تمہید۔ لیکن آخر کار اگنی جڑ ہے۔ وہ چیتن نہیں ہے کہ اُسمیں قوت ارادہ وغیرہ ہو۔ وہ محض اُس بیجان تلوار کیطرح ہے جو کہ انسان کے ہاتھہ میں برائی اور بھلائی دونوں کے پھیلانے کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ مگر اگنی تلوار سے بڑھکر بھی کچھہ خاصیت رکھتی ہے۔ تلوار صرف بدوں کو کاٹ کر نیکوں کی حفاظت کر سکتی ہے۔ لیکن اگنی جہاں دُرگندھیوں اور برائیوں کو دور کر دیتی ہے۔ وہاں ساتھہ ہی سگندھیوں کو پھیلا کر اور اعلیٰ کاموں کو سدھ کر کے اس دُنیا پر سورگ یعنی بہشت قایم کر دیتی ہے:۔

घृताहवन दीदिवः प्रति ष्म रिषतो दह।
अग्ने त्वं रक्षस्विनः ॥५॥

منتر ۵

"جو گھی کی آہوتی سے اشیاء کے اعلےٰ اوصاف کو ظاہر کرنیوالا ہے۔ وہی اگنی بُرے اور دُکھہ دینے والے سچائی کے دشمنوں کا ناش کرنے والا ہے:۔"

تمہید۔ دُنیا کی تمام چیزوں کے اندر اگنی برقی شکل میں موجود ہے۔ کوئی چیز بھی اگنی سے خالی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چیزوں کے رگڑنے سے ہم اگنی کو ظاہر آگ کی صورت میں

اپنشدکی ویاکھیا

سلسلہ کیلئے دیکھو آریہ مسافر میگزین نمبرہ ۱۸۹۹ء

وہ اپنی زندگی کی اعلیٰ درجہ کی قابلیتوں اور اپنے وجود کے بے بہا عطیہ پر محظوظ ہوتا ہے اور ممنون و مشکور ہوتا ہے کہ مجھکو عقل جیسی اعلیٰ نعمت بخشی گئی ہے اور ایک اخلاقی سرشت کا مالک بنایا گیا ہے۔ اُس کے دل میں اُس رب العالمین کی شکر گذاری کا بھاو پیدا ہوتا ہے جو کہ تمام موجودات میں پری پورن ہو کر آسمان کے کروں اور حشرات الارض کو قیام اور زندگی بخش رہا ہے۔ اور اُن سبکو ہمیشہ اپنے اپنے کام میں وابستہ رکھتا ہے اس وسیع عالم کے اندر کہیں بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کہ ایک شکر گذار دل کو اُس مالکِ کُل کی حمد و ثنا کے گیت گانے کی طرف مائل نہ کرے جو سب کے اوپر حکمران ہے اور جسکا ابر رحمت و برکت چاروں طرف برس رہا ہے۔ اُس کے کرم و فضل اور تکیہ گاہ ہونے کے بھار تہ پنہچ کرنے میں ہماری روحیں اُس راحتِ مطلق خداوند کریم کی عبادت میں مصروف ہوتی ہیں جو کہ "واحد۔ لاتغیّر۔ عقل کُل اور من سے بھی زیادہ تیزگام والا ہے"۔ یہہ سچ ہے کہ بیرونی حواس اُنکو مفہوم نہیں کر سکتے۔ مگر دل ہمیشہ اُس پرماتما کے متبرک عطیوں کے لئے مرہون منت ہو کر سر تسلیم خم رکھتا ہے۔ ذائقہ۔ خوشبو۔ رنگ۔ آواز اور دیگر بیرونی تاثیرات ظاہر پرست آدمی پر موثر ہو سکتے ہیں لیکن وہ شخص جس کے دل میں تجلّیِ حق کا جلوہ پرتو افگن ہو گیا ہے اور شکر گذاری کے نغموں کی خوشبو پھیل رہی ہے۔ وہ ان میں نہیں اُلجھتا بلکہ اُنکو طے کر کے بہت آگے نکل جاتا ہے وہ "اپنے اپنے وشیے کی طرف دوڑتی ہوئی اندریوں کو روک کر اُس سرود یاپک پرماتما میں چت لگاتا ہے"۔ اب اُنکو دُنیوی۔ شراب کی مانند نظارے دہوکہ میں نہیں ڈال سکتے۔ اب نفس پرستی کے سحر اور بیرونی نمائشیں اُسکی وسیع اور باطنی چشم بصارت کو اندھا نہیں کر سکتیں۔ بیرونی خیالوں سے بالکل علیحدہ ہو کر اپنے پُر مسرّت دل میں وہ "اُس وجود برتر کو محسوس کرتا ہے جو سب چیزوں کو حرکت دیتا ہے مگر خود اچل ہے" ہاں وہ اُن لوگوں سے دُور ہو سکتا ہے جو کہ مغلوب النفس دنیوی معاملات میں پھنسے ہوئے۔ مادّی جہالت میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ لیکن " زاہدانِ حقیقی اور اصل تتو کے جاننے والوں کے لئے وہ بہت ہی نزدیک ہے۔ کیونکہ وہ اندر باہر سب جگہہ میں ہے۔ اُس شخص کے لئے جسکا دل اس طرح شکر گذاری کے بھاو سے

پاک وصاف ہوگیا ہے ۔ دُشمنی بے صبری اور فساد سب معدوم ہو گئے ہیں کیونکہ رشک ۔ نفرت ۔ حسد ۔ حقارت وغیرہ کچھ نہیں ہیں ۔ مگر باہمی عداوتوں کی مختلف صورتیں ۔ اور کسی طرح سے وہ شخص دشمنی کا خیال رکھہ سکتا ہے جس نے یہہ سمجھ لیا ہے ۔ کہ کُل بنی نوع انسان کی منزل مقصود ایک ہی ہے ۔ اور جبکہ وہ ہر ایک ذی روح کو اُسی جگت پتا پرماتما سے پرورش پاتے ہوئے ۔ اور وسیع عالم کے ہر ایک ذرّے کو اُسی قادر مطلق کی طاقت سے متحرک ہوتے ہوئے اور ہر فرد کا دل اُسی پرکاش سروپ پرماتما کے نُور سے منور ہوتے ہوئے دیکھتا ہے ۔ اُس کے لئے ہر قسم کے تفرقے اور اختلاف دور ہو گئے ۔ اُسکو کُل بنی نوع انسان ایک کنبہ دکھائی دیتا ہے ۔ اُس کے نزدیک سب بھائی ہیں ۔ اُسکے اندر کوئی عداوت ۔ رقابت ۔ حسد اور عناد کا بھاو باقی نہیں رہا ۔ پس جب دل اِس اعلےٰ درجہ پر پہونچ جاتا ہے ۔ یعنی عشق الٰہی درجہ کمال کو پہونچ جاتا ہے تو وہ "سب مخلوق کو پرماتما میں اور پرماتما کو سب مخلوقوں میں موجود دیکھتا ہے اور وہ نظر حقارت سے کسی ہیچ سے ہیچ مخلوق کو بھی نہیں دیکھہ سکتا ۔" اور نہ ہی رنج و راحت اُسپر غلبہ پاسکتے ہیں کیونکہ وہ اپنی عقل کے ذریعہ سے اُس محیط کُل کا الوبہو کرتا ہے جو سب پرانیوں کے اندر بس رہا ہے ۔

تعظیم ۔ تعریف اور محبت اُس شخص کو اُلتاہ دینے کے لئے بھاو ہیں ۔ جسکا الوبہو خالق موجودات تک جاتا ہے ۔ جب یہہ خیال کیا جاوے کہ انسان اپنے سے برتر کے لئے (جو اگرچہ بڑے مگر خطا پذیر محدود) تکلیف ۔ جہالت ۔ ناامیدی کمزوری اور اُنکے نتایج کے ذمہ وار ہوتے ہیں تعظیم کرنیکو راغب و مستعد ہوتا ہے تو کیا تعجب ہے کہ انسان نہایت تعظیم ۔ تعریف اور تکریم کے ساتھہ اُس پرماتما کی طرف جھک جائے ۔ جو کہ "سب چیزوں میں ویاپک (ہمہ جا) قادر مطلق غیر مجسم بسیط ۔ نس اور ناڑی کے بندھن سے مبرا ہے ۔ پاک ہے ۔ پاپ سے دور ہے ۔ ہمہ دان ہے ۔ سب کے دلکی باتوں کو جاننے والا ۔ گنہگاروں کو سزا دینے والا اور واجب الوجود ہے ۔ اُس نے انادی روحوں کے لئے مناسب طور پر سب کچھ بنایا ہے ۔"

مبارک ہیں وہ جنکو اِس پروردگار ہمہ جا حاضر و ناظر کا گیان حاصل ہے ۔ جو اِس وجود برتر کی حضوری کو حاصل کر لیتے ہیں ۔ اُنکا دل کمال مسرت سے بھر جاتا ہے ۔ اُنکے لئے زندگی ایک بے بہا آسودگی ۔ اصلی برکت اور دائمی راحت و ترقی کا باعث ہے فتحمند ہونے سے وہ موت کو تیر جاتے ہیں ۔ مگر اُنکی زندگی رایگان ہے جو کہ گرداب جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں ۔ اس کائنات کے خالق و مالک کو نہ جاننے سے بڑھکر جہالت کیا ہو سکتی ہے دیکھو اِس اودیا (جہالت) کی وجہ سے کیسی کیسی خرابیاں ظہور میں آتی ہیں ۔ اودیا سے بڑھکر کوئی بھی ہیبتناک چیز نہیں ہے ۔ یہہ سچ کہا گیا ہے کہ جب انسان اپنی اودیا کے سروپ سے ایک مرتبہ واقف ہو جاوے تو

وہ درحقیقت وبال جان ہوجاتی ہے۔ اوِدیا کا سروپ جاننے کے ساتھ ہی دانائی کا آغاز ہوتا ہے۔ بلاشبہ حکیم سقراط نے سچ کہا ہے۔ کہ "میں صرف یہہ جانتا ہوں کہ میں کچھہ نہیں جانتا" تمام ناموافقتوں کا چشمہ اوِدیا ہی ہے۔ دیکھو جہالت کی تصویر کیسی خوفناک ہے۔ مہرشی پاتنجلی فرماتے ہیں۔

अनित्याशुचि दुःखनात्मसु नित्या शुचि सुखात्मख्यातिर विद्या॥

اوِدیا کی خوفناک طاقت چہار چند ہے۔ اول وہ اپنے قابل رحم جان نثار کو یہہ یقین دلاتی ہے۔ کہ ذروں سے بگڑے ہوئے اجسام اور عالم غیر فانی ہیں۔ ایشور۔ جیو۔ اور دنیا کی علت مادی یعنی پرکرتی۔ کریا۔ (فعل) و فاعل صفت و موصوف۔ دہرم اور دہرمی (جوہر) جو غیر فانی اشیا ہیں اور جن کے درمیان دوامی تعلق ہے وہ فانی یا عارضی ہیں۔ دوم وہ اسکو اس ہیبتناک غلط اعتقاد کی طرف لیجاتی ہے۔ کہ بول و براز کا ظرف اور بدبو و غلاظت سے معمور جسم پاک ہے۔ اور ملائم چیزوں کو چھونے اور حظ نفس میں مبتلا ہونے وغیرہ ایسی ایسی ناپاک باتوں کو پاک سمجھنا چاہئے۔ سوم وہ اسکو اس سچے نفس پرستی۔ دکھہ و مصیبت۔ شہوت رانی اور ہوس دنیا میں غرقاب کردیتی ہے۔ جسکو خط میں جہالت کا اندھکار حصول راحت و خوشی خیال کرتا ہے۔ چہارم اوِدیا کا بندہ روح و جان کا کچھہ خیال نہیں کرتا۔ اسکے نزدیک ان مادی۔ وذہنی ظاہری چیزوں کے علاوہ کوئی روح نہیں ہے۔

جہالت اس قسم کی ہے اور اسی کو درحقیقت حواسوں کی زندگی کہنا چاہئے۔ کیونکہ وہ بتاتی ہے کہ حواس کی خوشی کے بغیر کوئی خوشی۔ جسم کے بغیر اور کوئی زندگی اور بیرونی جگت سے پرے اور کوئی لوک نہیں ہے یہہ سچ ہے۔ کہ جو لوگ پرماتما کو چھوڑ کے غیر مصنوع مادہ کو ہی دنیا کی علت مانتے ہیں اور اسکی پرستش کرتے ہیں وہ اندھکار یا تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں لیکن جو مادہ سے بنی ہوئی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں وے اُس سے بھی زیادہ تاریکی میں گرتے ہیں۔ کیونکہ وہ عقلمند نہیں ہے جو کہ بہت جاننے کا غرور کرتا ہے۔ جو اپنے دماغ میں کتابوں کا انبار۔ یا اپنے حافظہ میں طنز آمیز لغت کی چھڑی۔ یا اسی قسم کے مانگے ہوئے اوزار (جو کہ مناظروں اور بحث مباحثوں میں فتح پانے کے لئے کارآمد ہوتے ہیں جنکو عموماً منطق کہا جاتا ہے) اپنے بے ترتیب مال گھر یعنی من میں لئے پھرتا ہے لیکن عقلمند وہی ہے جو شریفانہ الوبہو کرتا ہے۔ شریفانہ خیال کرتا ہے۔ شریفانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اعمال صالح کرتا ہے۔ وِدیا اور اوِدیا کا فرق دن رات کے فرق کے برابر ہے۔ وِدیا دائمی زندگی۔ دائمی راحت اور دائمی شانتی ہے۔ اوِدیا سب دکھہ۔ سب گناہ۔ سب بیماریاں۔ سب بدیاں جو دنیا بھر میں ہیں اُن سب کا روپ ہے۔ وِدیا اور اوِدیا کے درمیان اتنا بھاری فرق ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ اور کوئی فرق نہیں ہوسکتا ہے۔ وے غلطی پر نہیں تھے۔ جنہوں نے یہہ کہا تھا کہ "اوِدیا (حواسوں کی زندگی) ایک نتیجہ پیدا کرتی ہے اور وِدیا (روح کی زندگی) بالکل برعکس نتیجہ پیدا کرتی ہے۔" لیکن

مبارک ہیں وہ عقلمند آدمی جو برائی سے بھلائی اور زہر سے آبحیات (امرت) نکال لیتے ہیں عقلمند کے لیئے تو انہیں حواسوں نے ایک پاک مقصد پورا کرنا ہے۔ اور یہہ مقصد کرم اُپاسنا کا ہے یعنی با اصول۔ راستبازانہ۔ باقاعدہ۔ مذہبی زندگی بسر کرنا۔ جو کہ قید۔ گناہ مصیبت اور موت سے خلاصی کراتی ہے۔ نال دانائی۔ حواسوں کے بیچ میں سے ترتیب ہوا رلفانی سے راستبازی۔ موہ وغیرہ سے ترقی اور جہالت سے نجات نکال لیتی ہے۔ اور اپنا ثمرہ دائمی برکت اور نجات ابدی دیتی ہے۔ اسی بارہ میں ایسا کہا گیا ہے کہ "جو لوگ وِدیا اور اوِدیا دونوں کو ایک ساتھہ جان لیتے ہیں وہ اوِدیا یعنی کرم اُپاسنا سے ندی موت کو عبور کر کے وِدیا کے الذبہو سے گیانی ہو نجات کو پا جاتے ہیں۔"

اوِدیا کے نکار بہت سے ہیں اور اوِدیا نہایت خوفناک شکلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اُن میں سے ایک شکل کا نام سائنٹفک دہریہ پن ہے۔ ذرّوں کو قادر مطلق ماننے کا وشواس ہی دہریہ پن ہے۔ ظاہر پرست وِدیا ابھمانی شخص جس کے دماغ میں مادہ اور حرکت کے خیالات۔ قوت جرم اور کلوں کے بیانات بھرے ہیں۔ جو کہ حواسوں کی شہادت کے بغیر کسی چیز کی ہستی نہ ماننے سے اپنی عقل کے مطابق چلتا ہی پدارتھوں کا سادھارن طور پر چھیدن بھیدن کرنا شروع کرتا ہے۔ وہ عضوی ڈھانچوں۔ نسوں پٹھوں اور رگوں کو بار بار چھیدن کرتا ہے۔ مگر دماغ کے تمام پوشیدہ مقاموں۔ ناڑیوں اور نسوں کے تمام پیچدار رستوں میں وہ چیتن پرماتما کا کوئی بھی نشان نہیں پاتا۔ اُسکو سب جگہہ مادہ اور اُسکی حرکت ہی نظر آتی ہے وہ علم موجودات کے متعلق تحقیقات شروع کرتا ہے۔ اور آخرش کیمیائی اور نسوں کی حرکت ہی پاتا ہے۔ پھر وہ جنگم سرشٹی کو چھوڑتا ہے۔ اور کئی بار ٹھوس۔ رقیق اور لطیف ہوائی پدارتھوں کو چھیدن بھیدن کرتا ہے۔ کبھی چھوٹی سی کٹھالی اور کبھی ہنڈیا کو سادھن بناتا ہے۔ کبھی گرمی۔ کبھی بجلی۔ کبھی وپریت کریا اور کبھی پرتیاگھات کے ذریعہ امتحان کرتا ہے۔ لیکن اُسکو ہر جگہہ ذرّے اُنکی کشش اور طاقت ہی معلوم ہوتی ہے۔ مگر ایشور کو کہیں بھی معلوم نہیں کرتا۔ بڑہ راست مشاہدہ کی اثباتی شہادت پر اور ذاتی تجربہ کے بھروسا پر فارم پر سے اپنا سر علمی گھمنڈ کے ادہکار میں بلند کئے ہوئے اور ریڑہ کو قدرتی طاقتوں کی ناڑیوں۔ روپی پر اکرم سے پیدا کئے ہوئے ایک چیتن ہمہ جا حاضر و ناظر و محیط کُل قادر مطلق پروردگار کی ہستی کے وشواس سے دامن چھڑاتا ہے۔ اور اپنے زعم فاسد میں یہہ سمجھتا ہے کہ اُسکی ہستی میں اعتقاد رکھنا ایک گنوار و بیفائدہ ہے۔ ذرّوں کی طاقت میں اُسکا اعتقاد دلانہا ہے۔ یعنی ذرّے ستیہ۔ اکھنڈ ناقابل تقسیم یعنی مفرد قائم بالذات اور قدیم ہیں۔ جنمیں ہماری حرکت بھر رہی ہے (اور یہہ حرکت کسی دوسری غیر ہستی کی ضرورت کیوجہ سے خودبخود ہی ہو گئی ہے) ان ذرّی طاقتوں کو وسیع

اندھادھند فعل میں خاص خاص ذرے اتفاقیہ جمع ہو کر ملگئے اور پیوستہ ہو گئے اور عارضی جسم اختیار کر کے ذی ہوش (جیتن) زندگی کی علامات ظاہر کرنے لگے - جیون کا یہہ انکر (بیج) بالکل غیر متوقعہ اور نامفہوم اتفاق کیوجہ سے مناسب سامان پاکر (مناسب بوجہہ اجتماع یا اتفاق کے) پھیلنے اور بڑہنے لگا - اُسوقت زندگی کے لیئے غضب کی جدوجہد تھی - بہت سے خوش قسمت شریر دہاری جیو اِس کشمکش کے دوران میں پھر پرمانو روپی پرلے میں جہاں سے وے پیدا ہوئے تھے جذب ہو گئے - یہی فنا ہے - لیکن کئی خوش قسمت شریر دہاری (جوکہ گُن - کرم یا نیم انکول تو خوش قسمت نہ تھے مگر کسی باعث سے ہونگے) اِس خوفناک آفت سے بچکر ترقی کرنے لگے - اُنکے جسم نے بدلکر نئے اعضا نمودار کیئے - اور پھر بدلکر اور نئے اعضا نمودار کیئے - یہاں تک کہ اُس سے جسم انسانی زمین پر نمودار ہوا - اب یہہ حضرت انسان جوکہ ذرّوں کی اتفاقی ترکیب کا نتیجہ ہے اپنی کلپنا شکتی سے ایشور اور جیو کی ابدیت کے بالکل بے ثبوت مسائل گھڑتا ہے - کیا کوئی ذی ہوش آدمی ایسے بیہودہ مسائل مان سکتا ہے ؟ اے دہرم انویائی تو کیوں ریت کی بُنیاد پر دہرم مندر بنانیکی لاحاصل کوشش کرتا ہے - نسل انسانی ہمیشہ تک نسل بنی رہیگی مگر ہر ایک انسان پھر اُسی بیج خاک کے اندر مل جائیگا جہاں سے کہ وہ پیدا ہوا تھا -

سائنٹفک دہریہ پن اِس قسم کا ہے - سب کچھہ مُشتبہ اور ناقابل اعتماد ہے - زندگی صرف ایک اتفاقی چنگاری ہے جوکہ زبردست پہیوں کی رگڑ سے پیدا ہوئی ہے - جنکی اندھا دُھند گھومنے والی حرکت سے عالم کا ڈھانچہ بنجاتا ہے - آئندہ کے لیئے کوئی امید نہیں - نیکی یا ناداد انصاف کیواسطے کوئی تسلی نہیں ہے - اسکا قدرتی نتیجہ یہہ ہے کہ قادر مطلق ذرّوں کا پرستار (پوجاری) ناراستی اور بد اخلاقی کے سمندر میں سر کے بل گر کر سارے انصاف کو بغیر دُکھہ کے محسوس کیئے پاؤں تلے روندتا ہے - اور تمام نیکی کو بغیر سرد آہ کھینچے کُچلتا ہے - اور انسان کی سرشت میں جو کچھہ اصل اور اعلےٰ ہے اُسکی چتا پر اپنی ناامیدی کی فلاسفی گھڑنے لگتا ہے - وہ اپنے عمل میں ناامید - اپنی منطق میں ناامید اور اپنے بہاؤں (جذبات) میں ناامید ہے - یا شائد اُسکی فلاسفی رضی برضا کی ہے - اِس ناامیدی میں انسانی اشراف کو پشوورت پیرٹ کرنے کے نشانات بھر رہے ہیں - اور جیسا کہ مُنشیہ کی پرکرتی کو وکرت کرنے کی سادھارن بات ہے (ویسے ہی) وہ انسان بیقرار - مضطرب - غافل - رنجیدہ یا سنگدل ہو جاتا ہے - یا آپ سے محض بیخبر ہو جاتا ہے ::

اگرچہ سائنٹفک دہریہ پن کی یہہ نہایت ذلیل شکل (سروپ) ہے - مگر اسکی ایک کچھہ کم ضرر رساں حالت بھی ہے جوکہ ایک خاص اور بہت اعلےٰ درجہ کے اخلاق کے برخلاف نہیں ہے - کیونکہ

سائنٹفک دہریہ کو کم ازکم اسباب کا تو پختہ اعتقاد ہوتا ہے کہ قوانین قدرت لاتغیر ولا تبدل ہیں وہ ضعیف الاعتقاد نہیں ہے۔ کم ازکم عالم اسباب میں تو ناشر ہے۔ اُسکی اندرونی زندگی خواہ ذلیل و پریشان ہو مگر اُسکی بیرونی زندگی میں اُسکو بلاشبہ پوری کامیابی حاصل ہے۔ مگر اُس شخص کی حالت بالکل مختلف ہے۔ جسکو ضعیف الاعتقادی اور جہالت کیوجہ سے نہ تو اِس کائنات کے ذی ہوش حکمران کا علم ہے اور نہ ہی سرشٹی کے کسی قاعدے یا ترتیب کا وہ پورا علم رکھتا ہے۔ لیکن واحد خدا کے ماننے والے کے اعلےٰ اعتقاد یا ناستک (ملحد) کے قدرتی انحصار کی جگہہ وہ ایک کمینہ۔ خوار یا ذلیل کرنیوالی۔ جڑ۔ وستو۔ پتھر۔ درخت۔ یا انسانوں کے جسموں وغیرہ کی پوجا کرنا اختیار کرتا ہے۔ ایسی ذلیل اور پست کرنیوالی پرستشوں سے دُنیا بھری ہوئی ہے کہیں عیسائیوں کی انسان پرستی۔ محمدیوں کی قبر پرستی۔ جاہلوں کی بُت پرستی۔ صوفیوں یعنی نوین ویدانتیوں کا ہمہ اوست کا عقیدہ۔ اور ہندوؤں کی بیشمار دیوتا پرستی ہے۔ اور کہیں ہر قسم کا تعصب۔ خود بینی۔ فرقہ بندی۔ عداوت۔ اور مذہبی جنون ہے۔ جن سے کہ دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ اور یہہ سب کے سب اُس ذلالت اور دُکھہ کی ایک زندہ مثال ہیں جو کہ اِس قسم کے جھوٹے اعتقاد نے پھیلایا ہے۔ اشیاء ظاہری اور جڑ پدارتھوں کی پوجا سے جو بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں وے بیشمار ہیں۔ یہہ سچ کہا گیا ہے۔ کہ ''جو لوگ غیر مصنوع مادہ کو ہی دُنیا کی علت غائی مان اُسکی پرستش کرتے ہیں وہ اندھکار یا تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن جو مادہ سے بنی ہوئی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ وے اِس سے بھی زیادہ تاریکی میں پڑتے ہیں۔'' جیسی کہ سائنٹفک ناستک پن اور ظاہری چیزوں کی مختلف قسم کی پرستش سے بالکل مختلف نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ ویسے ہی مفید بھی ہو سکتے ہیں جبکہ عقل سے تربیت یافتہ ہوں۔ تب یہہ پہلے کی طرح قابل نفرت نہیں رہتے۔ عقل کا زبردست ہاتھہ ظاہری اشیاء میں سے وہ مطلب۔ تعلیم اور مفید نکتہ نکال لیتا ہے۔ جو کہ تمام ادھیاتمک اُنتی (روحانی ترقی) کی اصلی جڑ یا پتھر کی بنیاد ہے۔ اِس طرح سے انسان کی زندگی ایک مرغوب۔ مفید۔ قوت بخش اور طاقت دینے والا سفر بنجاتا ہے۔ جو کہ موت کے غائب دروازوں میں سے گزر کر راحت ابدی میں لیجاتا ہے۔ نہ صرف دُنیا کی ظاہری چیزیں اِس طرح بدلکر آئندہ کے واسطے ایک بیش قیمت مفید ذخیرہ بنجاتی ہیں۔ بلکہ غائب (ادرشیہ) ناقابل تقسیم (اکھنڈ) ذرّے بھی دست دانش کے مس سے اُس قادر مطلق صانع حقیقی کا مسکن معلوم ہوتے ہیں۔ ذرّے صرف وہ سادھن (وسیلہ) ہیں۔ جنکے ذریعہ سے کہ جگت پتا پرماتما دائمی طاقت اور زندگی بیرونی جگت میں بھیج رہا ہے۔ اِسطرح سے ''جو شخص ودیا

اور اودیا دونوں کو ایک ساتھ جان لیتا ہے۔ وہ ودیا کی اصلی ماہیت کو جان لینے کے کارن ندی موت کو پتر جاتا ہے۔ اور ودیا کے انوبھوے گیانی ہو موکش کو پراپت ہو جاتا ہے۔" آؤ ہم یہاں ٹھہر جائیں۔ اور ان بڑی بڑی باتوں کی پڑتال کریں جو کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اول ایک پرماتما ہے۔ جو کہ موجودات کا مہا نینتا (اعلےٰ منتظم) اور سروویاپک (سبکے اندر باہر موجود) ہو کر سبکو نیا ر نیم سے چلا رہا ہے۔ اور ہر ایک کو اپنے اپنے مشن (مقصد) میں معلق کر رہا ہے۔ پھر انسان ہے۔ جسکو قوی اور چست ذہنی و بدنی قواء زور دار قابلیتیں۔ اور سب کچھ کرنے لائق طاقتیں اس مشن کے پورا کرنے کے لئے عطا کی گئی ہیں۔ جو کہ اسکو دیا گیا ہے۔ اور پھر ایک جلیل خوبصورت کائنات ہے۔ جو ایسی دلکش۔ مفید۔ خوبصورت۔ اور ہم آہنگ (ہارمونیئس) ہے کہ دل اس مہا کرونا سند ہو کی مہان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے بے اختیار جھک جاتا ہے۔ " اے سبکی پرورش کرنے والے رازق! ستیہ (گیان) کا منہ جو سورن روپی دنیاوی غلافوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اپنے فضل و کرم سے کھولدو تاکہ ہم ستیہ کا دیدار پاکر اپنے دھرم مارگ کو جان سکیں۔ اے دنیا کے پالن کرنے والے۔ اولیاؤں کے اولیا۔ منصف (نیا ر کاری) سب کے انتریامی یا سب پرکاشک مالک کل اپنے تیج کو اکٹھا کر لو۔" تاکہ آپکے تیج اور خوبصورتی سے بھرے ہوئے سروپ کو انوبھو کر سکیں۔ صرف یہی ہماری پرارتھنا ہے۔ موکش جیون (ابدی زندگی) جو کہ آپ پردان کرتے ہو حیرت انگیز ہے۔ اور وہ انصاف جس سے آپ سبکو کرم پھل (ثمرۂ اعمال) دیتے ہو۔ تعجب خیز ہے۔ وہ ریتی (طریقہ) جس سے سوکشم شریر استھول شریر سے بنکر نکلتا اور سہارا پاتا ہے۔ مہان (عظیم) ہے۔ کیونکہ آپ ہمکو بعد از مرگ بھی ایک ایسی دنیا کے اندر آباد کرتے ہو جسکے خط انہیں تخموں کے پھل ہیں۔ جنکو ہم نے اپنے اعمال سے اس جنم میں بویا ہے۔

اے عقل کل پرماتمن! تم گیان کا منبع ہو۔ ہمارے دلوں کو اپنے گیان سے منور کرو۔ ہمیں راستبازی کی طرف رہنمائی کرو اور ہماری برائی کو دور کرو۔ اسی لئے ہم لوگ بار بار آپکی ستتی کرتے ہیں کہ آپ ہمکو پوتر کریں۔

اوم شانتی شانتی شانتی

ویدک مارتنڈ

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان

مولوی ثناءاللہ صاحب محمدی و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ

بقیہ جواب نمبر ۳ منجانب آریہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

ہمہ دان خدا کا کام غلطی سے مبرا ہے۔ خدا نے اگر دنیا کی پیدائش کے وقت سورج کو بنایا تو اسکو اسکے بدلنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ خدا نے اگر یہہ قاعدہ رکھا ہے کہ درخت نیچے سے اوپر کی طرف اگیں اور انسان کی دو ٹانگیں ہوں اور گدھے کے سینگ نہ ہوں تو کبھی خدا اس قاعدہ کو نہیں بدلیگا۔ جیسا کہ آج تک اسنے نہیں بدلا۔ ہاں اگر خدا ہمہ دان نہیں اور بھول چوک کرنے والا ہے تو اسکو جسوقت اپنی غلطی سوجھے گی۔ اسکی درستی کریگا۔ اگر خدا نے شروع میں وید بانی (سنسکرت) میں الہام نازل کیا تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خدا کی عادت بدلگئی۔ یا اسکی فطرت الٹ گئی۔ یا اسکو اپنی غلطی سوجھی کہ اسنے مکمل زبان کو چھوڑ کر ایک ناقص غیر فصیح بیابانی عربی زبان کی مددلی اور الہام نازل کیا۔ اور حیرانی یہہ ہے کہ دنیا میں سب سے زور آور بادشاہ یا انسان کی چیز کوئی تباہ نہیں کرسکتا۔ کیا خدا کمزور ہے کہ وہ اس زبان کو جسمیں کہ اسنے پہلے الہام دیا تھا دشمنوں سے بچا نہیں سکا۔ کیا وہ زبان کسی نے تباہ کردی تھی یا کوئی تباہ کرسکتا تھا۔ ہمارا خدا تو ایسا کمزور نہیں ہے کہ اسکی کسی چیز کو کوئی تباہ کرسکے اور نہ ہی ہمارے خدا کے الہام کو کوئی تباہ کرسکتا ہے۔ جسطرح کہ وہ سورج پہلے

بناکر پھر بار بار نہیں بناتا۔ اسی طرح ہمارا خدا بار بار الہام نہیں بھیجتا۔ اور تماشہ یہہ ہے کہ مسلمان لوگ محمد صاحب پر الہام نازل ہونیکی ضرورت کے تو قایل ہیں لیکن کیوں نہیں مانتے کہ آئیندہ بھی جب قرآن کا الہام (اُن وجوہات کے باعث جن سے کہ پہلا الہام تباہ ہوگیا تھا) تباہ ہوجائیگا تو پھر نیا پیغمبر اور نیا الہام ہوگا۔ کیا وہ نہیں سوچتے کہ اگر خدا کے پہلے الہام نہ رہے تو یہہ کیونکر رہ سکیگا۔ دانا آدمی وہ ہوتا ہے۔ جو گزشتہ تجربہ سے سبق سیکھے مسلمان صاحبان کو گزشتہ تجربہ تو یہہ بتلا رہا ہے کہ کمزور خدا اپنے پہلے دئے ہوئے الہام اور زبان کی حفاظت نہیں کرسکا اور اِس لئے محمد صاحب پر نیا الہام اوتارا۔ لیکن افسوس کہ ہمارے بھائی پھر بےخبر کیوں سو رہے ہیں جب الہام اور زبان کو وہ لئے بیٹھے ہیں وہ تو کبھی نہ کبھی خود ہی نہ رہے گی۔

کئی لوگ یہہ بھی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ انسان میں نئی زبان بنانیکی طاقت ہی کیوں نہ مان لیجاوے جس طرح کہ انسان گھوڑے طبعزاد بنا سکتا ہے اُسی طرح یہہ زبان بھی بنا سکتا ہے۔

امریکہ کے عالم اینڈرو جیکسن ڈیوس نے اِس خیال کی نہائت زبردست تردید کتاب ہارمونیہ جلد ۲ میں کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی انسان کوئی کہانی یا گھوڑہ بالکل اپنے من سے نیا نہیں بنا سکتا۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی گپّی نے دوت کی شکل ایسی بنائی ہے۔ یعنے ایک

ایسا انسان جس کے سر پر سینگ ہیں اور اُس کے کان ہاتھی کے کان کی مانند اور دانت ہاتھی کے دانت کی طرح باہر نکلے ہوئے۔ اس وہمی شکل کے بنانیوالے نے اگرچہ من مانا گھوڑہ ہانکا ہے۔ لیکن در اصل غور سے سوچیں تو انمیں سے کوئی چیز بھی نئی (ایجاد کردہ) نہیں۔ کیا دُنیا میں حیوانوں کے سینگ نہیں ہوتے۔ کیا ہاتھی کے دانت باہر نکلے ہوئے نہیں ہوتے۔ اگر اُس نے کچھہ کیا ہے تو وہ یہہ کہ سینگ کا غلط استعمال کیا ہے۔ یعنے اگر وہ بیل کی تصویر بناتا تو اُسکو سینگ وہاں اُسکے سر پر لگانے چاہئے تھے۔ لیکن اُسنے باعث جہالت اُن سینگوں کو انسان کے سر پر لگانا چاہا ہے۔ اور یہی اُسکی غلطی جہالت کمزوری اور وہم پن کا ثبوت ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ اِس شخص نے یہہ من گھڑت مسئلہ نکالا ہے یا غلطی کی ہے۔ تو ہمیشہ ہماری مراد یہہ ہونی چاہئے کہ اُسنے اوّدیا کے کارن مِتھیا دیوہار یعنے غلط استعمال کیا ہے۔ اور غلط سمجھا ہے۔ یعنے

سمجھیا گیانی ہے۔ سنسکرت میں لفظ اَوِدیا کے معنے وِدیا کے خلاف کے ہی ہیں۔ اس لئے ہمیں جہالت (اَوِدیا) کو رہتی یا علم کے خلاف معنوں میں لینا چاہئے نہ کہ یہہ انسان کوئی نئی ایجاد کرسکتا ہے۔ فسانوں کے بنانے والوں نے شرارتاً پیچھے معنوں کو اُلٹایا اور بعدازاں ابتک لوگ اُلٹے ارتھوں کو مانے ہوئے ہیں۔ لیکن اِس سے جہاں فسانوں کے بنانیوالونکی ناقص عقل کا ثبوت ملتا ہے وہاں اس سے یہہ مراد نہیں لینی چاہئے کہ اُنمیں نئی چیز یا نیا مسئلہ بنانیکی طاقت تھی۔ اِس تمثیل سے یہہ بات بخوبی ذہن نشین ہوسکتی ہے کہ کوئی بھی انسان زبان بنانیکی قابلیت نہیں رکھتا۔ البتہ جو زبان کہ قدرت نے دے رکھی ہے اُسکو اُلٹ پلٹ کم وبیش کرکے ایک ناقص صورت میں بنالیتا ہے۔ اور اُسکو غلطی سے سمجھتا ہے کہ میری ایجاد ہے۔ درحصل وہ اُسکی غلطی اور اَوِدیا کا اظہار ہے نہ کہ اُسکی ایجاد ہے۔

امریکن ڈاکٹر نکلسن ایٹمڈی کا قول ہے کہ ڈاکٹری کا اعلیٰ اصول جو مینے عمر بھر میں سیکھا ہے وہ یہہ ہے۔ کہ قانون قدرت کی پیروی کرو Follow nature جس کے معنے یہہ ہیں کہ قدرت مکمل ہے اُسپر انسان کوئی ترقی نہیں کرسکتا۔ انسان کی ترقی کے یہہ معنے ہیں کہ وہ اپنے تئیں اُسکے مطابق چلائے۔ نہ کہ جہالت میں پڑکر قدرتی اشیاء کا غلط استعمال کرتا ہوا دُکھہ اُٹھائے اور پھر اِس دُکھہ کو اپنی جہالت سے اپنی ایجاد کہتا جائے۔

رسالہ نمبر ۲ میں بندہ لکھہ چکا ہے کہ آریہ لوگ عِلم اور زبان اور اِنکے تعلق کو وید یا الہام کہتے ہیں۔ میں جناب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ بھی اِس بات کے قائل ہیں۔ کیونکہ جہاں تک مجھے علم ہے مسلمان صاحب عِلم کو خدا کی طرف سے نہیں مانتے بلکہ قرآن کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں قرآن اور عِلم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ قرآن میں کوئی بھی عِلم یعنے سائنس ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ جناب شائد اِس بات کے قائل ہونگے کہ قرآن لوہاروں کی کتاب نہیں اور مختلف سائنس کا ذکر قرآن میں بالکل نہیں ہے۔ جسوقت آپ اِس بات کو مان لیں گے کہ قرآن کے معنے علم کے ہیں تو تب میرا فرض ہوگا کہ میں ثابت کرکے دکھاؤں کہ قرآن جامع العلوم نہیں ہے۔ لیکن اسوقت میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا آپ میری الہام کی اِس تعریف سے متفق ہیں یا نہیں؟ شائد آپنے جو لکھا ہے کہ ہمیں بھی "کسی قدر" مسلّم ہے اُسکے یہی معنے تو نہیں کہ آپ قرآن کو علم کے معنوں میں نہیں لیتے۔ یا اگر "کسی قدر" کا مطلب اور کچھہ ہے تو واضح کردیجئے مشکور ہونگا۔ لیکن میں پھر عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم الہام کو عِلم اور وہ ذریعہ جس سے علم ظاہر کیا جاتا ہے یعنے زبان کے معنوں میں لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک وید عِلم اور زبان کے باہمی تعلقات کا نام ہے۔

جناب فقرہ نمبرہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "قرآن شریف کے بعینہ الفاظ خدا کی طرف سے

ہیں" میں کہتا ہوں کہ یہہ درست نہیں ہے ۔ اگر کوئی میری قلم لیکر اپنے دوست کو خط لکھے تو کیا اسکے یہہ معنے ہونگے کہ قلم اُس آدمی کی ہوگئی ۔ اگر کوئی شخص اپنی مطلب براری کے لئے میری کسی چیز کا استعمال کرتا ہے تو کیا اس سے وہ اسکا مالک ہو سکتا ہے ۔ یہہ امر واقعہ ہے کہ محمد صاحب کے والد کے وقت میں عربی برابر عرب میں بولی جاتی تھی ۔ خدا نے اگر عربی زبان میں اپنے دوست محمد صاحب کو کچھہ کہا تو کیا خدا عربی زبان کا اس سے مالک بن بیٹھا ۔ اور خاص قرآن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جسوقت محمد صاحب لوگوں کو کہتے تھے کہ مجھہ پر آیات اُترتی ہیں ۔ اُسوقت کئی لوگ ویسی ہی آیتیں بناکر اُنکے پاس لیجاتے تھے ۔ اگر عربی خاص خدا کی زبان ہوتی تو پھر محمد صاحب کے مخالف بغیر سکھلائے اُسپر قابض کیوں ہوگئے ۔ چاہئیے تو یہہ تھا کہ حضرت صاحب کے مخالفین کو عربی زبان میں آیت بنانا یا کلام کرنا بالکل نہ آتا ۔ کیونکہ عربی زبان خدا نے حضرت کے سوائے کسی کو بتلائی نہیں ۔ اگر کہو کہ نہیں یہہ بات نہیں بلکہ ملک کی زبان مروجہ کا خدا نے بھی استعمال کیا تو پھر بے تعصب اشخاص بلا شبہ مانتے ہیں کہ قرآن شریف کے بعینہ الفاظ (عربی) خدا کی طرف سے نہیں ہیں ۔ اگر پنجابی میں خدا کسی سے کلام کرتا ہے تو پنجابی پنجاب کے رہنے والونکی زبان رہے گی یا اُس سے خدا کی زبان ہو جائیگی ۔ اگر دیسی انگریزی زبان میں کام کر سکتے ہیں تو کیا کوئی اہل عقل مان سکتا ہے کہ انگریزی ہندوستانی آدمی کی زبان ہوگئی ۔ البتہ اس سے یہہ تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا بے انصاف ہے ۔ بیگانی شے کو استعمال کرتا ہوا مشکور ہونے کے بجائے خود قابض ہو بیٹھا ۔ بس آپکا یہہ کہنا قرآن کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں درست نہیں ۔

(ب) اگر بالفرض مان لیا جائے کہ عربی خدا کی زبان ہے ۔ تو کیا خدا ازلی ابدی ہے یا نہیں ۔ اگر کہو کہ ہے تو پھر عربی زبان کبھی فنا نہیں ہونی چاہئیے ۔ لیکن قیامت کے بعد پھر سرشٹی (پیدائش) کا ہونا مسلمان نہیں مانتے تو معلوم ہوا کہ عربی زبان قیامت تک رہیگی بعد ازاں ایسی فنا ہوگی کہ پھر کبھی نہیں اُٹھیگی ۔

اب مولوی صاحب پرلے کے وقت میں وید کا کیا حال ہوگا ۔ اسکی بابت ہم سے پوچھتے ہیں ۔ واضح رہے کہ جسطرح آپکا خدا قیامت کے ہونے پر بھی خود فنا نہیں ہوتا اسیطرح ہمارے پرمیشور اور اُسکے اوصاف کبھی پرلے کے ہونے سے فنا نہیں ہو جاتے ۔ علم خدا کی صفت ہے ۔ پس یہہ علم یعنے وید خدا کے وجود میں برابر بنا رہتا ہے فنا نہیں ہوتا ۔ اگر ہمارے شہر میں بادل ہو جائیں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بادلوں نے سورج کو درحصل ڈھانپ لیا ۔ سورج جوں کا توں بنا رہتا ہے ۔ لیکن ہماری آنکھوں کو بادل ڈھانپ لیتے ہیں ۔ رات کو سورج معدوم یا فنا نہیں ہو جاتا گو ہماری حالت بدلجاتی ہے ۔ ٹھیک اسیطرح

وید ہمیشہ خدا کے علم میں بنے رہتے ہیں۔ جبکہ ہم پرلے روپی رات کی حالت میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن جب پرلے کے بعد سرشٹی روپی دن طلوع ہوتا ہے اور ہماری بیداری کی حالت ہوتی ہے تو اُسوقت ہم وید روپی سورج کو پھر محسوس کرنے لگجاتے ہیں۔ سائینس دان دو الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں یعنے Latent اور patent جن کے معنے مخفی اور ظاہر کے ہیں۔ اگر موم بتی بجھہ جاتی ہے تو اس کے معنے یہہ نہیں کہ وہ حرارت جو موم بتی کے اندر تھی وہ فنا ہو گئی۔ بلکہ وہ حرارت تبکل حرارت لطیف حالت میں موجود ہے۔ گو ہماری حسیں اُس لطیف تتے کو محسوس نہ کرسکیں۔ اگر کوئی اندھا کہے کہ سورج ہی فنا ہو گیا تو یہہ غلط ہے۔ پس پرلے ہمارے لئے ہے نہ کہ خدا کے لئے۔ جب خدا پرلے کے وقت میں فنا نہیں ہوتا تو پھر کیونکر اُسکی صفت علم یعنے وید کا فنا مانا جائے۔ اِس لئے مہرشی سوامی جی کا بھومکا میں یہ ماننا کہ وید کا فنا نہیں ہوتا۔ عین عقل کے مطابق ہے۔ آپ شائید وید کاغذ اور سیاہی کو مان رہے ہیں۔

(س) آگے آپ پوچھتے ہیں کہ کیا خدا سنسکرت میں ہی بول سکتا ہے اور دیگر زبانوں سے ناواقف ہے۔

اول تو آپکا یہہ لکھنا ہی ٹھیک نہیں کہ خدا بول سکتا ہے۔ بولنا وغیرہ انسان پر عائید ہو سکتا ہے نہ کہ خدا پر۔ آپ مانتے ہونگے کہ خدا انسان کی طرح بولتا ہے۔ لیکن ہم لوگ خدا کو انسان نہیں مانتے۔ خدا پریرنا (تحریک) کیا کرتا ہے نہ کہ بولا کرتا ہے۔ اور اُس تحریک سے جو زبان انسانی حلق زبان وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے وہ وہی زبان ہے جسکو کہ طبعی زبان یا سنسکرت بھاشہ کہتے ہیں۔ موٹے طور پر آپکے ہی الفاظ استعمال کرتے ہوئے ہم یہہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا اگر بولتا ہے تو اُسی زبان میں بولتا ہے جو کہ دُنیا بھر کی زبانوں میں مکمل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ خدا کا وصل اُسی شخص کو ہوتا ہے جو دُنیا بھر کے انسانوں میں سب سے بڑھکر نیک چلن ہے۔ تو کیا اِسپر اگر کوئی یہہ کہنے لگجائے کہ کیوں جی خدا کا وصل چوروں۔ بٹ ماروں۔ قصابوں اور شراب خوروں کو کیوں نہیں ہوتا۔ کیا خدا نے چور بدمعاش کو پیدا نہیں کیا۔ تو اِسکا جواب دانشمند یہی دیں گے کہ خدا ناقص العقل اور کمزور روحوں سے جاننے کے ناقابل ہے۔ کیونکہ وہ خود مکمل ہے اس لئے مکمل انسان ہی اُسکو پاسکتا ہے۔ اب جو یہہ کہا جاتا ہے کہ "وہ کیا خدا ویدک زبان سنسکرت کے سوائے کسی زبان میں الہام نہیں کرسکتا" تو اِسکا یہہ جواب ہے کہ خدا اپنی مکمل زبان سنسکرت کو چھوڑ کر کیونکر عربی وغیرہ لوگوں کی ناقص زبان مستعار مانگتا پھرے۔ کیا اگر اُسکو (بفرض محال) دوبارہ الہام دینے کی ضرورت ہوتی تو دوبارہ کیا وہ اپنی ہی ویدک زبان میں الہام نہیں دے سکتا تھا۔ کیا اُسکی فطرت میں نقص آگیا۔ یا وہ اپنی پہلی حالت سے گر گیا کہ لوگوں کی بنائی ہوئی ناقص زبان کو اپنی الہام

کا ذریعہ بنانے لگا؟ کیا وہ اپنی قدرتی زبان کا سرمایہ کھو بیٹھا یا کیا ہوا؟ آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کیا خدا دیگر زبانوں سے "ناواقف" ہے۔

میں حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے خدا کو انسان سمجھ رکھا ہے یا کیا۔ زبانوں سے واقف ہونا یا نہ ہونا یہہ باتیں تو انسان پر عائد ہو سکتیں ہیں نہ کہ خدا پر۔ کیا اگر کوئی کہے کہ خدا کی بیشمار بیویاں ہیں تو اُسکو دانا کیا کہیں گے۔ وہ اپنی دلیل میں کہہ سکتا ہے۔ کیا خدا بیشمار بیویاں نہیں رکھہ سکتا؟ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب سمجھتے ہیں کہ خدا جو کچھہ انسان کی بابت جانتا ہے۔ وہ اُنکی زبان سیکھہ کر جانتا ہے۔ اِس سے تو انسان خدا کا اُستاد ٹھیرتا ہے۔ کل کو اگر کوئی نئی بگاڑ کر زبان نکالی جاوے تو شائد خدا کو سیکھنے کی ضرورت پڑے۔ کیا بیشمار حیوانات چرند و پرند کے دل کی خدا نہیں جانتا ہوگا۔ وہ تو انسان کیطرح زبان نہیں رکھتے۔ اگر خدا زبان جاننے سے ہی کسی کے دلکی جان سکتا ہے تو گونگے انسانوں کے دلکی باتیں خدا نہیں جانتا ہوگا۔ مولوی صاحب سوچئے تو سہی کہ خدا کے لیئے زبان کی کیا ضرورت ہے۔ زبان تو انسان کے استعمال کے لیئے اُسنے بخش رکھی ہے۔ خدا نے ہمارے لیئے پھل پیدا کیئے ہیں نہ کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لیئے۔ خدا نے سورج چاند ہمارے لیئے بنائے ہیں نہ یہہ کہ وہ بغیر سورج اور چاند کے دیکھہ نہیں سکتا۔ زبان کی ضرورت ہمیں ہے نہ کہ خدا کو۔ خدا اُس بچہ کے دلکی بھی جانتا ہے جو کہ ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ خدا کے جاننے یا واقف ہونے کے لیئے زبان کی ضرورت نہیں۔ وہ بغیر کسی زبان کے تابع ہوئے کل جانداروں کے دلوں کی باتیں جو کہ دوسرا انسان کبھی جان نہیں سکتا جانتا ہے۔ کیونکہ وہ انترآمی اور سرب ویاپک ہے۔

ہاں اگر مولوی صاحب پوراہنوں کی طرح یہہ مان رہے ہیں کہ چونکہ خدا قادر مطلق ہے اسلیئے جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ تو پھر بندہ کی عرض ہے کہ کیا خدا مر سکتا۔ اور چور ڈاکو بن سکتا۔ یا دوسرے خدا کو بوجہ قادر مطلق ہونے کے پیدا کر سکتا ہے۔ اگر آپ قادر مطلق (سرب شکتیمان) کے یہہ معنے لیتے ہیں کہ خدا اپنے کاموں کے کرنے میں کسی کا محتاج نہیں۔ تب تو درست ہے۔ ورنہ آپ اِن سوالوں کا جواب دیں کہ کیا خدا چور ڈاکو وغیرہ وغیرہ یعنے جو چاہے سو بن سکتا ہے۔

درخت نیچے سے اوپر کیطرف اُگتے ہیں یہہ ایک قاعدہ ہے جو کہ خدا نے باندہ رکھا ہے۔ اِسکے برخلاف خدا نہیں کرتا۔ اسی طرح الہام جس مکمل زبان میں انسان کو خدا سکھاتا ہے اُسکو وہ کبھی بدل نہیں سکتا۔ اور اگر بدل سکتا ہے تو خدا ایک متلون مزاج انسان کی مانند ہے۔

اسی فقرہ میں جناب لکھتے ہیں کہ گلستاں بوستاں کو اخلاقی کتاب مان کر ہی اس عذر سے کہ وید کی زبان میں تصنیف نہیں ہیں الہامی نہ ماننا گویا خدا کو . . . . . دیگر زبانوں سے

نا واقف بتلاتا ہے۔"

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۲۶ پر جو جواب دے چکا ہوں اُسکی طرف آپنے توجہ نہیں کی۔ میں نے لکھا تھا کہ "اگر گلستاں بوستاں میں بقول آپکے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے تو میں اُس تعلیم کو اگر وہ بالکل سچ ہو تو الہام کا جزو کہنے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ اگر گنگا سے نہر نکالی جائے۔ تو میں کہنے کو تیار ہوں کہ اِس نہر میں بھی گنگا کا سا پانی ہے یا گنگا کا ہی پانی ہے۔ ٹھیک اسی طرح گلستاں بوستاں اخلاق محسنی وغیرہ کوئی کتاب کیوں نہ ہو۔ اگر اُسمیں بالکل سچائی کی تعلیم ہے تو میں بڑی خوشی سے کہنے کو طیار ہوں کہ یہہ تعلیم وید کے سرچشمہ سے جو کہ جملہ سچائیوں کا منبع ہے نکلی ہے۔ اور اسوجہ سے برابر وید کی ہے۔ ہمارا تو سراسر دعویٰ ہی یہہ ہے کہ دُنیا بھر کی کتابوں میں جو جو سچائی ہے وہ وید کی ہے۔"

اگر کوئی شخص دریا سے نکالکر برتن میں پانی ڈالتا ہے تو اسحالت میں پانی وہی رہتا ہے۔ جبکہ برتن قدرتی نہیں رہا۔ اِس لئے دریا کے پانی کو دریا کا پانی اور گلاس کے پانی کو گلاس کا پانی کہنا درست ہے۔ اِسی طرح دُنیا بھر کی کتابوں میں خواہ وہ کسی زبان میں کیوں نہ ہوں۔ جو جو سچائیاں ہیں وہ وید کی سچائیوں کا جزو ہیں۔ لیکن وہ سچائیاں اگر قدرتی حالت میں دیکھنا چاہو تو اُن کو وید منتروں کی شکل میں دیکھہ لیجئے۔ جس طرح کہ اگر کوئی گلاس کے پانی کو دیکھہ کر پانی کو قدرتی حالت میں دیکھنا چاہئے تو اُسکو دریا وغیرہ میں دیکھنا چاہئے۔ اگر میری میز پر ایک گلدستہ ہے تو اُس کے پہولوں کو دیکھہ کر آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہہ پہول رام باغ کے ہیں لیکن اگر اِن پہولوں کو اِنکی اصلی حالت میں دیکھنا چاہو تو پھر رام باغ میں پودوں کے ساتھہ لگے ہوئے دیکھنے چاہئیں۔ کیا جوہری کی دوکان پر موتی دیکھہ کر ہم نہیں کہا کرتے۔ کہ یہہ دراصل سمندر سے آئے ہیں۔ اسی طرح دُنیا بھر کی کتابوں میں سچائیاں دیکھہ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہہ سچائیاں وید سے نکلی ہیں یا وید کی ہیں۔

البتہ جسکو مخزن کہا جاتا ہے اُسکا پہلے ہونا ضروری ہے۔ اگر گلدستہ کے پہولوں کو ہم باغ کے پہول کہتے ہیں۔ تو باغ کا وجود گلدستہ بننے سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ پس قرآن بائبل وغیرہ کتابوں کے وجود سے پیشتر وید کا ہونا لازمی ٹھہرتا ہے۔ اور اِسبات کو ہم تو کیا دنیا کے محقق ماننے کو تیار ہیں کہ انسان کے کتب خانہ میں ویدوں سے پُرانی اور پہلی کوئی کتاب نہیں۔

خدا نے اگر عربی میں الہام کیا تو اُسپر بڑا دہبہ لگیگا۔ کیونکہ عرب کے باشندے اُس الہام کو فوراً سمجھہ لیں گے۔ جبکہ دیگر ملکوں کے باشندوں کو عربی سیکھنا مشکل ہے۔ چین کی بچاس

کروڑ آبادی اور ہند کی ۲۵ کروڑ آبادی کا کیا خدا کو کچھہ خیال نہیں۔ یورپ اور امریکہ کی آبادی عرب کی آبادی سے کہیں بڑھکر ہے۔ کل دنیا کی آبادی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدا نے مٹھی بھر عربوں کے لئے عربی زبان میں الہام کیوں اوتارا۔ عربیوں کی طرفداری اسکو کیوں منظور ہے؟ اگر ہر ایک ملک کی زبان میں ہر ایک کی سہولیت کے لئے الہام دیتا ہے تو کم از کم آجکل اس نے انگریزی زبان میں کیوں کوئی الہام نہیں اوتارا۔ روسی۔ چینی۔ پشتو۔ گجراتی۔ بنگالی۔ پنجابی۔ ترکی۔ جرمن۔ فرانسیسی۔ لاطینی وغیرہ وغیرہ دنیا بھر کی زبانوں میں اسکا الہام اترنا چاہیئے۔ عرب کے جنگلی لوگوں سے خدا کو خاص محبت کیوں ہے۔ اگر آپکی بات درست ہے کہ خدا سب زبانوں سے واقف ہے۔ تو اسکا جواب دیجئے کہ خدا پھر ان زبانوں میں الہام کیوں نہیں اوتارتا۔ یا ان زبانوں میں اسنے پہلے الہام کیوں نہ اوتارا۔

ہمارے دعویٰ کیطرف خیال کیجئے۔ ہم لوگ کہتے ہیں۔ کہ خدا نے ابتدا پیدائیش پر اسوقت وید کا پرکاش کیا۔ جبکہ دنیا بھر میں کوئی زبان تھی ہی نہیں۔ اور جو زبان کہ خدا نے پہلے سکھائی وہی سبکی مادر مہربان ہے۔ اور وہ سنسکرت یعنے ویدک زبان آج کل بھی سبکو مساوی محنت کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ کیونکہ یہہ کسی خاص ملک کی زبان نہیں۔ ہندو پنڈت ویدمنتروں کے سمجھنے کے لئے پاتا ہے۔ اگر ویدک سنسکرت ہند کی زبان ہوتی تو جملہ ہندو دہرم سبھاؤں کے پنڈت وید منتروں کے معانی کرنے کی قابلیت رکھتے۔ لیکن یہہ لوگ سنسکرت یعنے مروجہ سنسکرت سے بالکل نرالی ہے جیسے معنے یہہ ہیں کہ ویدک زبان کسی ملک کی زبان نہیں اور اس زبان میں وید دینے سے خدا پر کوئی بے انصافی کا الزام عاید نہیں ہوسکتا۔ جبکہ قرآن کا خدا عربیوں کا طرفدار ٹھہرتا ہے وہاں قدرت کا خدا کسی کا طرفدار ثابت نہیں ہوتا۔ باقی آئندہ

دافع وسواس

بجواب

حقیقت آریہ

نمبر ۶ سے آگے

ثبوت تناسخ

ایک دلیل آپنے دربارہ رد تناسخ یہہ دی ہے کہ نفس اور بدن میں ترکیب اتحادی طبعی ہے۔ ان

دونوں کی حرکتیں ذاتیہ جوہریہ ہیں اور دونوں بالذات متحد افعال بالقوےٰ ہوتے ہیں۔ بتدریج ان دونوں کی قوتیں دونوں کی ترقی کے ساتھ ملی جلی بمطابقت ہمدگر فعل میں آتی ہیں۔ یعنی جسقدر بدن قوی ہوتا جاتا ہے۔ نفس اُس کے مطابق ہوتا جاتا ہے۔ جیسے انسان کے عہد طفولیت سے جوانی تک احوال کے مشاہدہ سے ثابت ہے۔ پس نفس بعد مفارقت بدن دوسرے بدن سے حالت جنین میں متعلق ہو تو بیشک یہہ بدن جو پہلے بدن سے الگ ہوا ہے۔ اپنی حالتِ استعدادی محض سے خروج کر چکا ہے حالت فعلیہ و تحصیل کمال میں زیادہ یا کم ہو چکا ہے۔ اور دوسرا بدن ہنوز حالت استعدادی محض میں ہے۔ پس اس صورت میں ان دونوں کا موافق ہونا حرکات ذاتیہ جوہریہ میں جیسا کہ پہلے بدن میں تھا۔ بمطابقت ہمدگر نہیں ہو سکتا۔

تردید۔ یہہ دلیل جہاں تک ہمارے علم اور معلومات کی رسائی ہے کسی اصول مذہبی پر مبنی نہیں ہے۔ اگر میاں صاحب نے اس ملحدوں کی دلیل کو مذہب محمدی کے موافق سمجھکر تحریر فرمایا ہے تو حوالہ کسی آیت قرآنی کا دینا لازم تھا۔ یہہ دلیل اُن ناستک لوگوں کی ہے۔ جو روح کی پیدائش اور فنا مانتے ہیں۔ کسی غیر فانی ماننے والے مذہب کی یہہ دلیل نہیں۔ کیونکہ جن محققین نے مسئلہ روح پر غور کی ہے وہ سارے کے سارے اسبات کے قائل ہیں کہ بدن روح کے پاس بمنزلہ لباس ہے۔ یا بمنزلہ آلہ کے ہے۔ نہ کہ دونوں کی ترقی ملی جلی اور دونوں کی حرکتیں ذاتیہ جوہریہ ہیں۔ امام محمد غزالی صاحب نے حل مسائل غامضہ میں فرمایا ہے۔
"انسان تعلق بدن کی حالت میں قادر ہے کہ اپنے نفس کو تمام محسوس چیزوں سے غافل کرے۔ پس جو حق کی معرفت کے لئے مجرد ہوا بدن اور قالب کی طرف کیوں محتاج ہوگا اور جسم سے کیوں نہ بذات خود مستغنی ہوگا۔ جو حواس کا مرکب ہے۔ اور محسوسات کو ہی دیکھتا ہے جس نے روح کی حقیقت اور اُسکا بذات خود قوام معلوم کیا۔ اُسکو روح کا جسم سے الگ ہونا مشکل معلوم نہیں ہوگا۔" (صفحہ ۴۰)

اسی بارہ میں آنریبل سر سید احمد خان صاحب رقمطراز ہیں "اگرچہ اس چیز (روح) کو انسان کے بدن سے کچھہ علاقہ ہے۔ مگر جب غور سے دیکھو تو باوجود اُس علاقہ کے یہ محض بے علاقہ ہے آدمی کبھی ایسا محو ہو جاتا ہے۔ کہ سب چیز کو بھول جاتا ہے۔ مگر اپنے آپکو نہیں بھولتا اسی سے خیال ہو سکتا ہے کہ گو انسان کا یہہ ظاہری بدن نیست ہو جاوے۔ مگر وہ چیز جو اسمیں ہے جیسی ہے ویسی ہی رہیگی۔" (دیکھو تصانیف احمدیہ حصہ اول تبیین الکلام صفحہ ۱۵۷ مطبوعہ ۱۸۸۶ع)

پس یہہ دلیل میاں صاحب کی نہ تو کسی مذہبی اور نہ کسی علمی قاعدہ کے مطابق ہے کہ "جسقدر بدن قوی ہوتا جاتا ہے نفس اُس کے مطابق کامل ہوتا جاتا ہے اور جب یہہ نفس پہلے جسم سے الگ ہوا ہے۔ اپنی حالت استعدادی محض سے خروج کر چکا ہے۔ حالت فعلیہ اور تحصیل کمال ہی زیادہ یا کم ہو چکا ہے اور دوسرا بدن ہنوز حالت استعدادی محض میں ہے۔ پس اس صورت میں دونوں کا موافق ہونا حرکات ذاتیہ جوہریہ میں جیسا کہ پہلے بدن میں تھا۔ بمطابقت ہرگز نہیں ہو سکتا" میاں صاحب اتنا تو آپنے تحریر کیا مگر اسکا دوسرا جزو دیدہ و دانستہ ہضم کر گئے آپکی بحث کے مطابق وہ دوسرا جزو یہہ ہے کہ جس طرح جسم کمال کو پہونچتا ہے۔ اُسی طرح اُسکا زوال کو پہونچنا بھی لازم ہے۔ جیسا کہ حالت ضعیفی میں ہوتا ہے کہ تمام اعضائے جسمانی کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ باصرہ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ یعنی حواس خمسہ ظاہری و حواس خمسہ باطنی بھی زوال پذیر ہونے سے بالکل زایل ہو جاتے ہیں اور علے ہذا مطابق اس کے نفس ناطقہ بھی ضعیف ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جسم کے تباہ ہو جانے پر روح کی معدومیت بھی لازم آتی ہے۔ کیونکہ بطلان موقوف علیہ مستلزم ہے بطلان موقوف کو۔

اسمیں شک نہیں کہ دوسرا بدن حالت جنین یعنی ابتدا میں حالت استعدادی محض میں ہوتا ہے مگر روح بھی جب جسم سابق سے بوجہ اُس کے زوال پذیر ہونے کے۔ حالت خروج میں بحلیل زوال میں گھٹا ہوا الگ ہوکر اُس نقطہ پر قایم ہو جاتا ہے۔ جو بحالت ایسی عدالت کے ہو جاتا ہے کہ حالت جنین میں بدن کے اندر ادخال کر سکے۔ کیونکہ اس آپکے پیشکردہ عذر سے یہہ کسی حالت میں ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ نفس نے جو استعداد حاصل کی ہے۔ وہ اُسی طرح قایم رہتی ہے۔ جب اُس استعداد کا انقلاب ثابت ہے اور عربی کی مثال الانسان مرکب من الخطا والنسیان یعنی انسان مرکب ہے خطا اور نسیان سے تو قطعی اور بتدریج مکمل ہونے کے لئے بحالت تناسخ نفس ناطقہ کا ابدان کی طرف مایل ہونا بھی مسلم اور لابدی ہے آپنے ناحق رد تناسخ کی خاطر قرآنی عقائد سے انحراف کر روح کی ہستی سے منکر ملحدوں کے من گھڑت مسئلہ کی شرن لی۔ مگر افسوس کہ پوری نہ پڑی۔ بقول شخصے ؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادہر کے رہے نہ اُدہر کے رہے ✤ گئے دونوں جہان کے کار سے ہم نہ ادہر کے رہے نہ اُدہر کے رہے۔

دوسری دلیل۔ کسی شے کا ایک ہیت سے دوسری ہیت میں آ جانا جس طرح کہ بونٹ کے کیڑے حکمت عملی سے تیتریاں ہو جاتی ہیں یہہ تناسخ نہیں استحالہ ہے۔

تردید۔ الثیوسوفی کے مطابق یعنے بموجب قانون قدرت کے روح کا ایک ہیت کے جسم سے دوسری ہیئت کے جسم میں آجانا اور اُس پہلی سے اُسکا تعلق نہ رہنا یہہ تناسخ ہے۔ خواہ اُسے استحالہ کہو۔ یا مسخ یا نسخ یا فسخ یا رسخ یا انتقال۔ ہمارا مطلب ہر طرح ثابت ہے۔ یہہ سب آواگون ہے۔ ہاں آواگون

کی لطیف اور صحیح حالت کو سمجھنا آسان امر نہیں۔ تبرہی ان اور ہوشمند جو اسپر غور فرماتے ہیں۔ وہی اُس کے بھیدوں سے آگاہی پاتے ہیں۔ دوسرے نہیں۔ صرف بونٹ کے کیڑے ہی نہیں۔ بلکہ ۲ ہزار سے زیادہ ایسے دریافت ہو چکے ہیں جنکی یہی حالت ہے۔ اور تمام ہی کئی کئی جسم بدلتے رہتے ہیں۔ اور تناسخ کے چکریں پھرتے ہیں۔ اور انسان کے جسم کی بناوٹ پر جن ڈاکٹروں نے غور و تجربہ کیا ہے۔ اُنہوں نے اُس میں اِس طرح سے نہیں۔ مگر دوسرے قاعدہ سے سخت طرح کا انقلاب دیکھا ہے۔ جسے جاہل بالکل نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ پس یہہ سارے کے سارے تناسخ کے مضبوط ثبوت ہیں۔ اور تناسخ کے معنے ہی ہیں ایک صورت سے دوسری صورت میں آنا۔

تیسری دلیل۔ جب ابتداء میں وجود نفس کا بغیر تعلق بدن مسلم ہے تو آخر میں کیا ضرور کہ بغیر بدن کے نہ رہے۔

تردید۔ یہہ بیان آپکا ہمارے تو نہیں خود قرآن کے مخالف ہے قرآن مانتا ہے اور محمدیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ روحوں کا دوبارہ اجسام سے تعلق ہوگا۔ بروز قیامت اور پہلے بھی ایک بار ہو چکا ہے۔ گویا تین دفعہ اجسام سے ارواح کا تعلق تو تمام علماء اسلام کا مسئلہ ہے۔ پھر نہ معلوم کہ وہ تناسخ کی صراط المستقیم سے کیوں انکاری ہیں۔ اصل میں تناسخ کا ماننا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ روز میثاق کی کہانی کا ماننا اور قیامت کے روز حشر کا ماننا جب وہ ایسی باطل اور خلاف عقل بات کو مانتے ہیں تو پھر نہیں معلوم کہ وہ کیوں ایسے صحیح اور صاف مسئلہ کو جبکہ تناسخ ارواح ہے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ کسی ایک جسم کے ساتھہ روح کا تعلق ہمیشہ تک نہیں بنا رہتا بلکہ اُتنے وقت تک تعلق قائم رہتا ہے کہ جب تک کرموں کا پھل پورا نہیں ہو جاتا ہے۔ جب تک کہ موت نہیں ہوتی جن کرموں دوارا روح کو وہ جسم پرماتما کی نیائے بوستھا انوسار فاعل اور عامل بننے کے لئے ملا تھا اُنکا پھل اور نئے کرم کرنے سے آئندہ کا تعلق جسم پیدا کرنا یا نیک کرموں سے نجات پانا روح کے تعلق کا باعث ہے۔ اِس سے ثابت ہے کہ روح بلا تعلق جسم رہ سکتی ہے۔ مگر جسم کے بغیر کام نہیں کر سکتی۔ اِس لئے ایک شریر چھوڑنے پر اپنے کئے ہوئے کرموں کا پھل بھوگنے اور آئندہ کرم کرنے کے لئے روح کو دوسرے جسم کی ضرورت ہے پس اِن آپکے شکوک باطلہ سے مسئلہ تناسخ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔

دلیل چہارم۔ مسخ میں اور تناسخ میں جسکی بحث ہے اُسمیں فرق ہے۔ خالق کسی نفس حیوان کو کسی وجہ سے شرف نفس انسان ہو جانیکا بخشے۔ یا کسی انسان کو ذلت نفس حیوان ہو جانیکی دے تو وہ مختار ہے۔ جو انسان بخیال بُرے کام کرے وہ نام کو انسان ہے۔ حیوان

مطلق سے بدتر ہے۔

آریہ۔ بھائی میاں صاحب مسخ اور تناسخ میں کوئی فرق نہیں۔ صرف قسم جدا ہے۔ شائد آپکو مسخ کے معنے معلوم نہیں۔ مسخ کے معنے ہیں ایک صورت سے دوسری صورت بدلنا۔ مگر دوسری صورت بدتر صورت ہو۔ اول سے (کریم اللغات) بس مسخ میں نفس کو شرف نہیں دیا جاتا۔ بلکہ قالب کا بدلا جانا بھی ضروری ہے۔ اور یہی مطلب تناسخ کا ہے۔ جب خالق مختار ہے۔ کہ کسی نفس حیوانی کو انسان ہو جانیکا شرف بخشے یا کسی انسان کو ذلت نفس حیوانی کی دے تو وہی مختار کل پرماتما انسان کو بسبب برے اعمال کے حیوان بناتا ہے۔ اور حیوان کو بعد بھگت لینے سزا تنزلی کے پھر انسان کا قالب بخشتا ہے۔ کیونکہ تمام حکماؤں کا اسپر اتفاق ہے کہ جو انسان جان بوجھ کر برے کام کرتا ہے وہ نام کو انسان ہے۔ اصل میں وہ حیوان مطلق سے بدتر ہے۔ پس ایسے انسانوں کو جو چوری زنا۔ گوشت خوری۔ شراب خوری۔ اغلام۔ دیکھئے بلکہ جانوروں تک کے ساتھ بدفعلوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور جو اصل میں حیوان مطلق ہیں۔ اگر حیوان بنایا جاوے۔ اور شرف انسانی سے معزول کرکے درجہ حیوانی میں تنزل کیا جاوے۔ تو کیا ہرج ہے۔ اور جائز بھی ہے۔ کہ وہ خدا تعالے احکم الحاکمین ایسا کرے چنانچہ وہ کرتا ہے۔ اور تمام مذاہب میں اس پاک اصول یعنے تناسخ نے قدم مضبوط جمائے ہوئے ہیں۔ جیساکہ ابی الفتح الامام بن عبدالکریم الشہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے۔ "اصحاب التناسخ فلاذکونا مذاهب التناسخیہ ومامن ملتہ من الملل الا وتناسخ فیها قوم له راسخ" (صفحہ ۱۱۸ جزو ثانی مطبوعہ ۱۲۶۳ء مصر موجودہ لائبریری جےپور) اور الیاس ملا محمد علی مشہدی نے شرح باب البداۃ الثابتہ میں۔ اور سید عبدالاول حاشیہ شرح حکمۃ العین میں اور فاضل صدرالدین شیرازی شواہد الربوبیہ میں لکھتے ہیں

مامن الا وللتناسخ فیہ قدم راسخ

یعنی تناسخ نے سب مذہبوں میں مضبوط قدم جمائے ہوئے ہیں جنکو کوئی نہیں اوکھاڑ سکتا ہے

اوِدیا کا ناش

ضیاء القرآن

نمبر ۵

ضیاء القرآن میں نمبر ۵ پر صفات الہی میں جو کچھہ قرآن سے منقول ہے۔ وہ سورہ حشر رکوع ۳ کی آیۂ (عالم الغیب والشہادۃ) ہے۔ جسکے معنے یہہ ہیں۔ کہ وہ (خداوند) غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے یعنی اُسکو سب کے اندر اور باہر کی خبر ہے۔ کیا معنی وہ سب کچھہ جانتا ہے۔ اسکے مرادف اور بھی چند آیات قرآن میں موجود ہیں۔ چنانچہ واللہ علیمٌ بذات الصدور۔ سورۃ تغابن رکوع ۱۔ یعنے اللہ جانتا ہے سینے کی باتونکو۔ اور واللہ علیٰ کل شیءٍ شہیدٌ۔ یعنی اور اللہ اوپر ہر چیز کے شاہد (حاضر) ہے سورہ بروج رکوع ۱۔ پھر وان اللہ سمیعٌ علیمٌ یعنے اور اللہ سُننے والا ہے۔ جاننے والا۔ سورہ حجرات رکوع ۱۔ دیگر وان اللہ بصیرٌ۔ اور تحقیق اللہ دیکھنے والا ہے۔ سورہ مومن رکوع ۵ نیز۔ وھو بکل شیءٍ علیمٌ اور وہ سب کچھہ جانتا ہے۔ سورہ حدید رکوع ۱۔ علےٰ ہذا نمبر ۱ میں گزرا ہے۔ مگر یہہ سب کی سب آیات منجانب مولف قرآن نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف اپنشد واکیوں سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ دیکھو اُپنشد واکیہ مفصلہ ذیل۔

(۱) एको देवः सर्वभूतेषु गूढः सर्वव्यापि सर्वभूतान्तरात्मा । कार्य्याध्यक्षः सर्वभूताधिवासः साक्षी चेता केवलो निर्गुणश्च ॥

(۱) وہ خداوند ایک ہے (۲) بلا احساس مثبت کل (۳) حاضر و ناظر (۳) روح الارواح دانندہ احوال دل (۴) معطیٔ ثمرہ اعمال (۵) موجود کل (۶) دانندہ حاضر و غیب (۷) مبرا از امداد غیری (۸) اور نفوس ثلاثہ ہے۔

(۲) अपाणिपादो जवनो ग्रहीता पश्यत्यचक्षुः स शृणोत्यकर्णः । स वेत्ति वेद्यं न च तस्यास्ति वेत्ता तमाहुरग्र्यं पुरुषं महान्तम् ॥

(۲) جو قادر مطلق بغیر ہاتھوں کے کُل عالم کو بنانیوالا اور سبکو قابو میں رکھنے والا ہے۔
(۱) اور بغیر مادہ کے سب سے آگے موجود اور مثبت اور کل عالم کو ثابت رکھنے والا ہے۔
(۲) وہ بغیر آنکھوں کے سبکو دیکھتا ہے۔ (۳) اور بغیر کانوں کے سبھی باتوں کو سُنتا ہے (۴) وہ بالذات سبکو جانتا ہے۔ (۵) اُسکو خود بخود جاننے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ (۶) وہ اظہر من الشمس۔
(۷) پناہ عالم (۸) سب سے برتر ہے (۹)

ان اُپنشد واکیوں سے روشن ہے کہ آیہ عالم الغیب والشہادۃ واکیہ نمبر ایک کے فقرہ साक्षी चेता ساکشی چیتا۔ کا ترجمہ ہے۔ اور آیہ واللہ علیم بذات الصدور واکیہ ہذا کے فقرہ सर्वभूतान्तरात्मा کا اور آیہ واللہ علےٰ کُل شیء شہید فقرہ सर्वभूताधिवासः کا ترجمہ ہے۔ اور آیۃ وان اللہ سمیع علیم واکیہ نمبر ۲ کے فقرہ सशृणोति سے ماخوذ ہے۔ اور آیہ وان اللہ لبصیر واکیہ مذکورہ کے فقرہ पश्यत کا ترجمہ ہے۔ اور آیہ وھو الکل شیء علیم واکیہ ہذا کے فقرہ सर्वेत्ति वेद्यं سے نقل کیا گیا ہے۔ کمالایخفی۔

بنابراں پیدا ہوتا ہے یہہ تعلیم مولف قرآن کی نہیں کیونکہ ان سب آیات کا وجود ہستی قرآن سے پیشتر ابتدائے عالم میں مرئی ومشہود تھا۔ لہذا مولف قرآن اپنی صداقت پر اسے استدلال بھی نہیں کرسکتا ہے۔ کیونکہ ان آیات کا تعلق بطریق ذاتی قرآن کے ساتھہ نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھہ مولف قرآن کا ذاتی خیال ہے۔ وہ بحق آیات مذکورہ بالا وبال بلکہ اظہر من الشمس انکا ابطال ہے۔ چنانچہ مرقوم ہوتا ہے۔ فانتظر ۰۰

(۱) اولاً مولف قرآن سورۃ ملک میں حجبہ آیات مذکورہ بالا کی مخالفت مجازاً کرتا ہوا یوں رطب اللسان ہے۔ کہ خداوند نے حیات وممات کو حادث کرکے تمکو اُس سے اس لئے متنفیض کیا کہ تمہارا امتحان کرکے متحقق کرے کہ منجملہ تمہارے کون نکوکار اور کون بدکار ہے۔ چنانچہ دیکھو سورہ ملک رکوع ۱ (الذی خلق الموت والحیواۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ وہ ہے جسنے پیدا کیا موت اور زندگی کو تو کہ آزماوے تمکو کونسا تم میں سے بہتر ہے اعمال میں۔

نتایج (۱) موت وحیات حادث ہیں (۲) موت وحیات ممکن الوجود ہیں۔ کیونکہ بقول فلسفہ محدیاں ممکن الوجود وہ ہے جسکا ہونا اور نہ ہونا ممکن ہوں۔ سو موت اور حیات بقول قرآن حادث ہیں جو حادث ہے وہ اپنے حدوث سے پیشتر نہیں ہوتا اور جو پیدا ہوتا ہے وہ فنا بھی ضرور ہو جاتا ہے۔ بنابراں بقول مولف قرآن موت حیات حادث ہونے سے پیشتر نیست تھیں اور آخر کو بھی معدوم ہو جائینگی۔ لہذا ممکن الوجود ٹھہریں۔

اب ہم اپنے عزیز محمدیان سے دریافت کرتے ہیں کہ برائے خدا تعصب وطرفداری سے کنارہ کش ہوکر بطریق محققانہ فرماویں کہ بموجب عقیدہ آپ صاحبان کے خداوند زندہ از قدیم ہے۔ یا کہ جس روز سے حیات وموت حادث ہوئیں۔ اُس یوم سے آں صاحب کو زندگی نصیب ہوئی۔ اور اہل جنت جنت میں زندہ رہیں گے۔ یا بصورت دیگر اور اوتعالیٰ تا ابد رہیگا۔ یا کہ کسی وقت بیجان بھی ہو جائے گا اب اگر کہا جاوے کہ خداوند قدیم سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا۔ اور بہشتی لوگ بصورت زندہ بہشت میں مکین گزین ہونگی۔ تو پھر حیات وموت حادث نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ خداوند قدیم سے زندہ تھا۔ اور زندگی یعنے حیات اسمیں قدیم سے موجود تھی۔ بنا بران قول خلق الموت والحیوٰۃ باطل ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر حیات حادث ہوتی تو کوئی وجہ نہیں کہ پیشتر حدوث حیات اوتعالیٰ زندہ ہوتا۔ بفرض محال اگر قول تحدیث حیات صحیح متصور کرلیں۔ تو قول ھوالحی القیوم باطل تسلیم کرنا پڑیگا۔ اور ماننا ہوگا۔ کہ جس روز سے حیات حادث ہوئی اُس روز سے اوتعالیٰ بھی زندہ ہوئی پہلے زندہ نہ تھے۔ اور کسی دن پھر بیجان ہو جائیں گے۔ جس سے اوتعالیٰ بھی میت متصور ہوگا اور اُس کے فاعل عالم ہونے سے بھی منکر ہونا پڑیگا۔ کیونکہ بدون حیات فعل تخلیق عالم کا صدور غیر ممکن ہے۔ فتامل

(۳) حیات وموت بعد از حدوث موجودات حادث ہوئیں۔ کیونکہ مولف قرآن مقر ہے۔ کہ موت وحیات کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ تمہارا امتحان کیا جاوے۔ عبارت ہذا بتلاتی ہے۔ کہ پہلے موجودات حادث ہوئیں پھر خدا کو اُنکے آزمانیکا خیال پیدا ہوا۔ من بعد حیات وموت کو معیار امتحان بنایا گیا۔ چنانچہ اکثر کتب احادیث میں بھی اُسکی تائید ہے۔ دیکھو دقایق الاخبار اب اگر ایسا مان لیا جاوے جیسا کہ مولف قرآن بتلاتا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ملایک وارواح جو منجملہ موجودات کے پیشتر از حدوث حیات موت حادث ہو چکے تھے۔ وہ بحالت مردگی تھے یا زندگی۔ اگر زندہ کہا جاوے تو بھی مخالفت قرآن لازم آتی ہے۔ اور اگر مردہ کہا جاوے تو بھی موت ابھی حادث ہی نہیں ہوئی تھی۔

(۴) اگر قول (لیبلوکم ایکم احسن عملاً) تو کہ آزماوے تمکو کونسا تم میں بہتر ہے اعمال میں کو صادق متصور کیا جاوے۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ بقول مولف قرآن اوتعالیٰ عالم الغیب والشہادہ نہیں اور جملہ آیات جو پیشانی مضمون ہذا پر تحریر ہیں کاذب ہیں۔ کیونکہ ضرورت امتحان اُنکو ہوتی ہے۔ جنکو ہمارے حُسن عقیدت کا کماحقہ علم نہ ہو۔ اس لئے کہ امتحان ازالہ ظن ہے۔ اب جو ہماری لیاقت کے اندازے کو کامل طور پر جانتا ہے۔ اور اُسکو کوئی شک وشبہ اُسکی نسبت نہیں

اسکو ضرورت امتحان نہیں ہے - اور اگر وہ جان بوجھ کر امتحان کرتا ہے تو عند العقلا ایسا کرنا تحصیل حاصل ہے اور وہ فعل عبث - پس فعل عبث کا مرتکب اوتعالے کو گردانا کمال بے ادبی اور گستاخی میں داخل ہے - اور آنجناب کو دیوانہ ثابت کرتا ہے - اور اگر درحقیقت وہ ہماری حسن عقیدت کا علم کامل نہیں رکھتا تو چلو عالم الغیب والشہادۃ کی ٹانگ ٹوٹی اور ثابت ہوا کہ بموجب عقیدہ مولف قرآن اوتعالے ناقص العلم ہے - کما لایخفی -

(۲) دوم - سورۃ توبہ میں مولف قرآن آیات مسطورہ پیشانی مضمون کی تردید صریحاً کرتا ہوا یوں رقمطراز ہے - کہ اے لوگو تم کیا خیال کرتے ہو کہ خدا تمکو ابھی چھوڑ دیوے - حالانکہ خداوند نے ابھی تک یہہ معلوم نہیں کیا ہے - کہ تم میں سے کون کون قتل عام پر کمربستہ ہے اور خدا اور اُسکے رسول اور محمدیوں کے سوا کسیکو دوست یا ولی نہیں بناتا ہے - چنانچہ دیکھو سورۃ توبہ رکوع ۲ -

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم ان اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ - کیا گمان کرتے ہو تم یہہ کہ چھوڑے جاؤ اور حالانکہ ابھی نہیں جانا اللہ نے ان لوگوں کو کہ جہاد کرتے ہیں تم میں سے اور نہیں پکڑتے سوائے اللہ اور رسول اُس کے اور مسلمانوں کے دوست اور ولی -

نتائج

(۱) آیۃ ہذا منجانب اللہ نہیں ہے - چنانچہ فقرہ ولما یعلم اللہ "اور حالانکہ ابھی نہیں جانا اللہ نے" سے ظاہر ہے - کہ اسکا متکلم کوئی غیر اللہ ہے - اگر اسکا متکلم اوتعالے ہوتا تو بجائے فقرہ ولما یعلم اللہ کے ولما یعلمنا ہوتا - اور آخر آیت میں بعد لفظ ولیجۃ" کے فقرہ وانا اللہ بھی مسطور ہوتا - مگر ایسا نہیں ہے - بنا بران پیدا ہے کہ مولف قرآن غیر اللہ ہے -

(۲) جہاد کرنا یعنے سوائے محمدی مسلمانوں کے سب کے ساتھہ لڑنا اور جسطرح ہو سکے اُن کو نقصان پہنچانا اور انکا بال وبچہ تہ تیغ کر کے مال ومنال لوٹ لیجانا اور سوائے محمدی مسلمانوں کے کسی کو دوست یا ولی نہ جاننا بلکہ مخالف سمجھہ کر اُلٹا رانا منجملہ از ارکان ایمان احمدی ہیں چنانچہ فقرہ جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ سے روشن ہے -

(۳) بقول قرآن اوتعالے عالم الغیب وعلیم کل نہیں ہے - چنانچہ فقرہ ولما یعلم اللہ سے پیدا ہے - اگر بموجب عقیدہ مولف قرآن خدا عالم الغیب ہوتا اور وہ بصدق ان اقوال کا قایل ہوتا تو کیا کوئی امید کر سکتا ہے - کہ آں صاحب اوتعالے جل شانہ کی نسبت کبھی ایسے

الفاظ زبان پر لاتا - ہرگز نہیں - ہرگز نہیں - بھلا غور تو کرو کہ بقول مولف قرآن اگر خداوند نے محمدی مومنین کے حسن عقیدت کو ابھی تک نہیں جانا تو کب جانیگا - کیا ابھی تک وہ نادان ہے خیر بقول آپکے یہی سہی مگر جانے گا کب - شائد کہو گے کہ بعد از امتحان - تو کیا آپ ایسے کسی کو خدا کہہ سکتے ہیں - جسکو پیشتر از امتحان لوگوں کے حسن عقیدت کا کچھہ علم ہی نہیں ہے - صاحبو اسکو عالم الغیب اور ہمہ داں کہو گے یا طفل ابجد خواں - برائے خدا غور کرو اور عزیز الحکیم سے ڈرو تاکہ مستوجب گستاخی نہ ٹھہرو -

(۳) سویم سورہ انفال میں مولف قرآن اپنے اصلی عقیدہ اور ایمان کا اظہار کرتے ہوئے ثابت کرتا ہے کہ ہمارا خدا کچھہ قدیم الایام سے ہی عالم یا عالم الغیب نہیں ہے - بلکہ وہ تجربہ سے علم حاصل کرتا ہے - چنانچہ (دیکھو سورہ انفال رکوع ۹ (یا یہا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صبرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون الئن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصبرین ٭ اے نبی رغبت دے مسلمانوں کو اوپر لڑائی کے اگر ہوں تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے - غالب آویں دو سو پر اور اگر ہوویں تم میں سے سو غالب آویں ہزار پر - ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے بسبب اسکے کہ وہ قوم ہیں کہ نہیں سمجھتے - اب تخفیف کی اللہ نے تم سے اور جانا یہہ کہ بیچ تمہارے ناتوانی ہے پس اگر ہوویں تم میں سے سو صبر کرنے والے غالب آویں گے دو سو پر - اور اگر ہوویں تم میں سے سو صبر کرنے والے غالب آویں گے دو سو پر - اور اگر ہوویں تم میں سے ہزار غالب آویں دو ہزار پر ساتھہ حکم خدا کے - اور اللہ ساتھہ صبر کرنے والوں کے ہے -

نتائج (۱) بقول مولف قرآن خداوند بذریعہ محمد محمدیوں کو لوگوں کے قتل کرنیکا حکم ارشاد فرماتا ہے - جس سے پیدا ہے کہ عند المولف مذکور خدا براہ راست ترغیب قتل نہیں دے سکتا تھا - یا نجو دقتل الکفار سے قاصر تھا - ورنہ اسکے کیا معنے رسول کیطرف حکم ترغیب قتل پہونچائے - اور محمدیوں کی امداد چاہے - چنانچہ آیہ یا یہا النبی حرض المومنین علی القتال - سے ظاہر ہے -

(۲) بقول قرآن یہہ کوئی لازمی اور ضروری بات نہیں - کہ اللہ تعالے کی مقرر کردہ جملہ باتیں پوری ہی اتریں - بلکہ خدا کی کئی سوچی ہوئی باتیں اور اسکے نتائج خدا کے علم کے برخلاف

بھی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ آیات مذکورہ بالا سے روشن ہے کہ خداوند نے جو مسلمانوں کی قوت اندازہ لگا کر
جو کچھہ اسکا نتیجہ پہلے سوچا تھا وہ غلط ثابت ہوا یعنی جو یہہ کہا تھا کہ اے محمدیو اگر تم بیس ہوگے تو دس
پر غالب آؤگے۔ اور تمہارے سو ہونگے تو دوسو کو مات کر دیں گے کا ذب نکلا۔ اسلئے بات اول کو منسوخ
کر کے مقدار دیگر مقرر کرنا پڑا۔ کما لا یخفیٰ ۔

(۳) بقول مولف قرآن او تعالےٰ محتاج تجربہ ہے۔ آیات مسطورہ سے مثبت ہے۔ کہ خداوند نے جو
کچھہ پہلے خیال کیا تھا وہ غلط ثابت ہوا جبکہ امتحان نے جانا کہ محمدیان بسبب ضعف اس بوجھہ کے اٹھانے
کے قابل نہیں ہیں۔ لہذا تخفیف کیجاوے۔ چنانچہ عملدرآمد کیا گیا۔ کما ہو الظاہر۔

(۴) بعقیدہ مولف قرآن جملہ آیات محررہ پیشانی مضمون ہذا باطل ہیں۔ بلکہ بموجب آیات مذکورہ بالا
سورہ انفال باری تعالےٰ بالبداہ ہے۔ کیونکہ ان آیات میں بتلایا گیا ہے۔ کہ او تعالےٰ کو اول میں
علم ناتوانی محمدیان اور قوۃ کفار کما حقہ نہ تھا۔ بلکہ جانتا تھا کہ محمدیاں نہائت قوی اور کفار
نہائت ضعیف ہیں۔ اس لئے آپنے پہلے وہ چند کفار پر ایک چند محمدیوں کے غالب آنیکا وعدہ اور
خوشخبری یا پیشگوئی کر دی۔ مگر تجربہ نے جب اُس اندازہ کو غلط ثابت کر دیا تو پھر بغیر شرمساری اور
افسوس وعدہ خلافی اور غلط بیانی کے فرمانے لگے۔ کہ میرے اندازے کے مطابق اسواسطے کامیابی
حاصل نہیں کر سکتے کہ تم ناتوان تھے۔ لہذا اب میں نے جان لیا ہے کہ تم کمزور ہو۔ پس تخفیف کر کے
خوشخبری اور وعدہ دیتا ہوں۔ کہ تم اکیسو دو سو پر اور ایک ہزار دوہزار پر غالب آؤگے۔ الا بشرط صبر
ورضائے من۔ اگر صبر نہ کروگے یا میری مرضی نہ ہوگی۔ تب تم غالب نہیں ہو سکوگے۔ یہہ اسلئے کہ پہلے
ہی ٹھوکر کھا چکے تھے۔ اب ذرہ غور کیجئے کہ اگر بقول مولف قرآن خدا کو اول میں علم ضعف
محمدیاں ہوتا تو ایسی تبدل اور تخفیف کیضرورت نہ پڑتی۔ پہلے ہی اصل اندازہ مقرر کر کے بتلادیا
جاتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی دگرگون ہے۔ چنانچہ مولف قرآن گویاں ہے۔ الئن خفف اللہ عنکم
وعلم ان فیکم ضعفاً۔ اب تخفیف کی اللہ نے اور جانا کہ بیچ تمہارے ناتوانی ہے۔

بنا برآں پیدا ہے کہ بقول مذکورہ او تعالےٰ کو علم تخفیف کرنے اور ضعیف محمدیاں کا بنا ہوا ہے
قدیم نہ تھا۔ لہذا بداہ بدیہہ حاکم حقیقی بعقیدہ مولف "قرآن" عاید الحال ہے۔ مگر ایسا ماننا بے ادبی
کمال اور صلاحیت کا زوال اور صداقت کا ابطال ہے۔ فتامل

راقم

حکیم سنت رام از ظفروال

یسوع ناصری

تمہید

ہم جو کچھہ اوپر رقم کر آئے ہیں اُس سے صاف طور پر یہہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ عیسویت کی سطح کے اوپر یا نیچے کوئی اس قسم کے صاف شرح نشانات باقی نہیں ہیں کہ جن سے شخصی یسوع کا کچھہ بھی پتہ لگتا ہو۔ نہ کوئی بیرونی شہادت ہی ملتی ہے کیونکہ جوسیفس اور دیگر دُنیاوی مورخ اِسبارہ میں بالکل خاموش ہیں۔ اِس مقام پر قدرتاً یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہہ حال ہے تو یسوع ناصری کا جنم دن۔ جنم ستھان نسب نامہ۔ معجزات وغیرہ امور جنکو کہ عیسائی لوگ صدیوں سے مان رہے ہیں اور اپنے ایمان کا جزو اعظم گردان رہے ہیں کہاں سے آ گئے۔ ایک بات گھڑنت ہو سکتی ہے دو ہو سکتی ہیں۔ تین ہو سکتی ہیں۔ مگر سب کی سب باتیں کیسی گھڑی جا سکتی ہیں۔ جواب میں ہماری گذارش ہے کہ یہہ ہمارا صرف قیاسی یا گمان نہیں ہے کہ یہہ سب باتیں بناوٹی ہیں بلکہ یہہ ایک امر واقعہ ہے کہ بائیبل کے اندر یسوع ناصری کی بابت جو کچھہ لکھا ہے وہ سب کا سب ایک خیالی یسوع کے پیرؤں کی صدیوں کی سخت جدوجہد اور ہر قسم کی جائز و ناجائز کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ہم اپنے اِس دعوے کو پایۂ ثبوت تک پہونچانے کے لئے اُن سب باتوں کی پورے طور پر چھان بین کریں گے جو کہ یسوع ناصری کے نام سے نئے عہد نامہ کے اندر موجود ہیں یا عیسائی دُنیا کے اندر مانی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے ہم یسوع ناصری کے جنم دن کی بابت تحقیقات کرتے ہیں جسکا بائیبل کے اندر تو کوئی ذکر نہیں ہے مگر عیسائی دُنیا میں وہ ویسا ہی مستند مانا جا رہا ہے۔ جیسی کہ بائیبل کی دیگر باتیں۔ اُس کے بعد ہم بائیبل میں دئے ہوئے جنم ستھان۔ نسب نامہ۔ معجزات وغیرہ کے بیانات کی پڑتال کریں گے اور محققانہ تفتیش سے ثابت کریں گے۔ کہ یہہ سب کچھہ مختلف شخصوں اور مختلف زمانوں کی ایجاد ہے۔

(۱) یسوع ناصری کا جنم دن

سب غیر متعصب محققین اِسبارہ میں متفق الرائے ہیں کہ جو وقت یسوع کی پیدائش کا زمانہ مانا جاتا ہے۔ مہاتما بُدھ دیو اُس سے قریباً ۵۰۰ برس اور سری کرشنچندر اُن سے بھی صدیوں پہلے ہو گزرے ہیں۔ اِن دونوں مہاتماؤں کے حالات زندگی اور طرز تعلیم یسوع کی زندگی کے حالات اور تعلیم مندرجہ بائیبل کے ساتھہ اِسقدر ملتے جلتے ہیں کہ بعض محققوں نے بڑے زور کے ساتھہ اِس امر کا دعوے کرنے کی جُرات کی ہے۔ کہ "انجیلی یسوع ایک فرضی وجود ہے

اس قسم کا مسیح جسکی کہ بائبل وعویدار ہے کبھی پیدا ہی نہیں ہوا" (دیکھو بائبل متھس اینڈ دیئر پیریللز ان اور ریلیجنز مولفہ ٹی ڈبلیو ڈون باش!) ان محققوں کی یہہ رائے اور بھی وزندار ہو جاتی ہے جبکہ بائبل میں یسوع کی زندگی کے حالات بالکل ادہورے اور ناکمل صورت میں ملتے ہیں اور باوجود ہر قسم کی مناسب غیر مناسب کوششوں کے دین عیسوی کے اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کے حامی اور معاون بھی اس امر کا ثبوت بہم پہونچانے میں بالکل قاصر ہیں کہ یسوع کس سال کے کس ماہ کے کس دن پیدا ہوا تھا۔ اگرچہ یسوع کا جنم اُتسو منانے کے لئے کرسچین چرچ نے ۲۵- دسمبر کا روز مقرر کر رکھا ہے۔ اور عام عیسائیوں کا بھی وشواس ہے کہ یسوع اسی دن پیدا ہوا تھا۔ مگر اسکی تائید میں کوئی معتبر ثبوت نہیں ملتا ہے۔ قدیم عیسائی چرچوں میں بھی اس بارہ میں بڑا بھاری اختلاف تھا۔ کوئی ماہ مئی میں۔ کوئی اپریل میں اور کوئی ماہ جنوری میں یہہ جنم اُتسو کا تیوہار مناتا تھا۔ (دیکھو بائبل فارلرنرز جلد ۳ صفحہ ۶۶)

مشہور مورخ موشیم رقمطراز ہے کہ "باوجود عالموں کی دقیق اور مشکل تفتیشوں کے ابھی تک یہہ امر بھی تحقیق نہیں ہوا ہے۔ کہ وہ کونسا برس تھا کہ جبمیں یسوع پیدا ہوا" (دیکھو اکلیسی ایسٹیکل ہسٹری جلد اول صفحہ ۵۳) آئی۔ ر۔ سی۔ اس لکھتا ہے کہ "بائبل اور اُن تمام بزرگوں کی شہادت پر جو کہ ایشیا میں یسوع ناصری کے شاگرد یوحنا سے واقف تھے۔ عیسیٰ اگر ٹھیک ٹھیک نہیں تو اندازاً پچاس برس کی عمر تک زندہ رہا" اگر یہہ مشہور کرسچین فادر راستی پر ہے (اور کون کہہ سکتا ہے کہ نہیں) تو یسوع کی پیدائش اُسوقت سے قریباً بیس سال پیشتر ماننی پڑیگی جو کہ اُسکے پیدا ہونے کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ ریورینڈ ڈاکٹر گائیلز صاحب اپنی کتاب ہیبریو اینڈ کرسچین ریکارڈز جلد ۲ صفحہ ۱۸۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "یسوع کی پیدائش کا زمانہ اُنکی جائے پیدائش سے بھی زیادہ مشتبہ ہے۔ کیونکہ متی۔ لوقا۔ مرقس۔ یوحنا چاروں حواریوں نے بعضے اس قسم کے ہم وقت واقعات دیکھے ہیں۔ جو کہ اسباب کا تصفیہ کرنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ تو بھی ان تاریخوں کو اُس زمانہ کی عام تواریخ کے ساتھہ مقابلہ کرنے سے اتنے بھاری اختلافات پائے جاتے ہیں جو کہ اس مضمون کو نہایت ہی مشکوک بنا دیتے ہیں۔"

پھر وہی ڈاکٹر صاحب ۱۸۹ صفحہ پر یوں لکھتے ہیں۔ "ہم نہ صرف اپنا سن ٹھیک اُس برس سے شروع کرتے ہیں۔ جو کہ یسوع کی پیدائش کا برس مانا جاتا ہے۔ بلکہ ہماری جنتریوں میں بڑی باریکی کیساتھہ وہ دن اور عنقریب گھنٹوں تک درج ہے۔ جبکہ یسوع کی عجیب و غریب زندگی کے متعلق ہر ایک امر کا واقعہ ہونا مانا جاتا ہے۔ لاکھوں آدمی اسمیں یقین واثق رکھتے ہیں۔ مگر تاہم تاریخی واقعات میں یہہ نہایت ہی مشتبہ اور مشکوک باتیں ہیں۔ جنم دن یا جنم کا وقت تو درکنار ہمیں سالِ پیدائش تک کا کوئی پتہ نہیں ملتا ہے۔"

بعض عیسائی مؤرخ یسوع کی پیدائش چار برس۔ بعض پانچ برس اور بعض عنقریب ۱۵ برس قبل مروجہ سن عیسوی قرار دیتے ہیں۔

ریورینڈ ڈاکٹر گشکی اپنی کتاب لائیف آف کرائیسٹ جلد اول کے صفحہ ۵۵۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ "یہہ تمام مضمون نہایت مشتبہ ہے۔ ایولڈ ہمارے سمت سے ۵ سال پیشتر پیدائش کی تاریخ مقرر کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پتے۔ کٹے۔ دمی۔ اس اور لیوشی پانچ سال پیشتر ۱۵ دسمبر کا دن۔ بینگل ہمارے سمت سے ۴ سال پیشتر ۲۵ دسمبر کا دن۔ اینگر اور وائی نر ۴ سال پیشتر بہار کا موسم۔ سگالیگو ہمارے سمت سے تین سال پیشتر ماہ اکتوبر میں سینٹ جیرون ہمارے سمت سے تین سال پیشتر ۲۵ دسمبر کا روز۔ ایو۔ سی۔ بی۔ اس ہمارے سمت سے ۲ سال پہلے ۶ جنوری کا روز۔ اور اڈلر ہمارے سمت سے سات برس پیشتر۔ دسمبر کا مہینہ یسوع کی پیدائش کا وقت قرار دیتا ہے۔ البرٹ برنیز لکھتا ہے کہ "یسوع کی پیدائش مروجہ سنہ عیسوی سے ۴ سال پیشتر ہوئی۔ یہہ سمت ۵۲۰۰ اے۔ ڈی میں مروج ہوا۔ جسکو اول ہی اول ڈایو۔ نی۔ سی۔ اس نے رائج کیا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ تقریباً چار سال بعد رائج کیا گیا۔ بعض مؤرخ ۲ بعض ۳ بعض ۴ و ۵ اور بعض آٹھ برس تک کا فرق بتلاتے ہیں۔ وہ بادشاہ ھیرڈ کے عہد حکومت کے آخری برس کے شروع یا اُس سے پہلے سال کے اخیر میں پیدا ہوا تھا (دیکھو برنیز نوٹس جلد ۲ صفحہ ۴۰۲) برنیز نے اپنے اس بیان کی تائید میں کوئی شہادت نہیں دی ہے۔ پھر برنیز صفحہ ۲۵ پر لکھتا ہے کہ یہودی موسم گرما کے مہینوں میں اپنے گلے پہاڑی اور جنگلی علاقوں میں چرنے کے لئے بہیجا کرتے تھے اور اکتوبر کے خاتمہ یا نومبر کے شروع میں جبکہ موسم سرما کا آغاز ہوتا انہیں واپس لے آتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا نجات دہندہ (یسوع) ۲۵ دسمبر (جسکو کہ ہم کرسمس کہتے ہیں) سے پہلے تولد ہوا تھا۔ اُسوقت سردی ہوتی ہے۔ خاصکر بیت الحم کے ارد گرد کے اونچے اور پہاڑی علاقوں میں۔ خداوند نے یسوع کی پیدائش کا وقت بطور ایک راز کے پوشیدہ رکھا ہے۔ ہم کسی طرح بھی اسکا پتہ نہیں لگا سکتے۔ مختلف عالموں نے اسکا ہونا مختلف مہینوں میں لکھا ہے۔"

کینن فارس صاحب کسی قدر زیادہ احتیاط کے ساتھہ لکھتے ہیں۔ کہ "اگرچہ یسوع کے جنم دن کی بابت نچتہ طور پر کچھہ نہیں کہا جاسکتا۔ مگر کم ازکم ایسی شہادتیں ملتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غالباً مروجہ سن عیسوی سے ۴ برس پیشتر پیدا ہوا تھا۔ یہہ کلیتہً تسلیم کیا گیا ہے کہ ہمارا مانا ہوا علم تاریخ جوکہ ڈائی۔ نی۔ سی۔ اس ایگزگینس سے (جوکہ چھٹی صدی میں ہوا) پرانا نہیں ہے غلط ہے۔ لیکن پیدائش کا دن اور مہینہ دریافت کرنے کی تمام کوششیں لاحاصل ہیں۔ کوئی بھی ایسا

ڈاٹا موجود نہیں ہے کہ جس سے ہم عنقریب صحت کے ساتھہ بھی اِنکو ماننے کے قابل ہوسکیں۔ (دیکھو فارز لائیف آف کرائیسٹ صفحہ ۶۷۳) منسن۔ آئی۔ ڈی۔ بی۔ اس کی شہادت سے یہہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کہ جو وقت یسوع کی ولادت کا مانا جاتا ہے۔ وہ اُس سے ۵ا سال پیشتر تولد ہوا تھا۔ اور قریبًا پچاس برس کی عمر تک زندہ رہا۔" (دیکھو بائیبل کرانالوجی صفحہ ۳۷ و ۴۷) باس نیج اپنی کتاب ہسٹری ڈی۔ جواف میں لکھتا ہے۔ کہ "یہودیوں نے مسیح کی پیدائیش عام مسلمہ سمت سے قریبًا ایک صدی پیشتر مقرر کی تھی۔ بعض مورخین کی رائے میں وہ تیسری صدی قبل مروجہ سنہ عیسوی میں پیدا ہوا تہا۔ اِس یقین کی بنیاد کتاب بُک آف وزڈم (جو کہ قریبًا ۲۵۰ برس قبل مروجہ سنہ عیسوی میں لکھی گئی تھی) کی حسب ذیل عبارت پر ہے۔ جسمیں مصنف کتاب ہذا کسی خاص آدمی کا ذکر کرتے ہوئے جو اُسوقت زندہ تہا بیان کرتا ہے۔ کہ " وہ علم الٰہی میں ماہر ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ وہ ہمارے خیالات کو باطل ٹھہرانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ ہم اُسکی صورت دیکھنے تک سے بیزار ہیں۔ کیونکہ اُسکی زندگی دیگر آدمیوں کی مانند نہیں ہے۔ اُسکے ڈھنگ نرالے ہی ہیں۔ وہ ہمیں دغاباز سمجھتا ہے۔ اور اُسکو ہمارے رسم و رواج سے ایسی ہی نفرت ہے جیسی گندگی سے۔ وہ اِس بات کا فخر کرتا ہے۔ کہ خدا میرا باپ ہے۔ دیکھیں اُسکی باتیں کہاں تک راست ثابت ہوتی ہیں۔ اور اُسکا انجام کس طرح پر ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ راستباز آدمی ابنِ خدا ہے تو خدا اُسکی یاوری کریگا۔ اور اُسکو اُسکے دشمنوں کے ہاتھ سے رہائی دے گا آؤ ہم نفرت اور تعدی سے اُسکی آزمائیش کریں۔ ہم اُسکی بردباری کو جانچیں اور صبر کو آزمائیں آؤ! ہم اُسے شرمناک موت ماریں۔ کیونکہ جیسا کہ وہ کہتا ہے ایسا ہونے سے اُسکی عزت ہوگی" (دیکھو بُک آف وزڈم باب ۲ صفحہ ۱۲) کرسچن چرچ کا یہہ دعویٰ ہے۔ کہ مذکورہ بالا بیان یسوع کے حق میں بطور پیشین گوئی کے ہے۔ مگر اُسکا یہہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اِس عبارت میں کسی آئندہ زمانہ میں پیدا ہونیوالے آدمی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ایک ایسے شخص کا تذکرہ ہے جسکو کہ بیان کرنیوالا اپنے وقت میں زندہ بتلاتا ہے۔

اگر لوقا کی انجیل کے مصنف کا بیان قابل اعتبار مانا جاوے تو یہہ قبول کرنا پڑیگا۔ کہ یسوع۔ قریبًا سنہ ۱۰ء تک پیدا نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ وہ صاف صاف لکھتا ہے۔ کہ سائی رینی۔ اُس کے سیریا کا حاکم مقرر ہونے تک یہہ واقعہ وقوع میں نہیں آیا تھا (لوقا ۲-۱) اب یہہ امر مسلمہ ہے کہ سائی۔ رینی۔ لی۔ اس۔ ہیرڈ (جسکے وقت میں کہ متی یسوع کا پیدا ہونا بیان کرتا ہے) کی موت کے بہت عرصہ بعد تک اِس عہدہ پر مامور نہیں ہوا تھا۔ اور اسوقت جبر

ٹکس کا لگایا جانا لوقا بیان کرتا ہے وہ اُس وقت سے قریبًا دس برس بعد لگایا گیا تھا جسوقت کہ متی کے بیان کے مطابق یسوع پیدا ہوا تھا (دیکھو جوزیفس اینٹی. کوٹی. بُک ۱۸ - چیپٹر ا سیکشن ۱۰)

لنیٹ الوسبی بی اس جوکہ کلیسا کا سب سے پہلا مورخ ہوا ہے۔ یسوع کی پیدائش اُسوقت مقرر کرتا ہے۔ جبکہ سائی رینی - ئی - اس سیریا کا حاکم تھا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع قریبًا سنہ ۶ء میں پیدا ہوا تھا۔ اُسکے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ " بادشاہ اگسٹس کے عہد حکومت کو بیالیس برس ہو چکے تھے۔ اور مصر کو مغلوب ہوئے۔ اور این ٹونی الیس اور کلیو پیٹرا کو انتقال کئے ۲۸ برس گزر چکے تھے۔ جبکہ ہمارا نجات دہندہ اور خداوند یسوع مسیح پہلا ٹیکس لگنے کیوقت (جبکہ سائی رینی - ئی - اس سیریا کا پریسیڈنٹ تھا) یہودیہ کے شہر بیت الحم میں پیدا ہوا بموجب اُس پیشینگوئی کے جوکہ اِس بارہ میں ہو چکی تھی (ایو - بی سی - اس کی ایکلسی - ایسٹیکل ہسٹری - باب ۲)

لوقا کو یہودی تواریخ کا اگر کچھ بھی علم ہوتا تو وہ ایسی فاش غلطی کا مرتکب ہوتا کہ سائی رینی - ئی - اس کا ٹیکس لگانا ہیرڈ کے زمانہ میں بیان کرتا۔ اِس غلطی کا ایک سمادھان اسطرح پر کیا جاتا ہے کہ دو ٹیکس لگائے گئے تھے۔ ایک قریبًا اُسوقت جبکہ یسوع پیدا ہوا تھا اور دوسرا اُس سے دس برس مابعد۔ لیکن یہہ سراسر غلط ہے۔ ڈاکٹر ھوئی - کا اس صاحب اِسکا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ " انجیل نویس (لوقا) سراسر نہایت صریح غلطی کھاتا ہے۔ اول تو تمام رومن سلطنت کی ایک وقت مردم شماری ہونیکا تواریخ میں ذکر تک نہیں ہے۔ دوسرے اگرچہ کوی - ری - نی - اس نے اِس قسم کا اندراج یھودیہ اور سامریا میں کیا تھا۔ مگر اِسکا عملدرآمد گلیل میں نہیں ہوا تھا۔ اِس لئے یوسف کے گھرانے پر اِسکا کوئی اثر نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں یہہ واقعہ ھیرودیس کی وفات کے دس برس بعد تک وقوع میں نہیں آیا تھا۔ جبکہ بادشاہ نے اپنے بیٹے آرخیلیس کو تخت سے معزول کرکے یھودیہ اور سامریہ کے اضلاع رومن صوبہ میں شامل کر دئے تھے۔ ھیرودیس کے وقت میں کوئی اِس قسم کی کارروائی عملمیں نہیں آئی اور نہ ہی اِسکا کوئی موقعہ تھا۔ تیسرے یسوع کی پیدائش کے وقت سیریا کا حاکم - کوی ای - نی - اس نہیں تھا - بلکہ کوئنٹس - سینٹیئس - سیٹرنینی تھا" (دیکھو بائبل فارلرنر جلد ۳ صفحہ ۵۶)

یسوع کے جنم بہوم کے تیوہار کا دستور عیسائیوں کے درمیان ۲۵۔ دسمبر کو قایم ہوا ٹیلس فورس سے منسوب کیا جاتا ہے جوکہ انٹونی اس پیئس کے وقت میں ہوا (۱۳۸ء لغایت ۱۶۱ء) لیکن اس کے پہلے بعض نشانات بادشاہ کوموڈس (۱۸۰ء لغایت ۱۹۲ء) کے زمانہ کے قریب پائے جاتے ہیں (دیکھو جیمبرز اینسائیکلو پیڈیا آرٹ کرسمس)

عرصہ دراز تک عیسائیوں کے درمیان یہہ امر دریافت کرنیکی کوشش ہوتی رہی کہ بالامکان یا اغلبًا وہ کونسا خاص دن تھا۔ جبکہ یسوع پیدا ہوا تھا۔ اور سراسر بے بنیاد قیاسوں اور روائیتوں کی بنا پر ایک فریق نے ۲۰ مئی کا دن پیدائش کا روز قرار دیا۔ دوسرے فریق نے ۱۹ یا ۲۰۔ اپریل اور تیسرے فریق نے ۵۔ جنوری۔ آخرکار روم کی عیسائی جماعت کی رائے سب پر غالب رہی اور ۲۵۔ دسمبر یسوع کا جنم دن قرار دیا گیا (دیکھو بائبل فار لرنرز جلد ۳ صفحہ ۶۶) مگر لوگوں نے عام طور پر اسکو پانچویں صدی تک قبول نہیں کیا تھا (دیکھو اینسائیکلو پیڈیا برطانیہ آرٹ کرسمس)

اب ہم یہہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ۲۵۔ دسمبر کا روز یسوع کا جنم دن محض اس تقلید پر مقرر کیا گیا کہ دُنیا کی بہت سی قومیں اپنے اپنے اوتاروں۔ دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کے جنم اُتسو اور دیگر مذہبی تیوہار اِسی دن مناتی ہیں۔

(۱) چین میں مذہبی رسومات دسمبر کے آخری ہفتہ یعنے بڑے دنوں میں ادا کی جاتی ہیں لوگ دوکانیں بند کر دیتے ہیں۔ اور عدالتوں میں تعطیلیں ہو جاتی ہیں (ریلیجس آئیڈیاز مُصنفہ ہیراگ جلد اول صفحہ ۲۱۶) بایا کنواری کا بیٹا بُدھ جسکہ چینی روائیت کے بموجب روح القدس نازل ہوئی تھی۔ اُسکی پیدائش کرسمس کے دن یعنے ۲۵ دسمبر کو مانی جاتی تھی (دیکھو انجیل مسیح مُصنفہ بنسن صفحہ ۱۰ و ۲۵ و ۱۱۰ اور بُدھ اینڈ بُدھ ازم مُصنفہ للی صفحہ ۲۳)

(۲) مونیر ولیمز اپنی کتاب ہندوازم کے صفحہ ۱۸۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "ہندوستان میں ان ایام میں گھر گھر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔" "یہہ ایک بھاری مذہبی تیوہار ہے اور لوگ اپنے گھروں کو ہاروں سے آراستہ کرتے ہیں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے پاس نذرانے بھیجتے ہیں۔"   (دیکھو ریلیجس آئیڈیاز مُصنفہ پراگ جلد اول صفحہ ۲۱)

(۳) قدیم پارسی لوگ اپنے خداوند اور نجات دہندہ متھرس کا جنم اُتسو ۲۵ دسمبر کے دن ہی منایا کرتے تھے۔ کتاب کیلٹک ڈروائڈس کا مُصنف صفحہ ۱۶۳ پر رقمطراز ہے۔ "پیدائش مسیح سے مدتوں پیشتر بت پرستوں میں اپنے دیوتاؤں کا جنم اُتسو منانیکا رواج

جاری تھا۔ اور کہ پارسی لوگ بہت قدیم زمانہ میں ۲۵۔ دسمبر کو اپنے دیوتا متھرس کا جنم اتسو منایا کرتے تھے۔ ریورینڈ جوزف بی گراس صاحب اپنی کتاب ہیدن ریلیجین میں تحریر فرماتے ہیں۔ " قدیم پارسی دسمبر کے آخری ہفتہ کے پہلے دن متھراس کی پیدائش کا تیوہار منایا کرتے تھے " (دیکھو ہیدن ریلیجین صفحہ ۲۸۷ نیز ڈوبس صفحہ ۲۴۶)

(۴) قدیم مصرانیوں میں مفروضہ پیدائش مسیح سے صدیوں پیشتر ۲۵۔ دسمبر کا روز اُن کے دیوتاؤں کا جنم دن مانا جاتا تھا۔ اِسبارہ میں ایم۔ بی کلارک سیپٹی۔ ہنیریوں رقمطراز ہیں " قدیم مصرانیوں کا عقیدہ تھا کہ اُنکے دیوتا ہورس کی کنواری ماں آئسیس ماہ مارچ کے آخری دنوں میں حاملہ ہوئی تھی اور دسمبر کے آخری دنوں میں وہ ہورس کو جنی " (دیکھو ریلیجین آف دی انیشنٹ گریکس صفحہ ۲۱۴ نیز اناکالپسس مصنفہ ہگنز جلد دوم صفحہ ۹۹)

مسٹر بولوک۔ ہورس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں " وہ خدا کا بڑا پیارا ہے۔ اُسکی پیدائش مصرانی مذہب کے اسراروں میں سے ایک بھاری اسرار تھا۔ اُسکی تصویریں مندر کی دیواروں پر لٹکتی رہتی تھیں۔ ایجی ٹم (مندر کا اندرونی حصہ جہاں کہ مورتی رکھی جاتی ہے) سے آگے مندر کا ایک اِس سے بھی بڑا حصہ وہ ہوتا تھا۔ جو کہ ہورس کے جنم ستھان کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ وہ قیاساً خدا کا بیٹا تھا۔ کرسمس کے موقعہ پر اُسکی تصویر اُس سنکچوائیری میں سے خاص رسومات کے ساتھ باہر نکالی جاتی تھی۔ جیسا کہ روم میں ابھی تک بامبنو (عیسےٰ) کی مورتی کو باہر نکالکر زیارت کرائی جاتی ہے۔ (دیکھو بون وکس ایجپشن بلیف صفحہ ۱۷۵ نیز ڈوبس صفحہ ۲۴۷)

ہگوہارڈ صاحب لکھتے ہیں کہ " مصرانی ہمارے نجات دہندہ کی پیدائش سے پہلے نہ صرف کنواری ماں کی پوجا ہی کرتے تھے بلکہ اُسکے چرنی میں رکھے ہوئے بچہ کی بھی زیارت کرتے تھے۔ جس طرح کہ مسیح بعد ازاں بیت الحم کی غار میں رکھا گیا تھا " (دیکھو اناکالپسس جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

کرانیکلز آف الیگزنڈریا نامی ایک قدیم عیسائی تصنیف میں لکھا ہے " خیال رکھو کہ کیسے مصر نے ایک کنواری کے بچہ جننے کی گھڑنت گھڑی - وہ بچہ چرنی میں رکھا جاتا تھا اور لوگ اُس کے سامنے سجدہ کرتے تھے " (یہہ حوالہ بولوک صاحب نے اپنی کتاب ایجپشن بلیف کے صفحہ ۲۴۳ پر دیا ہے) سیریز پائندہ نامی پاک کنواری کا بیٹا اوسیرس ۲۵ دسمبر کو تولد ہوا تھا۔ (دیکھو اناکالپسس جلد ۲ صفحہ ۹۹)

سنسکاروں کے نام سنتے رہیں۔ مگر بچارہ ان پڑھ سوامی وغیرہ نہایت ضروری سنسکاروں کے نام بہت ہی کم سُننے میں آتے ہیں۔ اور وید آرمبھ۔ بان پرستھ اور سنیاس آشرم کا تو کوئی نام ہی نہیں لیتا۔ کیا آریوں میں ان سنسکاروں کا ادہکاری کوئی نہیں رہا۔؟

شُدھی۔ آریہ سماج سوہرا ضلع بجنور نے ایک عیسائی شدہ ہندو کو۔ آریہ سماج نہٹور نے ایک مسلمان شدہ ہندو کو۔ آریہ سماج اجمیر نے ایک عیسائی شدہ دکھنی ہندو کو اور آریہ سماج بھرتپور نے ایک مسلمان شدہ ہندو کو پرائشچت کر کے شُدھ کیا۔ یہہ تو خوشی کی بات ہے۔ کہ ان پرائشچتوں میں کوئی پورانک ریتی عمل میں نہیں لائی گئی۔ مگر یہہ معلوم نہیں کہ ان شُدھوں کو پھر ہندو ہی بنایا گیا یا کہ آریہ۔ اگر انکو پھر ہندو ہی بنایا گیا ہے۔ تو ہماری رائے میں مذکورہ بالا سماجوں نے اپنے اُدّیش کے سمجھنے میں بڑی بھاری غلطی کھائی۔ کیونکہ آریہ سماج کا مشن لوگوں کو ایک گڑھے سے نکالکر دوسرے میں ڈالنے کا نہیں ہے بلکہ اسکا پاک مشن۔ کرانی۔ قرآنی۔ پُرانی۔ یعنی سب کومت مت متانتروں کی عمیق غاروں سے نکالکر ویدک دہرم کے پوتر پلیٹ فارم پر لانا ہے۔ اس لئے آریہ بھائیو اپنی ذمہ داریوں پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرو۔ آریہ برادری قایم کرو اور ہر ایک پرانی کو جو کہ سچے دل سے ویدک دہرم کو قبول کرے۔ اُسمیں شامل کرو۔ آریہ سماج کا اصلی مقصد تب ہی پورا ہوگا۔

نئی سماجیں۔ جلال آباد ضلع شاہجہانپور۔ لاڑکانہ علاقہ سندھ۔ ریاست ٹہری۔ علاقہ گڑھوال اور نگرہر علاقہ گجرات میں چار نئے آریہ سماج قایم ہوئے۔ پرماتما ان سماجوں کے ادہکاریوں اور سبھاسدوں کو اُتساہ پردان کرے۔ تاکہ وہ تھوڑے سمے تک کام کر کے پھر سو جائیں۔!

لیکھرام میموریل فنڈ۔ کرنال آریہ سماج کے سالانہ جلسہ پر مبلغ ۵۵ روپیہ لیکھرام میموریل فنڈ کے لئے چندہ ہوا۔ پنڈت بھگت رام اور رسر مسیبی ضلع ملتان نے ۱۰ روپیہ لیکھرام میموریل فنڈ کی سہایتا میں علاوہ پہلی رقم کے ارسال فرمائے ہیں۔ ان دو رقموں کے علاوہ اِن دنوں میں کوئی خاص رقم اس فنڈ کی سہایتا میں نہیں آئی۔ آریہ بھائیو! کیا آپ اتنی جلدی آریہ مسافر کی خدمات کو بھول گئے؟ زیادہ نہیں تو پُرشارتھ کر کے پچاس ہزار تو پورا کر دو۔ پرماتما تمکو اُتساہ دیں۔!

موجودہ انتخاب لیکھرام میموریل سب کمیٹی۔ لالہ رام کرشن صاحب پردہان۔ بابو چھجو رام سکرٹری۔ لالہ ٹکارام جائنٹ سکرٹری۔ بابو بنواری لعل اسسٹنٹ سکرٹری۔ رائے ٹھاکر دت۔ لالہ منشی رام لالہ نرائن کشن۔ لالہ شرفیداس بی اے۔ اور پنڈت رام بہجدت بی اے ممبران۔ کمیٹی میں سبھی صاحبان لایق۔ اُتساہی اور آریہ دہرم کے پکے پریمی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ کمیٹی ہذا امسال خاص پرشارتھ سے کام کرے گی اور پچاس ہزار میں جو کمی ہے انکو جلد پورا کر کے لیکھرام میموریل فنڈ کے تمام اغراض کو حد تکمیل تک پہونچانے کی کوشش کریگی۔

لالہ منشی رام ایڈیٹر

لالہ وزیر چند اسسٹنٹ ایڈیٹر

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।

ब्रह्मराजन्याभ्यां शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جلد ۱	جالندھر شہر بابت ماہ جون آریہ سنبت ۱۹۶۲۴۹۰۰	نمبر ۷

فہرست مضامین

مطبع ستدھرم پرچارک جالندھر شہر میں لالہ منشی رام مالک مطبع کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا

اوم

جلد ۱ | بابت ماہ جون ۱۸۹۹ء | نمبر ۹

ودیا پرکاش

نظم

بھجن

اگیا پالن جگت پتا کی مورکھ کیوں نہیں کرتا
وشے بھوگ کے ساگر میں ویش انی ہے کھوتا
پاپ کرم کے پاس بھی وہ جن نہیں کبھی جا سکتا
جگدیشر سے کوئی بات بھی چھپی نہیں رہ سکتی
ایسے امر اور اجر الم ہے پوری شکتی والا
بدہی تہکت سے پہماں اُسکی جہتا سے نہیں ہوتی
اپنے بھگتوں کو دکھ میں نہیں دیکھ کبھی وہ سکتا

جس کارن سے بھاری بھاری لشن ہیں دکھ بھرتا
جس میں غوطہ کھا کے نہیں کوئی دیکھا گیا اُبھرتا
ستیہ کا سیون کھکر جو سو وشوپتی سے ڈرتا
اسپر بھی وشوں سے مورکھ نکر ڈھیٹ مکرتا
نرا کار نردیو الونپم سکل وشو کا کرتا
نہیں کبھی وہ جنم ہے دھرتا نہیں کبھی وہ مرتا
اُسکے بنا نہیں کوئی جگت میں سچا سنکٹ ہرتا

اُسکی شرن میں آکر ہووے شبہ کرموں تیپر اِس برتاؤ کے رکھنے سے ہے ہر اک کام سنورتا
اُسی کے کیول رہو اپاسک نشچہ من میں رکھکر
تینوں لوک کا ہے وہ سوامی جگت کا کرتا ہرتا

بھجن دیگر

(ٹیک) وس میں اپنے لاؤ اِس من کو وس میں اپنے لاؤ
ایک آگرہ ہو کر کے نندن ہر سے نیہہ لگاؤ ۔ اِس من کو وس میں اپنے لاؤ
پرانایام کا سادھن کر کے چت یکسو ٹھیراؤ الیضاً
ایک اُسی پر نشچہ راکھو مت من کو بھرماؤ الیضاً
اپنے ہی اندر ڈھونڈو اُسکو دور کہیں مت جاؤ الیضاً
ایشر ارپن تن من کر کے جیون مکتی پاؤ الیضاً
ابتو جاگو آنکھیں کھولو غفلت دور بھگاؤ الیضاً
کھوٹے مارگ چھوڑو سارے سیدھی رستہ آؤ الیضاً
ستیہ آچرن رکھو آپنا ستیہ اُپدیش سناؤ الیضاً
اوم شبد کا ارتھ وچارو اوروں کو بتلاؤ الیضاً
کام کرودھ سے بچتے رہو اور گن ایشر کے گاؤ الیضاً
ادھر ادھر مت بھٹکو کیول شرن پربھو کی آؤ الیضاً

بھجن دیگر

شکتی سے اپنی جس نے رچا یہ جہان ہے
جیسے کا ویسے ہیتو وہی ہے جہان میں
بے آدانت ایک ہی وہ ادویتہ رہے
وہ ایک رس ہے اُسمیں نہیں ہوتی گھاٹ باڑھ
ودیا جو پر چلت ہیں بہوشت ہیں ہونگی جو
ناحق پھریں ہیں ڈھونڈتے اُسکو ادھر ادھر

اتینت سوکشم ہے وہ سب سے مہان ہے
نشچہ وہی پرانوں کا بھی پران ہے
کوئی ادہک ہے اُس سے نہ کوئی سمان ہے
پہلے نہ تھا وہ بال نہ اب وہ جوان ہے
سب کا اصول ویدوں میں پرکاش مان ہے
ہردے نگر ہی ملنے کا اُسکے مکان ہے

کیول اُسی کو جان کے آنند ملتا ہے
ویدعلی دوارا اُس نے بتایا جو گیان ہے

لا سکتے ہیں۔ سورج اور آگ وغیرہ سب اُسی لطیف برقی طاقت کا بیرونی ظہور ہیں پس ہمیں ہر ایک چیز کے اندر اگنی کو تلاش کرنا چاہئے۔ تاکہ اُسکی ماہیت پورے طور سے ہماری سمجھ میں آسکے :-

अग्निनाग्निः समिध्यते कविर्गृहपतिर्युवा ।
हव्यवाड् जुह्वास्यः ॥ ६ ॥

منتر

"یہہ جوالا مُکھی۔ آنکھوں کو چوندھیانے والی چیزوں کے ساتھ ملنے اور اُنہیں علیحدہ علیحدہ کرنیوالی۔ ہوم کی ہوئی چیزوں کو دوسری جگہوں میں پہنچانے والی۔ اور جگہوں اور جگہوں کے مالکوں کی پرورش کرنیوالی جو آگ ہے وہ بجلی کے زور سے ہی اعلیٰ روشنی کو حاصل کرکے سب کام کرتی ہے"

تمہید۔ یہہ پہلے بتلایا جاچکا ہے۔ کہ اگنی اُس اصول کا نام ہے۔ جوکہ ہر ایک یگیہ کی جان ہے۔ اور چونکہ یگیہ کئی طرحوں کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک یگیہ کے لئے مناسب اگنی کی بھی ضرورت ہے۔ آتمک یعنی روحانی یگیوں کے لیے آگ بھی روحانی ہی ہونی چاہئے پس جس طرح پر کہ مادی اشیاء کو لطیف کرنے کے لئے مادی آگ کام دیتی ہے۔ اور مادی بجلی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی یگیہ میں یعنی نجات کی تلاش میں پرماتما کی عبادت اور پرستش آگ ہے۔ جوکہ پرمیشور سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے وہی پرمیشور آتمک ودیت یعنی روحانی بجلی ہے۔ اُسی سے تمام روحانی ناپاکیوں کا ناش ہوتا ہے۔ پس انسان کو ہر دو (روحانی و جسمانی انتظامی) طاقتوں کی ماہیت کو سمجھنا چاہئے۔

कविमग्निमुप स्तुहि सत्यधर्माणमध्वरे ।
देवममीवचातनं ॥ ७ ॥

منتر

"اے عالم! تو روحانی اور جسمانی یگیہ میں اُس ازلی۔ ابدی۔ روشن۔ مادی

اور روحانی سچائیوں کو دکہلانے والے اور سب سُکہوں کے دینے والے
اگنی کی ماہیت کو انسانوں کی بہبودی کے لئے ظاہر کر۔ ،،

تمہید۔ انسانوں کے لئے پرمیشور اور مادی آگ کے صفات کا اظہار کس لئے کرنا چاہئے۔؟ اس لئے کہ اِن ہر دونوں کے صفات جانکر ہی انسان اُنسے اپنا سچا تعلق جوڑ سکتا ہے۔ اور بغیر اِن سے سچا تعلق جوڑے انسان ہرگز سکُہہ حاصل نہیں کرسکتا۔ پس جو کُل مادی اور روحانی سکُہوں کے کان ہیں (یعنی مادی اور روحانی روشنی) اُنکی خدمت کرنا اعلیٰ انسان حق ہے۔

यस्त्वामग्ने हविष्पतिर्दूतं देव सपर्यति ।
तस्य स्म प्राविता भव ॥८॥

منتر ۸

"اے سبکو روشن کرنیوالے علمِ کُل پرمیشور! جو انسان دینے لینے کے قابل چیزوں کی پرورش کرنیوالا آپکی خدمت کرتا ہے۔ جو کہ جملہ علوم کی بخشش کرنے والے ہیں۔ اُسے آپ اچھی طرح جاننے والے ہو (یعنی وہی آپکے پرم دھام میں پہونچ سکتا ہے) اور جو دینے لینے کے قابل چیزوں کی حفاظت کرنیوالا انسان روشنی اور جلانے کی صفات سے موصوف آگ کی خدمت کرتا ہے۔ اُس انسان کو آگ طرح بہ طرح کے دُنیاوی سکُہہ دیتی ہے۔ ،،

تمہید۔ یہہ بتلاکر کہ کن اصولوں پر مادی اور روحانی اگنی کو جاننے کی کوشش کرنی چاہیئے زیادہ تر زور دینے کے لئے پھر تاکید کیگئی ہے۔ کہ انسان کو اگر سکُہونکی خواہش ہے تو اُسے روشن اصولونکی ہی خدمت کرنی چاہئے۔ کیونکہ تمام روشنی سکُہہ کا باعث اور تمام تاریکی دکُہہ کی کان ہے۔ پس روحانی اور مادی ہر دو روشنیوں کی خدمت کو کبھی بہولنا نہیں چاہئے :۔

यो अग्निं देववीतये हविष्माँ आविवासति ।
तस्मै पावक मृळय ॥ ९ ॥

منتر ۹

"اے پاک کرنیوالے خداوند تعالیٰ! جو اعلیٰ اعمال کا عامل۔ اعلیٰ راحت کے حصول کے لئے جملہ راحتوں کے منبع آپسے عمدہ طور پر تعلق جوڑتا ہے۔ اسکو آپ جملہ روحانی سرور دیتے ہو۔ اور جو اعلیٰ چیزوں کا مالک العالی الشان اعلیٰ دُنیاوی سُکھوں کے حصول کے لئے مادی آگ سے تعلق جوڑتا ہے اُسے وہ آگ پاک کرکے دُنیاوی سُکھ حاصل کراتا ہے۔"

تمہید - اوپر کہے ہوئے تمام روحانی اور مادی یگیوں کی جان ایک اصول ہے۔ جب تک وہ موجود نہ ہو کسی یگیہ میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ ہر ایک یگیہ کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ یگیہ کرنیوالا پُرش یگیہ کے متعلق جملہ کام خودغرضی سے بری ہوکر محض پرُوپکار کے لئے کرے۔ یہی پرُوپکار کا اصول یگیہ کی کامیابی کا مرکز ہے۔ چنانچہ اُپنشد نامی کتابوں میں بہت سے تمثیلی بیانوں کے ذریعہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ جب تک خودغرضی کی سپرٹ کام کرتی رہے۔ تب تک کوئی بھی یگیہ سدھ نہیں ہوتا پس ایشور کی طرف سے ہدایت ملتی ہے کہ تم لوگ خود ہی اچھے نہ بنو بلکہ دُنیا میں نیک عالموں کے زیادہ ہونے کے لئے کوشش کرو۔

स नः पावक दीदिवोऽग्ने देवाँ इहा वह ।
उप यज्ञं हविश्च नः ॥ १० ॥

منتر ۱۰

"اے روشنیٔ کُل۔ پاک کرنے اور جملہ طاقتوں کے دینے والے پرمیشور! آپ ہم لوگوں کے سُکھ کے لئے اس دُنیا میں عالمانِ باعمل کو حاصل کرائے۔ اور تینوں

طرح کے یگیوں اور اُنکے متعلق تمام چیزوں کو حاصل کرائے اور جو روشن۔ پاک کرنے والا **اگنی** ہمارے کاموں کے اندر اعلیٰ وصفوں کو داخل کرتا ہے۔ وہی ہمارے تینوں طرحوں کے یگیوں کو پورن کرتا ہے،،

تمہید۔ اِن یگیوں کو سِدھ کرنے کے لئے اور اِنہیں پوری کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہمیں بڑی اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔ کیونکہ علم حاصل کئے بغیر نہیں آتا اور انسان کے اندر فطرت سے موجود نہیں ہے۔ پس انسان سے باہر علم کو تلاش کرنا چاہئے۔ وہ علم سوائے پرماتما کے اور کہیں سے نہیں آسکتا کیونکہ وہی عقل کل ہے۔ اِس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اُس پرماتما کے ویدروپی گیان سے اپنی ہدایت کے لئے دستور العمل تلاش کریں:۔

स नः स्तवान आ भर गायत्रेण नवीयसा ।
रयिं वीरवतीमीषं ॥११॥

منتر ۱۱

"اے پرمیشور! ہم جو کہ وید کے نت نئے مطالعہ اور گایتری منتر پر وچار کرنے سے آپکی سُتتی کرنے کے لائق بنے ہیں۔ آپ ہمیں علم اور عمل کی دولت دیجئے جس سے کہ ہم بہادر اور اعلیٰ انسان بنا سکیں،،

تمہید۔ وید کے ذریعہ سے گیان حاصل کرکے جب دُنیاوی علوم کو جانکر اور **اگنی** کی طاقتوں کو بس میں کرکے انسان طاقت مند بنجاتا ہے۔ تب اُسے یاد ہی نہیں رہتا کہ یہ سارا گیان اُسنے پرماتما سے ہی حاصل کیا تھا۔ اِس لئے وید اقدس نے بڑی تاکید سے ہمیں ہدایت کی ہے کہ ہم اپنے سب کام پرم پِتا پرماتما کے ہی ارپن کیا کریں۔ نفسانیت کو اپنے اعمال سے بالکل جُدا کر دیا کریں۔ جب تک کہ ایسا نہیں کیا جاتا تب تک ممکن نہیں ہے۔ کہ ہم اپنے اعلیٰ اعمال سے بھی راحتِ اصلی کی طرف چل سکیں،،:۔

अग्ने शुक्रेण शोचषा विश्वाभिर्देवहूतिभिः ।
इमं स्तोमं जुषस्व नः ॥१२॥

منتر ۱۲

"اے روشنی مجسم کل پرماتما! آپ اپنی بے حد طاقت اور پاک روشنی سے عالموں اور ویدوں پر روشنی ڈالکر ہماری حمد وثناء کو قبول کیجئے تاکہ ہم گمراہ نہ ہوں"

تیرھواں سوکت

تمہید۔ اس جہان کے اندر جملہ اشیاء کی پاکیزگی اگنی کے ذریعہ سے ہی عمل میں آتی ہے۔ کہیں بجلی کی شکل میں نمودار ہوکے یہہ بڑی بڑی رکاوٹوں کو دور کر دیتی ہے۔ کہیں سورج کی شکل میں ظاہر ہوکر پانی کو تمام غلاظتوں سے صاف کرکے دُنیا کے بھلے کے لئے یہ بارش کراتی اور پاک غلہ اور میوہ جات پیدا کراتی ہے۔ کہیں آدمی لکڑی وغیرہ چیزوں کو روشن کرکے اُنکی گرمی سے جملہ اشیاء کو صاف کراتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ چیزوں کو قابو کرنے کا کام بھی اگنی کا ہی ہے۔ ہوا کو حرکت دینے والی یہی طاقت ہے۔ پس کیا شبہ ہے کہ تمام جہان کے انسانوں کے اعلیٰ سامان مہیا کرنے والا اگنی ہی ہے۔ نہ صرف اُن لوگوں کے لئے ہی جو کہ اُسکے اوصاف کو سمجھ کر اُسے اپنے استعمال میں لاتے ہیں بلکہ تمام جانداروں کے لئے یکساں آرام پہونچانے والا ہے اس لئے وید ہدایت دیتا ہے کہ ایسے اعلیٰ اوصاف سے موصوف اگنی کی ماہیت کو بالضرور جاننا چاہئے۔

सुसमिद्धो न आ वह देवाँ अग्ने हविष्मते ।
होतः पावक यक्षि च ॥१॥

منتر ۱

"چونکہ یہہ پاکیزگی کا ذریعہ۔ چیزوں کا کھینچنے والا۔ اور عمدہ روشنی دینے والا اگنی ہم سب کے اور اپنی ماہیت جاننے والے عالموں کے لئے روشن چیزوں کا حاصل کرانیوالا ہے اس لئے میں اُسکے نزدیک تر ہونیکی کوشش کرتا ہوں"

تمہید مرکبات سے مفرد حالت میں چیزوں کو لانے کا ذریعہ اگنی ہی ہے اور پھر مفردات سے مرکب اُسی کے سہارے سے بنایا جاتا ہے۔ پس اِس جہان میں چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ بھی اگنی کی حفاظت کے اندر موجود ہے۔ اُسکی طاقت سے کوئی ذرّہ بھی باہر نہیں۔ کیونکہ ذروں سے بھی زیادہ تر لطیف وہ ہے اور اس لئے اپنی نسبت کثیف چیزوں کے اندر موجود ہوکر اُنکی حفاظت کرنا اُسکے لئے کوئی بات نہیں ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ اِن سب چیزوں کا روشن کرنیوالا بھی اگنی ہی ہے۔ اور چونکہ روشنی میں ہی سُکھ اور اندھیرے میں دُکھ ہے۔ اِس لئے اگنی ہی ہمارے جملہ سکھوں کا سبب ہے۔ اور اِس سے بھی بڑھکر چیزوں کو ایکدوسرے سے جوڑکر ہمارے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ سُکھ کے سامان مہیا کرنے یعنی یگیہ کو سِدھ کرنے کے ذریعہ سے وہی ہمارا پرم اُپکاری ہے:-

मधुमंतंतनूनपाद्यज्ञंदेवेषुनः कवे ।
अद्या कृणुहि वीतये ॥ २ ॥

منتر ۲

”جو جملہ اجسام کے ذرّوں کی حفاظت کرنے والا اور چیزوں کی ماہیت دکھانیوالا اگنی ہے۔ وہ نیکمردوں کی راحت کے لئے آج ہمارے اعلیٰ اعلیٰ رس والے یگیہ کو یقیناً سِدھ کرتا ہے۔“

تمہید۔ وید چونکہ الہی علم ہے اِس لئے الہی قواعد کے مطابق اپنے طالب کو منزل بہ منزل آگے لے چلتا ہے۔ اگنی کے معمولی۔ بیرونی اوصاف کو بتلاکر اب طالبِ حق کو اُسکے اندرونی اوصاف کی تلاش میں داخل کیا جاتا ہے۔ منڈک اُپنشد نامی کتاب میں اگنی کے شعلوں کے سات اقسام بیان کئے گئے ہیں۔ جنکو وہاں جوالا जिह्वा (یعنی جوالا) کے نام سے پکارا گیا ہے۔ وے اقسام حسب ذیل ہیں:

काली कराली च मनोजवा च सुलोहिता च सधूम्र
वर्णा । स्फुलिङ्गिनी विश्वरूपी च देवी लेलायमाना
इति सप्त जिह्वाः ॥

(۱) کالی یعنی سفید وغیرہ رنگوں کے ظاہر کرنے والی (۲) کرالی یعنے ناقابل برداشت (۳) منوجوا یعنی من کی طرح تیزرو۔ (۴) سُلوہتا یعنے اعلیٰ سُرخ رنگ والی (۵) سُدھومر ورنا یعنی خوبصورت

دھوئیں کی شکل والی (۴) سپھاناگنی۔ یعنی جلنے اور بہت سے چنگارے اُٹھیں اور (۷) وِشوروپا یعنی جملہ شکلیں اختیار کرنیوالی یا دوسرے الفاظ میں جس چیز کے اندر جلے اُسیکی شکل اختیار کرنے والی۔ یہ سات اقسام اگنی کے ہیں) اِن سات مختلف اوصاف سے موصوف جو اگنی ہے۔ اُسی سے تمام یگیہ سِدھ ہوتے یعنی اِس جہان میں تمام ترکیبیں اُسی کی بدولت ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایسے شعلے گو ظاہرا ڈراؤنے معلوم ہوتے ہیں لیکن نتیجہ خیز ہونے یعنی اعلیٰ اوصاف پیدا کرنے کی وجہ سے واقعی خوبصورت ہیں۔ دُنیا میں محبت اور پیار کا راج پھیلانیوالا بھی وہی اگنی ہے (محبت کا گرمی سے خاص تعلق ہے) اور سب سے بڑھکر یہ کہ راحت حقیقی پر بھی اگنی کا حصول ہی روشنی ڈالتا ہے۔ جسکی تلاش میں کہ انسان سرگردان پھرتے ہیں۔ ایسی اگنی کو روشن کرنا انسانوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے:-

नराशंसमिह प्रियमस्मिन्यज्ञ उप ह्वये ।
मधुजिह्वं हविष्कृतम् ॥३॥

منتر ۳

"میں اُس اگنی کو روشن کرتا ہوں جو کہ یگیہ اور دُنیاوی ہوم کرنے کے لائق اشیاء سے تیز کیا جاتا ہے۔ جس کے شعلے کہ اعلیٰ اوصاف کو پیدا کرنیوالے سارے جہان میں محبت اور پیار کے پھیلانیوالے اور اُس سُکھ کو روشن کرنیوالے ہیں جسکی کہ انسان خواہش کرتا ہے"

تمہید۔ ایسے اعلیٰ صفات سے موصوف اگنی کی ماہیت کو جو لوگ جان لیتے ہیں۔ اُنکے روبرو تمام دُنیاوی آسائشیں ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہیں۔ اِس لئے انسانوں کو چاہئے۔ کہ اگنی کے اوصاف کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لئے بڑی بھاری کوشش کریں۔ کیونکہ جسم (شریر) اور روح (آتما) دونوں کو منزلِ مقصود پر پہونچانے کے لئے ضروری سواریاں اُسی کی بدولت طیار ہوسکتی ہیں:-

अग्ने सुखतमे रथे देवाँ ईळित आ वह ।
असि होता मनुर्हितः ॥४॥

منتر ۴

"جو اگنی کہ عالم لوگوں سے مانا گیا ہے اور جو سب سُکھوں کے دینے والا انسانوں

کی تعریف کے لائق ہے وہ سکھہ اور اعلیٰ سواریوں کے حصول کے لئے مستقل کیا ہوا عالموں کو

(ترقی کے راستہ پر) لیجاتا ہے "

تمہید۔ انسان جب تک کسی چیز کے ظاہری فوائد سے آگاہ نہیں ہوتے۔ تب تک اُسکے غائب فوائد کا قیاس کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ جب اگنی کے ظاہری فوائد کا گیان ہوگیا اور یہہ ثابت ہوگیا کہ ہماری اِس زمین پر اگنی ظاہرا بیشمار فائدے پہونچا رہا ہے اور پدارتھوں کو شدہ کرنے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ تب یہ قیاس کرنا کچھہ مشکل نہیں رہتا کہ اگر اگنی میں سگندھت پدارتھوں کو ڈالکر ہم اُسکی سدھ ہوم ورنا جیو ہا کے ذریعہ سے خلا میں ٹکے ہوئے بادلوں کو پاک کرنا چاہیں گے تو اُسمیں ضرور کامیاب ہونگے۔ پس ظاہر سے غائب کی طرف لیجاتا ہوا وید فرماتا ہے۔

स्तृणीत वर्हिरानुषग्घृतपृष्ठं मनीषिणः।
यत्रामृतस्य चक्षणं ॥५॥

منتر ۵

" اے عقلمند عالمو! جس خلا میں کہ پانی کے مجموعہ (بادلوں) کا درشن ہو رہا ہے اُس (چاروں اور سے گھیرے اور جل سے بھرے ہوئے خلا کو ہوم کے دھوئیں سے پُر کردو "

تمہید۔ منتر نمبر ۴ میں بتلایا گیا کہ انسان کو ترقی کے راستہ پر چلانے کے لئے اعلیٰ سواریاں اگنی کی طاقتوں سے ہی بن سکتی ہیں۔ منتر نمبر ۵ میں ہدایت ہوئی کہ بادلوں کے پانی کو پاک کرنے کے لئے ہوں کرو تاکہ پاک پانی برس کر پاک غلہ اور پاک پھل پیدا کرے۔ جس سے کہ انسانوں کی غذا پاک ہوکر اُنہیں پاکیزہ بنانیکا ذریعہ بنے۔ لیکن جب تک کہ انسانوں کی بود و باش کے مکانات پاک نہ ہوں۔ تب تک ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے دلکو پاک رکھہ سکیں۔ اس لئے جہاں انسانوں کے رہائشی مکانات ہوادار اور سورج روپی اگنی کی کرنوں کو اپنے اندر داخل کرانیوالے ہونے چاہئیں۔ وہاں روزمرہ کے ہوم سے اُنکی ہوا صاف و پاک رہنی چاہئے :۔

वि श्रयंतामृता वृधो द्वारो देवीरसश्चतः।
अद्या नूनं च यष्टवे ॥६॥

منتر ۶

"اے عقلمند عالمو! یگیہ کرنے کے لئے آج گھر کے مختلف حصوں میں علیحدہ علیحدہ معقول دروازے رکھو جو کہ روشنی کے داخل کرنیوالے اور سچے سکھہ کے دینے والے ہوں"۔

تمہید۔ لیکن کیا گھر محض روشنی کو اندر داخل کرنے کے لئے ہی ہے۔ اور کیا اُسکے دروازے محض اس لئے ہیں کہ ہم آسائش کے ساتھ اس کی زندگی بسر کریں؟ ہرگز نہیں! بلکہ ہمیں آرام دہ گھر اسلئے بنانے چاہئے کہ ہم دن اور رات کو انہیں کاموں میں صرف کریں۔ جنکے لئے کہ دے ہمیں دئے گئے ہیں۔ اور ان گھروں کے اندر ست سنگ یعنی اچھی صحبت سے اُس سکھ کو حاصل کریں۔ جو کہ ہمیں منزلِ مقصود کی طرف لیجانے میں مدد دیوے۔

नक्तोषासा सुपेशसास्मिन्यज्ञ उप ह्वये ।
इदं नो बर्हिरासदे ॥ ७ ॥

منتر ۷

"میں اس گھر کے اندر ست سنگ اور یگیہ سے اچھے روپ والے رات اور دن کو معقول طور پر صرف کرتا ہوں جسکی وجہ سے کہ ہمارا رہائشی مکان ہمارے لئے سکھہ کا دینے والا ہوتا ہے"۔

تمہید۔ حاضر اور غائب دونوں طرح کی اگنی سے جو جو کام لینے چاہئیں۔ اُنکا ذکر کرکے اب تاکید کی جاتی ہے کہ جب جب اپکار کے لئے اگنی کا جو جو سوروپ ہے۔ اُس اُس سے وہ وہ اُپکار ضرور لینا چاہئے کیونکہ جب تک کہ اگنی کا پورا علم نہ ہو۔ تب تک ممکن نہیں ہے کہ گھروں میں رہنے والے گرہستی ترقی کی منزل میں قدم آگے دھر سکیں۔

ता सुजिह्वा उप ह्वये होतारा दैव्या कवी ।
यज्ञं नो यक्षतामिमं ॥ ८ ॥

منتر ۸

"اس گھر کے اندر میں اُس اگنی کو ٹھیک کام میں لاتا ہوں۔ جو کہ ہمارے یگیہ کو

بھسم کرتا اور اپنے ساتوں خوبصورت شعاعوں سے چیزوں کو حاصل کرتا ہے۔ اور ہر ایک

چیز کے اندر ظاہر یا پوشیدہ طور پر رہکر تیزی سے ظاہر ہونیوالا ہے "

تمہید - جس اگنی کے ایسے اعلیٰ اوصاف ہیں - اور جو اگنی کہ اپنے سے ٹھیک کام لینے والے کو اعلیٰ سکھ دینے والی ہے - اسکی ماہیت جاننے کے لئے انسانوں کو خاص تعلیم حاصل کرنیکی ضرورت ہے - لیکن چونکہ تعلیم حاصل کرنے کا ذریعہ بانی یعنی زبان ہے - اس لئے اسجگہہ یہہ بتلانا ضروری تھا - کہ کس قسم کی زبان اگنی کی ماہیت کو ٹھیک طور پر بیان کرسکتی ہے - جو زبان کہ چیزوں کی ٹھیک تعریف بتلانے والی ہو - جو طرح بطرح کے علوم کا اظہار کرنے کی طاقت رکھتی ہو - اور جو سنجیدہ ہو وہی بانی دنیا سے تمام تکالیف کو دور کرکے انسانوں کے لئے سکھوں کے سامان مہیا کراسکتی ہے - ایسی بانی جسکے پاس ہو اُسے چاہئیے کہ گھر گھر میں اسکا پرچار کرے -

इळा सरस्वती मही ति स्रो देवी᳡ मयोभुवः ।
बर्हिः सीदन्त्वस्रिधः ॥ ९ ॥

منتر ۹

" جو بانی کہ (۱) چیزوں کی ٹھیک تعریف بتلانے (۲) مختلف علوم کے جتلانے - اور (۳) سنجیدگی پھیلانے کے تینوں اوصاف سے موصوف ہے - اُس جان آزاری سے بری سکھوں کے دلانے والی اور تمام چیزوں پر روشنی ڈالنے والی بانی کو گھر گھر پھیلانا چاہئیے - "

تمہید - لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ ہمہ صفت موصوف بانی بھی کچھہ نہیں کرسکتی - جب تک کہ اُس بانی کو دوسروں کے بھلے کے لئے استعمال کرنیکی عادت نہ پڑ جاوے - اس نیک عادت کے لئے انسان اپنے اوپر ہرگز بھروسہ نہیں کرسکتا - کیونکہ انسان باوجود اپنی ساری طاقتوں کے الیشور یہ نیموں کے روبرو بہر کمزور ہے - بس ایسی اعلیٰ بانی کے ٹھیک استعمال میں بھی تب ہی کامیابی ہو سکتی ہے - جبکہ تمام جہان کو شکتی دینے والے سروشکتیمان پرمیشور سے بل مانگا جاوے -

وید جواب دیتا ہے کہ عالمانِ باعمل جس طرح پر کہ پرمیشور کی پوجا اور پرارتھنا کرتے ہیں۔ اُسی طرح پر عام لوگوں کو بھی کرنا چاہئے۔ اسکے لئے ضروری ہے کہ اُن عالمانِ باعمل کی عزت کی جاوے۔ اور نیز اُنپر شردھا کر کے عبادت حقیقی کا طریقہ اُنسے حاصل کیا جاوے۔ کیونکہ جب تک کہ کسی انسان میں شردھا نہ ہو۔ تبتک اُسکی دی ہوئی تعلیم کو ہم عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے۔ اور جب اُس کے کلام کی ہی عزت ہماری نگاہوں میں نہ ہوئی تو ہم اُسکی تعلیم کو قبول کرنے کے لئے کیسے تیار ہوں گے۔ پس عالمان باعمل کی جائیز عزت کرتے ہوئے اُنسے حقیقی عبادت کا طریقہ سیکھ کر جب انسان پرمیشور کی پرستش کرتا ہے۔ تب وہ راحتِ حقیقی کے راستہ پر چلنے کے قابل بنتا ہے:-

अग्मा कण्वा अहूषत गृणंति विप्र ते धियः ।
देवे भिरग्न आ गहि ॥ २ ॥

منترم

"اے پرمیشور! جیسے عالم لوگ آپکی پرستش اور پرارتھنا کرتے ہیں۔ ویسے ہی ہم لوگ بھی کریں۔ اے باریک بین عاقل! جس پرمیشور کے اوصاف کا بیان تیری عقل کرتی ہے ہم لوگ بھی ملکر اُسی کے نزدیک ہونے کی کوشش کریں۔ اے پرمیشور! اعلے اوصاف کے حصول کے لئے ہم آپکو قبول کرتے ہیں"

تمہید۔ یگیہ سے جن جن چیزوں کی کیمیائی ماہیت کو جان کر انسان اپنی زندگی کی تمام ضروریات کو پورا کرسکتا ہے۔ اُن اُن کا جاننا تو نہایت ضروری تھا۔ لیکن جب تک کہ آگ۔ پانی اور ہوا کی ماہیت نہ معلوم ہوتی۔ اِن چیزوں کی طرف راغب کرنے کا کچھہ فایدہ نہ تہا۔ اب اُن تمام طاقتوں اور اصولوں کا بیان کرتے ہیں جو کہ اوپر کہی ہوئی تینوں طاقتوں کے مختلف اظہار ہیں۔ تاکہ منزل مقصود کا مسافر معلوم کرے کہ راستے کے واسطے اُسے کیا سامان تیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اُنہیں طاقتوں کے اتحاد سے انسانی زندگی نجات کے قابل نہیں بنتی ہے۔

इंद्रवायू बृहस्पतिं मित्राग्निं पूषणं भगं ।
आदित्यान्मारुतं गणं ॥ ३ ॥

"اے علم حق کے طالبو! آپ منزل مقصود کے حصول کے لئے بجلی اور ہوا

پرورش کرنیوالا سورج اور پران - آگ - اور اوشدصیوں کو پیٹ کرنیوالا چندرلوک اعلیٰ شروت اور بارہوں مہینے (یعنی کال) اور نیز ہواؤں کے مجموعہ کے علم کو حاصل کرو اور ان کی ماہیت کو جان کر انہیں متفق کرو ۔"

تمہید - اُن طاقتوں یا اصولوں کا ذکر کرکے جنکی بدولت کہ تمام انسانی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں ۔کمزور انسان کو وید گمراہی سے بچاتاہے اور تاکید کرتا ہے کہ ان جملہ طاقتوں کا استقلال محض پرماتما کی ذات پر ہے ۔ اس لئے ان تمام طاقتوں کی ماہیت کو سمجھتے ہوئے ۔ اور اُن سے مناسب کام لینے کی کوشش کرتے ہوئے بھی یہ نہیں بھولنا چاہئے ۔ کہ ان سب کو اعلیٰ اوصاف پرماتما سے ہی ملے ہیں :-

प्र बोक्निरेत इंदवो मत्सरा मादयिष्णवः।
द्रप्सा मध्वश्चमूषदः ॥४॥

منتر ۴

" انہیں (اوپر ذکر کئے ہوئے بجلی وغیرہ) سے خوبصورت اوصاف سے موصوف اعلیٰ سُکھ دینے والے آنند کو طاقت ملتی ہے جس سے کہ (روحانی اور جسمانی) دشمنوں کو راہ راست پر لایا جاتاہے - اس لئے تم انسانوں کے لئے ان سے پیدا ہوئے سوم وغیرہ کو (پرمیشور نے) مستقل کیا ہے ۔"

تمہید - ان جملہ دُنیاوی سامانوں کے جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ سوال ہوسکتاہے کہ جب ہمارا منزلِ مقصود پرم آتما ہے تو ہم مادی سامان جمع کرنے کی کوشش کیوں کریں - وید جواب دیتا ہے ۔ کہ چونکہ انسانی بناوٹ کے اندر جسم بھی ایک جزو اعظم ہے - اس لئے جو انسان کہ جسم کی پرورش کا سامان اکٹھا نہیں کرسکتے - وے اطمینان کے ساتھ پرمیشور کے راستے پر بھی نہیں چل سکتے - پس قبل اس کے کہ انسان پرمیشور کی عبادت کا حوصلہ کریں اُنپر لازمی ہے کہ وے جسم کی ضروریات سے فارغ البال ہوں -

इन्द्रं ते त्वामवस्यवः कण्वासो वृक्तबर्हिषः।
हविष्मन्तो अरंकृतः ॥

इह त्व ष्टारमग्रियं विश्वरूपमुप ह्वये।
अस्माकमस्तु केवल: ॥१०॥

منتر ۱۰

"میں اس سروویاپک۔ سب کے آگوا۔ سب دُکھوں کو دور کرنیوالے پرماتما کا اِس گھر میں دھیان کرتا ہوں کہ ہم لوگوں کا راہبر کیول وہی ہووے"

تمہید۔ پرمیشور کی راہبری کی کیوں ضرورت ہے؟ اِس لئے کہ جن غلہ اور پھل وغیرہ اشیا سے ہماری جسمانی زندگی ہے اور جن اصولوں پر کہ ہمارے آتما کی سچی زندگی منحصر ہے اُن سبکو اُسی پرمیشور نے پیدا کیا ہے جس نے کہ اِن سب کی ماہیت سمجھنے کے لئے ہمیں گیان بھی دیا ہے پس جبتک کہ اُسکی شرن نہ لیں اُسکی ہدایات پر ہماری شردھا نہیں ہو سکتی۔ اور بنا شردھا کے ہمیں وہ گیان ٹھیک طور پر مل نہیں سکتا۔ اور جب ٹھیک گیان نہ ہوا تو باوجودیکہ پرمیشور کی طرف سے چاروں طرف سکھونکی بارش ہو رہی ہے۔ اور یہ سنسار سورگ دھام بنایا گیا ہے ہم اپنے اگیان کے کارن اسے نرک دھام ہی بنائے رکھیں گے :-

अव सृजा वनस्पते देवदेवेभ्यो हविः।
प्रदातुरस्तु चेतनं ॥११॥

منتر ۱۱

"جملہ پھلوں کا دینے والا جملہ اناج اور ادویات کا پرورش کرنیوالا اور اعلیٰ نتائج کے لئے ہوم کے لائق چیزوں کو پیدا کرنیوالا جو پرمیشور ہے وہی پاکیزگی کے خواہاں عالموں کے اندر گیان پیدا کرنیوالا ہوتا ہے"۔

تمہید۔ جب یگیہ کی سامگری اور اُس سے پھل حاصل کرنے کا گیان سب پرمیشور سے ہی ہے۔ اور جبکہ گیان اور کرتویہ (علم اور عمل) کے میل سے ہی انسان راحت حقیقی کا راستہ تلاش کر سکتا ہے۔ تو لازمی ہوا کہ یگیہ کا سب کام ٹھیک قاعدہ کے مطابق کیا جاوے۔ اور اِس احتیاط کے لئے کہ مبادا کارروائی میں غلطی نہ ہو یگیہ ودھی کے جاننے والے عالمانِ باعمل کو ہر ایک یگیہ میں بلایا جاوے

تاکہ یگیہ کی سِدہی کے ذریعہ سے انسانوں کا سُکھہ دن دن بڑہتا جاوے:-

स्वाहा यज्ञं कृणोतनेन्द्राय यज्वनो गृहे ।
तत्र देवाँ उप ह्वये ॥ १२ ॥

منتر ۱۲

"یگیہ کرنیوالے کے گھر میں اعلیٰ شروت کے حصول کے لئے اعلیٰ قاعدوں سے یگیہ ہونا چاہئے۔ اور اُسمیں عالمانِ باعمل کو باعزت بُلانا چاہئے"

چودھواں سوکت

تمہید- ویدوں کے جاننے والے رشیوں نے اپنی تصانیف میں جگہہ بہ جگہہ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ چاروں ویدوں کا نشانہ پرماتما ہی ہے۔ ویدوں کے کہے ہوئے بہُت سے کرم گو دُنیاوی ترقی سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاہم وہ واجبی دُنیاوی ترقی بھی پرمیشور کے حصول کے راستے میں ہی ایک ذریعہ ہے پس ہر ایک یگیہ کے اندر پرماتما کی ارادھنا ایک لازمی امر ہے۔ اور اُس سمے وید منتروں کے ذریعہ سے جو پرماتما کی مہما بیان کی جاتی ہے۔ وہ یگیہ میں شامل عالموں اور کُل جہان کے لئے سُکھدائی ہوتی ہے۔

ऐभिरग्ने दुवो गिरो विश्वेभिः सोमपीतये ।
देवेभिर्याहि यक्षि च ॥ १ ॥

منتر ۱

"اے روشنی کُل پرماتمن! آپ اِن سب (یگیہ میں آئے ہوئے) عالموں کے ذریعہ سے ہمیں سُکھہ پہونچانے والے ہوکر ہماری عبادت اور ہماری ویدک پرارتہنا کو قبول کرو"

تمہید- لیکن عبادت کا طریقہ عام لوگ کیونکر سیکھیں- ویدک پرارتہنا کا بہاو وے کیسے سمجھیں؟

مانڈوکیہ اُپنشد کی ویاکھیا (تشریح)

(از شری مان پنڈت گورودت ودیارتھی ایم۔ اے سُرگباشی)*

سچے دہرم یعنی خالص مذہب کا مقدم یا پہلا کام عبادت ہے۔ یہ عمیق جذبات کا قدرتی اظہار ہے۔ جو کہ عبادت گاہوں کی مصنوعی عبادت سے تفاوت رکھتا ہے۔ جہانکہ ہر ایک کام بجائے اس کے کہ خود بخود ظہور میں آوے پہلے سے ہی قرار یافتہ ہوتا ہے۔ جہانکہ بجائے اصلی جذبات کے اظہار کے بندشِ کلام اور فصاحت و بلاغت نظر آتی ہے۔ اور جہانکہ عمیق جذبات کے بیساختہ اظہار کی جگہہ نو سنجیدگی کی مصنوعی نمائش ہوتی ہے۔ یہ طریق سچی عبادت کا نہیں ہے۔ برعکس اس کے حقیقی عبادت کے یہ معنے ہیں کہ وہ خالص جذبات سے لبریز ہو جس میں بدرجہ غایت کشش پائی جاوے اور اُس کے اندر روح کو محو کرنیوالا استغراق موجود ہو۔ عبادتِ حقیقی جو کہ خالص مذہب کا ماحصل ہے۔ انسانی فطرت کے رونگٹے رونگٹے میں رچی ہوئی ہے۔

انسان کی آتما (روح) کی ہتوں میں لپٹا ہوا خالص مذہب کا بیج رکھا ہے۔ ہر ایک انسان کو روحانی خواص عطا کیئے گئے ہیں اور وہ خواص اس قسم کے ہیں کہ وہ اُسکو ہر ایک ایسی شے کیجانب جو پاکیزہ۔ مُتبرک۔ اعلےٰ اور دلکش ہے کھینچ لیجاتے ہیں۔ نہ صرف زندگی کی پاکیزگی۔ نیت کا بیغل و غش ہونا۔ خیالات کی عظمت۔ اور ذاتی اوصاف کی شرافت ہماری تعظیم و تکریم۔ موانست و محبت کے موزون جذبات کو دم کر دیتے ہیں۔ بلکہ ہمارے دلی جذبات۔ انصاف۔ صداقت۔ لاحدود وحدانیت اور الوہیت کی طرف بلند پردازی کرتے ہیں۔ ہماری روحانی فطرت کا یہی ایک جزو ہے جو کہ خالص مذہب کی بُنیاد ہے۔ یہی ہمارے دل میں اُن تمام باتوں کی نسبت تعظیم و تکریم کے خیالات پیدا کرتا ہے جو کہ ہماری آرزؤں کو بلند اور شریفانہ بناتی ہیں۔ نیز اُن تمام اشیاء کی جانب پُر عجز احسان مندی کا اظہار کرتا ہے۔ جنہوں نے کہ ہمکو عروج و اقبال پر پہونچانے کے سامان مہیا کیئے ہیں۔

جس طرح سے کہ ایک انسان کے دل میں جذبات گھٹ بڑھ سکتے یا نیکی و بدی کی طرف مایل ہو سکتے ہیں ویسے ہی مذہبی جذبات بھی خراب طور پر استعمال کیئے جا سکتے ہیں۔ یعنی اُن کو بگاڑا جا سکتا ہے۔ مذہبی جذبات کسی خاص باعث سے زیادہ متحرک ہو کر ایک سادہ سی سچائی کو پُر مبالغہ بنا سکتے یا دکھا سکتے ہیں۔ یا نہایت

* یہ پنڈت جی کے انگریزی ماندوکیہ اُپنشد کی ویاکھیا کا ترجمہ ہے۔

بھڑک دار رنگوں سے رنگ سکتے ہیں - یا کسی کام کی پاکیزگی حد سے زیادہ بڑھا کر دکھلا سکتے ہیں - یا اُسے حد اعتدال سے زیادہ مشہر کر سکتے ہیں - اور چونکہ عقل کی برترین قوت پورے طور پر نشو ونما نہیں پائی ہوئی - یا بہت کمزور ہوتی ہے تو وہاں بہ مبالغہ بُت پرستی یا اندھا دُھند تنظیم و تکریم کی صورت میں نمودار ہو سکتا ہے - یا برخلاف اس کے جس جگہہ پر قوت ادراک کی کمی ہوتی ہے یا خوض و فکر کی پوری پوری قابلیت نہیں ہوتی - اور قوائے ذہنی زیادہ چست و چالاک ہوتے ہیں - مگر قوتِ ممیزہ نسبتاً مجہول ہوتی ہے - تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملحدانہ شک و شکوک دل میں جاگزین ہو جاتے ہیں یا بے ادبی مزاج میں دخیل ہو جاتی ہے - مگر جو بلند رتبہ کہ انسان کے حصہ میں آتا ہے یا خالص آزادی کا لُطف حاصل ہوتا ہے - وہ اس قوت کے معتدل طور پر عمل میں لانے کے عین مطابق ہوا کرتا ہے - انسان اپنی جہالت کی وجہ سے اکثر ایک خدائے موہوم کی پرستش کرنے لگتا ہے - بجائے خالق و مالک کائنات کے وہ اپنے خدائے متخیلہ کو پوجنے لگتا ہے - کبھی خدائے رسم و رواج اور کبھی اپنے دلی خیالات کے خدا یا کبھی غیر مُیسّر شدہ خواہشوں کے خدا کی پرستش کرنے لگتا ہے - اس سب کا کیا نتیجہ ہوتا ہے ؟ یہہ کہ وہ انسان توہمات باطلہ میں زندگی بسر کرتا ہے - ناراست عقیدوں کا پابند رہتا ہے - اور بیرحمی اور غیر منصف مزاجی کا خوگر ہو جاتا ہے - اس لئے اشد ضروری ہے کہ عبادت کا کوئی صحیح طریقہ ہو - ایسا طریقہ کہ جو غلط مذہبی تعلیم کی بنا پر نہ ہو نہ وہ عام رسم و رواج پر مبنی ہو - بلکہ روحانی فطرت کا پورا پورا ساتھہ دے - اور عقل کے عمیق سے عمیق خوض و فکر میں ہمدم و ہمساز رہے - اس قسم کی عبادت کا طریق سکھلانا مانڈوکیہ اُپنشد کا کام ہے یہہ صرف ایک واحد مطلق - اور مبرترین کائنات یعنی خدائے ذوالجلال کی عبادت سکھلاتا ہے جو کہ ازلی - و ابدی - محیط کل اور اس موجودات عالم کی اصلی جان ہے - کیونکہ کونسی چیز بغیر اس پرم آتما کا سچا ادراک - علم اور پہچان حاصل کرنے کے - دلکی بھرپور - بشاش اور راحت انگیز حالت (جسے دوسرے الفاظ میں اوپاسنا کہہ سکتے ہیں) کا باعث ہو سکتی ہے - صرف اُس بے پایان لایزال وجود کی عبادت ہی کا تذکرہ اُپنشدوں میں پایا جاتا ہے - اور اس لامحدود ہستی کا نام ہر جگہہ اوم کا رکھا گیا ہے جیسا کہ کٹھہ اُپنشد میں مرقوم ہے :-

सर्वे वेदा यत्पदमामनन्ति तपांसि सर्वाणि च यद्व-
दन्ति । यदिच्छन्तो ब्रह्मचर्यं चरन्ति तत्ते पदं संग्रहे
ण ब्रवीम्योमित्येतत् ॥२।१५॥

"جس پر برہم کے پرم پد (حاصل کرنے کے لائق درجہ اعلےٰ) کو تمام وید حاصل کرنے کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں - اور جسکے پانے کے لئے ریاضت اور جسکے ملنے کی خواہش سے برہمچریہ کیا جاتا ہے -

اُس (پد) کو میں تجھے اختصار کے ساتھہ بتاتا ہوں وہ اوم ہے" یا چھاندوگیہ اپنشد کے الفاظ میں ओमित्येतदक्षरमुद्गीथमुपासीत "جس کا نام ادم ہے - وہ بیزوال ہے - اسکو کبھی فنا نہین - صرف وھی قابل پرستش ھے" اس سے بھی صاف منڈک اپنشد میں لکھا ہے :-

यस्मिन् द्यौः पृथिवी चान्तरिक्षमोतं मनः सह प्राणैश्च सर्वैः।
तमेवैकं जानथ आत्मानमन्या वाचो विमुञ्चथामृतस्यैष सेतुः ॥५॥
अरा इव रथनाभौ संहता यत्र नाड्यः स एषोऽन्तश्चरते बहुधा जायमानः।
ओमित्येवं ध्यायथ आत्मानं स्वस्ति वः पाराय तमसः परस्तात् ॥६॥

"وہ جو اندر ہی اندر بغیر دکھائی دینے کے آفتاب - مہتاب اور انترکش (خلا) کو اپنی اپنی جگہوں پر قائم رکھتا ہے - نیز جو دماغ - پھیپھڑوں اور تمام مختلف حواسوں کی زندگی کو سہارا دیتا ہے - وہ واحد مطلق پروردگار سب جگہہ محیط وبسیط ہے - اے انسانوں ! سارے بکھیڑے چھوڑکر صرف اُسی کے حاصل کرنیکی کوشش کرو - کیونکہ صرف اُسی اصول اعلے کے حصول سے نجات ملتی ہے" عین دل کے مرکز میں جہاں تمام شریانیں (ناڑیاں) آکر ملتی ہیں - ٹھیک اُسی طرح جس طرح کہ پہیئے کے آرے نابہہ میں آکر ملتے ہیں - محیط کل - محافظ کائنات پرم آتما جلوہ افروز ہے - جو کہ طرح طرح سے اپنے جاہ وجلال کو ظاہر کر رہا ہے - اُس اومکار کا تصور کرو - جو کہ جہاں اور حکمران کائنات ہے - کیونکہ صرف اسی طریق سے تم اِس زندگی کے پُرتلاطم سمندر کی جہل مرکب آمیز کلفتوں سے آزاد ہوکر راحت جاودانی کو حاصل کرسکو گے"

تب اومکار کا دھیان کس طریق سے کرنا چاہئے - اُسکی عبادت کرنیکا طریق عمل کیا ہے - اِس سوال کا جواب یوگ درشن کے مفصلہ ذیل سوتروں مین دیا گیا ہے :-

तस्य वाचकः प्रणवः ॥१।२७

तज्जपस्तदर्थभावनम् ॥१।२८

"اُس پرمیشور کا واچک (اُسکی ذات کو ظاہر کرنے والا لفظ) پرنو - یا اوم ہے - گویا پرنو یا اوم اُسکی ذات کو بتانے والا لفظ ہے - اور اُس لفظ کا مشارٌالیہ ایشور ہے" اُس کے نام کا وِرد (جپ) کرنا اور ہمیشہ دل کے اندر اُسکی خصوصیت وعظمت پر غور کرنا - اِن دو طریق کو اوپاسنا کہتے ہیں - مہرشی ویاس اِن سوتروں کی تفسیر میں لکھتے ہیں - کہ "اوم شبد حکمرانِ کائنات کو ظاہر کرتا ہے" کیا یہہ صرف اصطلاحی معنوں میں ہے یا کہ کسی قانونِ قدرت پر مبنی ہے ؟ جیسے کہ روشنی چراغ یا چشمہ روشنی کو ظاہر کرتی ہے ؟ اِسمیں شک نہیں کہ لفظ اوم کا تعلق اپنے مشارٌالیہ کے ساتھ

خیالی یا فرضی نہیں ہے بلکہ طبعی اور ذاتی ہے - یہہ لفظ ویسے ہی حقیقی تعلق کو ظاہر کرتا ہے - جیسے
کہ باپ بیٹے کا آپسمیں حقیقی تعلق ہوتا ہے - یہ ظاہر کرنے سے پیشتر بھی کہ وہ اُسکا باپ ہے اور وہ
اُس کا بیٹا ہے۔ باہمی تعلق فی الحقیقت موجود ہوتا ہے - چونکہ الفاظ و معنی اور اُن کا باہمی ربط
طبعی ہے نہ کہ مصنوعی یا فرضی اس لئے آئندہ یگوں میں بھی اسی لفظ ادم سے وہی معنے مفہوم
ہونگے - ماہران علم الٰہی یعنی ایشور یہ گیان کے جاننے والے یا وہ یوگی جنھوں نے ساکشات کر لیا
ہے کہ واچک شبد اور واچیہ ارتھ یعنی مشار الیہ میں باہمی کیا تعلق ہے وہ اسکو کامل طور پر راست
مانتے ہیں کہ الفاظ و معنی اور اُنکا باہمی ربط نتیہ (غیر فانی) ہے یا قدرت کے اندر موجود ہے
نہ کہ انسانی گھڑنت ہے *

"اوم شبد کا ورد کرنا اور دل میں اُسکے ارتھوں (معنے) کا ہمیشہ دھیان کرنا - ان دو طریقوں
سے اُسکی عبادت کیجاتی ہے - وہ یوگی جو اُسکے بموجب عملدرآمد کرتا ہے - اُسکا دل یکسو ہو جاتا ہے
اور جیساکہ ہم کہیں اوپر کہہ چکے ہیں - متذکرہ بالا طریق سے جپ اور دھیان کرنے سے دل یکسو
ہوتا ہے اور دل کے یکسو ہونے سے ساکشات کار آسان ہو جاتا ہے - یہاں تک کہ اس عمل کو بار بار
کرنے سے اُس جو دبرتر کا نور یوگی کے دل میں کامل طور پر جھلکنے لگتا ہے" (ویاس بھاشیہ سوتر ۲۷ و ۲۸)

ادم شبد کا جپ اور دل میں اُس کے ارتھوں کا ہمیشہ دھیان کرنا - یہہ دونوں عبادت
الٰہی کے لازمی سادھن (ذریعے) ہیں مگر اُسکے بعد اس امر کا جاننا نہایت ضروری ہے - کہ لفظ
اوم کا کیا مطلب مفہوم ہے - کیونکہ دھیان کرنے کا ابتدائی سادھن جپ ہے - ابھی تک ہم نے
صرف اتنا ہی کہا ہے کہ اوم ازلی و محیط کل پرم آتما ہے - یہہ تو ہم نے سرسری طور پر ذکر کیا تھا
لیکن ابھی تک ہمیں واضح طور پر اس بات کا علم حاصل نہیں ہے کہ اوم کے مفصل ارتھ کیا ہیں - تو بھی
یہ اظہر من الشمس ہے کہ ویدک علم ادب میں اوم کے برابر کوئی لفظ بھی پاک اور متبرک نہیں ہے
یہ لفظ ویدوں کا جوہر مانا گیا ہے - یہ پربرہم کا سب سے اعلےٰ - برتر اور پیارا نام ہے - اور خاصکر عبادت
کے لئے مخصوص ہے *

باقی آئندہ

* انیسویں صدی کے منتقی مزاج ناظرین کو یہہ بات میکسمولر صاحب کے اقوال سے بخوبی سمجھ میں آ جائیگی (اگرچہ وہ اقوال
ہمارے لئے انجت (مشتبہ) ہونے کے باعث پرمان کے لائق نہیں ہیں) جن میں یہ لکھا ہے کہ وے (مصدر)
شبدک چنہ (آواز کے نشان) ہیں - اور انسان کی طبعی طاقت سے پیدا ہوتے ہیں - وہ افلاطون کے قول کے بموجب
طبعی ہیں مگر افلاطون کے لفظوں میں اتنا اور جوڑ دینا چاہئے کہ طبعی سے مراد دست خدا سے ہے" (دیکھو
لکچرز آن دی سائنس آف لنگویج نورتھ ایڈیشن صفحہ ۴۰۲)

ویدک مارتنڈ

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان

مولوی ثناء اللہ صاحب محمدی و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ

بقیہ جواب نمبر ۲ منجانب آریہ

فقرہ ششم - اس فقرہ میں جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ پرکاش کے معنے الہام کے نہیں ہیں - اور پھر لکھتے ہیں - کہ " اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا - " اور آگے چلکر ارشاد فرماتے ہیں - کہ " پرکاش کے معنے ظاہر کرنا ہے ... ... کیا آج جو بارش ہوئی ہے - پہلے بصورت موجود متعدم نہ تھی - پھر اُسکو خدا نے پرکاش نہیں کیا - اسی طرح متکلم وید کے نزدیک چونکہ وید بھی مثل دیگر اشیاء کے ہے اُسنے وید کی نسبت پرکاش کا حکم لگا دیا ہے - تو کیوں آپ دہینگا دہینگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں - ذرا قرآن کے الفاظ کو بھی دیکھئے تاکہ آپکو معلوم ہو کہ دعوے الہام کسکو کہتے ہیں - ... اگر تمکو ہماری **اُتاری ہوئی کتاب** میں جو ہم نے اپنے بندے پر **اُتاری** ہے شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ ... ... قرآن کو عربی کرکے **اُتارا** ہے " وغیرہ وغیرہ -

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۱ پر مولوی صاحب فرما چکے ہیں کہ الہام کے معنے **دلمیں ڈالنے** کے ہیں لیکن اس جگہہ جناب کی تحریر یہہ ظاہر کرتی ہے کہ الہام کے معنے **اُتارنے** کے ہیں - مولوی صاحب - " اس کھینچ تان سے تو کچھ نہیں ہوگا " کہ آپ " دلمیں ڈالنے " کے معنے اُتارنے کریں - کیا خدا کہیں چھت پر بیٹھا ہوا ہے - جو " کتاب " کو اوپر سے نیچے اُتارتا ہے - کیا جو آج بارش ہوئی ہے وہ خدا نے نہیں اُتاری - اسی طرح متکلم قرآن کے نزدیک چونکہ قرآن بھی مثل بارش وغیرہ اشیا کے ہے

اِس لیے اُس نے قرآن کی نسبت اوتارنے کا حکم لگا دیا تو کیوں آپ "دہینگا دہینگی الہام کے لفظ سے ادا کر رہے ہیں۔"

رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۸۷ پر آپنے لاحظہ کیا ہوگا کہ जज्ञिरे (جگیئرے) اور अजायत (اجایت) یہہ دو فعل منتر میں آئے ہیں اور اِن دونوں الفاظ کو سوامی جی نے ایک عام فہم سنسکرت لفظ پرکاش کا مترادف تبلایا ہے۔ پرکاش کے معنے ظاہر کرنا تو آپنے خود تسلیم کر لئے۔ اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ پرکاش بہ نسبت الہام کے بہتر لفظ ہے۔ یعنی "ظاہر کرنا" بہ نسبت "ڈالنے" یا "اتارنے" کے زیادہ موزون ہے۔ لیکن بیشتر اس کے کہ "ہم" "ظاہر کرنے" کی خوبی کو سمجھہ سکیں ہیں سب سے اول اِسبات پر سوچنا چاہئے کہ ہمارا اصلی مدعا کیا ہے ؟ دو شخص کہہ رہے ہیں کہ اِن دونوں کتابوں کی تعلیم منجانب انسان نہیں بلکہ منجانب خدا ہے۔ اور دونوں حوالجات دے رہے ہیں۔ گویا اصلی مدعا ہر دو فریق کا یہہ ہے کہ وہ اپنی اپنی متبرک کتاب کی تعلیم کا ظاہر کنندہ خدا کو ثابت کریں۔ اور جو خدا کو اُسکا ایسا ہونا ثابت نہ کر سکے۔ اُسکی کتاب گویا قدرتی نہیں بلکہ مصنوعی یعنے انسان کی بناوٹ سمجھی جاویگی۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "کیا مجھہ کو اور آپکو خدا نے ظاہر نہیں کیا۔ کیا سورج اور چاند خدا نے پرکاش نہیں کئے"۔ میں کہونگا بے شک مجھہ کو آپکو سورج اور چاند وغیرہ سبکو خدا نے ظاہر کیا ہے اور میں آپ سورج چاند وغیرہ قدرتی اشیاء سمجھے جاتے ہیں۔ میرا آپکا اور سورج چاند وغیرہ سبکا صانع یا ظاہر کنندہ خدا ہے۔ پس جب سورج چاند وغیرہ اشیا کے ساتھہ لفظ "**ظاہر ہونا**" مستعمل ہوتا ہے۔ اور وہ مصنوعی نہیں سمجھے جاتے تو کیا اگر وید کے ساتھہ لفظ "ظاہر ہونا" لگایا جائے۔ تو وہ مصنوعی ہو جائیں گے ؟ نہیں نہیں بلکہ یہہ مانا جائیگا کہ چونکہ

(**بیان**) سورج کو خدا نے ظاہر کیا ہے۔

(**نتیجہ**) اِس لئے سورج قدرتی ہے۔

(اب اگر کوئی کہے کہ) وید کو خدا نے ظاہر کیا ہے (تو کیا یہہ نتیجہ نہیں نکلیگا کہ)

☜ وید بھی قدرتی ہے۔ (اور یہی بحث کا مدعا تھا)
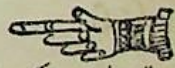
قطع نظر اِس کے عالم لوگ عموماً خدا کی صفات اور خدا کے فعلوں کا ذکر کرتے ہوئے لفظ "ظاہر ہونے" کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ قدرت خدا کا ظہور ہے۔

خدا اپنا انصاف ظاہر کر رہا ہے۔ جس طرح کہ انصاف خدا کی صفت ہے اور اُس کے لیئے ظاہر کرنا مستعمل ہوتا ہے تو اگر کوئی خدا کے علم (وید) کی بابت ظاہر کرنیکا لفظ استعمال کرے تو کیا اِس سے وہ علم خدا کی صفت نہیں رہے گا۔ ؟ وید چونکہ خدا کا علم ہے۔ اِس لئے بہترین لفظ ظاہر کرنا ہی ہے

جو کہ وید کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے - اور مثال لیجئے - لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی دانائی اور بزرگی اس سے ظاہر ہوتی ہے - اور خدا کی جملہ صفات اور جملہ افعال کے متعلق ظاہر کرنے کا لفظ استعمال ہوتا ہے - پھر میں نہیں سمجھتا کہ کیوں خدا کے علم یعنے وید کے ساتھ یہہ لفظ استعمال نہ ہو -

لیکن پرکاش (ظاہر کرنا) کے مقابلہ پر "ڈالنا" اور "اتارنا" کیسے بھدے الفاظ معلوم ہوتے ہیں - کجا آتما میں پرکاش کرنا اور کجا دل میں ڈالنا؟ ڈالنا اور اتارنا خدا کی صفات اور خدا کے افعال کو ظاہر کرنے کے لئے ناکافی ہیں - مثلاً

1
(الف) خدا کی صفات اور خدا کے فعل اس سے ظاہر ہوتے ہیں -
(الف) خدا کی صفات اور خدا کے فعل اس سے ڈالے جاتے ہیں -
(الف) " " " اتارے جاتے ہیں -

ب
(ب) خدا نے اس کے دل میں اپنا انصاف ظاہر کیا
(ب) " " " " ڈالا
(ب) " " " " اتارا

ج
(ج) خدا کا علم دل میں ظاہر ہوتا ہے -
(ج) " " ڈالا جاتا ہے -
(ج) " " اتارا جاتا ہے

د
(د) یہہ تمام عالم خدا سے ظاہر ہوتا ہے -
(د) " " " ڈالا گیا ہے
(د) " " " اتارا گیا ہے

ح
(ح) اس سے خدا کی قدرت - دانائی - کاریگری - علم - پاکیزگی - محبت - انتظام اور مہربانی ظاہر ہوئی ہے
ح ایضاً " ڈالی گئی
ح " " اتاری گئی

ط
(ط) وید یعنی علم خدا کا ظہور ہے -
(ط) " " خدا سے ڈالا گیا ہے
(ط) " " اتارا گیا ہے

ایک آدمی اشوپان (ریلگاڑی) میں سوار ہو کر لاہور جاوے اور دوسرا بیل گاڑی پر اگر اشوپان والا اپنے دوسرے بھائی کو کہے کہ میں اور تم دونوں بذریعہ سواری کے آئے تو کیا اس سے ریلگاڑی اور

بیکاری سادی ہوگئی۔ اگرینے پرکاش سے اعلیٰ لفظ کو الہام سے ادا کر دیا تو کیا اس سے پرکاش کے معنوں میں فرق آگیا۔ ہاں بے شک مینے غلطی کی کہ ایسے فصیح لفظ کے لئے خطوط وحدانی میں ایک ناقص لفظ لکھدیا۔ مولوی صاحب کا قول ہے کہ "آپنے . . . لفظ پرکاش نکالا جسکو اپنے دعوے کے لئے کافی نہ جانکر بریکٹ میں (الہام) کرکے لکھاہے"

میں سمجھتا ہوں کہ مینے مختصر طور پر ثابت کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ کے لئے لفظ پرکاش ناکافی نہ تھا بلکہ آپکا لفظ الہام آپکے دعوی کے لئے ناکافی ہے۔ اور لفظ الہام سے بھی ناقص اور ناکافی لفظ اُتارنا ہے جو کہ آپ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

آگے چلکر مولوی صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ "وید بھی مثل دیگر شے کے ہے۔ اس لئے خدا نے اُس کے لئے بھی پرکاش کا حکم لگا دیا" میں نہیں سمجھتا کہ اسمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں ابھی اوپر لکھ آیا ہوں کہ وید (علم) بھی خدا کی صفت ہے۔ اور خدا کی جملہ صفات پرکاش سے جب ظاہر ہو سکتی ہیں تو کیوں وید کے لئے یہہ لفظ استعمال نہ ہو؟ مولوی صاحب کی طرز پر اگر کوئی یہ دلیل کرے کہ گھوڑا ہے۔ پانی ہے۔ آم ہے۔ سورج ہے اور ساتھہ ہی کہے کہ خدا ہے۔

اور کہے کہ خدا بھی مثل دیگر اشیا کے ہوگیا۔ کیونکہ ہے کا لفظ سب اشیاء کے ساتھہ مستعمل ہوتا ہے تو کیا مولوی صاحب ماننے کو تیار ہونگے اور اگر نہیں تو پھر کیوں وید پر ہی اعتراض کرنے کے لئے "یہہ کھینچ تان" اور "دھینگا دھینگی" کرتے ہیں۔

ہاں بیشک مولوی صاحب نے خود ہی ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مثل دیگر اشیاء کے ہے۔ کیونکہ وہ رسالہ نمبر ۳ کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں کہ

"اگر ہمکو ہماری اُتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ"

مولوی صاحب کی اس عبارت نے ظاہر کر دیا کہ مسلمان لوگ قرآن کو مثل آریوں کے وید کی طرح خدا کی صفت نہیں مانتے۔ آریہ لوگ تو الفاظ اور اُنکے معانی یعنے علم کے باہمی تعلق کو وید کہتے ہیں اور مانتے ہیں کہ وید ایک عرصہ کے بعد رشیوں نے لکھے اور پہلے وید لکھے ہوئے کتابوں کی شکل میں نہ تھے بلکہ اولین رشیوں کے حافظہ میں محفوظ تھے۔ اور علم و عقل کے ذریعہ سے بھی یہہ بات پایہ ثبوت کو پہونچی ہے۔ کہ محیط کل علم مجسم خدا علم کا ظہور دلوں میں بذریعہ تحریک کر سکتا ہے۔ نہ کہ کتابیں لکھہ کر اور جلد باندھ کر آسمان سے پتھروں یا دلوں کیطرح پھینکتا ہے۔ مولوی صاحب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن لکھی ہوئی کتاب کا نام ہے نہ کہ خدا کے علم کا۔ وید کے متعلق جب ہم کہتے ہیں کہ وید (علم) الشور

برکاشت ہیں تو اُس وقت ہماری کبھی یہہ مراد نہیں ہوتی کہ وید کی کتاب خدا کیطرف سے ہے۔ اور کبھی ہم نے شاستروں یا ویدوں میں وید کو وید پستک یعنے وید کی کتاب کہہ کر نہیں پکارا۔ بلکہ ایشور واکیہ (کلام الٰہی) وید بانی (کلام وید) (ایشوری گیان) وغیرہ ناموں سے پکارا ہے۔ وید کا ایک اور نام بھی ہے جسکو کہ شروتی (شنیدہ علم) کہتے ہیں اور عام طور پر سب جانتے ہیں کہ کل دُنیا کے محقق اور مؤرخ آریوں کی کتب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ یعنے شروتی اور سمرتی۔ شروتی۔ (شنیدہ علم) کے اندر صرف ویدوں کو ہی لیتے ہیں۔

پس مولوی صاحب میرے خیال میں آپکا اور ہمارا فیصلہ ہوگیا۔ آپ دکن کو جارہے ہیں۔ اور ہم اُتر کو۔ آپ لکھی لکھائی کتاب کے اُتارنے کا نام کلام اللہ مان رہے ہیں جوکہ لفظوں میں لوگوں کو مغالطہ دیتا ہے۔ درصل آپکا قرآن خود کہہ رہا ہے کہ میں کلام اللہ نہیں بلکہ **تحریر اُتاری ہوئی ہوں**

آپ لفظ کتاب کے معنے بدل نہیں سکتے۔ کتاب کے معنے غیاث اللغات میں مفصل دئے ہوئے ہیں۔ (دیکھو غیاث اللغات صفحہ ۲۹۵) اور اُن معنوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ لکھی ہوئی چیز کا نام ہی کتاب ہو سکتا ہے۔ اور قرآن کے متعلق کتاب کا لفظ قرآن کے اندر اور بھی کئی مقامات پر مستعمل ہوا ہے جس سے اسی خیال کی تائید ہوتی ہے۔ کہ قرآن لکھی ہوئی کتاب اُتاری گئی تھی۔ چنانچہ دیکھئے میں چند اقتباس قرآن سے ہی پیش کرتا ہوں۔

از سورہ بقر

(۱) اِس کتاب میں کچھ شک نہیں اہل خوف کے لئے ہدایت ہے* (آیت اول)

(۲) جو کتاب ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے اگر تمہیں اُسمیں کچھ شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔ اور خدا کے سوا اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر سچے ہو ․․ ․․ ․․ ․․ ․․ ․․ ․․ (آیت ۲۱)

(۳) جو کچھ مینے (محمد پر) اُتارا ہے اُسکو مان لو وہ مصدق ہے تمہاری کتاب کا ․․ ․․ ․․ ․․ ․․ ․․ ․․ ․․ ․․ (آیت ۳۸)

(۴) تمنے تو کتاب پڑھی ہے کیا نہیں سمجھتے ․․ ․․ ․․ (آیت ۴۱)

(۵) جب ہم نے کتاب اور فرقان موسیٰ کو دیا کہ شاید تم ہدایت پاؤ (آیت ۵۰)

(۶) بعض اُن میں ان پڑھ آدمی ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے ․․ خرابی ہے اُنکی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے اور پھر کہتے ہیں کہ یہہ خدا سے ہی (آیت ۷۳)

* (نوٹ) ذٰلِکَ الکِتٰبُ وغیرہ "یہہ کتاب" گویا قرآن میں کتاب کا لفظ عربی میں موجود ہے (آریہ)

(۷) کتاب کی بعض بات مانتے اور بعض بات کا انکار کرتے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۷۹)
(۸) ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اُس کے بعد پے در پے رسول بھیجے (آیت ۸۱)
(۹) جب اُن کے پاس خدا کی طرف سے کتاب آئی (قرآن) جو اُن کی
کتاب کا مصدق ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۸۳)
(۱۰) اور جب اُنہیں کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے (محمد پر) اُتارا ہے تم
اُسے مانو کہتے ہیں ہم اُسی کو مانتے ہیں جو ہم پر اُترا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اور اُنکی کتاب کا مصدق ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۸۵)
(۱۱) تو کہہ جو کوئی جبریل کا دشمن ہے اُسنے تیرے دل پر باذن خدا
قرآن نازل کیا جو کتب سالفہ کا مصدق ۔ ۔ ۔ ۔ ہے ۔ ۔ ۔ (آیت ۹۱)
(۱۲) ہم نے تیری طرف کھُلی آیتیں نازل کی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۹۳)
(۱۳) جب خدا کی طرف سے اُنکے پاس رسول آیا جو اُنکی کتاب کا مصدق
ہے ۔ تب اہل کتاب میں سے ایک فریق نے خدا کی کتاب کو پیچھے ڈالا
وہ جانتے نہ تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۹۵)
(۱۴) اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر ہیں نہیں چاہتے کہ تم
(مسلمانوں) پر تمہارے خدا سے کوئی بھلی بات نازل ہو ۔ لیکن خدا
جسے چاہے رحمت سے مخصوص کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۹۹)
(۱۵) جو آیت (قرآن) ہم منسوخ کردیتے یا (محمد کو) بھلا دیتے ہیں تو اُس سے
بہتر یا اُسی کی مانند اور آیت پہنچا دیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۱۰۰)
(۱۶) اہل کتاب میں بہت لوگ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۱۰۳)
(۱۷) اور ان سب نے کتاب پڑھی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۱۰۷)
(۱۸) جیلوں (اہل عرب نے) کہا اللہ ہم سے کیوں نہیں بولتا ۔ یا ہمکو
کوئی نشان دے ۔ اُنکے اگلوں نے بھی انہیں کیسی بات کہی تھی ۔ ۔
ہم نے اہل یقین کے لئے (قرآن کی) آیتیں بیان کردی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۱۱۲)
(۱۹) جنکو ہم نے کتاب دی اور وہ اُسکو جیسے پڑھنا چاہئے پڑھتے
ہیں وہی اُس کے مومن ہیں اور جو اُسکا منکر ہے وہی خسارہ
میں ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیت ۱۱۵)

(۴۰) مکہ والوں سے ایک رسول اُٹھا جو تیری آیتیں اُنپر پڑہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھلائے .... (آیت ۱۲۳)

(۴۱) نیکی یہہ ہے کہ آدمی خدا پر اور آخری دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے .... (آیت ۱۷۲)

ازسورہ آل عمران

(۴۲) اُس نے تجھہ پر سچی کتاب اُتاری ہے کہ اگلی کتابوں کی مصدق ہے اور اُس سے پہلے توریت انجیل کو اُتارا تھا ...... (آیت ۲)

(۴۳) اُسنے تجھہ پر کتاب اُتاری اُسمیں بعض آیتیں پکی ہیں ... (آیت ۵)

(۴۴) کیا تو نے اُنکی طرف نہیں دیکھا جنکو کتاب میں سے کچھہ حصہ ملا ہے۔ وہ خدا کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں ...... (آیت ۲۲)

(۴۵) جب خدا نے سب نبیوں سے یہ اقرار لیا تہا کہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے .... (آیت ۷۵)

ازسورہ نساء

(۴۶) اے کتاب والو جو کچھہ ہمنے (محمد پر) تمہاری کتاب کا مصدق اُتارا ہے۔ تم اُسپر ایمان لاؤ .... (آیت ۵۰)

(۴۷) ہم نے تیری طرف یہہ کتاب بہ راستی اُتاری ہے ...... (آیت ۱۶۰)

(۴۸) اے محمد ہم نے تیری طرف ویسا الہام بھیجا ہے جیسا ہم نے نوح اور اُس کے بعد نبیوں کی طرف بھیجا تھا اور جیسا الہام ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحاق و یعقوب اور اُس کے بارہ بیٹوں کو اور عیسیٰ و ایوب و یونس و ہارون و سلیمان کو دیا تہا اور داؤد کو ہمنے زبور دیا .. (آیت ۱۶۱)

(۴۹) خدا نے موسیٰ سے باتیں کی تھیں .... (آیت ۱۶۲)

(۵۰) جو کچھہ تجھہ پر اُتارا ہے اُسکے بارہ میں خدا گواہی دیتا ہے کہ اُسنے وہ بعلم خود اُتارا ہے۔ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ گواہ کافی ہے .... (آیت ۱۶۴)

از سورہ مائدہ

(۳۱) مسلمان پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں بھی تمہیں حلال ہیں .. . . (آیت ۷)

(۳۲) تیری طرف (اے محمد) ہم نے سچائی سے کتاب اتاری ہے ۔ (آیت ۵۲)

(۳۳) جب تم انکی حقیقت ایسے وقت میں پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو اُنکا بھید تمہارے لئے کھولا جائیگا ۔ . . . . (آیت ۱۰۱)

از سورہ انعام

(۳۴) اگر ہم تجھ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کریں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اُسے ٹٹولیں تو بھی کافر کہیں گے کہ یہہ صریح جادو ہے . . . .. (آیت ۷)

(۳۵) اور وہ کہتے ہیں کہ (محمد پر) کوئی فرشتہ کیوں نہ اُترا اگر ہم فرشتہ اُتاریں تو بات ہی فیصل ہو جاتی ہے ۔ پھر اُنکو مہلت بھی نہ ملیگی (آیت ۸)

(۳۶) اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بناتے تو اُسے آدمی بنا کے بھیجتے .. (آیت ۹)

از سورہ اعراف

(۳۷) یہہ کتاب تیری طرف اُتار دی گئی ہے .. . . . تاکہ تو اِس کتاب سے لوگوں کو ڈراوے .. . . (آیت ۱)

از سورہ نحل

(۳۸) جب ہم ایک آیت کی جگہہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اُتار رہا ہے .. . . (آیت ۱۰۳)

(۳۹) اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ (اہل مکہ) کہتے ہیں کہ محمد کو ایک آدمی سکھلاتا ہے (یعنے جبر یا ابو فکیہہ و یسار و عائش وغیرہ کہ نصرانی صیقل گر مکہ میں تھے ۔ اور اکثر راتوں کو جمع ہو کے حضرت صاحب کو کتب سناتے تھے) جسکی طرف نسبت کرتے ہیں (کہ فلاں شخص سکھلاتا ہے)

اُسکی زبان عجمی ہے - اور یہہ قرآن صاف عربی زبان ہے - - - - (آئت ۱۰۵)

ازسورہ زخرف

(۴۰) ہم نے اُسے عربی قرآن بنایا تاکہ تم (اہل عرب) سمجھو - - (آئت ۲) ۱
(۴۱) اور وہ اصلی کتاب میں ہمارے پاس بلند و باحکمت ہے - - - - - (آئت ۳)

ازسورہ قلم

(۴۲) اور قلم کی قسم اور جو کچھہ لکھتے ہیں اُسکی قسم - - - - - (آئت اول)
(۴۳) کہ تو اے محمد بفضل رب دیوانہ نہیں ہے - - - - - - (آئت ۲)

ازسورہ جن

(۴۴) تو کہہ مجھے الہام ہوا ہے کہ چند نفر جن (قرآن) سُن گئے
ہیں سو اُنہوں نے کہا ہے کہ ہم نے عجیب قرآن سُنا - - - - - (آئت اول)

ازسورہ مزمل

(۴۵) اے کمبل پوش (محمد) - - - - - - - - - - (آئت ۱)
(۴۶) راتکو اُٹھہ مگر تھوڑا - - - - - - - - - - (آئت ۲)
(۴۷) آدھی رات یا تھوڑا اُس سے کم کر - - - - - - (آئت ۳)
(۴۸) یا اُسپر زیادہ کر اور قرآن کو صاف پڑھ - - - - - (آئت ۴)
(۴۹) دن میں تجھے لمبا شغل رہتا ہے - - - - - - - (آئت ۷)
(۵۰) اپنے رب کا نام یاد کر اور اُسکی طرف خوب متوجہ ہو - - (آئت ۸)
(۵۱) تیرا رب جانتا ہے کہ تو قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات
اور تہائی رات اُٹھتا ہے - - - اب قرآن میں سے جسقدر آسان
ہو پڑہو - - - - - - - - - - (آئت ۲۰)

ازسورہ دھر

(۵۲) ہم نے تجھہ پر آہستہ آہستہ قرآن اُتارا - - - - - - (آئت ۲۳)

دافع وسواس

بجواب

رسالہ حقیقت آریہ

(سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ ہذا ماہ مئی ۱۸۹۹ء)

مولوی کے سوالوں کے جواب

خاتمہ پر مولوی صاحب نے بابت سوال درج فرمائے ہیں جنکے جواب ذیل میں عرض کئے جاتے ہیں۔

سوال (۱) وید کے ایشور بچن اور کلام خدا ہونیکی کیا دلیل ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ مثل برہماجی یا کسی اورشی کے مُنہ سے برامد ہوئے ہیں۔ اسواسطے ایشور کا بچن اور الہامی ہیں تو میں کہوں گا کہ اس بات کو دلیل سے ثابت کرو کہ برہماجی وغیرہ نے دعویٰ کیا ہے کہ جو میرے مُنہ سے نکلے وہ الہامی و کلام خدا ہے۔ ورنہ بدون ثبوت دعوےٰ کے لازم آویگا مدعی کا سُست اور گواہ کا چُست ہونا۔۔۔ الخ

جواب۔ وید کے الہامی ہونے کے ثبوت اظہر من الشمس ہیں۔ وید برہماجی یا کسی اوررشی کے کلام نہیں ہیں۔ البتہ قرآن محمد صاحب کا قول ضرور ہے۔ جیساکہ قرآن سورہ الحاقہ میں لکھا ہے۔ انہٗ لقولُ رسولٍ کریم یعنے ہر آئینہ قرآن کلام رسول بزرگوار ہے (تحقیق قرآن رسول بزرگ کا قول ہے) الہام کا مصداق وید مقدس کے سوائے اور کوئی ہرگز نہیں ہوسکتا۔ دیکھئے الہام کے معنے ہیں **اِلہام**۔ بالکسر آنچہ دردل کسے اندازد خدائے تعالےٰ (دیکھو منتخب وغیاث) اور القاء ربانی بھی وید مقدس کی نسبت ہی صادق ہوسکتا ہے کیونکہ تاریخ سے ظاہر ہے۔ کہ وید مقدس سے پرانی کتاب دُنیا میں کوئی نہیں۔ **ژنداوستھا۔ توریت زبور۔ انجیل** و قرآن کی اُسکی قدامت کے سامنے کوئی وقعت نہیں۔ توریت وغیرہ سب سے پہلے ژنداوستھا ہے۔ مگر اُسمیں بھی وید مقدس کا نام اور اُسکے منتروں کا ذکر موجود ہے۔ (دیکھو ژنداوستھا پرن ۴۶۔ آیت ۲)

اور قدامت کے سوا پرماتما کی ذات جامع حسنات کی جس خوبی اور کماحقہٗ سے وید نے تشریح کی
ہے۔ اور جس عمدگی اور معقولیت سے اُسکی شہادت دی ہے طاقتِ انسانی سے سراپا دور ہے۔
شاپن ہائیر جیسے علامہ فاضلوں نے دشہزادہ دارا شکوہ جیسے نرپکش محققوں نے بھی اُنکی صداقت
کی صدق دل سے داد دی ہے۔ اور بتلایا ہے کہ قرآن و انجیل وغیرہ سارے اُنکے مقابلہ سے
مجبور ہیں۔ پدارتھ وِدیا۔ فلسفہ۔ معقولیت اور طبعیات کا وید مقدس
معلم وہادی ہے۔ قانون قدرت اور کارخانہ قدرت اور وید کا باہمی اندرونی و بیرونی اتفاق
ہے۔ اور صرف اتفاق ہی نہیں بلکہ اتحاد قلبی۔ پس وید کی ایشوری وِدیا یعنے الہام الٰہی ہونے
کی یہہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ موسیٰ عیسےٰ یا محمد صاحب کے زمانہ میں تو تعلیم و تدریس کا قاعدہ
موجود تھا اسواسطے علم لدنی اُنکو ہرگز نہیں ہوا۔ البتہ یہہ وصف اُن چار رشیوں میں موجود
تھا کہ جن پر ابتدائے آفرینش میں پرماتمانے اپنے ازلی و ابدی گیان وید کا الہام نازل
فرمایا۔ اور اُنہیں کو یہہ فخر حاصل تھا۔ کیونکہ علم لدنی کی تشریح یہہ ہے۔ کہ "آنچہ کسے
را بدون سعی و کوششِ غیر محض بفضل خویش از نزدِ خود حق تعالےٰ عطا فرمودہ باشد"
(دیکھو غیاث اللغات صفحہ ۳۸۵ مطبوعہ مطبع خاص منشی نولکشور لکھنو) پس اُن آدی
رشیوں کو پرماتمانے اپنی عنائت مخائیت سے بذریعہ علم لدنی کے وید مقدس کا الہام عطا
فرمایا جسمیں لاکھوں رشیوں کی رائے سلسلہ وار ہمارے مطابق ہے۔

سوال ۲۔ مشہور یہہ ہے کہ وید چار ہیں۔ لیکن بعض کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ تین ہیں۔ اب دونوں
سے کونسی روائت صحیح ہے۔

جواب۔ وید چار ہیں۔ تین نہیں۔ تمام رشی منیوں کی تصانیف میں وید کے چار ہونیکا ذکر ہے۔ خود
ویدوں میں اسکا ذکر ہے۔ کہ وہ چار ہیں اور اُنکا نام بھی مذکور ہے۔ یعنے **رگ**۔ **یجو**
سام۔ **اتھرو**۔ (دیکھو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا مصنفہ مہرشی دیانند سرسوتی جی
وید اُتپتی وشے)۔ ہاں بعض کتابوں میں جو کہیں تین کا ذکر آیا ہے اُسکا مطلب یہہ ہے۔ کہ
اُس جگہہ تین ویدوں کے ہی بیان کرنے کی ضرورت تھی۔ جیسے قرآن میں کسی جگہہ توریت
کسی جگہہ توریت و زبور۔ کسی جگہہ توریت و زبور انجیل تینوں اور کسی جگہہ صرف انبیا کا
ہی ذکر ہے۔ کسی کتاب کو آغاز سے انجام تک دیکھنے سے مطلب نکلا کرتا ہے۔ پس رشیوں
منیوں کی تصانیف میں سے ایسی کوئی کتاب نہیں کہ جسمیں چار ویدوں کا ذکر نہ ہو۔ ویدوں
کا چار ہونا یہاں تک مسلم اور مشہور اور اظہر من الشمس ہے کہ جوتشی لوگ یعنی ہیئت دان

حساب میں جہاں لفظ وید آتا ہے۔ اُس سے ہم مراد لیتے ہیں۔ جیسے کہ ابجد خواں لوگ تاریخ کے الفاظ سے دل کے چار عدد گنتے ہیں۔ پس ایسی صریح بات سے انکار کرنا عقلمندی اور حق پسندی سے بعید ہے۔

سوال ۳۔ وید کے ملہموں میں اختلاف ہے۔ کوئی برہماجی کو ملہم ٹھہراتا ہے کوئی اور رشیوں کو اسکو عقلاً اس طرح ثابت کرو کہ اختلاف جو موجب فساد ہے جاتا رہے۔

جواب۔ وید کے ملہم رشیوں کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ تمام پراچین محققین کی لیکھوں میں چار رشیوں کا نام ہے۔ یعنے **اگنی۔ وایو۔ آدتیہ۔ انگرہ** رشیوں کے ہردے میں ایشور کی طرف سے ویدوں کا الہام ہوا۔ باقی رہا برہماجی کو ویدوں کا الہام ہونا۔ رگوید سے ظاہر ہے کہ برہما کے معنے ویدانوں کے ہیں۔ یعنے وید کے جاننے والے۔ پس معنے کے لحاظ سے ہم اُن چار رشیوں کو بھی برہما کہہ سکتے ہیں۔ اور پورانوں میں جہاں برہماجی کو ویدوں کا مبلغ لکھا ہے۔ وہاں اُنکے چار سر۔ آٹھ آنکھیں۔ آٹھ کان۔ چار منہ۔ آٹھ ہاتھ بھی بیان کئے ہیں۔ اور یہہ بھی رقم ہے کہ وہ ایک ایک منہ سے ایک ایک وید پڑہتا تھا۔ یعنے روئے شرقی سے رگوید۔ روئے جنوبی سے یجروید۔ روئے غربی سے سام وید اور روئے شمالی سے اتھروید۔ چونکہ ایسا آدمی ہونا علم وعقل کے سراسر خلاف ہے۔ اسلئے اگر اسکو بطور استعارہ مانا جاوے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں چار رشیوں کی بابت ذکر ہے۔ اور اب یگیہ یا بیاہ شادی کے موقعہ پر چار ویدوں کے جاننے والے اسی ترتیب سے بیٹھا کرتے ہیں۔ پس اس عجایب المخلوق برہما کو اگر ہم تسلیم کریں تو چار رشی ہو جاتے ہیں۔ اور انصاف یہہ ہے کہ یہہ چار منہ اور آٹھ ہاتھ چار رشیوں کے ہیں ایک آدمی کے نہیں۔

سوال ۴۔ عالم کی پیدائش میں اختلاف فاحش ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ پانی سے کنول کا پھول پیدا ہوا۔ اور اُس سے برہماجی پیدا ہوئے۔ اور کوئی یوں بتاتا ہے۔ کہ جب ایشور کے دل میں یہہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے بدن سے ایک قسم کی خلقت پیدا کرنی چاہئے۔ تو اُس نے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ پھر اُسمیں بیج ڈالا۔ پھر وہ بیج صورت طلا آفتاب کے بن گیا۔ اُس سے برہماجی پیدا ہوئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اِنمیں سے کونسی روایت صحیح ہے عقلاً ثابت فرمائے۔ ورنہ خرابی یعنی اختلاف موجب فساد لازم آویگا۔ اور برہماجی سے آدمیوں کی پیدائش کیونکر ہوئی۔

جواب - آپکی لیاقت لفظ فاحش سے ہی ظاہر ہے - حضرت لفظ فاحش کا یہاں موقعہ نہیں بلکہ فاش لکھنا چاہیے تھا - پیدائش کی بابت جو اختلاف آپنے لکھے ہیں اُنہیں سے کوئی بھی صحیح نہیں - یہ ساری بیان علم وعقل اور وید مقدس کے خلاف ہیں - اور جن کتابوں میں ایسا ذکر ہے وہ بھی ستیہ شاستروں کے خلاف ہیں - اصل یہی ہے کہ جو وید اور شاستروں میں مذکور ہے کہ انادی پرکرتی سے پرماتمانے مادی جگت بنایا - اور یہہ گربہہ وِدیا کی ترتیب سے اُتپن کیا - بعد ازاں انسانی سرشٹی ہوئی - اور بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں - ازانجملہ وہ چار رشی بھی تھے جنکو کہ ویدوں کا الہام ہوا - کئی اور بھی تھے جنہوں نے اُن سے تعلیم پائی - اور اُنہیں رشیوں سے تمام انسانوں کی پیدائش ہوئی - (مفصل دیکھو ستیارتھ پرکاش جگت اُتپتی) ہاں قرآن میں مسلہ پیدائش کی بابت اختلاف ہے - اور ایسا ہی حدیث میں اختلاف ہے -

سوال ۵ - حامل قانون الٰہی کا عقل کے نزدیک وہ شخص ہونا چاہیئے جو امین اور دیگر اوصاف حمیدہ سے متصف ہو - اور جسپر کسی قسم کا الزام نہ ہو - تاکہ کتاب قانون الٰہی میں خیانت نہ ہو -

جواب - یہہ صفات کاملہ بھی حاملانِ کلام ربانی یعنے اُن چار بزرگ رشیوں میں پائی جاتی ہے - جن کے آتماؤں میں ویدوں کا پرکاش ہوا - اور اُس ایشوری گیان کے پرچار اور اُپدیش سے اور بھی کروڑوں آدمی رشی اور منی ہو گئے - خود لفظ رشی کے معنے بھی عالم - برہمچاری - صفات حسنہ سے موصوف کے ہیں - نروکت کے مصنف مہرشی یاسک منی نے اِسپر مفصل بحث کی ہے - اور ان رشیوں کی بابت تو کسی پراچین گرنتھ میں بُری باتوں کا نام ونشان نہیں ہے - البتہ محمد صاحب جبرئیل صاحب - مسیح صاحب - موسیٰ و داؤد صاحب حاملانِ قرآن وانجیل وتوریت وزبور کے چالچلن کی بابت بہت سے سخت شک ہیں اور اسی طرح دیگر تمام انبیا کی بابت - اور کسی فرضی قصہ کہانی کی کتابوں سے نہیں بلکہ اُنہیں مقدس اور الہامی کتابوں سے اُن کے چالچلن نیک معلوم نہیں ہوتے اور نہ وہ امین پائے جاتے ہیں (مفصل دیکھو توریت مقدس وانجیل وقرآن وحجۃ الاسلام وتکذیب براہین احمدیہ مصنفہ سرگباشی پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر جلد اول صفحہ ۱۲ - ۱۳۵)

سوال - ۶ - وید اگر ایشور کرت ہیں تو بتلائیے کس جگہہ رشیوں کے ہردے میں پرکاش ہوئے - اور اُس گاؤں کا کیا نام ہے - اور یہہ سنسکرت بولی اُس ملک میں بولی جاتی ہے یا نہیں اگر نہیں بولی جاتی تو اسکے مٹ جانیکا کیا سبب ہے - یہہ کسی وید کے خاص اشلوکوں سے ثابت کیجئے -

جواب - وید بے شک ایشوری گیان یعنی آدی الہام ہے وہ مقام ترشٹپ یعنی تبت خورد مندرجہ بالا چار رشیوں کے ہردے میں پرماتمانے پرکاش کئے - سرشٹی کا آرمبھ ہونے کے کارن اُس وقت کوئی گاؤں آباد

نہیں ہوا تھا۔ پرانے آریہ اتہاسوں میں اُسی کو پوتر دیش۔ اُسی کو سورگ بھومی۔ اُسی کو ترشٹپ اُسی کو
کورد کھشیتر یعنے خطۂ مقدس دیوتا استھان بیان کیا گیا ہے۔ بعد ازاں وہاں گاؤں اور شہر آباد ہوئے
اور یگوں اور مہایگوں بلکہ منونتروں کے گزر جانے کے بعد اب اُن شہروں کے نام و نشان نہیں
رہے۔ ہاں مانوسروور یا مان سروور اُسکی نہایت قدیم یادگار موجود ہے۔ پہلے سنسکرت بھاشا وہاں
بولی جاتی تھی۔ یعنی قدرتی بچوں کی جو دائیہ قدرت کی گود میں پلے تھے اُنکو قدرتاً وہ زبان عطا کی گئی تھی
مگر اب وہاں کی زبان سنسکرت نہیں رہی بلکہ یگوں کے ہیر پھیر سے وہ پراکرت ہوگئی۔ مگر اب بھی سنسکرت
الفاظ اُس زبان میں ہزاروں موجود ہیں۔ یہہ امر تواریخی ہے اور وید تواریخی کہانیوں اور اذکار
سے مُبرا ہیں۔ لیکن آریوں کی دیگر کتابوں میں اس امر کا ذکر موجود ہے کہ وہی لوگ جب کثرت آبادی
کے سبب دُنیا کے دیگر حصوں میں پھیلنے لگے تو زبانوں میں تغیر و تبدل ہوتا گیا۔ ہر ایک زبان کے اندر
سنسکرت کے جھلکتے ہوئے جوہر موجود ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ سبکا مخرج ایک ہی ہے یعنی سنسکرت
چونکہ تاریخ کا سلسلہ وید کے بعد شروع ہوا ہے۔ اِس لئے ویدوں میں اِس پرکار کی شہادت
تلاش کرنا سراپا لغو ہے۔ عبرانی اور عربی کے فرق پر غور کرو۔ ژند اوستھا کی پارسی اور موجودہ
فارسی کی کتب مطالعہ کرو۔ تب یہہ علم زبان کا بھید بخوبی سمجھ میں آ جاویگا۔ ۱۳ سو برس میں ہی
قرآن کی عربی اور موجودہ عربستان کی عربی میں تفریق ہوگئی ہے۔ شاہجہان کے زمانہ کی اردو
اور موجودہ اردو میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہی حال انگریزی و جرمن وغیرہ زبانوں کا ہے
یجروید کے اِس منتر " तस्मा द यज्ञत सर्वहुत ° " اور اسی طرح اور بھی کئی منتروں میں الہام الہیٰ
کا ذکر ہے مگر ہدایت و صداقت کے طریقہ پر نہ کہ کہانی کے طور پر کیونکہ وید قصہ کہانی سے پاک ہے۔

سوال ۷ ۔ ارواح جنم مرن سے نجات پاتی ہیں یا نہیں اگر پاتی ہیں تو کہاں رہتی ہیں۔ اور آیا ہر سلسلہ
میں پاتی ہیں یا کسی خاص میں اور موت کیا شے ہے۔

جواب ۔ لنگ شریر تھا استھول شریر کا ویوگہ ہونے اپرگٹ کا جو ہونا اُسکا نام مرن یا موت ہے
اور جنم مرن سے رہائی پاکر پرم آنند میں رہنا اسکا نام موکش یا نجات ہے۔ ہر سلسلہ میں نجات
پاسکتا ہے بشرطیکہ شبھ کرم اور ایشوری گیان پراپت ہو۔ ورنہ انیک جنموں میں کروڑہا سال
تک پڑتا رہے۔ اور اچھے کرم نہ کرے۔ اور ایشوری گیان پہار تھہ نہ ہو تو جیو کبھی نجات حاصل
نہیں کرسکتا۔ نجات حور و غلمان کا ملنا نہیں ہے اور نہ شراب و کباب کا کھانا پینا ہے اور نہ
باغوں کی سیر کرنا۔ بلکہ یہہ تو شہوت پرستی کے خیالات اور نفسانی لوگوں کے توہمات ہیں
پس حقیقی آنند اور نفسانی نجات میں زمین و آفتاب کا فرق ہے۔ آپ غور کر کے نسخہ خبط احمدیہ

مُصنفہ پنڈت لیکھہ رام جی آریہ مسافر سُرگباشی - میں سے قرآن و وید کی نجات کا مقابلہ ملاحظہ فرمائیے ؛

سوال ۸ - جب جگ پرلے ہوتا ہے تو روح کہاں رہتی ہے - آیا وصل ہو جاتی ہے - ذات ایشور میں یا اور کسی جگہہ قائم رہتی ہے - المختصر -

جواب - پرلے سمہ میں روحیں ایشور کے آدہار رہتی ہیں - ذات ایشور میں وصل نہیں ہو جاتیں - ہر ایک جُدا جُدا قائم رہتی ہے - روح جسم کے ساتہہ اُتپن نہیں ہوئی - اِس لئے بغیر جسم کے قائم تو رہتی ہے مگر بغیر جسم کے کرم نہیں کر سکتی - وہ ایک خواب یا سُشپتی جیسی حالت ہوتی ہے - علاوہ براں پرلے ایک دیشی ہوتی ہے یعنی ایک برہمانڈ کی پرلے ہوتی ہے سب کی نہیں - اور برہمانڈ سے مراد وہ تمام کُرے ہیں جو ایک سورج کے ماتحت ہیں یعنی ایک سولر سسٹم - حالانکہ برہمانڈ بیشمار ہیں -

سوال - کرم کی کیا حقیقت ہے آیا حادث فنا پذیر ہے یا قدیم غیر قابلِ فنا ہے - سو شق ثانی بدیہی باطل ہی ہے شق اول اسپر میں کہتا ہوں کہ عمل سابقہ فنا پذیر ہیں تو سلسلہ دوسرے عالم یعنی آئندہ کے پیدا ہونیکی کیا صورت ہے - کیونکہ بقول آپکے پیدائیش سلسلہ لاحقہ کی بسبب اعمال سابقہ کے ہے -

جواب - کریا مان وستو کا نام کرم ہے یعنی جو کیا جاوے اُسکا نام فعل یا عمل ہے - اور وہ کریا سے پہلے نہیں ہوتا مگر پرواہ کے سلسلے سے انادی ہے کیونکہ جس کے وہ کام ہیں وہ انادی ہے یعنی قدیم اور غیر قابلِ فنا روح کے - جو بدیہی بات ہے - اور اُس سے کسی جاہل کے سوا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور پیدا ہونا یعنی حدوث روح کا سراسر باطل ہے - بنابران روح کے انادی ہونے سے کرمونکا سلسلہ اور اُس سے اُتپتی کا سلسلہ لاحق انادی ہے مگر پرواہ سے نہ کہ سروپ سے یعنی کرم چونکہ ایک چیتن کے فعل ہیں - اِسواسطے اُنمیں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اور ہمیشہ نئے اعمال کا دروازہ کھُلا ہوا ہے - جیسے روح و جسم کے قیام سے کہانے پینے کا سلسلہ یا آنکھوں کے قیام سے دیکھنے کا سلسلہ -

سوال ۱۰ - اُسوقت یعنی مہاپرلے میں خدا کیا کرتا ہے اور اپنے اوصاف کا اثر کس چیز میں ظاہر کرتا ہے - کیونکہ روح کا تعلق مہاپرلے میں جسم سے نہیں رہتا - المختصر -

جواب - مہاپرلے میں بھی پرماتما روحوں کا منتظم اور مادہ کا مالک رہتا ہے - اور اِس برہمانڈ کے فنا یعنی کارن روپ ہو جانے کی صورت میں اور برہمانڈوں کا اسی طرح پربندہ کرتا اور مالک رہتا ہے - کیونکہ ایتینت پرلے کبھی نہیں ہو سکتی - ہمیشہ ایک ایک برہمانڈ کی ہوتی ہے - اور مقررہ میعاد وید کے مطابق یعنی ایشوری نیم کے انکول اُتپتی کے بعد ویناش اور ویناش کے بعد اُتپتی - قرآنی خدا کی طرح کبھی معطل نہیں رہتا - اور نہ تعطیل ذات باری میں ہم جائیز جانتے ہیں - وہ ہمہ وقت موجود

بالفعل ہے اور صانع و مالک کبھی لاتعلق اور غافل نہیں۔ اور نہ خواب استراحت میں ہے۔ پس یہہ اور ایسے ہی دیگر اعتراض اسلام و قرآن پر عائد ہوتے ہیں۔ نہ کہ آریہ دھرم یا وید مقدس پر۔

سوال ۱۱۱۔ روح محدود ہے یا غیر محدود۔ اگر محدود ہے تو بہت سی دلیلوں سے لازم آویگا روح کا حادث ہونا نزدیک تمہارے۔

جواب۔ اس کا مفصل جواب نسخہ خبط احمدیہ کے صفحہ ۱۵۲ پر سرگباشی پنڈت لیکھرام جی دیکھ چکے ہیں۔ آپ بغور ملاحظہ فرماویں اور اپنا بھرم مٹاویں۔ روح تو روح آپ لوگ تو خدا کو بھی محدود مانتے ہیں۔ غیر محدود نہیں۔ تمہارے واعظ محمد عبدالحمید پانی پتی کہتے ہیں کہ "خدا کے ہر جگہہ ہونے کے یہہ معنے نہیں کہ جو پنڈت صاحب (پنڈت لیکھرام جی) نے سمجھے۔ کہ خدا پنڈت صاحب کے مکانوں کی چار دیواریوں میں بند ہوتا ہے۔ کچھہ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور کچھہ اوپر۔ وہ لامکانی ہے۔ تمام کائنات اور آسمان زمین سے پرے۔ اور وراء الوراء ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم مکانی ہیں۔ جب لامکانی کو کوئی پیغام مکانی کی طرف نازل ہوگا۔ تو ضرور ہے کوئی واسطہ درمیان میں حد اوسط کی طرح نکلیگا۔ اسی کا نام جبرئیل ہے۔" (خلعت آریہ صفحہ ۲۰) پھر لکھتے ہیں "پس معلوم کرنا چاہئے۔ کہ خدا آسمان اور زمین سے وراء الوراء لامکان میں ہے۔ اور اُسکے علم نے تمام چیزوں کو ایسا گھیر رکھا ہے کہ ذرا ذرا اُس کے علم کے باہر نہیں۔ یعنی تمام زمین اور آسمان اور تمام کائنات اور سب کی سب موجودات اُسکی ذات بابرکات کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک بڑی طشت میں چھوٹا سا دانہ رائی کا۔ اور اُس کے پاس کا بیٹھا ہوا شخص اُس دانہ رائی کو باریک نظر سے دیکھہ رہا ہو۔ تو جس قدر اُس دانہ کے اندر جوہر یا اوصاف ہونگے۔ اُن سبکو وہ ایک ہی نظر سے دیکھے گا یہہ ہی مثال ذات باری کی ہے" (ایضاً صفحہ ۱۳) پھر لکھتے ہیں "ہم آریوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کسی شہر کا رہنے والا کہ جہاں آفتاب نے طلوع کر رکھا ہو کرۂ آفتاب سے ملنا چاہے تو کیا اُس شہر میں اور اُسی گھر میں بلا حس و حرکت کے اندر بیٹھا ہوا کرۂ آفتاب سے ملسکتا ہے بولو۔ ہرگز نہیں۔ پس یہہ ہی عالم ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا۔ کہ گو خدا کے ایک اور جلال نے کعبہ اور غیر کعبہ پر اپنا جلوہ من حیث الوجود برابر ڈال رکھا ہے اور اُس کے علم دلنور کا جلوہ ہر جگہہ موجود ہے۔ جیسے آفتاب کی روشنی ولیکن اگر کوئی خدا سے ملنا چاہے تو ضرور اُسے لامکان تک جانا ہوگا۔ لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو خاص اُس کرۂ زمین کے رہنے والے ہیں جو کہ خدا کی ذات کے سامنے حبۂ خردلہ سے بھی کہیں فروتر ہے یہہ مسافت طے کر کے خدائے لایزال سے لامکان میں ملنے گئے اور بہت سے اسمیں ایمان لائے اور تصدیق کیا اور بہت

بے ایمان مرتے رہتے (ایضاً صفحہ ۱۴) "وید خدا ہر جگہہ پاک و ناپاک خاک و افلاک کے اندر موجود ہے قرآن مسلمانوں کا خدا ہر نامناسب جگہہ کے رہنے سے بالکل مُبّرا اور منزہ لامکان اُسکے مکان کا عنوان ہے۔ زمین اور آسمان سے وراء الورا ہے" (" صفحہ ۱۵)

جب سروویاپک خدا کی بابت ایسے ایسے بُہتان آپ لوگ لگاتے ہیں جیسے ہمارے پورانک بھائی جو اُسے بیکنٹھ سنگھاسن پر بیٹھاتے ہیں۔ اُسی طرح آپ لوگ لامکان میں تخت پر۔ تو پھر فرمایئے روح کی بابت آپ کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ کوئی خدا کی ملاقات کو زینہ لگا کر آسمان پر جا رہا ہے۔ کوئی کعبہ کو بیت اللہ یعنی خانۂ خدا بتا رہا ہے اور پھر اسپر حاضر و ناظر بلکہ ہر جا موجود کا اقبال ہے۔ حضرت کیا عرش اور لامکان میں محدود ہونے سے خدا حادث نہیں ہے؟ مزہ تو یہہ ہے۔ علمائے اسلام نے جب تحقیقات عاقلانہ سے روح پر غور کیا ہے تو اُسے بھی لامکان ہی مانا ہے (دیکھو مسایل عامضہ مُصنّفہ امام محمد غزالی صاحب صفحہ ۱۱ سے ۱۳ تک)

سوال ۱۴۔ روح مخلوق خدا کی ہے یا نہیں اگر مخلوق نہیں ہے تو خدا کیوں جیو کو سزا دیتا ہے اُسکے عمل کی اور اگر یہہ کہو کہ یہہ عمل کا خاصہ ہے۔ خدا کچھہ نہیں کرتا تو ہم کہیں گے کہ خدا کی کیا حاجت ہے۔ اور خدا ہم کو کیوں تکلیف دیتا ہے کہ تم وید کو پڑھو اور عبادت کرو۔ کہ جسکی محنت کا انتہا نہیں۔

جواب۔ خلق کے معنے اگر کوئی نیستی سے ہستی میں لانے کے کرے تب تو روح خدا کی مخلوق نہیں ہے مگر یہہ معنے ہی غلط ہیں۔ خلق بفتح اول و سکون ثانی آفریدن و آفریدہ و آفریدہ شدگان و آفرینش و اندازہ کردن (غیاث اللغات) خلق کے معنوں میں نیستی سے ہستی میں لانا نہیں ہے۔ پس اگر ان معنوں میں آفریدن یعنی پیدا کرنا لیں کہ اُسکو بذریعہ جسم کے ظاہر کیا تو وہ ضرور خدا کی مخلوق ہے۔ اور اگر اندازہ کرنے کے معنے بھی لیں تو بھی وہ خدا کی مخلوق ہے اور اسی لحاظ سے تمام دُنیا۔ کیونکہ تمام مادی دُنیا بلحاظ مادہ سے ترکیب دینے کے اور تمام روحی دُنیا بلحاظ اندازہ کرنے کے خدا کی مخلوق ہیں۔ مگر عدم سے موجود کرنے کی لحاظ سے نہیں ہے۔ کیونکہ عدم مطلق خود کوئی چیز نہیں ہے۔ باقی رہی سزا و جزا۔ وہ ہمارا مالک و حاکم اور رب ہے۔ اور سروگیہ دنیا ر کاری۔ پس اس لحاظ سے وہ منتظم حقیقی، روحوں کو کرموں کا پھل دیتا ہے۔ ظاہری مثال ایسی یہہ ہے کہ حکام دُنیاوی تمکو سزا و جزا دیتے ہیں۔ مگر تم اُن کے عدم سے وجود میں لائے ہوئے مخلوق نہیں ہو۔ پرماتما نے جو سبکو وید پڑھنے اور وید پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور عبادت کا راستہ بتایا ہے۔ روحوں کی بھلائی کے واسطے ہے۔ نہ کہ کسی اور غرض سے۔ پس سبکو چاہئے کہ ضد۔ تعصب۔ ہٹ

اور بغض کو چھوڑ کر ویدوں کے ستیہ مارگ پر چلکر دین و دُنیا کی بھلائی حاصل کریں۔ اور کفر و شرک۔ جہالت۔ مکان پرستی۔ گور پرستی۔ مردہ پرستی اور انسان پرستی کو ترک کر کے تزکیہ نفس و حبس دم کے پاک طریقہ سے اُس پروردگار ہر دو عالم کی عبادت میں مصروف رہکر اپنے دلکو صاف کریں اور لمبی لمبی نمازوں اور اذانوں سے خوش نہ ہوں۔ نیک عملوں سے ہی انسان کی نجات ہے نہ کہ تعصب۔ ضد۔ مردم کشی۔ خونریزی اور کثرت ازدواج وغیرہ گونا گوں خلائق آفات سے

پرماتما ان بیماریوں سے دنیا کو بچاوے اور ستیہ مارگ پر چلاوے۔

(اوم شم اسماپت)

اودیا کا ناش

یسوع ناصری

نمبر ۵

یونانی بھی ہرکیولیز کی سالگرہ کا تیوہار اسی موقعہ پر منایا کرتے تھے " دی۔ ریلیجن۔ آف۔ دی۔ اینشینٹ گریس" کا مصنف کتاب ہذا کے صفحہ ۲۱۵ پر رقمطراز ہے کہ "ونٹر سالسٹس کی رات جسکو کہ یونانی ٹرپل نائٹ یعنی تگنی رات کہتے تھے وہ رات تھی جسمیں کہ وے ہرکیولیز کا پیدا ہونا مانتے تھے" پھر وہی مصنف لکھتا ہے۔ کہ "یہہ رات عیسائیوں کے نزدیک ایک خاص قدر کی تاریخ ہو گئی ہے۔ انہوں نے اِسکو انصاف کے حقیقی آفتاب یعنی نجات دھندہ کی سالگرہ منانے کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ جو کہ صرف جہالت کی تاریکی کو ہٹانے کے لئے دنیا میں آیا" (ایضاً)

باخیس بھی ۲۵۔ دسمبر کی علے الصبح کو پیدا ہوا تھا۔ اُسکی بابت مسٹر ھگنز صاحب فرماتے

نوٹ۔ جبکہ سورج خط جدی پر پہنچتا ہے تو چند دنوں تک یہہ ساکن معلوم ہوتا ہے۔ اِس پوزیشن کو ونٹر سالسٹس کہتے ہیں۔ یہہ حالت ۲۱ دسمبر کو شروع ہوتی ہے۔ یعنی اِس تاریخ کو سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے۔ ۱۲

ہیں کہ "باچس کی جائے پیدائش (جسکو سیبی-زی-اس Sancta Sanctorum یا Saint Lieu کہتے تھے) کی بابت اختلاف رائے تھا-کوئی کسی جگہہ کو مانتا تھا-کوئی کسی کو-لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کوہ نائیسا Naxos پر واقعہ شہر نیس پر اسکی پرستش خاص طور پر کیجاتی تھی- وہ ۲۵ دسمبر کو ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوا تھا- اور ہمیشہ نجات دہندہ کرکے پکارا جاتا تھا- جیسے کہ فی زمانہ عیسائی لوگ روم میں کرسمس کے دن ایک بچہ کی مسٹریز (حکمتیں یا اسرار) دکھلاتے ہیں ویسے ہی وے باچس کی حکمتیں دکھلاتے تھے" (دیکھو انیکے لپ سیس جلد ۲ صفحہ ۱۰۳- ڈوئیس صفحہ ۲۳۷- آریجن-آف-ریلیجس بیلیف-مصنفہ-گولڈ جلد اول صفحہ ۳۲۲) ایڈونس کی سالگرہ بھی ۲۵-دسمبر کو ہی منائی جاتی تھی- اس تہوار کا ذکر سینٹ جیروم اور چرچ کے دیگر فادروں نے کیا ہے- وے بیان کرتے ہیں کہ رسومات ایک غار کے اندر ادا کی جاتی تھیں- اور کہ جس غار میں اسکی بیت اللحم کی حکمتوں کی لیلا دکھلائی جاتی تھی وہی تھی- جیکے اندر کہ یسوع مسیح نے جنم لیا تھا- (دیکھو انیکے لپ سیس جلد ۲ صفحہ ۹۹) قدیم روم میں یہہ ایک متبرک دن کرکے بھی مانا جاتا تھا-ریورینڈ مسٹر گروس تحریر فرماتے ہیں کہ "قبل از پیدائش یسوع روم میں ۲۵ دسمبر کو ایک تیوہار ہوا کرتا تھا جسکو کہ نتالیس-سالیس-ان وکٹی- Natalis Solis Invicti یعنی غیر مغلوب سورج کا جنم دن کہتے تھے- تمام لوگ جشن مناتے تھے-کھیل تماشے ہوتے تھے- اور روشنی کی جاتی تھی" (دیکھو دی-ہیدن ریلیجن صفحہ ۲۸۷ ڈوئیس صفحہ ۲۳۳) "تمام کاروبار بند کئے جاتے تھے-جنگی اور فوجداری احکامات ملتوی کئے جاتے تھے- دوست آپس میں ایک دوسرے کو نذرانے دیتے تھے- اور غلاموں کی خاطر تواضع کی جاتی تھی" (بل فنچ صفحہ ۱۲) فیسٹ سالیسٹس سے چند ہفتہ پہلے کیلے بیریا کے گڈریئے بانسریاں بجانے کے لیئے روم میں جایا کرتے تھے- آوِوِڈ اسکی طرف اشارہ کرتا ہوا لکھتا ہے-کہ "جبکہ پہلوان ماتا کو دہقان بانسری بجا کر کہتا ہے کہ میری پاک آواز کا ذرا بھی رشک نہ کر" یہہ دستور تا حال رائج ہے- قدیم باشندگان جرمنی جبکہ "الفاظ کے حقیقی آفتاب" (یسوع) کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا- اس سے صدیوں پیشتر ونٹر سالسٹس کیوقت ہر سال یُول فیسٹ (Yule feast) کا تیوہار منایا کرتے تھے- اسموقعہ پر باہمی اقرار تازہ کئے جاتے تھے- دیوتاوں کے لیئے قربانیاں کی جاتی تھیں- اور منتیں مانی جاتی تھیں- خوش طبع مہمانداری میں وقت صرف کیا جاتا تھا- اس تیوہار کے بہت سے نشانات مثلاً کرسمس یعنی بڑے دن کی شام کو یول اگ (کرسمس کا لٹھا) کا جلانا- تاحال ہمارے درمیان باقی ہیں" (دیکھو بائیبل فالیسیز جلد ۳ صفحہ ۰- چیمبرز-آرٹ "یول Yule") یُول کرسمس کا قدیمی نام تھا-فرانسیسی

زبان میں اسکو نوئل (Noel) کہتے ہیں جوکہ ابرانی یا چیلڈی لفظ نول (Nole) ہے۔ (دیکھو چیمبرز۔ آرٹ " یول" نیز کیلٹک ڈروائڈز صفحہ ۱۶۲) قدیم سکینڈے نیویا نواسی بھی اپنا سب سے بڑا تیوہار اسی موقعہ پر منایا کرتے تھے۔ جس رات وے یہہ تیوہار مناتے تھے۔ اسکو وے مدر نائیٹ (ماتا راتری) کہتے تھے۔ اس تیوہار کو وے جول (Juul) کے نام سے پکارتے تھے۔ جس سے کہ یول Yule نکلا ہے۔ یہہ تیوہار فریگ (خداتعالے اوڈن اور دیوی فریگا کا بیٹا) کی یادگار میں منایا جاتا تھا جوکہ اس دن پیدا ہوا تھا۔ اُس دن خوشیاں کرنے اور جشن منانے کا عام دستور تھا۔ خاص خاص مہمانوں کو بوقت رخصت مختلف چیزیں بطور نذرانہ بھینٹ کیجاتی تھیں۔ عموماً گھوڑے۔ تلواریں۔ لڑائی کے ہتھیار اور سونے کی انگوٹھیاں (دیکھو میلیٹس ناردرن اینٹی کوئٹیز صفحہ ۱۱۰ و ۲۳۵ نائیٹ Knight صفحہ ۸۷) قدیم ڈروائڈز بھی ۲۵ دسمبر کا تیوہار گریٹ برٹن اور آئرلینڈ میں منایا کرتے تھے۔ بھاری آگیں پہاڑیوں کی چوٹیوں پر روشن کیجاتی تھیں (دیکھو ڈوڈیس صفحہ ۱۶۰ کیلٹک ڈروائڈز اینڈ مالونیل کرشچینٹی صفحہ ۱۶۷) گاڈفرے ہگنس رقمطراز ہے کہ رشلے بیان کرتا ہے کہ متھرا کی پرستش تمام گال اور برٹن میں پھیلی ہوئی تھی۔ ڈروئڈز اسی رات ایک بھاری تیوہار منایا کرتے تھے۔ اور اسکے بعد کے دن کو نولاگ (Nolagh یا نوئل د Shamh) یعنی نئی پیدائش کا دن کہتے تھے۔ اور پہاڑوں پر بھاری آگیں جلا کر یہہ تیوہار منایا کرتے تھے۔ اپنی مہینے کے روز یا بارہویں رات کو پھر ایسا ہی کرتے تھے یعنی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر آگیں روشن کرتے تھے۔ نشانات متعلقہ متھرا جوکہ برٹن میں بکثرت ملتے ہیں اُن کو رومنز سے منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن اس تیوہار سے ظاہر ہوتا ہے کہ متھرا کی پرستش رومنز کے برٹن میں داخل ہونے سے پیشتر وہاں رائج تھی" (دیکھو انیکے لپسس جلد ۲ صفحہ ۹۹) قدیم میکسیکو میں بھی یہہ موقعہ عام خوشی کا ہوتا تھا۔ اکاسکا لکھتا ہے۔ کہ "اول ماہ میں جسکا نام پیرو کی زبان میں رامی Raymi ہے اور جو ہمارے دسمبر کے مہینہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ وے ایک بھاری تیوہار مناتے تھے۔ جسکو وے کپیک رامی Capacraymi (ونٹر سالسٹس) کہتے تھے اِسموقعہ پر قربانیاں گذرانی جاتی تھیں۔ اور بہت سی رسومات ادا کیجاتی تھیں جو کئی روز تک جاری رہتی تھیں"۔

(دیکھو ہسٹری آف ان ڈینز جلد ۲ صفحہ ۳۵۸)

کیا قدیم آریہ ورت کے باشندے لکھنا جانتے تھے؟

سلسلہ کیلئے دیکھو سالہ ہذا بابت ماہ اپریل ۱۸۹۹ء صفحہ ۳۸

مشہور فیلسوف منطق بیکن صاحب مانتے ہیں۔ کہ "سوتروں کی طرز میں لکھنا مسلسل نثر میں لکھنے کی نسبت بہت بہتر ہے۔ کیونکہ اول الذکر میں کئی ایسی خوبیاں ہیں جو موخر الذکر میں نہیں پائی جاتی وجہ یہہ ہے کہ اِس طرز تحریر میں کچھہ دماغ پر زور دینا پڑتا ہے۔ اور یہہ آسان بات نہیں ہے۔ کیونکہ سوتروں کا لکھنا سوائے اُس حالت کے کہ وہ "قابل تضحیک ہوں" بڑا دقیق کام ہے۔ سوتر لکھے نہیں جا سکتے۔ جب تک کہ علوم کا اُن میں جو ہر نکالکر اور عطر کھینچ کر نہ رکھہ دیا جاوے۔ سوتروں میں تمثیلیں نہیں ہوتیں۔ نظیریں قلم انداز کر دیجاتی ہیں۔ اور ربط عبارت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ پس اِس صورت میں سوتر لکھنے کے لئے سوائے مشاہدے کی اچھی مقدار کے اور کچھہ مصالح باقی نہیں رہتا۔ اب یہہ ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے ہر شخص آمادہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے آپ میں اسکی لیاقت اور قابلیت نہ دیکھے۔ مسلسل نثر کا لکھنا آسان ہے مگر اُسکی یہ کیفیت ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے ہنر یا کاریگری کی نمائش کھولے اُسے ہرتے قرینے سے سجا کر رکھنی ہوگی جہاں ذرہ اُسکی ترتیب یا قرینہ میں فرق آیا۔ اور ساری خوبیاں ماند ہو گئیں۔ دوسرے مسلسل نثر کو پڑھکر لوگ کسی امر کی نسبت قائل ہو سکتے ہیں۔ لیکن انہیں اُس کام کا اصل جوہر نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نثر میں بتدریج یہہ التزام رکھا جاتا ہے۔ کہ ایک حصہ سے دوسرا حصہ واضح ہوتا چلا جاتا ہے اس لئے پڑھنے والے مطمئن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی شے کا خلاصہ معلوم ہو جاوے تو وہ خود منتشر اجزا کو ترتیب دے لیتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سوتروں میں وہ خلاصہ علم ہوتا ہے۔ کہ جس سے دلوں میں آئندہ خود تحقیق کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور مسلسل نثر میں پڑھنے والوں کو یہہ خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اِس بارے میں ہمیں جو کچھہ معلوم ہونا چاہیئے تھا معلوم ہو گیا ہے۔" (بیکنز ایڈوانس مینٹ آف لرننگ ۱۲۔ ۵ صفحہ ۱۷۲)

بیکن صاحب کے مقولہ کا ہر ایک لفظ جو اوپر لکھا گیا ہے۔ پورا پورا مہرشی پانینی کی اشٹادھیائی پر عاید ہوتا ہے۔ پانینی نے سوتروں کی طرز تحریر کا ایسا بہترین نمونہ پیش کیا ہے کہ اس سے بڑھکر

لکھنا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔

اب میں چند الفاظ اور فقرے ایسے بتلاتا ہوں کہ جن سے صاف ظاہر ہو جاویگا کہ زمانہ سلف میں لکھنے کا برابر رواج تھا۔

رگ وید[1] کے دسویں منڈل میں ایک منتر ہے۔ جسکا یاسک منی اور مہرشی پاتنجلی دونوں نے حوالہ دیا ہے۔ اس منتر کے پہلے نصف حصہ میں جاہل یا انپڑھ آدمی کے اوصاف مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ " بعض اشخاص شبدوں کو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے۔ بعض انہیں سنکر نہیں سن سکتے " اب جو کچھ اس فقرے کے معنے ہیں وہ صاف ظاہر ہیں۔ یہاں شبدوں کے دیکھنے کا شبدوں کے سننے سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ لیکن کوئی شخص شبدوں کو دیکھ کب سکتا ہے جبتک کہ وہ کتاب یا قلمی مسودہ کی صورت میں قلمبند نہ کئے جاویں۔ جاہل اور انپڑھ آدمی شبدوں کو کتاب میں دیکھ کر بھی بوجہ اپنی لاعلمی کے دیکھ نہیں سکتا یعنے انپڑھ ہونے کے سبب انہیں پڑھ نہیں سکتا۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں۔ اس منتر کے صحیح معنے یہی ہو سکتے ہیں۔ اور انہیں معنوں کو واضح طور پر منتر میں ثابت کیا گیا ہے۔ ہم آریہ ورت کے باشندوں کا یہہ عقیدہ ہے کہ علم حساب کا جاننا ممکن نہیں ہے تا وقتیکہ کسی نہ کسی پیرایہ میں لکھنا نہ سیکھیں اور یہہ بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ بغیر تحریر کے لاکھوں کی رقمیں کون گن سکتا ہے۔ کروڑوں کا تو ذکر کیا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ زمانہ سلف میں جبکہ اہل یونان فن تحریر سے ناواقف تھے۔ اسوقت میں دس ہزار سے زیادہ کا شمار نہیں کر سکتے تھے حالانکہ ملک اطالیہ کے باشندے صرف ایکہزار تک گننے پر اکتفا کرتے تھے۔ ایکہزار کے لئے انکے ہاں لفظ Mille مستعمل تھا۔ اور پلینی کے قول کے مطابق پہلے لوگ ایک لاکھ سے زیادہ اعداد نہیں جانتے تھے۔ اور ایک لاکھ کے لئے بھی کوئی مفرد لفظ نہیں تھا۔ بلکہ سنٹم Centum اور ملیا (Millia) کو مرکب کرنے سے لاکھ کے اعداد کو ظاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم آریہ ورت کے زمانہ سلف کے علم ادب کو دیکھتے ہیں تو کچھ اور ہی صورت نظر آتی ہے۔ یجروید[2] کے سترہویں ادھیائے میں ایک ٹرانسپے جیسے کہ ہزار اور لاکھ کے لئے ہی مفرد الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ لاکھ کروڑ اور یہاں تک کہ پدموں تک گنتی چلی گئی ہے۔ شت پتھ برہمن کے دسویں کانڈ میں لکھا ہے۔ کہ تین ویدوں میں اسقدر دوہری لکیاں ہیں جتنے کہ ایکسال کے اندر صورت ہوتے ہیں[3] اور سال کے ۳۶۰ دن ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ایکسال

---

[1] उत त्वः पश्यन् न ददर्श वाचमुत त्वः शृण्वन् न शृणोत्येनाम्। उतो त्वस्मै तन्वं विसस्रे जायेव पत्य उशती सुवासा॥ (رگ وید ۱۰-۷۱-۴)

[2] इमा मे ऽग्न इष्टका धेनवः सन्त्वेका च दश च दश च शतं च शतं च सहस्रं च सहस्रं चायुतं चायुतं च नियुतं च नियुतं च प्रयुतं चार्बुदं च न्यर्बुदं च समुद्रश्च मध्यं चान्तश्च परार्धश्चैता मे ऽग्न इष्टका धेनवः सन्त्वमुत्रामुष्मिंल्लोके॥ (یجروید ادھیائے ۱۷ منتر ۲)

[3] (شت پتھ برہمن ونش ۴-۲-۲-۱۱ صفحہ ۷۸۲)

میں ونش ہزار آٹھہ سو مورت ہوتے ہیں۔ یہ اعداد تین ویدوں کی دوہری پنکھتوں سے ٹھیک ملتے ہیں۔ ایک پنکتی میں چالیس اکھشر ہوتے ہیں۔ اب اس قسم کا شمار سوائے تحریری مسودوں کے اور طرح ممکن نہیں ہے۔ اور یہہ اچھی طرح سے سبکو معلوم ہے کہ ہم آریہ ورت کے باشندے کلیتاً شلوکوں کی گنتی کسی کتاب یا قلمی نسخہ سے کیا کرتے ہیں۔ ویدک لٹریچر (علم ادب) میں جابجا "کانڈ" اور "پٹل" کے الفاظ کا آنا جنکے معنے کتابوں کے ابواب اور فصلیں ہیں۔ صاف ثابت کرتا ہے کہ آریہ ورت کے زمانہ سلف میں تحریری کتابیں موجود تھیں ہمیں معلوم ہے کہ تیتریہ سمہتا۔ شت پتھہ برہمن اور بعض دیگر کتابیں کانڈوں میں منقسم ہیں۔ اور کانڈ کے لغوی معنے ڈنٹھل یا چھال کے ہیں وہ لوگ بھی جو یہہ کہتے ہیں کہ زمانہ سلف میں آریہ ورت میں فن تحریر مفقود تھا۔ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ "پٹل" اور "لائبر (Liber) " اور "ببلوس BIBλος" مترادف ہیں۔ مگر ساتھہ ہی وہ یہہ کہہ دیتے ہیں کہ یہہ لفظ برہمن گرنتھوں کی تقسیم حصص کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔ اگرچہ بہت سے سوتر فصلوں میں منقسم ہیں جنہیں پٹل کہتے ہیں اور ٹھیک یہی لفظ پٹل عین انہیں معنوں میں جنمیں ہم لیتے ہیں۔ ایتریہ برہمن کی پہلی پنچکا میں استعمال ہوا ہے۔ ہاگ صاحب نے पूर्वपटलम् (پوروم پٹلم) کا ترجمہ "منتر بھاگ کا پہلا حصہ" کیا ہے۔ جو کہ رگوید کے اس قدیم برہمن کے اصل متن میں آیا ہے۔ اس سوال کا جواب کہ آیا مہرشی پانینی فن تحریر سے واقف تھے مجھے اندیشہ ہے کہ اس تھوڑے سے وقت میں جو کہ مجھے دیا گیا ہے۔ میں پورے طور پر نہیں دے سکتا۔ پس میں اس بارہ میں کچھہ مختصر عرض کرنے پر اکتفا کرونگا ہر ایک شخص جسنے پانینی کی اشٹادھیائی کو غور سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ میرے اس بیان کی تصدیق کریگا کہ اس سنسکرت کے عجیب و غریب گنجینہ کی خاص ترتیب و ترکیب اور سوتروں کا باہمی ارتباط اور انحصار اس امر کی دلیل غالب اور برہان قاطع ہے کہ پانینی فن تحریر سے ماہر تھا۔ گو کہ اشٹادھیائی میں قریب چار ہزار سوتروں کے ہیں مگر یہہ کہنا ہمارے حیطۂ امکان سے باہر ہے کہ پانینی نے کس سوتر کو پہلے رچا اور کسکو پیچھے حقیقت یہہ ہے کہ کوئی بھی ایسا سوتر نہیں ہے جو بذاتہ مطلق العنان ہو اور دوسرے سوتروں پر انحصار نہ رکھتا ہو۔ بغیر فن تحریر کی امداد کے اس قسم کے نسخہ کا طیار کر دینا ممکن نہیں ہو سکتا۔ وجہ یہہ کہ نیائے درشن کے مصنف مہرشی گوتم لکھتے ہیں کہ انسان کے دل کا ایک خاص صفت یا خاصہ یہہ ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک شے سے زیادہ پر اپنی توجہ کو قایم نہیں کر سکتا۔ اور ہمیں یقین کر لینا چاہئے۔ کہ آریہ ورت کا فاضل اجل صرف

نوٹ ۱ ؎ اینشنٹ سنسکرت لٹریچر صفحہ ۵۰۲ ۲ ؎ ایتریہ برہمن پنچکا ۱۔۲۷۔ لفظ پٹک (کتاب) لنگ انوساسن نامی کتاب کے مفصلہ ذیل سوتر میں آیا ہے جسکا مصنف مہرشی پانینی خیال کیا جاتا ہے۔

कएटकानीकसरकमोदकचषकमस्तकपुस्तक।

कतहाकनिष्क ॥ ۳ ؎ बोधि सूत्रसहस्त्राणि तथा नवशतानि च। षट एवावति सञ्च

विंशपाणिनिः कृतवान् स्वयम् ॥ ۱۹

اس شلوک کا حوالہ Bohtlingk نے اپنی پانینی ایڈیشن کی جلد ۲ صفحہ ۱۹ پر دیا ہے ۔۔

۳ ؎ युगपज्ज्ञानानुत्पत्तिर्मनसोलिङ्गम्।

(نیائے درشن ۱۔۱۔۱۶)

ونحو دان مہرشی پانی بھی انسان کے ذہن کی ساخت کے اِس بُنیادی ضابطہ سے مستثنےٰ نہیں ہوسکتا - اور آئیسے
اپنے ایسے دقیق کام میں ضرور تاً فنِ تحریر میں مدد لینی پڑی تھی - میرے قیاس میں نہیں آتا کہ پانی اپنے عظیم صرف
ونحو لکھنے کے لئے بلا امداد تحریر اسقدر مصالحہ کو یکجا جمع کر سکتا تھا - بالخصوص اُس حالت میں جبکہ اُسنے اپنے دیاکرن میں
جابجا آریہ ورت کے قدیم صرف ونحو دانوں کے اقوال کے حوالے دئے ہیں - اور آریہ ورت کے مختلف حصص کی
زبان کے لب ولہجہ کی تفصیل دی ہے - میں اس بات کو بوجہ کامل تسلیم کرتا ہوں کہ اشٹادھیائی میں فنِ تحریر کا مفصل او
نمایاں طور پر ذکر ہے - فی الحقیقت پانی نے خود ہمیں بتایا ہے کہ اشٹادھیائی میں ادھیکار یا عنوان سوُرت[1]
کے لفظی دباؤ سے واضح ہوتا ہے - اور اِس سے قطعی ثابت ہوتا ہے کہ پانی نے اپنی کتاب کی اصطلاحی ساخت کے
لئے کسی نہ کسی صورت میں فنِ تحریر سے کام لیا ہے - اشٹادھیائی کے چھٹے ادھیائے میں لکھا ہے - کہ پانی کے
زمانہ میں لوگ اپنے مویشیوں کے کانوں پر آٹھ اور پانچ کا ہندسہ لکھ دیا کرتے تھے[2] - اِس عمل سے صاف ظاہر
ہے کہ اُس زمانہ میں لوگ معمولی دنیوی کاروبار کے لئے فنِ تحریر سے کام لیا کرتے تھے - درحقیقت پانی اپنی کتاب
میں سکّہ کا ذکر کرتا ہے[3] - مثلاً نِشک निष्क اور रूप्य روپیہ جس سے شاید مروجہ حال لفظ روپیہ یا روپی نکلا
ہے - اور کہ درحقیقت انہوں نے الفاظ लिपि یعنی लिबि بھی[4] - اپنی کتاب میں استعمال کئے ہیں
جنکے معنے میں "لکھنا" یا تحریر کرنا[5] - ان سے صریح ظاہر ہے - کہ مہرشی پانی فنِ تحریر سے واقف تھے - جسکے بغیر
میں بیان کرچکا ہوں کہ ایسی عظیم صرف ونحو کا بنانا ناممکن تھا -

ان تمام ثبوتوں کے علاوہ اِس مضمون کے بارہ میں اور بہت سی شہادتیں پیش کرسکتا ہوں مگر مجھے
اندیشہ ہے کہ میں نے آپکا بہت سا وقت لیا ہے - اور آپکی متحمل مزاجی پر بہت زور دے چکا ہوں - اخیر میں یہ عرض
کرنا چاہتا ہوں - کہ آج آپ صاحبان نے مجھے ایک بڑے ممتاز عالمانِ علوم مشرقی کے مجمع کو خطاب کرنیکی
عزت بخشی ہے - اور اپنے ملک میں یہ فخر مجھے حاصل ہوا ہے - کہ جو کسی زمانہ میں آریہ ورت کے اُس
حصہ سے جسمیں میں پیدا ہوا ہوں - پورا پورا رابطہ تجارت رکھتا تھا - انجام میں میں آپ سب صاحبوں کی
اُس شفقت اور عنایت و مروت کا شکریہ ادا کرتا ہوں - جس سے کہ آپنے میری کج مج بیانی کو سماعت فرمایا

ہے :: اوم شم

---

[1] स्वरितेनाधिकारः (پانی ۱-۳-۱۱) [2] कर्णे लक्षणस्याविष्टाष्टपञ्चमणिभिन्नच्छिन्नच्छिद्रस्रुवस्वस्तिकस्य (پانی ۶-۳-۱۱۵) कर्णे वर्णलक्षणात् (پانی ۶-۲-۱۱۲)
[3] शतसहस्रान्ताच्च निष्कात् (پانی ۵-۲-۱۱۹) रूपादाहतप्रशंसयोः (پانی ۵-۲-۱۲۰)
[4] दिवाविभानिशाप्रभाभास्कारान्तानन्तादिबहुनान्दीकिंलिपिलिबि ॥ (پانی ۳-۲-۲۱)
[5] लिपिकरोऽक्षरचणोऽक्षरचुञ्चुश्च लेखको लिखिताक्षरसंस्थाने लिपिर्लिबिरुभे स्त्रियौ ॥

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶ مارچ سنہ ۱۸۹۷ع کی شام کو دہرم پر جان قربان کردی اور آخری وصیت یہہ کی کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے" انکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہہ فنڈ کھولا گیا ہے۔ پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گذارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے۔ لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روز اول ہے۔ پچاس ہزار روپیہ کے سرمایہ کے لئے اپیل ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دہرم کی سیوا کی اُسکے مقابلہ میں یہہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے تقریباً تیس ھزار روپیہ جمع ہو چکے ہیں ۲۰ ھزار کی ابھی اور ضرورت ہے۔ پیارے بھائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کردو۔ تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کے اُپدیشک ولیش ولیتانتروں میں اور دویپ دیپانتروں میں ویدک دہرم کا جھنڈا بلند کئے دہرم کی دہونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دہارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے بچریں۔ ایسا ان سے نہ تم ہی سچی شکر گذاری کا بھی اظہار کروگے بلکہ اپنے ویدک دہرم گیان سے بے بہرہ بھائیوں کے لئے سچی روشنی کا سامان مہیا کر دوگے پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دہرم یدہ میں شریک ہونے کی توفیق دیویں۔ ओ३ - शं

(نوٹ)

کُل روپیہ اس فنڈ اور ویدک پرچار فنڈ کا لالہ شیودیال ایم۔ اے **منتری** آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب بمقام لاہور بھیجا چاہیے

لالہ منشی رام ایڈیٹر

لالہ وزیر چند اسسٹنٹ ایڈیٹر

(آریہ مسافر)

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।
ब्रह्मराजन्याभ्यां शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥

دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

حسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جلد ۱	جالندھر شہر بابت ماہ جولائی آریہ سمبت ۱۹۷۲۹۴۹۰۰۲	نمبر ۱۰

فہرست مضامین

ست دھرم پرچارک پریس جالندھر شہر میں لالہ منشی رام جگیاسو پروپرائیٹر کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶- مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دہرم پر جان قربان کردی - اور آخری وصیت یہ کی کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے" انکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہ فنڈ کھولا گیا ہے - پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گذارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز دراد ل ہے - پچاس ہزار روپیہ کے سرمایہ کیلئے اپیل ہے لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دہرم کی سیوا کی اُس کے مقابلہ میں یہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے - قریباً تیس ہزار روپیہ جمع ہو چکے ہیں بیس ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے - پیارے بھائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کردو - تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کی اپدیشک دیش دیشانتروں میں اور دیپ دیپانتروں میں ویدک دہرم کا جھنڈا بلند کئے دہرم کی دہونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دہارا پردان کرتے ہوئے بچریں - اس دان سے نہ تم سچی شکر گذاری کا ہی اظہار کروگے بلکہ اپنے ویدک دہرم گیان سے بے بہرہ بھائیوں کے لئے سچی روشنی کا سامان مہیا کروگے - پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دہرم یدہ میں شریک ہونے کی توفیق دیویں - اوم شم

(نوٹ)

کل روپیہ اس فنڈ اور وید پرچار فنڈ کا لالہ شیو دیال ایم اے - منتری آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب بمقام لاہور بھیجنا چاہئے *
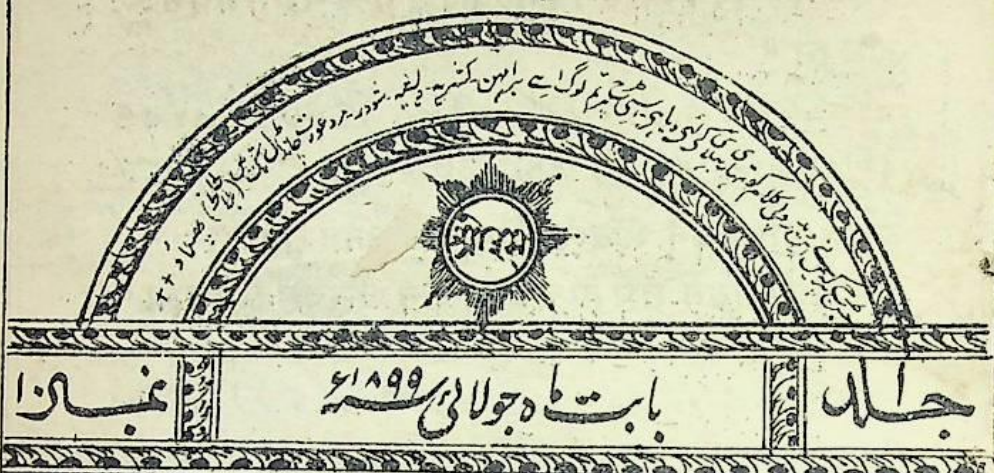
ودیا کا پرکاش

यज्जाग्रतो दूरमुदैति दैवन्तदु सुप्तस्य तथैवैति ।
दूरङ्गमं ज्योतिषां ज्योतिरेकन्तन्मे मनः शिवसङ्कल्पमस्तु ॥

جو سوتے جاگتے ہے دور جاوے — جو دویہ گن یکت چاردں اور دھاوے
پرکاشت جس سے ہوں پرکاش دھاری — وہ من میرا ہووے کلیان کاری

येन कर्माण्यपसो मनीषिणो यज्ञे कृण्वन्ति विदथेषु धीराः ।
यदपूर्वं यक्षमन्तः प्रजानां तन्मे मनः शिवसङ्कल्पमस्तु ॥

کرم کرتا منیشی جس دوار سے — ہیں کرتے کرم یدہ اور یگ میں سارے
پرجاؤں کا جو ہے آنند کاری — وہ من میرا ہووے کلیان کاری

यत्प्रज्ञानमुत चेतो धृतिश्च यज्ज्योतिरन्तरमृतं प्रजासु ।

यस्मान्न ऽ ऋते किंचन कर्म क्रियते तन्मे मनः शिवसङ्कल्पमस्तु ॥

جو ہر گیانی - دہرتی - چیتا کہایا　　امر - جیوتی ہر جاؤں میں سمایا
اسبھو جس بنا کریا ہے ساری　　وہ من میرا ہووے کلیان کاری

येनेदं भूतं भुवनं भविष्यत्परिगृहीतममृतेन सर्वम् ।
येन यज्ञस्तायते सप्त होता तन्मे मनः शिवसंकल्पमस्तु ॥

ترکالک کام ہوں جس کے سہارے　　ہیں کرتے یوگی یوگ جس دوارے
سپت ہوتا کرتو کا جو سؤکاری　　وہ من میرا ہووے کلیان کاری

यस्मिन्नृचः साम यजूंषि यस्मिन्प्रतिष्ठिता रथनाभाविवाराः । यस्मिंश्चित्तं सर्वमोतं प्रजानां तन्मे मनः शिवसङ्कल्पमस्तु ॥

لگے ہوتے ہیں جیوں نابھی میں آرے　　ہیں اُس ناہیں پرتشٹہت وید چارے
ہے جس میں ہر جا چیتنیہ کاری　　وہ من میرا ہووے کلیان کاری

सुषारथिरश्वानिव यन्मनुष्यान्नेनीयतेऽभीशुभिर्वाजिन ऽ इव । हृत्प्रतिष्ठं यदजिरं जविष्ठं तन्मे मनः शिवसङ्कल्पमस्तु ॥

جیوں رتہہ کو سارتھی ات اُت گھمائے　　یہہ من ویسے منشیوں کو ڈولائے
ہردے میں جو پرتشٹہت ویگ دہاری　　وہ من میرا ہووے کلیان کاری

بھجن

سُندر تر روپ (ہے پربہو) جگ وشئین تج سمروں تمکو
سُندر جگ تو سندر رچنا - پاوں پرم پنیت
سُندر لیلا تو - سندر کرونا - سُندر نیا اُلوٹ
تو سُندر یہ کو بہول کے پریتم - آن گرا اکھ کوپ
پریم گود میں لیکر مجھکو کر دو آنند سوروپ

"اے پرمیشور! جس طرح پر کہ عقلمند - یگیہ کرنے والے تجربہ کار عالم لوگ آپکی حمد و ثنا کرتے ہیں - اُسی طرح پر دُنیاوی چیزوں کی بُہتات رکھنے والے - اِن سامانوں کو خوبصورت بنانیوالے اور اپنی حفاظت کے خواہشمند ہم لوگ بھی کریں"

تمہید - بادلوں کی صورت میں پانیوں کو اکٹھا کرنیوالا اگنی پہلے بیان ہو چکا ہے - نہ صرف یہی بلکہ ایک طرف بجلی کے ذریعہ سے خبروں کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچانے اور دوسری طرف سواری گاڑیوں کے اندر تیز رفتاری کا وصف ڈالکر انسانوں کو تیز سفر کرانیکا کام بھی اگنی ہی کرتا ہے - اور وہی اگنی سوم وغیرہ ادویات کو مفید اور ٹھیک بنانیوالا ہے - اس اگنی کو جس طرح پرماتما نے استقلال دیا ہے - اسی طرح انسانوں کو بھی مستقل کرنا چاہئے - اگنی چونکہ مختلف صورتوں میں نمودار ہوتا ہے - اس لئے اُسکے مرادف الفاظ صیغہ جمع میں بھی مستعمل ہوتے ہیں - پس اگنی کے گُن سمجھکر اُس کے عمل سے جو اعلےٰ نتائج برامد ہوتے ہیں اُنکی بھی حفاظت کرنی چاہئے -

घृतपृष्ठा मनोयुजो ये त्वा वहन्ति वह्नयः।
आ देवान्त्सोमपीतये ॥ ६॥

منتر ۶

"جن چیزوں کو تسخیر کرنیوالی آگوں کے سہارے پانی ہے - جو من کی طرح چیزوں کو تیزی میں جوڑ سکتا ہے - جسکے عمل سے سوم وغیرہ اوشدہیاں سِدہ ہوتی ہیں - ایسے یگیہ کو معہ اُس کے نتائج کے ہم لوگ مستقل کریں"

تمہید - اگنی کا گرہستہ کے ساتھہ بڑا گہرا سمبندہ ہے - تمام دُنیاوی مادی یگیہ اگنی کی ہی بدولت انجام پذیر ہوتے ہیں - اس لئے اگنی گرہستی کے لئے سب سے بڑھکر ضروری ہے - اسی اگنی کا تعلق جب پانی کے ساتھہ ہوتا ہے - تب پانی بڑھکر اپنی حاصل کی ہوئی طاقت سے کلا وغیرہ کو چلاتا ہے - چیزوں کو ایکدوسرے کے ساتھہ جوڑنے کا بھی اگنی ہی باعث ہے - اور گرہستہ میں ہر ایک کام چیزوں کو ایکدوسری کے ساتھہ جوڑنے سے حاصل ہوتا ہے - پھر گرہستہ کا اصل اصول جو گرہ پتنی کی موجودگی

ہے۔ اُس کے ساتھ تعلق جوڑنے کے لئے بھی اگنی سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔ نہ صرف وواہ سنسکار میں ہی اگنی کی بڑی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ وواہ کے بعد برابر گرہیہ پت اگنی کا سیون کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ تاکہ اُسکے ذریعہ سے خاوند اور جورو دونوں اعلیٰ اعلیٰ رسوں کو حاصل کرتے ہوئے گرہستہ آشرم کو آنند سے بھوگیں :-

तान्यजत्राँ ऋतावृधोऽग्ने पत्नीवतस्कृधि ।
मध्वः सुजिह्व पायय ॥७॥

منتر ۷

"جس کے شعلہ کے اندر اچھی طرح سے ہوم کیا جاتا ہے۔ وہ اگنی۔ پانی کو بڑھانیوالا اور کلاؤں میں جوڑنے والی چیزوں کو اعلیٰ کرتا ہے۔ اور مردوں کو پتنی والا (گرہستی) بناکر میٹھے مفید رسوں کو پلانیکا ذریعہ بنتا ہے"۔

تمہید۔ لیکن گرہستہ بنکر تو ہر ایک آدمی اعلیٰ رسوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو کیا ہر ایک مرد کو وواہ کرکے پتنی والا بننے کا حق حاصل ہے۔ آج کل یہ سوال بیہودہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگ اپنے فرائض کو بالکل بھول گئے ہیں۔ لیکن جبوقت کہ ویدوں پر ہی وشواس اور اُنپر ہی عمل تھا اُسوقت یہ سوال بڑی وقعت کے قابل تھا۔ کیونکہ وید جواب دیتا ہے۔ کہ ہر ایک مرد کو وواہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہر مرد او۔ عورت باہمی تعلق جوڑکر خوش ہو سکتے ہیں۔ بلکہ

येयजत्रा य ईड्यास्ते ते पिबन्तु जिह्वया ।
मध्वोरग्ने वषट्कृति ॥८॥

منتر ۸

"وہ جو الشان کہ ضروری چیزوں کو باہمی ملانا جانتے ہیں۔ وے نیز جو فاضل کہ (اپنی فضیلت کی وجہ سے) قابل تعریف ہیں۔ وے ہی اگنی میں شعلوں کی طاقت سے اچھی طرح یگیہ کا ٹھیک کام کرنے سے میٹھے رسوں کو پیتے ہیں"۔

تمہید - اگنی - وایو - سورج - وغیرہ سب کے اوصاف بتلا کر اور اُن سے جو جو فایدے حاصل کئے جا سکتے ہیں اُن سبکا ذکر کر گئے گویا علم کی منزل طے کراکے انسانوں کو اب عمل کی منزل پر پہونچایا جاتا ہے - اور تاکید کیجاتی ہے کہ بلاعمل کے علم کسی مصرف کا نہیں ہے - سورج تمام انسانوں کو یکساں روشنی دیتا ہے - لیکن جہاں تندرست اور صحیح العقل انسان اُس کی روشنی سے روشن ہوکر اپنے لئے سکھہ کے سامان جمع کرتے اور آنندہو گئے ہیں وہاں بعقل جاہل اُسکی روشنی سے چوندھیا کر اُلٹے راستے میں چل پڑتے ہیں -

आकीं सूर्यस्य रोचनाद्विश्वान्देवाँ उषर्बुधः ।
विप्रो होतेह वक्षति ॥ ९ ॥

منتر ۹

"جو یگیہ کرنے (یعنی چیزوں کو باہمی جوڑنے) میں ہوشیار عقلمند عالم ہے - وہی سورج کی روشنی سے اِس جہان میں صبح صادق کی مدد سے تمام اعلیٰ آسایشوں کو حاصل کرتا ہے"

تمہید - اگنی ہی ایک ایسا اصول ہے - جسکے اندر پرمیشور کے بہت سے نام آجاتے ہیں - اور جن اصولوں کا کہ ظاہر مخرج اگنی نہیں معلوم ہوتا - اُنکو بھی حرکت دیکر اعلیٰ سے اعلیٰ کام کرانیوالا وہی ہے - پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ہوا بھی قدرت کی زبردست طاقتوں میں سے ایک ہے - جہاں بیرونی جہان کی زندگی کا مدار اِس زبردست ہوا پر ہے وہاں انسانی زندگی کا مدار ہوا کے اُس اندرونی اصول پر ہے جو کہ انسان کے اندر سانسوں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے - پس جسقدر اعلےٰ سامان کہ اِن ہردو ہواؤں کے عمل سے حاصل ہوتے ہیں اُنکا ذریعہ بھی اگنی ہی ہے -

विश्वेभिः सोम्यं मध्वग्न इन्द्रेण वायुना ।
पिबा मित्रस्य धामभिः ॥ १० ॥

منتر ۱۰

"یہ اگنی اعلیٰ ثروت حاصل کرانیوالی ہوا - اور سب جانداروں کے اندر رہنے والے سانس کے ذریعہ سے جملہ جگہوں میں میٹھے مفید رسوں کو حاصل کرتا ہے -"

تمہید - جملہ یگیوں کے اندر اگنی کا بڑا بھاری دخل ہے - اسے یگیوں کی جان بھی کہہ چکے ہیں - تو پھر کیا ہم لوگ اُس اگنی کی ہی اُپاسنا کریں - جس کے ذریعہ سے کہ ہمیں اعلیٰ سُکھہ اور ثروت حاصل ہوتے ہیں - اس قسم کے سوالات انسانوں کے اندر ہمیشہ اُٹھتے رہتے ہیں - اور جہالت میں پھنسکر انسان اگنی کی مختلف شکلوں یعنی سورج - بجلی وغیرہ کی پرستش میں ڈوب گئے ہیں - اگر اُنہیں ٹھیک علم ہوتا - اور وے اگنی وغیرہ تمام جڑ چیزوں کو حرکت دینے والے پرمیشور کو جانتے تو دُنیا میں وہ دُکھہ ہرگز دکھلائی نہ دیتا - جو کہ اسوقت انسانوں کو اٹھانا پڑتا ہے - پس اگنی وغیرہ کی ماہیت جانتے ہوئے اور اُن سے ٹھیک کام لیکر یگیہ کے ذریعہ سے اعلیٰ سے اعلیٰ ثروتیں حاصل کرتے ہوئے بھی انسان کو اِن سب کو طاقت بخشنے والے جہان کے مالک کو نہیں بھولنا چاہئے -

त्वं होता मनुर्हितोऽग्ने यज्ञेषु सीदसि ।
सेमं नो अध्वरं यज ॥११॥

منتر ۱۱

اے پرستش کرنے کے لائق پرمیشور! آپ ہی تمام جہان کو قائم رکھنے والے اور جملہ ثروتوں کے بخشنے والے ہو - آپ ہی تمام یگیوں کے اندر موجود ہو - پس آپ ہمارے اس یگیہ کو سِدھ کیجئے - ۱۱

تمہید - انسان کو پرمیشور سے بیمکھہ ہونے یعنی دہریہ پن سے بچاکر اور تمام چیزوں اور طاقتوں کے اندر پرمیشور کی موجودگی کو ظاہر کرکے اب وید اُس تمام بیان کا نچوڑ بتلاتا ہے - جو کہ اگنی کی طاقتوں اور اُنکے نتائج کی نسبت آیا ہے - جملہ بیان کا مختصر مطلب یہ ہے کہ اگنی کے ذریعہ سے چیزوں کو جوڑکر ہی انسان دُنیا میں تمام اعلیٰ کاموں میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے -

युक्ष्वा ह्यरुषो रथे हरितो देव रोहितः ।
ताभिर्देवाँ इहा वह ॥१२॥

منتر ۱۲

اے عالم! تو اُن کلاؤں کے اندر جو کہ لیجانے اور لے آنے کے کام میں آتی ہیں

انکو سب جگہہ یکساں چلانے کے لئے اُنہیں چیزوں کو لیجانیوالے سُرخ شعلوں کو جوڑ دے۔ اور اِن سے اِس جہان میں اعلیٰ افضل چیزوں کو حاصل کریں

پندرھواں سوکت

تمہید۔ تقسیم اوقات اور (رتوؤں) موسموں کی تبدیلی کا انحصار سورج کے اوپر ہی ہے۔ جن موسموں کی تبدیلی کا باعث کہ سورج ہوتا ہے۔ اُنہیں موسموں کے مطابق وہ مختلف اوشدھیوں کے رسوں کو کھینچکر صاف کرتا ہے۔ وے سورج کے کھینچے ہوئے رس پاک وصاف ہوکر جسوقت برستے ہیں تو نباتات کے اندر اعلیٰ اوصاف پیدا کرنے والے ہی صرف نہیں ہوتے۔ بلکہ تمام روئے زمین کو سیراب اور سرسبز کر دیتے ہیں۔ اور اسی ذریعہ سے جملہ جاندار وں کے لئے باعث خوشی و خورسندی ہوتے ہیں وے ہی رس پانیوں کا مجمع بنکر خلا میں بود و باش رکہتے ہیں۔ اور آخر کار حسب موسم جاندار اور بیجان دونوں قسموں کے جہان کی پرورش کے لئے آمدورفت کرتے ہیں۔ صاف ہوا۔ صاف پانی اور پاک غذا۔ یہی چونکہ انسانی زندگی کی صحت کا مدار ہے۔ اور اسکے بہم پہونچانے میں چونکہ سورج اعلیٰ حصہ لیتا ہے۔ اس لئے سورج کی ماہیت کو دریافت کرنا انسان کے لئے لازمی ہے۔

इंद्र सोमं पिब ऋतुना त्वा विशंत्विंदवः।
मत्सरासस्तदोकसः॥ १॥

منتر ۱

در تقسیم اوقات کرنیوالا سورج بلحاظ رتوؤں کے اوشدھیوں کے رس کو پیتا ہے اور پانیوں کے رس جنکی رہنے کی جگہ خلا ہے۔ اور جو راحت پیدا کرنیوالے ہیں۔ وے رتوؤں کی تبدیلی کے ساتھ جاندار اور بیجان جملہ جہان کے لئے

آمد و رفت کرتے ہیں "

تمہید یہہ امر پہلے صاف ہو چکا ہے۔ کہ اگنی ہی ہر ایک قدرتی طاقت کو زیادہ حرکت دینے والا ہے۔ پس سورج کی کرنوں سے مدد پاکر **ہوا** ہی حسب موسم ضروری صفائی کرتی ہے۔ بڑی بڑی وبائی بیماریوں سے مُلک کے مُلک کو صاف کر دینا **ہوا** کا ہی کام ہے۔ اگر آندھی کی طاقت دُنیا میں کام نہ کرتی تو بعض اوقات خاص وبائی بیماریاں آبادیوں کو جنگل بنا دیتیں۔ یہہ ہوا کے طوفانوں کی ہی بدولت ہے کہ جس مُلک میں پانی کا نام ونشان نہیں رہتا۔ وہاں پھر دوسری جگہوں سے بادل لاکر برسادے اور خلق خدا کو تڑپ تڑپ کر مرنے سے بچاوے۔ نہ صرف یہی بلکہ سورج کے بڑے ہوم کی بدولت جو خوشبوئیں کہ سورج کی طرف کھنچ جاتی ہیں۔ اُنکو ہوا ہی سارے جہان کے سُکھہ کے لئے پھیلا دیتی ہے :۔

आ त्वा कण्वा अहूषत गृणन्ति विप्र ते धियः ।
देवेभिरग्न आ गहि ॥ २ ॥

منترم

" یہہ **ھوا** جو موسموں کی تبدیلی کے ساتھہ ہی مناسب رسوں کو پہنچتی ہے۔ اپنے پاکیزگی کے اوصاف سے انسانوں کے جملہ یگیوں (کاروبار) کو پاک کرتی ہے۔ اور چیزوں کو ایکدوسری کے ساتھہ جوڑتی ہے "

تمہید ۔ موسموں کی تبدیلی کی وجہ سے کچھہ سورج اور ہوا کی طاقتوں میں ہی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی بلکہ موسموں کی تبدیلی کا بجلی کی حالت پر بھی بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ اگنی جونکہ بجلی کی حالت میں ہر ایک چیز کے اندر موجود ہے۔ اس لئے موسموں کی تبدیلی کے مطابق وہ بھی نباتات کے رسوں کو اپنے اندر کھینچتی ہے۔ جس اگنی پیر کہ جہان کا سلسلہ اخیر ہے۔ اُسکا اعلےٰ ظہور بجلی کی شکل میں ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے دیگر موسموں کی اگنی کی نسبت بجلی سے یگیہ بہت جلد سِدّہ ہوتے ہیں۔

इंद्र वायू बृहस्पति मित्राग्नि पूषणं भगं ।
आदित्यान्मारुतं गणं ॥ ३ ॥

برہمیگیہ
یعنے
سندھیا

منشیہ کس کو کہتے ہیں

لفظ منشیہ مصدر مَن سے بنا ہے جس کے معنے وچار یعنی سوچنے کے ہیں۔ اس لئے وچار شکتی یعنی سوچنے کی طاقت کو ہی منشیہ کہنا چاہئے۔ جنہیں وچار نہیں۔ سوچنے کی طاقت نہیں وہ انسانی جسم رکھتا ہوا بھی حیوان کے برابر ہے۔ پس وچار کرنا ہی وہ وصف ہے جو انسان کو دوسرے ذی روحوں سے تمیز کرتا ہے۔

سندھیا کے معنے

لیکن وچار کیسا ہونا چاہئے؟ اعلیٰ۔ کیونکہ اونچے خیالات ہی انسان کو ترقی کے زینہ پر چڑھاتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ خیال کیا ہے۔؟ پرماتما اور اُس کے جلال پر وچار کرنا۔ پس سندھیا یعنی برہم یگیہ (جو سم بمعنے اُتم اور دھیا بمعنے دھیان دو پدوں کا مرکب ہے) پرمیشور کے دھیان کو کہتے ہیں۔

سندھیا کرنے کا وقت

رشیوں نے صبح و شام دونوں وقت سندھیا کرنے یعنی پرماتما کے دھیان کے لئے مناسب خیال کئے ہیں۔ منوجی مہاراج فرماتے ہیں۔

न तिष्ठति तु यः पूर्वां नोपास्ते यस्तु पश्चिमाम् ।
स शूद्रवद् बहिष्कार्यः सर्वस्माद् द्विजकर्मणः ।

معنی۔ "جو صبح یعنی جس وقت سورج مشرق سے نمودار ہوتا سا دکھائی دیتا ہے اور شام جبکہ سورج مغرب کی طرف غروب ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ سندھیوپاسنا یعنی عبادت الٰہی نہیں کرتا اسکو سجن لوگ شودر کی مانند سمجھیں اور دو جنموں یعنی براہمن۔ کھشتری۔ اور ویش کے کرم سے باہر کر دیں۔"

صبح اور شام کو ہی انسان کا دل دنیاوی کاموں سے ورکت یعنی علیحدہ ہوتا ہے۔ شام کو سنسار کے کاموں سے تنک کر چت کی برتی ایکاگر یعنی یکسو ہونے لگتی ہے۔ اور صبح کے وقت رات کے تھکے ہوئے جسم کے تروتازہ ہونے کے بعد دل خوش ہوکر سادہاں ہوتا اور اعلیٰ خیالوں کی طرف دوڑتا ہے۔ چنانچہ کٹھ بلی اُپنشد کی چوتھی بلی کے چوتھے انوواک میں کہا ہے:۔

स्वप्नान्तं जागरितान्तं चोभौ येनानुपश्यति ।

महान्तं विभुमात्मानं मत्वा धीरो न शोचति ।

معنی۔ "جو انسان سوپن یعنی خواب کے اخیر یعنی صبح اور جاگرت (بیداری) کے اخیر یعنی شام اِن دونوں وقتوں میں پرماتما کو بیھار ہتہ دیکھتا ہے۔ یعنی اُس میں دھیان لگاتا ہے۔ وہ دھیان شیل گیانی ایشور کو سب سے برتر اور ویاپک یعنی ہمہ جا حاضر و ناظر جان کر گھبراتا نہیں یعنی دُکھہ سے رہائی حاصل کرتا ہے۔"

واضح رہے کہ سندھیا کو زبان اردو میں اعلیٰ خیالات اور زبان انگریزی میں Higher thoughts کہتے ہیں۔ جبتک کہ انسان اعلیٰ خیالات کا سلسلہ اپنے دماغ میں نہیں جماتا۔ تب تک وہ اونچے ادنےٰ کاموں کو بھی سمجھنے کے لائق نہیں ہوتا۔ یہاں یگیاسو یعنی متلاشی کے سمجھانے کے لئے یہ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔ کہ جس طرح ادی دُنیا میں کسی میدان کا نظارہ دیکھنے کے لئے انسان پہاڑ کی چوٹی پر جاتا ہے۔ اور وہاں پہنچ کر جیسا ٹھیک حال نیچے کے میدان کا دیکھتا ہے۔ ویسا میدان کے رہنے والے یا دامنِ کوہ میں رہائش رکھنے والے کو ہرگز نصیب نہیں ہوتا۔ اسی طرح پرمیشور کا دھیان یعنی تصور کرنے سے (جو کہ سارے عالم میں مثل سب سے اونچی پہاڑ کی چوٹی کے ہے) سنسار کی ماہیت دھیان دھرنے والے کو عام آدمیوں کی نسبت زیادہ صفائی سے معلوم ہوتی ہے۔

اِس پاک دھیان کا سلسلہ جس طرح رشیوں نے اپنے تجربہ میں قائم کیا اور سب کے لئے اُسکی ہدایت فرمائی۔ اب اُسکا ذکر کرتے ہوئے اور رشیوں کی قائم کردہ پرنالی یعنی سلسلہ کے منتروں کی تشریح کرنے کے پہلے یہ جتلانا ضروری ہے کہ سندھیا کے منتروں کے سلسلہ کی پابندی اُن انسانوں کے لئے لازمی نہیں ہے جو دن رات وید منتروں کے وچار میں ہی اپنی زندگی لگاتے ہیں۔ مگر دُنیا میں تھوڑے ہی ایسے انسان ہیں جو ویدوں کے وچار کو ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھیں۔ اِس لئے ایسے آدمیوں کے لئے جنکی کہ دُنیا میں کثرت ہے ویدوں کے وچار کا وقت نہ ملنے کے باعث دونوں وقت کی سندھیا کرنا ویدوں کے ارتھوں (معنوں) کے وچار کا ایک حصہ ہو جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی موزوں کہا ہے:۔

विप्रो वृक्ष: तस्य मूलं हि सन्ध्या वेद: शाखा धर्म कर्माणि पत्रम । तस्मात् मूलं यत्नत: सेवितव्यम । छिन्ने मूले नैव शाखा न पत्रम् ॥

معنی۔ "وچار وان یعنی سوچنے والا آدمی مثل درخت کے ہے جسکی جڑ سندھیا ہے اور شاخیں وید ہیں۔ اُنمیں دھرم کرم روپی پتے لگے ہوئے ہیں۔ اِس لئے مول یعنی سندھیا کا سیون کوشش سے کرنا چاہئے۔ کیونکہ جڑ کے دور ہونے سے (سندھیا کا استعمال چھوڑ دینے سے) نہ تو وید روپی شاخیں اور نہ دھرم کرم روپی پتے ہی قائم رہ سکتے ہیں۔"

سندھیا کے منتروں کی تشریح + +

جن سندھیا کے منتروں کا براہمن وغیرہ ورنوں میں پرچار ہے - اُنکی تشریح اب سلسلہ وار لکھی جاتی ہے -

آچمن کا منتر

حلق اگر صاف نہ ہو تو کف وغیرہ دور کرنے کے لیے آچمن کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے - لیکن ساتھ ہی اس کے یہہ پہلا منتر ایشور کے سب سے اعلےٰ اور سب سے زیادہ روشن بھاو کی طرف توجہ دلا کر اُس سے لاپ کی طرف کھینچتا ہے -

منتر کا لفظی ترجمہ مع تشریح

یجروید ادھیائے ۳۶ منتر ۱۲

ओ३म् शन्नो देवीरभिष्टय आपो भवन्तु पीतये ।
शंयोरभि स्रवन्तु नः ॥

اوم - (ओ३म्) پرماتما کا سب سے اعلےٰ نام ہے - اِس لئے ہر ایک وید منتر کے ساتھ آتا ہے - کہ اُسی کی طرف دھیان لگاتا ہے - اور وید روپی گیان کا خاص مطلب ایشور کی پراپتی (حصول) ہی ہے -

شن - (शं) کلیان سکھ - بھلائی - منتر میں اُس بھلائی سے مراد ہے جو پرمیشور ہمارے لئے شُبھ سمجھتا ہے - کیونکہ انسان جس چیز کو آج سکھدائی سمجھتا ہے - کل اُسے وہی چیز دکھ کا مول ثابت ہونے لگتی ہے - مثلاً ایک آدمی جو ایک وقت میٹھا بڑی رغبت سے کھاتا ہے - دوسرے وقت اُسی سے نفرت کرتا ہوا کھٹائی کو پیار کرنے لگتا ہے - عقلمند آدمی ایسی بہت سی مثالیں اپنے سامنے لا سکتے ہیں -

نہ (नः) ہم سبکو - ہر ایک انسان کا استحقاق اور فرض ہے - کہ سبکی بہتری کی خواہش کرے - ایشور کا دھیان اور اُس سے پرارتھنا کرنے یعنے دعا مانگنے کا حق کسی خاص جماعت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے -

دیوی - (देवी) پرکاش سروپ جگت جننی (روشنی کُل تمام جہان کی ماں دھرمان) اس جگہہ پرمیشور کو دیوی اِس لئے کہا گیا ہے - کہ سنسکرت میں اِس لفظ کے مصدری یعنی لغوی معنے گیان شکتی (علم کی طاقت) کے ہیں - دھاتو (مصدر) दिव - جاننے اور روشنی وغیرہ کے معنوں میں آتا ہے یہاں یہہ بھی قابل غور ہے کہ ایشور کے لئے صیغہ مؤنث کا استعمال کیا گیا ہے - یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے - کہ اولاد کو جسقدر ماں پیاری ہے اور کوئی رشتہ دار نہیں - بھائی باہر چلا جاوے - بچہ روتا نہیں - باپ پردیس کا سفر کرے لڑکے کے دل پر کچھ بڑا صدمہ نہیں ہوتا - لیکن ماں اگر ایک پل کے لئے بھی آنکھ سے جُدا ہو جاوے تو بچہ رونے لگتا ہے - وہ اُسکی جدائی برداشت نہیں کر سکتا - (اِس محبت کا اندازہ لگانے کے لئے انگلستان کے مشہور شاعر کوپر کی کویتا یعنی شاعری پڑھنے کے لائق ہے) اور پھر ماں کو اپنی اولاد سے کیسا پریم ہے - جنکی ماں چھوٹی عمر میں ہی مرگئی ہو اُنسے اِس پریم کی غیر موجودگی کا حال پوچھنا چاہئے - پرمیشور سبکو پیدا

کرتا ہے۔ اور ماں کی طرح زمین روپی گود میں سبکو پالتا ہے۔ اِس لئے پرماتما کو دیوی یعنی تمام جہان کی مادر مہربان کہا ہے۔ پرمیشور کے نام ویدوں میں مذکر۔ مونث اور مخنث تینوں طرح آئے ہیں۔ کیونکہ پرماتما اِن تینوں حالتوں میں ویاپک ہے۔

ابھشٹیہ (अभिष्टय) **پورن اچھا کے لئے** (مکمل خواہش کے لئے) انسان کی وہی آرزو پوری ہوتی ہے - جو دُنیا کی بہتری اور بہبودی کے لئے ہو۔ مثلاً ایک آدمی اگر دوسرے کو ناجائز تکلیف پہونچانی کی خواہش کرے تو جگت جننی اُسے پورن نہیں کرتیں۔ کیونکہ سبھی اُن کے فرزند ہیں اور اُنکی نظروں میں برابر ہیں لیکن ہر ایک نیک خواہش کو جو پرادپکار پر مبنی ہے۔ وہ دیوی پورا کرتی ہے۔ انسان کا اِتہاس (التواریخ) گواہی دیتا ہے کہ انسانوں کی دوسروں کی بھلائی کے کام کی خواہش ہمیشہ پرماتما کے کرم وفضل سے پوری ہوتی رہی ہیں مثال کے لئے ملک یوروپ کے ولبرفورس کا غلاموں کو آزاد کرانا ہی کافی ہے - بھارت ورش (ہندوستان) میں سوامی دیانند کی کوششیں اسی لئے بارور ہوئیں کہ اُن کا کام تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے تھا - اگر کسی خاص جماعت یا خاص انسان کے لئے اُنکی کوشش ہوتی تو کامیابی پرماتما کی طرف سے نہ ہوتی- اور جبتک پرماتما کی طرف سے کامیابی نہ ہو مضبوط نہیں ہوتی۔

آپہ (आपः) **دیاپک** (ہر جگہہ موجود) وہی لفظ ہے جو ویاپک میں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اُس کے (لفظ دیاپک) شروع میں وی (वि) اور خاتمہ پر ک (क) زیادہ لگا ہوا ہے۔ اِسلئے آپ کے معنے ہیں ”ہر جگہہ موجود“ کیونکہ یہ ماد مہربان سب جگہہ موجود اور اِس لئے ہر مکان اور ہر زمان میں سبکی پرورش کر رہی ہے۔

بھونتو (भवन्तु) ہو جئے یا ہیں۔ دیاکرن یعنی صرف ونحو میں اِس پد کے دونوں معنے ہیں۔

پیتے۔ (पीतये) **ترپتی کے لئے** (سیرابی کے لئے) جس طرح تیز دھوپ سے گھبرایا ہوا مسافر پانی پی کر ترپت ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح سنسار روپی کٹھن مارگ (مشکل راستہ) کا مسافر بادی یوہاردں سے جھلس کر پرماتما کے دھیان روپی پانی سے سیرابی حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ انسان (جو سوچنے والی طاقت کا ہی نام ہے) اعلےٰ خیال یعنی پرمیشور کے دھیان سے ہی ترپت ہوتا ہے - اس لئے کہ آتما کی غذا ہی پرماتما کا دھیان ہے۔ انجیل میں فرشتوں کی خوراک اسی کا نام ہے۔ یہی اوم پرم پُرش وہ اسم اعظم ہے جو سب بلاؤں کو رد کرتا ہے۔

شنیوہ۔ (शंयो) **بہت سے سُکھ**۔ سنسار میں دو ہی قسم کے سُکھ ہیں جسمانی در دحانی۔ جسمانی سُکھوں میں سنسار کے ہر طرح کے بھوگ شامل ہیں۔ اور آتمک سُکھوں سے اعلےٰ خیالات کا حاصل ہونا مراد ہے۔

نہ (नः) ہمکو یا ہمیں

ابھی سرونتو (अभि स्रवन्तु) برساویں یا برساتی ہیں۔

جب ہم دُنیا کیطرف نگاہ ڈالکر دیکھتے ہیں تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم دیکھنے کی خواہش کریں تو ہمارے سامنے بیشمار روپ۔ رنگ۔ نظر آتے ہیں کہیں نوع بہ نوع کے درخت ہاتھ کا لے۔ پیلے۔ لال۔ ہرے پھولوں کے جواہرات سے جڑے ہوئے دلکو تر و تازہ کر رہے ہیں۔ کہیں مینا۔ طوطا۔ مور۔ چکور۔ بیشمار خوبصورت پرند اپنی رنگ برنگی صورتوں سے ہردے کو خوشی دے رہے ہیں۔ بیشمار نغمے ہردے کی زور دار خواہش کو ترپت کرنے کے لئے سنائی دیتے ہیں۔ کہیں پہاڑ سے جھرنا مدہر سور (میٹھی آواز) سے جھرتا ہوا بہتا۔ دلکو شانتی اور پریم کا سبق دے رہا ہے۔ کہیں اُن کے برکس (درخت) سے سپرش کرنے (چھونے سے) عجب سریلی آواز نکل رہی ہے کہیں بادل کی گرج۔ کہیں بجلی کی کڑک۔ کہیں پرندوں کا درختوں کی سبز شاخوں پر بیٹھکر چہچہانا اور خوشنما راگ گانا۔ غرضیکہ سُننے کی طاقت کی ترپتی کے لئے بیشمار رساد ہن (ذریعے) موجود ہیں۔ اگر سونگھنے کی خواہش ہے تو پھولوں کی مند مند (بھینی بھینی) خوشبو دلکو باغ باغ کر دیتی ہے۔ اگر کھانے کی خواہش ہو تو اس بے نظیر گلشن عالم میں قسم قسم کے تازے میوے اور پھل۔ اناج اور شیریں رس ہماری سیرابی کے لئے موجود ہیں۔ اگر سپرش (چھونے) کی خواہش ہے تو ملایم سے ملایم پشپ لتا (پھولونکی بیل) اور کومل سے کومل (نرم سے نرم) گھاس ہمارے انگ (جسم) کو پرپھلت (تر و تازہ) کرنے کے لئے طیار ہیں۔ کہاں تک بیان کرتے جائیں۔ ایک سکھ نہیں۔ دو نہیں۔ تین نہیں۔ ہم پر تو چاروں طرف سے سکھوں کی بارش ہو رہی ہے۔ اسی لئے منتر میں کہا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ:۔ اے ! ہر جگہ موجود۔ سارے جہان کی ماد رمہربان (جگت جننی) آپ ہمارے پراُپکار (دوسرونکی بھلائی) کی خواہشونکو پورا کرتی ہیں اور ہمارے آتما (روح) کو ترپت کرتی ہیں۔ اور ہم پر بیشمار سکھوں کی بارش کرتی ہیں"

ओ३म् वाक् वाक्। ओं प्राणः प्राणः। ओं चक्षुः चक्षुः।
ओं श्रोत्रम् श्रोत्रम्। ओं नाभिः। ओं हृदयम्। ओं कण्ठः।
ओं शिरः। ओं बाहुभ्यां यशोबलम्। ओं करतलकरपृष्ठे"

لفظی ترجمہ معہ تشریح

اوم۔ واک۔ واک (ओं वाक् वाक्) اوم پرمیشور کا نج (ذاتی) نام ہے۔ جس کے ایک ایک حرف سے مکتی (نجات) کے ایک ایک زینے کا پتہ

مضبوط کرنے پر زور دینا منظور ہے۔ لگتا ہے۔ اس جگہہ یہ لفظ باربار اس لئے آیا ہے کہ انہی میں دھیان
واک - یعنے بانی کی اندری یعنے طاقت گویائی - پرارتھ ودیا کے جاننے والے بیخبر نہیں ہیں کہ بانی کی اندری دوہری ہے - اس لئے یہ لفظ دوبارہ لکھا گیا تاکہ اس اندری کی اصلیت کی طرف متوجہ کرے۔

اوم۔ پرانڑ۔ پرانڑہ - (ओं प्राणः प्राणः) پران بمعنی ہوا۔ سانس۔ انسانی زندگی کا مدار دو قسم کے سانسوں پر ہے - ایک پران وایو یعنی وہ پاک صاف ہوا۔ جو بذریعہ سانس انسان اندر کھینچتا ہے - اور اس سے زندگی ہوتی اور عمر بڑھانے میں مدد ملتی ہے - دوسری اپان وایو جو کاربن سے ملکر خراب ہوجاتی ہے۔ اور اگر باہر نہ نکالی جاوے تو خاص مدت کے بعد موت کا باعث ہوتی ہے - اسجگہہ پران کی دوہری حرکت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسی لئے لفظ پران دوبارہ آیا ہے۔

اوم چکشوہ۔ چکشوہ - (ओं चक्षुः चक्षुः) چکشوہ بمعنی آنکھ - آنکھیں دو ہیں لیکن زیادہ تر توجہ آنکھ کے دوہرے پردوں کی طرف دلائی گئی ہے۔

اوم۔ شروترم۔ شروترم - (ओं श्रोत्रम् श्रोत्रम्) شروتر بمعنے کان یعنے سننے کی اندری ۔۔

اوم۔ نابھی - (ओं नाभिः) نابھی سے وہ اندری مراد ہے جو اوتپتی کا ذریعہ ہے ۔۔

اوم۔ ھردیم - (ओं हृदयम्) ھردہ بمعنے دل۔

اوم کنٹھ (ओं कण्ठः) کنٹھ بمعنے سوراخ حلق۔

اوم شرہ - (ओं शिरः) سر بمعنے دماغ جو سوچنے کا آلہ ہے۔

اوم باھوبھیام یشوبلم (ओं बाहुभ्यां यशो बलम्) دونو بازو جو یش اور بل کے نشان ہیں۔

اوم کرتل کرپرشٹے - (ओं करतलकरपृष्ठे) ھتھیلی اور ہتھیلی کا نچلا حصہ۔
پہلے منتر میں جگت کی رچنا (دنیا کی پیدائش) کا انسان کے لئے کلیان کاری ہونا انوبھو (محسوس) کرکے - آورش جیو آتما - جگت جننی پرمیشر سے اپنے سب حواسوں کے لئے بل یعنی طاقت کی پرارتھنا کرتا ہے - واضح ہو - کہ پرارتھنا (دعا) کے معنے زمانہ حال میں انسانوں نے اودیا (جہالت) میں پھنس کر بگاڑ رکھے ہیں - انسان خواہش اور کام کرنے میں سوتنتر یعنے خود مختار ہے - اور اپنے کئے ہوئے فعلوں کا ثمرہ اٹھانے میں پرتنتر یعنے ایشور کے آدھین (ماتحت) ہے - اس لئے صرف من اور وچن (کلام) ہی سے پرارتھنا کا خاتمہ نہیں بلکہ اسکا دائرہ کرموں (اعمالوں) تک بڑھا ہوا ہے - پس اسجگہہ اپنی اندریوں (حواسوں) کے لئے

بل یعنی طاقت کی پراتھنا کرنے سے مراد یہ ہے کہ ایشور میں دھیان لگانے کی تیاری کرنے والا انسان پرتگیا یعنے معاہدہ کرے کہ من بچن اور کرم میں کبھی بھی اپنی دسوں اندریوں (حواسوں) کو ایشور کی آگیا (حکم) کے برخلاف نہیں چلاؤنگا۔ ہر ایک مذہب کے پیشوا کی زندگی کا ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشور کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اپنی اندریوں کو بُرے کاموں سے روکنے کے معاہدے کی ضرورت کو ہر مذہب کی کتاب میں النکار (استعارہ) کے پیرائیہ میں خدا پرستوں نے ظاہر کیا ہے۔

اب صرف یہ جتلانا باقی رہ گیا کہ اندریوں کو اِن داکئوں (قولوں) کے ساتھ ساتھ سپرش کرنے یعنی چھونے سے کیا مراد ہے۔ سمجھدار آدمیوں سے یہہ راز چھپا ہوا نہیں ہے۔ کہ جبتک انسان ایک خاص جانب متوجہ ہونیکا عادی نہیں ہوتا۔ تبتک یہہ ایک بڑا سہل اور مجرب نسخہ ہے کہ اُسکو بیرونی حرکات سے اُس طرف راغب کیا جاوے۔ اسی قدرتی قانون پر ہمارے بزرگوں کا یہ اصول اندری سپرش کا ہے۔ پس دوسرا فرض ایشور کے اُپاسک یعنی نزدیکی چاہنے والے کا یہ ہے۔ کہ وہ اندریوں کو بُرے کاموں سے روکنے کی پرتگیا (معاہدہ) کرے اور ایشور سے اُسکے لئے بل چاہئے۔

منتر کا بامحاورہ ترجمہ

"اے بل مئے پرماتمن! میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی بانی[۱] (کلام) اپنے پران[۲]۔ اپنی آنکھیں[۳]۔ اپنے کان[۴]۔ نابھی[۵]۔ اپنے ہردے[۶] (دل) اپنے کنٹھ[۷]۔ اپنے دماغ[۸]۔ اپنے یش اور بل کے بڑہانے والے بازو[۹]۔ اور اپنے ہاتھوں[۱۰] کو سب بُرے کاموں سے روکونگا آپ مجھے اس پورشارتھ کے پہل کرنے میں بل دیجئے۔"

مارجن کرنیکے واکیہ

(३) ओं भूः पुनातु शिरसि (४) ओं भुवः पुनातु नेत्रयोः (५) ओं स्वः पुनातु कण्ठे (६) ओं महः पुनातु हृदये (७) ओं जनः पुनातु नाभ्याम् (८) ओं तपः पुनातु पादयोः (९) ओं सत्यं पुनातु पुनः शिरसि (१०) ओं खं ब्रह्म पुनातु सर्वत्र ॥

منتر کا لفظی ترجمہ و تشریح۔

(ओं भूः पुनातु शिरसि) ۔ اوم بھوہ پناتو شرسی
اوم پرماتما کا نج (ذاتی) نام بار بار اسی لئے آیا ہے کہ اُس

تعلق جوڑنے کی تاکید بار بار کرنا منظور ہے۔ (بھوہ) یعنی پران جو سب موجودات کی زندگی کا باعث اور پرانوں سے بھی پیارے ہو۔ آپ ہمارے (رشر) یعنے پران چڑھا کر سخت (قایم) کرلے کے آلہ کو (پنانو) پوتر (پاک) کیجئے۔

اس واکیہ میں پرماتما کا جگت کے جیون (یعنی آدھار روپ میں دھیان کرنے کا فرمان ہے۔ اور یہہ اس لئے کہ جس طرح پرماتما ساری کائنات کا سہارا بنا ہوا ہے۔ اور ہر ایک چیز میں پاک حرکت پیدا کرنے والا ہے۔ اسی طرح جسم روپی برہمانڈ میں الیتور (آپاسک کا سر جسے بعض اصطلاحوں میں دسواں دوار بھی کہتے ہیں۔ کل انسانی بناوٹ میں پاک خیالات پیدا کرنیکا منبع ہے۔ اور انسان کی بناوٹ کا سچا آدھار ہے۔

واضح رہے کہ اس تیسری دھیان کریا (تصور کا عمل) میں آدرش (معراج) کی طرف جانے کی آگیا ہے۔ جب انسان پرماتما کو محسوس کرتا ہے۔ اپنے عمل سے اسکے روبرو اپنی اندریوں کو پاپ آچرن سے روکنے اور علیحدہ رکھنے کی درڑھ پرتگیا (مضبوط اقرار) کرلیتا ہے تو صرف اسکی اندریاں ملینتا یعنی گناہ کے تعفن سے جدا ہوتی ہیں۔ لیکن جگت جننی کو ساکھشات کرنے کے لئے اس سے بڑھکر سادھنوں کی ضرورت ہے۔ یعنی اندریوں کو پاپ کی درگندھی (بدبو) سے علیحدہ کرنے پر ہی اکتفا نہ کی جاوے۔ بلکہ ان میں دیو جیون روپی سگندھی (خوشبو) پھیلائی جاوے۔

اوم۔ بھوہ۔ پناتو۔ نیترئیو۔ (ओं भुवः पुनातु नेत्रयोः)

اے! (بھوہ) دکھوں سے بچانیوالے پرمیشور۔ آپ ہماری (نیترئیو) دونوں آنکھوں کو (پناتو) پوتر (پاک) کیجئے۔

انسان کی آنکھیں ہی سب سے زیادہ سکھ یا دکھ کا ذریعہ ہوسکتی ہیں۔ رشیوں کا قول ہے کہ سمدرشی پرش (سبکو ایک نظر سے دیکھنے والا انسان) سب دکھوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ اگر آنکھیں ٹھیک دیکھنے والی ہوں یعنی پدارتھوں کو یتھاوت (ٹھیک ٹھیک) گرہن (قبول) کرنیوالی نہ ہوں تو انسان کی ساری بناوٹ دکھ ساگر میں ڈوبی رہتی ہے۔ اس لئے آنکھوں کو شدھ یعنی پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن ان کا پرماتما روپی آدرش کے کس گن سے سمبندھ (تعلق) ہے؟ پران گن سے جسکے ذریعہ ہمارا سچا پتا (حقیقی باپ) اپنے سیوکوں (خادموں) یعنی اپنی قدرت کے قانون پر چلنے والوں کا دکھ سکھ میں تبدیل کردیتا ہے۔

اوم سوہ پناتو کنٹھے۔ (ओं स्वः पुनातु कण्ठे)

اے! (سوہ) دیان یعنی سب جگت میں ویاپک ہو کر سبکو نیم انوسار چلانیوالے پربھو۔ آپ ہمارے (کنٹھے) گلے کو جو سانسوں کے باقاعدہ چلنے کا ذریعہ ہے (پناتو) پوتر کیجئے۔ گلے کا چھید (حنجرہ) پران وایو کو اندر بیجاکر زندگی کا باعث ہوتا ہے۔ اور اپان (پران وایو) کو بھی اسی دروازہ سے باہر لاتے

مانڈوکیہ اُپنشد کی ویاکھیا

سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ہذا بابت جون سنہ ۹۹ء

کوئی وید منتر کبھی کسی حالت میں نہیں پڑھا جاتا جبتک کہ سب سے پہلے آدم شبد زبان سے ادا نہ کرلیا جاوے - یہ صرف اسوجہ سے نہیں کہ ادم شبد نہایت ہی نرم و نازک ہے - اور اسکی آواز نہایت سُریلی اور بآسانی مُنہ سے برآمد ہوتی ہے نہ محض اِس لئے کہ وہ حروف جن سے کہ یہہ آدم شبد بنا ہے - اُس دودہ پیتے بچّہ کے مُنہ سے بیساختہ نکل جاتے ہیں جو کہ ابھی اوں - آں ہی کرنے لگا ہے - بلکہ اِس لئے کہ اس کے معنوں میں کوئی چیز نہائت عمیق نہائت عزیز اور نہایت متبرک موجود ہے - یہہ صحیح ہے کہ جہاں پرمیشور کے دیگر صفاتی نام دنیوی اشیاء کے نام بھی ہیں (مثلاً سنسکرت میں جو لفظ ایشور ہے وہی ایک ناظم کا بھی نام ہوسکتا ہے - یہاں تک کہ برھم ہمہ جا موجود اکاش کا بھی نام ہوتا ہے اور وید کا بھی - نیز اگنی آگ کا بھی نام ہے اور ایشور کا بھی - علےٰ ہذا) وہاں آدم شبد صرف اُس قادر مطلق - لازوال - محیط کل - پرماتما کی ذات پاک کے لئے ہی مخصوص ہے - یہ تو صرف اس کے معنوں کی خصوصیت اور تعین کی ایک دلیل ہوسکتی ہے - مگر انتہا درجہ کی فضیلت جو کہ اس کے ساتھہ منسوب کیجاتی ہے - اُس کے لئے یہ دلیل کوئی وقعت نہیں رکھتی - یہ بھی سچ ہے کہ ادم شبد بلحاظ معنوں کے اتنا وسیع اور پُر مغز ہے کہ سنسکرت میں اور کوئی لفظ تنہا صفات الٰہی کے ظاہر کرنے میں اس کے پایہ کو نہیں پہنچ سکتا - یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ شبد بطور خود جسقدر صفات کو منکشف کرتا ہے - اُسقدر کوئی اور لفظ یا جزو لفظ تنہا ہرگز ظاہر نہیں کرسکتا - لیکن یہ بات بھی چنداں وزن نہیں رکھتی - اصل حقیقت یہ ہے کہ جو سب سے بڑی دلیل ادم شبد کی فضیلت عمق اور صداقت کی ہوسکتی ہے وہ یہہ ہے کہ یہہ شبد ایشور پراپتی کے لئے بمنزلہ رہبر کے ہے - ادم شبد کے جداگانہ الفاظ جو بذاتہ بلحاظ ساخت بے نظیر ہیں پرمیشور کا دھیان کرنے کے لئے بطور سیڑھی کے ڈنڈوں کے ہیں - جنپر چڑھکر انسان جمال حق کو اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھہ سکتا ہے -

جمالِ حق کے دیدار کا یہ طریق ٹھیک اُس طریق کے برعکس ہے - جس سے کہ دل عالم سفلی کی اشیاء کیجانب مائل ہوتا ہے - اگر موخرالذکر خارجی عمل کیا جاوے - یعنی وہکی اندرونی طاقتوں کا اِس غرض سے پھیلانا کہ وہ عالم خارجی میں منکشف ہوں - تو اول الذکر کو داخلی عمل کہہ سکتے ہیں - یعنی دل کا اپنے آپ میں محو ہونا یہاں تک کہ وہ طاقتیں جو کہ بیرونی سطح پر کام کررہی تہیں باہر سے ہٹکر اندر کی طرف زیادہ تر اندرونی کام کرنے کے لئے آجاویں

آریہ مسافر میگزین
بابت ماہ جولائی

ہم آپکو ایک عام مثال دیکر سمجھاتے ہیں - جب ایک تیرانداز نشانہ لگاتا ہے تو وہ اپنے دھیان کو اندر سے باہر کی طرف لیجاتا ہے اور اپنی آنکھ کو نشانہ کی طرف تیر کے ساتھ ایک ہی سیدھے خط میں لگا کے کمان کو کھینچتا ہے اور تیر چلا دیتا ہے - اِس طرح پر دل خارجی اشیاء کے اندر کام کرتا ہے - اندر کی طرف لیجانے اور ایشور کا تصور کرنے کے لئے وہ اپنے حواس کو خارجی عمل سے روک کر داخلی عمل کی طرف لگاتا ہے - اور جب دل کا بیرونی عمل ختم ہو جاتا ہے تو وہ تصور کے مدارج متواتر کے ذریعہ سے جو کہ اوم شبد کے حروف میں پیوست ہیں - زیادہ تر اندرونی اور اِس لئے پرماتما کے پورن ساکشات کرنے کے راستہ میں جاتا ہے -

پیشتر اِس کے کہ ہم ان مختلف حروف کی تشریح کرنی شروع کریں جن سے کہ اوم شبد مرکب ہے - یہ مناسب ہوگا کہ سرسری طور پر فعل دل کے ظہور کی چار اوستھاؤں (حالتوں) کا بیان کیا جاوے - الہٰی ہستی ایک آتما ہے - اور اِس آتما کو جاننے اور پہچاننے کے لئے ہم کو اُس کے خارجی مظاہر سے بتدریج اندرونی - اور زیادہ اندرونی مظاہر کی طرف جانا ہے - یہاں تک کہ مسبب الاسباب آتما ملجائے - عمل انسانی روح کی مشابہت سے شاید یہہ امر ہماری سمجھ میں آجاوے - مگر یہہ یاد رہے کہ مشابہت کیسی ہی موزوں کیوں نہ ہو پھر بھی مشابہت ہی ہے نہ کہ کوئی حقیقی انطباق -

آؤ ہم اول گھڑی ساز کی مثال لیں - گھڑی ساز نے گھڑی کو بنایا ہے - اور وہ اصول جو گھڑی میں پائے جاتے ہیں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں - کمانی - میزان - پہئے اور کل کے دیگر پرزے اپنا اپنا فعل کر رہے ہیں اور منٹ اور گھنٹہ کی سوئیاں حسب قاعدہ اپنے دائرہ پر دورہ کر رہی ہیں - فی الواقعہ گھڑی ساز کی حکمت - صنعتکاری اور اختراعی لیاقت گھڑی میں صرف موجود اور منطبق ہی نہیں لیکن وہ مادی قوتیں اور آلاتی اصول جو گھڑی ساز کے مقدر میں تھے گھڑی کے اندر واقعی موجود ہیں اور گھڑی کے اجزا کی صحیح اور باقاعدہ حرکت سے اپنا اظہار کر رہی ہیں - یہ گھڑی ساز کی حکمت کا سب سے خارجی - سب سے اول اور سب سے صاف اظہار ہے - اِس طرح سے آتما اپنے سے علیحدہ چیز کو نقش کرتا ہے - روح کے وجود کی خارجی دلالت کا اظہار یہی ہے - جسکو جاگرت اوستھا بھی کہتے ہیں -

لیکن دنیا میں اول ہی اول جو شخص گھڑی بنانے بیٹھا ہوگا - اُسنے اپنے عالم تصور میں کوئی گھڑی اپنے خیال کے روبرو رکھی ہوگی یا اُس گھڑی کا نقشہ اپنے دماغ میں جما لیا ہوگا - اُسے بالضرور پہلے سے لچک کے اصول اور اُسکی کال سمتا کا علم ہوگا - وہ جانتا ہوگا - کہ گھڑی کے پہیوں اور دندانے دار چکروں کی حرکات کے تبادلہ کا کیا اصول ہے - وہ ایس کیپ مینٹ کے اصول سے واقف ہوگا - نیز وہ فولاد - لوہے پیتل اور جواہرات وغیرہ کی رگڑ - لچک اور دیگر خواص کو جانتا ہوگا - اور اُسنے یقیناً نہایت تحمل اور آہستگی کے ساتھ اِن تمام اصولوں کے باقاعدہ استعمال کرنیکا مسودہ خوب طرح سے اپنے دل میں جما لیا ہوگا تاکہ

ان تمام کے اجتماع سے کوئی خاص مطلب برآمد ہو سکے۔ غرضیکہ اُسنے ہر ایک ترتیب کے ہر ایک پہلو کو یکے بعد دیگرے اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیا ہوگا۔ اور اُن کو بتدریج عمل میں لانے کے لئے یہ قرار دے لیا ہوگا۔ کہ کس سے۔ کس وقت اور کس طرح کام لے۔ تا وقتیکہ اُسنے مکمل طور پر گھڑی بنانے کا نقشہ اپنے دماغ میں کھینچ لیا ہوگا۔ اُسنے بالضرور اپنی خیالی گھڑی دل ہی دل میں دیکھی ہوگی کہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آخرکار ٹھہر جاتی ہے اور پھر متحرک ہونے کے لئے کوکی جانے کی محتاج ہے۔ قصہ کوتاہ گھڑی ساز اپنے علم کے درہم برہم ذخیرہ گاہ سے ضروری معلومات کا اطلاق دریافت کرکے کچھ عرصہ تک اپنے ہی کھینچے ہوئے نقشہ میں محو رہا ہوگا۔ پیشتر اس کے کہ اُسنے واقعی گھڑی بنانی شروع کی ہوگی۔ اِسی کو آتما کے وجود کی نقشہ کشی کی حالت یا سوپن اوستھا کہتے ہیں۔

تاہم اسی پر خاتمہ نہیں ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا جبکہ گھڑی ساز کے دل میں اسمیں نقشے کا نشان وگمان بھی نہیں تھا۔ اور نہ اُس کے دماغ میں اسکی بابت کوئی خیال پیدا ہوا تھا۔ اُسکے دماغ میں غیر مرتب اور بے تعلق معلومات کا ذخیرہ بھرا پڑا تھا۔ اور اُس کا علم صرف اُنہیں اصولوں تک محدود نہیں تھا جو کہ اُسنے گھڑی بنانے میں مجتمع کئے۔ شاید اُسے علم ہیئت۔ علم طبعیات۔ علم روح۔ ریاضی۔ اور علم خوبصورتی موجودات سے بہت کچھ واقفیت تھی۔ شاید وہ علم کیمیا۔ علم طب۔ علم تشخیص سے بھی آشنا تھا۔ اُسنے اپنے علم کے صرف ایک جزوی حصہ کو ترتیب دیکر کارآمد بنایا۔ مگر باوجودیکہ وہ اتنا بڑا عالم تھا یہ علم عملی طور پر لگایا نہ گیا تھا۔ اور کیا وہ ہر وقت اِن تمام کثیر معلومات سے باخبر تھا جو کہ اُس کے سینہ میں بھری ہوئی تھیں؟ بلا شبہ نہیں۔ کسی لحظہ میں جبکہ یادداشت روشن ہوئی یا جبکہ عملی طور پر کوئی ضرورت آپڑی اُسوقت جزوی طور پر اُس کے فراہم کردہ تجربات ظاہر ہو گئے۔ اور اُس کے دل کی آنکھوں کے روبرو قطار در قطار آموجود ہوئے۔ مگر اُس کی بہت سے معلومات عالم خاموشی میں اُس کے دماغ یا سین سوریم کے پردوں کے اندر منجمد ٹھوس اور پُر غلاف چیٹیوں کی طرح بطور مخفی خیالات یا سنسکار خوابیدہ تھے۔ وہ اُس کے دل کے پنہاں مہمان تھے۔ جنکو جب جی چاہا بُلا لیا اور جب جی چاہا رخصت کر دیا۔ وہ زیادہ تر پیچھے ہٹ کر رہتے تھے جنکو یکایک پہچاننا مشکل تھا۔ کیونکہ وہ فراموشی کے نفیس اور سیاہ پردوں سے چھپے ہوئے تھے جو یادداشت کے کمروں کے اوپر لٹکتے رہتے تھے۔ روح کے وجود میں اس حالت غیر فاعلی کا نام سوشپتی اوستھا ہے۔

جاگرت اوستھا یعنے اس حالت کے پرے جسمیں من کے فاعلی اظہار مانند اُن طلسمی ظہوروں یعنی تصاویر کے جو جادو کی لالٹین (میجک لینٹرن) کے اندر کی طرف سے باہر کے پردہ پر نظر آتے ہیں۔ مادی اشیاء اور ظہوروں میں منکشف ہوئے ہیں۔ سوپن اوستھا سے پرے جسمیں من کے افعال خوب ہی ہوتے ہیں کبھی ایک قسم کے خیالات ہوتے ہیں۔ کبھی دوسرے قسم کے۔ کبھی وہ اُن کو چُنتا ہے۔ کبھی ترتیب دیتا ہے۔ یہانتک

کہ عالم خواب میں دل کے روبرو ایک عجیب و غریب تصویر بن جاتی ہے۔ جسکا کہ پہلے علم نہ تھا۔ اور نیز سوشپتی اوستھا
یعنی اُس حالت سے پرے جبکہ قوائے دماغی عالم سکوت میں ہوتے ہیں۔ اور ایک خارجی وقت تک اُنکا فعل بند رہتا
ہے۔ اِن سب حالتوں سے پرے اور اِن سب کے پیچھے وہ سچا وجود۔ اصلی روح یعنی حقیقی گھڑی ساز موجود ہے
جہاں نہ فاعلی اظہار ہیں نہ مفعولی تبدیلات۔ اِسی کا نام وجودِ روح کا اصلی سروپ ہے۔

آؤ! ہم وجودِ روح کی چار حالتوں یعنی جاگرت۔ سوپن۔ سوشپتی۔ اور تریہ اوستھاؤں کا صاف صاف
علم حاصل کریں۔ انسان اپنی زندگی میں یہ تین حالتیں ہر روز محسوس کرتا ہے۔ کبھی ان سے خالی نہیں رہتا
جب روز روشن ہوتا ہے اور حالت بیداری ہوتی ہے۔ تب آنکھیں روپ دیکھتی ہیں۔ کان آواز سُنتے ہیں
ناک بخارات کو سونگھتی ہے۔ اور زبان ذائقہ لیتی ہے۔ جسم ٹھوس چیزوں کو سپرش کرتا ہے۔ اِس حالت
میں انسان بیرونی چیزوں کے اندر محو ہو رہا ہے۔ اِسکا نام جاگرت اوستھا ہے۔ جس وقت تاریکی چھا جاتی
اور دن کی روشنی زایل ہوتی ہے۔ دن بھر کا تھکا ماندہ کسان گھر کا راستہ لیتا ہے۔ یا ایک سادہ لوح
مزدور اپنی محنت کی تھکاوٹ کو جام شراب پیکر دور کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح ساری کار وباری دنیا آرام
کرتی ہے۔ اُسی طرح ہمارا معہودہ انسان بسرام کرتا ہے۔ اپنے پلنگ پر بیر سمیٹے پڑا رہتا ہے۔ آنکھوں کے
پلک بند ہو جاتے ہیں۔ گویا اُن پر بھاری بوجھ پڑ گیا۔ اور آہستہ آہستہ سب اندریاں آرام کرتی ہیں اور ہمارا
معہودہ انسان سو جاتا ہے۔ شاید وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ فرض کرو کہ وہ طالب علم ہے۔ اُسکے مکتب
کی ٹھوس دیواریں درحقیقت اُسکی نظر سے غایب ہیں۔ کیونکہ وہ حالتِ بیداری میں نہیں ہے۔ بغیر
کتابوں۔ پاس اُسکے نہ کوئی کتاب ہے۔ اور نہ کوئی ہم جماعت دوست نزدیک ہے۔ وہ اکیلا بستر پر لیٹا ہے
تو بھی اُسکو خواب آیا۔ امتحان کا کمرہ اُسکی آنکھوں کے سامنے آ موجود ہوا۔ اپنے ہم جماعتوں کے درمیان بیٹھا
ہے۔ ایک پرچہ آج ایک کل اور ایک پرسوں بانٹے گئے ہیں (کُل خواب میں) گھر کو وہ امتحان کے نتیجے
کی چنتا کرتا آتا ہے۔ اور کبھی کسی اخبار کا مضمون یا دوست کا تار اُسکو کامیابی کی خوشخبری یا ناکامیابی
کی خبر دیتی ہے۔ خواب کے راز عجیب و غریب ہیں۔ یہ حالتِ خواب کا ذکر ہے۔

خواب کے بعد یا بغیر خواب کے جلد ہی گہری نیند آ گئی۔ وہ جیتی جاگتی آواز کیا ہوئی؟ مصروف دماغ کہاں
ہے؟ وہ خواب کے ٹھاٹھ کہاں ہیں؟ کیا وہ غایب ہو گئے۔ یا درحقیقت فنا ہو گئے؟ جسم میں اگرچہ نظر سے علیحدہ قایم
ہیں لیکن اُنکا پھر ظاہر ہونا ممکن ہے۔ اُن کو اب مجمد اور مجسم کہنا چاہئے۔ اس حالت کا نام سوشپتی اوستھا
ہے۔ زندگی کا پرواہ (پرواہ) کس تیزی سے جا رہا ہے۔ جاگرت یعنی بیداری کے دن اور سوپن و سوشپتی کی راتیں
گزری چلی جاتی ہیں۔ یہ تغیر و تبدل ختم نہیں ہوتا۔ مگر تو بھی اِن حالتوں میں انسان ایک قسم کی خود مختاری یا آزادی قایم
رکھتا ہے۔ وہ اپنا اصلی سوروپ قایم رکھتا ہے۔ کیونکہ تمہارا یہ سروپ ہے۔ جسکو مذکورہ بالا حالتیں مقید نہیں کر سکتیں۔

ویدک مارتنڈ
(سورج)

مباحثہ دربارہ الہام
درمیان
مولوی ثناء اللہ صاحب محمدی وماسٹر آتمارام صاحب آریہ

بقیہ جواب نمبر ۳ من جانب آریہ

از سورہ رعد

یہ کتاب کی آیات ہیں اور جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف اُترا ہے وہ حق ہے (آیت ۱)

اللہ جو چاہے اُسمیں سے مٹا دے اور جو چاہے لکھہ دے* (آیت ۳۹)

از سورہ حاقہ

جو کچھہ تم دیکھتے ہو اُسکی قسم کھاتا ہوں۔ (آیت ۳۸)

اور جو تم نہیں دیکھتے (اُسکی بھی قسم) (آیت ۳۹)

کہ یہ قرآن (ب) ایک بزرگ رسول کا قول ہے۔ (آیت ۴۰)

(نوٹ) اِس بات کی تصدیق کے لئے کہ قرآن کا خدا لکھا جانتا ہے۔ سورہ انعام کی آیت ۳۸ دیکھنی چاہئے۔ چنانچہ وہ یہ ہے کہ"۔۔۔۔۔۔۔ کوئی چیز نہیں کہ ہم نے کتاب میں نہ لکھہ رکھی ہو۔"

(ب) معلوم ہوتا ہے کہ قرآن دراصل رسول کا قول ہے۔ اور خدا تو صرف مُنشی ہے۔

(از سورہ دخان)

(آیت اول)

واضح کتاب کی قسم

ہم نے اِس قرآن کو مبارک رات میں اُتارا تھا (وہ شب برات تھی) ہم ڈرانے والے تھے۔ (آیت ۲)

(از سورہ طور)

لکھی ہوئی کتاب (قران) کی قسم (آیت ۲)

(جو کہ) کشادہ ورق میں (ہے) (آیت ۳)

اگر قرآن میں فن تحریر یا دستاویز کے معنوں میں ہی کتاب کا لفظ مستعمل ہوتا تو وہ اور بات تھی لیکن قرآن میں بیسیوں جگہ کتاب کا لفظ قرآن کے لئے آیا ہے۔ ہم طوالت کے خوف سے اِس بات کی تائید میں زیادہ اقتباس پیش کرنا نہیں چاہتے۔ مندرجہ بالا کافی ہیں۔ اور سب سے بڑھکر خود مولوی صاحب کی تحریر موجود ہے جس میں صاف ثابت ہوگیا کہ قرآن کے الہام کے معنے عربی زبان میں ایک **لکھی ہوئی کتاب کے اُترنے کے ہیں**۔ یہ کتاب کس نے لکھی کہاں لکھی کس چیز سے لکھی کب لکھی۔ اور کس ستارے یا سیارے یا دیگر مقام سے کس طرح نیچے پہنچی۔ اور وہ کس طرح عرب میں خاص خدا کے بندے کے گھر آگری یہ سوال ہیں جن کا کہ جواب دینا قرآن کو الہامی ماننے والوں کا فرض ہے۔ اگر خدا کو ٹائپ پریس کا علم ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ کتاب لکھنے کے بجائے اُسکی کئی کاپیاں چھاپ ڈالتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھاپے اور ٹائپ کی ایجاد سے بے بہرہ ہے۔ کیا وہ خدا جو کسی خاص مقام سے کتاب نیچے اُتارتا ہے۔ کبھی بھی محیط کُل کہلا سکتا ہے۔ کوئی عقلمند ایسے **مقامی خدا** کو ہرگز ہرگز محیط کُل نہیں کہہ سکتا۔ اگر خدا انسان کی روح کے اندر موجود ہے تو کیا وہ بذریعہ تحریک اپنے علم کا پرکاش (اظہار) نہیں کر سکتا تھا۔ جب کتاب لکھہ کر اُتارتا ہے تو ضروری ہے کہ کسی خاص مقام گوشہ نشین ہو۔ کیا اُس نے نشانہ باندہ کر کتاب پھینکی تھی؟ بہتر تو تھا کہ بارش کیطرح کتابوں کا مینہہ برسا دیتا۔ یا کتابوں کے درخت ہی لگا دیتا۔ اب کیا خدا نے کتاب کا محکمہ توڑ دیا۔ کتاب کرہ ہوائی کی رگڑ سے جل بھُن کر خاک کیوں نہ ہوگئی۔ جبکہ اب خدا نے قاعدہ بنا رکھا ہے کہ کوئی ٹھوس شے کرہ ہوائی کی رگڑ سے نہ بچے۔

اگر ایک بچہ کے ہاتھہ میں کوئی کتاب دیدی جائے اور اُستاد کچھہ نہ پڑھائے تو کیا وہ بچہ عالم ہو سکتا ہے؟ خدا نے کتاب اُتارنے کے بعد ضرور آکر پڑھایا ہوگا اور معانی سمجھائے ہونگے۔ اور جبتک نہیں پڑھایا ہوگا۔ تب تک کتاب ایک فضول شے کا کام دیتی ہوگی۔ خدا نے یہ عبث کام کتاب اُتارنے کا کیوں کیا جبکہ اُسکو پچھتانا پڑا۔ کہ محض کتاب لکھی ہوئی ہاتھہ میں دیدینے سے کوئی عالم نہیں ہو سکتا۔ کیوں نہ اُس نے پہلے ہی الفاظ اور اُنکے معانی کا پرکاش روح میں کر دیا۔ اور وہ ادنیٰ سا کام کتاب

لکھنے کا جو کہ انسان کے کرنے کا ہے۔ اور جسکو کہ ہم انسان خود یا ہم سے تعلیم پائے ہوئے انسان کر سکتے ہیں کیوں کرکے اپنی خدائی کو بٹہ لگایا۔ اگر انسان کے کام خدا کرتا ہے تو وہ ضرور روٹی دال بھی کبھی پکا کر کھلاتا ہوگا۔ جب وہ اُسکی کتاب لکھتا ہے تو کیوں نہ اُس کے کپڑے سیئے۔

پس ظاہر ہوا کہ کتاب اوتارنے سے یا کتاب کو کسی خاص بندے کے ہاتھ میں دیدینے سے خدا الہام نہیں دے سکتا۔ کیا کتاب مثل میز کرسی آدمی بنتے کے ہیں اور اگر ہے تو کیا میز کرسی کسی کے ہاتھ میں رکھ دینے سے کبھی میز کے پکڑنے والا کائنات کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر کر سکتا ہے۔ تو تمام جلد ساز جو لکھی ہوئی کتابوں کو پکڑتے اور تمام کُتب فروش جو رات دن کتابوں میں کھیلتے ہیں عالم اور ملہم ہو جاتے؟ جب کوئی شخص لکھی ہوئی کتاب کے محض لینے سے ملہم نہیں کہلا سکتا تو کیونکر باور کیا جاوے کہ فلاں صاحب لکھے ہوئے قرآن کے حاصل کرنے سے ملہم کہلائے۔ اگر اسی کا نام الہام ہے تو بس کیا کہنے۔ اس سے تو کوئی شخص باخبر یا عالم نہیں ہو سکتا۔ ہم حیران ہیں کہ ہمہ دان خدا بھی کبھی ایسا عبث کام کر سکتا ہے کہ لکھی ہوئی کتاب کسی کو دیدے جبکہ لینے والا اس عمل سے عالم نہیں ہو سکتا۔

اب یہہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ قرآن جبکہ کتاب کی صورت میں نازل ہوا تو قرآن بوجہ کتاب ہونے کے ایک حادث اور فانی شے ٹھیری۔ قرآن فانی شے ہے لیکن وید فانی شے نہیں کیونکہ وید علم کا نام ہے۔ اور وہ علم خدا کی صفت ہے۔ پس وید (علم) خدا کا وصف ہونے سے خدا کی طرح ازلی ہے۔

مولوی صاحب فرماتے تھے کہ "وید مثل دیگر اشیاء" کے ہے لیکن درحصل ثابت یہ ہوا کہ وید (علم) مثل دیگر اشیاء کے نہیں بلکہ قرآن جو کہ کتاب کا نام ہے وہ مثل دیگر اشیاء کے ہے۔ لہٰذا

"قرآن مثل دیگر اشیاء کے ہے اور فانی ہے"

ابھی تک تو میں نے صرف "اُتاری ہوئی کتاب" ان الفاظ کے متعلق کچھ خیالات پیش کئے۔ اب میں ان الفاظ کی طرف آتا ہوں۔ کہ "جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے" اس کے متعلق میرا سوال ہے کہ کیا دیگر انسان خدا کے اپنے بندے نہیں ہیں۔ اگر خدا کے اپنے بندے نہیں تو کیا کسی دوسرے خدا کے بندے ہیں۔ اگر دوسرے خدا کے بندے ہیں تو پھر خدا دو ہو جائیں گے۔ ایک زبردست بڑا خدا جسکے بیشمار بندے ہیں اور ایک کمزور برائے نام خدا جسکا کہ صرف ایک ہی بندہ ہے۔ اگر کہو کہ خدا ایک ہی ہے اور ایک ہی خدا کے سب بندے ہیں تو پھر یہاں اپنے بندے کیوں لکھا۔ اور اگر سب اسکے اپنے بندے ہیں تو وہ سبکو مساوی نظر سے کیوں نہیں دیکھتا۔ اُسکو اپنے سب بندوں پر لکھی ہوئی کتاب اُتارنی چاہئے تھی۔ کتاب اُتارنے کی اگر صرف شرط اپنا اور بندہ ہونا ہے تو اپنے اور بندے تو سب

ہیں پھر کتاب سب پر کیوں نہیں اُتاری۔ اور کیا سب بندے اب بھی اُس کے اپنے نہیں اگر ہیں تو اب سب پر لکھی ہوئی کتاب کیوں نہیں اوتارتا۔؟

اب ہمیں اِس آیت کے دوسرے حصے کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ
"اگر تم کو شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔"

واضح ہو کہ شک پیدا ہونیکی دو وجوہات ہوا کرتی ہیں (الف) کسی کتاب کی تعلیم یعنے علمی مسائل کا دقیق ہونا (ب) اُنکا ناقص اور علم وعقل کے خلاف ہونا۔ صورت اول میں شک کرنیوالوں کی ناقابلیت پائی جاتی ہے۔ اور صورت دوم میں تعلیم کا ناقص اور خلاف عقل ہونا پایا جاتا ہے۔ چونکہ آیت زیر بحث میں یا دیگر مقام پر یہہ کہیں ظاہر نہیں کیا گیا کہ قرآن مخزن العلوم ہے یا علم وعقل کی کتاب ہے۔ لہذا ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ لوگوں کو شکوک اِس لئے پیدا ہوئے کہ قرآن کی کہانیاں علم وعقل کے خلاف تھیں۔ اور اگر یہہ سچ ہے تو قرآن اپنا آپ ہی رد کر رہا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب قرآن کے علمی مسائل دقیق تھے۔ اِسلئے شک پیدا ہوا تو اُسکو قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دیکر یہ دعویٰ دکھلانا چاہیئے کہ قرآن علمی مسایل سے پُر ہے یا علمی کتاب کا مترادف ہے۔ جبکہ قرآن علمی کتاب ہی نہیں تو پھر اُسمیں دقیق علمی مسایل کہاں سے آگئے۔ جب تک کہ قرآن یہ دعویٰ نہ کرے کہ میں علمی کتاب ہوں۔ تو ہم کیونکر باور کرلیں کہ وہ علمی کتاب ہے۔

جبکہ صورت اول قایم نہ رہی تو صورت دوم آئیگی۔ اب ثابت ہوا کہ قرآن کی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ خواہ مخواہ اہل عقل اُسکو سُنکر یا پڑھکر شک میں پڑ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پُرانوں کی تعلیم ایسی ناقص ہے کہ خواہ مخواہ عالم لوگوں کو شک میں ڈالتی ہے۔ اچھا جبکہ قرآن کی تعلیم ہی ناقص ہونے کیوجہ سے شک کے پیدا کرنیوالی تھی تو خدا نے بجائے اقبال کرنے کے ٹالمٹول کا جواب کیوں دیا۔ سب سے بہتر جواب تو یہہ تھا کہ شک اِس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ یہ ناقص ہے لیکن خدا نے عجیب جواب دیا کہ اِس جیسی کتاب لے آؤ۔

یہ ممکن ہے کہ بعض محمدی بھائی برابر یہی کہیں کہ قرآن کی علمی تعلیم ضرور دقیق ہے۔ اِس لئے شکوک پیدا ہوئے ہونگے۔ اچھا ہم اگر اسکو فرض بھی کرلیں تو پھر خدا کا جواب سراسر ناقص ثابت ہوتا ہے کیا اگر ایک نا جوان اقلیدس پڑھتے وقت کسی علمی اصول کی بابت شک کرے تو اُستاد خدا کی طرح یہ جواب دینا چاہیئے۔ کہ اگر تمکو شک ہو تو اِس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔ کتاب نہ لاسکنے کی بھی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ اچھا تو پھر اگر وہ نوجوان اقلیدس جیسی کتاب نہیں لاسکتا تو کیا نہ لاسکنے کے باعث اُسکا شک دور ہوجائے گا۔ کالجوں میں روزمرہ پروفیسر طلبار کو علمی مسایل

سمجھاتے ہیں اور بارہا طلبا کہا کرتے ہیں کہ ہمیں یہ شک ہے۔ لائق استاد دوبارہ سہ بارہ سمجھا کر انکی روحانی
سیری کرتے ہیں اور طلبار استادوں کی ہدایت کے مطابق چلتے ہوئے سوچنے غور کرنے سے اپنے شکوک کو آخرکار
رفع کر لیتے ہیں۔ لیکن خدا کیطرح اگر پروفیسر یہ جواب شک کرنیوالے طلبار کو دینے لگ جائیں تو بس پھر کیا
کہنی۔ کالجوں کا ہی خاتمہ ہو جائے۔ کوئی پروفیسر کبھی کسی طالب علم کو یہ نہیں کہتا کہ چونکہ تمکو منطق کے
مسائل کی بابت شک ہے۔ اس لئے منطق کی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ اور نہ ہی کوئی یہ کہتا ہے کہ چونکہ تمکو
علم کیمیا کے اصول سمجھ میں نہیں آتے۔ اس لئے علم کیمیا کی کتاب کا ٹکڑا لے آؤ۔ بلکہ ہمیشہ لائق استاد
مختلف مثالیں (بالتکرار) دیگر دقیق رموز کو سمجھاتے ہیں۔ اور طلبار کو ہمیشہ اس قسم کی ہدایات کرتے
ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے انکی عقل تیز ہو اور ان کے اندر دقیق مگر سچی باتوں کے سمجھنے کی قابلیت
پیدا ہو جائے۔ ویدوں میں تیتھی یگیہ کی ہدایت ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں
اور عالمانِ باعمل کی صحبت سے دقیق ویدک مسائل کے متعلق جو شکوک کہ گرہستی لوگ رکھتے ہوں۔
وہ روزمرہ ان سے دور کریں اور کئی مقام پر یوگ ابھیاس کرنے گوشت اور شراب کے چھوڑنے کی
ہدایات وید میں موجود ہیں جنکا کہ مقصد یہی ہے۔ کہ لوگوں کی عقل تیز ہو سکے۔

اگر عربی لوگوں کو یہ شک ہوتا کہ اس قرآن کی بہت سی کاپیاں مکہ کے شہر میں ہیں تو خدا
خدا کا یہ جواب درست ہو سکتا۔ کہ بہت جلدیں ہیں اور اگر نہیں مانتے تو ڈھونڈھتے پھرو۔ لیکن اگر لوگوں
کا اسوقت یا اب بھی قرآن کی تعلیم کے متعلق یہ شک ہے۔ یعنے وہ یہ کہیں کہ قرآن کی تعلیم سچی نہیں تو
پھر کیا خدا کا یہ جواب اور ٹالمٹولا کہ جس جیسی کتاب کے ٹکڑے لاؤ کبھی شک کا جواب یا شک کو دور
کرنے کا ذریعہ کہلا سکتا ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کہنے سے خدا کا کیا مطلب ہے۔ کہ "اس جیسی کتاب کا ٹکڑا
لے آؤ" کیا خدا نے قرآن میں کہیں یہ بھی کہا ہے کہ تمہیں جس چیز کی نسبت شک ہوا کرے اس جیسی چیز
ڈھونڈھتے پھرا کرو۔ مثلاً اگر تمکو ہمارے بنائے ہوئے سورج یا چاند پر شک ہے تو ان جیسے سورج یا
چاند لے آؤ۔ اور اسی طرح درخت پہاڑ سمندر وغیرہ کے متعلق شکوک ہوں تو سمندر پہاڑ وغیرہ کے
ٹکڑے لے آؤ۔ اگر کسی کم فہم شخص کو خدا کی ذات پر ہی شک ہو تو کیا خدا یہ کہے گا کہ تم مجھ جیسے
خدا کا ٹکڑا لے آؤ۔ شک کا جواب برہان قاطع سے دینا لازم تھا نہ کہ اس طرح سے کہہ کر ٹالدینا تھا۔

اچھا فرض کیا کہ قرآن جیسی لکھی ہوئی کتاب عرب میں نہ تھی تو کیا اس سے بھی قرآن
الہامی کتاب ہو سکتی ہے؟ دنیا میں کئی چیزیں ہیں جو کہ خواہ وہ بری ہوں یا بھلی اپنا ثانی نہیں
رکھتیں۔ مثلاً ایک آدمی ہے جو کہ سخت بدخط ہے اور کوئی بھی آدمی اس بات میں اسکا ہم پلہ

ہیں - اگر یہ بدخط آدمی لوگوں کو کہے کہ دیکھو میرا خط لاثانی ہے - اسوجہ سے میں الہامی ہوں - اگر تم مجھ کو یا میرے خط کو الہامی نہیں مانتے تو مجھ جیسا خط لاکر دکھاؤ - اِس دلیل کو مان کر قرآن تو کیا دیگر سینکڑوں کتابیں محض لاثانی ہونے کیوجہ سے الہامی ٹھہر سکتی ہیں - مثلاً یہہ کہا جاتا ہے کہ -

قرآن جیسی کتاب اور کوئی نہیں - اِس لئے یہ الہامی ہے -

ہم کہہ سکتے ہیں کہ

اقلیدس جیسی کتاب اور کوئی نہیں (تو کیا یہ نتیجہ نہ نکلے گا) کہ -

اِس لئے اقلیدس الہامی ہے -

اِس قسم کی بیسیوں مثالیں ناظرین خود سوچ سکتے ہیں - الہامی کتاب کو جملہ کمالات اور خوبیوں میں لاثانی ہونا چاہئے - نہ کہ کوئی کتاب جو کہ عیب میں اپنا ثانی نہ رکھتی ہو الہامی کہلا سکتی ہے - یہاں پر قرآن کی کوئی خوبی نہیں دکھائی گئی - پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ علمی کمالات کا مجموعہ قرآن ہے - اور اِسبات میں لاثانی ہے - ہاں اب تو یہی کہا جا سکتا ہے - کہ سے کس نگوید کہ دوغِ من ترش است - ایسی مثال قرآن کا دعوی ہے -

ایسا ہی یہ فقرہ کہ "الہام کیا ہمنے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو مکہ اور اُنکے گرد والوں کو ڈرا دے"!

اِس فقرہ کو پڑھکر کیا کبھی کوئی عقلمند اسکو خدا کا بیان یا حکم مان سکتا ہے ؟ - اول تو خدا عربی زبان میں جو کہ ملک عرب کی بولی ہے الہام کر کے غیر منصف ثابت ہوتا ہے - اور اپنی خدائی کو بٹہ لگاتا ہے - مفصل پچھلے فقروں میں ذکر ہو چکا ہے وہاں پر ملاحظہ فرمائیے - دوم قرآن کے الہام کا مدعا کیسا ادنیٰ ظاہر کیا گیا ہے - یعنے ایک معمولی شہر مکہ اور اُس کے گرد والے لوگوں کو دہمکانا - اور طرفہ یہ کہ اُنمیں بھی تمیز نہیں کی گئی کہ بدوں کو ڈرانا یا بھلے مانسوں کو - کیا یہ دعوی کبھی قدرت کے خدا کا ہو سکتا ہے ؛ یہہ تو کسی تنگ خیال انسان کی بات ہو سکتی ہے - کیا اِس مقامی دہمکی کا نام الہام کبھی ہو سکتا ہے ؛ کیا خدا کو روئے زمین کی کُل نسل انسان کے لئے اپنی تعلیم پہونچانی مقصود نہ تھی - صرف مکہ اور اُس کے گرد والوں کو دہمکانا چاہتا تھا - اُس کے لئے الہام کی کیا ضرورت تھی - پولیس کے چند سپاہی یا فوج کا ایک دستہ بھیج دیتا تاکہ وہ باغیوں کو دھمکا دیتے - واہ یہ خوب عالمگیر اور راحت بخش الہامی تعلیم کا دعوی ہے - اور مکہ وغیرہ شہر کا ذکر قرآن میں ہونے سے اسکو الہامی کتاب کے درجہ سے بالکل گرا دیتا ہے - اگر مکہ کا ذکر ہے تو کلکتہ - لنڈن - کابل - قندہار - وغیرہ دُنیا بھر کے شہروں

کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ خدا محض عرب کا جغرافیہ جانتا ہے۔ کیونکہ وہ عربی دان ہے۔ دنیا کا جغرافیہ۔ کیا اُسے نہیں آتا تھا۔ اور کیا وہ کتاب جو انسان کے بنائے ہوئے شہروں کا ذکر کرے وہ کبھی علمی اصولوں کی کتاب (الہامی) کہلا سکتی ہے۔ کہ کا اِسمیں ذکر آنے سے یہ تاریخی یا جاگرفی کی کتاب بن گئی۔ الہامی یا علمی کتاب ہرگز نہ رہی۔ اِسبات پر کہ تاریخی کتاب کبھی علمی یا الہامی کتاب نہیں ہوسکتی۔ میں آگے چلکر زیادہ زیادہ تشریح کے ساتھ ابھی بحث کروں گا۔

"تو۔۔۔ ڈرائے" یہہ الفاظ بتلا رہے ہیں۔ کہ آج کل قرآن کا مدعا فوت ہوگیا ہے اور اب یہ غیر ضروری کتاب ہے۔ کیونکہ حضرت محمد صاحب تو فوت ہوگئے اور قرآن اسی لئے اُتارا تھا۔ کہ صرف وہ مکہ والوں کو ڈرائیں۔

پھر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم نے قرآن کو عربی کرکے اوتارا ہے۔ تاکہ تم سمجھو۔ ہم بتلاتے ہیں۔ تجھکو بہت اچھی حکایت بذریعہ اُس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اِس قرآن کو اور تحقیق تو اس الہام سے پہلے بے شک بے خبر تھا۔"

قرآن جبکہ صاف کہہ رہا ہے۔ کہ ہم تجھکو بتلاتے ہیں اور تجھہ کو باخبر کرنے کے لئے میں نازل ہوا ہوں۔ تو پھر حیرانی اور سخت حیرانی کا مقام ہے۔ کہ لوگ اِس کو کیوں اپنی ہدایت کے لئے پڑھتے ہیں۔ کیا اگر کوئی خط میں اپنے کسی دوست کو لکھوں اور شمس لکھہ دوں۔ کہ یہہ خط صرف تمہارے لئے ہے۔ اور وہ دوست مرجاوے اور اُس خط کو اُس کے محلہ والے پڑھنے لگ جائیں۔ تو کیا اُن کو اُسوقت پڑھنا اُس خط کا چھوڑ دینا نہیں چاہئے۔ جبکہ وہ پائیں۔ کہ اُسمیں صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ فلاں شخص کے لئے لکھا گیا تھا۔ اور باوجود اِس قسم کی تحریر کے بھی اگر وہ محلہ والے پڑھتے جائیں۔ اور اُس خط کو ہر خاص و عام کو دکھائیں۔ تو لوگ اُنکی نسبت کیا کہیں گے۔ کہ یہ کیسے لوگ ہیں۔ کہ پرائیوٹ خط کو عام میں مشتہر کررہے ہیں۔ ٹھیک اِسی طرح خدا نے تو پرائیوٹ طور پر محمد صاحب کو لکھہ کر کتاب بھیجی تھی اور اُسمیں صاف لکھہ دیا تھا۔ کہ

سورۂ یوسف	"ہم نے قرآن کو عربی کرکے اُتارا ہے۔ تاکہ تم سمجھو" ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایت۔۔۔۔۔۔

"الہام کیا ہم نے تیری طرف اس قرآن کو ... ... تو اس الہام سے پہلے بے شک بے خبر تھا" ×××

اب مسلمان بھائی ان الفاظ کی طرف خیال کریں۔ اور خدا کے پرائیوٹ قرآن کو جوکہ اُس نے محمد صاحب کے نام ... روانہ کیا تھا پڑھنا چھوڑ دیں۔ کسی کے پرائیوٹ خط کو پڑھنا اچھا نہیں۔ قرآن ہرگز نہیں بتلاتا کہ میں نوع انسان کی رہبری کے لئے ہوں بلکہ صرف محمد صاحب کو باخبر کرنے کے لئے۔ اب چونکہ محمد صاحب فوت ہو گئے۔ لہذا قرآن کا عدم وجود ہمارے لئے برابر ہو گیا جن کے لئے قرآن تھا جب وہ نہ رہے تو اُنکی شے کو ہم بلا اجازت خدا کے کیوں لیں۔

"عربی کرکے اُتارا ہے" اِن الفاظ سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ خدا صرف مُنشی ہی نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تھا۔ بلکہ وہ مترجم بھی ہے۔ عربی کرکے اُتارنے سے تو پایا جاتا ہے کہ خدا نے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور بے شک ترجمہ کا مدعا وہی ہوتا ہے۔ جو کہ خدا نے یہاں پر درج کیا ہے۔ "تاکہ تم سمجھو" اچھا اگر یہ قرآن عربی ترجمہ ہے۔ تو اصل قرآن کس زبان میں تھا۔ اور اب وہ کہاں ہے۔؟

آپ کے فقرہ ششم کی اِس مختصر سی پڑتال کے بعد اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ الہام کے دعوے جو آپنے پیش کئے وہ ہرگز دعوے الہام کہلانے کے مستحق نہیں جیساکہ میں ابھی ثابت کر چکا ہوں۔ اب میں وید کے روسے آپکو دکھانا چاہتا ہوں کہ وید نے جو دعوٰے الہام کیا ہے وہ کیسا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں وید منتروں کے حوالجات دے کر اِس بات کو واضح کرکے دکھاؤں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ پہلے یہ ثابت کرکے دکھاؤں

کہ تاریخی کتاب کبھی الہامی کتاب نہیں ہو سکتی

اور پھر مدلل طور پر ثابت کروں کہ دعوے الہام

میں کن شرائط کا ہونا نہایت ضروری ہے

اور پھر اخیر میں منتر دیکر یہ دکھاؤں گا کہ

جملہ شرائط صرف وید میں ہی پائی

جاتی ہیں۔ قرآن میں وہ شرائط

ہرگز نہیں ملتیں ÷÷

باقی آئندہ

مورتی پوجا کی اصلیت

بجواب

رسالہ مورتی پوجا

ओ३म्

तमीशानं जगतस्तस्थुषस्पतिं धियंजिन्वमवसे हूमहे वयम्। पूषा नो यथा वेदसामसद्वृधे रक्षिता पायुरदब्धः स्वस्तये॥ ऋ० १। ६। १५। ५॥ = ॥

ترجمہ

اے مالک کل ایشور آپ ہی تمام ساکن و متحرک دُنیا کے خالق ہیں۔ اور عقل علیم دانندۂ حقیقت کے مظہر اور غیر متغیر اور رب العالمین ہیں۔ اس لئے ہم اپنی حفاظت کے واسطے آپکو یاد کرتے ہیں۔ جس طرح کہ آپ بے تردد مبرا از تساہل ہماری حفاظت اور ترقی کے واسطے موجود رہتے ہیں۔ اسی طرح بہ فیض رحم آپ ہماری ہر طرح کی راحت کے محافظ ہو جیئے۔ تاکہ آپکی حفاظت اور پرورش سے ہم لوگ ہمیشہ اعمال صالح اور ترقی اور سرور حقیقی کو حاصل کریں۔

اس وید میں اُس پرماتما کے مالک کل اور خالق کل اور ہادیٔ مطلق ہونیکا اقرار کرکے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ مظہر عقل صالح اور علم حقیقی اور غیر متغیر اور پرورش کنندہ ہے۔ جہانکہ آنجناب باری تعالےٰ جل شانہٗ کو مسلم کل بتلایا گیا ہے۔ وہاں ساتھ یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ہدایت کیگئی ہے کہ علم اور عقل اور مال سے بہرہ ور اشخاص کو ہر وقت اُس قادر قدیر کی یاد میں رہکر اُسپر بھروسا کرنا چاہیئے۔ اور بلا تساہل اعمال صالح و ترقی اور سرور حقیقی کے حاصل کرنیکی کوشش کرتے ہوئے حفاظت خود اختیاری سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ اس لئے کہ اگر ہر طرح سے ترقی یافتہ لوگ کاہل ہو کر حفاظت خود اختیاری کو فراموش کر دیویں۔ تو اُن کی ہر طرح کی ترقی کا زوال ہو جائے۔ بنابران حسب الارشاد وید مقدس ہم سب انسانوں کو کسی وقت بھی حفاظت

خود اختیاری میں تغافل نہیں کرنا چاہئے ۔

چونکہ وید مقدس بڑے زور سے حفاظت خود اختیاری کیواسطے ہدایت کرتے ہیں اور ہم آریہ لوگوں کو خصوصاً اُس ماننا اور اُسپر چلنا ادنیٰ ترین اور فرض اعلیٰ ہے - اس لئے لابد ہوا کہ ہم آریہ لوگ ہر وقت اپنی حفاظت کرتے رہیں - کہ جسکی جہت سے مخالفین ویدک دہرم کی مضرت دفعہ ہوتی رہے اور اُن کے انواع و اقسام کے مہتہ کہنڈوں سے بچاؤ ہوکر ست کی جے اور راست کا کشٹے ہو۔

یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے کہ روئے عالم پر قلب سازان کی کارستانیوں سے وہ طوفان برپا ہوا ہے کہ جن کے فساد سے ست سناتن ویدک دہرم مخفی ہوکر صدہا بناوٹی مذہب رائج عالم ہو گئے۔ اور وہ اندہیر مچا کہ راستی اور ناراستی میں تمیز کرنا دشوار ہو گیا۔ اور ہادیان صادق اہل دل دادگان راہ خدا کی قلت سے اندہ پرمپرا چلنے لگا۔ جب جب کوئی مہاجن واعظِ حقانیت پیدا ہوا تب تب طالبان دنیا اور خود غرض محبان شرک و کفر نے اُسے انواع اقسام کی تکالیف دیکر ہلاک کیا۔ ہوتے ہوتے وہ زمانہ آپہونچا کہ روئے عالم پر کوئی ایک فرد بشر ویدک دہرم کے نام تک کو جاننے والا بھی نہ رہا اور بحر بے تمیزی کا وہ طوفان چڑہا کہ ہزاروں اویدک متوں کے گرداب عالمیان کو مستغرق بنانے لگے۔ ایسی نازک حالت میں اُس جگت پتا حافظ کل پرماتما کی کرپا سے ایک مہرشی ویدک دہرم کا پیارا پیدا ہوا۔ جنے تارک الدنیا ہوکر کامل الہانیت اختیار کرکے موت اور زندگی کے سوال کو حل کرنے کے واسطے بہت دنیا کا سیر کیا۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں کو جہیل کر ویدودیا کو پڑہا - یہاں تک کہ ویدوں کے پڑہنے اور اُسپر عمل کرنے سے وہ سوال حل ہوگیا۔ اور پرمانند کو پراپت ہوکر آتما کو شانتی ہوگئی۔ وہیں ایک نظر اٹھاکر عالمیان کی طرف دیکھا تو آنجنابہ کو سب انسانی جماعتیں گرداب جہالت میں ایسی ہی بیکلی اور بے بسی کی حالت میں ڈوبتی نظر پڑیں - تب تو اُس رحیم پروپکاری سے رہا نہ گیا اور اسکا موم دل محبت کے جوش سے پگھل کر اپنے بہائیوں کی مدد کے واسطے تیار ہو گیا - اور اپنے سب آنند اور سرور کو چھوڑ کر۔

प्रोपुकाराय सतां मविभूतिय:

یعنے صادق لوگوں کی دہوتی پروپکار یعنے غیروں کی مدد کے واسطے ہوتی ہے کے قول پر اعتماد کرکے اُنکی بیکلی کو دور کرنے کے واسطے دوڑا اور غور و تامل سے سبب معلوم کرنے پر ثابت ہوا کہ یہ تمام اضطراب بوجہ پوشیدہ ہونے ست سناتن ویدک دہرم کے ہے - پس فی الفور ازالہ کرنے لگا - اور ویدک دہرم کے پرچار کا بیڑا اُٹھایا - یعنی ویدک دہرم کے پرچار روپی آفتاب کا طلوع شروع ہوا - ظلمتِ کفر شرک سے بیتاب شدہ دلوں میں از سرِ نو جان آنی شروع ہوئی - جیوں جیوں ویدودیا کا

پرکاش ہوتا چلا تیوں تیوں وے تازہ روح ہو کر شکریہ حق بجا لاتے ہوئے تسبیح خواں ہو کر خوشی کے گیت گانے لگے۔ اِلا زوال ظلمت جہالت سے شپرۂ طینت محبان کفر و شرک کی جان پر ذرہ چاندا دبال سوجھنے لگا۔ اور مارے تعصب کے بیہودہ شور مچانے لگے۔ مگر اس سے پرکاش کو کون نقصان تہا۔ وہ تو دمبدم ترقی پذیر ہوتا چلا گیا۔ اب اگرچہ کافی روشنی ہو چکی ہے۔ اور اندھیرا جاتا رہا۔ لیکن اب تک بھی بعض شپرۂ طینت لوگ بدحواس ہو کر اپنے شور و غوغا اور اناپ شناپ سے ویدک دہرم کے آفتاب کی روشنی کو روکنے کے امیدوار ہو کر چیخ چیخ غل مچاتے ہیں اور اپنے کئے کی سزا پاتے ہیں۔ چنانچہ آج کل کے پتہر پوجک ہندوں (کفار۔ ڈاکو۔ ساحر۔ بے ایمان وغیرہ) کے ایک پرکارہ کھفز جو کہ سنسکرت یا فارسی یا عربی وغیرہ تو درکنار۔ بلکہ اردو سے بھی محض ناآشنا ہے جن کے نزدیک کالا اکہشر بہنیس برابر ہے۔ .. .. چند خود غرضوں کی معاونت سے ایک مورتی پوجا نامی ٹریکٹ مشتہر کرتا ہے۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت آریہ سماج اور اس کے بانی مہرشی دیانند جی پر بدرجۂ غایت ناراض ہیں۔ مگر بیوجہ نہیں۔ آپکی اسقدر ناراضی اور غصہ کی چند وجوہات بھی ہیں۔ (۱) یہہ کہ مہرشی دیانند نے بہاگوت (بہانڈوت) اور گرڑ پران وغیرہ متہیا اور مخش پورانوں کی قلعی کیوں کھولدی۔ (۲) یہہ کہ انہوں نے مہرشی کرشن جیسے یوگی راج اور رشی منیوں کو چور یار بدکار ثابت کرنے والوں کو کاذب کیوں کہا۔ (۳) مورتی پوجا کو بذریعہ وید کے کفر اور شرک کیوں ثابت کیا (۴) یہہ کہ انہوں نے کیوں لکھا کہ ویدوں میں بدکاری کی باتیں .. .. وغیرہ کہیں نہیں لکہا۔ بلکہ وہ پوتر تا سکہلاتے ہیں (۵) کہ انہوں نے کیوں لکھا کہ مردوں کا شراد وید میں لکھی نہیں لکہا۔ اور کیوں کہا کہ باہمنوں کو کھلائی ہوئی کھیر پوری وغیرہ کسی جگہ مردہ پتروں کو ہرگز نہیں پہنچتے۔ (۶) وید میں مندر اور دریا وغیرہ کو تیرتہہ کہیں بھی نہیں لکھا اور نہ وہ تیرتہہ ہو سکتے ہیں۔ ایسا کیوں ثابت کیا۔ (۷) انہوں نے کیوں کہا کہ پرمیشور مرتا جنم لیتا نہیں۔ اور یہ کیوں لکہہ دیا کہ وہ سور مچھلی چھلیا وغیرہ کبہی نہیں بنتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے وید پرچار سے لوگ پتہر پوجا چھوڑتے جاتے ہیں اور موہن بہوگ کے لڈوں کی آمدن میں خسارہ پڑ گیا۔ مردوں کے شراد لوگ بہت کم کرتے ہیں۔ مزیدار مفت کی کھیر کے سڑاکے اڑانے کی بہار جاتی رہی۔ دریاؤں اور مندروں کو تیرتہہ اب لوگ کم جانتے ہیں۔ اس لئے وہاں جاتریوں کی بہت کم تعداد ہوتی ہے مندروں کو لوگ چکلہ خیال کرتے ہیں۔ بنا بران وہاں شریف عورات بہی بہت کم جاتی ہیں جس سبب سے جوش حیوانی نکالنے کی جگہہ بھی مسدود ہو گئی۔ ودہوا بواہ اور نیوگ کی رسم جاری

ہوتی جاتی ہے ۔جس سے بیواؤں کو تلسی سالگرام کی فحش کہانا سُنا کر اُن کے من تن دھن پر ہاتھ پھیرنے کا حق بھی زائل ہوتا جاتا ہے ۔ بنا بریں لونڈوں کو لونڈیا بنا کر نچانا بھی ہاتھ سے جاتا معلوم ہوتا ہے ۔ آپ کو راس لیلا کا انسداد سب سے بڑھکر ناگوار ہے ۔ لہذا جوش غضب سے مجبوط الحواس ہو کر سینہ پُر کینہ سے صدائے متجزہ ہائے افسوس وائے افسوس نکالتا ہوا ۔مہرشی دیانند سورستی اور آریہ دہرم پالک لوگوں کو گالی گلوچ دیکر دل سرد کرتا ہے ۔ مگر یہ حضرت ذرا سوچیں تو یہ غصہ آپ کا سراسر بیجا اور ناروا ہے ۔کیونکہ بقول معترض مہرشی دیانند جی سے پیشتر ہی تمام لوگ پوپ صاحبان کے دست تظلم اور تشدد اور کارستانیوں اور ابلہ فریبیوں سے تنگ آکر باوجود ہندو ہونے کے ہندوپن اور پہترپوجا مرتک شرادہ ۔دریائی تیرتہوں اور پورانوں کے مصنفوں اور اُنکی لچر پوچ تعلیم سے سخت متنفر ہو چکے تھے ۔ چنانچہ دیکھو ٹریکٹ مورتی پوجا صفحہ ۲۰ و ۳ ؞

اب حضرت اپنے ٹریکٹ کی تمہید میں من مانی اور وہی باتوں کو نشانہ بنا کر جملہ محققین کو منطق کا منکر ثابت کرنے کی کوشش کرکے بخود صحیح منطق دانی کا دعوےٰ کرتے ہیں ۔ وائے بر جہالت منطق تو ایک بڑی دور کی بات ہے ۔طرفہ یہ کہ آپ حضرت اپنے پہترپوجا کے اصولوں سے بھی بے علم ہیں ۔ صرف شمعی دہن کی خاصیت سے کلب القطرب کیطرح چھپے ہو کر ادہر اُدہر کی پوپ پنچایت کا مسوّدہ چہڑ چہاڑ کر اپنی جبلی خباثت کا نظارہ دکہاتے ہوئے مہرشی دیانند جی اور دیدک دہرمیوں کو نہایت بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں لو اسے جوش راس لیلا کے اپنی قوت اور حوصلہ سے کہیں بڑہ چڑھکر اتہام والزام لگانے پر کمربستہ کئے ہوئے بہ نیت نقصان رسانی ہماری سیدہے سادے اور ناواقف نوجوان بھائیوں کو مغالطہ میں ڈالنے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

لہذا ہمیں بھی واجب ہوا کہ حفاظت خود اختیاری کو مدنظر رکھہ کر ایسے ایسے فتنوں کا انسداد کرتے رہیں ۔ تاکہ ست دہرم کا مارگ بے کھٹکے ہو کر اور دیان دہرم بے روک اور بخوشی منزل مقصود تک پہونچ جائیں ۔

چنانچہ نامہ نگار چند سطور بہ نیت مذکورہ ہدیۂ نذر ناظرین کرتا ہے ۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

دیدک دہرم کا سیوک

حکیم سنت رام ؔ

(باقی آیندہ)

رہنمائے حق

یعنی

رسالہ دین حق کی تحقیق (تحفہ آریہ) کے اعتراضات باطلہ وتوہمات عاطلہ کا جواب باصواب

(از کمترین کالیچرن)

تواریخ پکار پکار کر بتلا رہی ہے کہ جب جب علم کے آفتاب نے شب جہالت کو دفعہ کرنے کے لئے عروج کیا ہے تب تب جہالت کی تاریکی میں زندگی بسر کرنے والے انسانوں نے اس مہر انور کے چھپانے کی ہزارہا کوششیں کی ہیں لیکن چونکہ خاک اڑانے سے آفتاب عالمتاب کا چھپنا غیر ممکن ہے۔ اسواسطے آخر کار وہ خود ہی پشیمان ہوئے۔ زمانہ حال میں بھی ویدک آفتاب کے از سر نو جلوہ نما ہونے سے سوارتھیوں اور علم سے بے بہرہ لوگوں نے اپنی قلعی کھلتی دیکھکر لوگوں کو طرح طرح کے دھوکے دینے شروع کر دئے ہیں۔ مگر کوشش بے فائدہ است وسمہ بر ابروئے کور۔ کذب و صداقت کا مقابلہ و نور ظلمت کا مجادلہ تا بکے۔ کیونکہ۔

सत्यमेव जयति नानृतम्

سانچ کی ہمیشہ فتح ہوتی ہے

حال میں ایک رسالہ موسومہ دین حق کی تحقیق تحفہ آریہ عبد الغفار خاں عرف میانخاں اترولوی نظر سے گذرا۔ مگر برعکس نام نہند زنگی کافور کا مصداق پایا۔ مضمون پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ اعتراضات رہنما دبراہین الاحمدیہ جنکے جوابات تکذیب براہین الاحمدیہ ونسخہ خبط احمدیہ ورسالہ ویدک بھجن اجمیر میں شائع ہو چکے ہیں۔ معترض نے درج کر دئے ہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو اشخاص کسی قسم کی استطاعت نہیں رکھتے وہ طالب شہرت ہوا کرتے ہیں۔ جو اصحاب قابل شہرت ہوتے ہیں انکو اس قسم کی ہرگز خواہش نہیں ہوتی۔ اسی کے بموجب ایک مثل زبان زد خلائق ہے۔ "ادہ جل گگری چھلکت جائے" پس صرف طلب شہرت نے معترض کو اس فضول تحریر کا فتویٰ دیا ہے۔

معترض صاحب نے زیادہ حصہ اپنے رسالہ کا صرف اس لایعنی بکواس اور فضول تحریر میں رنگا ہے کہ وید مقدس کا اردو ترجمہ لاؤ۔ ہمارا جواب کہ جس سے ہر کہ ومہ واقف ہے یہ ہے کہ ایک عرصہ سے آریہ درت

روپی جہاز کے کپتان اپنی خدمت مفوضہ کو بھول گئے تھے۔ یعنی ہمارے بزرگ داعلی قابل تعظیم ورن برہمن کی جانب سے وید مقدس کے درس تدریس جنکی کہ خاص ڈیوٹی تھی بند ہوگئی تھی۔ حتےٰ کہ سوا برہمن کے دوسرے ورن کیواسطے وید کا پڑھنا سُننا روا جاقطعی ممنوع ہوگیا تھا اور پرمیشور کے اس مبارک ارشاد پر کسی کو خیال نہ رہا تھا۔

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः
ब्रह्मराजन्याभ्याᳬं शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय ॥
य- अ॰ २६ मं २

الیٹور نے گیا دیتا ہے کہ "جس طرح وید کلیان کا سادہن بلا تعصب تمکو اُپدیش کرتا ہوں۔ ویسے ہی تم انسانوں کو اُس کا اُپدیش کرو۔ بنی نوع انسان کے یہ اقسام ہیں۔ براہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر۔ سو سب وید کے ادہیکاری ہیں۔ کوئی ان ادہیکاری نہیں ہے۔ وید کے ادپدیش میں کسی قسم کی طرفداری نہیں چاہئے۔ جو سچے دل سے وید کی آگیا پالن کرتا ہے۔ وہ ہر طرح سے سکھوں کے مستفیض ہوتا ہے۔ یہہ وید ودیا ہمیشہ سب کی کلیان کاری ہے اپر عملدرآمد کریں"

جہالت نے صداقت سے کوسوں دور ہٹا دیا تھا اگرچہ کہ
یک طرز پر نہیں ہے زمانہ کا طور گاہ　　معلوم ہوگیا ہمیں لیل و نہار سے

اس دیش کے بھی دن پھرنے تھے۔ شریمان ودیا ندہان مادستہ جہاں پرم سُجان سوامی دیانند سرستی جی مہاراج پرگھٹ ہوئے اور مذکور الصدر وید واک کا آپنے اُپدیش فرمایا جس زمانہ میں لوگ وید کی تعلیم سے محروم تھے۔ اُسوقت میں وید کے اردو ترجمہ کی امید رکھنا خیال باطل ہے۔ اردو زبان خود بادشاہ شاہجہان اور جان گلکرسٹ کے عہد تک وجود نہیں رکھتی تھی۔ چونکہ سوامی جی مہاراج کو ویدوں کا ازسرنو اُپدیش کیے ہوئے بہت قلیل عرصہ گذرا ہے۔ بدیں وجہ اردو زبان میں مکمل طور پر وید مقدس کا ترجمہ ہنوز نہ ہوسکا۔ مگر مختلف طور پر سینکڑوں وید منتروں کا ترجمہ آریہ گزٹ فیروزپور پنجاب و ویدک بھجے بتر اجمیر۔ ست دہرم پرچارک جالندہر۔ تکذیب براہین الاحمدیہ۔ نسخہ خبط احمدیہ۔ ورگو ید آدی بھاشیہ بھومکا وغیرہ وغیرہ میں ہو چکا ہے طالب حق کو ان اخبارات و کتب کے درس سے پوری تسلی ہوسکتی ہے۔ اگر معترض صاحب دلی تعصب چھوڑ اور اُن دو سو بلغان میں سے جو دے مترجم وید کے حق میں دینے کے مقر ہیں۔ صرف بیس ہی روپیہ خرچ کر اخبارات و کتب مذکور خرید کریں یا کسی آریہ سماج سے مستعار لیں تو اُنکو تشفی کافی اور طمانیت وافی حاصل ہوجاوے۔ مگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کو تحقیق حق اور ابطال باطل منظور نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اُن کو کچھ تحقیقات مدنظر ہوتی تو وے اخبارات و تکذیب براہین احمدیہ جو نامہ نگار نے

حسب الطلب مولوی عبد الحکیم صاحب نصیر آبادی دئے تھے - بعد ازیں بعلت قلت گنجایش بعلیہ عدم فرصتی واپس نہ کر دیئے -
صرف ہمارے پہلے سوال (آفتاب مغرب کیوقت دلدل میں ڈوب جاتا ہے - جس کتاب میں یہ تحریر ہے وہ من اللہ نہیں ہوسکتی) کا جواب نہ بن آنے پر تعصب اور شیخی سے یہ الفاظ آپنے سینہ پُر کینہ سے نکالے ہیں - اب ہم معترض سے دریافت کرتے ہیں کہ اردو زبان کو پیدا ہوئے صرف تھوڑا عرصہ ششقضی ہوا ہے جب تک اردو نہیں تھی قرآن کا ترجمہ کونسی زبان میں تھا - جو نسبت سنسکرت کو بھاشہ کے حروف سے ہے وہی نسبت عربی کو اردو کے حروف سے ہے - قرآن کا ترجمہ اردو میں بری معنی رکھتا ہے - جو دید کا بھاشہ میں - آپ کیا قرآن کو کلام الہی تصور نہیں کرتے اور کیا آپ پر اُسکی اشاعت واجب نہیں ہے - جب تک قرآن کا ترجمہ بھاشہ و سنسکرت میں نہ ہو محض بھاشہ یا سنسکرت خواں جنکی تعداد اس مُلک میں بہت زیادہ ہے - اُس کے فوائد سے اگر اُسمیں کوئی ہوں کیسے مستفیض ہوسکتے ہیں - یہ شعر آپکے بالکل حسب حال ہے ؎

عیب خود بر دیگراں ای دائی الضافی چنیں　　خود سراپا عیب سوئے دیگراں لانی چنیں

بھائی صاحب جس طرح انسان جاہے - جتنا گرسنا ہو ایک ایک لقمہ کھاکر بتدریج اپنے اشتہا کو دفعہ کرسکتا ہے اگر وہ چاہے کہ یک دم پیٹ بھر جاوے یہ امر نا ممکن ہے - پس اسی قاعدہ کے بموجب آریہ گزٹ فیروز پور وغیرہ ویدوں کے اردو ترجمونکی ضرورت کو روز بروز کم کرتے جاتے ہیں - جب تک کوئی شخص کسی علم سے واقفیت کُلی نہیں رکھتا - اُسکو اُس علم کی کسی کتاب کے ترجمہ کی صحیح یا غلط ہونے کا کیسے یقین ہوسکتا ہے جس طرح بینا آدمی بغیر مدد روشنی آفتاب یا چراغ وغیرہ کے تاریکی میں دیکھنے سے مجبور ہوتا ہے - اسی طرح وہ شخص جو کسی زبان سے واقفیت رکھتا ہے - مگر کتاب مترجمہ کے اصلی علم سے ماہر نہیں ہے - تو اُس کتاب کے ترجمہ کے صحیح یا غلط ہونیکی نسبت رائے دینے سے عاجز ہوتا ہے - جسوقت اردو ترجمہ ہو جاویگا تم اُسوقت بھی عدم واقفیت سنسکرت کی وجہ سے کہہ سکتے ہو کہ ترجمہ غلط ہے - یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مہرشی سوامی دیانند سرستی جی مہاراج فارسی - انگریزی اردو نہیں پڑھے تھے - تاہم اُنہوں نے قرآن و انجیل کی شکشا ستیارتھ پرکاش میں درج کردی - اصل بات یہ ہے کہ جب انسان کو کسی کام کا کرنا بدل منظور ہوتا ہے وہ اُسکو جس طرح ممکن ہوتا ہے - انجام کو پہونچاتا ہے - نوشیرواں کو جب منظور ہوا تو اُس نے اپنے وزیر کو بھیجکر پنج تنتر "کلیلہ دمنہ" ایک سنسکرت کی کتاب کا ترجمہ کرا منگوایا - جسکی بدولت عادل مشہور ہوا - ہم آپکو بطور دوست کے فہمائش کرتے ہیں کہ پہر شو بیاموز پھر عمل کیجئے - اور بھاشہ پڑھکر سوامی جی مہاراج کے کئے ہوئے ترجمہ سے اعتراض کیجئے جیسا کہ ہم مسلمانوں کی بنائی ہوئی تفسیروں حدیثوں سے اعتراض کرتے ہیں - عیسائی صاحبان کے ترجموں سے ہمارے اوپر اعتراض کرنا بالکل بیجا ہے - ورنہ ہم بھی عیسائی صاحبان کی تصانیف سے آپ پر اعتراض کرنے کے لئے مجبور ہونگے -

تحفۂ آریہ صفحہ ۴ - باوجود ان سب باتوں کے کیا وجہ ہے کہ سارے آریہ دیش میں اُس بید کا کوئی یاد رکھنے والا نظر نہیں آتا ہے نہ کُل اُسکا ترجمہ اب تک کسی میں ہے نہ کوئی شرح اُسکی کہیں ہوئی۔ اور بید کُل شہروں میں پایا جاتا ہے۔ دیکھو مثلاً اجمیر اتنا بڑا شہر ہے زیادہ نہیں سارے شہر میں کسی کے پاس تو بید ہوں مجال ہے کہیں ملجاوے۔

تردید- گھر سے باہر قدم نہیں رکھا۔ سارے آریہ ورت کا ٹھیکہ لے لیا ؎ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کی مثال آپ پر بالکل صادق آتی ہے۔ ایسا صریح دروغ تحریر کرنے سے دل میں ذرا شرم نہیں آتی۔ آریہ سماج میں انیک ویدوں کے جاننے والے پنڈت موجود ہیں۔ مثلاً عالیجناب پنڈت بھیم سین شرما عالیجناب پنڈت تلسی رام شرما۔ عالیجناب پنڈت دت شرما۔ عالیجناب پنڈت جوالادت شرما۔ عالیجناب پنڈت دیودت شرما۔ عالیجناب مرلی ٹھاکردت صاحب۔ عالیجناب پنڈت شیام جی کرشن ورما ایم اے بیرسٹرایٹ لا۔ .. .. - عالیجناب سوامی وشیشورانند جی - عالیجناب پنڈت گنگا پرشاد صاحب ایم اے ڈپٹی کلکٹر۔ عالیجناب پنڈت جوتی سروپ۔ برمہہ چاری نتیانند جی -۔ پنڈت کرپا رام شرما۔ پنڈت ہری دت شرما۔ پنڈت تلسی رام شرما۔ لالہ منشی رام جی صاحب۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت اجمیر میں تو ہر پریس ہی موجود ہے وہاں سے ہزارہا کاپی ویدونکی چھپکر جابجا پہونچتے ہیں۔ یجُر وید مع بھاش اس قصبہ اتروئی میں ہی موجود ہے۔ افسوس لوگوں کو دہوکہ دینا اور جھوٹ لکھنا آپ نے اپنا فرض سمجھ لیا ہے۔

تحفۂ آریہ صفحہ ۴۴- ہندوں کو ویدوں سے یہاں تک بیخبری ہے کہ گائے بیل کا مارنا بھی ایک مذہبی عقیدہ سمجھا گیا ہے جس کے سبب سے ہمیشہ فتنہ و فساد عظیم برپا رہتا ہے۔ اور کھانا تو درکنار اُس کا دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ منوشاستر جیسہ پنڈت دیانند بہت سا اپنی باتوں کا مدار رکھتے ہیں باوازبلند کہہ رہا ہے۔ کہ بیل کا گوشت کھانا نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کی بات ہے۔ اور رگ بید کے اشٹک اول میں لکھا ہے۔ کہ جس کھال سے ہوم کے اعمال ادا ہوتی ہیں وہ ضرور گائے کی کھال چاہئے۔ اور یجُر وید ادہیائے ۲۴ منتر ۲۷ میں لکھا ہے کہ برسپتی کے لئے گائے کی قربانی کیجاوے۔ اور رگ وید اشٹک ۲ ادھیائے ۳ سُوکت ۷ میں اس گوشت کی کھانی کی صریح اجازت ہے۔ بلکہ رگوید منڈل ۶ سُوکت ۱۶ میں بڑی محنت سے لکھا ہے کہ گائے کا گوشت سب سے عمدہ خوراک ہے۔ اور حال میں جو ایک پنڈت صاحب کی طرف سے ایک کتاب کلکتہ میں چھپی ہے جسکی کاپیاں جابجا شہر ہوئی ہیں۔ وہ بڑے

زور سے یہ دعوی کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں گائے کا گوشت بڑے شوق سے کہایا جاتا تہا اور عُمدہ عُمدہ چربی دار ٹکڑے برہمنوں کی نذر ہوتے تھے اور رگ وید اشٹک اول کی ایک شُرتی کی شرح میں پروفیسر ولسن صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بڑی محکم گواہی بید کی اِس بات پر ہے کہ وید کے زمانہ میں عام طور پر گائے کا گوشت کہایا جاتا تھا۔ اور جابجا ہندوؤں کی دوکانوں میں بکتا تہا ؞ (باقی آئندہ)

اِودیا کا ناش

یسوع ناصری

نمبر ۱

ایام کرسمس یعنے بڑے دنوں میں سدا بہار پودوں اور بیل بوٹوں - خاصکر مسیلٹو سے مکانات و گرجوں وغیرہ کو آراستہ کرنے کا دستور تمام عیسائی دُنیا کے اندر رائج ہے - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصلمیں یہ عیسائی تیوہار نہیں ہے - جیسا کہ چرچ کا ایک مشہور فادر ٹرٹولین (جو کہ ۲۰۰ سنہ عیسوی میں ہوا) اپنے بھائیوں کو لکھتے ہوئے صاف اقرار کرتا ہے - کہ " اپنے گھروں کو بُت پرستوں کے موافق تیوہاروں کے دن پہولوں اور ہاروں سے آراستہ کرنا صریح بُت پرستی ہے ۔ " (دیکھو ٹرٹولین ورکس جلد اول صفحہ ۰۰)

مذکورہ بالا شہادتوں سے ہم صاف اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں - کہ عیسائیوں نے یسوع کا جنم دن ۲۵ دسمبر کو محض اِس غرض سے مقرر کیا کہ دُنیا کی مختلف قومیں اِسی دن اپنے اپنے دیوتاؤں اور اوتاروں کی یادگاریں تیوہار منایا کرتی تھیں - چونکہ عیسائیوں کو یسوع کی پیدائش کا دن معلوم نہیں تہا - اُنہوں نے اِسی دن کو اُس کا جنم دن مان لیا - اور ساتہ ہی دیگر قوموں کی دیکہا دیکہی اُنکی رسومات کو بھی تہوڑی بُہت

عیسائی رنگت چڑھا کر قبول کر لیا۔ مسٹر گبن اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مشہور کتاب "ڈی کلائین اینڈ فال آف رومن ایمپائر"، جلد دوم کے صفحہ ۳۸۳ پر رقمطراز ہیں کہ "قدیم عیسائی لوگ یسوع مسیح کی پیدائش کی اصلی تاریخ سے واقف تھے۔ چونکہ ۲۵ دسمبر کو بت پرست سال (سال نو) کی سالگرہ منایا کرتے تھے۔ اُنکی دیکھا دیکھی عیسائیوں نے بھی یہی دن یسوع کی پیدائش کا تیوہار منانے کے لیئے مقرر کر لیا"

مسٹر کنگ صاحب اپنی کتاب "ناسٹکز اینڈ دیئر ریمینز" کے صفحہ ۴۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ قدیم تیوہار جو کہ غیر مغلوب خدا کی پیدائش کی یادگار میں ۲۵ دسمبر کو ہوتا تھا اور سرکس میں بہاری کھیلوں سے منایا جاتا تھا بعد ازاں یسوع کی پیدائش کی یادگار میں تبدیل کر لیا گیا تھا۔ جسکی پیدائش کا ٹھیک دن جیساکہ بہت سے فادر قبول کرتے ہیں۔ تب نامعلوم تھا" سینٹ کرائی۔ ساسٹم جو کہ سنہ ۳۹۰ء میں ہوا اس بُت پرستوں کے تیوہار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ "اسی دن روم میں یسوع کی پیدائش بھی مقرر کیگئی تھی۔ اس لئے کہ جبکہ بت پرست اپنی گندی رسومات میں مشغول ہوں تو عیسائی اپنی پاک رسومات نربگھن ادا کر سکیں" (یہ حوالہ کنگ صاحب نے اپنی کتاب ناسٹکز اینڈ دیئر ریمینز میں درج کیا ہے) اس کے ساتھ یہ امر واقعہ جوڑ دو کہ تیسری صدی کے ایک عیسائی تھامینٹ گریگری نامی نے بجائے دیگر فادران چرچ بُت پرستوں کے تیوہار دن کو عیسائی تیوہار دن میں تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس غرض سے جیساکہ اُنہوں نے ظاہر کیا کہ بُت پرست یسوع کے مذہب کی طرف کھینچ سکیں۔ (دیکھو بائیبل میتھس اینڈ دیئر پیریلیلز ان اور ریلیجنز چیمبرز، لائن پگنزم ان کرسچینٹی) جیساکہ ڈاکٹر ھو۔ اے۔ کالنس صاحب فرماتے ہیں۔ چرچ ہمیشہ اسی بات کا فکرمند تھا۔ کہ کس طرح بُت پرستوں کی اُس کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو۔ جس طرح ہو وے اپنے تائیں عیسائی کہنے لگیں خواہ وے اپنے قدیمی رسومات کو قایم ہی رکھیں۔ صرف اُن کو عیسائی جامہ پہنا دیں۔ یا اُنکے ساتھ کوئی عیسوی خصوصیت لگا دیں (دیکھو بائیبل فار لرنرز جلد ۱ صفحہ ۶۷)

اِن باتوں اور اسی قسم کی دیگر کارروائیوں کو روا رکھنے سے جن کا ذکر ہم آگے چلکر کریں گے۔ عیسائیوں نے بُت پرستوں کو اپنے مذہب کی طرف کھینچنے کے بجائے اپنے تائیں بُت پرستی کی گہری غار میں گرا دیا۔

یسوع کا جنم ستھان یسوع ناصری کے جنم استھان یعنی جائے پیدائش کے بارہ میں بھی ویساہی اختلاف ہے جیساکہ اُس کے جنم دن کے بارہ میں۔ متی کے بیان کے موجب اُس کی پیدائش ایک گھر کے اندر ہوئی مگر لوقا راوی ہے کہ وہ ایک طویلہ کے اندر پیدا ہوا۔ دونوں کے بیانات حسب ذیل ہیں

بیان متی۔ تب ہیرودیس نے مجوسیوں کو چپکے سے بلا کر اُن سے تحقیق کی کہ وہ ستارہ کب

دکھلائی دیا۔ اور انہیں یہ کہہ کے بیت الحم میں بھیجا کہ جا کر اس لڑکے کی بابت خوب دریافت کرواور جب اُسے پاؤ مجھے خبر دو کہ میں بھی جا کے اُسے سجدہ کروں۔ وے بادشاہ سے یہ سُن کے روانہ ہوئے اور دیکھو وہ ستارہ جو اُنہوں نے پورب میں دیکھا تھا۔ اُن کے آگے آگے چل رہا۔ اور اُس جگہہ کے اوپر جہاں وہ لڑکا تھا جا کے ٹھیرا۔ وے اُس تارے کو دیکھ کے بہت ہی خوش ہوئے اور اُس گھر میں پہنچ کر اُس لڑکے کو اُسکی ماں مریم کے ساتھ پایا۔ اور اُس کے آگے گر کے اُسے سجدہ کیا۔"

(متی کی انجیل باب ۲۔ آیت ۷۔ ۱۱)

بیان لوقا۔" اور ایسا ہوا کہ جب فرشتے اُن کے پاس سے آسمان پر گئے گڈریوں نے آپس میں کہا کہ آؤ ہم بیت الحم تک جائیں اور اس بات کو جو ہوئی ہے جسکی خداوند نے ہمیں خبر دی ہے دیکھیں تب اُنہوں نے جلدی جا کے مریم اور یوسف کو اور اُس لڑکے کو چرنی میں رکھا ہوا پایا۔"

(لوقا کی انجیل باب ۲۔ آیت ۱۵۔ ۱۶)

اگر یہ دونوں بیانات کلیسا کے سب سے پہلے مورخ ایو۔سی۔بی۔اس (جو کہ ۳۲۵ء میں نائیس کی کونسل کے وقت موجود تھا۔) کے زمانہ میں ان انجیلوں کے اندر درج ہوتے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ یسوع کی پیدائش کا حال لکھتے ہوئے اِنکا ذکر تک نہ کرتا اور ایک ایسا بیان درج کرتا جو کہ اِن دونوں سے مختلف ہے۔ اُس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کی پیدائش نہ ہی تو گھر کے اندر ہوئی اور نہ ہی طویلہ کے اندر بلکہ ایک غار کے اندر ہوئی۔ اور کہ کانسٹنٹاین کے زمانہ میں ایک عالیشان مندر اس جگہہ پر تعمیر کیا گیا تھا۔ تاکہ عیسائی لوگ اُس جگہہ پر پرستش کرسکیں۔ جہاں کہ اُن کے نجات دہندہ نے اپنے قدم رکھے تھے (لائف آف کانسٹنٹاین از ایو۔سی۔بی۔اس لائبریری ۳۔ باب ۱۱ و ۱۲ و ۱۳) پروٹ۔ وینجیلین نامی انجیل میں جو کہ یسوع کے بھائی جیمز سے منسوب کی جاتی ہے) لکھا ہے۔ کہ جب مریم اور اُس کا خاوند یوسف بیت الحم کی طرف جا رہے تھے مریم نے یوسف سے یوں کہا: "مجھے گدھے پر سے نیچے اُتار دے کیونکہ جو مجھ میں ہے وہ باہر آنے کو دباتا ہے۔" یوسف نے جواب دیا۔" میں تجھے اس بیابان میں کہاں لے جاؤنگا" تب مریم نے پھر یوسف سے کہا۔" مجھے نیچے اُتار کیونکہ وہ جو میرے اندر (پیٹ ہے) ہے زور سے مجھکو دباتا ہے" تب یوسف نے مریم کو گدھے پر سے نیچے اُتارا اور وہاں ایک غار تھی جسکے اندر اُسکو لے گیا۔ تب یوسف مریم کو غار میں چھوڑ کر بیت الحم کی طرف گیا اور وہاں سے اُسکے لئے ایک دائی لایا۔ جبکہ وہ معہ دائی کے اُس جگہہ کے قریب پہونچا ایک روشن بادل نے اُس غار پر سایہ کیا۔ لیکن یکا یک وہ بادل غار کے اندر ایک بڑی روشنی بنگیا۔ جسکی تاب اُنکی آنکھیں نہ لاسکیں۔ لیکن وہ روشنی

رفتہ رفتہ گھٹنے لگی۔ حتے کہ بچہ پیدا ہوا۔ اور اپنی ماں کے پستانوں سے دودھ پینے لگا۔" (دیکھو پروٹے۔ وینجیلیئن۔ ایبوک۔ باب ۱۲۔ ۱۳ و ۱۴۔ اور لیلی آف اسرائیل صفحہ ۹۵)

ٹرٹیولین (سنہ ۲۰۰ء) جیروم (سنہ ۳۷۵ء) اور چرچ کے دیگر فادروں کا بھی یہی بیان ہے کہ یسوع ایک غار کے اندر پیدا ہوا تھا۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بت پرست۔ بیت الحم کے نزدیک۔ اسی غار میں اپنے خداوند اور نجات دہندہ ایڈونس کی سالگرہ کا اُتسو منایا کرتے تھے (دیکھو گمنز۔ اینیکے۔ لپسس جلد ۲ صفحہ ۹۸ و ۹۹)

کینن فارر رقمطراز ہے کہ " یہ ایک نہایت قدیم روائت ہے کہ یسوع کی اصلی جای پیدائش ایک غار تھی اور کہ جسٹن مارٹر (سنہ ۱۵۰ء) کے وقت تک اِس غار کو یسوع کا جنم استھان سمجھ کر لوگ زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔"

(دیکھو لائف آف کرائسٹ مرتبہ فارر صفحہ ۲۸ اور نوٹ)

مسٹر کنگ صاحب فرماتے ہیں " وہ جگہہ جو کہ بیت الحم میں مجوسیوں کے سجدہ کرنے کی جگہہ کے نام سے ابھی تک دکھلائی جاتی ہے۔ ایک غار ہے۔" (ناسٹیکز اینڈ ونر ریمنیز صفحہ ۱۳۴)

آج تک عیسائی لوگ مولد کی رسومات ایک غار میں ادا کرتے ہیں اور یہ رسومات بلاشبہ قریب قریب وہی ہیں جو کہ اسی جگہ پر ٹرٹیولین اور جیروم کے زمانہ میں ایڈونس کی یادگار میں ادا کی جاتی تھیں۔ اور جیسی کہ اب بھی ھر کرسمس کے روز علے الصبح روم میں ادا کیجاتی ہیں۔

اب مذکورہ بالا حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ یسوع کی جائے پیدائش کے بارے میں تین مختلف بیانات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے پہلا جو کہ صریحاً سچا معلوم دیتا ہے وہ ہے۔ جو کہ متی نے درج کیا ہے۔ یعنے یسوع ایک گھر میں پیدا ہوا تھا۔ اُس کے اصطبل یا غار میں پیدا ہونے کی کہانیاں پیچھے کی گھڑی ہوئی ہیں۔ اِسی قسم کے کنواریوں سے پیدا ہوئے نجات دہندوں کی بابت جسقدر افسانے اور قصے ملتے ہیں۔ اُن میں انکی پیدائش کی جگہہ عموماً اسی قسم کی رذیل جگہیں بیان کیگئی ہیں۔ انہیں کی نقل کرتے ہوئے یسوع کی بابت یہ افترا کیا گیا۔ کہ وہ ایک اصطبل یا غار میں پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل بیانات سے ثابت ہے۔ ٭

باقی آیندہ

---

۱ انیکلپیسس مُصنفہ گمنز جلد ۲ صفحہ ۹۵۔ نمبر ۲ ٭

ویدانت ازم

(نمبر۱)

لفظ ویدانت مرکب ہے سنسکرت زبان کے دو الفاظ وید اور انت سے جنکے لغوی معنے ہیں وید کا سدہانت یا مدعا - اصطلاح میں اُن وید منتروں اور اُنکی ویاکھیا روپ شاستروں کا نام ویدانت ہے جنمیں خصوصیت کیساتھ برہم پراپتی کا بیان پایا جاتا ہے - کیونکہ چاروں ویدوں کا مقصد اعلےٰ یا انشاء محض برہم ہی ہے - اسی کے مترادف الفاظ برہم وِدیا اور اُپنشد ہیں - آرش گرنتھوں کے اندر لفظ ویدانت جہاں کہیں آیا ہے - انہیں معنوں میں مستعمل ہوا ہے - اسی ارتھ کی پشٹی یعنی تائید کرنے سے اُترمیمانسا یعنی مہرشی ویاس کرت شاریرک سوتروں کا نام بھی برہم سوتر یا ویدانت شاستر ہے - گوڑپاد آچاریہ جی سے پہلے ویدانت سے یہی معنے اور مطلب مفہوم ہوتا رہا - مگر گوڑپاد آچاریہ جی کے زمانہ سے یہ لفظ مایا واد کے معنوں میں استعمال ہونے لگا - یہ مہاتما جی سوامی شنکر آچاریہ کے گورو تھے - انہوں نے ہی مایا واد کی بُنیاد آریہ ورت میں ڈالی - ان سے پہلے کسی پراچین گرنتھ میں مایا واد کا ذکر نہیں ہے - انکے بعد جب شنکر آچاریہ جی اپنے نئے مت یعنی مایا واد کو بدھ مت کا قائم مقام بنا چکے اور اُپنشدوں اور ویدانت شاستر پر اپنی عجیب و غریب تفسیریں لکھ چکے تو یہ لفظ اُن کے مت کے لئے مخصوص ہو گیا - اور ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ عام طور پر یہ شبد (ویدانت) تقریروں اور تحریروں میں بھی مایا واد یا ادویت واد کے لئے استعمال ہونے لگا - جیوں جیوں زمانہ گزرتا گیا لوگ ویدانت کے اصلی مطلب اور مفہوم کو بھولتے گئے - حتےٰ کہ اِس وقت بڑے بڑے پنڈت بھی مایا واد کو وید کا سدہانت مان رہے ہیں اور اِس لئے مایا واد کو ویدانت اور اُس کے گرنتھوں کو ویدانت شاستر کے نام سے موسوم کرتے ہیں - حالانکہ وید - اُپنشدوں اور ویدانت درشن کا سدہانت مایا واد کے بالکل برخلاف ہے - اسی لئے سوامی دیانند سرسوتی جی نے مایا واد کا نام نوین ویدانت رکھا ہے - فارسی والوں میں یہ ہمہ اوست کے نام سے مشہور ہے - مغربی قوموں میں ویدانت ازم کرکے پرسدھ ہے - چونکہ آجکل اِس مت کی چرچا مہذب دُنیا کے اندر زور شور سے پھیل رہی ہے - اور بڑے بڑے عالم فاضل اور محقق بھی بہرانتی میں پڑے ہوئے مایا واد کو ویدوں - اُپنشدوں - اور ویدانت شاستر کا سدہانت مان رہے ہیں - اِس لئے ہمارے دیش کے تعلیمیافتہ نوجوان بھی جنکا کہ مغربی ودوانوں کی اندھا دھند تقلید کرنا ایک عام فیشن ہو رہا ہے - اکثر نوین مت کی طرف مائل ہوئے جاتے ہیں - حالانکہ اُن کو مایا واد کے بُنیادی اصولوں اور سدہانتوں سے

بہت کم واقفیت ہے - اور نہ ہی اُنہوں نے کبھی بابا واد کے مول گرنتھوں کو ہی ویدوں - اُپنشدوں اور ویدانت شاستر کے مقابلہ میں رکھکر وچار کیا ہے - اُنکی زیادہ تر واقفیت کا انحصار - انگریزی - فارسی اردو وغیرہ کے ترجموں اور تفسیروں پر ہے - جنہیں سے اکثر نامکمل اور مادہ ہو رہے ہیں - اِس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مایا واد کے تمام بڑے بڑے اصولوں پر محققانہ بحث کیجاوے - اور عقلی و نقلی دلایل سے اسکی اصلیت ظاہر کیجاوے تاکہ لوگ بھرم واد سے نکلکر ویدوں کے زبہرانت سِدّھانت کو قبول کر سکیں -

۱ - پرماتما کے بارہ میں ویدانت اِزم کا عقیدہ

سب سے پہلے ہم اس بارے میں وچار کریں گے - کہ ویدانت ازم کا پرماتما کے بارہ میں کیا عقیدہ ہے - پنچ دشی کے شروع میں شلوک ۱۹ سے ۴۴ تک ایک گیان کو **برھم** یا **پرماتما** - ایشور - ہرنیہ گربھ - اور وِشوا کہا ہے فرق صرف یہ ہے کہ اُس برھم کا عکس مایا میں پڑنے سے وہ **ایشور - ہرنیہ گربھ** - اور **وِشوا** کہاتا ہے - اور اودیا میں پڑنے سے جاگرت کا ابھمانی **وشو** - سُپن کا تیجس اور سُشپتی کا ابھمانی **پراگیہ** کہاتا ہے - ایشور کو جگت کرتا یعنی خالق کائنات مانا گیا ہے - مگر ویوہارک دِشٹا (دنیا دی برتاؤ) میں جگت ستیہ ہے - مگر پارمارتھک دِشٹا میں جگت اور ایشور دونوں استیہ (جھوٹھے) ہیں - کیونکہ شُدّھ برہم اِن سے علیحدہ ہی ہے - وہی پارمارتھک دِشٹا میں ستیہ ہے اور وہ گیان (علم) بل (طاقت) کریا (فعل) وغیرہ صفات سے مُبرّا ہے - اِس لئے وہ جگت کا پیدا کرنیوالا نہیں ہے - کیونکہ جگت کلپت (فرضی) ہے - اور اِس قسم کی صفات کا موصوف برہم کو ماننے سے اُسمیں جو شُدّھتا یعنی پاکیزگی ہے وہ دور ہو جاویگی - یہہ عقیدہ ویدانت اِزم کا پرماتما کے بارہ میں ہے - مگر ویدانت درشن اور اُپنشدوں کا اِس قسم کا عقیدہ ہرگز نہیں ہے - کیونکہ اُن میں جگت کا کرتا برمہہ کو مانا گیا ہے - جیسا کہ نیچے لکھے پرمانوں سے صاف ظاہر ہے :-

(१) अथातो ब्रह्म जिज्ञासा ॥ वे० द० १।१।१ ॥

(२) जन्माद्यस्य यतः ॥ वे० द० १।१।२ ॥

یہ دونوں سُوتر ویدانت درشن کے ہیں - پہلے سوتر میں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے - کہ برہم کس کو کہتے ہیں - دوسرے سوتر میں جواب دیا گیا ہے - کہ جس سے جگت کی اُتپتی (پیدایش) ستھتی (قیام) اور پرلے (فنا) ہو - وہ برہم کہاتا ہے - اِن سوتروں سے صاف ظاہر ہے کہ جگت کا کرتا برمہہ ہی ہے -

اسی طرح پر यतो वा इमानि भूतानि जायन्ते (جس سے یہ سب پرانی پیدا ہوئے ہیں) وغیرہ شُرتیوں میں برہم کو ہی جگت کا کرتا مانا گیا ہے - ولیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے - اور انومان بھی یعنی -

"क्षित्यंकुरादिकं सकर्तृकं कार्यत्वात घटवत"

یہاں پر صادق آتا ہے - اکثر لوگ نوین ویدانتیوں کے اِس قسم کے الفاظ پر گرویدہ ہو کر ویدانت اِزم

کو آتمک مت سمجھ لیتے ہیں جیسے وہ کہتے ہیں کہ جگت کا آدھار (سہارا) اور ادھشٹھان (آشرہ یا قیام) برہم ہے - حالانکہ اِس سے اُن کا مطلب کچھہ اور ہی ہوتا ہے - وہ **وورت** مانتے ہیں وورت واد اُسکو کہتے ہیں کہ جو چیز نرلیپ ہوکر دوسری شے کا بودہ کرا دے - جیسے صدف میں چاندی اور رسی میں سانپ کا بھرم یا مغالطہ کہ استیہ ہونے پر بھی اُنکے بھرم گیان کا آشرا صدف اور رسی ہے - گو کہ سانپ اور چاندی کے اوصاف رسی اور صدف میں نہیں پائے جاتے - پس اسی طرح جگت استیہ (جھوٹھہ) ہونے پر بھی اُس ستیہ برہم کے سہارے معلوم ہوتا ہے - اور اِس سے برہم وکاری بھی نہیں ٹھہرتا - مگر تعجب کی بات ہے کہ کہیں کہیں برہم کو جگت کا کرتا بھی تسلیم کیا گیا ہے - مگر بُدہی (عقل) سے مُبرّا برہم جگت کو رچتا ہے - جیسے سنکشیت شاریرک میں لکھا ہے - کہ

"अपि च वैदिक वाङ्मनसातिनुह्नित लुप्तासच्चिदैकरसात् प्रभो अभवदानक दुन्दुभिनन्दनात अमति पूर्वमिदं सकले जगत् ॥"

اس کا مطلب ہے کہ جو من (دل) اور بانی (کلام) سے دور ہے اور جنم مرن سے رہت اننت و ند ہو بھی نند (راگ و دلیش وغیرہ سے رہت) پربھو ہے - اُسی سے سارا جگت بغیر جانے پیدا ہوا ہے یعنی اُسکو کچھہ معلوم نہ تھا کہ جگت رچا ہے - اِس سے یہ ثابت ہوا کہ نوین ویدانتی برائے نام ہی برہم کو جگت کا کرتا مانتے ہیں - اُن کے مت میں در اصل برہم نہ کرتا ہے نہ ہرتا - مگر ویدانت درشن کے مول سوتروں کے یہ عقیدہ قطعی برخلاف ہے - یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہئے کہ جہاں جہاں وید یا اپنشدوں میں "इयं पृथिवी यतश्चाबभूव" اور

"द्यावा पृथिवी जनयन देवएकआस्ते"

وغیرہ پرمان ملتے ہیں اُن کو ہی مایاوادی لوگ کلپت (فرضی) ایشور ہی لگاتے ہیں - نہ کہ شدھ برہم میں - بعض جاہل نوین ویدانت کے اِس قسم کے اقوال کو دیکھہ کر کہیں گے کہ دیکھو وے ایشور کو کرتا تو مانتے ہیں - یعنی مایا اُپادان (علت مادی) ہے - اور ایشور نمت کارن (علت فاعلی) ہے - جو کہ اُپادہی ہے - وہ مایا اور برہم سنمت ہے - جیسے ویدانت سار میں لکھا ہے -

"अज्ञानोपहित चैतन्यं स्वप्रधानतयोपादानं च भवति यथा लूता तन्तु कार्यं प्रति स्वप्रधानतया निमित्तं स्वोपाधि प्रधानतया उपादानं च भवति"

اسکا مطلب یہ ہے کہ اگیان اُپہت (مایا جسکے اندر ہے) چیتن یعنی اگیان میں پرتی بمب (عکس)

چیتن اپنی چیتنیا کے سبب سے جگت کا نت کارن (علتِ فاعلی) ہے۔ جیسے مکڑی جالے کے پھیلانے میں نت کارن ہے۔ اور اُپادان اپنے شریر روپی اُپادھی سے ہے۔ اسی واسطے نوین ویدانتی بھی **نت اُپادان کارن** (نت اور اپادان دونو) ایشور کو مانتے ہیں۔ اس سے پرماتما جگت کا کرتا ٹھیرا۔ مگر جو نوین ویدانت کی اصلیت کو جاننے والا ہے وہ سمجھ لیگا کہ کیا ماجرا ہے۔ کیونکہ مکڑی کی مثال سے ہی صاف ظاہر ہے۔ کہ یہاں پر انکا مطلب کیا ہے۔ نوین ویدانتی جیسے مُکش کے جیو کو شُدھ (پاک) مانتے ہیں۔ ویسے ہی مکڑی کا جیو بھی نیتہ۔ شُدھ۔ مُکت سبھاؤ والا ہے۔ اس لئے جیسے مُکش کے جیو میں کام کرنا وغیرہ اوصاف فرضی ہیں اصلی نہیں۔ ویسے ہی کرترتو آدی (کام کا کرنا وغیرہ) دھرم جو انتہ کرن کے ہیں۔ اُسمیں فرضی ہیں۔ یہی حال مکڑی کا ہے۔ پس پرماتما میں بھی کرترتو (کرنے کی طاقت) فرضی ہے۔ اصلی نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ مکڑی اور اُسکا جسم دو وستو ہیں۔ تو اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ "ادھیاروپ (مفروضہ) ہے سچ نہیں ہے" نوین ویدانت کی اصلیت کو بخوبی سمجھنے کے لئے انکی تین ستتاؤں (صداقتوں) کا جاننا پہلے نہایت ضروری ہے۔ پھر جیو۔ اگیان۔ جگت وغیرہ پدارتھوں کا تحقیق علم حاصل ہو سکتا ہے۔

تین قسم کی ستتائیں (ہستیاں) اُپادھی میں تین قسم کی ستتا یعنی ہستیاں مانی گئی ہیں۔ ایک پارمارتھک جو ہمیشہ ستیہ ایک رس (لاتغیر) ہے۔ جیسے برہم۔ دوسری **بوہارک** ستتا یعنی وہ ہستی جو محض باہمی برتاؤ میں ہی وجود رکھتی ہے۔ جسکو لوگ دیکھتے ہیں جیسیں ہم تم کا استعمال اور کہنا سُننا وغیرہ ہوتا ہے۔ جیسے جگت تیری پراتی بھاسک ستتا جسکا وجود محض بھرانتی کے وقت ہی ہوتا ہے۔ دراصل اُس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ جیسے بھول سے رسی کو سانپ اور صدف کو چاندی سمجھنا۔ نوین ویدانتی پرمارتھ میں تو صرف شُدھ برہم کو ہی مانتے ہیں اُسکے علاوہ اور کوئی چیز نہیں مانتے۔ مگر بوہار یعنے برتاؤ میں ایشور۔ جیو۔ جگت۔ اور تینوں کا باہمی فرق بھی مانتے ہیں۔ **بوہارک ستتا** اور **پراتی بھاسک ستتا** میں فرق صرف اتنا ہے کہ بوہارک چیزیں ہمیشہ سچ معلوم ہوتی ہیں۔ مگر پراتی بھاسک میں دوری نزدیکی وغیرہ دوش (نقائص) بھی پائے جاتے ہیں۔ کئی نوین ویدانتی بجائے تین کے صرف دو ستتا ہی مانتے ہیں۔ ایک **پارمارتھک ستتا** (اصلی ہستی) اور دوسری **پراتی بھاسک ستتا** (وہمی یا خیالی ہستی) اُنکے مت میں ہم۔ تم کا استعمال کہنا۔ سُننا۔ دینا۔ لینا وغیرہ دنیاوی بوہار بھی ویسے ہی جھوٹھے ہیں۔ جیسے کہ رسی میں سانپ اور صدف میں چاندی کی پرتیتی۔ اور اسی لئے وے سُپن (خواب) اور جاگرت (بیداری) دونوں حالتوں کے پدارتھوں کو یکساں ہی سمجھتے ہیں۔ انہیں کوئی فرق نہیں مانتے۔ اسی طرح نوین ویدانتی دھرم ادھرم سُکھ دُکھ وغیرہ کو بھی برتاؤ میں سچ اور اصل میں جھوٹھ مانتے ہیں۔ مگر دو ستتا والے تو اِن کو بھی بھرم ہی مانتے ہیں اور دونوں ہی خیالوں والے اپنے ثبوت میں اس **گوڑ آچاریہ** کی نصف کارکا کو پیش کرتے ہیں۔ جسکو شنکر آچاریہ نے بھی تسلیم کیا ہے:۔

ब्रह्म सत्य जगन् मिथ्या जी वी ब्रह्मैव नापरः

اس کا مطلب ہے کہ برہم سچ ہے۔ جگت جھوٹھا ہے اور جیو بھی برہم ہے اور نہیں ؎

فہرست کُتب مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر
موجودہ ستیہ دہرم پرچارک پریس جالندھر شہر

ثبوت تناسخ - عیسائی - مسلمان - برہمو صاحبان کے تمام اعتراضوں کی تردید - قیمت فیجلد ... ۴ر

تکذیب براہین احمدیہ - جلد اول - محمدی اسلام کا زور توڑنے کے لئے ایک صف شکن توپ ہے قیمت فیجلد ...

تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم قیمت ...

نسخہ خبط احمدیہ - خبط قادیانی کے لئے سلیمانی نسخہ ہے - قیمت فیجلد ... ۲ار

تاریخ دُنیا - جلد اول - سرشٹی اُتپتی بت شاستروں سے سمت کی بابت تاریخی وعلمی تحقیقات کا ذخیرہ قابل دید ہے ۳ر

تاریخ دُنیا - جلد دوم - قیمت فیجلد ... ۴ر

تحفہ شہید

- نمبر ۱ - صداقت دہرم آریہ ۲ر
- نمبر ۲ - رد خلعت اسلام ۱ر
- نمبر ۳ - آئینہ شفاعت بزبان فارسی ر
- نمبر ۴ - ابطال بشارات احمدیہ ۲ر
- نمبر ۵ - پنت ادہارن متعلقہ شُدہی ر
- نمبر ۶ - کرشن چندر کا جیون چرتر جلد اول ۱ر
- نمبر ۷ - ستری شکشا کے وسائل ر
- نمبر ۸ - نجات کی اصلی تعریف ر

کلیات آریہ مسافر

- نمبر ۱ - اظہار حق ر
- نمبر ۲ - صداقت الہام بجواب دلائل اغلاط الہام قیمت فیجلد ر
- نمبر ۳ - عطر روحانی بجواب گلاب چمن ر
- نمبر ۴ - پوران کس نے بنائے ر
- نمبر ۵ - دیوی بھاگوت پرکھشا ر
- نمبر ۶ - ستری شکشا ر
- نمبر ۷ - سانچ کو آنچ نہیں ر
- نمبر ۸ - سچے دہرم کی شہادت ر
- نمبر ۹ - ہندو آریہ ونشنے کی تحقیقات ر
- نمبر ۱۰ - صداقت اصول تعلیم آریہ سماج ۴ر
- نمبر ۱۱ - مُردہ ضرور جلانا چاہئے - ر
- نمبر ۱۲ - مسئلہ یوگ ار
- نمبر ۱۳ صداقت رگوید ر
- نمبر ۱۴ - مورتی پرکاش ر
- نمبر ۱۵ - دہرم پرچار متعلقہ شُدہی ر
- نمبر ۱۶ - راہ نجات ر
- نمبر ۱۷ - آریہ سماج میں شانتی پھیلانے کا اصلی اپاد و رامچندر جی کا ستیہ درشن ر
- نمبر ۱۸ - رسالہ جہاد ۳ر

ان ۱۸ اجزوں کی ایک جلد بنائی گئی ہے جو بڑی ضخیم خوبصورت کتاب بن گئی ہے - تاریخ دُنیا بھی اسمیں شامل ہے -
مجلد ... بلا جلد ... -

کرشن بت درپن قیمت فیجلد ۵ر

اوم

ضروری التماس

آریہ مسافر کا پہلا سال قریب الاختتام ہے بعض مہاشیوں نے ابھی تک چندہ ارسال نہیں فرمایا۔ اُن سے ہمارا نویدن ہے۔ کہ جلد اپنا اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے ہمکو مشکور فرماویں۔ یا بذریعہ پرچہ آئندہ پرچہ وی۔ پی روانہ کرنے کی اجازت دیں۔ امید غالب کہ ہماری پرارتھنا نشپھل نہیں جائیگی۔

المشتہر
منیجر
رسالہ ھذا

لالہ منشی رام ایڈیٹر

لالہ وزیر چند اسسٹنٹ ایڈیٹر

آریہ دھرم

جہاں جہاں سائنس اور علم ہی کی روشنی پھیلی وہاں وہاں آریہ دھرم کا جھنڈا سربسر لہرائیگا (آریہ مسافر)

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।
ब्रह्मराजन्याभ्याँ शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥

دھرم ویر پنڈت لیکھرام کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

حسب الحکم آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب

جلد ۲ | جالندھر شہر بابت ماہ اگست آریہ سمت ۱۹۶۰۸۵۳۰۰۱ | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

ست دھرم پرچارک پریس جالندھر شہر میں لالہ منشی رام جگیاسو پروپرائیٹر کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶- مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دھرم پر جان قربان کر دی - اور
آخری وصیت یہ کی کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے" اُنکی وصیت کو پورا
کرنے کے لئے یہ فنڈ کھولا گیا ہے - پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گذارہ کے لئے تو کافی سرمایہ
اکٹھا ہو چکا ہے لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روزِ اول ہے پچاس ہزار
روپیہ کے سرمایہ کیلئے اپیل ہے - لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دھرم کی
سیوا کی اُس کے مقابلہ میں یہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے - قریباً بیس ہزار روپیہ جمع ہو چکے ہیں
بیس ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے - پیارے بھائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کر دو - تاکہ بجائے
آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کے اُپدیشک ولیتی دیشانتروں میں
اور دویپ دویپانتروں میں ویدک دھرم کا جھنڈا بلند کئے دھرم کی دھونی کرتے ہوئے
روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دھارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے بچھڑ
اِس دان سے نہ تم سچی شکر گذاری کا ہی اظہار کرو گے - بلکہ اپنے ویدک دھرم گیان سے بے بہرہ
بھائیوں کے لیے سچی روشنی کا سامان مہیا کرو گے - پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دھرم یدھ
میں شریک ہونیکی توفیق دیویں -

اوم شم

(نوٹ) کل روپیہ لیکھرام فنڈ اور وید پرچار فنڈ کا لالہ شیودیال ایم - اے منتری
آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب بمقام لاہور بھیجنا چاہئے۔

ودیا پرکاش

نظم

روک دے یوگی اگر اس من کی پانچوں برتیاں
تاں نگہ ابہیاس اور ویراگ کامل چاہئے
ساتھ اسکے یہہ امر بھی لازمی ہے خاصکر
محویت لے گھیر جب یوگی کو چاروں طرف سے
یوگی اُسکو ڈھونڈنے باہر کہیں جاتے نہیں
تیرتھوں میں مندروں میں ڈھونڈتے ہیں جو اُسے
اندریوں کا وہ وشے جب ہے نہیں تو پھر بھلا

آشکارا یوگ کے ہونے لگیں رازِ نہاں
ورنہ کھل سکتی نہیں ہیں یوگ کی باریکیاں
پنچ یم ہر پنچ نیم پر ہو قادر ہر زماں
نورِ حق کے دیکھنے کو دل بنے آئینہ ساں
ہردے ہی میں کھوج سے پاتے ہیں اُسکا نشاں
عمر اپنی مفت میں وہ کھو رہے ہیں رائیگاں
مادّی آنکھوں سے ہو سکتا ہے وہ کیونکر عیاں

دیکھنے کو اُس کے ہیں درکار آنکھیں گیان کی
جب تلک وگیان کی من میں نہ ہووے روشنی
اس جگت کی صنعتوں کو غور سے دیکھو تو پھر
جب تلک پرکرتی کی اُلفت میں من ہے مبتلا
وشے سیون کی لگن سے گر رہے دل میں دل لگی

وہ نہ ہو موجود ایسا ہے نہیں کوئی مکان
قدرت قادر کی کیونکر کھُل سکیں نیرنگیاں
کرتی ہے ہر ایک صنعت اپنے صانع کا بیاں
جانب عشق الٰہی ہو نہیں سکتا رواں
پیدا ہونے جینے مرنے سے ہے چھٹکارا کہاں

موکش مارگ کی طرف کیول قدم اُٹھتے نہیں
پاؤں میں دُنیا کے جھگڑوں کی ہیں جب تک بیڑیاں

یہ ہے پرارتھنا میری جگت پتا سے
نہ متھیا بات کبھی چھُو سکے میرے لب کو
وہ گیان چکشو ملیں مجھکو جنسے ہر دم میں
یہی ہتیہ منو کامنا ہے منکی میرے
بدل دی کیسی خزاں نے ہے حالتِ گلشن
کبھی بھی پاپ سے چھُوٹا ہے میل باطن کا
جو ایذا اور کو دیگا وہ پائیگا خود بھی
رہے گا ہر جگہہ آرام سے بلا کھٹکے

ستوگنی رہے من میرا اُنکی کرپا سے
ہمیشہ ستیہ کا سیون ہو میری جہبا سے
جگت پتا کے ہوں درشن اتی سگمتا سے
گنوں کا اُنکے ہو گاین شُبھ سرلتا سے
نہ اب بھی آنکھ کھلی عبرت کہ کیا ہوا کیا ہے
کہیں ہے مُکت کا سمبھو سنان گنگا سے
جو چاہے دُکھوں سے بچنا تجے وہ ہنسا سے
رکھے گا پوری پریتی جو من میں پرجا سے

ہوا اُسی کا جنم ہے سپھل یہاں کیول
شرن میں آگیا جگدیش کی جو سردا سے

مُکت کی خواہش ہے گر تو یوگ کا سادھن کرو
دُشٹ کرموں سے بچو اور وید مارگ پر چلو
سمجھو اپنے تُلیہ سب جانداروں کو سنسار میں
سب جگہہ موجود ایشور سرو ویاپک جانکر
ایسا ہی برتاؤ رکھتے آئے ہیں دھرماتما
من کو یکسو کرکے ہو لولین ایشور دھیان میں

متھیا بھاشن چھوڑ دو اور ستیہ کا سیون کرو
کرم شُبھ جو کرتے ہو جگدیش کے ارپن کرو
اوروں کے اُپکار میں سب خرچ اپنا دھن کرو
وید کی جو آگیا ہے اُسکا تم پالن کرو
موکش کے بھاگی بنو گر اس طرح جیون کرو
ہردے کی آنکھوں کو اپنے گیان سے روشن کرو

دور ہو کیول محبت آدی چیزوں کی جب
تب یہ سمجھو ہے کہ تم جگدیش کے درشن کرو

مانڈوکیہ اُپنشد کی ویاکھیا

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ ھذا بابت ماہ جولائی سنہ ۹۹ء

پیارے ناظرین تنگ نہ کیجئے۔ آتما انہیں چار حالتوں کے اندر موجود ہے۔ جاگرت اوستھا سب سے بیرونی سوپن اندرونی اور سوشپتی اُس سے بھی اندرونی حالت ہے۔ یہاں تک کہ ہم سب سے اندرونی حقیقت تک جا پہونچتے ہیں جو کہ دراصل آتما ہے۔ اِسی طرح پرماتما ہے جو کہ جیو آتما سے بہت بڑا۔ پاک اور بے انتہا ہے۔ لا تبدیل۔ عین علم اور اصل اصول ہے۔ وہی صانع حقیقی تمام بیرونی کائنات کو پیدا کرتا اور زندگی بخشتا ہے۔ ایک خشک سائنٹفک دماغ میں جو اول ہی اول علم الٰہی کی جھلک پڑتی ہے۔ وہ بالکل بیرونی قسم کی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دراصل اشیاء کی مادی حرکات۔ اُنکی باقاعدگی۔ صحت۔ موافقت اور اسی قسم کی دیگر خاصیتوں سے جو نظام کائنات میں ظاہر ہیں۔ پیدا ہوتی ہے۔ جب من کو یہ علم حاصل ہو جاتا ہے تو موجودات کے اندرونی نقشہ کے حکیمانہ علم کا طلوع ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے من ترقی کرتے کرتے اُس حالت تک پہونچ جاتا ہے جسمیں کہ وہ نقشہ پرماتما کی طبعی اور قدرتی اغراض یا مقاصد (جو کہ اصول کہلاتے ہیں) کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اِن اصولوں کی بیدی سے دھیان کرتے ہوئے من جملہ اصول کے چشمہ یعنی علت اولے کی طرف پرواز کرتا ہے۔ جو کہ دراصل پرماتما ہے۔ اور جس ایک میں سب کچھ قایم ہے۔

یہ وہ متواتر منزلیں ہیں۔ جن کے ذریعہ سے کہ انسان اُس ازلی و ابدی۔ محیط کُل۔ اعلےٰ ہستی یعنی پرماتما کا دھیان کرنے کی قابلیت حاصل کرتا ہے۔ ایکاکشر (جزو لفظ جتنا ایک بار منہ سے بولا جاوے) اوم جو کہ اکار۔ اُکار۔ مکار۔ تین ورنوں (حروف) سے مرکب ہے۔ اُس دھیان کا سادھن یعنے ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ کیونکہ اکار جاگرت۔ اوکار سوپن۔ اور مکار سوشپتی اوستھا کو ظاہر کرتا ہے۔ یہہ حروف نہ صرف یاد کے لئے فرضی علامات ہیں۔ بلکہ اُنکے اصلی معنے حالات مذکورہ کے مظہر ہیں۔ اِس لئے سچا عارف (یوگی) اوم کا ورد کرنے میں اِنہیں تین حروف کا جس سے **اوم** بنا ہے۔ دھیان کرتا ہے۔ وہ ہر ایک حرف کے معنے اور مقصد پر غور کرتا ہے۔ جس سے منزل بمنزل گیان کی حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اور اِس طرح باری باری نظام عالم۔ اُسکو حرکت دینے والی صفت اور اُس کے اصولوں میں محو ہو جاتا ہے۔ جو خود بخود اور سبھاوک صفت کو مکمل بناتے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلی حالت جس کا اس طرح سے تصور کیا

جائے وہ نظام عالم کی سب سے اعلےٰ اصولی تقسیم کو ظاہر کرتی ہے - خاصکر اُس کا دھیان دلکو یکسوئی بخشنے والا مانا گیا ہے - اور دل کے یکسو ہونے سے دھیان میں سہولیت ہوتی ہے - یہاں تک کہ ایک دوسرے کے عمل سے نورِ الٰہی عارف کے دل میں پورے طور پر چمکنے لگتا ہے - مہرشی ویاس نے بھی ایسا ہی کہا ہے -

"स्वाध्यायाद्योगमासीत योगात्स्वाध्यायमामनेत् ।
स्वाध्याययोगसम्पत्त्या परमात्मा प्रकाशते" ॥

اب ہم اکار - اُکار - مکار تینوں حروف کی تشریح کرتے ہیں -

حرف اکار کے عمیق معنے اور رموز پر غور کرتے ہوئے عارف اپنے آئینہ قلب کے اندر تمام وسیع کائنات کا نقشہ دیکھتا ہے جس میں بڑے بڑے سیارے نہایت شوکت اور جلال کے ساتھ گردش کرتے ہیں - جنہیں خالی راستے میں بھی کسی قسم کی مزاحمت پیش نہیں آتی - وہ اُس نقشہ میں اِس بحرِ عالم کے بے پایاں سمندر میں نہایت لطیف لہروں کو دیکھتا ہے - جسکی انتہا درجہ کی خوبصورتی آنکھوں سے دیکھی نہیں جاسکتی - صرف محسوس کیجاسکتی ہے - وہ اُس نقشہ میں اِس موجوداتِ عالم کے عظیم و وسیع معنوں کو سوچتا ہے - کیونکہ اُپنشد کے قول کے مطابق یہ عظیم الشان صحیفۂ قدرت اُس لامنتہے - بسیط کل - خالق کائنات کے اوصاف کی تفسیر یا تشریح ہے یہ کائنات اُس کے روشن ضمیر کے سامنے جداگانہ مخصوص حصوں کا ایک وسیع ڈھانچ ہے - اور اِس قدرتی ڈھانچ میں کہ ہر ایک جزو کی سطح کی ہمواری اسدرجہ ایک دوسرے کے مطابق ہے - کہ دور سے دور سیارے ہیں (جن سے لاکھوں برس ہوئے کہ روشنی چلی تھی اور جو لطیف ہواؤں کے پروں پر ایک لاکھ اسی ہزار میل فی سکنڈ طے کرتی ہوئی جسکی نظیر اِس مادی دُنیا میں ناپید ہے پہنچی ہے - ابھی تک ہمارے زمین کے کرۂ ہوائی میں نفوذ نہیں کر سکی ہے) ہی نہیں بلکہ اُن سے دور سیارے بھی موجود ہیں - جو انتظام ہمارے سولر سسٹم یعنی نظامِ شمسی کا ہے وہی دور سے دور برہمانڈوں کا ہے - جس طریقہ سے یہ برہمانڈ جسکا کہ ہماری زمین ایک حصہ ہے - رچا گیا وہی طریقہ دوسرے برہمانڈوں کی رچنا کا ہے - اِس کائنات کی نہایت پُر عقل اور پُر ذہانت بناوٹ پر غور کرتے ہوئے وہ بناوٹ جو فی الحقیقت ایسی ہی مکمل ہے جیسا کہ اِس روئے زمین پر اعلےٰ درجہ کا ترقی یافتہ انسان ہے وہ بناوٹ جسکو دماغ - معدہ - پاؤں - اور اسی طرح سے دیگر اعضاء ویسے ہی عطا ہوئے ہیں جیسے کہ انسان کو جس میں کہ عجیب و غریب لطیف ذرات کی ساخت بجنسہٖ زندہ مخلوق کے مشابہ ہے - یہ سب باتیں ہمکو مندرجہ ذیل انتہا درجہ کے خوبصورت اتھروید کے منتروں کی طرف رجوع کرتی ہیں - جو اِس کائنات کی بناوت بالخصوص جو ہمارے نظامِ شمسی سے ظاہر ہوتی ہے منکشف کرتے ہیں -

यस्य भूमिः प्रमान्तरिक्षमुतोदरम् । दिवं यश्चक्रे मूर्धानं
तस्मै ज्येष्ठाय ब्रह्मणे नमः ॥ यस्य सूर्यश्चक्षुश्चन्द्रमा

श्च पुनर्णवः। अग्निं यश्चक्र आस्यं १ तस्मै ज्येष्ठाय
ब्रह्मणे नमः ॥ यस्य वातः प्राणापानौ चक्षुरङ्गिरसोऽभवन्"
दिशो यश्चक्रे प्रज्ञानीस्तस्मै ज्येष्ठाय ब्रह्मणे नमः॥
अथर्व० काण्ड १० प्र० २३ अनु० ४ मन्त्र ३२ - ३४ ॥

ترجمہ (۱) جس کی (رچنا میں) پرتھوی یتھارتھ گیان کی سدھی کے لئے پیر کی مانند ہے۔ انترکش (خلا) پیٹ کے مانند (ہر ایک وستو کو سوکشم کرنیوالا ہے) جس نے کہ سب کے شرومنی سورج وغیرہ روشن پدارتھوں کو سب سے اونچا دماغ کی مانند بنایا ہے۔ اُس پرکاش سُروپ برہم کو ہمارا نمسکار ہو۔

(۲) جس کے سورج اور چاند ہر ایک کلپ کے شروع میں آنکھوں کی طرح سبکو دکھانیوالے ہوتے ہیں۔ جس نے کہ اپنی سرشٹی میں اگنی (آگ) کو مُکھ (مُنہ) کی مانند بنایا ہے۔ اُس سب سے بڑے پوجنیہ برہم کو ہمارا نمسکار ہو۔

(۳) سمشٹی وایو (ہوا) جسکی پران اور اپان کے سمان ہے پرکاش دینے والی کرنیں جسکی آنکھوں کے تُلیہ ہیں۔ اور جس نے کہ دشاؤں (سمتوں) کو سب بیوہار کے سادھک بنایا۔ اُس اننت ودیا والے برہم کو ہمارا نمسکار ہو۔

اِن منتروں میں ایک مکمل حکیم نظام عالم کی عارف (یوگی) کے دھیان کے لئے ظاہر کیگئی ہے۔ کیا یہ سورج معہ اپنے کرہ ہوائی کے اِس تمام جسم کائنات کا دماغ نہیں ہے؟ انسان کے جسم میں یہ دماغ جسکو اصطلاحاً سیریبرم (بھیجے کی اگلی کوٹھڑی) اور سیری بیلم (بھیجے کی پچھلی کوٹھڑی) بھی کہتے ہیں لطیف عنصروں سے بنا ہے۔ یعنی وہ حیاتی طاقتوں کا ایک مورچہ ہے۔ اعصابی قوت کی نشست گاہ ہے اور جسم کی تمام حرکات وسکنات اور کاروبار کا ناظم ہے۔ اسیطرح سے سورج بھی دماغ کی طرح پاکیزہ عنصروں کا خزانہ ہے۔ مقناطیسی۔ برقی۔ بصری۔ حرارتی اور ہر ایک حرکت اجسام کا ایک بیحد طاقتور مورچہ ہے۔ سوزندہ بناتا اور اُس قوت کی جسکو علم جیالوجی (علم ترکیب زمین) میں سب ایریل ڈی نندیش کہا ہے۔ نشست گاہ ہے۔ تمام سیاروں اور دمدار ستاروں کی چالوں کا محافظ اور منتظم ہے۔ اور انترکش (خلا) معہ اپنے کرہ ہوائی کے اس جسم کائنات کا درصل معدہ یعنے ہاضمہ کا آلہ ہے جس کا یہ کام ہے۔ کہ جو پدارتھ اُسکو دے جاویں اُن کو صاف کر کے درجہ کمال پر پہونچا دیوے یہ کرہ ہوائی ہی ہے کہ جہیں بادل بنتے۔ بخارات رقیق ہوتے۔ برقی روئیں پیدا ہوتیں۔ زمین کی دھاتوں اور نمک کی سطحوں کے ذرات بھاپ کی صورت میں اُڑتے ہیں۔ اور اِن تمام کارروائیوں کا ماحصل پھیلنا اور باہم ملتا ہے۔ حتےٰ کہ سب کچھ ملکر ہمجنس رقیق حالت کو قبول کرلیتا ہے۔ اور کرہ ہوائی کے زیریں طبقہ سے اوپر جاکر منجمد ہو جاتا ہے۔ جہاں سے پھر صاف قیمتی اور نباتات کو پرورش دینے والی بارش کی صورت میں گرتا ہے۔ ٹھیک اُسی طرح جیسے کہ معدہ غذا کو لطیف اور صاف کر کے اپنے رسیلے اجزا میں سے سُرخ مقوی عرق کے جوہر نچوڑ لیتا ہے اور اُسکو بارش کی طرح دل پر برساتا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ پدارتھ معدہ کے اندر داخل ہوں اُنکا گزر مُنہ سے ہوتا ہے جو اپنے

جباڑوں کی مدد سے ٹھوس خوراک کو بار بار چباتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ باریک ہوکر اور تھوک کے ساتھ ملکر ایک پتلی سی چیز بن جاتی ہے۔

اسی طرح بیشتر اس کے کہ مادی اشیاء وایو منڈل روپی پیٹ کے اندر جاویں اُن کو آگ روپی منہ میں سے ہوکر گزرنا پڑتا ہے۔ علاوہ کونسی نالی ہے جو کہ کثیف مادی اشیاء کو طبقات بالا میں پہونچاتی ہے۔ وہ کیا ہے جس سے یہ تمام چیزیں قدرت کی تھوک یا لعاب یعنی پانی کی صورت میں مبدل ہوجاتی ہیں۔ یہہ اگنی (حرارت) ہے جو یہہ سب کام کرتی ہے۔ اگنی کے بیقرار۔ زندہ کرنیوالے۔ اور تھرتھراتے ہوئے ہلکوروں میں پڑکر یہ ٹھوس پدارتھ سیال بنتے ہیں اور سیال سے گیس کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ یہہ اگنی ہی ہے۔ جس سے کہ ہوائی ذرے اس طرح لطیف ہوکر حرارت کے بازوؤں پر چڑھکر اوپر کے نسبتاً سرد طبقات میں لیجائے جاتے ہیں۔ یہ اگنی ہی ہے جو کہ جھیل وغیرہ کے شفاف پانی اور کرۂ ہوائی کے آبی عنصروں کو چاٹ جاتی ہے۔ خاکی اور ہوائی پدارتھوں کا مدھست (ثالث) اگنی ہی ہے۔ ٹھیک جیسا کہ منہ خوراک اور پیٹ کا مدھست ہے۔ جسم کا زیرین حصہ پیر ہے جو کہ فرمانبرداری کی علامت ہے۔ جس کا کہ تخت نشین بادشاہ دماغ یعنی سر ہے۔ یہہ اُن تمام رفتار کے متعلق احکام کو بجالاتا ہے جو کہ دماغ بذریعہ ناڑیوں کے اُس تک پہونچاتا ہے۔ ویسے ہی زمین سورج کے اُس اثر کو قبول کرتی ہے۔ جو کہ انترکش (خلا) کے ہوائی راستوں سے اُس تک پہونچتا ہے جسم انسانی میں آنکھیں ایسی بنائی گئی ہیں جس سے کہ مختلف رنگوں کی تمیز ہوسکتی ہے۔ اور خوبصورتی پرکھی جاسکتی ہے۔ اسی طرح سورج کی شعاعیں جنکو منتر میں انگرس (अङ्गिरस) لکھا ہے۔ اس ظاہری کائنات کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس طرح سے موجودات کے ساتھ وہی تعلق رکھتی ہیں جو کہ آنکھیں جسم انسان سے رکھتی ہیں۔ انسان کے پھیپھڑے پھونکنی کی طرح صرف ہوا کو ہی نہیں کھینچتے اور نکالتے یا خون میں صاف ہوا ہی نہیں پہونچاتے بلکہ اندر کیطرف ایسی لطیف پوشیدہ عنصروں کو کھینچتے ہیں کہ جن سے براہ راست مغز کو تقویت پہنچتی ہے۔ اسی طرح ہوا صرف بھاپ کے ذرّوں کو ہی نہیں کھینچتی یا اُڑتے ہوئے زمین کے ذرّوں کو ہی دھکیلتی ہے۔ بلکہ زمین سے خاصکر دونوں قطبوں کی طرف سے گویا کہ (ہردو کیے) دونوں بغلوں کے کونوں سے مثبت اور منفی بجلی کی رَوؤں کو کھینچتی ہے جو کہ زمین کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ جاتی ہیں۔ یہہ عمل زمین کے لئے مفید ہوتا ہے۔

اس لئے یہہ مشابہت* ہر طرح سے مکمل ہے۔ جسم کائنات عارف (یوگی) کے دھیان کے لئے پران

نوٹ: * ناظرین کو اس بیان کی صحت دکھلانے کے لیے ہم ویدک لٹریچر کے مختلف حصوں سے اسی قسم کی قدرے مختلف تصویروں کی صرف مشابہت پیش کریں گے۔ تاکہ وہ کائنات کی بناوٹ کا کسی قدر عام فہم خیال اپنے

ناابھی - مُنہ - آنکھہ - کان اور پیر معلوم ہوتی ہے - اور اِس کا نظام ٹہیک جسم انسانی کے مطابق ہے منہ کا ناابھی سے ناابھی کا پران سے - پرانوں کا سر سے - اور سر کا تمام جسم سے پورا تعلق ہے اور اسی تعلق کو جب کائنات کے عضووں سے منسوب کرکے ذہن نشین کیا جاوے تو کیا عارف ایک لمحہ بھر کے لیئے بھی ہر جا حاضر ناظر ابدی پرماتما کو جو کہ طرح طرح سے اپنے جاہ و جلال کو ظاہر کر رہا ہے - بھول سکتا ہے -

ہم پوچھہ سکتے ہیں کہ کیا انسان کے جسم میں سر - پران - ناف - اور دوسرے عضو بیفائدہ ہیں! یا کیا وے اندھا دُھند سبھاوک جسم کے کام کرنے کے لیئے مثل بیجان اور جڑہ مادی ٹکڑوں کے ہیں ؟ کیا یہہ عضووں کی دلکش مناسبت اتفاقیہ ہی ہوگئی یا ذرّے آپس میں مکر خود بخود اس ہیئت میں آگئے ؟ کیا مادہ کی اندھا دُھند طاقتیں بغیر سوچے بچارے آپس میں لگگئیں - اور اچانک پر مانو آپس میں ٹکرائے - جس سے انسان کا ایک خوبصورت جسم بنگیا ؟ - نہیں یہہ اعلےٰ نظام اس قسم کا نہیں ہے - اور اِس عیب سے پاک ہے - یہہ عمارت جسمیں سر - پھیپھڑے - ناف - پیر - کان - آنکھہ وغیرہ حصص ہیں ایک نادر گھر ہے - اس کے کمروں کا باہمی تعلق

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲ - دھیان میں لاسکیں - اور مشابہت کو مشابہت ہی سمجھہ سکیں نہ کہ کچھہ اور - ہم یجروید ادھیائے ۳۱ کا منتر ۱۳ پیش کرتے ہیں -

नाभ्या आसीदन्तरिक्षं शीर्ष्णो द्यौः समवर्त्तत ।
पद्भ्यां भूमिर्दिशः श्रोत्रात्तथा लोकाँ ॥ २ ॥ अकल्पयन् ॥
॥ ॥ ॥

ترجمہ ایشور نے انترکش (خلا) کو بمنزلہ ناابھی کے - سورج کو بمنزلہ سر کے - زمین کو بمنزلہ پاؤں کے اور اوکاش یعنی دشا کو بمنزلہ کان کے رچا ہے -

अग्निर्मूर्द्धा चक्षुषी चन्द्रसूर्यौ दिशः श्रोत्रे वाग्विवृताश्च वेदाः । वायुः प्राणो हृदयं विश्वमस्य पद्भ्यां पृथिवी ह्येष सर्वभूतान्तरात्मा ॥

ترجمہ اُس قدیم پرماتما نے جو کہ ہر جا حاضر و ناظر ہے - اگنی (آگ) کو سر کے ستھان میں - سورج اور چاند کو دونوں آنکھوں کے ستھان میں اوکاش یعنی اطراف کو کانوں کے ستھان میں رچا ہے - اور وید اُس کا کلام - وایو اُس کے پران - تمام چرا چر جگت اُسکا ہردہ - پرتھوی وغیرہ لوک - اُسکا پیر ہیں - اِس طرح پر وہ سب میں ویاپت ہو رہا ہے ۱۰۰ ۔

کاریگر نے بڑی تجویز سے رکھا ہے۔ اِسکو بلاشبہ بنانیوالے نے کسی کے کھیل کے لئے بنایا ہے۔ بھلا تب اِس انسانی جسم کے اکھاڑے میں کھیلنے والا یا کھلاڑی کون ہیں؟ بلاشُبہ کھیل کرنیوالے موجود ہیں۔ مگر وہ اپنی چترائی اور ہوشیاری نہیں دکھلا سکتے۔ جبتک کہ اُن کو ایک عمدہ سٹیج کھیل کرنے کے لئے نہ ملے۔ کھیل کرنے والے یہہ ہیں:۔

پانچ گیان اندریاں۔ کان۔ آنکھ۔ زبان۔ ناک۔ اور توچا۔

پانچ گیان اندریاں۔ ہاتھ۔ پیر۔ منہ۔ اُپستھ اندری اور گُدا۔

پانچ پران۔ پران۔ اپان۔ سمان۔ اُدان۔ ویان۔

من یعنی انتہ کرن۔ جس میں کہ بیرونی جگت سے بوہار کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور کلپنا شکتی پرگٹ کرتا ہے۔

بُدھی۔ جو کہ فیصلہ کرنیکی طاقت ہے۔

چت۔

قوت حافظہ۔

اہنکار۔

زندگی کے ناٹک میں یہ اُنیس کھلاڑی ہیں جو کہ دکھلائی نہیں دیتے۔ جیوآتما اِس جسمانی مندر کے ذریعہ سے اپنی زندگی۔ تصور۔ ادراک۔ یادداشت۔ سنکلپ وغیرہ۔ طاقتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ جب تک جسم کے مختلف عضوؤں کا آپسمیں مناسب تعلق نہ ہو۔ ایک دوسرے کی ضرورت کو پورا نہ کریں اور جر ثقیلی۔ کیمیائی۔ اور برقی طاقتیں باہمی رگڑ سے پیدا ہو کر درجہ مساوات پر نہ ہوں۔ زندگی کبھی پرگٹ ہو سکتی ہے۔

ہیں۔ ورنہ اپان کے جمع ہو جانے سے انسان گھبرا کر مرجاتا ہے۔ اسی کے باقاعدہ چلنے سے کُل جسم آروگیہ یعنی تندرست رہ سکتا ہے۔ اور چونکہ جسم کا روح سے بڑا گہرا تعلق اس مُنش جنم میں ہو رہا ہے۔ اور دونوں نے یہ مسافت کچھ طے کرنی ہے۔ اس لئے ایک کی تندرستی میں فرق آنے سے دوسرے کی تندرستی میں فرق آنا ایک صریح امر ہے۔ اس لئے جس طرح پرماتما (آدرش) کُل برہمانڈ میں اندر باہر موجود ہے۔ اُسی طرح ہمارا کنٹھ شدہ ہو کر وایو کو ویان میں تبدیل کر دیوے۔ تاکہ ہر عضو میں پاک صاف ہوا پہنچا کر جسم کو تندرست رکھے۔ اور اس طرح آتما کو بل دینے میں مددگار بنے۔

اوم۔ مہہ۔ پُناتُو۔ ہردے۔ (ओं महः पुनातु हृदये) اے (مہہ) سب سے بڑے سب کے پوجنے لائق پرماتمن۔ آپ ہمارے (ہردے) دل کو (پُناتُو) پوتر کیجئے۔

دل ہی خیالات کو اعلیٰ کرنے کا مرکز ہے۔ جس کا دل اونچا ہے۔ اُس کے خیالات بھی اونچے ہوں گے پرمیشور چونکہ سب سے بڑا ہے۔ اس لئے اُس آدرش تک پہونچنے کے لئے دل کا زیادہ سے زیادہ اونچا ہونا ضروری ہے۔ دل ہی ایک حصہ انسان کا ہے جو زیادہ سے زیادہ پھیل سکتا اور اونچا سے اونچا پرواز کر سکتا ہے۔ اُس کے لئے پرماتما کا مہتو۔ یعنی سب سے بڑا ہونا ہی آدرش ہو سکتا ہے۔ اس لئے پرماتما کی بڑائی کا دھیان کرتے ہوئے دلکو اونچا اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اوم جنہ پُناتُو۔ نابھیام۔ (ओं जनः पुनातु नाभ्याम्) اے! (جنہ) سارے جہان کے پیدا کرنیوالے پرمیشور! آپ ہماری (نابھیام) نابھی کو (جو پیدائش کا آدھی) (پُناتُو) پوتر کیجئے۔ اولاد پیدا کرنے کا فرض ٹھیک طور پر ادا کرنے کے لئے نہ صرف نابھی کو اُشدھیوں (ناپاکیوں) سے بچانے کی ہی ضرورت ہے۔ بلکہ اُسے زیادہ سے زیادہ پوتر کرنا چاہئے۔ پرماتما کی جنن یعنی پیدا کرنیکی طاقت سے بڑھکر ہمیں کہاں پیدائش کا ٹھیک سبق مل سکتا ہے۔ یہاں جتلایا ہے کہ پیدا کرنیکی اندری کو یہاں تک سادھنا چاہئے کہ اُنہیں سے بھیل بھوگ روپ باسنا بالکل دور ہو جاوے۔ ہمارا اشیا ہتنی پرمیشور جگت کو رچ کر بھی اُسکو بھوگنے کی خواہش نہیں رکھتا ہے۔

اوم۔ تپہ پُناتُو۔ پادیو۔ (ओं तपः पुनातु पादयोः) اے! (تپہ) گیان سوروپ سب ستیہ انوشٹھانوں کے سوامی پرماتمن! آپ ہمارے (پادیو) پیروں۔ یعنے چلنے کی اندری کو (پُناتو) پوتر کیجئے۔ سنسار میں چلنے کے لئے ستیہ انوشٹھانوں کے پتی پرماتما سے ہی سب سے اعلیٰ سکشا مل سکتی ہے۔

اوم۔ ستیم۔ پُناتُو۔ پُنہ۔ شرسی۔ (ओं सत्यं पुनातु पुनः शिरसि) اے! (ستیم) ابناشی۔ ہمیشہ موجود پرم پتا! ہمارے (شر) جیو آتما کے سہنت ہونے کے کیندر (مرکز)

دماغ کو (پُنہ پُناتُو) پھر پوتر کیجئے - آتما ہی سدا ورتمان (موجود) رہنے والا ہے - اُسکو نہ ہتیار کاٹ سکتا ہے نہ پرچنڈ اگنی دگدھ کر سکتی ہے - اِس لئے جس جگہہ میں ترقی کرنیوالا آدمی سہتت (مقیم) ہے - اُسکی شُدہی سے ہی زندگی کا مقصد پورا ہو سکتا ہے - لیکن انسان میں اُس کے اُنت کرنے کی خواہش اُس وقت پیدا ہو سکتی ہے - جب گیان بہنڈار پرم پُرش یعنی پرماتما کا انادی (قدیم) ہونا پرتیکش ہو جاوے - اور اُس کے ساتھہ اپنا سچا تعلق جیوآتما سمجھہ لیوے -

اوم - کھم - برہم - پُناتُو - سروتر: (ओं खं ब्रह्म पुनातु सर्वत्र) اے! (کھم برہم) دیاپک سب سے بڑے پرماتمن! آپ ہمکو (سروتر) سب جگہہ سب طرف سے (پُناتُو) پوتر کیجئے - ہر حالت - ہر وقت اور ہر جگہہ میں پرماتما دیاپک ہے - یعنی وہ محیط کُل ہے - اِس لئے اُسی سے ہر ایک اوستھا (حالت) میں پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے پرارتھنا کرنی چاہئے -

اب وچار صرف یہ رہ گیا کہ مارجن کرنا یعنی ہر ایک اندری کے لئے پوترتا کی پرارتھنا کرتے ہوئے اُس اندری پر جل کا سپرش کرنا کیوں ضروری ہے - اسکی بھی وہی وجہہ ہے جو دوسرے منتر کی کریا میں بیان کر چکے ہیں - جب تک انسان یوگ دڑھ نہیں ہوتا - تب تک پرماتما میں دھیان لگانے کے لئے بیرونی سادھنوں کی ضرورت پڑتی ہے - جل سب سے اعلے جسم کے پوتر کرنے کا ذریعہ ہے - اِس لئے اندرونی پاکیزگی کی طرف رجوع کرنے کے لئے بیرونی نشان اِس سے بڑھکر نہیں ہو سکتا -

منتر کا بامحاورہ ترجمہ - اے! سب جگت کے جیون (جان) پرانوں سے پیارے پربھو - آپ ہمارے دماغ کو پوتر کیجئے - اے! اپنے سیوکوں کو سب دُکھوں سے الگ کرکے سُکھوں میں رکھنے والے پرمیشور - آپ ہماری آنکھوں کو پوتر کیجئے - اے! سب کے پوجنے لائق پرماتمن - آپ ہمارے ہردے کو پوتر کیجئے - اے! سب جگت کے پیدا کرنے والے پرمیشور آپ ہماری اُتپتی کی اندری کو شُدہ کیجئے - اے! گیان سروپ سب ستیہ انوشٹھانوں کے سوامی پرماتمن - آپ ہمارے پیر یعنے چلنے کی اندری کو پوتر کیجئے - اے! ابناشی پرم پتا آپ ہمارے دماغ یعنے جیوآتما کے نواس ستھان کو پھر پوتر کیجئے - اور اے! دیاپک پرماتمن آپ ہمکو سب اور سے سب اوستھاؤں میں

پوتر کیجئے ◆)

پرانایام کا منتر

ओं भूः । ओं भुवः । ओं स्वः । ओं महः । ओं जनः । ओं तपः । ओं सत्यं ॥

اوم بھو ۔ اوم بھوہ ۔ اوم سوہ اوم مہہ اوم جنہ ۔ اوم تپہ ۔ اوم ستیم ۔

پرانایام کی تفہیم ۔ اس منتر کا پرانایام کے وقت جاپ کرنا چاہئے ۔ اس کے ایک ایک پد کا ارتھ پہلے منتروں کی تشریح میں کر دیا گیا ہے ۔ یہ کل ایشور کے صفات اور اُس کے جلال کو جتلاتے ہیں ۔ جب اندریوں یعنے حواسوں کو پاک کرنیکی پیر تگیا اور اُس کے لئے پرماتما سے بل کی پرارتھنا ہو چکی ۔ تب اُپاسک اپنے من کو چاروں طرف سے روک کر پرمیشور میں جوڑنے کی تیاری کرتا ہے ۔ یہ مقصد اُسوقت تک پورا نہیں ہو سکتا جبتک کہ من استھر (قایم) نہ ہووے ۔ چت کی برتی کو استھر یعنی قایم کرنے کا سب سے اعلےٰ ذریعہ ہمارے بزرگوں نے پرانایام کو بتلایا ہے ۔ پرانایام کے بل سے من اور اُس کے ساتھ ہی اندریاں بیرونی جگت کی باسناؤں (ہوا و ہوس) سے رُک جاتی ہیں ۔ اور یہ روکنا ایشور اُپاسنا کے لئے ازبس ضروری ہے ۔ کیونکہ پاتنجلی کرت یوگ درشن میں کہا ہے ۔

तदा द्रष्टुः स्वरूपे वस्थानम ॥
अ० १ । पाद । १ । सु ३ ॥

اسکی تفسیر میں مہرشی ویاس فرماتے ہیں ” جیسے پانی کے پرواہ کو ایک طرف سے مضبوط بند باندہ کر جب روک دیتے ہیں ۔ تب وہ جس طرف نیچائی پاتا ہے بہ کر ایک مقام پر قایم ہو جاتا ہے ۔ اسیطرح من کی برتی بھی جب باہر سے رُکتی ہے ۔ تب پرمیشر میں قایم ہو جاتی ہے “ کتنے ہی آدمی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ پرانایام کرتے وقت مذکورہ بالا منتر پر وچار یعنے غور کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ اُن کا جواب کسی قدر اوپر مل چکا ۔ من جب باہر کی باسناؤں سے الگ ہو جاتا ہے ۔ تو پانی کی طرح اُس کے ٹھہرنے کے لئے کوئی اور جگہ چاہئے ۔ بس جیوں جیوں من دُنیاوی تعلقات سے علیحدہ کیا جاتا ہے ۔ تیوں تیوں اُپاسک (عبادت کرنے والا) اُسے پرماتما میں درڑہ (مضبوط) کرتا جاتا ہے ۔ اِس لئے پرماتما کے اوصاف کا سمرن (یاد) معہ اُس کے ذاتی نام کے جاپ یعنی ورد کے اُسوقت ضروری ہے ۔ جبکہ چت کو اُسیں ٹھہرانے کے لئے دُنیا کی طرف سے روک رہے ہیں ۔ چنانچہ یوگ شاستر میں بھی پرماتما کے ذاتی نام اوم کا جاپ (ورد) کرتے ہوئے اُس کے معنوں پر غور کرنے کا فرمان ملتا ہے ۔ اب صرف معمولی پرانایام کا طریق باقی رہگیا ۔ پرانایام شروع کرنے سے پیشتر ٹھیک آسن یعنے طریقہ نشست کے جاننے کی ضرورت ہے ۔ واضح رہے کہ پرانایام کی بدہی سے سانسوں

کا ہی درست کرنا مراد ہے۔ اس لئے اُپاسک کو ایسے طریقہ پر بیٹھنا چاہئے۔ جس سے کہ حواسوں کی آمد و رفت میں کچھ دقت نہ پڑے۔ یوگ سادھن میں زیادہ مذاق رکھنے والوں کے لئے تو بہت سی ہدایتیں ضروری ہیں لیکن معمولی سندھیا کرنے والوں کو سکھ آسن (آرام کی نشست) بیٹھنا بہت بہتر اور فائدہ مند ہے۔ معمولی چوکڑی مار کر بیٹھنے اور بازوؤں کو سیدھا نیچے کی طرف کر کے رکھنے کا نام ہی سکھ آسن ہے۔ یہ طریقہ معمولی سے معمولی یوگیوں کی تصویروں سے انسان سمجھ سکتا ہے۔ سادھارن آسن جما کر پہلے ناک کے راستہ اندر کی ہوا کو نابھی (ناف) سے اٹھا کر زور سے باہر نکالے اور اسکو وہیں روک دیوے۔ جب طبیعت گھبرانے لگے تو آہستہ آہستہ ناک کے ہی راستہ باہر کی صاف ہوا کو اندر دماغ کی طرف کھینچے اور حتی الوسع اُسے وہیں روک رکھے۔ اتنی کریا یعنے عمل کو ایک پرانایام کہتے ہیں۔ اس طرح کے تین پرانایام کم ازکم ضرور کرے مشق بڑھ جانے پر زیادہ کرنا کچھ مشکل معلوم نہ ہوگا۔ اور ہوا بھی زیادہ عرصہ تک روک سکیگا۔ جب پرانایام سے من یکسو ہو جاوے۔ تب اُس سے آگے ستتی۔ پرارتھنا۔ اور اُپاسنا (حمد و ثنا۔ دعا اور مناجات) کے منتروں پر غور کرے۔ کیونکہ اس اوستھا (حالت) میں کسی قدر سمادھی لگ جاتی ہے۔ اور وید منتروں کا شدھ بھاؤ پرکاشت (ظاہر) ہونے لگتا ہے۔

ओ३म् ऋतञ्च सत्यञ्चाभीद्धात्तपसोऽध्यजायत ततो रात्र्य
जायत ततः समुद्रो अर्णवः ॥१॥
ओ३म् समुद्रादर्णवादधि संवत्सरो अजायत। अहोरात्राणि वि
दधद्विश्वस्य मिषतो वशी ॥२॥
सूर्याचन्द्रमसौ धाता यथा पूर्वमकल्पयत। दिवंच पृथि
वीं चान्तरिक्षमथो स्वः ॥३॥

(رگوید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۸۔ ورگ ۴۸)

منتروں کا لفظی ترجمہ معہ تفسیر اوم۔ رتم۔ (ऋतम) ودیا یعنی قوانین قدرت۔ چہ (च) اور ستیم (सत्यम) پرکرتی کا دیاکرت سوروپ یعنی مادے کا جمع ہونا۔ چہ (च) اور ابھی (अभि) پورے طور سے ایدھادت (एध्दात) گیان سے۔ تپسہ (तपसः) تپ یعنی طاقت سے۔ ادھیجایت (अध्यजायत) اُتپن یعنے نمودار کئے۔ تتہ (ततः) اس کے بعد راتری (रात्री) Chaos مادے کی وہ حالت جو پرمانوؤں کے اکٹھا ہونے کے پہلے ہوتی ہے۔ اجایت (अजायत) نمودار ہوئی۔ تتہ (ततः) اس کے بعد سمدرہ (समद्रः) کشوبھ (Energy) حرکت۔ ارنوہ (अर्णवः) کشوبھ روپی سمدر سے جو بیج تت نمودار ہوتے ہیں۔ اُتپن ہوئے۔ ہر ہر نے

سورج کی روشنی میں سات رنگ

از

پنڈت گنگا پرساد صاحب ایم۔ اے

مہرشی سوامی دیانند پر بہت کچھہ مذاق اوڑایا گیا ہے۔ محض اسوجہ سے کہ انکا یہ دعوے تہا۔ کہ ویدوں میں جملہ ودیاؤں کے اصل اصول موجود ہیں۔ اور کہ آریہ ورت کے قدیم رشی مہرشی بہت سے سائنس کے اصولوں سے پیشتر اس کے کہ وہ اہل یوروپ کے خواب خیال میں بھی گذریں۔ مدتوں پہلے بخوبی واقف تھے۔ اس مختصر سے مضمون کا یہ مدعا نہیں ہے کہ مہرشی کی اس پوزیشن کی تائید میں کوئی بڑی بحث اٹھائی جاوے۔ لیکن ہم اس امر کو بخوبی واضح کردینا چاہتے ہیں۔ کہ یہ دعوے سب سے پہلے سوامی دیانند سرسوتی جی نے ہی نہیں کیا۔ ہمارے رشی اور مہرشی اس بات کو ہمیشہ سے مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ وید الیشوریہ گیان ہے اور تمام سائنس (علوم و فنون) کے اصول انہیں موجود ہیں۔ **چار اپ وید[1] چھہ انگ[2]۔ چھہ اپانگ[3] یا درشن**۔ خلاصہ یہ ہے کہ آریہ ورت کے زمانہ سلف میں تمام وہ علوم و فنون جنہیں استعداد بہم پہونچائی جاتی تھی۔ انکی نسبت یہ یقین کیا جاتا تہا کہ انکی بنا ویدوں پر ہے۔ اور وید ہی انکا منبع ہے۔ ان علوم و فنون میں سے بعض پر سنسکرت کی کتابیں جو آریہ ورت کے زمانہ تاریکی میں سنسکرت علم ادب کی عام غارت گری سے بچ رہی ہیں۔ اس دعوے کی تائید میں کافی ثبوت پیش کرتی ہیں۔ سب سے پہلے "قانون" کو لیجئے۔ ڈاکٹر جے۔ این بھٹاچاریہ شرومنی **متوطن کلکتہ** (صفحہ ۱۷) دہرم شاستر کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ "قیاس میں یہ آتا ہے کہ ہندوؤں کے دہرم شاستر کا اصل منبع وید ہے" ایک اور موقعہ پر وہ یوں لکھتے ہیں کہ "ویدوں کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ قانون کا آخرین منبع وید ہی ہیں" یہی نہیں ہمارے پنڈت لوگ کچھہ اس سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ وہ پورانے پنڈتوں کے خیال

(نوٹ[1]) آیوروید۔ دہنرویدہ۔ گاندہرو وید۔ ارتھہ وید۔ یہہ چار اپ وید ہیں۔
(نوٹ[2]) شکشا۔ کلپ۔ دیاکرن۔ نرکت۔ چہند۔ جیوتش۔ یہہ چھہ ویدوں کے انگ کہلاتے ہیں۔
(نوٹ[3]) نیاے۔ ویشیشک۔ سانکہیہ۔ یوگ۔ پورو میمانسا۔ اُتر میمانسا۔ یہہ ویدوں کے اپانگ ہیں۔ جنکو شٹ درشن بھی کہتے ہیں ❊

کے بموجب قانون کی ایک ایک دفعہ کے لئے ایک ایک سُتر ہی موجود ہے" (صفحہ ۱) اگرچہ ایسا کہنا کچھہ افراط تفریط میں داخل ہے۔ مگر یہ امر اس بات کے ظاہر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ کہ سوامی دیانند نے ہی یہ دعوے نہیں کیا ہے۔ کہ قانون یا کسی دوسرے سائنس کا منبع وید ہے۔ اس بات کے اظہار کے لئے بہت سے ثبوت موجود ہیں۔ کہ یہ عام طور پر یقین کیا جاتا تھا۔ کہ تمام علوم و فنون کی بُنیاد ویدوں پر ہے۔ مگر اس دعوے کا ثبوت کسی خاص علم کی تائید میں پیش کرنا فضول ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک علم بجائے خود دوسرے سے ہمسری کا دعوے رکھتا ہے۔ مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری تحریر سے کوئی صاحب مغالطہ میں نہ پڑیں۔ یہ امر صرف سوامی دیانند سوستی جی کے ظہور سے چند صدیاں پیشتر ہی عام طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ برعکس اس کے جب سے کہ سنسکرت لٹریچر کا وجود پایا جاتا ہے۔ یہ خیال بھی ایسا ہی چلا آتا ہے۔ ست پتھ براہمن میں جو سوائے ویدوں کے ہمارے تمام علم و ادب میں سب سے پورانی پستک ہے۔ یہہ لکھا ہے۔

स ऐक्षत प्रजापतिः "त्रय्यां वाव विद्यायां सर्वाणि भूतानि। हन्त त्रयीमेव विद्यामात्मानमभिसंस्करवै" इति। शत० १०।४। २।२१-२२

جملہ مخلوق کے مالک پرماتما نے ایکشن[^] کیا کہ" تمام جیو جنتو تری ودیا[^^] میں ہی ہیں۔ صرف اس تری ودیا کو ہی میں روح کی ترقی اور پاکیزگی کے لئے کام میں لاؤں۔"

تیتریہ برہمن جو کہ اتنا ہی قدیم ہے۔ جتنا کہ ست پتھ برہمن یہی بیان بہت کچھہ انہیں الفاظ میں کرتا ہے۔

---

^ ایکشن اُس خواہش کو کہتے ہیں جو پرماتما کے اندر کہی جا سکتی ہے۔ انسان کی خواہشوں کے راستہ میں توڑ کاوٹیں حائل ہوتی ہیں۔ کنتو پرماتما کی اچھیا کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس لئے اسکا نام ایکشن ہے۔

^^ ویدوں کا نام تری ودیا اس لئے ہے کہ اُن میں گیان۔ کرم۔ اوپاسنا تین ودیا ہیں۔ اس لحاظ سے وید تین حصص میں منقسم ہیں۔ جو کہ گیان کانڈ۔ کرم کانڈ اور اُپاسنا کانڈ کے نام سے مشہور ہیں۔ جو منتر گیان کانڈ سے متعلق ہو۔ یعنی کسی شے کے گُنوں کو بیان کرے اُسکو رک یا رچا کہتے ہیں۔ جو کرم کانڈ سے متعلق ہو یعنے رک سے حاصل کئے ہوئے علم کا استعمال بتلادے۔ اُسکو یجو کہتے ہیں۔ اور جو اُپاسنا کانڈ سے متعلق ہو اُسکو سام کہتے ہیں۔ رگوید سنگھتا میں چونکہ زیادہ تر رچائیں ہیں۔ اس لئے اُس کا نام رگوید ہے۔ یجر وید سنگھتا میں زیادہ تر یجو ہونے سے اُسکو یجر وید کہتے ہیں۔ اور سام وید سنگھتا میں زیادہ تر سام ہونے سے سام وید۔ اتھر و وید میں ان تین قسم کے منتر پائے جاتے ہیں۔ اُسمیں ان تین کے علاوہ کوئی چوتھی قسم نہیں ہے۔ اس طرح ویدوں کی تین حصوں گیان کانڈ۔ کرم کانڈ۔ اور اُپاسنا کانڈ میں تقسیم کی طرح پر اُنکی چار حصوں۔ رگوید۔ یجر وید۔ سام وید

अथ सर्वाणि भूतानि पर्य्यैद्दत्। स त्रय्यामेव विद्यायां सर्वाणि भूतान्यपश्यत्। अत्र हि सर्वेषां छन्दसामात्मा सर्वेषां स्तोमानां सर्वेषां प्राणानां सर्वेषां देवानाम्। एतद्वै अस्ति। एतद्ध्यमृतम्। यद्ध्यमृतं तद्ध्यस्ति। एतदु तद्युतद्यन्मर्त्यम्॥

"تب پرماتما نے ساری مخلوقات وکائینات کو اپنے بھاوک گیان سے دیکھا۔ اُس نے تمام کائینات کو صرف تری وِدّیا (وید) میں دیکھا۔ یہاں ہے تمام چھندوں۔ تمام ستوموں (ستیتوں یا تعریفوں) تمام زندگی اور تمام علم کا آتما۔ صرف یہی ہے۔ سچ مچ یہی امرت (آبحیات) ہے۔ جو کچھ کہ امرت ہے وہ یہی ہے۔ انسانوں کے جاننے اور کرنے کے لئے جو کچھ ہونا چاہئے وہ سب اسی میں ہے" اسی برہمن میں ایک بہت ہی عمدہ کتھا موجود ہے جس سے یہہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قدیم آریہ لوگ صرف یہی نہیں کہ ویدوں کو تمام سچے علوم کا خزانہ مانتے تھے۔ بلکہ اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ ویدودیا کی پراپتی ہی قرار دیتے تھے۔

भरद्वाजो ह त्रिभिरायुर्भिर्ब्रह्मचर्य्यमुवास। तं ह जीर्णिं स्थविरं शयानमिन्द्र उपव्रज्योवाच "भरद्वाज यत्ते चतुर्थमायुर्दद्याम् किमेतेन कुर्य्याः" इति। ब्रह्मचर्य्यमेवैनेन चरेयमिति होवाच। तं ह त्रीन् गिरिरूपान-विज्ञातानिव दर्शयाञ्चकार। तेषां ह एकैकस्मान्मुष्टिमाददे। स होवाच भरद्वाजेत्यामन्त्र्य। "वेदा वै एते। अनन्ता वै वेदाः। एतद्वै एतैस्त्रिभिरायुर्भिरन्ववोचथाः। अथ ते इतरदननूक्तमेव। एहि इमं विद्धि। अयं वै सर्वविद्या" इति॥ तैति०

३।१०।११।३-४

ترجمہ۔ بھاردواج رشی نے تین جنموں تک ویدوں کا مطالع جاری رکھا۔ جب وہ ضعف اور ناتوانی کی حالت میں بستر مرگ پر پڑے تھے وہ عالم وِدیا ہے۔ میں کیا دیکھتے ہیں کہ پرماتما اُن سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اے بھاردواج

بقیہ حاشیہ نمبر صفحہ - اور اتھروید میں تقسیم میں متضاد نہیں ہے۔ اور "त्रयी विद्या" (تری ودیا) یہہ نام چاروں ویدوں کا ہے۔

اگر ہم تجھ کو چوتھا جنم عطا کریں۔ تو اُسمیں تم کیا کرو۔ بھاردواج جی جواب دیتے ہیں کہ میں اُسمیں بھی ویدوں کا ہی مطالعہ جاری رکھوں گا۔ تب پرماتما نے انہیں کچھ دُھندلی سی یا نا معلوم چیزیں دکھلائیں۔ جو تین پہاڑوں کے مشابہ تھیں۔ اور ایک ایک مُٹھی ہر ایک میں سے بھر لی اور بھاردواج کو مخاطب کر کے کہا کہ "یہ وید ہیں" "وید انت ہیں"۔ انہیں کو تو نے تین جنموں میں ذرا پڑھا ہے۔ باقی ابھی تک تجھے نہیں بتلایا گیا ہے آؤ۔ اور اسے سمجھو! یہی تمام وِدیا ہے۔

منو کے مندرجہ ذیل شلوک بھی اس قابل ہیں۔ کہ یہاں انہیں پیش کیا جائے۔

चातुर्वर्ण्यं त्रयो लोकाश्चत्वारश्चाश्रमाः पृथक् ।
भूतं भवद् भविष्यच्च सर्वं वेदात् प्रसिध्यति ॥
शब्दः स्पर्शश्च रूपञ्च रसो गन्धश्च पञ्चमः ।
वेदादेव प्रसिध्यन्ति प्रसूतिगुणकर्मतः ॥

نوٹ ا۔ پرماتما انت (بے پایاں) ہونے سے اُس کا گیان (علم) بھی بے پایاں ہے۔ انہیں معنوں میں ویدوں (پرماتما کا پورن گیان) کو بے پایاں کہا گیا ہے۔ لیکن لفظ وید ایک اور معنوں میں بھی مستعمل ہے یعنی پرماتما کے گیان کا اُتنا حصہ جسقدر کہ ابتدائے آفرینش میں انسان کے لئے بذریعہ الہام دیا گیا۔ اور جو کہ یجروید۔ سام وید اور اتھروید چار کتابوں میں منضبط ہے۔ ان دوسرے معنوں میں وید محدود ہے جیسا کہ اسی ٹکڑے میں یعنی تیتریہ برہمن میں تسلیم کیا گیا ہے۔

अथ ब्रह्म वदन्ति "परिमिता वै ऋचः परिमितानि सामानि परिमितानि यजूंषि अथ तु एतस्यैवान्तो नास्ति यद् ब्रह्म ।

برہما (چاروں ویدوں کے جاننے والے ودوان) کہتے ہیں کہ رچائیں پرمیت (محدود) ہیں۔ سام محدود ہیں۔ یجو محدود ہیں۔ صرف برہم ہی ہے جس کا کوئی انت نہیں ہے۔" وے پرماتما کے تمام علم کے مقابلہ میں ویسے ہی ہیں جیسے کہ ایک پہاڑ کے مقابلہ ایک مُٹھی۔ لہٰذا اس کتھا کا مطلب یہ ہے کہ بھاردواج اپنے تین جنموں میں پرماتما کے علم کا صرف ایک بھاگ (حصہ) ہی تحصیل کر سکا۔ اگرچہ وہ سب کا سب تھا جو کہ اس زندگی میں انسان سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ "باقی ابھی تمکو نہیں بتلایا گیا ہے" یہ انسانی روح کو تناسخ سے آزادی حاصل کرنے کے بعد یعنی موکش (نجات) کی حالت میں دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ سمپورن (تمام) ایشوریہ گیان (علم الٰہی) کو جاننے کے قابل ہو جاتا ہے۔ بس "अनन्ता वै वेदाः" یعنی "وید انت ہیں"۔ اس واکیہ سے یہ مراد ہرگز نہیں لی جا سکتی۔ کہ چاروں وید ایشوریہ گیان نہیں ہیں۔

बिभर्ति सर्व भूतानि वेदशास्त्रं सनातनम् ।
तस्मादेतत् परम्मन्ये यज्जन्तोरस्य साधनम् ॥
सैनापत्यंच राज्यं च दण्डनेतृत्वमेव च ।
सर्वलोकाधिपत्यं च वेदशास्त्रविद् र्हति ॥

ترجمہ چاروں ورن - تینوں لوک - چاروں آشرم - ماضی وحال ومستقبل کے جو کچھ کرم ہیں وہ ہمیشہ چار وید ہی سے ظاہر ہوتے ہیں - (۹۷) ستیہ - رج - تم ان تینوں گنوں سے پیدا ہوئے - جو شبد - سپرش - روپ - رس - گندھ ہیں - وہ سب وید کے گیان ہی سے ظاہر ہوتے ہیں - (۹۸) ہمیشہ سب جانداروں کو دھارن کرنے والا جو وید وشاستر ہے وہی آدمی کا افضل مددگار رہتا ہے - اس بات کو میں مانتا ہوں -

(۹۹) سیناپت کا کرم - راج ڈنڈ دینا سب لوک کی حکومت ان سبکو وید وشاستر جاننے والا ہے -

ان فقروں سے یہ امر بخوبی روشن ہوتا ہے - کہ ویدوں کے متعلق سوامی دیانند سرستی کا دعوے کوئی نیا نہیں تھا - اور سوامی جی نے صرف پرانے رشیوں کے حوالوں پر ہی اکتفا نہیں کی - انہوں نے اپنے وید بھاشیہ میں بہت سے وید منتر اس دعوے کے ثبوت میں درج فرمائے ہیں - کہ سائنس کے بہت سے اصول جو اہل مغرب کو اب سے صدی دو صدی پیشتر معلوم ہوئے ہیں - ان کا صاف طور پر ویدوں میں ذکر پایا جاتا ہے - ویدوں کے اس دعوے کی تشریح میں ہم نمونہً رگوید کے دو منتر پیش کریں گے - جو یہہ بتاتے ہیں کہ سورج کی شعاعوں میں سات رنگ ہیں - سائنس کے اس اصول کے دریافت کرنیکا فخر یورپ میں سر آئیزک نیوٹن کو دیا جاتا ہے - مفصلہ ذیل ثبوت گینوٹ صاحب کی کتاب نیچرل فلاسفی سے اخذ کیا جاتا ہے -

فرض کرو کسی اندھیری کوٹھڑی کی کھڑکی میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہے جسمیں سے دھوپ کی شعاعیں گزرتی ہیں - ان شعاعوں سے سورج کی گول شکل نظر آتی ہے - لیکن اگر انکے راستہ میں منشور مثلثی لگا دیں تو انہیں سے شعاعیں گزرتے وقت منحرف ہو جائینگی - اور قوس قزح کی رنگ برنگ کی روشنی کا ایک عمودی لمبا سا فیتہ نظر آئیگا - جسکی ایک جانب سے پہلی دھاری سرخ دوسری نارنجی - تیسری زرد - چوتھی سبز - پانچویں آسمانی - چھٹی نیلی - اور ساتویں بنفشئی ہوگی - اس تجربہ سے نیوٹن صاحب نے یہ نتیجہ اخذ کیا - کہ سورج کی کرنوں میں سات قسم کے مختلف رنگ ہوتے ہیں جو ملکر سفید ہو جاتے ہیں - اور جب علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں - تو اپنے جدا جدا رنگ دیتے ہیں - یہہ امر کہ سورج کی روشنی سات رنگوں سے مرکب ہے - اس طرح پر بھی ثابت کیا جا سکتا ہے - کہ اگر سات رنگوں کو باہم ملا دیا جاوے - تو پھر سفید رنگ بن جاتا ہے - یہ تجربہ کئی طرح پر ہو سکتا ہے -

(۱) ہم دیکھ چکے ہیں کہ منشور مثلثی روشنی کی مرکب شعاع کو پھاڑ کر مختلف رنگ کی مفرد شعاعوں کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ اِن کو بجائے چک یا پردے کے کسی بڑے دوہرے محدب شیشے یعنی لینز پر پڑنے دیجئے جیسے فوکس یعنے مرکز پر ایک چھوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا رکھ دیجئے۔ سات رنگ مرکز شعاع پر آ کر منطبق ہونگے۔ اور پردے کے اوپر ایک نہایت سفید گول شکل نظر آئیگی۔ جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ سات رنگوں کے اجتماع سے سفید رنگ پیدا ہوتا ہے۔

(۲) یہ امر نیوٹن صاحب کی ڈسک (قوس) کے ذریعہ سے بھی پایۂ ثبوت کو پہونچ سکتا ہے۔ یہ ایک کاغذ کے گتے کا قوس ہوتا ہے۔ جس پر سات رنگ کے کاغذ کے ٹکڑے منڈھے ہوتے ہیں۔ جب اسی جلد جلد محور پر گردش دی جاتی ہے تو یہ سفید نظر آتا ہے۔

اس طرح پر سفید روشنی کو پھاڑ کر سات رنگوں میں الگ الگ کر دیا اور پھر سات رنگوں کے ملانے سے سفید روشنی بنجانا پورے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ کہ سورج کی روشنی میں ایک ہی رنگ نہیں ہے۔ بلکہ وہ سات رنگوں سے مرکب ہے۔

نہایت خوبصورت قوس قزح کا نظارہ جکو سب جانتے ہیں۔ اسی طرح پر پیدا ہوتا ہے۔ کہ سورج کی سفید روشنی جب بادلوں میں قطرات آب میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ تو پانی کا قطرہ منشور مثلثی کا کام دیتا ہوا اسکو پھاڑ دیتا ہے جس سے سات رنگ الگ الگ قوس قزح کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ درحقیقت یہی کیفیت قطرات شبنم۔ فواروں کے اچھلنے اور چادر آب میں نظر آتی ہے۔ غرضیکہ جہاں کہیں سورج کی روشنی کسی پانی کے محراب کے اندر قطرات آب میں سے ہو کر گذرتی ہے۔ تو یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ اب ہم یہ ثابت کریں گے۔ کہ سائنس کے اِس اصول کو وید منتر کس طرح سے ہویدا کرتے ہیں۔ (باقی آیندہ)

ویدک مارتنڈ

مباحثہ دربارہ الہام

درمیان مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری و ماسٹر آتما رام صاحب آریہ

اسوقت نہایت ہی مختصر طور پر جتلانا ضروری ہے۔ کہ الہام کی شرائط کیا ہو سکتی ہیں۔ (۱) سب سے پہلے

ہمیں یاد رکھنا چاہیئے - کہ شبدارتھ اور سمبندھ یعنے ملفوظات مفہومات اور اُنکے تعلق کا نام الہام ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے - کہ الہام علم کا دوسرا نام ہے - لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ جس طرح سورج کی روشنی سے کوئی حرارت کو جُدا نہیں کرسکتا - اُسی طرح علم سے زبان اور اُسکا باہمی تعلق کوئی جُدا نہیں کرسکتا - پس اگر ہم الہام کے لئے عام طور پر علم کا لفظ استعمال کریں - تو اُس سے ہمیشہ یہی مراد لیجائیگی جو ہم نے بیان کردی -

غور سے دیکھیں تو علم (وید) خدائی صفت ہے - اور الہام بجز علم کے کوئی علیحدہ شے نہیں ہے علم کا کام بھی سورج کیطرح سبکو روشنی پہونچانا ہے - اور الہام کا مدعا بھی یہی ہے - اس لئے علم اور الہام میں ہرگز فرق نہیں ہوسکتا - پس علم کو الہام کا مترادف لفظ سمجھنا چاہیئے -

(۲) الہام یا علم کے اندر تاریخ یا جاگرفی کی باتیں یا قصے کہانیاں ہرگز شامل نہیں ہوسکتیں - علم سائینس کا مترادف لفظ ہے - سائینس یا علم جبکہ قدرتی اور طبعی یا خدائی کہلانے کا مستحق ہے - جیسا کہ کل اہل عقل مانتے ہیں وہاں تاریخی بیانات یا قصے کہانیاں ہرگز قدرتی اور طبعی نہیں کہلاسکتیں - اسیوجہ سے مغربی علما بھی علم تواریخ کو ہرگز سائینس یا علم کے معنوں میں نہیں لیتے - اور تاریخ کی وقعت اُنکی نگاہوں میں اُتنی ہرگز نہیں جتنی کہ سائینس یا علم کی ہے - علم کو وہ طبعی اور قدرتی کے نام سے پکارتے ہیں لیکن تاریخ یا قصے کہانیوں کو وہ مصنوعی کہتے ہیں - میکس میولر کے مندرجہ ذیل الفاظ ہمارے اس بیان کی تائید میں پیش کئے جاسکتے ہیں (دیکھو سائینس آف لنگویج جلد اول صفحہ ۲۰)۔

"طبعی سائینس (علم) کہا جاسکتا ہے جو کہ خدا کے کاموں کی ماہیت بتلاتا ہے - تواریخی علم السان کے کاموں کی تشریح کرتا ہے - مثلاً روشنی کا سائینس - جس کہ روشنی اور رنگ کے تمام قوانین کا ذکر ہے - ایک طبعی سائینس ہے" میکس میولر اس قسم کی بہتسی تمثیلات دیکر اپنی تحریر میں یہ ثابت کرتا ہے - کہ علم زبان بھی ایک سائینس ہے - اور اسکا درجہ دیگر علوم کے برابر ہے - کیونکہ ابتدائی زبان انسان کی بناوٹ یا ایجاد کردہ نہیں ہے - ہم اس بات کو طول دینا نہیں چاہتے - اب یہ دیکھ لینا کافی ہوگا - کہ آیا قرآن یا وید کس میں تاریخی باتیں ہیں - اور جس کتاب میں تاریخی باتیں درج ہوں - وہ بلاشبہ علمی یا الہامی کتاب یا سائینس کی بُک کہلانے کی مستحق نہیں - وید جیسا کہ آریوں کا دعویٰ ہے - تاریخی بیانات سے بالکل مبرا ہے - اس لئے وید علمی یا الہامی کتاب کہلاسکتا ہے - جبکہ قرآن جسمیں جیسا کہ اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہوگیا ہے - پیغمبروں کے قصے کہانیاں وغیرہ درج ہیں - ہرگز ہرگز علمی یا الہامی کتاب نہیں کہلاسکتی

(۳) خدا کے قول و فعل کی مطابقت ضروری ہے -

سائینس (علم) کی کتاب خدا کے کاموں کا ذکر کرتی ہے - لیکن تاریخی کتاب انسان کے افعال کا - وید کلام الہی ہے - کیونکہ یہہ قدرت جو کہ فعل خدائی ہے - اسکو بیان کرتا اور اُسکے مطابق ہے

لیکن قرآن قدرتی اشیاء کا ہرگز علم نہیں دیتا۔ اس لئے یہ مصنوعی یا انسانی کتاب ہے۔

(۴) الہام دُنیا کی پیدائش کے شروع میں ہی ہوسکتا ہے:۔

جس طرح کہ آنکھ کے لئے سورج کا پہلے ہونا ضروری ہے۔ جس طرح کہ بچہ کی پیدائش سے پہلے خدا اُسکی ماں کے پستان میں دودھ کا بندوبست کرتا ہے۔ جس طرح کہ ایک دانا اور صاحب قدرت باپ اپنے بیٹے کو سفر پر بھیجنے کے لئے ضروری سامان ساتھ ہی مہیا کردیتا ہے۔ ہر جگہ قدرت میں خدا نے یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ حیوانات اور انسانوں کی ضروریات مہیا کرنیوالی اشیاء اُنکی ضروریات سے پہلے مُہیّا ہوجائیں۔ یا اُن کے ساتھ ساتھ۔ عام کہاوت ہے۔ کہ پیاس کے وقت جو کنواں کھودے وہ دانا نہیں۔ پیاس لگنے سے پیشتر دانا لوگ کنواں کھودا کرتے ہیں۔ اگر خدا اس دُنیا کے ابتداء میں الہام نہ دیتا تو وہ خدا کب کہلا سکتا۔ پہلے سے ہی انتظام کرنا خدا کی دانائی اور ہمہ دانی کا ثبوت ہے۔ نہ صرف اس لئے بلکہ اسلئے بھی کہ وہ ہماری بہتری کا مثل والدین کے خواہاں ہے۔ کیا کوئی باپ جبکہ اُس کے پاس چراغ جلانے کی توفیق ہو اپنے بچے کو اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ سکتا ہے؟

خدا نے جب سانس لینے کے لئے ہوا پینے کے لئے پانی کھانے کے لئے پھل میوے اور دیکھنے کے لئے سورج ٹھہرنے کے لئے زمین پہلے سے ہی مہیا کردی تو کیا الہام کے بغیر اُسکو گمراہ چھوڑ دیا۔ وید بینی کا نہ ہونا جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ اور جس خدا نے پہلے مکمل الہام نہیں دیا اُسپر یہ الزام عاید ہوگا۔

(۵) ترمیم تنسیخ ایزادی کمی وغیرہ خدائی کاموں میں نہیں ہوسکتی:۔

خدا چونکہ مکمل ہے اسلئے اُس کے کام بھی مکمل ہیں۔ قدرت اُسکا کام ہے۔ اور الہام اس کام کی تشریح۔ قدرت کی اشیاء اور قدرت کے قوانین جبکہ بے بدل ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ سچا الہام جو کہ اس قدرت کی تشریح ہے وہ بے بدل نہ ہو۔ جس طرح خدا کی قدرت میں ترمیم تنسیخ کمی بیشی وغیرہ کرنے کی خدا کو ضرورت نہیں پڑتی۔ اسی طرح قدرت کی تشریح یعنے الہام میں بھی کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہ ہونی چاہئے۔ سچ تو یہ ہے کہ الہام قدرت کی اشیاء سے اس بات میں بڑھکر رہتا ہے نہ کہ کم کیونکہ قدرت میں مادہ جو خدا سے علیحدہ شے ہے۔ اور جو کہ غیر مدرک اور دیگر صفات والا ہے شامل ہے۔ اور اُسکا جوڑنا یا جدا کرنا ایک خاص موقعہ پر ضروری ہے۔ لیکن علم جو کہ خدائی صفت ہے۔ علم جو کہ خدا کی ذات میں شامل ہے۔ اُسمیں کبھی بھی تبدیلی واقعہ نہیں ہوسکتی۔ جس طرح کہ مسلمان بھی مانتے ہیں کہ قیامت کے ہونے پر بھی خدا کی ذات میں تبدیلی واقعہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح پر الہام یا علم میں کبھی تبدیلی واقعہ نہ ہونی چاہئے۔ اسیوجہ سے ویدوں کا ازلی ابدی ہونا کہا جاتا ہے۔ مکمل شے میں نقص کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ اگر خدا مکمل ہے تو اُسکا الہام بھی ترمیم تنسیخ وغیرہ سے مبرا ہونا

ہونا چاہیئے - وید میں آج تک کوئی ترمیم تنسیخ نہیں ہوئی نہ کمی بیشی کی ضرورت پڑی - لیکن مسلمانی خدا نے جو پہلے نبیوں کو الہام دئے - اُسکا کچھہ حصہ تبدیل کرکے دوسرے لوگوں کو الہام دئے - اِس لئے وہ الہام اور خدا غیر مکمل ثابت ہوتے ہیں -

(۶) قدرتی شے کو کوئی انسان کبھی تباہ نہیں کرسکتا -:-

جس طرح کہ ایک چیونٹی یا مکھی ہمالہ پہاڑ کو گرا نہیں سکتی - ٹھیک اُسی طرح جملہ انسان خدا کے الہام یا علم کو تباہ نہیں کرسکتے - جبکہ ایک کمزور آدمی ایک طاقتور آدمی کو گرا نہیں سکتا تو کیا کوئی انسان خدائی الہام کو تباہ کرسکتا ہے - کیا آج تک آپنے کبھی سُنا کہ کسی انسان نے سورج یا چاند کو تباہ کردیا - جبکہ کوئی شخص کسی قدرتی شے کو تباہ نہیں کرسکتا - تو کیا وہ الہام کو تباہ کرسکتا ہے - نہیں ہرگز نہیں - کیا کوئی انسان ہوا کو ڈومنٹ کے لئے اِس زمین پر سے تباہ کرسکتا ہے ؟ مُسلمان لوگ کہتے ہیں کہ قرآن خدا نے اُسوقت اوتارا جبکہ پہلے دئے ہوئے الہام یا تو گم ہوگئے یا تباہ ہوچکے تھے - اُنکے ایسا کہنے سے پایا گیا - کہ وہ قدرتی الہام کو ایسی شے مان رہے ہیں - جو کہ کبھی گم یا تباہ ہوسکتی ہے - یہ سچ ہے کہ کمزور خدا سے ہمیشہ کمزوری کے کام ہوتے رہیں گے - اگر مُسلمانی خدا نے پہلے الہام دیا - اور پھر اُسکو قایم نہ رکھہ سکا تو کوئی وجہ نہیں کہ جو الہام اُس نے بقول مُسلمان صاحبان اب دیا اُسکو قایم رکھہ سکے - کیونکہ جس کمزوری کیوجہ سے اُس کے پہلے الہام گم ہوگئے - اُسی وجہ سے یہ الہام بھی نہ رہے گا - اِس لئے مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ قرآن کے بعد الہام نہ ہوگا - یا قرآن کا الہام تباہ نہ ہوگا - ہمارے تجربے اور اُنکے خدا کی عادت کے خلاف ہے -

(۷) ہر ایک کلپ کے بعد اُسی الہام کا ہونا ضروری ہے -:-

جس طرح کہ کلپ کے بعد ہی ایشور اسی مادہ سے بوجہ خود مکمل ہونے کے کسی اور طرز پر چاند سورج نہ بناتا ہوا مین اسی طرح پر بناتا ہے - ٹھیک اُسی طرح پر وہ انہی ویدوں کا پرکاش کرتا ہے - اور بیشمار دفعہ پہلے یہ وید پرکاش ہوچکے - اور آیندہ ہمیشہ ہر کلپ کے موقعہ پر ہوتے رہیں گے - کیونکہ خدا مادہ اور روح ازلی ابدی ہیں - ازلی ابدی اشیاء کا آغاز و انتہا کبھی نہیں ہوا کرتا -

(۸) ایشور کی کلام اُس کی صفات کے مطابق ہو - اور اُسکو ظاہر کرنیوالی ہونی چاہیئے :-

ایشور مکمل ہے اِس لئے لازمی ہے کہ اُسکا الہام بھی مکمل ہو -
ایشور مخزن العلوم ہے اِس لئے ایضاً ،، مخزن العلوم ہو -
ایشور عادل ہے - اِس لئے ،، ،، عدل سے پُر ہو -
وغیرہ وغیرہ -

(۹) قدرتی اشیاء کی تین خصوصیتیں قدرتی الہام میں ہونی ضروری ہیں:-
سورج ایک قدرتی شے ہے اور چراغ ایک مصنوعی چیز۔ چراغ کی روشنی محدود ہے لیکن سورج کی روشنی عالمگیر۔ چراغ میں دھواں وغیرہ موجود ہے۔ جس سے کہ اس کے ناکمل ہونے کا ثبوت مل سکے سورج میں کوئی جزو ایسا نہیں۔ جو کہ ثابت کرے کہ اسکو ناکمل صانع نے بنایا ہے۔ چراغ ہر ایک کے لئے ضروری اور مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔ جبکہ سورج سب کے لئے ضروری اور مفید ہے۔
ہر ایک چیز جو کہ قدرتی ہے اسمیں بلاشبہ تین خصوصیتیں ضرور ملینگی یعنے
(الف) اسکا عالمگیر ہونا۔
(ب) مکمل ہونا۔
(ج) مفید یا راحت بخش ہونا۔
(۱۰) الہام کے پرکھنے کی کسوٹی قدرت اور دلیل ہی ہے:-
الہام چونکہ ایشور کی کلام یا گیان ہے۔ اور قدرت اسکا فعل اس لئے اگر ہمیں کلام کے پرکھنے کی ضرورت پڑ جائے۔ تو سب سے بہتر طریق یہی ہے کہ ہم اسکو قدرتی قوانین کے ساتھ ملالیں۔ اگر الہام کا کوئی حصہ قدرتی قوانین کے مطابق نہ پایا جائے تو وہ حصہ سچا نہیں ہوسکیگا۔ اگر کوئی شخص خدا کی ہستی کا قائل نہ ہو تو ہم اسکو یہہ کہہ کر خدا کی ہستی کے نشان دیا کرتے ہیں۔ کہ بھائی قدرت کے اندر نظام اور حرکت موجود ہے۔ مادہ غیر مدرک اور بیحرکت چیز ہے۔ پھر یہ نظام کہاں سے آگیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ بڑے بڑے منکر قدرت کے بغور مطالعہ سے خدا پرست بن گئے۔ جس طرح پر کہ قدرت خدائی صفات کو بتلاتی ہے۔ اور منکر کو بھی خدا ثابت کرکے دکھاتی ہے۔ اسی طرح پر وہ صفات جو خدا کے متعلق ہیں۔ الہامی کتاب میں بھی پائے جانے ضروری ہیں۔ یا یوں کہو کہ الہامی کتاب اگر ایشور اور اسکی صفات کا ذکر کرتی ہو تو ان صفات کو ہم تب باور کرسکتے ہیں۔ اگر انکو قدرت میں بذریعہ دلیل محسوس کرلیں۔ کیا معنے کہ الہام کے مضمون کو ہم تب درست کہہ سکتے ہیں جبکہ یہ قوانین قدرت کے مطابق ہو یا انہی کی تشریح کرے۔
روشنی اچھی ہے یا بری اسکی شہادت آنکھ دے سکتی ہے۔ ذائقہ اچھا ہے یا خراب اسکی شاہد زبان ہے۔ علم سچا ہے یا جھوٹا اسکی گواہی عقل یعنے دلیل ہی دے سکتی ہے۔
(۱۱) الہام جس زبان میں ہوا ہو وہ زبان بھی ابتدائی اور قدرتی اور مکمل طور پر فصیح ہونی چاہئے۔
(۱۲) الہامی کتاب وہ ہے جسمیں الہامی تعلیم درج ہو۔
(۱۳) الہامی کتاب میں مکمل طور پر دعویٰ الہام درج ہونا چاہئے۔ اور قدرتی الہام کے جاننے کے لئے کسی مصنوعی شہادت (تاریخی بیان) مثل ملہم کے حالات وغیرہ کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔

کیونکہ سورج کی روشنی کو کسی چراغ کی روشنی روشن نہیں کرسکتی - اِس لئے الہام کا سوتہ پرمان مثلِ آفتاب کے ہونا ضروری ہے -

ویدمنتروں سے دعوے الہام کا ثبوت

نمبر (۱)

स नः पितेव सूनवेऽग्ने सूपायनो भव ॥
सचस्वा नः स्वस्तये ॥
(ऋग्वेद मं० १ अ० १ सू० १ मं० ९)

(رگوید بھاشیہ صفحہ ۲۹)

(पितेव) جس طرح باپ (सूनवे) اپنی اولاد کو مفید تعلیم دیتا ہے - ویسے (अग्ने) علم مجسم پرمیشور (नः) ہمکو (सूपायनः) مبارک علم جوکہ جملہ راحتوں اور مفید اشیاء کی حصول کا ذریعہ ہے - اُسکو دیتا اور (नः) ہملوگوں کو (स्वस्तये) جملہ راحتیں (सचस्व) بخشتا ہے -

(مطلب) سب سے پہلے دکھایا گیا ہے کہ پرمیشور نے تمہیں ہم کو علم یا الہام دیا جس طرح سے کہ ایک باپ اپنے پیارے بیٹے کی ضروریات مہیا کرتا ہے - ٹھیک اُسی طرح علم مجسم پرمیشور نے جوکہ وید بتلاتا ہے - کہ ہمکو مثل باپ کے پیار کرتا اور تمہاری بہتری کا خواہاں ہے - اُسنے جملہ راحتوں کے دینے والے مفید علم سے ہمکو بہرہ ور کیا ہے - یہی نہیں کہ صرف علم دیا ہو - بلکہ جملہ راحتیں بھی دی ہیں -

علم (وید) ہمیں کس نے دیا ؟ منتر میں جواب ہے - کہ علم مجسم پرمیشور نے پس اس سے کیا صاف ثابت نہیں ہوتا کہ علم یا وید کا پرکاش کرنیوالا پرمیشور ہے - اور اِس لئے وید الہامی ہیں - کیونکہ یہ علم مجسم پرمیشور سے ظاہر ہوئے ہیں - اور ساتھ ہی اس کے ویدوں کا مدعا کیا ہے - اُسکا یہ جواب ملگیا - کہ ہملوگوں کی بہتری اور بہبودی - بچے کو اگر والدین کچھ نہ سکھائیں تو بچے بالکل مور کھہ رہجاتے ہیں - ٹھیک جس طرح کہ باپ بچہ کو زبان اور علم سکھاتا ہے - اُسی طرح پرمیشور نے انسان کو جوکہ مثل بچہ کے ہے علم دیا - تشبیہ کیسی مناسب اور اعلیٰ ہے -

کیا قرآن میں کہیں پر ذکر ہے کہ خدا نے مثل باپ کے انسان کو اُسکی بھلائی کے لئے علم دیا - میرے خیال میں قرآن اِن باتوں کو کہاں بیان کرسکتا ہے - قرآن تو لکھی لکھائی کتاب کے اُتارنے کے فکر میں ہے -

نمبر ۲

एवा ह्यस्य सूनृता विरप्शी गोमती मही
पक्का शाखा न दाशुषे ॥

(ऋग्वेद मं० १। अ० ३। सू० ८, मंत्र ८।

(पक्वाशाखा न) جیسے تکمیل یافتہ درختوں کی پکی ہوئی شاخیں میوہ سے پُر راحت بخش ہیں (अस्य हि) تحقیق ویسے ہی پرمیشور کی (गोमती) جسکو حاصل کرکے عالم بنتے ہیں۔

(सूनृता) بھلائی اور سچائی کے ظاہر کرنے والی۔

(विरप्शी) مخزن العلوم اور

(मही) جملہ انسانوں کے عزت کرنے کے لائق وید کی کلام ہے۔

(दाशुषे) وہ غور سے سوچنے والے کے لئے جملہ علوم کو ظاہر کرنیوالی ہے۔

(دیکھو رگوید بھاش صفحہ ۱۳۴ جلد اول)

(**مطلب**) اس منتر میں پہلے لفظ مکمل کی تشریح کیگئی ہے۔ اور تمثیل دیکر سمجھایا ہے۔ کہ جس حالت میں درختوں کی شاخیں پکے ہوئے میووں یا پھلوں سے بھر جائیں۔ وہ حالت مکمل کہلاتی ہے۔ جب درخت کے پھل پکجاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ درخت مکمل ہے۔ کیونکہ اسمیں جڑ۔ تنہ۔ ریشہ۔ پتے۔ شاخیں اور پھل سب کچھہ موجود ہے۔ قدرت میں مکمل شے کو بیان کرنے کے بعد جتلایا ہے۔ کہ کلام وید اسی طرح مکمل ہے۔

پھر کہا ہے کہ تحقیق ویسے ہی وید جسکو کہ حاصل کرنے سے ہی انسان عالم بن سکتا ہے۔ وہ بھلائی اور سچائی کے ظاہر کرنیوالا مکمل ہونے کیوجہ سے مخزن العلوم اور جس طرح کہ ایشور کی جملہ صفات کی عزت جملہ انسانوں کو کرنی چاہئے۔ اُسی طرح وید بھی اسکا علم اور انسانوں کے رہبر ہونیکی وجہ سے جملہ انسانوں کی عزت کے لائق یعنے قابل قدر ہیں۔

سمندر میں جواہرات بھرے پڑے ہیں لیکن نصیب اُنکو ہی ہوتے ہیں جو جستجو کرتے ہیں۔ ویدوں میں جملہ علوم کا خزانہ ہے۔ لیکن اُس خزانہ کو وہی پاسکتا ہے جو رشی مُنیوں کی طرح وید منتروں کو غور سے سوچتا ہے۔

(اس منتر میں چھہ اصول بیان کئے گئے ہیں۔)

(الف) وید مکمل ہیں

(۲) سبکی بھلائی کے لئے ہیں۔

(۳) سچائی سے پُر ہیں۔

(۴) مخزن العلوم ہیں۔

(۵) اعلےٰ ہونے کی وجہ سے سبکے قابل قدر ہیں +

(باقی آیندہ)

مورتی پوجا کی اصلیت

بجواب

رسالہ مورتی پوجا

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

باب اول صفحہ نمبر ا لغائیت صفحہ نمبر ۷ تک

اعتراضات کا جواب

(۱) **قول بُت پرست** - لیکن بڑے بیوقوف ہیں وہ جو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ یہہ بات ہماری سمجھہ میں نہیں آتی پس یہ بات واہیات اور قانون قدرت کے برخلاف ہے -

(۱) **قول خدا پرست** - بیشک یہ بہت ٹھیک ہے - ہمارا آپکے اِس قول سے پورا اتفاق ہے - کیونکہ کسی بات کا بلا سوچے سمجھے فوراً غلط یا صحیح مان لینا بیوقوفوں کا کام ہے - نہ شیوۂ عقلمندان - مگر افسوس آپنے جس بات سے نفرت ظاہر کی ہے - ایک حرف کا بھی وقفہ نہ دیا کہ آپ ہی اُس کے مرتکب بن گئے - اور بلا سوچے سمجھے اپنی خیالی باتوں کی بنیاد پر اعتراض کر کے مخاطب ویدک دھرمیوں کو بنایا - مگر پہلے یہ نہ دیکھہ بھال لیا کہ آریہ دھرمی لوگ کبھی کوئی بات اندھا دُھند طریقہ سے نہیں کرتے - بلکہ بموجب اقوال وید وشاستر ہر بات کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے پرکھہ کر اُسپر فیصلہ دیتے ہیں - نہ کہ آپکی طرح (برھم واکئینگ جنادھنا) کے قول پر اعتماد کر کے محقق راستبازوں کو گالی گلوچ دیتے ہیں - بلکہ ہمارا سارا دار مدار مہرشی منو کے اقوال مفصلہ ذیل پر ہے ؛

यस्य तर्केन सिन्धत्ते स धर्मं वेद नेतरः

یعنے جو دھرم دلیل سے رد نہیں کیا جاسکتا - وہ دھرم ویدوکت ہے -

वेदः स्मृतिःसदाचारः स्वस्य चप्रिय मात्मनः ॥
एतं चतुर्विधं प्राहुःसाक्षाद्धर्मस्य लक्षणम् ॥

جواب ۔ وید اور شاستر اور سداچاری مہاتماؤں کے آچرن اور اپنے آتما کے مطابق ہو وہ دہرم کی بات ہے کیونکہ یہہ چاروں علامات اظہر من الشمس دہرم کی ہیں۔ بنابراں آپ کا یہ زود بازی اور سینہ زوری کا اتہام ویدک دہرمیوں پر۔ دروغ گوئیم بروئے تو کا مصداق ہے۔ زیادہ کچھ نہیں۔

(۲) **قول بُت پرست** ۔ پیارے ناظرین میرا مطلب اسوقت اُن نوجوانوں سے ہے جو فوراً چلّا اُٹھتے ہیں کہ مورتی پوجا شرادہ ۔ تیرتھ وغیرہ اسوجہ سے غلط ہیں۔ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔

(۲) **قول خداپرست** ۔ میرے پیارے اگر آپکی مراد ایسے لوگوں سے ہے کہ جو مورتی پوجا مرتک شرادہ دریائی تیرتھوں وغیرہ کو فوراً غلط کہہ دیتے ہیں تو ہم بھی آپکے معاون ہو کر اُن سے باادب سفارش کرتے ہیں کہ وہ بلاسوچے سمجھے اُنکو غلط نہ کہا کریں اُن کو مناسب ہے کہ اُنکی حقیقت کو سوچ سمجھ لیا کریں۔ اور پھر بھی جب بُت پرستی اور مرتک شرادہ یا دریائی تیرتھوں وغیرہ پوپ پاکھنڈ کا رد کیا کریں تو ساتھ ہی دلائل عقلیہ ونقلیہ پیش کریں۔ تاکہ اُنکے قائلین کی تاریکی بھی دور ہو جائے۔ بیدلیل کسی امر کو غلط یا صحیح گردانا ٹھیک نہیں ہے (م) مگر خدارا آریوں کو جلد باز اور بیدلیل مت کہنا ۔ کیونکہ آریہ لوگ تو بدون غور و تامل کسی کو غلط یا صحیح کبھی بھی کہنے کو تیار نہیں ہوتے۔ وہ تو ہمیشہ سوچ سمجھ کر جملہ مسائل کی صحت یا غلطی کو بادلیل بیان کیا کرتے ہیں چنانچہ عرض کر چکا ہوں ۔ فافہم۔

(۳) **قول بُت پرست** ۔ آخر کار ایک ایسے آدمی پیدا ہوئے ۔ جنہوں نے ان بیچارہ ونکی مرادیں پوری کرنے کے لئے (ویدوں کے) ارتھوں کے انرتھ کر ڈالے اور عاقبت کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔

(۳) **قول خداپرست** ۔ معترض بیچارہ تعصب کا مارا نار غضب سے سوختہ ہو کر ہرزہ درائی اور ژاژ خائی کرتا ہوا مہرشی دیانند پر نادانی اور بے ایمانی سے اتہام لگاتا ہے۔

اس حضرت کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ مہرشی دیانند جی نے جو وید بہاش کیا ہے ۔ وہ قدیم مہرشیوں کی رائے کے مطابق کیا ہے ۔ جہاں کہیں اس بات کا شبہ ہوا ہے کہ ناواقف لوگ متشکی ہو کر یہ نہ ٹھان لیں کہ میں نے اُلٹا ارتھ کر دیا ہے ۔ وہاں ہی قدیم تفاسیر برہمنوں اور نروکت اور نگھنٹو اور اشٹادھیائی مہابھاش وغیرہ مستند کُتب کے حوالجات دیکر اُس ظن کا ازالہ کر دیا ہے ۔ اور کوئی بات بہی آپنے طبعزاد قلمبند نہیں کی ۔ گویا کہ آنجناب نے بنظر عاقبت اندیشی اور دوربینی کے ایسے ایسے کوڑ مغز نغو گویاں کا پہلے ہی انسداد کر رکھا ہے۔

(م) ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ معترض محض اُمّی بلکہ علم حروف سے بھی کورا ہے ۔ اسکو کچھ خبر نہیں کہ سوامی جی کا وید بہاش کیسا ہے ۔ اور نہ ہی کبھی اُس نے وید بہاش یا وید مقدس کا مطالعہ کیا ہے ۔ اگر اسنے وید بہاش دیکھا ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کہتا ۔ اور اگر درحقیقت اسمیں صداقت کا دم ہوتا تو ضرور کوئی ایک

وید منتر ہی سوامی جی کے وید بھاشیہ سے پیش کر کے بتلایا کہ دیکھو یہ قدیم مستند گرنتھوں کے برخلاف ہے سوامی جی نے ارتھوں کے انرتھہ کرڈالے ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ازاں روشن ہے کہ آنحضرت کا اپنی قلب سازی و غداری کیطرح بر عکس جیسائی مذہب تن کر کے زبانی جمع خرچ کرتے ہوئے پبلک کو دھوکہ دینا ہی مشن ہے جسپر عملدرآمد کرتا ہے۔

(۳) باقی رہا یہ کہ (سوامی جی نے ان بیچارونکی مرادیں پوری کیں) بیشک تشنگان توحید دنگ آمدگان از شرک و کفر کو قدیم چشمۂ وید مقدس سے وحدانیت کا مصفّا و شفاف پانی پلا کر شانت کیا۔ سو بیشک ٹھیک اور صحیح ہے۔ کہ مہرشی نے پوپ صاحبان کے گم کردہ ویدکو ظاہر کر کے اسپر سے انکے ڈالے ہوئے گرد و غبار کو ہٹا کر انکی اصلیت کو دکھا کر بیچارونکی مرادیں پوری کیں۔ اور روشن کر دیا کہ جو لوگ اسوقت ویدوں کی آڑ لیکر بھاگوت وغیرہ پوران اور تنتروں کو سنا کر تم کو ویدوں سے متنفر کر رہے ہیں۔ جنکی مکروہ تعلیم سے تم بیزار ہو کر رشی کُل اور ویدک دہرم کو تلانجلی دینے کو تیار ہو کر محمدیت اور عیسویت وغیرہ کی طرف رجوع ہو رہے ہو۔ یہہ تمام انکی قلب سازی اور دہوکہ بازی ہے۔ دیکھو وید مقدس ایسے خرخشات اور ہزلیات سے پاک ہیں۔ چنانچہ آپ بہی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سوامی جی نے اُن لوگونکی مرادیں پوری کیں۔ جو چاہتے تھے کہ ہندو رسم کی جنجیریں گردن سے اوتار پھینکیں۔ لیکن انکا کچھہ بس نہ چلتا تھا۔ نیز جن کا خیال تھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ ہماری عقل جو کچھہ کہہ رہی ہے۔ وہی ویدوں اور شاستروں میں لکھا دیکھے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ لوگ پورانونکی تعلیم سے متنفر ہو چکے تھے۔ مگر ویدوں اور شاستروں سے انکا پورا پریم تھا۔ مگر اُن کو کچھہ سوجھہ نہیں پڑتا تھا۔ کہ انکی صداقت کو ظاہر کر سکیں۔

(۴) معترض اگرچہ بہ نیت بد مہرشی کو خود غرض ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر سچ ہے सत्यमेव जयति नानृतम् یعنے راستی کی فتح ہوتی ہے نہ کہ جھوٹھ کی۔ معترض کے اپنے ہی قول نے ثابت کر دیا۔ کہ مہرشی دیانند دلش ہتیشی اور سیدہے بچارے تھے۔ انہوں نے وید بہاش کسی اپنی دنیاوی غرض سے نہیں بنایا بلکہ ہلاک ہوتے ہوئے لوگوں کو بچانے کے واسطے محض بہر اوپکار اور رفاہ عام کی نظر سے ایسے سنگین بوجھہ کو اپنی گردن پر اٹھایا۔ اور باوجود سخت مخالفت کے وید کی صداقت کو ظاہر کر کے دکھایا۔

(۵) باقی رہا یہہ کہ سوامی جی نے عاقبت کا بہی کچھہ خیال نہ کیا۔ یہہ اُس گندہ مغز معترض کی خوش فہمی ہے ورنہ مہرشی دیانند صاحب بڑے عاقبت اندیش اور دہیر پُرش تھے۔ چنانچہ انکے کارنامے اور پروپکار شاہد ہیں۔ کہ اگر انہیں عاقبت کا خیال نہ ہوتا تو وہ لوگوں کو بدکاری اور جہالت سے نکالکر دہرم مارگ پر لانے کی کوشش نہ کرتے۔ اور معاذاللہ اگر وہ بہی معترض کے قلب ساز غدار کی طرح نا عاقبت اندیش اور بوالہوس

ہوتے تو بیشک نرک سورگ کے ٹھیکہ دار بنے رہتے۔ اور اپنے چرن پجواتے۔ بیواؤں کو تلسی سالگرام جیسی فحش کتھائیں سنا کر خراب کرتے۔ اور کرشن جیسے یوگی راج اور رشی منیوں کو زناکار اور چور بتلا کر اس لیلا رچاتے جوالا کالکا بھیروں کے نام کی آڑ میں شراب کباب اُڑاتے اور بیگناہ پشوؤں کی یگیہ کے بہانہ سے گردنیں کٹواتے۔ پھر جتنی عزت اور شہرت چاہتے بفیض پوپ صاحبان دُنیا میں پاتے۔ اگر چاہتے تو اوتار بھی کہلاتے۔ مگر چونکہ آنجناب فیضماب کو عاقبت کا بہت بڑا خیال تھا۔ بنابران اُنہوں نے اس ظلم اور کفر کی کارروائی سے متنفر ہو کر مظلوموں اور ستم رسیدوں کی داد دی۔ اور اُن کو بیرحم بدکار ظالموں کے پنجوں سے چھڑایا۔ اور ویدمارگ بتلایا۔ فہوالمراد۔

قول بت پرست۔ سوامی جی نے انگریزی خوانوں کی تقلید کر کے ہندو لفظ سے انکار کیا۔ مورتی پوجا سے نفرت کی اور رشی منیوں کی نندا کی۔

قول خدا پرست۔ معترض بیچارہ ہٹ دہرمی کا مارا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر بڑا بے تکی ہانکتا ہے اُسکو یہ بھی معلوم نہیں کہ سوامی جی نے ہندو لفظ اور مورتی پوجا اور موجودہ اٹھارہ پورانوں سے کیوں نفرت کی۔ مگر جانے کیونکر کالا اکھشر تو بھینس برابر دیکھہ پڑتا ہے۔ صرف سُنی سُنائی باتوں اور اس لیلا کے بچوئے بھگتوں پر دار مدار رکھتا ہے۔ اگر کچھہ بھاشا بھی پڑھ لیتے۔ تو آپکو معلوم ہو جاتا۔ کہ سوامی جی نے ہندو لفظ پتھر پوجا وغیرہ سے نفرت بہ تقلید انگلش خوانوں کے نہیں کی۔ بلکہ اُس مہرشی نے وید آدی ستیہ شاستروں کو پڑھکر اور ان باتوں کو خلاف ویدشاستر پاکر نفرت کی ہے۔ کیونکہ ہندو شبد پتھر پوجا اور پورانوں کے فحش فسانوں کا ویدوں میں نام بھی نہیں ہے۔

ہندو لفظ تو سنسکرت کا ہے ہی نہیں۔ بلکہ فارسی کا ہے۔ فارسی زبان میں اسکے معنے چور ڈاکو ساحر۔ کافر۔ سیاہ رو، وغیرہ کے لکھے ہیں۔ چنانچہ دیکھو غیاث اللغات۔ کشف اللغات۔ صراح۔ برہان قاطع۔ قاموس۔ بہار عجم وغیرہ کتب لغت۔

ویدشاستر میں ویدک دہرمیوں کا نام آریہ لکھا ہے۔ چنانچہ دیکھو رگ وید منوسمرتی وغیرہ۔

विजानीह्यार्यान् ये च दस्यवो बर्हिष्मते रन्धया शासदव्रतान् । ऋ० ॥ मं०१। अ०१४। व०१०। मं०८ ॥

ترجمہ انسانوں کی دو قسم جانو۔ ایک قسم کا نام آریہ جو کہ دہرماتما صادق العمل اور خدا پرست ہوتے ہیں۔ دوسرے دسیو (جو کہ چور بدمعاش ڈاکو وغیرہ ہوتے ہیں) پس تم سب انسان آریوں کی حفاظت کرو۔ اور دسیو یعنے اناریوں کو ڈنڈ دو (رگ وید)۔

(باقی آئندہ)

سلسلہ کے لئے دیکھو آریہ مسافر میگزین بابت جولائی ۱۸۹۹ء

شردھانند معترض نے آریہ سماج والوں سے مخاطب ہو کر نہایت تعصب سے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں اور
غالباً مخالفت کے تمام بخارات نکال دئے مگر بالکل لایعنی و بلا ثبوت اصلی کتاب کو دیکھئے تمام دعوؤں کے بیان
میں کوئی اشلوک منو سمرتی یا کوئی شرتی وید مقدس درج نہیں کی۔ اور اس طرح فحش اور اہانت آمیز اور بڑے
کلمات سینہ سے نکالے ہیں کہ جنکا مکرر درج کرنا "نقل کفر کفر نباشد" کا حکم رکھتا ہے۔ مہذب لوگ اس قسم کے مباحثوں کو
تہذیب سے گرا ہوا سمجھتے ہیں۔ اس لئے "خطائے بزرگاں گرفتن خطا است" پر عمل کر کے مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ بناء ان کل
اعتراضات کی اس خلط و خبط و بیقاعدہ دیدی ترتیب اردو ترجمہ پر ہے جو باجازت دہلی سوسائٹی ماسٹر لچھمن داس مدرس
مشن کالج نے پروفیسر ولسن صاحب کے انگریزی ترجمہ سے سال ۱۸۸۲ء میں کیا ہے۔ جو بطور رگوید کے نام سے طبع
ہوا ہے۔ اب میں اس خرابی کی بنیاد کا واضح کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ چودھویں صدی عیسوی میں جن
دنوں کہ ست دھرم و نیک کرم کی طرف رجحان بہت کم ہو گیا تھا۔ انہیں دنوں اہل ہنود میں ایک فرقہ ایسا قائم ہوا
کہ جو گوشت خوری و شراب خواری کو اصولات دینی سے سمجھنے لگے۔ زنا و لواطت بازی انکے مذہب کا ایک پہلا
فرض ٹھہرا۔ عیاش و تماشبین پنڈت جو رد وید کے مقابلہ میں دین کو کچھ چیز نہ جانتے تھے۔ انہوں نے اس مذہب
میں بڑے بڑے عہدے حاصل کئے۔ چنانچہ جس مذہب کا نام سنسکرت میں وام مارگ اور معمولاً اصطلاح میں
شاکتک کہتے ہیں۔ انہیں دنوں نکلا تھا۔ سائنا چاریہ اور مہی دھر وغیرہ بہت سے ایسے پنڈت انکے پیرو تھے
اور نہایت ہمت سے نئی نئی اصطلاحات نکالکر ویدوں کی طرف سے لوگوں کو تشفی کرنا چاہا۔ یا یوں کہو کہ
وام مارگ کے ثبوت کرنے کو ترجموں میں کئی طرح کی تاویلیں جوڑنی پڑیں اور جاہلوں کے طعن سے بچنے کے
لئے وید کے ذریعہ وام مارگ مت چلانا شروع کیا۔ چنانچہ انکا دوسرا بھائی راجہ کا وزیر تھا۔ لہذا رعب
داب حکومت سے بھی بہت سی ناجائز کارروائیاں کرائیں۔ ایک تو سائنا چاریہ کا ترجمہ خود ہی ویدک لغات
اور براہمن گرنتھوں کے برخلاف یعنی مخالف ہے۔ دوسرے میکس مولر صاحب و ولسن صاحب جو اس کے ترجمہ
کو بھی سمجھتے سمجھاتے اور دوسری زبان میں الٹانے کی لیاقت نہیں رکھتے تھے۔ قطع النظر آلودگی غرض یا خیال
بیجا کے وہی مترجم خود بھی مضامین وید کی نافہمی و عدم واقفیت کا دیباچہ میں اقبال کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی ترجمہ

کے صفحہ ۲۱۵ پر ڈاکٹر میکس مولر صاحب نے یہ رائے درج کی ہے۔ کہ عرصہ ۴۰ سال کے بعد جو میں نے ویدک منتروں اور شرحوں کے جمع کرنے میں صرف کئے ہیں۔ رگوید کے اپنے کئے ہوئے ترجمہ کو عوام کے روبرو پیش کرتا ہوں۔ مگر تاہم اُن تمام منتروں کے ترجمہ کا اقرار نہیں کرتا۔ کیونکہ گو میرے پاس سائن آچاریہ کا ترجمہ اور اُس کے متعلق شرحیں لغت اور صرف نحو وغیرہ کی کتابیں موجود ہیں تو بھی۔ رگ وید میں اکثر ایسے ایسے منتر ہیں کہ جنکے معنے معلوم نہیں ہوتے۔ اس امر کا لکھنا کہ جسکو میں بارہا کہہ چکا ہوں کچھ ضروری نہیں کہ رگوید کے ایک منتر کا ترجمہ بھی غیر ممکن ہے۔ اور ڈاکٹر ولسن صاحب کا یہی قول ہے کہ سائن آچاریہ کا ترجمہ انگریزی میں بخوبی نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی زبان نامکمل ہے کہ جسمیں نیز اصل شرح کے بہت سے لفظوں اور جملوں کا ترجمہ ہونا ہی ناممکن ہے۔ آج کل ملک یوروپ میں سنسکرت کا ایسا شوق اور اسقدر ترقی ہے کہ یقیناً پچاس برس کے بعد لوگ میرے ترجمہ کو بالکل بدل جاویں گے۔ جنکی برائیوں اور غلطیوں سے جس قدر میں واقف ہوں اور کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔" اسی طرح اردو ترجمہ کے دیباچہ میں ماسٹر لچھمنداس صاحب صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں "اس حصہ میں بعض بعض رچائیں ایسی بھی ہیں۔ جن کے معنے بخوبی سمجھ میں نہیں آتے۔ ان کے ملاحظہ سے ناظرین یہ تصور نہ فرماویں کہ قصور ترجمہ کا ہے۔ بلکہ اُن کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں بعض بعض خیالات ایسے بھی تھے جو اب سمجھ میں نہیں آسکتے۔"

پھر صفحہ ۱۲ میں درج ہے "ہمیں جو کچھ معلوم ہوا ہے۔ وہ بذریعہ رگوید کی اول کتاب کے معلوم ہوا ہے جسکا ترجمہ اب ہوا ہے۔ اور کوئی بات ہم کو آئندہ معلوم ہو۔ اور وہ اُس کے خلاف ہو۔ تو اس سے ہماری رائے بدل سکتی ہے۔ اور اگر موافق ہو تو بھی۔"

پھر صفحہ ۲۴ پر تحریر ہے "کیونکہ اگرچہ سائنا نے جو معنے لگائے ہیں۔ اُن میں کہیں کہیں اعتراض ہو سکتا ہے۔ وغیرہ"

پیارے ناظرین غور کرنیکی جگہ ہے کہ جب پروفیسر میکس مولر و ولسن صاحب و ماسٹر لچھمنداس صاحب مترجمان خود اس بات کے مقبل ہیں۔ کہ ہمکو اپنے ترجموں کے صحیح ہونے کا یقین نہیں ہے۔ اور رگوید کے بہت سے ایسے منتر ہیں جن کے معنے سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اور رگ وید کے ایک منتر کا ترجمہ سائن کی مدد بغیر نہیں ہو سکتا۔ تو معترض کا اُس ترجمہ کو صحیح مانکر اُس سے اعتراض گھڑنا اُن کو گواہ چست اور مدعی سست کا مصداق بناتا ہے اور معترض کا اُس غلط ترجمہ کی اندھا دھند تقلید پرستی کرنا سراپا فریب بازی دھوکہ دہی اور جعلسازی ہے۔

اب ہم منوسمرتی اور وید وں کے اصل منتر معہ ستیہ ارتھ درج کرکے ظاہر کریں گے۔ کہ منوسمرتی اور وید میں گائے کے علاوہ چھوٹے چھوٹے پشوؤں کی بھی رکشا کرنیکا حکم ہے۔ منوسمرتی ادھیاء ۱۱ شلوک ۵۹ و ۱۰۸ و ۱۱۵۔

गोवधोऽयाज्यसंयाज्य पारदार्यात्मविक्रयाः । गुरुमातृपि
तृत्यागः स्वाध्यायाग्न्योः सुतस्य च ॥ उपपातकसंयुक्तो गो
घ्नो मासं यवान्पिबेत् । कृतवापो वसेद्गोष्ठे चर्मणा तेन सं-
वृतः ॥ अनेन विधिना यस्तु गोघ्नो गामनुगच्छति । स गोह
त्याकृतं पापं त्रिभिर्मासैर्व्यपोहति । मनु अ० ११ श्लोक ५९,
१०८, ११५

ترجمہ نمبر ۵۹ - گائے کا مارنا - یگیہ کے ایوگ سے یگیہ کرانا - پراستری گمن - اپنے کو بیچنا - گرو ماتا - پتا - سُتر جنو کا چھوڑنا - شُرتی کا نت نہ پڑھنا - یہ سب اوپ پاتک ہیں یعنے گناہ ہیں۔

ترجمہ نمبر ۱۰۸ - گائے مارنیوالا گنہگار مہینہ بھر جو پیئے اور ڈاڑھی مونچھہ - سر کے سب بال منڈواکر - اُس گائے کا چرم اوڑھکر گئوشالہ میں تین مہینہ بھر رہے۔

ترجمہ نمبر ۱۱۵ - جو گائے کا مارنیوالا اِس وِدھی سے گائے کی سیوا اور انوسرن کرتا ہے وہ تین مہینہ میں گئوہتیا کے پاپ سے چھوٹ جاتا ہے۔

پھر منوجی ادھیائے پانچ شلوک ۵۱ میں فرماتے ہیں

अनुमन्ता विशसिता निहन्ता क्रयविक्रयी । संस्कर्ता
चोपहर्ता च खादकश्चेति घातकाः । मनु अ० ५ श्लोक ५१

مارنیکی صلاح دینے و مانس کے کاٹنے - پشوؤں کے مارنے و انکو مارنے کے لئے لینے اور بیچنے و مانس کے پکانے - و پروسنے - و کھانیوالا - یہ آٹھہ شخص گھاتک یعنے ہنسک ہوتے ہیں۔

ناظرین والاتمکین کیا مہرشی منوجی مہاراج جن کے اقوال مندرجہ بالا ہیں - کبھی ایسے مہان ادھرم کے احکام لکھہ سکتے ہیں - ہرگز نہیں - رگوید اشٹک ۲ ادھیائے ۸ ورگ ۱ منتر ۲ میں رقم ہے۔

नेह भद्रं रक्षस्विने नावयै नोपया उत गवे च भद्रं धेन
वे वीराय च श्रवस्यतेऽनेहसो व ऊतयः सु ऊतयो व ऊ
तयः ऋ० अ० ६ अ० ४ व० २९ मं० २

ترجمہ - ہے سرو سوامی (رکشک) ایشور آپ کلیان دائک ہیں - دُشٹ آتما اور ہنسک جن (خونخوار) آپکے نیائے سے ہمیشہ سزا کو پاتے ہیں - اور پونیہ آتما اور دیاوان (رحمدل) آنند اور شانتی یعنے راحتِ حقیقی کے مستحق ہیں - ہمیں اپنی کرپا سے ہی شم دم (ریاضت و عبادت) یکت اندریوں (حواسوں) گؤوں - اور شُبھہ سنتان یعنے نیک اولاد اور اُتم دہن سے فیضیاب کرکے سدا دیا (رحم) آدی سرشٹ گنوں میں

پرورت کیجئے۔ آپکے سوا ہمارا کوئی رکشک نہیں ہے"۔

یجروید ادھیائے ۱ منترا۔ "حیوانوں کی حفاظت کرو"۔ "पशून् पाहि"

"تو دو پایوں کو مت مار" (ہر ذو السان) "इमं मा हिंसी द्विपादं पशुम्"

"تو بھیڑ یا بکری کو مت مار"۔ "अविं मा हिंसी:"

"تو گائے کو مت مار"۔ "गां मा हिंसी:"

یجروید ادھیائے ۱۳ منتر ۴۳ و ۴۴ و ۴۷۔

اس کے مطالعہ سے میاں صاحب وسوسات شیطانی کو دور فرمائے گا۔ اور اس قسم کی جلا دانہ وظالمانہ تحریرسے باز آکر جھوٹھ لکھنے سے شرمائے۔ ورنہ سرانجام جاہل جہنم بود۔ کہ جاہل انکو عاقبت کم بود۔

چونکہ معترض نے گمنام پنڈت صاحب کا نہ نام دپتہ نہ کتاب کا نام نہ وہ مقام جہاں سے دستیاب ہوسکے تحریر کیا ہے۔ اسوجہ سے جواب خشت سنگ آمد مناسب مگر تہذیب مانع ہے۔ معترض صاحب خیر آپنے تو کوئی ثبوت اپنے دعوے کا نہ دیا۔ ہم مسلمان صاحبان کے ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ذرا غور سے پڑھیں۔ آپکا خواجہ صاحب لسان الغیب فرماتا ہے:۔

ببیں ہلال محرم بخواہ ساغر راح	کہ ماہ امن و امان ہست سال صلح وصلاح
بنوش بادہ کہ ایام غم نخواہد ماند	چناں نہ ماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند
نگوئیت کہ ہمہ سال می پرستی کن	سہ ماہ می خور و نہ ماہ پارسامی باش

علاوہ بریں آپکے ظہیر الدین بابر بادشاہ غازی فرماتے ہیں۔ کہ

نو روز نو بہار مے و دلبر خوش است	بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اسیطرح قصص الہند حصہ دوم میں بذکر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ کہ بادشاہ نے حکم جاری کیا۔ کہ "شیر اور سور بہادر جانور ہیں انکا گوشت بھی شجاعت بخشتا ہے۔ شراب اتنی پیو کہ بدمست نہ کردے" (از تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر)

اب ہم کچھ ثبوت اہل اسلام کی کتابوں کے دربارہ فضیلت رحم وحفاظت گائے ہدیہ ناظرین کریں گے۔

حدیث۔ ایک روائیت ہے۔ لحمہ داء ولبنہا دواء گائے کا دودھ صحت بخش اور گوشت مرض پیدا کرنیوالا ہے۔

ذابح البقر۔ قاطع الشجر۔ دائم الخمر۔ بائع البشر۔ ابداً فی السقر۔

لا تجعلوا بطونکم مقابر الحیوانات۔ یعنے مت بناؤ اپنے شکموں کو قبر حیوانات کی"

باقی آیندہ

اودیاکاناش

حقیقت اصل اصول دین اسلام

یعنے

صفات الہی از قرآن

از لالہ گنگا پرشاد صاحب گپتا متوطن بھوانی

نمبر ۱

جو سائنٹیفک دہریہ پن کے پنجہ سے آزاد ہیں۔ اور خدا کی ہستی کے قائل ہیں۔ اُن پر بخوبی ہویدا و روشن ہے۔ کہ پرماتما سرب شکتیمان یعنی قادر مطلق ہے۔ اسی وجہ سے سب کا دھارن کرنیوالا اور مالک ہے تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہر جگہہ حاضر و ناظر اور قدوسیت و عادلیت اُسکی ذاتی صفات ہیں وہ سب چیزوں میں ویاپک غیر مجسم نس اور ناڑی کے بندھن سے مبرا ہے۔ پاک ہے۔ پاپ سے دور ہے۔ ہمہ دان ہے اور واجب الوجود ہے۔

اسی طرح محمدی بھی اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ قادر مطلق و واحد عالم الغیب و غیر مجسم قدوس و رحیم اور غیر متغیر و صادق ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہستی صانع حقیقی کا دھرم وید کے چشمہ سے تمام پردۂ دنیا پر پھیلا۔ اور اسی چشمہ سے تمام روئے زمین کے باشندے فیض یاب ہوئے۔ لیکن محمدیوں کا اعتقاد ہے۔ کہ "اُس کریم رحیم خدا نے قرآن مجید جیسی پاک کتاب بھیجکر اور جناب خاتم الانبیاء کو دُنیا کی اصلاح کے لئے معبوث فرماکر وحشی انسانوں کو پھر نئے سرے سے انسانیت سکھلائی" (تحریر مرزا قادیانی ست بچن)

محمد صاحب قرآن کی بابت بہت سے مضامین بحث طلب ہیں۔ نامہ نگار بشرط فرصت اُنپر بھی غور کرنے کی کوشش کرے گا مگر بالفعل جملہ امور کو نظر انداز کر کے صفات و ہستی الہی کا سلسلہ شروع کرتا ہے

قرآن میں صفات الہی کی تحقیقات کرنے سے ایک عجیب گل کھلتا ہے۔ جسکو دیکھ کر ایک محقق اور راستی پسند انسان مصنف قرآن کی کم فہمی اور لاعلمی سے کسی صورت میں انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ قرآن میں اس معاملہ میں اس قسم کے لادلایل اور بیہودہ مضامین درج ہیں۔ جن پر بغور نظر کرنے سے صاف نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ کہ مولف قرآن یا تو ہستی الہی کا قایل ہی نہ تھا۔ یا اِدھر اُدھر سے سُن سنا کر اپنی گزویدوں کو وعظ کرتا تھا۔ خیر کچھ ہی ہو نامہ نگار اپنی طرف سے اس پر کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ دربارہ ہستی الہی جو کچھ قرآن میں نقل کیا گیا ہے۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ امید واثق ہے۔ کہ طالبان حق نتیجہ حقیقی پر بخود پہنچ جائیں گے۔

(۱) خدا قادر مطلق ہے۔

از روئے ویدک فلاسفی قادر مطلق کے یہ معنے ہیں۔ کہ ایشور اپنے افعال یعنے جہان کا پیدا کرنا قایم رکھنا۔ اور فنا کرنا وغیرہ اور سب جانداروں کے افعال کی سزا و جزا دینے میں ذرا سی بھی کسی کی مدد نہیں لیتا۔ یعنے وہ اپنی لازوال طاقت سے ہی سب کام پورا کر لیتا ہے۔ لیکن محمدیوں کے عقیدہ میں قادر مطلق سے یہہ مُراد ہے۔ کہ خدا جو چاہے سو کرے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ قرآن سورت البقر میں مسطور ہے۔ "اللہ علی کل شیٔ قدیر" اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔

مہرشی دیانندجی قادر مطلق کے اصلی معنی و صفات بیان فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ کہ اگر قادر مطلق کے یہی معنے لئے جائیں۔ جو مخالف مانتے ہیں۔ تو سوال ہے کہ کیا پرمیشور اپنے آپکو فنا کرسکتا ہے اور بہت سے خدا بنا سکتا ہے۔ خود جاہل بن چوری زناکاری وغیرہ گناہوں کا مرتکب اور دُکھی ہوسکتا ہے۔ جیسے ایسے کام خالق حقیقی کی صفات افعال اور خواص کے برعکس ہیں۔ ویسے ہی یہ خیال کہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔

اگر بالفرض محال قادر مطلق کے یہ معنے مان بھی لئے جائیں۔ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے تو ضروری ہے کہ یہ بھی مانا جائے۔ کہ جمیع افعال کیا نیک و کیا بد اُسی سے صادر ہوتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کے رو سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ باعث فتنہ و فساد ابلیس ہے۔ چنانچہ سورہ مایدہ میں مذکور ہے۔ انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ وغیرہ

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے شیطان یہہ کہ ڈالے درمیان تمہاری عداوت اور بغض بیچ شراب کے اور جوئے کے اور بند کرے تمکو یاد خدا کی سے اور نماز سے۔ اسی طرح سورہ یٰس میں ہے "ولقد اضل منکم جبلاً کثیرا" اور تحقیق گمراہ کیا۔ تم میں سے خلق بہت کو یعنے شیطان نے۔

اسی طرح سے قرآن کی بہت آیات میں مذکور ہے۔ نیز محمدی بہ آواز بلند اقراری ہیں۔ کہ باعث شر شیطان ہے اور باعث خیر خدائے قادر۔ گویا اُنکے اعتقاد میں واحد خدا کی جگہہ دو خدا ہو گئے۔ ایک نیکی کا خدا اور دوسرا بدی کا۔

بہت سے محمدی تاویل کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ کہ شیطان اُس خدا کے ہی حکم سے کام کرتا ہے۔ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختہ   میل آں اندر دلش انداختہ

یہ خیال درست نہیں۔ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ کوئی بھی اُس کے فرمان سے مُنہ نہ پھیرے حالانکہ قرآن ناطق ہے۔ کہ ابلیس نے اُس کے فرمان سے روگردانی کی۔ اور گنہگاری اختیار کی۔ چنانچہ سورہ مریم میں مذکور ہے۔ "ان الشیطان کان للرحمن عصیاً" تحقیق شیطان ہے واسطے اللہ کے نافرمان۔

تفسیر حسینی والا لکھتا ہے۔ کہ جملہ گناہوں میں سے شیطان کا ایک یہ گناہ ہے۔ کہ اُس نے خدا کے حکم سے آدم کو سجدہ نہ کیا۔ غرض قرآن ناطق ہے۔ کہ شیطان خدا کے حکم سے فعل نہیں کرتا۔ اور یہہ خیال باطل ہے۔ کہ شیطان خدا کے ہی حکم سے کام کرتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ شیطان نے خدا کے ہی حکم سے نافرمانی کی۔ یہہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ کوئی سلیم العقل قبول نہیں کرسکتا۔ کہ وہ کسی کو اپنی نافرمانی کے واسطے طیار کرے قطع نظر اس کے۔ اِس صورت میں شیطان کی نافرمانی کا وجود دور ہوتا ہے۔ اور عین فرمانبرداری ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ اُس نے خدا کے حکم سے کیا۔ پھر نافرمانی کہاں۔ پس اُن آیات کا مضمون جنمیں سرکشی شیطان کا ذکر ہے باطل ہوگا۔ اور جن آیات میں عقوبت ابلیس کا بیان ہے محض دروغ ثابت ہونگی کیونکہ کوئی عادل فرمانبردار و بیگناہ کو لائق سزا یا ملزم نہیں ٹھیرا سکتا۔ نیز اِس صورت میں خدا تعالے مانند ایک کم عقل بشر کے ہوگا۔ کہ اُس نے ایک فرشتہ یا شخص کو اپنی سرکشی کے واسطے مقرر کیا۔ پھر قادر مطلق کو اُس کے رفع کرنے کے واسطے کوئی تجویز نہ سوجھی۔ یا طاقت ہی نہ رہی۔ یا شاید قرآنی خدا کو اتنی عقل نہیں۔ کہ اپنے نتیجہ کو سوچ سکے۔ غرضیکہ ثابت ہے۔ کہ از روئے قرآن خدا تعالے کا قادر مطلق ہونا جیسا کہ محمدی مانتے ہیں۔ پایہ ثبوت کو نہیں پہونچتا۔

قطع نظر اسکے اگر محمدیوں کے عقیدہ کے مطابق خدا ہر چیز پر قادر ہوتا۔ تو کفار کو اتنی فرصت نہ دیتا۔ کہ پیغمبروں کے ساتھہ بے ادبی سے پیش آئیں۔ اور اُنکی قتل کے واسطے شمشیر از میان نکالیں۔ کیونکہ ہر توانا اور قادر جہاں تک ہوسکتا ہے معصوم اور اپنے دوست کو سزاوار عذاب نہ سمجھ کر گنہگاروں اور دشمنوں کو اتنی فرصت نہیں دیتا۔ کہ وہ اُنکے ساتھہ سختی یا ظلم سے پیش آئیں۔ یا تیغ اُنکے سر پر دھریں غرض خدائے محمدیاں قدرت نہیں رکھتا۔ کہ وہ اپنے دوستوں کو قتل اور ذلت سے بچا سکے۔ اگر یہہ کہا جائے کہ انسان اپنے فعل میں قادر و خود مختار ہے۔ تو اِس صورت میں (بموجب اعتقاد محمدیاں) قطعاً خدا کو قادر مطلق نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اُسکو مخلوق کے فعل میں کوئی دخل نہیں۔ اگر محمدیوں کے نزدیک فعل انسان

خدا کی طرف سے ہے۔ تو سوال ہے۔ کہ سزا و جزا انسان کے واسطے کیوں۔ وجہ ظاہر ہے۔ کہ اُس کا فعل اُس کے اختیار سے باہر ہے۔ اگر خیال ہو کہ روحوں کے افعال اُنکے ارادہ کی خواہش سے ہیں۔ لہذا سزا و جزا روحوں کے واسطے ضروری ہے۔ اور ظلم باری تعالیٰ کی طرف عاید نہیں ہوتا۔ پھر سوال ہے۔ کہ یہ خواہش و ارادہ کس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اگر بندہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور بلا رضائے آفرنیندہ ہے۔ تو اس صورت میں خدا قادر مطلق نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ خواہش اور ارادہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔ تو پھر وہی سوال ہے۔ کہ سزا و جزا بندہ کے واسطے کیوں ہے۔

اگر حقیقت میں ایسا ہی مانا جائے۔ تو خدائے قرآنی ایک دیوانہ شخص کی مانند ہوگا۔ کہ کسی شخص کو اپنی تلوار سے قتل کر کے انتقام کی خواہش تلوار سے کرتا ہے۔ بہرکیف از روئے شریعت محمدی اصلاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ خدا قادر مطلق ہے۔ بلکہ قرآن کی آیات سے ہویدا ہے۔ کہ بانیٔ خیر یزدان ہے۔ اور موجب شر شیطان۔

اس عقیدہ کے موافق اہل اسلام وحدت ذات الہٰی سے بھی دست بردار ہیں۔ وجہ ظاہر ہے۔ کہ حقیقت میں محمدیوں نے شیطان کو خدا سے برتر مانا ہوا ہے۔ کہ اُسکو فاعل شر سمجھتے ہیں۔ اگر خیال ہو کہ شیطان خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور اُسکا پیشہ اغوائے مردم ہے۔ اس وجہ سے وہ قادر مطلق ہے۔ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے شیطان پیدا کر کے اور اُسکا پیشہ اغوائے مردم کر کے اُسکو قیامت تک مُہلت دی۔ کہ بنی آدم کو گمراہ کرے۔ اس صورت میں قدوسیت و الوہیت خدا تعالیٰ عنقا ہوتی ہے۔ کیونکہ جناب باری تعالیٰ کو شایاں یہ تھا۔ کہ اول تو ابلیس کو پیدا ہی نہ کرتا اگر پیدا ہی کیا تھا۔ تو اغوائے مردم کی مُہلت نہ دیتا۔ اور جبوقت اُس نے اُسکے حکم کی نافرمانی کی تھی نیست و نابود کرتا یا قابو رکھتا تاکہ مومن فارغ البال ہو کر عبادت میں مشغول ہوتے۔

بہرکیف خدائے محمدیاں بلاوجہ بانیٔ شر ہے۔ کہ اُس نے ناحق شیطان کا واسطہ مومنوں سے ڈالا اگر ذرا بغور دیکھا جائے تو قران کے روسے خدا ہی شیطان ثابت ہوتا ہے۔ اس ثبوت میں پہلے ہم قرآن کی چند آیات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ پھر اُنکے نتایج پر توجہ دلائیں گے۔

سورۃ اعراف ولقد ذرأنا لجھنم کثیراً من الجن والانس۔ البتہ تحقیق پیدا کئے ہیں ہمنے واسطے دوزخ کے بہت جنوں سے اور آدمیوں سے۔

سورہ بقر۔ ان الذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم۔ تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے۔ برابر ہے اوپر اُنکے۔ کیا ڈرایا تونے اُنکو۔ کیا نہ ڈرایا تونے اُنکو نہیں ایمان لاویں گے۔ مُہر کی اللہ نے

اوپر دلوں اُنکے کے۔ اور اوپر کانوں اُنکے کے۔ اور اوپر آنکھوں اُنکی کے پردہ ہے۔ اور واسطے اُن کے عذاب ہے بڑا۔

سورۃ المائدہ یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء۔ بخشتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ اور عذاب کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔

اس قسم کی بہت سی آیات قرآن میں درج ہیں۔ جن سے جانا جاتا ہے۔ کہ خدائے محمدیاں اکثر انسان کو اسی واسطے لباس ہستی پہناتا ہے۔ کہ آخر الامر اُنکو دوزخ میں گرائے۔ اور بلا موجب ستائے۔ خدا کی اس بے انصافی پر کسی کو شک نہ رہے۔ اس واسطے مصنف قرآن آیت مذکور میں لفظ ولقد (البتہ تحقیق) ڈالتا ہے۔ یعنے کلمہ تاکید کہتا ہے۔ کہ بالتحقیق مینے اکثر جن والنسان کو جہنم کے لئے بنایا ہے۔ اور اُنکے دل و چشم و گوش پر اپنی مُہر کا ٹکہ بٹھایا ہے۔ تاکہ نہ سمجھیں نہ دیکھیں نہ سنیں۔ اب آیات کے نتایج پر غور کیجاتی ہے۔

اول۔ ظاہر ہے کہ نیکی و بدی خیر و شر بہ ارادہ آفرینندہ ہے۔ نہ نیت شیطان دہندہ۔

دوم۔ جن لوگوں کو خدا نے خود بہکایا۔ اور دوزخ کے لئے بنایا۔ اُنسے جسقدر ناکردنی افعال سرزد ہوتے ہیں۔ کل کا فاعل خدا ہے۔ شیطان کا دخل نہیں۔ اور انسان بہمہ وجوہ مبرا ہے۔

سوم۔ جس صورت میں کہ خدا خود بانی شر ہے۔ تو دوسرے کو شرارت میں داخل کرنا اُس سے کیا دور ہے۔

چہارم۔ علماء محمدیاں جو خیال پکاتے۔ کہ بندہ دوزخ میں حسب اعمال جاتے ہیں۔ وہ صریح البطلان ہے۔ اور خلاف قرآن۔

پنجم۔ خدائے اسلام عادل ہے نہ عاقل کہ خود لوگوں کو بہکاتا ہے۔ اور راہ بُھلاتا ہے۔ اور بدنام شیطان کو کرتا ہے۔

ششم۔ خود مبتلائے بلا کرتا ہے۔ اپنے گناہوں میں بے گناہوں کو پکڑتا ہے۔ اُسکو لازم ہے۔ کہ اپنے گناہ کی سزا اپنے تئیں دے۔ اور اپنی ذات سے عوض لے۔ کیونکہ بندوں کا کیا قصور ہے۔

ہفتم۔ جب بہکانا اور بُھلانا خدا کا کام ہے۔ تو ابلیس سے کیا گناہ ہوا۔ کہ تا ابد روسیاہ ہوا۔

ہشتم۔ جس صورت میں خدائے محمدیاں نے بندوں کو اختیار نہیں دیا۔ تو کیونکر مجرم شمار کیا اور کس واسطے گنہگار قرار دیا۔

نہم۔ جن لوگوں کے حق میں روز ازل سے خدا نے کافری و بیدینی عطا فرمائی۔ اور دل اور آنکھ اور کان پر مُہر لگائی۔ اُنکے واسطے رسول و نزول کتاب بیفائدہ ہے۔ بلکہ کُل کے حق میں فضول ہے۔ وجہ آیات سے ظاہر ہے۔ پس جیسے اُنکے بنائے انبیا کی کچھ پیش نہ چلیگی۔ ویسے ہی اہل ایمان کے رہبر و شیاطین

کی دال نہ گلے گی۔ اب فرمائیں۔ قرآن کا کون محتاج ہے۔ اور محمد کی کیا احتیاج ہے۔
وہم۔ جس صورت میں بے سبب قرآنی خدا بعض جن و انسان کو دوزخ کے لئے بناتا ہے۔ اور بعضوں کے واسطے بہشت مقرر کرتا ہے۔ اور بعضوں کو راہ دکھلاتا ہے۔ اور بعضوں کو بہکاتا ہے۔ تو مسلمانوں کو چاہئے کہ عدالت خدا سے انکار کریں۔ اور اسکو زمرہ متعصبین میں شمار۔ وغیرہ وغیرہ

یسوع ناصری

نمبر ۲

(۱) ہاؤٹسیح (How-Tseih) چینی "ابن خدا" ابھی شیر خوار بچہ ہی تھا کہ اسکی ماں نے بے سروپا حالت میں اسکو پھینک دیا تھا لیکن بھیڑوں اور بیلوں نے محبت بھرے تردد سے اسکی حفاظت کی (ایمپریل ٹیبز اینلیسز صفحہ ۲۲۲)

(۲) ابراہیم کی بابت مشہور ہے کہ وہ ایک غار کے اندر پیدا ہوا تھا (کالمیٹ فرینگ منٹز آرٹ "ابراہیم")

(۳) باچس جو کہ سیمیل Semele کنواری کے بطن سے ابن اللہ مانا جاتا تھا اسکی بابت مشہور ہے کہ وہ ایک غار میں پیدا ہوا تھا۔ یا پیدا ہونے کے تھوڑی مدت بعد ایک غار کے اندر رکھا گیا تھا (انکیلیپس مصنفہ ہگنز جلد اول صفحہ ۳۲۱۔ بیلز منتھین جلد اول صفحہ ۲۳۴)

(۴) الیق۔ کیو۔ تے۔ پی۔ اس۔ جو کہ کوروینس کنواری کے بطن سے فرزند خدا کہلاتا تھا بچپن میں ہی ایک پہاڑ پر پر خطر حالت میں ڈالدیا گیا تھا۔ جہاں سے ایک بکریوں کے گلہ نے اسے لیکر اسکی پرورش کی۔ (ٹیلونہ ڈیعبیس صفحہ ۱۵۰)

(۵) رومولس جو کہ رھی سلویا (Rheasylvia) کنواری سے خدا کا بیٹا تھا۔ بچپن میں ہی دریائے ٹائبر کے کنارہ پر ڈالدیا گیا تھا۔ جہاں سے لیکر ایک چوپان نے اسکی پرورش کی (دیکھو بیلز منتھین جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

(۶) "خداوند" اور "نجات دہندہ" اڈونس پیدا ہونے کے تھوڑی دیر بعد ایک غار کے اندر

رکھا گیا تھا (ایضاً جلد اول صفحہ ۱۲)

(۷) "قادر مطلق ڈی اس" کا بیٹا اپولو (Phoibos) علی الصبح ایک غار کے اندر پیدا ہوا تھا (ایرین مائی تھالوجی جلد اول صفحہ ۷۲ و ۱۵۸)

(۸) پارسی نجات دہندہ متھرس علی الصبح ایک حجرے یا غار کے اندر پیدا ہوا تھا (ڈن لیپ کی مسٹریز آف ایڈونی صفحہ ۱۲۲)

(۹) Maia (مایا) سے خدا کا بیٹا (Hermes) ہرمس. کلیما کی پہاڑی کی ایک غار یا گفا میں علی الصبح پیدا ہوا تھا (ایضاً)

(۱۰) اہل فریجیا کا دیوتا (Attys) ایٹس ایک غار یا گفا کے اندر پیدا ہوا تھا (آریجن آف پیلجس بیلیف مصنفہ ڈیوپس صفحہ ۲۵۵ اور ڈن لیپ کی مسٹریز آف ایڈونی صفحہ ۱۴۲)

ان تمام کہانیوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ انکی تفصیل میں خواہ کتنا ہی فرق ہو۔ مگر غرض سبکی ایک ہی ہے۔ یعنے خدا سے پیدا ہوئے بچہ کو بچپن میں نہایت فروتن حالت میں رکھنا۔

ہم اوپر یہ بیان پڑھ آئے ہیں کہ یسوع کی پیدائش کے وقت "غار میں ایک تیز روشنی چمکی کہ یوسف اور دائی جسکی تاب نہ لا سکے" قدیم عیسائیوں کی بنائی ہوئی تصویروں سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے "قدیم عیسائی مصوروں نے ایک تصویر میں یہ دکھلایا ہے۔ کہ یسوع بچہ کی صورت میں پورب کے تین بادشاہوں کی آؤ بھگت کر رہا ہے۔ اور ایسی تاب داری سے چمک رہا ہے کہ گویا Phosphorated oil سے دھپا ہوا ہے" (دیکھو انمین: اینشیئنٹ فیتھس جلد ۲ صفحہ ۴۶۰)

مولد (Nativity) کی تمام تصویروں میں بچے کے جسم سے روشنی نکلتی ہوئی دکھلائی گئی ہے۔ اور باپ اور ماں کے سروں کے گرد اکثر روشنی کے حلقے بنے ہوئے ہیں۔ یہ بھی قدیم افسانوں کا ایک جزو تھا۔ جیسا کہ ہم اب ظاہر کریں گے۔

کرشن کی پیدائش کے وقت اسکی ماں خوبصورت ہوگئی تھی اور اسکا چہرہ روشن۔ تمام غار ایک آسمانی نور سے بھر جانے کے باعث خوب روشن ہوگئی تھی۔ اور اُس کے باپ اور ماں کے چہروں سے نورانی شعاعیں نکلیں (انیکیلپسس مصنفہ ہگنز جلد اول صفحہ ۱۲۰۔ وشنو پوران انگریزی کا صفحہ ۱۰۲) اسی طرح بدھ دیو کی بابت رقم ہے۔ کہ اسکی پیدائش کے وقت جو کہ ایک بیان کے مطابق ایک سرائے کے اندر ہوئی تھی ایک آسمانی روشنی نے اُس کے جسم کو ڈھانپ لیا۔ یہاں تک کہ ایک کراماتی روشنی سے اسکی پیدائش کی خوش خبری سارے جہان میں مشہور ہوگئی"۔ (دیکھو بیل صاحب کی ہسٹری آف بدھ صفحہ ۳۴۳ و ۴۶۔ بانسن کی انجیل مسیح صفحہ ۳۴ و ۳۵) جب باچین پیدا ہوا تھا۔ تو ایک تیز روشنی اُس کے گرد چمکی تھی جس سے غار خوب

روشن ہوگئی تھی (دیکھو گنیز اینکے لپسیس جلد اول صفحہ ۳۲۲ اور ڈیوپیٹ نیز آریجن آف ریلیجین بلیف صفحہ ۱۱۹)
جب اپولو پیدا ہوا تھا تو اُسکا مکھڑا ایک صاف روشنی کے حلقے سے گھر گیا تھا۔ آسمان سے حوروں نے آکر اُسے صاف پانی سے غسل کرایا۔ اور اُس کے جسم کے گرد ایک چوڑی سنہری پٹی لپیٹی (دیکھو ٹیلرز آف اینشینٹ گریس صفحہ ۱۸) جبکہ نجات دہندہ ایس۔ کیو۔ لیپس کا جنم ہوا اُسکا چہرہ آفتاب کی مانند چمکا۔ اور ایک چمکدار روشنی نے اُسکو ڈھانپ لیا (دیکھو ٹبل صاحب کی کتاب ہتھین جلد اول صفحہ ۳۷۰ اور روبن اینٹی کوئیٹیز صفحہ ۱۳۶)
زرادُشت کی بابت لکھا ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے وقت اُس کے جسم سے ایک ایسا نور چمکا کہ جس سے تمام کمرہ روشن ہوگیا۔ اور وہ اپنی ماں کی طرف دیکھ کر ہنسا (اینشینٹ فیتھز جلد ۲ صفحہ ۶۰۴۔ نیز اینکے لپسیس جلد اول صفحہ ۶۴۹) عبرانی بزرگوں کے قصوں میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ موسیٰ کی پیدائش کے وقت ایک تیز روشنی نمودار ہوئی اور اُس کے گرد چمکی (مینوال آف بُدھ اِزم مصنفہ ہارڈی صفحہ ۱۴۵)

اِن کہانیوں میں ایک اور امر قابل نوٹس ہے وہ یہہ ہے کہ یسوع کی پیدائش کے وقت کے متعلق جتنے بیانات ہیں وہ سب کے سب ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ چونکہ ہم اِس بارہ میں مفصل طور پر اوپر بحث کر آئے ہیں اس لئے یہاں پر ہم حسب ضرورت اشارتاً اُسکا ذکر کریں گے۔

متی رسول راوی ہے کہ یسوع بادشاہ ہیرودیس کے وقت میں پیدا ہوا تھا۔ اور لوقا کا بیان ہے کہ اُسکی پیدائش اُسوقت ہوئی جبکہ سائی۔ رس۔ نیئس۔ ہیرودیس کے زمانہ کے قریب دس برس بعد تک سیریا کا حاکم نہیں تھا۔ اِس وعدہ کا باعث یہ ہے کہ لوقا نے یسوع کی پیدائش کی کہانی میں پورانے ٹیکس یا خراج کے قصہ کو (جسکا کسی پہلے کنواری سے پیدا ہوئے نجات دہندہ کے وقت میں لگایا جانا مشہور ہے) ملا کر یہ بات جانے کی کوشش کی کہ آیا یھودیہ میں کبھی کوئی ٹیکس جاری کیا گیا تھا یہ اُس نے اِس لئے کہا تاکہ وہ اپنے بیان کی تائید میں اِس کا حوالہ دے سکے۔ مذکورہ بالا ٹیکس کا ذکر معلوم کر کے اُس نے اِس امر کا خیال کئے بغیر کہ یہہ ٹیکس کب لگایا گیا تھا یا کہ یہہ اُس بیان کے خلاف تو نہیں ہوگا۔ کہ یسوع ہیرودیس کے وقت میں پیدا ہوا تھا۔ اُس نے اپنی کہانی میں یہ الفاظ جوڑ دئے "اور یہہ ٹیکس اُسوقت لگایا گیا تھا۔ جبکہ سائی۔ رس۔ نیئس۔ سیریا کا حاکم تھا"[*]

اب ہم ٹیکس کے قدیم قصہ کا بیان پیش کریں گے۔ وشنو پران کے بموجب جبکہ کرشن جنہ کا

نوٹ [*] ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ورن صاحب اپنی کتاب بائبل متھس اینڈ دیئر پیرلیلز ان اور ریلیجنز کے صفحہ ۱۵۸ کے فٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "ممکن ہے کہ یہ آیت کسی نے اِس کہانی کے لکھا جانے کے بعد ملا دی ہو ہم نے کہیں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ قلمی نسخوں میں یہ آیت خطوط وحدانی میں ہے"

جنم ہوا تھا اُسکا پالک تھا (پرورش کرنیوالا باپ) نند۔ راجہ کو اپنا ٹیکس یا سالانہ خراج ادا کرنے کے لئے شہر میں آیا تھا۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ نند اور دوسرے گوالے راجہ کنس کو جو کہ اُس وقت کا حکمران تھا اپنا خراج ادا کرنے کے لئے گئے تھے*۔ (دیکھو وشنو پوران انگریزی بُک ۵ چیپٹر ۳)

اِسمیں ایک اور سین کا بھی بیان دیا گیا ہے جو کہ بعد از ادائیگی ٹیکس ظہور میں آیا تھا۔ نند کا ایک واقفکار وسو دیو نامی نند کے رتھ کے پاس گیا اور دیکھا۔ کہ وہ بیٹا (کرشن) پیدا ہونیکی خوشیاں منا رہا ہے۔ وسو دیو نے مہربانی سے اُس کے ساتھ بات چیت کی اور بڑھاپے میں بیٹا پیدا ہونے پر اُسکو مبارکباد دی پھر کہا۔ کہ تمہارا سالانہ خراج بادشاہ کو ادا کر دیا گیا ہے۔ اب تم کیوں دیر کرتے ہو۔ جبکہ تمہارا کام ہو لیا۔ اے نند! جلد اُٹھو۔ اور اپنی چراگاہوں کا راستہ لو۔ بموجب اِس کے نند اور اُسکے ہمراہی گوالے اپنے گاؤں کو واپس گئے۔ (وشنو پوران انگریزی بُک ۵ چیپٹر ۵) اب بدھ کی بابت بھی یہی قصہ پایا جاتا ہے۔ اُن بتیس ۳۲ نشانوں میں سے جو کہ آنیوالے مسیح (بدھ) کی ماں سے پورے ہونے تھے۔ پانچواں نشان یہ درج تھا کہ "وہ اپنے بیٹے کی پیدائش کے وقت سفر میں ہوگی" اِس لئے "کہ جیسا نبیوں کی معرفت کہا گیا پورا ہو"۔ کنواری مایا اپنے آسمانی حمل کے دسویں مہینہ میں اپنے باپ کے گھر جا رہی تھی جب دیکھو کہ نجات دہندہ (بدھ) کی پیدائش ایک درخت کے نیچے ہوئی۔ ایک بیان ہے کہ وہ ایک سرائے کے اندر اُتری ہوئی تھی۔ جبکہ بدھ نے جنم لیا۔ (اینجل مسیح مصنفہ بنسن صفحہ ۳۴۔ ہسٹری آف بدھ مصنفہ Bel صفحہ ۳۲۔ اور بدھ اینڈ ارلی بدھ ازم مصنفہ للی صفحہ ۷۰) کنواری سے پیدا ہوئے چینی دانشمند Lao tsze کی ماں اپنے گھر سے باہر تھی جبکہ اُسکا بچہ پیدا ہوا تھا۔ وہ آرام کے لئے ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئی اور وہاں مایا کنواری کی مانند بچہ جنی۔ (دیکھو ہسٹری آف چائینا مصنفہ تھارنٹن جلد اول صفحہ ۱۳۸) فیثا غورث (۵۷۰ قبل مسیح) بھی جسکا حقیقی باپ روح القدس تھی۔ ایسے وقت میں پیدا ہوا تھا۔ جبکہ اُسکی ماں سفر کر رہی تھی۔ وہ اپنے خاوند کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ جو کہ بیوپار کے لئے Sidon سے Samos کو جا رہا تھا۔ (دیکھو گنہزا اینکے لپ مس جلد اول صفحہ ۱۵۰)

اپولو اُس وقت پیدا ہوا تھا۔ جب اُسکی ماں گھر سے باہر تھی۔ اُسکی ماں لیٹو (Leto) کو بچہ جننے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی۔ حتے کہ وہ (Delos) تک آئی۔ لڑکا بدھ اور لو بجی کی مانند ایک درخت کے نیچے پیدا ہوا۔ (رہس ڈیوڈز بدھ ازم صفحہ ۲۶) مایا جانتی تھی کہ وہ بڑا اقبالمند اور طاقت والا ہوگا۔

*(نوٹ) اگرچہ وشنو پوران کوئی ہرا چین مستند گرنتھ نہیں ہے مگر اُس کا یہ بیان درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اِس سے قدیم پستکوں میں بھی اِس واقعہ کا پتہ ملتا ہے۔

اور دیوتاؤں اور ینشیوں پر حکومت کرے گا۔ (ایبری ملتمس مُصنفہ کاکس جلد ۲ صفحہ ۲۱)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قصہ جات متعلقہ پیدائش اور بچپن یسوع ناصری یکے بعد دیگر صرف پورانے افسانے ہیں۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ یہہ تواریخی واقعات نہیں ہیں۔

علمی و تاریخی نوٹس

آریہ تہذیب کی قدامت

میں نے منو کے اُن قوانین کے سمجھنے کی کوشش کی جنکا انتظام ہزاروں برس قبل اُس زمانہ کے کہ عبرانیوں کے احکام خدا کی تختی بادل کے گرجنے اور بجلی کے چمکنے کے وقت آتی۔ برہمنوں کے ذریعہ انجام پاتا تھا۔ غرضکہ ہندوستان مجھے دوبارہ اپنی اصلی قدیمی حالت میں نظر آیا۔ میں نے اُس کے ذریعہ سے تمام دُنیا میں روشن ضمیری پھیلی ہوئی دیکھی۔ میں نے ہند کے قوانین اخلاق اور مذہب کا اثر۔ مصر۔ فارس۔ یونان۔ روم میں پایا۔ مینے دوج مُنی ویدویاس کو سقراط اور افلاطون کے زمانہ کے قبل پایا۔ (بائبل ان انڈیا مطبوعہ نیویارک امریکہ)

منو دھرم شاستر اور اخلاق

منو کے مذہب کا اثر اخلاقی پر عموماً اچھا ہے۔ جائز اور ناجائز کا ضروری فرق شروع میں بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔ اور وہ فرق عموماً اور جا بجا خوب قایم رکھا گیا ہے۔ بہت سے احکام اور تاکیدیں عدل۔ انصاف راستی۔ اور نیکی کی بابت پائی جاتی ہیں۔ اور بڑے چالچلن کے بہت بُرے بُرے نتایج اس دُنیا اور عاقبت میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ نیک آدمی کو بسبب تنگدست ہونے کے دل شکستہ اور پژمردہ نہ ہونا چاہئے۔ اور ظالم اور بدکار کو اور اُس شخص کو خوشی کبھی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ جو جھوٹی شہادت کے ذریعہ سے دولت حاصل کرے (ادھیائے ۴ شلوک ۱۷۰ و ۱۵۶) ایک مقام پر صاف لکھا ہے کہ رسموں کے فرض سے اخلاقی فرض بہتر ہے۔ اور یہہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے گناہوں پر جو لوگوں کی آسائش میں خلل انداز ہوں عاقبت میں بھی سزا ملیگی جیسے کہ ہمیں مصیبت پڑیگی۔" اس منو کے اخلاق کا مقصد صاف یہ ہے کہ آدمی اپنے امن داماں کا مزہ اُٹھاوے۔ اور کسی جاندار کو تکلیف نہ پہونچاوے۔ (تاریخ ہندوستان صفحہ ۸۲ و ۹۳ مُصنفہ آنریبل سر الفنسٹن صاحب)

ایران کا بادشاہ دارا آریہ نسل سے تھا

ادم واریوش چھیاتھیہ بزرک چھیاتھیہ نام چھیاتھیہ دیہونام لسپیرنانام چھیاتھیہ
ایہایا بومیہ بزرکا یاد ریا وشتاسپھایا پوتر کھامنشیہ پارس پارسہیا پوتر آریہ آریہ چتر
جسکی جگہہ سنسکرت عبارت اس طرح سمجھو

اہم واریش چھتریہ برہت چھتریہ چھترپانام چھترپا دھیونام بشپتانام چھتریہ ایہہ بھومیا برہت دردیا
یادشتاسو پتر یکھامنشیہ پوتر پارس پارسہیا پوتر آریہ آریہ پوتر۔

جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ میں دارا بادشاہ بڑا بادشاہ راجاؤں کا راجہ سارے آباد ملکوں کا راجہ
اس بڑی زمین کا سنبھالنے والا ہکھامنش کے بیٹے پارس اور اُس کے بیٹے آریہ کی اولاد ہوں۔

(دیکھو نقش رستم کے قدیم کندے)

ویدک روشنی یوروپ میں پھیلے گی

انڈیا میں ہمارا مذہب بائبل نہ اب جڑ پکڑ سکتا ہے۔ نہ آئندہ گلیلی کے تذکرات
انسان کی فطرتی دانائی کو ہٹا سکتے ہیں بلکہ برخلاف اس کے انڈیا کی
دانش اور فراست یورپ کی طرف عود کریگی۔ جس سے ہمارے خیالات اور معلومات میں پورا تبدل واقعہ ہوگا۔

(سٹوپن ہائیر صاحب)

آریہ دھرم کا گورو

مسٹر ولیم گیوج اوڈیر یاتھ اپنی ایک چٹھی میں ہندوستان کے برہمنوں کو اس طرح مخاطب
کرتے ہیں۔ وہ نہیں کہ ہندو ہوں نہ کسی مذہبی سوسائٹی کا ممبر ہوں۔ کیونکہ میں اس
جنم میں انڈیا کے باہر پیدا ہوا ہوں۔ آپکے موجودہ مسئلوں کے مطابق برہمن نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر میں کوئی
ہوں تو ویدوں کے معتقدوں کا پیرو ہوں۔ مجھہ کو آریوں کے فلسفہ اور مذہبی لٹریچر سے خاص شوق ہے۔ اور
اُس کے دلائل اور روحانیت سے کمال ہمدردی رکھتا ہوں۔ میں نے ہمیشہ اور خاصکر ان سات سالوں میں کوشش
کی ہے۔ کہ آرین لٹریچر کے بیش بہا خزانے مغربی دُنیا کے طالبعلموں کے سامنے رکھہ کر اُنکی توجہ اس طرف
مبذول کروں ۞

قدیم زمانہ میں ویدک تہذیب کہاں کہاں پھیلی ہوئی تھی

مہرشی ایتری اپنے سفرنامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "باھیلکا پلوا شچینہ
سولیکا یونا شکا۔ ماش گودھوم مادھی شاستر ویشوا نرچیتی"
(ترجمہ) بلخ۔ پلو (ایران) چین۔ سولیک (روم اور یورپ کا مشرقی حصہ)

یون (یونان)۔ شک۔ (ڈینیوب کے شمال کا ملک) اِن ملکوں کے رہنے والوں کی اُرد۔ گیہوں۔ انگور۔ خوراک ہے۔ یہہ پرش وید شاستر کے بڑے فاضل اور شلپ کلا آدی کے عمدہ بنانے اور استعمال کرنے والے ہیں۔ اِس سے اگلے سلوکوں میں وہ پراچیہ (برہما) اور کلا یا آدی دلیشوں کا ورنن کرتے ہیں۔ اِن سے صاف ظاہر ہے کہ کل ایشیا اور یورپ کے سرتاج ملکوں کے رہنے والے ساتوک بھوجن کے کرنے والے وید و شاستر کے عالم اور اعلےٰ درجہ کے کاریگر کلوں کے بنانے اور چلانیوالے تھے۔

(دیکھو چرک شاستر چھپا استھان چکتست ادھیا ۳۰)

قدیم آریوں کو امریکہ معلوم تھا

ارجن کی عورت الوپی इलोपी کا نام ہی محض میکسکو کی پورانی زبان کا نام ہے۔ اگرہم سوامی دیانند کے خیال کو نہی مانیں تو اِس بات کا بیان کرنا بالکل ناممکن ہے کہ مسیح کے زمانہ سے پہلے سنسکرت پُستکوں میں یہ نام کہاں سے آیا تمام پورانی زبانوں اور بولیوں میں سے امریکہ کے پورانے باشندوں کی زبانوں میں یہ امر پایا جاتا ہے۔ کہ ہم ب۔ ل اور ٹ وغیرہ دیگر حرفوں کو آپس میں ملا ہوا پاتے ہیں۔ ایسے لاب ٹولٹک टोल्टक اور नादवा ल्ट لوگوں کی زبانوں میں خاص کر کثرت سے ہیں۔ نہ سنسکرت اور پورانی یونانی میں یہ لفظ ب لفظ کے اخیر میں آتے ہیں نیز الفاظ اٹس اور اٹلنٹس بھی یوروپین زبان کے حرف سے اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔ افلاطون کو خواہ یہہ کہیں سے ملے ہوں۔ لیکن یہ اُسکی ایجاد نہیں ہیں۔ ٹولٹک زبان میں ہمیں ایک دھاتو اٹل ملتا ہے۔ جسکے معنی پانی اور جنگ کے ہیں اور کولمبس کے امریکہ کو دریافت کرنے کے بعد ہی ایک گانو بنام اٹلنٹلا وہاں معلوم ہوا۔ کہ یہہ خلیج اورا گا کے دہانے پر تھا۔ اب وہ ایک چھوٹا سا مچھلی پکڑنے کا گانو ہے۔ جسکو اکلو کہتے ہیں۔ صرف امریکہ میں ہی ایسے نام ملتے ہیں جیسا کہ जमपापल्लीकटल अटज़ कوائل इन्दकापटल زم پوالتی کٹل۔ पापोकेटीटल پوپو کے ٹی ٹل۔ ان مطابقتوں کو محض اتفاق کے اندھا دھند خیال پر بیان کرنے کی کوشش کرنا بہت دشوار ہے۔ اِس لئے جب تک سائنس دیانند کے خیال کی تردید نہیں کرتا۔ جو کہ اب تک کرنے کے ناقابل ہے تو یہ قرین قیاس ہے کہ ہم اسے منظور کریں۔ خواہ یہہ اُس شخص کے پیروی کرنے کے لئے ہو کہ ایک فرض دوسرے فرض کے برابر ہے۔ اور باتوں کے علاوہ دیانند یہ بھی کہتا ہے کہ وہ راستا جس سے ارجن پانچہزار برس ہوئے امریکہ کو گیا سائبیریا اور آبنائے بیرنگ کے درمیان سے تھا"

تھیگنز اینڈ کیو نز آف انڈیا۔ از میڈم بلیوسکی صفحہ ۶۳-۶۴-۶۶

فہرست کتب مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر

موجودہ پستکالے ستدھرم پرچارک جالندھر شہر

ثبوت تناسخ - عیسائی مسلمان - برہمو صاحبان کے تمام اعتراضوں کی تردید - قیمت فی جلد ۴/

تکذیب براہین احمدیہ - جلد اول - محمدی اسلام کا زور توڑنے کے لئے ایک صف شکن توپ ہے قیمت فی جلد ۴/

تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم - قیمت ایک روپیہ -

نسخہ خبط احمدیہ - خبط قادیانی کے لئے سلیمانی نسخہ ہے قیمت فی جلد ۱۲/

تاریخ دنیا - جلد اول - سرشٹی اتپتی ست شاستروں سے سمت کی ہست تاریخی و علمی تحقیقات کا ذخیرہ قابل دید ہے ۲/

تاریخ دنیا - جلد دوم - قیمت فی جلد ۴/

تحفہ شہید

نمبر ۱ - صداقت دھرم آریہ ۱۲/

نمبر ۲ - رد خلعت اسلام ۱۰/

نمبر ۳ - آئینہ شفاعت بزبان فارسی ۱۰/

نمبر ۴ - ابطال بشارات احمدیہ ۲۰/

نمبر ۵ - بت ادھارن متعلقہ شدھی ۶/

نمبر ۶ - کرشن چندر کا جیون چرتر جلد اول ۱/

نمبر ۷ - ستری شکشا کے وسائل ۶/

نمبر ۸ - نجات کی اصلی تعریف ۱۰/

کلیات آریہ مسافر

نمبر ۱ - اظہار حق قیمت ۱۰/

نمبر ۲ - صداقت الہام بجواب دلائل اغلاط الہام قیمت فی جلد ۱۰/

نمبر ۳ - عطر روحانی بجواب گلاب چمن قیمت ۲/

نمبر ۴ - پوران کس نے بنائے قیمت ۲/

نمبر ۵ - دیوی بھاگوت پریکشا قیمت ۲/

نمبر ۶ - ستری شکشا قیمت ۲/

نمبر ۷ - سانچ کو آنچ نہیں قیمت ۱/

نمبر ۸ - سچے دھرم کی شہادت قیمت ۱/

نمبر ۹ - ہندو آریہ ورت کی تحقیقات قیمت ۱/

نمبر ۱۰ - صداقت اصول تعلیم آریہ سماج " ۴/

نمبر ۱۱ - مردہ ضرور جلانا چاہئے " ۶/

نمبر ۱۲ - مسئلہ نیوگ " ۱/

نمبر ۱۳ - صداقت رگ وید " ۶/

نمبر ۱۴ - مورتی پرکاش " ۱۰/

نمبر ۱۵ - دھرم پرچار متعلقہ شدھی " ۱۰/

نمبر ۱۶ - راہ نجات " ۱/

نمبر ۱۷ - آریہ سماج میں شانتی پھیلانے کا اصلی اوپاؤ در امچندر جی کا سچا درشن ۱/

نمبر ۱۸ - رسالہ جہاد ۳/

ان نمبروں کی ایک جلد بنائی گئی ہے جو بڑی ضخیم خوبصورت کتاب بن گئی ہے تاریخ دنیا بھی اسمیں شامل ہے مجلد ۴/ بلا جلد ۴/

کرشچین مت درپن قیمت فی جلد ۵/

ضروری نویدن

آریہ مسافر میگزین کی اس خیال سے کہ پبلک اسکی زیادہ قدردانی

کرے۔ اور اسکی اشاعت میں خاطر خواہ ترقی ہو کر ہمارے سچے شہید آریہ مسافر کا

منشا پورا ہو۔ لاگت کے لحاظ سے بھی کم قیمت رکھی گئی ہے مگر پبلک نے تاحال اسکی

ایسی قدردانی جیسی کہ ہونی چاہئے نہیں کی۔ یعنی باوجودیکہ سال اول قریب الاختتام

ہے۔ مگر خریداروں کی تعداد اس عرصہ میں قریباً ۵۰۰ تک ہی پہونچی ہے۔ تو آئندہ ترقی کی

کیا امید ہوسکتی ہے۔ البتہ اگر ہمارے خوش معاملہ خریداران ذراسی بھی کوشش کریں

تو ہر ایک کے واسطے ایک ایک خریدار پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ پس اے آریہ

بھائیو آپکے دل میں اگر اُس سچے دہرم بیر کی محبت ہے۔ تو آپ اس کی

بیحاشکت امداد فرماویں ۔

المشتہر

مینیجر آریہ مسافر میگزین

لالہ منشی رام ایڈیٹر

لالہ وزیر چند اسسٹنٹ ایڈیٹر

آریہ دھرم

جہاں جہاں کوئی بھی دھان وھان آریہ دھرم کا جھنڈا سربلند ہوا

جہاں جہاں سائنس اور علوم

آریہ مسافر

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः।
ब्रह्मराजन्याभ्याँ शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥

دھرم ویر پنڈت لیکھرام کی یادگار

آریہ مسافر میگزین

ماہواری رسالہ

بحسب الحکم آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب

جلد ۱ — جالندھر شہر بابت ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء آریہ سمبت ۱۹۷۲۹۴۹۰۰۱ — نمبر ۱۲

فہرست مضامین

ست دھرم پرچارک پریس جالندھر شہر میں لالہ منشی رام جگیاسو پروپرائیٹر و مالک کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا

لیکھرام میموریل فنڈ

پنڈت لیکھرام آریہ مسافر نے ۶۔ مارچ ۱۸۹۷ء کی شام کو دہرم پر جان قربان کر دی۔ اور آخری وصیت یہ کی کہ "آریہ سماج سے تحریر کا کام بند نہ ہونے پاوے"۔ اُنکی وصیت کو پورا کرنے کے لئے یہ فنڈ کہولا گیا ہے۔ پنڈت جی کی بیوہ اور ماتا کے گذارہ کے لئے تو کافی سرمایہ اکٹھا ہو چکا ہے۔ لیکن پنڈت جی کی وصیت پورا کرنے میں ہنوز روز اول ہے۔ پچاس ہزار روپیہ کے سرمایہ کے لئے اپیل ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو جس دلیری سے کہ پنڈت جی نے دہرم کی سیوا کی اُس کے مقابلہ میں یہ رقم کیا حقیقت رکھتی ہے۔ قریباً تیس۳۰ ہزار روپیہ جمع ہو چکے ہیں بیس ہزار کی ابھی اور ضرورت ہے۔ پیارے بھائیو اس رقم کو بہت جلد پورا کردو۔ تاکہ بجائے آریہ ورت کے ایک کونے میں محدود رہنے کے آریہ سماج کے اُپدیشک دیش دیشانتروں میں اور دویپ دیپانتروں میں ویدک دہرم کا جھنڈا بلند کئے دہرم کی دہونی کرتے ہوئے روئے زمین کے انسانوں کے ہردیوں کو امرت دہارا پرواہ سے شانت کرتے ہوئے پہریں۔

اس دان سے نہ تم تنہا شکر گذاری کا ہی اظہار کروگے۔ بلکہ اپنے ویدک دہرم گیان سے بے بہرہ بھائیوں کے لئے سچی روشنی کا سامان مہیا کروگے۔ پرم پتا پرمیشور تمہیں اس دہرم یدھ میں شریک ہونیکی توفیق دیویں ۞

اوم شم

(نوٹ) کُل روپیہ اس فنڈ اور وید پرچار فنڈ کا لالہ شیو دیال ایم اے منتری آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب بمقام لاہور بہیجنا چاہئے ۞

ماںڈوکیہ اپنشد کی ویاکھیا

سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ہذا بابت ماہ اگست ۱۸۹۶ء

اس طرح قبل اس کے کہ جسم باہم اعتدال رکھتی ہوئی کلدار کیمیائی - اور برقی طاقتوں کو منکشف کر سکے - اسکو پیچ نظام کی ضرورت ہے - اور اس سے بڑھکر قبل اس کے کہ جسم میں زندگی کا ظہور ہو یہ تمام طاقتیں ایک مکمل انتظام کی صورت میں ہونی چاہئیں - اور جسم اسی وقت میں حس یا حرکت کی طرف کسی قسم کا میلان ظاہر کر سکتا ہے - جبکہ اس طرح زندگی اسکو پران کی طاقت دیتی ہے - اور پیچک دو دم بخشتی ہے - کیونکہ جب تک حس کا اصول پورے طور پر قایم نہ ہوئے - ادراک اور تصور کا مادہ پیدا نہیں ہو سکتا - اور جبکہ ادراک کی قابلیت مناسب دلی خیالات سے پیدا ہو گئی - اسکے بعد صرف تبھی مقابلہ اور امتیاز کی طاقتیں کام کر سکتی ہیں - اور دلی تاثیرات کو جنسوار

مرتب شدہ علاحدہ خیالات میں داخل کر سکتی ہیں - یہی خیالات ہیں جنکو حافظہ بڑی ہوشیاری سے پکڑتا اور اکٹھے کئے
جاتا ہے - اور آخرش یہہ حافظہ کی قوت جاذبہ ہی ہے - جسمیں کہ اہنکار (خودی) کا راز چھپا ہوا ہے - کیونکہ آہنکار ہ
سوائے اس کے اور کیا ہے کہ ہر ایک انسان کا آتما (روح) اپنی شخصیت یا ہستی کو اور سب سے علیحدہ محسوس کرتا ہے - اِس
دلیل پر کہ اُسکو جو جو تجربات حاصل ہوئے وہ بالکل سب سے نرالے تھے - پس صاف ظاہر ہے کہ جسمانی مندر ایک
بھاری سٹیج (تماشہ گاہ) ہے - جو اس مطلب کے لیے کاریگری سے بنائی گئی ہے - کہ اُس پر سب کھلاڑیوں کا مالک
یعنی جیو آتما اپنے ماتحتوں کو باری باری ایک دوسرے کے پیچھے بھیج سکے تاکہ وے اُسپر جا کر اپنا اپنا کھیل دکھلا دیں اور
سٹیج کو دوسرے آنے والے کے لئے تیار کریں - اِس جسمانی مندر کی سٹیج پر پہلا ماتحت یا مطیع کھلاڑی پران
آتا ہے - جو کہ اپنا کھیل پورا کر کے دوسرے مطیع کھلاڑی حواس کے لئے جگہہ بناتا ہے - یہہ اپنی باری پر اپنا
پارٹ پورا کر کے ادراک - قوت فیصلہ اور حافظہ کے لئے جگہہ کو درست کرتا ہے - حتےٰ کہ سب سے پیچھے پورے طور
پر درست کئے ہوئے سٹیج پر آتما اپنی ہستی کی طاقتوں کو ظاہر کرنے کے لئے آن موجود ہوتا ہے - اِس نے اِس
قسم کا خوب صورت نظام بقاعدہ اور اٹکل پچو نہیں ہے -

جو حال جیو آتما یعنی روح انسانی کا ہے - وہی حال پرم آتما کا سمجھنا چاہئے - سلسلۂ نیچر یعنی حقائق
موجودات میں یہ حیرت انگیز باہمی مناسبت اور مطابقت - سورج - چاند - سیاروں - ہوا اور عنصروں کی اِسلئے
ہے کہ ایشوری آتما کو مادی عنصروں کے پورے طاقتور اور مکمل جسم کائنات کی ویسی ہی ضرورت ہے
جیسی کہ جیو آتما کو جسم انسانی کی - تاکہ وہ پاک پروردگار اپنے عالمگیر زندگی - احساس اور عقل کے ازلی
واجبی عنصروں کا اور بیرونی سطح یعنی عالم خارجی میں اپنی قایم بالذات ہستی کا ظہور دکھلا سکے - یہی وجہ
ہے کہ یوگی (عارف) اوم ओ३म् کے حرف अ (اکار) سے شروع کرتا ہے - اپنے دل کے اندر اُس کے
عمیق معنے اور رموز پر بار بار غور کرتا ہے - اِس عظیم کائنات کی مفت عضوی بناوٹ کا نقشہ اپنے سامنے
باندھتا ہے - اور اُن عضووں سے جو جو کام لئے جاتے ہیں اُنکی ضرورت - مقصد - اصلیت اور فائدہ پر
خوض کرتا ہے - اپنے دل میں زیادہ باطنی اور روحانی اصولوں (مذکورہ بالا گیان اندریاں وغیرہ انیس ۱۹
اصول) کی ہستی سے نہایت درجہ متاثر ہوتا ہے - یہہ اصول اِس قسم کے ہیں کہ جو اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ
سکتے - اِس کے بعد منتظم کائنات - ہمہ جا حاضر و ناظر - وشیو انر کا دھیان کرتا ہے - جو کہ اوم
کے تین حروف اکار - اُکار - مکار میں سے پہلے حرف अ (اکار) کا اصل مقصد ہے -

اب ہم دھیان کی دوسری منزل پر آتے ہیں - انتظام سے انتظام پیدا ہوتا ہے - اور بدنظمی کا نتیجہ بدنظمی نکلتی ہے
متفقہ اور متحدہ طاقتیں جس وقت مادی اشیاء پر کام کرتی ہیں تو اُس وقت باقاعدہ ساخت کی چیزیں پیدا
ہوتی ہیں - بے ڈھنگی طاقتوں سے بے ڈھنگا کام ہوتا ہے - علم ریاضی اِس بیان کی صداقت کا پورا پورا ثبوت دیتا

ہے۔ مثال کے طور پر کسی جسم کی ایک دائرے میں باقاعدہ۔ موزون۔ اور باترتیب حرکت کو لیجئے۔ ماہران علم
ریاضی ہمیں یہ بتلاتے ہیں کہ یہ حرکت دو طاقتوں کا نتیجہ ہے۔ ایک وہ جو اپنے مرکز سے نکل کر باہر کی جانب جاتی
ہے۔ اسکو انگریزی میں سینٹری فیوگل فورس کہتے ہیں۔ دوسری وہ جو اپنے مرکز پر باہر کیجانب سے آتی ہے
اسکو انگریزی میں سینٹری پٹیل فورس کہتے ہیں۔ اگر ایک متحرک جسم کی رفتار ب ہو اور اس دائرے کا
نصف قطر جس کے اندر وہ حرکت کرتا ہے ج ہو تو اپنے مرکز سے نکل کر باہر کی جانب جانیوالی طاقت $\frac{مب^2}{ج}$
ہوگی۔ اس طرح سے عالمان علم ریاضی ہمیں بتلاتے ہیں کہ جب کوئی جسم کسی دائرے کے اندر حرکت کرتا ہے۔ تو یہہ
دونوں قسم کی طاقتیں باہم تلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اس جسم کی رفتار۔ اور اس کے رہگزر کے نصف قطر کے
درمیان ایک خاص مناسبت ہوتی ہے۔ یہہ خاص مناسبت ہی (یا جیسے ان دو طاقتوں کے اتحاد کا نتیجہ
کہہ سکتے ہیں) صرف مدور حرکت پیدا کرسکتی ہے۔ اگر انکی اس خاص مناسبت میں فرق پڑجاوے۔ تو وہ
حرکت بیضاوی ہوگی۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ اندرونی ساخت ہے۔ جو کہ اشیاء کی بیرونی
شکل وشباہت اور انتظام کو قایم رکھتی ہے۔ یا اسکی مزید تشریح یوں کرسکتے ہیں۔ کہ یہہ ذرات کی اندرونی
مگر وہی حرکت ہے۔ جو کہ منجمد اشیاء کو بناتی ہے۔ اور ذرات کی یہ اندرونی رو ہوتی ہے۔ جو رقیق اشیاء
کو پیدا کرتی ہے جنکو کہ ہم آنکھوں سے دیکھہ سکتے ہیں۔ نیز یہہ ذرات کی انتہا درجہ کی اندرونی حرکت ہوتی
ہے جس سے کہ لطیف ذرات ایک خاص جانب ادہر سے ادہر چکر لگاتے ہیں۔ اور ان سے حالت گاس
پیدا ہوتی ہے۔ یا اب بہی اگر کوئی صاحب نہ سمجہیں تو انکی سہولیت کے لئے اسے اور بہی واضح کردیتے
ہیں۔ یہہ کسی بیج کی اندرونی ساخت کا جسے ہم آنکھوں سے نہیں دیکھہ سکتے۔ نتیجہ ہے کہ وہ اس بیج کو یہ
قوت عطا کرتی ہے۔ کہ وہ اپنی ہی قسم کا پودا پیدا کرے۔ اور اور کسی قسم کا نہ کرے۔ حاصل کلام یہہ ہے کہ
انسانی نطفہ کے کیڑوں میں اندرونی ساخت ایسی ہوتی ہے جسے ہم آنکھوں سے نہیں دیکھہ سکتے۔ کیونکہ
وہ بوساطت ویریہ یا منی۔ زندہ جسم کے تمام حصوں۔ آلات اور جاندار قوتوں سے ذرات کینچکر بنی ہوئی ہوتی
ہے۔ یہہ منی کے کیڑے محض اس اندرونی ساخت کی بدولت بعینہ انسانی ساخت کو پیدا کرسکتے ہیں یعنی
نطفہ انسانی میں جو کیڑا ہوتا ہے وہ نشوونما ہو کر انسانی ساخت کو پیدا کردیتا ہے۔ پس یہ صاف ظاہر
ہے کہ یہہ پیداکنندہ بواعث کی اندرونی ساخت ہی ہے۔ جو بیرونی شکل۔ انتظام اور انعقاد یا تنتیج
کو نشوونما کرتی ہے۔ تو کیا وہ **ناظم کائنات۔ ہمہ جا حاضر وناظر۔** پرماتما **وشیوانر** جو اپنے
اس کائنات کے عظیم اور ہمہ جہت مکمل مندر کی عمارت کو بناتا ہے۔ خود نظم ونسق سے مبرا ہے۔ بحقیقت
طاقت آلہی کے وہ اصول جو شکل وشباہت بناتے ہیں۔ نقش ونگار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو متحد
رکھتے ہیں۔ اور متفرق کرتے ہیں۔ انکے لئے لابدی ہے کہ ان کا میلان خاص ہو۔ اور ان میں باہمی مناسبت

کا اصول کام کر رہا ہوتا کہ اُن کے کام میں وقفہ پڑ سکے - جس سے اوقات معینہ مقرر ہو سکیں - اور انہیں ترتیب
اور وقتوں کی پابندی کا لحاظ قائم ہو سکے - جیسے سورج - چاند اور ثوابت - زمین اور سیاروں کے ساتھ
مل کر دن رات - موسم - مد و جزر - روشنی اور اندھیرا - طلوع و غروب - گرہن کا لگنا اور دور ہونا - کسی سیارہ
کے دایرے کے نقطے کا آفتاب سے قریب تر ہونا یا دور تر ہونا - کسی حرکت کا گھٹنا یا بڑھنا اور بڑے سیاروں
کے گرد گھومنے والے چھوٹے سیاروں کا تغیر و تبدل واقعہ ہوتا ہے - اور پھر بھی اسپر خاتمہ نہیں ہے جسقدر
اجسام اس کائنات میں موجود ہیں - اُنکی لاکھوں اور کروڑوں قسم کی ساختیں ہیں - اور نباتاتی اور حیوانی
دُنیا دونوں میں بیشمار اقسام موجود ہیں - یہہ ہر ایک قسم بذاتہ خود زندہ رہتی ہے - نشو و نما ہوتی ہے - اور
بعینہ اپنے جیسا پیدا کرتی ہے - بلکہ اُن میں جذبات - احساس - ادراک - قوت فیصلہ - یادداشت اور
ذہانت بقدر اُنکی لطافت کے پائی جاتی ہے - ان تمام عجیب و غریب طاقتوں اور حرکتوں کا منبع اور
مخرج کہاں ہے؟ بے شک زندگی - احساس اور ذہانت کے آلہی عناصر ضرور ویسے ہی موزونیت اور باہمی
اتحاد سے ایک خاص رُخ پر مایل ہوئے ہوں گے - اور ایک اندرونی ساخت میں جا کر گوندہ گئے ہوں گے
جس سے زندہ مخلوق کے ایسے مکمل اور موزون ڈھانچ پیدا ہو گئے - قبل اس کے کہ کائنات کا مصالح
سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہو - جس سے کہ اس موجودات عالم کی عمارت تعمیر کیگئی ہے - اُس مخفی نظام
مجسم پرماتما نے جسنے اُس کائنات کے نقشہ پر غور کیا - اور پیشتر اس کے کہ زندگی نے حرکت کے عناصر
کو مخصوص کیا ہو - احساس نے زندگی کے - اور ذہانت نے احساس کے عنصروں کو مخصوص کیا ہو - اور
اس طرح سے ساختوں کو مختلف طاقتیں عطا کی گئی ہوں - تب تحقیق پرماتما - جانداروں کے ہیولہ خیالی
نقشہ میں موجود تھا - اس کائنات کی اندرونی ساخت میں پرماتما کو اُس کے ابدی نقشوں میں دھیان
کرنا گویا دوسری منزل پر غور کرنا ہے - جسے سوپن اوستھا کہتے ہیں - یا لغوی معنوں میں حالت نوم کہا
جاسکتا ہے - کیونکہ خواب میں جب انسان دانستہ کاروبار اور دماغی کام سے کسیقدر کنارہ کش ہوتا
ہے تو اسپر خواب کی حالت طاری ہو جاتی ہے - جسے نیند کہتے ہیں - حواسوں کی ہستی و خیالات کی ہوتے
کہ اندرونی آتما بیرونی اوستھا پر کام کر سکتا - اس حالت میں معطل ہو جاتی ہے - لیکن من بدستور بیدار
رہتا ہے - اپنے دماغی محل کے متعدد کمروں میں کلولیں کرتا ہوا یہہ چنچل من اپنے یاد کئے ہوئے احساس
و خیالات کی سامگری (مصالح) جمع کرتا ہے - اور اُس وقت ان خیالات اور اُن اشیاء کے درمیان
جن کے کہ یہہ نتایج ہیں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے اُن کو باہم خلط ملط کر دیتا ہے - اور خواب میں ایسا
نظارہ دیکھتا ہے - جیسے درحقیقت وہ نقشہ اُس مصالح کا بنا ہوا ہے - جس کے کہ وہ خیالات نتایج تھے
بس بعینہ یہی حال سوپن اوستھا کا ہے - کیونکہ اگرچہ ہم پرماتما کو ایسی حالت میں نہیں دیکھتے جس طرح ہر

مادی دنیا پر کام کر رہا ہو اور کائینات کی مختلف شکلوں کو بنا رہا ہو۔ تاہم ہم اُسکو دیکھتے ہیں جیسے خواب میں مادی
ذرات ملتے ہیں۔ اور وہ مختلف شکلوں میں ڈہل جاتے ہیں۔ تا وقتیکہ ایک مکمل نقشہ اندر ہی اندر تصور میں آجاتا
ہے۔ گویا کہ مادی کائینات سے کنارہ کش ہوکر پرماتما نقشہ پیدائیش پر غور کرتا ہوا دیکھا جاتا ہے۔

پرماتما کا اِس طریق پر دہیان کرنے کے بعد جوکہ اوم شبد کے دوسرے حرف (उ) اکار کا ٹہیک مطلب ہے یوگی
(عابد) تیسرے حرف مکار (म) پر غور کرنا شروع کرتا ہے۔ جوکہ تیسری منزل یعنی سوشپتی اوستہا کو ظاہر کرتا ہے
ہم بیان کرچکے ہیں کہ حالتِ خواب میں من صرف ہنوز اسا حالت بیداری کے کام اور دماغی شغل سے کنارہ کش ہوتا ہے
تو بہی جب گہری نیند خواب دیکہنے والے پر غلبہ پالیتی ہے تو من دماغ سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے۔ صرف
مادی قالب یعنی جسم کی زندگی کو قایم رکہنا اور اپنے مرمت کرنے اور بنانے کے طریقوں سے جسم کی جانداری اور طاقت
کو بحال کرتا ہے۔ یہہ سب کچہہ گویا کہ خود بخود عمل میں آتا ہے۔ ایسے ہی آؤ ہم ایشوری آتما (روح الٰہی) کا دہیان
کریں۔ ہم کو سوچنا چاہئے کہ کس نے زندگی۔ احساس اور شعور کے الٰہی عنصروں کو باہمی اتحاد کی جانب مائل
ہونے کی تحریک کی۔ کس نے ایشوری گیان (علم الٰہی) کے عنصروں کو ہدایت کی کہ وے اپنے تائیں کائینات کے
مکمل نقشہ میں مرتب کریں اور لگادیں۔ انسان کے من کا نئے خیالات کو قبول کرنے یا نئے نقشوں کے تجویز کرنے
میں یا تو تعلیم یا کسی بہاری ضرورت کی ترغیب یا گاہے گاہے پیش نظر احتیاط بہی باعث ہوتا ہے لیکن ایشوری
من (اچہیا) تعلیم۔ ضرورت اور پیش بینی کے اِس قسم کے ضابطوں کے مطیع نہیں ہے۔ جیسے کہ کمزور انسانی وجود
ان کے مطیع ہیں۔ ایشور کا قانون اُسکا اپنا ہی سروپ (ذات) ہے۔ کسی بیرونی سبب کے اثر سے مُبرا اور کسی حاجت
سے پیدا شدہ ضرورت کی ترغیب سے مبرا ہو۔ بضابطہ الٰہی کے عنصر نقشہ کائینات کے تقرر میں صرف سبہاوک
(ذاتی) سروگیتا (ہمہ دانی) اور خود مختاری سے مائل ہوئے۔ یا اُپنشد کے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ:-

न तस्य कार्यं करणं च विद्यते न तत्समो नाभ्यधिक-
श्च दृश्यते । परास्य शक्तिर्विविधैव श्रूयते स्वाभावि
की ज्ञानबलक्रिया च ॥

"ابدی و ازلی پرماتما لاتغیر اور لاتبدل ہے۔ اُسے کسی قسم کے اوزاروں کی ضرورت نہیں کہ جن سے وہ اپنا
کام کرے۔ نہ کوئی اُس کا ثانی، ور نہ کوئی اُس سے برتر ہے۔ وہ سب سے اعلےٰ طاقتور ہستی ہے۔ اُسمیں اننت
گیان (ہمہ دانی) اننت بل (بے انتہا قدرت) اور اننت کریا (فعل کی بیحد طاقت) سبہاوک (ذاتی) ہے۔"

جیسے کہ نیند راحت میں خون کا دوران۔ سانس کا آنا جانا۔ تکان کا دور ہونا۔ یہہ تمام کام بغیر کسی نئی
تدبیر گہڑنے یا خوض و فکر کرنے کے محض روح کے متعلق الجسم ہونیکی وجہ سے اور صرف اُسکی ذاتی خواص کے سبب
حالت بیداری سے بہی زیادہ باقاعدگی و درستی کے ساتہہ اور قدرتی طور پر سرانجام پاتے ہیں۔ ویسے ہی

سوشپتی اوستھا (حالت نوم) میں ہم پرماتما کو ہمہ دان۔ قادر مطلق اور خالق کل دیکھتے ہیں۔ جو ہر ایک کام کو انتہا درجہ کی باقاعدگی۔ درستی و صفائی اور کمالیت کے ساتھہ انجام دیتا ہے۔ اُسے نہ کسی بارہ میں پس و پیش ہوتا ہے اور نہ دماغ پر زور دیکر کوئی نیا خیال پیدا کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ بلکہ صرف سناتن (قدیم) سوئم پرکاش (خود بخود ظاہر) گیان سے (علمی) اصولوں اور بھاؤوں (خیالات) کی سبھاوک (ذاتی) کریا (فعل) سے جبکہ وہ آپ سروپ ہے۔ وہ ہر ایک کام کو خود بخود کئے جاتا ہے۔ اسے کسی تحریک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایشور پرماتما کے قدرتی خواص کے اِس یقین کی بناء پر روح کو راحت اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ یہہ عقیدہ بجائے اِس کے کہ تقدیر اور قسمت یا آئندہ سوچ پر سب کچھہ چھوڑ بیٹھنے کے عیوب سکھلاوے۔ اُن سوئم پرکاش سے (خود بخود ظاہر) اصولوں کے اندرونی گیان میں درڑہ وشواس (مضبوط ایمان) پیدا کرتا ہے۔ جو کہ گویا ذات آلہی میں پیوست ہیں۔

اِسی مضمون کو ہم دوسرے پیرایہ میں اور طرح سے ادا کر سکتے ہیں۔ مثلاً غور کیجیئے کہ جسمانی آنکھیں کس طرح سے بیرونی اشیاء کو دیکھتی ہیں۔ آلہ چشم ایک تاریک کیمرا (عکسی صندوقچی) کی مانند ہے۔ اسکی آبی نمی شفاف محدب شیشے کا کام دیتی ہے۔ اِسکی شیشی کی سی نمی اُن شیشوں کے مشابہ ہے۔ جن میں کہ روشنی کی کرنیں مڑ جاتی ہیں۔ اور روپ گرہن کرنیوالی اندرونی ناڑی کا سرا معمولی کیمرا کے اُس شیشے کے بجائے ہے۔ جسپر کہ عکس بیٹھہ جاتا ہے۔ جیسے کہ کسی چیز کا صاف عکس لینے کے لئے انعکام مرکز پر عکس جانا ضروری ہے۔ ویسے ہی آلہ چشم کے پردے اور جھلیاں آلہ مرکز شعاعی کا کام دیتی ہیں جنکے ذریعہ سے آنکھہ کسی مطلوبہ دوری پر لگائی جا سکتی ہے۔ ایسی آنکھہ کو اگر محض ایک آلہ ہی سمجھیں تو انہیں روپ گرہن کرنے کی بجنسہ ویسی ہی طاقت ہے جیسی کہ فوٹوگرافی کے تاریک کیمرا میں۔ کیمرا کے پیچھے فوٹوگراف (عکسی مصور) کھڑا ہوتا ہے۔ جو کہ شیشوں کو لگاتا اور درست رکھتا ہے۔ تصویر کو لیتا اور اُسکو جانچتا ہے۔ بجنسہ یہی کیفیت انسانی آنکھہ کی ہے۔ انسان کی مادی آنکھہ کے پیچھے بصارت کا مادہ یا اصول موجود ہے۔ کان کے پیچھے سماعت کا اصول موجود ہے۔ اور اسی طرح سے ہر ایک حواس کے پیچھے اُسی قسم کی حرکت کا اصل اصول موجود ہے۔ جب انسان اِس قالب فانی کو (مرنے پر) ترک کر دیتا ہے۔ تو وہ اِن دیکھنے اور محسوس کرنے کے اصولوں سے محروم نہیں ہو جاتا جیسے کہ فوٹوگرافر کیمرا سے اپنی آنکھیں باہر نکالکر بصارت سے بے بہرہ نہیں ہو جاتا ہے۔ جیوآتما (انسانی روح) اِن اصولوں کا سچا سروپ یعنی مجموعہ ہے۔ اسی طرح سے پرماتما کے بارے میں جاننا چاہئے۔ پرماتما اِن تمام لافانی اور لاتغیر اصولوں کا سروپ ہے۔ جو کہ تمام اشکال یا عضوی بناوٹوں کے اندر موجود ہیں مگر اُن سے علیحدہ رہتے اور تمام مخلوقہ کائنات کی بنیاد میں پائے جاتے ہیں۔ وہ درحقیقت مہان (بڑا) سناتن (قدیم) سروویاپک (محیط و لبسیط کل) آتما ہے۔ جس کے بارے میں اُپنشد کا ایسا

قول ہے :-

अपाणिपादो जवनो ग्रहीता पश्यत्यचक्षुः स शृणोत्य-
कर्णः। स वेत्ति विश्वं न च तस्यास्ति वेत्ता तमाहुरग्र्यं
पुरुषं पुराणम ॥

"پرمیشر کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سبکو بناتا اور قابو رکھتا ہے۔ پاؤں نہیں لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب سُرعت ہے۔ آنکھہ کا آلہ نہیں لیکن سبکو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے۔ کان نہیں پھر بھی سبکی باتیں سُنتا ہے۔ انتہکرن (حواس باطنی) نہیں مگر تمام دُنیا کو جانتا ہے۔ اور اُسکو حد کے ساتھہ پانیوالا کوئی نہیں ہے۔ اُسکو قدیم۔ سب سے افضل اور سب میں بھرپور ہونے کے باعث پُرش کہتے ہیں۔ وہ حواس اور انتہکرن سے کرنے والے کاموں کو اپنی طاقت سے کرتا ہے"

اس لئے ایشور کا اِس اوستھا میں دھیان ایسے کیا جاتا ہے کہ وہ تمام تصورات و خیالات کا سروپ ہے یہی سوشپتی اوستھا ہے جو کہ اوم شبد کے تیسرے حرف म مکار کا مطلب ہے ٭

چوتھی کوئی ماترا یا حرف نہیں ہے۔ نہ ہی زبان سے ادا کیجاتی یا بولی جاتی ہے۔ بلکہ سچا بے بیان نام ہے جو کہ حقیقی ہستی۔ روح حقیقی۔ پنہاں۔ غیر مجسم۔ بے پایاں۔ ناقابل قیاس۔ اور ناقابل ادراک ہستی یعنی پرماتما کو ظاہر کرتا ہے جو کہ ایک آتما۔ ہمیشہ سب پرپنچ سے رہت (معرا) سرور مطلق اور راحت مطلق ہے۔ اُس کو ضرور ساکھشات کرنا یعنی جاننا چاہئے۔

ہم اس دلچسپ لیکن ادھوری اور ضرورتاً مختصر تشریح کو پرشن اُپنشد کے پانچویں پرشن کے اقوال کو درج کئے بغیر عمدگی سے ختم نہیں کر سکتے ٭

एतद्वै सत्यकाम परञ्चापरञ्च ब्रह्म यदोङ्कारस्तस्माद्विद्वा
नेतेनैवायतनेनैकतरमन्वेति ॥१॥ स यद्येकमात्रमभिध्या
यीत स तेनैव संवेदितस्तूर्णमेव जगत्यामभिसम्पद्य
ते। तमृचो मनुष्यलोकमुपनयन्ते स तत्र तपसा ब्र
ह्मचर्येण श्रद्धया सम्पन्नो महिमानमनुभवति ॥२॥
अथ यदि द्विमात्रेण मनसि सम्पद्यते सोऽन्तरिक्षं यजुर्भि
रुन्नीयते। स सोमलोकं स सोमलोके विभूतिमनुभूय पुन
रावर्त्तते ॥३॥ यः पुनरेतन्त्रिमात्रेणोमित्येतेनैवा
क्षरेण परंपुरुषमभिध्यायीत स तेजसि सूर्ये सम्पन्नः।

यथा पादोदरस्त्वचा विनिर्मुच्यत एवं ह वै स पाप्मना विनिर्मुक्तः स सामभिरुन्नीयते ब्रह्मलोकं स एतस्माज्जीवघनात्परात्परं पुरिशयं पुरुषमीक्षते तदेतौ श्लोकौ भवतः ॥५॥ तिस्रो मात्रा मृत्युमत्यः प्रयुक्ता अन्योन्यसक्ता अनविप्रयुक्ताः। क्रियासु बाह्याभ्यन्तरमध्यमासु सम्यक् प्रयुक्तासु न कम्पते ज्ञः।६॥ ऋग्भिरेतं यजुर्भिरन्तरिक्षं स सामभिर्यत्तत्कवयो वेदयन्ते। तमोंकारेणैवायतनेनान्वेति विद्वान् यत्तच्छान्तमजरममृतमभयं परञ्चेति ॥७॥

اے! حق کے متلاشی آدم یہاں پرمیشور ہے۔ گیانی (دانشمند) اُس مقصد کو حاصل کرتے ہیں۔ جو کہ اِس آدم کے سہارے ہے۔ جو آدم کی پہلی ماترا अ کا دہیان کرتا ہے۔ یعنی ایشور کی جاگرت اوستھا پر غور کرتا وہ جلد علم معرفت کی روشنی سے منور ہو جاتا ہے۔ اور موت کے بعد بھی پھر اشرف المخلوقات جامہ انسانی کو دھارن کرتا ہے۔ اور اپنی پہلی اوپاسنا (عبادت) کی برکت سے تپ (ریاضت)۔ برہمچریہ اور شردھا سچائی کی محبت سے [illegible] زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اِس طرح سے سرواتم سکھ بھوگ کی سامگری (اعلےٰ سامان راحت) کو حاصل کرکے اعلےٰ درجہ کی خوشیوں کا حظ اٹھاتا ہے۔ جو آدم کی دوسری ماترا उ یا ایشور کی سوپن اوستھا کا دہیان کرتا ہے وہ اسباب کی اندرونی دُنیا کی جھلک کا دیدار حاصل کرتا ہے۔ اور اِس اوپاسنا کی برکت سے روحانی دُنیا کی سیر کرتا ہے۔ جہاں روحانی ترقی کے آنند محسوس کرنے کے بعد پھر جسم انسانی میں آتا ہے۔ مگر جو انسان اوم کی تیسری ماترا म یا ایشور کے سروپ (یعنی ذات) کا دہیان کرتا ہے۔ وہ تجلی حق سے منور ہو نجات پا جاتا ہے۔ جیسے سانپ پورانا چمڑا اوتار کر پھر نیا نکل آتا ہے۔ ویسے ہی وہ یوگی (عابد) جو تیسری ماترا کا اُپاسک ہے۔ اپنے فانی قالب نیز گناہوں اور جسمانی کمزوریوں سے چھوٹ کر اپنے سوکشم شریر (جسم لطیف) کے آزاد ہو برہمانڈ (کائنات) میں گھومتا ہوا سروویاپک (محیط و بسیط کل)، سروانترامی (ضابطہ القلوب) آتما کی مہان (جلال) کا ہمیشہ آنند بھوگتا ہے۔ آؤ ہم مختصر کرکے پھر بیان کریں۔ اوم کی تینوں ماترا کا اُپاسک ٹھیک طور پر منزل بمنزل دہیان کرنے سے اِس سنسار کے دُکھوں (کلفتوں) سے چھوٹ جاتا ہے۔ پہلی ماترا کا دہیان اُپاسک (عابد) کو اِس دُنیا کے سب سے اعلےٰ سامان راحت کا مستحق بناتا ہے۔ دوسری ماترا کا دہیان اُسکو روحانی دُنیا کی خوشیوں سے مالامال کرتا اور تیسری ماترا کا دہیان اُسکو موکش یعنی نجات ابدی کو حاصل کراتا ہے ۔۔ اوم شم

سورج کی روشنی میں سات رنگ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ ھذا بابت اگست ۱۹۱۶ء

ویدمنتر جن ویدمنتروں میں یہ صداقت ظاہر کیگئی ہے وہ رگوید کے پچاسویں سکت میں آئے ہیں۔ اس سکت کی تمام رچاؤں کا دیوتا یعنی عنوان سورج ہے۔ گویا ان ویدمنتروں میں سورج کی متعلق ضروری امور ظاہر کئے گئے ہیں۔ بوجہ عدم گنجائش ہم اس "تمام سکت کی تشریح نہیں کرسکتے۔ پہلے تین منتروں کی تشریح فاضل اجل پنڈت گورودت جی ایم اے نے اپنے ویدک ٹریکٹ نمبر ۳ میں کی ہے۔ جن اصحاب کو ہماری اس بیان پر کچھہ تعجب آوے۔ وہ رسالہ مذکور کو ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ چوتھے منتر کی تشریح انہوں نے اپنے ویدک میگزین نمبر ۴ میں کی ہے۔ آٹھواں اور نواں منتر جنکی تشریح کہ ہم اپنے اس مضمون میں کریں گے حسب ذیل ہیں۔

सप्त त्वा हरितो रथे वहन्ति देव सूर्य्य। शोचिष्केशं वि चक्षण ॥ ८ ॥ अयुक्त सप्त शुन्ध्युवः सूरो रथस्य नप्त्यः ताभिर्याति स्वयुक्तिभिः ॥ ९ ॥

(۱) اے روشن اور تمام برہمانڈ کو منور کرنیوالے سورج سات قسم کی شعاعیں تیری پُرجلال روشنی کو اس خوبصورت نظام شمسی تک پہونچاتی ہیں۔ (۲) یہہ سورج جو اس نظام شمسی کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اپنی روشنی میں سات قسم کی کرنوں کو متحد رکھتا ہے۔ اس اتحاد کے ساتھہ یہ اپنے محور کے گرد گھومتا ہے۔

تشریح پہلی بات ہمکو ان منتروں سے یہہ معلوم ہوتی ہے کہ سورج کی روشنی سات[*] قسم کی کرنوں سے مرکب ہے۔ لفظ हरितः ہرتہہ (کرنیں) ہری "لیجانا" سے نکلا ہے جسکی لغوی معنے

[*] (نوٹ) جن اصحاب نے غور و تحقیق کے ساتھہ سنسکرت علم ادب کا ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ اُن سے یہہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ ویدوں کی بہت سی سچائیاں اور خوبصورت استعارے پورانوں میں بگڑکر افسانے بن گئے ہیں یہی حال ان منتروں کے مضمون کا ہوا ہے۔ یہہ ایک افسانہ ہے۔ کہ سورج ایک رتھہ میں سوار ہے جسکے آگے سات گھوڑے لگے ہوئے ہیں۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ ناظرین اس افسانہ سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اصلی مطلب کو نظر انداز کرنے سے پورانوں میں یہ بالکل ایک افسانہ بن گیا ہے۔ لیکن ویدوں میں یہہ ایک محض استعارہ ہے ۔

ہیں "لیجانیوالیں" کرنوں کا یہہ نام اسوجہ سے ہے کہ وے اشیاء کے بخارات یا رسوں کو کرہ ہوائی کے طبقات بالائی میں لیجاتی ہیں۔ اِنہیں معنوں میں سوامی دیانند سرسوتی جی اس لفظ کی تشریح کرتے ہیں۔ وہ اپنی اس منتر کی شرح میں فرماتے ہیں :-

(हरितः) वैदिक पौरसान् हरिति न आदित्य रश्मयः

یعنی ھریتھ کے معنے ہیں سورج کی کرنیں جنکی مدد سے کہ سورج پدارتھوں کے رسوں کو لیجاتا ہے۔ سائینا چاریہ بھی جو کہ اس منتر سے سورج اور اُس کے سات گھوڑوں کی کہانی نکالتا ہے۔ اس لفظ کے اصلی اور مصدری معنوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور اپنی شرح میں لکھتا ہے۔ کہ "हरितो ऽश्वाः रस हरणशीला रश्मयो वा" ہریتہ کے معنے ہیں (۱) گھوڑے یا (۲) رسوں کے لیجانیوالی کرنیں" لیکن اس منتر کی شرح میں وہ اس لفظ کے لغوی معنوں کا اور کہیں ذکر نہیں کرتا ہے صرف روڑھی (جامد) معنے گھوڑے کے ہی مان کر متذکرہ بالا قصہ کا بیان جاری رکھتا ہے۔ لیکن آگے چلکر اُسکو یہہ ماننا پڑا ہے۔ کہ

हरित इत्यादित्याश्वानां संज्ञा हरित आदित्यस्येति निघण्टुवृत्तत्वात

یعنی ھرتھ کے معنے ہیں سورج کے گھوڑے کیونکہ نگھنٹو میں لکھا ہے کہ ھرتھ کے معنے ہیں متعلقہ سورج۔ یہاں پر ہم یہہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ویدوں میں تمام یوگک لفظ ہیں روڑھی نہیں یعنی مصادر و مشتق ہیں جامد نہیں۔ نگھنٹو کا مصنف یاسک منی اور سنسکرت کے تمام دیگر علم فلالوجی کے ماہر اور صرف و نحو کے عالم اس بارہ میں متفق الرائے ہیں۔ اس لئے یہہ امر قابل دریافت ہے کہ وہ "आदित्याश्वा" یعنی سورج کے گھوڑے کیا ہیں جن کا کہ نگھنٹو میں ذکر ہے۔ خود لفظ अश्व (اشو) بلحاظ صرف आशु یعنی تیز سے منطبق ہے اور اسکا مترادف ہے (دیکھو نگھنٹو ۱ - ۱۴) اس سے صاف ظاہر ہے کہ ویدوں میں یہہ صرف گھوڑے کی ہی صفت نہیں ہے۔ بلکہ حرارت - بجلی - مقناطیس اور تمام دیگر تیزی سے لیجانیوالی چیزوں کی بھی صفت ہے - یہہ عموماً حرارت کے لئے مستعمل ہوتا ہے - اور یہہ نہایت موزوں بھی ہے کیونکہ اس حرارت سے (جو کہ ۱۸۶۰۰۰ میل فی سکنڈ کی رفتار سے فاصلے طے کرتی ہے) بڑھکر تیزی سے لیجانیوالی اور کونسی چیز ہو سکتی ہے - یہہ بات کہ لفظ अश्व (اشو) ویدوں میں ٹھیک اِنہیں معنوں میں ہی آیا ہے - مفصلہ ذیل منتروں سے بخوبی ظاہر ہوگی - اِن منتروں میں یہ لفظ اگنی (حرارت) کی صفت کے طور پر آیا ہے :-

(۱) (رگوید)
अश्वं न त्वा वारवन्तम वन्दध्या अग्निं नमोभिः

(۲) वृषो अग्निः समिध्यते ऽश्वो न देववाहनः। तं हविष्मन्त ईडते (رگوید)

* (نوٹ) پنڈت گورودت جی ایم اے نے اپنے رسالہ ٹرمی نالوجی آف دی ویدز میں اس مضمون پر مفصل بحث کی ہے۔

یہہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ لفظ वह्नि (حرارت) جس کے نحوی معنے ہیں "لیجانیوالی" نگھنٹو میں अश्व کا ایک مترادف ہے (دیکھو نگھنٹو ۱-۱۴) اس لئے جملہ आदित्याश्वा: کے جو کہ نگھنٹو میں لفظ ہے کا ترجمہ ہے۔ معنے ہیں سورج کی کرنوں کو تیز لیجانیوالیں۔ اور سورج کی روشنی کو تیز لیجانیوالی اسکی کرنیں ہی ہوسکتی ہیں۔

یہہ بات کہ اس منتر میں سورج کی سات قسم کی کرنوں کا ہی ذکر ہے نہ کہ سات گھوڑوں کا دوسرے منتر میں آئے ہوئے لفظ शुन्ध्युव: کے استعمال سے بھی صاف ظاہر ہے۔ یہہ لفظ مصدر शुन्ध "صاف کرنا" سے نکلا ہے۔ اور اس کے معنے ہیں پاک یا صاف کرنیوالی سوامی دیانند اسکی شرح اس طرح پر کرتے ہیں:

पवित्र हेतवो रश्मयो ऽश्वा: शुन्ध्युरित्यश्वना० नि०

یعنے शुन्ध्यव: کے معنے ہیں تیز لیجانے والی کرنیں جو کہ شدھی کا کارن (باعث) ہیں۔ نگھنٹو میں شندیو تیز لیجانے والی سورج کی کرنوں کا نام ہے۔ سائناچاریہ بھی اس لفظ کا اشتقاق اسی طرح پر کرتا ہے اور اسکو ماننا پڑا ہے کہ शुन्ध्युव: शोधिका अश्वस्त्रियः یعنے شندیوہ کے معنے ہیں گھوڑوں کی شدہ کرنیوالی عورتیں۔ یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ شدہ کرنیوالی۔ یہہ صفت گھوڑوں یا انکی عورتوں کی کیسے ہوسکتی ہے۔

سائن کو ایک مشکل اور پیش آتی ہے وہ یہہ ہے کہ لفظ शुन्ध्युव: صیغہ مونث میں آیا ہے۔ اس پیچیدہ عقدہ کو وہ یوں حل کرتا ہے کہ اس کے معنے گھوڑوں کی استریاں (عورتیں) کر دیتا ہے۔ یہ بات بالکل قرین عقل معلوم ہوتی ہے۔ کہ سورج کی کرنوں کو شدھ کرنیوالی کہا جاوے۔ کیونکہ یہہ ہوا کو صاف کرتی ہیں جیسا کہ ہم آگے چلکر بیان کریں گے۔ ان دو لفظوں کے استعمال کو دیکھ کر اسمیں مطلق شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ کہ सप्तशुन्ध्युव: اور सप्त हरित: سورج کی تیز لیجانیوالی اور پاک صاف کرنیوالی سات قسم کی کرنیں ہی ہیں۔

پہلے منتر کا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ سورج کی کرنیں سات قسم کی ہیں۔ دوسرے منتر میں اس اصول کی نسبت کچھہ اور بھی بتلایا گیا ہے۔ وہ یہہ ہے کہ سورج کی سفید روشنی سات قسم کی کرنوں کے ملاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ منتر کے اس ٹکڑا سے صاف عیاں ہے:۔

अयुक्त सप्त शुन्ध्युव:

یعنی سورج اپنی سات قسم کی کرنوں کو متحد کرتا ہوا اپنے محور پر گھومتا ہے۔" یہہ نیوٹن صاحب کے متذکرہ بالا قوس سے اور نیز سورج کی کرن کو بذریعہ منشور مثلثی شیشہ کے پھاڑنے اور ایک دوسرے محدب شیشے کے ذریعہ سے پھر ملانے سے بخوبی ثابت ہوسکتا ہے:۔

اس اصول کا ذکر ویدوں کے دیگر مختلف حصّوں میں بھی آیا ہے۔ مثلاً رگ وید۔ منڈل ایک سوکت ۱۰۵ میں لکھا ہے:۔ "अमी ये सप्त रश्मयस्तत्रा मे नाभिरातता"

"یعنی یہہ سات قسم کی کرنیں مجھہ میں ملتی ہیں (جیسے کہ پہئے کے آرے نابھہ میں)"

فی الواقعہ اس خیال کا اتنی دفعہ اعادہ ہوا ہے کہ "सप्त रश्मि" (سپت رشمی) (سات کرنوں والا) سورج کی خاص صفت ہوگئی ہے۔ پھر "सप्तऋषय:" (سپت رشیہ) (سات روشن کرنیوالی) سورج کی کرنوں کی صفت ہے (دیکھو نگھنٹو ۱-۵) نروکت ادھیاۓ ۴ کانڈ ۲۷ میں یاسک منی فرماتے ہیں:۔

सप्तऋषय: रश्मय: आदित्ये

یعنی "سپت رشی سورج کی سات کرنیں ہیں" اس سے صاف ظاہر ہے کہ سپت رشیہ کے معنے یہاں پر سوائے روشن کرنیوالی کرنوں کے اور کچھہ نہیں ہیں۔

ہمارے بہت سے ناظرین اس بات پر تعجب ظاہر کریں گے کہ یہہ علمی اصول جو کہ یورپ میں نیوٹن سے پیشتر کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں گذرا تھا۔ ویدوں کے رشیوں سے صاف طور پر دیکھا گیا ہو۔ وے سوال کر سکتے ہیں۔ بھلا مانا کہ ویدک رشی اس صداقت سے آشنا تھے۔ مگر اسکی کیا وجہ ہے کہ بعد کے زمانہ کے سنسکرت لٹریچر میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا؟ اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ بعد کے وقتوں میں بھی یہ اصول بالکل فراموش نہیں ہوگیا تھا۔ جیسا کہ ورہ سمہتا کے مندرجہ ذیل شلوک سے ظاہر ہے:۔

संमूर्छिता रवीन्दो: किरणा: पवनेन मण्डली भूता: ।
नानावर्णाकृतयस्तन्वभ्रे व्योम्नि परिवेष: ॥

"سورج اور چاند کی کرنیں بذریعہ ہوا کے ذریعہ سے پھٹ کر اور ایک گول شکل اختیار کر کے آسمان کے اندر مختلف رنگوں میں نمودار ہوتی ہیں۔"

اور پھر ادھیاۓ ۳۵ میں مرقوم ہے:۔

सूर्यस्य विविधवर्णा: पवनेन विघट्टिता: करा: साभ्रे ।
वियति धनु: संस्थाना ये दृश्यन्ते तदिन्द्रधनु: ॥

"یعنی جبکہ بذریعہ ہوا سورج کی مختلف رنگوں کی کرنوں کو پھاڑ دیتی ہے تو وہ ابر دار آسمان میں ایک دھنش (کمان) کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں۔ جسکو قوس قزح کہتے ہیں۔"

ان شلوکوں سے صاف عیاں ہے کہ وراہ مہر کے زمانہ تک یہہ معلوم تھا کہ (۱) سورج کی کرنوں میں مختلف رنگ ہیں۔ (۲) کہ یہہ کرنیں ملکر سورج کی روشنی کو پیدا کرتی ہیں۔ (۳) کہ وہ ہوا میں موجود آبی بخارات کے ذریعہ سے پھاڑی جا سکتی ہیں۔ اور (۴) کہ یہہ اس طرح سے پھٹ کر اس

ظہور کو پیدا کرتی ہیں جسکو کہ قوس قزح کہتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ پورانک لٹریچر میں بھی جوکہ قدیم آریہ دانائی کا صرف پراگندہ بقیہ ہے۔ اِس اصول کے نشانات ملتے ہیں۔ سورج اور سات گھوڑوں کی کہانی بھی جسکا کہ ہم کئی مرتبہ ذکر کر چکے ہیں۔ اِس صداقت کی صرف ایک دُھندلی جھلک ہے۔ جوکہ اِن منتروں کے اندر ظاہر کیگئی ہے۔ سورج کی روشنی کی ہفتگانہ ترکیب کے علاوہ جوکہ اِن منتروں کا خاص مضمون ہے۔ اِن میں بعض دیگر صداقتوں کی طرف بھی صاف اشارے پائے جاتے ہیں۔ سورج کی کرنوں کو (हरितः) یعنے لیجانیوالی کہا گیا ہے۔ اِس سے سورج کی کرنوں کے اُس بھاری وصف یعنی حرارت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جسکے ذریعہ سے کہ وے اجسام کو پھیلا کر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجاتی ہیں۔ کرنوں کی حرارت سے چیزیں ٹھوس سے مائیہ۔ مائیہ سے گاس یا بخارات اور گاس سے لطیف گاس بنجاتی ہیں۔ اور اِس طرح سے ہلکی ہوکر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچائی جاتی ہیں۔ ایسے ہی سمندروں اور جھیلوں کی سطحوں سے پانی کے بخارات کرۂ ہوائی کے طبقۂ بالا میں لیجائے جاتے ہیں۔ جہانکہ وے جم کر بادل بنجاتے ہیں۔ پھر اِن بادلوں کو سورج کی حرارت دُنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا دیتی ہے۔ جہاں اِن سے بارش ہوتی ہے۔ جوکہ مختلف زمینوں کو سیراب اور سرسبز کرتی ہے۔ تب کیا "لیجانیوالی" یہہ سورج کی کرنوں کی ایک موزون صفت نہیں ہے۔؟

(۳) دوسرے منتر میں کرنوں کو صاف کرنیوالی کہا گیا ہے۔ اِس سے سورج کی کرنوں کے ایک اور مفید وصف کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ یعنی یہہ کہ کرنیں اپنی روشنی کے ذریعہ سے ہوا کو صاف کرتی ہیں۔

یہہ امر محتاج بیان نہیں کہ صاف ہوا جو کہ ہم بذریعہ سانس اندر کھینچتے ہیں وہ اُس وقت گندہ ہوجاتی ہے جبکہ ہم اُسے باہر نکالتے ہیں۔ اُسمیں تب کاربونک ایسڈ گاس زیادہ ہوتی ہے جوکہ ذی روحوں کے لیئے مضر ہے۔ یہہ کاربونک ایسڈ گاس آگ کے جلنے سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ اگر سورج کی کرنوں میں صاف کرنیکی طاقت نہ ہوتی تو یہہ گاس بکثرت جمع ہوجانے سے ہوا کو اِسقدر گندہ بلکہ زہریلا بنا دیتی کہ اُس کا صاف ہونا ناممکن ہوتا۔ سورج کی کرنیں اِس طرح پر ہوا کو صاف کرتی ہیں۔

"پودوں اور درختوں کے پتوں میں ایک قسم کا جوہر پایا جاتا ہے جسکو زبان انگریزی میں فلورو فائیل کہتے ہیں۔ اِس جوہر کے اندر یہ خاصیت ہے کہ وہ سورج کی کرنوں کے اثر سے ہوا کے مختلف اجزا سے کاربونک ایسڈ گاس کو علیحدہ کر دیتا ہے۔ جسکو پودے اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور آکسیجن کو جسکی کہ اُن کو ضرورت نہیں ہوتی۔ باہر ہی ہوا میں چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ کاربونک ایسڈ سے علیحدہ شدہ آکسیجن جانداروں کی زندگی کا باعث ہوتا ہے۔ جنگلوں کی ہوا جہانکہ پودے اور درخت بکثرت ہوتے ہیں۔ اِس طرح سے سورج کی کرنوں کی روشنی سے صاف ہوکر اُنکی حرارت کے ذریعہ سے چاروں طرف پھیل جاتی ہے اور شہروں اور قصبوں کی گندہ ہوا کی جگہہ بھر جاتی ہے۔ یعنی سورج کی کرنیں زمین پر پڑکر اُسکی سطح کو گرم کر دیتی ہیں جب

کرۂ ہوائی کے طبقہ زیرین کی ہوا اس سطح کو چھوتی ہے تو گرم ہوتی ہے اور جب گرم ہوتی ہے۔ تو لطیف ہوتی ہے اور جب لطیف ہوتی ہے تو اوپر چڑھتی ہے۔ اور جب وہ اوپر چڑھتی ہے تو اس کے چاروں طرف کی سرد ہوا اسکی جگہ بھرنے کو آتی ہے۔ اس طرح پر ایک بڑ حرارت کی گردش جاری ہوتی ہے جس سے گردشیں پیدا ہوتی ہیں لیس بڑی ہوا کے رواں دواں ہونے یعنی آندھیوں کے چلنے کا سبب ہوتا ہے۔ انہیں آندھیوں کے ذریعہ سے جنگل کی صاف ہوا شہروں اور قصبوں کی ناپاک ہوا جس کے اندر کبھی بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ قائم مقام بنتی ہے اس لئے بہت ٹھیک کہا گیا ہے۔ کہ سورج کی کرنیں "صاف کرنیوالی" ہیں۔

"सूर्यो रश्मय नन्दः" منتر کے اس ٹکڑہ میں ایک اور علمی سچائی موجود ہے۔ وہ یہہ ہے کہ آفتاب اپنی کشش سے نظام شمسیہ کو سنبھالے ہوئے ہے۔ لفظ "नन्द" مصدر "नन्द" (بمعنے خوش کرنا) سے مشتق ہوتا ہے اور اس لئے اس کے معنے خوبصورت نظام شمسیہ کے لئے گئے ہیں۔ مصدر "रम" (بمعنے حرکت کرنا) سے بھی اس لفظ (रथ) کا اشتقاق ہوسکتا ہے۔ اور تب اس سے وہی معنے مفہوم ہونگے۔ جوکہ اسکے مترادف انگریزی لفظ "planet" (Lat. planet = wanderer) سے ہوتے ہیں۔ ہر دو صورتوں میں اس کے معنے ہونگے "عظیم اور خوبصورت نظام سیارگان جو کہ سورج کے گرد گھومتے ہیں" لفظ "नन्दः" مصدر "न" (بمعنے نہیں) اور "पत" (بمعنے گرنا) سے مشتق ہوا ہے جس کے معنے ہیں "وہ جو گرنے سے روکتا ہے" یعنی "وہ جو سنبھالتا ہے" سائنا بھی اسی طرح پر اس لفظ کی تشریح کرتا ہے۔

न पप्तः न पात विन्द यः गाभिर्वु क्राभिः रथो याति न
पतति ला हू शो

یعنی "नन्दः" وہ ہیں جو کہ اسکو گرنے نہیں دیتے یعنی جنکے ذریعہ سے رتھ چلتا رہتا ہے اور گرتا نہیں ہے" ناظرین کو یہہ امر بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ یہہ سورج ہی ہے جو کہ اپنی کشش سے زمین اور دیگر سیاروں کو اپنے گرد پھراتا ہے۔ اور ان کو اپنے اپنے استہ سے ہٹنے نہیں دیتا۔ زمین اپنی ایک حالت میں قائم رہنے کی خاصیت کی وجہ سے خط مستقیم میں حرکت کرنا چاہتی ہے۔ اور ہر لحظہ خط مماس میں بھاگ جانیکو مایل ہے۔ سائنس میں اسکو سینٹریفیوگل فورس یعنی حرکت دافع المرکز کہتے ہیں۔ یہ لفظ لاطینی زبان کے دو الفاظ سے مرکب ہے۔ اسکے معنے ہیں مرکز سے بھاگنا۔ لیکن سورج اپنی کشش سے اسکو اپنے مرکز کی طرف کھینچتا ہے۔ اسکو سینٹری پیٹل فورس یعنی حرکت مائل المرکز کہتے ہیں۔ زمین پر یہہ دونوں قوتیں کام کرتی ہیں۔ اس لئے زمین نہ تو خط مماس میں حرکت کرتی ہے۔ اور نہ ہی سورج کی طرف لیکن ایک متوسط راستہ اختیار کرتی ہے۔ یعنی خم کھا کر چلتی ہے۔ جو کہ قریب مدور ہوتا ہے۔ اس طرح سے سورج زمین اور ہر ایک

سیارے کو اپنے اپنے محور پر قائم رکھتا ہے اور اپنے گرد گھماتا ہوا تمام نظام شمسیہ کو سنبھالتا ہے۔
یہ خیال وید کے دیگر حصوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ رگوید میں لکھا ہے :-

"उक्षा धार पृथिवी मुत द्याम"

اُکشا یعنی سورج کے سہارے زمین اور دیگر سیارے ہیں۔ اتھروید میں رقم ہے :-

सूर्य को न रीम ना रौ

وہ اجسام فلکی یعنی ستارے سورج کے سہارے ہیں" مفصلہ ذیل منتر بھی اسی مضمون کے متعلق ہے :-

आकृष्णेन रजसा वर्त्तमानो निवेशयन्नमृतं मर्त्यं च ।
हिरण्ययेन सविता रथेन देवो याति भुवनानि पश्यन्
य० अ० ३३ मं० ४३ ॥

جو سوتا یعنی بارش وغیرہ کا کرنے والا۔ چمکتا ہوا۔ روشنی کا منبع خوشنما متنفس اور غیر متنفس میں امرت روپ بارش یا کرن کے ذریعہ سے امرت کو داخل کرتا اور سب مجسم اشیاء کو دکھلاتا ہوا سب لوکوں (کرّوں) کو کشش کرتا ہوا اپنے محور کے گرد گھومتا رہتا ہے۔

خاتمہ

مندرجہ بالا بحث سے یہہ کافی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ویدوں میں کافی سامان موجود ہے جس سے کہ مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کا دعوے پایہ ثبوت کو پہونچتا ہے۔ نیز یہہ کہ سوامی جی مہاراج کا دعوے کوئی نیا دعوے نہیں ہے۔ بلکہ قدیم سے رشی مہرشی ویدوں کے متعلق اسی قسم کے دعوے کرتے چلے آئے ہیں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ ویدوں کے مفہوم کے سمجھنے میں اکثر غلط فہمی واقعہ ہوئی ہے۔ ویدوں کو بھی اکثر اشخاص پورانوں کی طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ اور اسی ڈھنگ سے انکے معنی اور مطلب کو ادا کرتے ہیں پوران درحقیقت کچھہ تو قدیم آریوں کے خیالات کے بگڑے ہوئے ذرے ہیں۔ اور کچھہ زمانہ حال کی گھڑنت ہے۔ پورانوں میں تمام جہان کی توہمات باطلہ اور بیہودگیاں بھری ہوئی ہیں۔ اس حالت میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ اگر ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ ویدوں کو دور از قیاس فسانوں اور لغو داستانوں کا ایک مجموعہ قرار دیں یا زیادہ سے زیادہ کچھہ نظم کا مجموعہ قرار دیں جسمیں قدرت کی مختلف طاقتوں سے خطاب کیا گیا ہے لیکن سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے ہمیں ویدوں کے ترجمہ کی ایک کلید دیدی ہے۔ یعنی یہہ کہ تمام ویدک الفاظ یوگک یعنی مصدری ہیں جامد نہیں۔ ہمیشہ انہیں معنوں میں لینا چاہئیے۔ اس قاعدہ کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے کہ سائینا چاریہ۔ مہی دہر اور یوروپ کے عالمان علم مشرقی مثلاً پروفیسر میکسمولر اور مونیر ولیم وغیرہ

پورانوں کے افسانوں کو ویدوں کے سر مڑھتے ہیں۔ لیکن اگر ٹھیک طریقہ سے ویدوں کا مطالعہ کیا جاوے
تو اُن میں صحیح علوم کے اصول پائے جاویں گے۔ جیسا کہ سوامی جی مہاراج کا دعویٰ ہے۔ اسی اصول کی
پابندی کا یہ باعث ہے کہ مہرشی سوامی دیانند سرستی کا وید بھاشیہ زمانہ حال کی تمام تفسیروں پر ہر حالت
میں فوق رکھتا ہے۔ اور ہمیں کامل یقین ہے کہ وہ زمانہ دور نہیں ہے جبکہ یہ بھاشیہ ویدوں کی نسبت
ہمارے خیالات۔ ہماری معلومات۔ اور ہماری تحقیقات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرے گا۔ اسی ایک نقطہ
پر مہرشی سوامی دیانند سرستی زمانہ حال کے تمام مفسروں سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور قدیم زمانہ کے
تمام مفسرین عالمانِ علم زبان اور صرف نحو والوں سے کلیتاً متفق ہیں ۔۔ اوم شم ۔۔

نظم

ق

جگت پتا کی پریتی میں من لگا گر ہو — کلیش دُور ہوں پر تسنا فزوں تر ہو
رہے جو دھیان میں ایشر کے ہر گھڑی لولین — تو شُدھ اُسکا سبھی اندر اور باہر ہو
جو کام کرودھ کو اور لوبھ موہ کو دی چھوڑ — نہ جس کے دل میں اہنکار تل برابر ہو
ہمیشہ دور رہے پالسی سے ست بولے — خیال جیسا ہو من میں وہی زباں پر ہو
جہاں وہ جائے وہاں پائے سربلندی وہ — کبھی بھی رنج سے دلمیں نہ وہ مکدر ہو
کسی کلیش سے اُسکو کبھی نہ ہو صدمہ — کسی طرح نہ کہیں اُسکو کوئی بھی ڈر ہو
اُسی کو دونوں جہاں میں ہے سدا راحت — اُسی کی سب جگہہ توقیر سب سے برتر ہو
جو ستیہ وادی ہو اور سب سے پیار رکھے — تو کامیابی کا مٹھی میں اُسکی گوہر ہو
کرے جو اوروں کا اپکار دھن سے من سے — ہمیشہ تاج بزرگی کا اُسکے سر پر ہو
دہی جہان کی خوشیوں سے ہو دے آسودہ — اُسی کو موکش کا آنند بھی مُیسّر ہو
جو خود غرض ہو کپٹ سے ہمیشہ بولے جھوٹ — حقیر سبکی نگاہوں میں وہ سراسر ہو

کرے اوپاسنا کیول جگت پتی کی جو
وہ کامیاب نہ دونوں جہاں میں کیونکر ہو

مباحثہ دربارہ الہام
درمیان
مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری و ماسٹر آتمارام صاحب آریہ

بقیہ جواب بہ تنقیحات آریہ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ آریہ مسافر میگزین
بابت ماہ اگست ۰۹ء

(۷) جو غور سے وید منتروں کو سوچتا ہے وہی علمی خزانہ پاتا ہے۔ اب ہم یہ جتلانا چاہتے ہیں کہ قرآن میں اس قسم کا دعویٰ الہام ہرگز نہیں پایا جاتا۔ وید کا وصف کیسا اعلیٰ اور قدرتی ہے۔ ویدوں کا کمل اور بھلائی اور سچائی سے معمور ہونا اور مخزن العلوم ہونا ایک ایک بات اُن کو قدرتی اور الہامی ثابت کرنے کے لئے کافی و وافی ہے۔ لیکن وید کے اِن اعلیٰ دعاوی کے مقابلہ پر ذرا مولوی صاحب کے پیش کردہ قرآن کے مندرجہ ذیل دعاوی پر نگاہ تو ڈالئے۔

(۱) "اگر تم کو ہماری اُتاری ہوئی کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اُتاری ہے شک ہو تو اُس جیسی کتاب کا ایک ٹکڑا لے آؤ"

(۲) "الہام کیا ہم نے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تو مکہ اور اُن کے گرد والوں کو ڈرائے"

(۳) "ہم نے قرآن کو عربی کر کے اُتارا ہے تاکہ تم سمجھو ہم بتلاتے ہیں تجھکو بہت اچھی حکایت بذریعہ اس کے جو الہام کیا ہم نے تیری طرف اے رسول اِس قرآن کو اور تحقیق تو اِس الہام سے پہلے بے شک بے خبر تھا"

یہی تین دعاوی مولوی صاحب نے پیش کئے تھے کہیں بھی انہیں لکھا ہے کہ قرآن مخزن العلوم ہے یا سچائی و بھلائی کی تعلیم دیتا ہے یا کُل سچے علم ہے یہاں تو کتاب اُتارنے کے والوں کو ڈرانے اور

حضرت صاحب سے بات چیت کرنیکا ذکر ہے۔

منتر نمبر ۳

पावका नः सरस्वती वाजेभि र्वाजिनीवती यज्ञं वष्टुधिया वसुः।

(ऋग्वेद मं० १ सू० ३ मन्त्र १०)

(पदार्थः)

(पावका) पावं पवित्रकारकं व्यवहारं कायति शब्दयति सा ......

(नः) अस्माकं

(सरस्वती) सरसः प्रशंसिता ज्ञानादयो गुणा विद्यन्ते यस्यां सा +

सर्वविद्याप्रापिका वाक् ......

(पावका) پاک کرنے والے اعمال کو ظاہر کرنیوالی (सरस्वती) جسمیں قابل تعریف گیان (علم) کا وصف ہے۔ ایسی اعلیٰ جملہ علوم کے دینے والی جو وید کی کلام ہے۔ وہ جملہ فنون کی ماہیت سے ہمکو باخبر کرتی ہے۔

(مطلب) وید کی کلام کرنیوالے اعمال کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا وصف علم ہے۔ ایک جملہ فنون کے اصولوں سے انسانوں کو باخبر کرتی ہے۔

قرآن بھلا کیونکر ان دعاوی کو کرسکتا ہے۔ قرآن کا علوم وفنون سے کیا مطلب اور نیک اعمال سے کیا واسطہ۔ فنون کا نام سنکر مولوی صاحب پہلے ہی کہتے تھے کہ وید کیا لوہاروں کی کتاب ہے۔

منتر نمبر ۴

चोदयित्री सूनृतानां चेतन्ती सुमतीनाम् ॥

(+ نوٹ) منتر سوامی دیانند جی کے طور پر ہم نے یہاں سوامی جی کی سنسکرت ہی لکھدی ہے کیونکہ وید بھاشیہ میں جو سنسکرت ہے وہ آریہ سماج کے لئے مستند ہے اور جو بھاشیہ ہے وہ چونکہ سوامی جی کی نہیں۔ اس لئے مستند نہیں پس سنسکرت کے آشا کو لیکر ہم اردو میں بیان کرتے ہیں اور آگے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

اس منتر کا مکمل ترجمہ نہیں کیا۔ صرف مضمون کے متعلق حصہ لیا گیا ہے۔

(مفصل رگوید بھاشیہ صفحہ ۱۰ پر دیکھئے) آتمارام

यज्ञं दधे सरस्वती ॥ ११ ॥
(ऋग्वेद मं० १ अ० १ सू० ३ मन्त्र ११)

(चोदयित्री) نیک اوصاف کے حاصل کرنے کے لئے تحریک کرنیوالی۔
(सूनृतानां) جھوٹھ کو ناش کرنے اور سچائی کے ظاہر کرنے والی۔
(चेतन्ती) سمجھانے والی۔ اُن کو۔
(सुमतीनाम्) جوکہ عقل سلیم کے رکھنے والے عالم ہیں۔
(सरस्वती) وہ وید کی کلام جملہ انسانوں کو نیک اوصاف کے حاصل کرنے کی تحریک کرتی اور یگیہ وغیرہ اعمال کرنے کے لئے راغب کرتی ہے۔

سوامی جی کی اس سنسکرت کو ملاحظہ کرنے سے اس بیان کی تائید ہو جائیگی۔

"या सूनृतानां ... ... सरस्वत्यस्ति
सैव वेद विद्या संस्कृत वाक् ...."
(دیکھو رگوید بھاشیہ صفحہ ۶۴)

(**مطلب**) جس طرح سورج انسان کو جملہ اشیاء کے دیکھنے اور اُن کا علم حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اور جس طرح کہ سورج کی روشنی میں انسان منزل طے کرسکتا یا کوئی کام کرسکتا ہے۔ اور جس طرح کہ سورج کا وجود اندھیرے کا ناش اور روشنی کا پرکاش کر دیتا ہے۔ ٹھیک اُسی طرح وید کا سورج جملہ انسانوں کو نیک اوصاف اور نیک اعمال کے کرنے کی تحریک کرتا اور سچائی کو ظاہر کرنے سے جھوٹھ کو تباہ کرتا ہے۔ اور عقل سلیم کے رکھنے والے ہیں۔ وہی اشخاص وید کی کلام سے اعلیٰ علمی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ گویا اعلیٰ علمی باتوں کے سمجھنے کی قابلیت اُنہیں میں ہوتی ہے جوکہ عقل سلیم رکھتے ہیں۔ اس منتر نے بتلا دیا کہ وید کے بغیر انسان کوئی بھی کام نہیں کرسکتا۔ وید کی ضرورت اور اُسکا مدعا کس خوبی سے ظاہر کیا گیا ہے۔

ہم مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کے متعلق آپ کبھی یہہ دعاوی پیش کرسکتے ہیں۔

منتر نمبر ۵

महो अर्णः सरस्वती प्रचेतयति केतुना धियो
विश्वा विराजति ॥ ऋग्वेद मं० १ अ० १ सू० ३ मन्त्र १२

(महः) جو بہت گہرا (अर्णः) ملفوظات کا سمندر ہے۔ اُسکو وید کی کلام کماحقہٗ جتلاتی ہے اور (केतुना) نیک اعمال اور اعلیٰ عقل کے ذریعہ (विश्वा) جملہ علوم کو (वि) خاص کر (राजति) ظاہر کرتی ہے۔

(**مطلب**) بتلایا گیا ہے کہ وید کے شبد (الفاظ) بلکہ ایک عمیق سمندر کی مانند ہیں۔ اور یہ سمندر کہاں پر بہتا ہے یعنے مکمل حالت میں زبان انسان کہاں پر ملسکتی ہے۔ اسکا جواب ہے کہ وید کے لفظوں کے اندر۔ گویا ویدک شبد انسان کی مکمل اور قدرتی زبان ہیں۔ اور وید کی کلام بتلاتی ہے کہ انسان عالم باعمل ہوکر اعلیٰ عقل کے ذریعہ جملہ علوم کو حاصل کرسکتا ہے۔ زبان کے بڑے بھاری سوال کا یہہ حل ہے۔ جسکو کہ حل کرنے کے لئے اسوقت یورپ کے علماء پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ اور عجب ڈگمگاتے ہوئے پکار رہے ہیں کہ واقعی زبان خدا کا عطیہ ہے اور انسان کی ایجاد کردہ نہیں ہیں۔ لیکن وہ زبان اصلی اور قدرتی حالت میں کس شکل و صورت کی تھی۔ اسکا خاطر خواہ جواب دینا اُنکی طاقت سے باہر ہے۔ لیکن اس منتر نے اس معمے کو حل کرکے دکھا دیا کہ وہ انسان کی قدرتی زبان ویدک شبدوں کیصورت میں براجمان ہو رہی ہے اس قسم کی اعلیٰ علمی باتیں قرآن سے ڈھونڈھنا سراسر لاحاصل ہے۔ کیونکہ قرآن کو علم اور علمی مسائل سے کیا واسطہ۔ وہاں تو ابراہیم اور قربانی کے قصے کہانیاں بھرے پڑے ہیں۔

منتر ۲

यथेमां वाचं कल्याणीमावदानि जनेभ्यः। ब्रह्मरा
जन्याभ्याᳫं शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय ॥

यजु० अ०२६-२

(यथा) جیسے میں (जनेभ्यः) جملہ انسانوں کے لئے (इमाम्) اِس (कल्याणीम्) دُنیا اور عقبیٰ کی راحت دینے والی (वाचम्) رگوید آدی چاروں ویدوں کی کلام کا (आवदानि) اوپدیش کرتا ہوں۔ ویسے تم بھی کیا کرو۔ (ब्रह्म०) ہم نے براہمن۔ کھشتری (अर्याय) ویش۔ (शूद्राय) شودر۔ (स्वाय) تمہارے ملازم اور مستورات (अरणाय) اور اتی شودروں کے لئے بھی ویدوں کا پرکاش کیا ہے تاکہ سب انسان ویدوں کو پڑھ پڑھا سُن سُنا کر علم کو بڑھا کر نیک اعمال کے اختیار کرنے اور بد اعمال کے ترک کرنے سے دُکھوں سے چھوٹ کر سرور کو حاصل کریں۔"

(**مطلب**) منتر مذکورہ بتلاتا ہے کہ وید نسل انسان کے لئے ہیں جنے بھیا کے معنے جملہ انسانوں کے ہیں یہی کہہ دینا کافی تھا لیکن براہمن سے لیکر چنڈال تک کی تشریح کر دینے سے کوئی اشک کی گنجائش نہ رہی۔ اس لئے تشریح بھی ساتھ ہی درج ہے۔

مولوی صاحب دیکھئے تو سہی کہ وید کس عالمگیر اصول کی اشاعت کر رہا ہے۔ اور آپکی آیات پیش کردہ کے رو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا قرآن کو ایک " خاص بندے" کے لئے کتاب کیصورت میں اُتارتا ہے کہاں ایک خاص بندہ اور کہاں دُنیا بھر کے کُل انسان۔ قرآن کی آیت میں درج تھا۔ کہ دھمکانے کے لئے

قرآن اوتارا گیا ہے - لیکن وید کے لفظ کی طرف خیال تو کیجئے - کہ اس کلام ربانی کا نام کلیانی (راحت بخش ع) اور قرآن جہاں کئی جگہوں پر اپنے آپکو کتاب ظاہر کر رہا ہے - وہاں وید اپنے آپکو واچم یعنے کلام ربانی بتلا رہا ہے - قرآن کتاب کی صورت میں اوتارا گیا ہے - لیکن وید جیسا کہ منتر بتلاتا ہے - کلام ہے اور جبکا کہ اپدیش پرمیشور نے کیا ہے - اور پھر ویدوں کو اشاعت کے لئے ہدایت ہے کہ جس طرح میں نے اس فیض رسان کلام کو سب کے لئے ظاہر کیا ہے - اسی طرح تم بھی جملہ انسانوں کے لئے اسکا اپدیش کرو - کیا عالمگیر اصول اور کیسی مبارک اور راحت بخش تعلیم ہے - جو کہ یہہ منتر دے رہا ہے - (باقی آئندہ)

رہنمائے حق

یعنے

رسالہ دین حق کی تحقیق (تحفہ آریہ) کے اعتراضات باطلہ و توہمات عاطلہ کا جواب باصواب

رسالہ کیلئے دیکھو آریہ مسافر میگزین بابت ماہ اگست ۱۸۹۹ء

مولوی محمد اشرف صاحب نے سورۂ یوسف کی جو منظوم تفسیر کی ہے اُس میں لکھا ہے۔

یہہ اُس وقت جبرئیل نے یوں کہا — کہ غم کو ہوئی اب تیری انتہا
تیرے حق میں رحمت کا دریا بہا — اور اس طرح ارشاد حق نے کیا
کیا ہم نے یوسف کو تجھہ سے جُدا — تو سمجھا نہیں اس کا باعث ہے کیا
نہ تجھہ کو ہوئی کچھہ بھی اس کی خبر — کہ تجھہ پر گیا اتنا غم کیوں گذر
مگر کس لئے تیری حُزن ہم نے کی — اور آنکھوں کی بینائی کیوں ہم نے لی
کہا بعض نے یہ سبب اُس کا تھا — کہ اک گائے تھی اُسکی بس بے بہا
اور ایک اُس کا بچہ تھا بس شیر خوار — پھری لیکے یعقوب نے ایک بار

۱؎ دیکھو تفسیر مذکور صفحہ ۱۱۳ اشاعت [illegible] پریس نولکشور

کیا اُس نے اُس کے بچہ حلال ۔ ہوا اُس گھڑی رنج اُسکو کمال
نہ رحم اُسپہ یعقوب نے کچھ کیا ۔ خدا نے عوض اُس کے یہ دُکھ دیا

(از نسخہ خبط احمدیہ)

دیکھئے بقول ایک لائق مفسر کے گاؤکشی کے جرم میں خدا نے یعقوب نبی کو کتنی سخت سزا دی

کہتے ہیں کہ سبکتگین نے ایک دفعہ شکار سے واپسی کیوقت ہرنی معہ اُس کے دو بچوں کے دیکھا اُسکے گھوڑا پیچھے دوڑایا لیکن اُسکو نہ پکڑ سکا مگر چھوٹے بچے جلد تھک گئے اور ہانپتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ اُس نے اُن کو اٹھا کر پھر باندہ لئے اور لیکر روانہ ہوا۔ تھوڑی دور جا کر اُس نے ہرنی کو مثل کُتے کے محبت مادرانہ کی وجہ سے اپنے پیچھے آتے ہوئے دیکھا۔ اُسکی قابل رحم اور گریہ وزاری کیحالت نے اپنے پیوتے بچوں کی جان بچانے کے لئے اپنے مرنے سے بیخوف ہونے نے سبکتگین کے دل پر بڑا اثر کیا اُس نے بچوں کو فوراً آزاد کردیا۔ جو معاً اپنی مضطرب ماں کے پاس دوڑ گئے۔ سبکتگین ماں کی قدرتی محبت کا جوش دیکھنے کیواسطے ٹھہر گیا وہ بیحد خوشی سے سب سول اوچھلی لیکن اکثر اپنے رحیم شکاری کی طرف پھر کر دیکھنے کو ہرنی گویا اپنی خاموش ممنون حرکات سے اپنے پیارے بچوں کی جان بچانے کا شکریہ ادا کرنے کو سبکتگین نے ہرنی کی ان نگاہوں کو اعمال برکت خیال کیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب سبکتگین رات کو سویا اُس نے ایک عجیب خواب دیکھا جسمیں اُس نے ایک فرشتہ کو اپنے پاس آتے ہوئے اور کہتے ہوئے دیکھا "چونکہ تو نے اللہ کے بیزبان بیگناہ حیوان کو بچایا ہے۔ میں تجھے برکت دیتا ہوں اور تو بادشاہت کرے گا۔ اور بادشاہوں کے خاندان کا بانی ہو گا۔"

یہہ خواب اُسکی زندگی میں لفظ بلفظ پورا ہو گیا۔ کیونکہ وہ جو کہ الپتگین بادشاہ خراسان کا غلام تھا اپنے آقا کی عنایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ جس نے اپنی لڑکی کی شادی اُس کے ساتھہ کردی۔ اور چونکہ لاوارث تھا۔ اپنی وسیع سلطنت کی وصیت اُسکو کردی۔

ایک بیگناہ زندگی کے بچانے کی اہل اسلام نے کیسی قدر کی ہے۔ ذرا غور سے پڑہو۔
سعدی صاحب کے اقوال کا ملاحظہ کیجئے۔

شنیدم گوسفندے را بزرگے ۔ رہانید از دہان و دست گرگے
شبانگہ کارد بر حلقش بمالید ۔ روان گوسفند از وے بنالید
کہ از چنگال گرگم در ربودی ۔ چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

خلاصہ یہہ ہے کہ جب اُس شخص نے گوسفند کو گرگ سے بچایا وہ بزرگ کہلایا۔ لیکن جب اُسنے اُسکو قتل کیا تو وہ بھیڑیا کہلایا۔ (دیکھو ہارنجر اوفہ ہیلتھ ماہ اکتوبر ۹۷ء)

میازار موری کہ دانہ کش است ۔ کہ جان دارد و جان شیریں خوش است
بر انداز بیخے کہ خار آورد ۔ درختے بہ پرور کہ بار آورد

چونکہ گائے لا انتہا فیوض کا مخزن ہے۔ کاشتکاری کیواسطے نرگاؤ ان جو انواع اقسام کے غلہ انسان کیواسطے پیدا کرتے ہیں۔ گائے ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ سعدی کے اِس قول کے بموجب گائے کی پرورش لازمی ہے۔

ستم بر ضعیفان مسکین مکن

چونکہ گائے نہایت غریب ہے اور علاوہ بریں انسان کی زندگی کا باعث ہے اِس لئے اُسپر ستم جائز نہیں۔

خواہی کہ خدائی بر تو بخشد   با خلق خدا کن نکوئی

کون سلیم العقل کہہ سکتا ہے کہ بلا جرم کسی کو قتل کرنا عمل صالح ہے۔

تو کہ با خود مپسندی با دیگراں مپسند

چونکہ کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے اپنا قتل پسند نہیں کرتا اِسوجہ سے اسکو بھی لازم ہے کہ کسی کو قتل نکرے۔

مولوی غلام احمد صاحب ساکن کاٹھہ گڈہ ضلع ہوشیارپور کی ایک تحریر گاؤ کشی اخبار کوہ نور صفحہ ۵۰۳ پر بتاریخ ۲۲۔ اپریل ۱۸۸۸ء کو شایع ہوئی تھی۔

" اور گائے کا دودہ بقول حکماء انسان کے لئے نہایت مفید ہے۔ کیونکہ طبی قاعدہ سے جس جانور کی مدت حمل عورت کی مدت حمل کے برابر ہو اُس کا دودہ آدمی کے حق میں وہی تاثیر رکھتا ہے جو اُسکی ماں کا دودہ اور سب جانوروں میں صرف گائے ہی کی مدت حمل عورت کے مدت حمل کے برابر ہے پس بخیال قاعدہ مندرجہ بالا کے اہل ہنود کے مذہبی احکام اِس جانور کی حفاظت کی نسبت بہت صحیح اور مناسب قرار دیئے گئی ہیں۔ اہل اسلام کی مذہبی تحقیقات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ جانور عام طور پر حلال ٹھیرایا ہے نہ کہ اُسکا گوشت کھانا کوئی فرض یا سُنت مقرر ہوا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے مذہب میں جو احکام فرض ہیں اُنکے ترک پر سخت وعید وارد ہے اور امور سنت کی تعمیل موجب ثواب عظیم۔ گائے کا گوشت کھانا نہ ثواب میں داخل ہے۔ نہ اُسکا ترک باعث عذاب۔ حلال سے ہم وہی استعمال کر سکتے ہیں جنمیں ہمکو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اگر اُس کے استعمال میں کچھہ نقصان ہے تو مذہب مجبور نہیں کرتا۔ ایسی نقصان کے لحاظ سے بعض حلال شے ایک وقت میں حرام ہوتی ہے جیسا کہ مرض کی حالت میں کوئی کوئی غذا۔ خدا تعالٰے نے بحکم اِس آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کے ہمکو تکلیف بالا یطاق سے باز رکھا ہے۔ اور حلال شے کے کہانے پر ہم مجبور نہیں کئے گئے بلکہ مختار ٹھہرائے گئے ہیں۔ اِسواسطے جس جانور کے زندہ رکھنے میں مثلاً گھوڑا گو مذہب سے اُسکو حلال ٹھیرایا ہے مگر کبھی کسی نے اُسکو کہانے کے لئے ذبح نہیں کیا۔ علیٰ ہذا القیاس اونٹ وغیرہ قیمتی جانور۔ بکرا ایک روپیہ کو مل جاتا ہے۔ سو اُسکا گوشت ہر ایک شخص کھاتا ہے۔ اگر مرغ ملجاوے تو اُسکو ابھی کوئی ذبح نہیں کرتا"

کتاب تحفۃ المومنین میں جو طب یونانی کی ایک معتبر کتاب ہے۔ لحم لبن (دودہ) بقر کی خواص حسب ذیل مندرج ہیں :-

(گوشت گاؤ مادہ) کثیر الغذا غلیظ مولد امراض سوداوی وخناک تر از گوشت بز۔ اسکی کثرت استعمال کی نسبت لکھا ہے۔ والکتا، گوشت گاؤ مولد بہق وامراض سوداوی۔ اور اعضاء الراس کے واسطے لکھا ہے۔
(برائے اعضاء الراس) گوشت گاؤ مادہ گاؤمیش وسائر گوشت ہائے غلیظ مولد سوداء وامراض سوداویہ و جنون و وسواس پھر لکھا ہے گوشت گاؤ مولد جذام وداء الفیل ودوالی وجرب (خارش) وقوبا (داد) ردی وسرطان۔

اور دودھ کی نسبت کتاب مذکور میں یہ عبارت مرقوم ہے (لبن البقرا)
ماہیت آں معروف ودریں اجزاء ثلاثہ از دہنیت وجبنیت ومائیت بہ نسبت البان دیگر بعد اعتدال مساوی است طبیعت آں معتدل در گرمی وسردی وتری وبا رطوبت فضلیہ افعال وخواص آں مفتح وجالی وسریع الہضم وکثیر الغذا (برائے اعضاء الراس) آشامیدن تازہ آنکہ سہ دو شدہ باشد مقوی جوہر دماغ مرطب آں وحافظ رطوبت اصلی ودافع نسیان ومالیخولیا ووسواس ونیکو کنندہ رنگ رخسار آشامیدن آں گرم تازہ مقوی قلب ودافع غم ووسواس وخفقان وقرحہ وسل کہ بے تپ حلقی باشد وسحج امعاء مفید وملین طبع مولد منی وسمن بدن الخ یہی عبارت مخزن الادویہ میں گوشت اور شیر کی بابت لکھی ہے۔ عبارت ہذا سے حدیث اول الذکر (لحمہا داء ولبنہا دواء) کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ قادر جلشانہ نے اس دنیا میں کوئی چیز بلا ضرورت پیدا نہیں کی کائنات میں جدھر نظر ڈالتے ہیں تو اس مسئلہ کی تقویت کے دلائل پیش نظر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی نے جوہر عقل بھی بخشا ہے جو اسکی عطیات والہیہ کا بڑا بھاری جز ہے۔ پس ہمکو لازم بلکہ ضروری ہے کہ بذریعہ اس اعلیٰ ترین صفت کے بہرہ وافی اور فائدہ کافی حاصل کریں اگر بلا کسی قسم کے ضرر پہونچانیکے کسی اشیاء موجودہ سے پورا پورا فائدہ حاصل ہوجاوے تو اس سے بڑھکر اس اصول کی اور کیا تائید ہوسکتی ہے کہ جسکو خود اس عالم کل نے کر دکھلایا ہے۔ یعنی ابتداء سے بعض حیوانات اور خصوصاً انسان کو خوراک کے واسطے ایک ایسی سادہ لذیذ اور مقوی شے دی ہے کہ جو کافی طور سے پرورش بھی کرے اور ساتھ ہی جس سے اسکو کچھ تکلیف بھی نہ پہونچے۔

(۲) انسان کی بناوٹ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی مناسب خوراک گوشت نہیں ہے۔ علم تشریح کے ایک نامی حکیم فاولس صاحب یوں رقمطراز ہیں کہ حیوانات میں گوشت خوروں کا معدہ بہت سادہ بنا ہوا ہے بخلاف ان کے جنکی خوراک گوشت نہیں ہے۔ انکا معدہ بہت عمدہ اور پیچیدہ بنا ہوا ہے۔ انسان کا معدہ گوشتخوروں کے معدہ سے نہیں ملتا۔ چونکہ حیوانات میں انسان بہت بڑھیا ہے۔ اور جتنی چیز بڑھیا ہوتی ہے۔ اتنی ہی اسمیں پیچیدگی زیادہ ہوتی ہے۔ پس انسان کا معدہ بھی زیادہ پیچیدہ اور باریکی والا ہے۔ اور زیادہ پیچیدہ معدہ کی ضرورت سبزی کو ہضم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے اصل خوراک انسان کی سبزی ہے۔

ڈاکٹر فگن صاحب لیمب صاحب نے بعد تجربہ بسیار دانت انتری و معدہ یہی نتیجہ نکالا ہے کہ انسان کی قدرتی خوراک صرف نباتات یعنے اناج ہے۔ گوشت خور جانور رات کو شکار کھیلتے ہیں اور بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ برعکس اس کے انسان رات کے وقت آرام کی خواہش رکھتا ہے۔ انسان کے جسم سے مثل نباتات خور جانوروں کے پسینہ نکلتا ہے۔ مگر ماس خور جانوروں کے جسم سے پسینہ برآمد نہیں ہوتا۔ ماس خور جانور اپنی غذا چبا چبا کر نہیں کہاتے۔ مگر انسان مثل نباتات کہانے والے جانوروں کے اپنی غذا چبا چبا کر کہاتا ہے نباتات کہانیوالے جانور پانی گھونٹ باندہ کر پیتے ہیں مگر ماس خور جانور زبان سے چاٹ کر پیتے ہیں۔ نباتات کہانے والے جانوروں کے منہ میں (سلیوا) لعاب زیادہ ہوتا ہے اتنا ماس خور جانوروں کے منہ میں نہیں ہوتا۔

علم کیمسٹری سے ثابت ہے کہ گوشت میں صرف چھتیس ۳۶ فی سینکڑہ وہ مادہ موجود ہیں۔ جس سے انسان نشو و نما پاتا ہے باقی چونسٹھ حصہ پانی ہوتا ہے۔ الّا نباتات میں خصوصاً غلہ کی قسم میں سے اکثروں میں اسّی سے لیکر نوے تک فی سینکڑہ مذکورہ بالا مادہ ہوتا ہے۔ سوائے اِس کے حرارت عزیزی کے لئے جب گرم مادہ کی ضرورت ہے اور جسکو .... کہتے ہیں وہ ذبح کئے ہوئے حیوانی گوشت میں بہ نسبت نباتات کے بہت کم ہوتی ہے۔ اور وہ اجزا بھی کہ جن سے ہڈیاں نشو نما پاتی ہیں اور مضبوط ہوتی ہیں نباتات میں زیادہ موجود پائے جاتے ہیں۔ کیا بلحاظ حرارت عزیزی اور کیا بلحاظ مضبوطی استخوان نباتاتی غذا کو بلا تکرار گوشت پر فضیلت حاصل ہے۔ اور اسکا بدیہی ثبوت کہ کونسی غذا مقوی ہے۔ ہاتھی گھوڑا۔ گینڈا۔ جنگلی سور۔ وغیرہ ہیں۔ شیر جو بالکل گوشت خور ہے انکے مقابلہ میں نہیں پڑتا (ویدک بجے پتر اجمیر نمبر ا مرقومہ جولائی)

فیثاغورث مشہور حکیم کا قول ہے۔ " کیونکہ سب جانور برابر حق جینے کا رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ جان جسکو تو نہیں دے سکتا مت لے۔ ضرر پہونچانے والے جانوروں کو مارو۔ صرف یہی حق ہم رکھتے ہیں۔ لیکن نباتاتی خوراک سے اپنی زندگی کی پرورش کرو اور ناپاک خون کے ذائقہ سے نفرت کرو"۔

مسٹر گولڈ اسمتھ ۔ بے گناہ خوراک

در کسی ہیٹری کے قتل کا جواز ادانہ گھاٹی میں پھرتی ہیں میں فتویٰ نہیں دیتا۔

اُس قوت سے جو مجھ پر رحم کرتی ہے سیکھ کر میں انپر رحم کرنا سیکھتا ہوں۔ لیکن پہاڑ کے گھاس دار پہلو سے ایک بیگناہ خوراک پھل اور جڑیوں کا ایک پیگ بھر کر اور پانی چشمہ سے لاتا ہوں (دیکھو ہار بنجر اوف ہیلتھ اپریل سنہ ۱۹۰۳ع)

جملہ اہل مذاہب کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ " جھوٹھ نہیں بولنا چاہئے۔ ذرہ بھر دوکھ نہیں دینا چاہئے " گندم نمائی جو فروشی ہر مذہب میں ناجائز ہے۔ گوشت خوروں کو یہ سب باتیں اپنی زبان کے چسکے کے لئے کرنی پڑتی ہیں۔ مثلاً ماہی گیر کانٹے کو کھانے کی چیز سے چھپا دیتا ہے۔ غریب جانور اسکو خوراک خیال کرکے اُسکو

کہانے کو آتا ہے مگر افسوس پوشیدہ کانٹا اُس کے مُنہ ہنگ جاتا ہے - اور گوشت خوار اُسکو ایک ہی جھٹکے سے باہر نکال لیتا ہی اگر ماہی گیر صرف کانٹا ڈالتا (یعنی دہوکہ خوراک نہ دیتا) تو کوئی مچھلی ہرگز نہ آتی - گوشت خور حیوانات بھی چھپکر دہوکہ سے شکار کرتے ہیں - غرض انسان کو گوشت خوری کیوجہ سے دہوکہ اور فریب کی پیروی کرنی پڑتی ہے - جوکہ انسانی اخلاق کے لئے ایک تیز تیر ہے ٭

تحفہ آریہ صفحہ ۵ - قرآن مضامین توحید میں اور عیوب سے منزہ ہونے میں ایک بے مثل کتاب ہے جس کے عقاید بالکل عقل کے مطابق ہیں ایسا ہی ایک فاضل انگریز بلنٹ نام جنہوں نے حال میں اسلام کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے وہ اس بات کے قایل ہیں کہ توحید کو دُنیا میں دوبارہ قایم کرنے والے پیغمبر اسلام یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں - وغیرہ وغیرہ -

تردید - معترض صاحب کیا آپکو اپنے پہلے پرچہ کا خیال نہیں رہا جسمیں آپ تحریر کرتے ہیں کہ "ہمارے قرآن کلام الہی پر بندہ کے کلام علم جغرافیہ سے اعتراض کرنا آسمان و زمین کا فرق ہے"

ہم نہیں جان سکتے کہ جب قرآن کے مضامین کو آپ عقل کے مطابق جانتے ہیں تو پھر آپ ہمکو علم جغرافیہ (جوکہ بالکل عقل اور نیچر کے مطابق ہے) سے اعتراض کرنے پر کیوں مانع ہوئے - شکر ہے کہ آپنے کتب مذہبی میں عقل کو دخل دیا - سچ ہے کہ راستی کو کتنا ہی چھپاؤ وہ ضرور کسی نہ کسی طرح ظہور پذیر ہو ہی جاتی ہے - ہم آپ سے یہہ دریافت کرتے ہیں کہ پہلی بار دُنیا میں توحید کس نے قایم کی - کیونکہ آپکی تحریر کے بموجب قرآن دوبارہ توحید قایم کرنیوالا ہے پہلی بار کا اشارہ کس صحیفہ کیجانب ہے - اگر یہہ اشارہ توریت زبور و انجیل وغیرہ کیطرف خیال کیا جاوے تو اُنکی تردید قرآن میں کیوں ہوئی - اسواسطے یہہ اشارہ ضرور وید مقدس کی طرف ہے جسکو تو نعوذباللہ خدا خدا کرکے -

تحفہ آریہ صفحہ ۵ سے ۸ تک - معترض نے آدتیہ - اندر - ورن - اگنی - وایو - وغیرہ کی پرستش ویدوں میں بیان کی ہے - مگر کوئی منتر یا کوئی ثبوت وید مقدس کا درج نہیں کیا - وہی بے بنیادی مہمل ترجمہ دہلی سوسایٹی کا ان تمام اعتراضات بے اصل کی اصل ہے -

تردید - وید مقدس نے تمام دُنیا میں توحید پھیلائی اور وحدانیت کی بُنیاد دگیان کے ساگر وید ہی ہیں - منتر جوں نے بعدم لیاقت وقابلیت کے آدتیہ - اگنی - وایو - وغیرہ الفاظ ذومعنی کے معنی سورج - ہوا و آگ کے لگائے ہیں - ذومعنی الفاظ کے معنی حسب موقعہ سلسلہ و مطلب کے استعمال کیئے جاتے ہیں - آدتیہ کے معنی ناش رہت جو نیست کبھی نہیں ہوتا - اگنی جو تیج سروپ - وایو - اننت بل والا (لامحدود طاقت والا) اندر جو پورن ایشور یہ گیت ہے - ذومعنی الفاظ پر حجت کرنا فضول ہے ورنہ اللہ[1] - رحمٰن[2] - ابوبکر[3] - عمر[4] - عثمان[5] - مسیح[6] - آدم[7]

---

۱ نام آفتاب و نام موضع در جزیرہ (کشف) ۲ نام مسیلمہ کذاب (غیاث) ۳ بکر بالفتح شتر جوان و ابو بمعنی پدر (غیاث) ۴ بمعنی گوشت (از کشف) ۵ بمعنی مار و پیل نر (از کشف) ۶ نام کوہ ست در کرمان (از کشف) ۷ آنکہ دروغ گوید و ہمیشہ تیز

ابراہیم - موسیٰ - ابوہریرہ - حیدر کی نسبت ہمارا بھی اغراض جائز ہوگا - چونکہ راستی کی ہمیشہ فتح ہوتی ہے - اور گرد غبار آفتاب عالمتاب کو نہیں چھپا سکتی - جس مترجم پروفیسر میکس میولر صاحب کی تحریر نے سنسکرت سے محروم لوگوں کے دل میں ویدوں کی نسبت مخلوق پرستی کا خیال پیدا کر دیا تھا شکر ہے پرمیشور کا کہ خود انہوں نے اپنی نئی کتاب موسومہ "ہند کا طبعی مذہب" کے صفحہ ۴۴ میں ویدوں کو مخلوق پرستی سے مُبرا و منزہ تسلیم کر لیا ہے کہ " اندر ورن - متر - اگنی وغیرہ مختلف نام اُسی سرب شکتیمان پرماتما کے ہیں جسکی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونیکی ویدوں نے باربار شہادت دی ہے"

اسی کتاب کے صفحہ (۵۵ - ۵۷) پر جہاں پروفیسر مذکور ہندوستان کی قدامت کو ترجیح دیتے ہیں - وہاں فرماتے ہیں کہ انڈین دل و دماغ کبھی اس جھوٹی اور خیالی بقاء نام کا خواہشمند نہیں ہوا جسکی کہ شاہان مصر اور بیبیلون اسقدر قدر و منزلت کرتے تھے - اور جسکو حاصل کرنے کے لیئے انہوں نے بڑے بڑے عالیشان مینار تعمیر کرائیں - اہل ہنود ہمیشہ اس خیال کے پابند رہے کہ ہماری یہ زندگی چند روزہ اور اس جگت میں ہم مثل پردیسیوں کے مسافر ہیں کبھی انکے دل میں یہ خیال جاگزین نہیں ہوا کہ وہ خشت و چونہ سے اپنے بقاء نام و شہرت کے خواہاں ہوں - جبتک کہ غیر قوموں نے اُن کے دلوں میں یہ خیال نہ ٹھونس دیا ہو - " لیکن اگر آریہ ورت کے آریہ لوگوں نے ہمارے لئے اینٹ پتھر نہیں چھوڑے یعنی عمارات عالیشان تو انہوں نے بجائے اُس کے ہمارے دل و دماغ کی پرورش کے لئے عمدہ غذا چھوڑی ہے اور ایسے معمے چھوڑے ہیں کہ جنپر ہم اپنی عقل لڑا سکتے ہیں اور ہمارے لئے سبق چھوڑے - جنکو ہم سیکھ سکتے ہیں اور یہہ غذا و معمے و سبق ایسے بینظیر ہیں کہ دنیا کے پردہ پر اور کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکتے"

ویدوں کی توحید سے بھرپور ہونیکی اور شہادتیں ذیل میں درج کرتے ہیں -

انشاء رفائیز صفحہ ۹۶ و ۹۷ مصنفہ مولوی محمد اکرم صاحب فائیز مطبوعہ کانپور ۱۲۸۶ھ " الحاصل منتہے موبد از خرد اسمد ہا شرتی ہست کہ از مضامین توحید و ذکر ذات صفات پاک پرمیشور مالا مال ہست بوئے از سر کشادہ ومی بجائے یافتہ نمی شود - سوائے پرم آتما پرم ایشور برہم نام نشان دیگر غیست و ذکر کچھ و مچھ و نرسنگھ و باراہ دیگر اوتار ہائے فرضی عوام کالانعام کہ از عقل و خرد بہرہ نمیدارند نظر نمی آید و ہر ہر لفظ ازاں ممانعت پرستش غیر ترغیب معرفت می نماید واللہ اعلم ایں عقائد فاسدہ در دل ایشاں از کجا جا گرفتہ است " کہ از موجودات ہیچ چیز قابل پرستش نیست لایق عبادت و قابل پرستش و سزاوار حمد و ثنا فقط ذات پاک آں برہم وحدہٗ لاشریک است کہ منزہ از وجود و عدم و از علت جسم پاک است وغیرہ "

ویدک توحید کے بارہ میں شہزادہ داراشکوہ صاحب سر اکبر میں فرماتے ہیں - وہو ہذا :-

---

بقیہ حاشیہ - صفحہ ۴۶ :- رفتارہ مرو کہ جماعت بسیار کند (از کشف) ۸ یعنے شیر سفید و آہوے سفید (غیاث)
۹ نام استرہ (از کشف و غیاث) ۱۰ پدر گربہ (از فرہنگ) ۱۱ شیر درندہ (از کریم اللغات) *

کہ اکثر کتب تصوف بنظر در آوردہ مگر تشنگی طلب کہ بحر بحث بے نہائیت دمبدم زیادہ مے شد۔ ومسئلہائے دقیق بخاطر مے رسید کہ حل آں جز کلام الہی امکان نداشت۔ دچوں قرآن مجید فرقان کریم اکثرے مرفوزاست و دانندگان آں کمیاب۔ خواست کہ جمع کتب سماوی بنظر در آورد۔ چنانچہ نظر بتوریت و انجیل و زبور و دیگر صحف انداختہ۔ اما بیان توحید دراں ہم مجمل و مرفوز بود۔ و در پے آں شد کہ از چہ جہت در ہندوستان وحدت عیان گفتگو توحید بسیار رست و علمائ ظاہری و باطنی طائفہ قدیم ہذا را بر وحدت انکاری و بر موحدان گفتارے نیست بلکہ پایہ اعتبار را لیست۔ برخلاف جہلائ ایں وقت کہ خود را علماء قرار دادہ اند و در پے قتل وا ورا و تکفیر و انکار خدا شناسان و موحدان افتادہ راہزنان راہ خدا اند ×

چنانچہ بعد تحقیقات بسیار معلوم شد کہ درمیان قوم ہنود چار کتب آسمانی کہ رگ وید۔ یجروید۔ سام وید اتہربن وید باشد برانبیائے آنوقت برجمیع احکام ظاہر شدہ واین معنی از ہمیں کتاب ہا ظاہر است و خلاصہ جمیع اسرار شلوک و توحید دراں درج است و آنرا اُپنکہت می نامند چون نظر بر حصل وحدت ذات بود خواست کہ ایں اُپنکہت ہا را کہ گنج توحید بود بزبان فارسی در آورد ۔۔۔۔ ۔۔۔ از ایں کتاب قدیم کہ بے شک و شبہ اولین کتب سماوی و سرچشمہ تحقیق بحر توحید است وغیرہ وغیرہ (از تکذیب براہین الاحمدیہ جلد اول)

اخبار وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ مطبوعہ ہفتہ دوم جولائی ۱۸۹۶ء حصہ ۳ صفحہ العنوان " ہمیں چاہئے چڑیوں کا دودہ " میں یہہ مضمون طبع ہوا ہے۔ بقول آفتاب پنجاب لاہور۔ بمبی کے ایک متمول بھائی نے پانچہزار روپیہ ایک پنڈت کو دینے کئے ہیں۔ جو یہہ ثابت کرے کہ وید شاستر بت پرستی کی اجازت دیتا ہے۔ وکٹوریہ پیپر رائے دیتا ہے کہ میں ڈنکہ کی چوٹ کہتا ہوں کہ شاستر اور وید خدا پرستی کی اجازت دیتے ہیں نہ کہ بت پرستی کی پنڈت جی کنئوں جھگڑتے ہیں۔ باز آجاویں۔ بیجا اصرار سے۔

اب میں چند منتر وید مقدس جن سے کہ توحید کا اظہار ہوتا ہے ذیلمیں درج کرتا ہوں۔

मृ० स्तु० अग्निर्होता कविक्रतुः सत्यश्चित्र श्रवस्तमः। देवो देवेभिरागमत् ॥५॥ मृ० १।१ १।५॥

ہے اگنی سروواک سبکو دیکھنے والے سب جگت کے جنک ابناشی یعنی ناش جنکا نہیں ہوتا۔ اشچریہ سروان اوراشچریہ گن اشچریہ شکت اشچریہ سروپ وان اور اتئت اوتم آپ ہو جن آپکے برابر یا آپسے بڑا کوئی نہیں ہے۔ ہے جگدیش دو گنوں کی سہت ورتمان ہمارے ہردیہ میں آپ پرگٹ ہوں سب جگت میں بہی پرکاشت ہوں جس سے ہم اور ہمارا راجیہ دوگن یکت ہو وہ راجیہ آپ کا ہی ہے ہم تو کیول آپکی پتر تہا بہرت دت ہیں ×

(شہلوا)

باقی آئندہ

مورتی پوجا کی اصلیت

بجواب

رسالہ مورتی پوجا

آریہ مسافر میگزین ماہ اگست ۱۸۹۹ء کی اشاعت سے درج ہے

उतशूद्रे उतार्ये ॥ अथर्व । क१९ व० ६

ترجمہ۔ ادہر شودر اور ادہر آریہ۔ یہہ اتھروید کا بچن دیو اسر سنگرام وشیک منتروں میں ہے۔

म्लेच्छवाच श्चार्य वाचः सर्वे ते दस्यवः स्मृताः ॥
मनुः ॥ अ १० श : ४५ ॥

ترجمہ جو لوگ آریوں کا غیر ہیں وہ سب کے سب دسیو یعنے اناریہ چور ڈاکو ہنسک ہیں (منوسمرتی ادہیائے ۱۰ اشلوک ۴۵) بنا بران مہرشی دیانند جی نے ہندوؤں سے نفرت کر کے ست سناتن آریہ دہرم کا پرچار کیا۔ کما ہو لظاہر
باقی رہی مورتی پوجا سو اِس کا بھی ویدوں اور شاستروں وغیرہ میں صاف نشیدہ تھا۔ چنانچہ دیکھو۔

न तस्य प्रतिमा अस्ति यस्य नाम महद्यशः। हिरण्यगर्भ
इत्येष मा मा हि ँ सीदित्येषा यस्मान्न जात इत्येषः ॥
यु: अ: ३२ मं: ३ ॥

جو بڑی صفت والا پرمیشور ہے اسکی کوئی مثال یا مورتی یا ناپ تول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بناہ کل اقتدار عین لور اور علم یلد ہے۔ یعنے مادر پدر کے ملاپ سے پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ بلکہ وہ کل عالم کا خالق ہے۔
(یجروید ادہیائے ۳۲ منتر ۳)

नैन मूर्द्ध्वं न तिर्यञ्चं न मध्ये परिजग्रभत् । न तस्य
प्रतिमा अस्ति यस्य नाम महद्यशः ॥ श्वे० ॥ अ० ४ ॥ श्लो० १९ ॥

ترجمہ وہ پرماتما طول عرض عمق الحاد ثلاثہ سے مبرا کوئی صورت نہیں رکھتا ہے۔ اور کبھی گربھ
یعنے شکم مادر میں نہیں آتا اُس ذوالجلال کی کوئی مورتی یا مقدار نہیں ہے۔

अन्धन्तमः प्रविशन्ति येऽसम्भूतिमुपासते ॥ ततो भूय इव ते
तमो य उ सम्भूत्याᳬ रताः ॥ यजु॰ अ॰ ४० मं ९ ॥

ترجمہ جو لوگ اُس پرماتما کے بدلے مادے کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ لوگ جہنم الظلمت میں جاتے ہیں اور
اُن سے بھی زیادہ سخت جہنم الظلمت میں وہ لوگ جاتے ہیں جو کہ اپنی مصنوعی اشیاء یعنے مورتی وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں۔

یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۹۔

اگر معترض اب بھی اپنی ہٹ دہرمی سے باز نہ آکر کہے کہ اِن شرتیوں میں پرتما وغیرہ کا نشیدھ نہیں ہے۔ ہم اُسکے
معنے مورتی نہیں مانتے تو ہم اُسکی تسلی کے واسطے شرتیاں پیش کرتے ہیں۔ جنہیں کہ پرماتما کی مورتی کا ہی نشیدھ ہے
چنانچہ دیکھو منڈک اُپنشد۔

दिव्यो ह्यमूर्त्तः पुरुषः सबाह्याभ्यन्तरो ह्यजः । अप्राणो
ह्यमनाः शुभ्रो ह्यक्षरात्परतः परः ॥ मुं॰ ॥ खं॰ १ मु॰ २ ॥

وہ پرماتما پرکاش سروپ اور اموُرت ہے یعنے اُسکی کوئی مورتی نہیں ہے۔ اپنے سروپ میں براجمان سبکا
آدھار سبکے اندر اور باہر دیاپک اور کبھی جنم نہیں لیتا۔ اُسمیں پران اور من نہیں وہ شدھ اور نرمل قدوس اور
ابناشی یعنے غیر فانی اور نہایت لطیف ہے کہ اُس سے زیادہ لطیف کوئی شے نہیں ہے۔

منڈک ۲ کھنڈ ۱ شرتی ۲۔

न तस्य कश्चित् पतिरस्ति लोके न चेशिता नैव च त
स्य लिङ्गम् । स कारणं करणाधिपाधिपो न चास्य कश्चि
ज्जनिता न चाधिपः ॥ श्वे॰ अ॰ ६ । श्रु॰ । ९ ।

ترجمہ کل عالم میں اُس پرمیشور کا کوئی مالک نہیں۔ اور نہ ہی کوئی اُسکو اپنی مرضی پر چلانے والا ہے
اور نہ کوئی اُسکا جسم یا نشانہ ہے۔ بلکہ وہ تمام دنیا کا خالق اور اپنی مخلوقات کا مالک ہے۔ اُسکا کوئی والد یا خالق
نہیں ہے۔ اور نہ ہی اُسکا کوئی بادشاہ ہے۔

شویتاشوتر اُپنشد ادھیائے ۶ شرتی ۹

भीषाऽस्माद्वातः पवते भीषोदेति सूर्यः भीषाऽस्मा
दग्निश्चेन्द्रश्च मृत्युर्धावति पञ्चमः ॥ तै॰ ॥ अनु॰ ॥ ८

ترجمہ اُسی مالک کل پرماتما کے خوف سے ہوا چلتی ہے۔ اُسی کے خوف سے سوریہ طلوع ہوتا ہے۔ اُسی

بھئے سے آگ تپتی اور روشن ہوتی ہے - اُسی کے خوف سے اندر یعنی بجلی انواع اقسام کا موں کو چلاتی ہے - اور اُسی کے خوف سے **موت** سبکو اپنا شکار کرتی ہے (تیتریہ اپنشد انوواک ۸) دید شاستر تو در کنار مورتی پوجا کا نشیدہ تو تمہارے مہابھارت اور گیتا وغیرہ میں بھی موجود ہے - چنانچہ دیکھو بھاگوت گیتا -

अव्यक्त व्यक्ति मापन्न मन्यन्ते मामबुद्धयः परंभावं नजा
नन्ते ममाव्ययमनुत्तमम् गी॰ ॥ अ॰ ७ श्लो॰ २

جو پرماتما جسم یا مورتی سے مُبرا ہے اُسکو نادان لوگ مجسم یا ساکار مورتی والا مانتے ہیں - وہ بیوقوف اعلیٰ مقصد کو نہیں سمجھ سکتے - اور نہ ہی کبھی وہ پرماتما کے آنند کو پہونچتے ہیں - بھگوت گیتا ادھیائے ۷ شلوک ۲

मृच्छिलाधातुदार्वादिमूर्तावीश्वरबुद्धयः। क्लिश्यन्ति
तपसा मूढा परां शान्तिं न यान्ति ते। मि॰ हा॰ भा॰ ...।

جو انسان نراکار پرمیشور کی بجائے پتھر مٹی لوہا پیتل چاندی سونا وغیرہ کسی قسم کی مورتی بنا کر پوجتے ہیں وہ بیوقوف ناحق تکلیف میں پڑتے اور سرورِ حقیقی سے محروم رہتے ہیں - مہابھارت ॰

بنا بران مہرشی دیانند جی نے بھی مورتی پوجا کو کُفر اور شرک لکھا - لہذا اُنہوں نے کوئی بُرا کام نہیں کیا - بلکہ لوگوں کو ست سناتن ویدک دھرم کی ماہیت بتلائی - سوچو اور سمجھو ॰

باقی رہی رشی مُنیوں کی نندا سو یہ اعتراض بھی محض بیدلیل باعث تذلیل مدعی ہے - معترض کو بتلانا چاہئے تھا - کہ سوامی جی نے فلاں رشی یا مُنی کی نندا کی ہے - سوامی دیانند جی تو رشی کل دیپک سپوت تھے - کہ اُنہوں نے سناتن رشیوں کے ڈوبے ہوئے نام کو تیرایا - اُنپر لگی ہوئی مِتھیا کلنکوں کو ہٹا کر اُنکی پوترتا کو دکھا یا چنانچہ انجناب فیضمآب کے ہی طفیل ہے کہ یہاں تم پورانک کرشن آدی رشیوں کو ماکھن چور بدکار وغیرہ مشہور کرتے تھے وہاں اب ہم اُنکو یوگی راج اور مہرشی پوترآتما اور ودوان جانتے ہیں - اور تمہاری پوپ پنچایت کے مسودہ بھاگوت وغیرہ پورانوں کو اُنکی نندا مانتے ہیں ॰

رشی مُنی تو رشی مُنی تھے - مگر سوامی جی نے تو کسی دوسرے شخص کی بھی نندا نہیں کی - بلکہ جو جیسے صفات سے موصوف تھا - اُسکو ویسا ہی لکھا ہے - جو صفت کہلاتی ہے - نندا یا ہجو اُسکو کہتے ہیں جو موصوف کی صفات کے برخلاف کہی جاوے - یعنے ایشور کو انیشور - جگت کو برہم - پتھر کو پرمیشور - مردوں کو پتر - ندوں کو دریاؤں کو تیرتھ - بدکار ہنسک راکھشوں کو دیوتا - دیوتوں کو راکھشش - رشیوں کو چور یار بال بدہی وغیرہ وغیرہ لکھنا نندا کہلاتی ہے - مگر چور کو چور - خود غرض کو خود غرض - ایشور کو ایشور - نندک کو نندک - جھوٹے کو جھوٹھا کہنا نندا نہیں ہے بلکہ صفت ہے - بنا بران سوامی جی نے کسی کی نندا نہیں کی - جو کچھ کہا صحیح اور واقعات کے مطابق کہا - لہذا وہ مہرشی ایسے الزامات سے مُبرا ہے ॰

ہاں رشی منیوں کی نندا پورانوں کے مصنفین نے کی ہے - اور کرتے چلے آئے ہیں - چنانچہ بوپدیو مصنف
بھاگوت نے بودھ بانی ناستک مت کے سوا سب رشی منیوں کو کلنک کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ بدکاری وغیرہ
افعال کے مرتکب ہوئے تھے - چنانچہ مہرشی کرشن جیسے یوگی راج دھرماتما کو ناچا اور بیگانی عورات کے کپڑے
اٹھا لیجانیوالا اور اُن کو الف ننگی کر کے دیکھنے والا ماکھن چور وغیرہ لکھا ہے - اسیطرح برہما کو اپنی دختر
نیک اختر کے پیچھے بہ نیت بد مغلوب شہوت ہو کر بھاگنے والا - اور والد بیاس دیو کو کمینہ خاندان کی لڑکی کو خراب کرنیوالا
اندر کو گوتم کے پاکدامن کا پردہ عصمت دریدہ کرنے والا بتلایا ہے - چنانچہ مفصل دیکھو بھاگوت مطبوعہ بمبئی
اور گوپال سہسر نام کے مصنف نے کرشن جی کو گوالوں کی منکوحہ کا یار اور ماکھن چور اور بال بدھی وغیرہ لکھا ہے
چنانچہ دیکھو گوپال سہسر نام مطبوعہ بمبئی

बाल क्रीडा समासक्तो नवनीतस्य तस्करः । गो
पालकामिनिजारःचोरजारशिरोमणिः ॥ गो०

لڑکوں کیطرح کھیل کا شائق ہونیوالا - ماکھن کا چور - گئو چرانے والوں کی عورتوں کا یار - چوروں یاروں کا سرگروہ ہے
پھر دیوی بھاگوت کے مصنف نے چندرماہ کو اپنے گورو برہسپتی کی عورت کو چرا لیجا کر حمل حرام کرنے والا - اندر کو
گوتم کی عورت کو خراب کرنے والا - برہما کو لڑکی کو پیچھے دوڑنے والا وغیرہ وغیرہ لکھا ہے - چنانچہ دیکھو دیوی بھاگوت
مطبوعہ بمبئی
اور لنگ پوران کے مصنف نے شیوجی مہاراج کو رشیوں کی عورات کے عقب میں بہ نیت بد مغلوب شہوت ہو کر بھاگنے
والا وغیرہ ثابت کیا ہے - چنانچہ دیکھو لنگ پوران مطبوعہ بمبئی
اور پدم پوران کے مصنف نے وشنو جی کو جالندھر کی پتی برتا استری سے دغابازی کے ساتھ بدکاری کرنیوالا
اور راز فاش ہونے پر اسکا مجنوں بنکر پتھر ہو جانیوالا - اور بامن اوتار کو راجہ بل سے فریب کھیلنے والا - اور
بشن جی کو بے علم اور مرنامی رشی سے شکست پا کر سبھا میں چھپنے والا وغیرہ وغیرہ لکھا ہے - چنانچہ دیکھو
پدم پوران موجودہ لائبریری جموں
اور بھوشیہ پوران کے مصنف نے پراشر منی کے والد کو چھپا کی اور شارنگی رشی کے والد
کو ہرنی سے خلاف وضع فطری کا ارتکاب کرنیوالا - چنانچہ دیکھو بھوشیہ پوران مطبوعہ بمبئی

——— شانگی رشی ہرنی کے پیٹ سے متولد ہوا۔ اور پراشر رشی چنڈالی سے۔ وشسٹ مہا منی گنکا یعنے رنڈی کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ تپسیا کر کے برہمن بن گئے۔ سنسکار ہی برہمتو کا کارن ہے۔ ماسواء گزشتہ باتوں کے اس جگہہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی جنم کر کے براہمن نہیں ہوتا بلکہ برہمتو کا کارن سنسکار ہی ہیں۔ کما لا یخفے ؛

ہم کہاں تک بتلاویں وقت قلیل اور قصہ طویل ہے۔ بنابران مہرشی دیانند جی پر جو کہ بموجب وید و شاستروں کے ان مذکورہ بالا سب رشیوں کو دہرماتما اور صالح اور یوگی راج مانتے تھے۔ اور پورانوں کے مصنفوں کو انکا نندک جانتے تھے۔ ہندا کسیکا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ فافہم ؛

قول بت پرست ۔ سوامی دیانند جی ہندؤں کے دشمن تھے۔ اور ہندوپن سے متنفر تھے ؛

قول خدا پرست ۔ سوامی جی مہاراج کسی کے دشمن نہ تھے۔ بلکہ بموجب فرمان وید مقدس

मित्रस्य चक्षुषा समीक्षामहे ।

یعنی ہم سب مجسم حیوانات کے ساتھہ بلا رو رعایت براہ انصاف محبت سے بطرز حبیبانہ برتاؤ کریں" سبکو مترتا کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انکو کسی کا پکشپات نہ تھا ؛

ہاں اسمیں شک نہیں کہ ہندوپن سے متنفر تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ بت پرستی۔ شرک۔ کفر۔ جیو ہنسا۔ مردم پرستی۔ چوری۔ یاری۔ شرابخوری۔ قمار بازی۔ خود غرضی۔ مردہ پرستی۔ قبور پرستی۔ رس لیلا کی خرمستی۔ دریا پرستی۔ مردم آزاری۔ زبردستی۔ وغیرہ وغیرہ ہندوپنوں کا وجود روئے عالم سے مفقود ہو جائے۔ اور جو لوگ کہ اپنے ست سناتن ویدک دہرم کو بھولکر ہندوپن کا شکار بن رہے ہیں۔ سدہر جاویں اور اپنے اصلی دہرم کو جان کر اسکی۔ صداقت کے قائل ہو کر اسکی شرن لیں۔ اور ہلاکت سے بچ جاویں۔ اپنے رشی کل کو تلانجلی دیکر محمدیت۔ عیسائیت کا شکار ہو کر پتت نہ ہو جاویں۔ چنانچہ آپکو بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ اور اپنے ٹریکٹ کے صفحہ پر یوں تحریر فرمایا ہے۔ کہ (کچھہ عرصہ گذرا کہ بہت سے آدمی ایسے بھی تھے۔ جو یہ چاہتے تھے۔ کہ ہندوؤنکی رسموں کی جنجیریں گردن سے اتار پھینکیں۔ لیکن انکا بس نہیں چلتا تھا۔ نیز جنکا یہہ بھی خیال تھا۔ کہ کیا ہی اچھا ہو کہ ہماری عقل جو کچھہ کہہ رہی ہے۔ وہی ویدوں شاستروں میں ملجاوے۔ آخر کار ایک ایسے آدمی پیدا ہوئے جنہوں نے ان بیچاروں کی مرادیں پوری کرنے کے لئے ... ... الخ) جس سے ہویدا ہے کہ بہت لوگ سوامی دیانند جی سے پیشتر ہی بت پرستی مردہ پرستی مندر و دریا پرستی وغیرہ کفر شرک سے تنگ آکر عیسائی ہو گئے۔ اور بہت لوگ ہونیکو طیار تھے۔ اور بہت چاہتے تھے۔ کہ کیا بہتر ہو جو وید شاستر میں بھی اس کفر و شرک و بدکاری کی تردید اور توحید لکھی ہوتا کہ ہم ہندوپن کی بدکاریوں سے بچ جاویں۔ گو یا کہ سوامی دیانند جی نے پیدا ہو کر ان بیچاروں کی جان بچائی اور انکی مرادیں پوری کر کے انکو ست سناتن ویدک دہرم پر قایم رکھا۔ بموجب خیال معترض سوامی جی نے ہندو لوگوں کے ساتھہ ہی دشمنی کی اور اسی لئے وہ ہندؤں کے بڑے دشمن تھے۔

برا حال کرتے ؞

قول ب - اگر ہندو قوم کے رکھشک دیالو نہ ہوتے تو سوامی جی کا بہت برا حال کرتے ؞

قول خ - پوپ صاجان کی طرف سے تو اب بھی کوئی کسر باقی نہیں رہی - انہیں جتنی قوت تھی انہوں نے اس سے بڑھکر سوامی جی کو نقصان پہونچانیکی کوشش کی - انپر تلواریں چلائیں - اُن کو دریا میں ڈوبانے کے واسطے آدمی مقرر کئے اُن کو اینٹیں ماریں - اور اپنی جبّلی عادت کے مطابق بچارہ خود غرضی کئی طرح کی غلط افواہیں مشتہر کیگئیں - کہ سوامی جی عیسائیوں کے نوکر ہیں اُن سے تنخواہ لیکر لوگوں کو مُردوں کی شرادہ کرنے اور بُت پرستی وغیرہ کو ویدوں شاستروں کے برخلاف بتلاتے ہیں - اور ہماری چڑیوں کو جال سے چھوڑاتے ہیں -

آخرالامر جب کسی طرح سے اُس آفتاب صداقت کا مقابلہ نہ کرسکے تو مغضوب ہوکر اپنے قدیمی ذیرہ کو اختیار کرکے وشواس گھات کیا - جس سبب وہ ویدوں کی دلدادہ طالب صداقت محب دہرم مشتاق صلاحیت ایشور آگیا کو پالن کرتے ہوئے ویدک دہرم پر اپنے تن من دہن اور ودیا وغیرہ کو رفاہ عام کیواسطے نثار کرکے مطلب پرست خود غرضوں ... ... کے ہاتھ سے شہید ہوئے - چنانچہ یہہ کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے - پھر یہہ کہنا کہ ہندو قوم کے رکھشکوں (یعنے پوپ صاجان) نے دیالو ہونیکی وجہ سے سوامی جی سے کوئی بدسلوکی نہیں کی صریح کذب اور بیجا فخر ہے -

ویدک دہرم کا موجودہ جلال جو آپکو وبال جان سوجھ رہا ہے - یہہ اسواسطے نہیں کہ موجودہ پنڈال برتک یا ہمن دیوتوں نے اُسکا مقابلہ نہیں کیا - بلکہ یہہ سب آنجناب مستطاب معلی القاب مہرشی دیانند جی کے استقلال اور راستی اور دہرم بہاؤ اور ویدک دہرم کی صداقت کا نتیجہ ہے - کما لا یخفیٰ ؞

اچھا بقول آپکے ہندو قوم کے رکھشکوں یعنے براہمن دیوتوں نے تو سوامی جی کو اپنی دیا سے کچھہ نہ کہا - مگر یہہ تو بتلاؤ کہ عیسائیوں اور محمدیوں نے اُن کو کیوں جانے دیا - اور اُن کو کون نقصان پہونچایا - سوامی جی کی سوانحعمری اور دیگر اخبارات مخالفین کے مطالعہ سے پیدا ہے - کہ گو سوامی جی محمدیوں اور عیسائیوں کی سخت تردید کرتے تھے - مگر اُنہوں نے بہ نسبت ہندو دہرم کے رکھشکوں کے اُن سے کوئی بدسلوکی نہیں کی - اگر آپ تعصب کی پٹی آنکھوں سے اُتار کر دیکھیں تو آپکو معلوم ہو جائیگا کہ ہندو قوم کے رکھشکوں نے بہ نسبت محمدیوں اور عیسائیوں کے سوامی جی پر نہایت درجہ کے سخت تشدد کئے اور اُن کو نقصان پہونچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا -

حضرت یہہ آپ کا وہم باطل ہے - ہندو قوم کے رکھشک پوپوں نے دیا ہونیکی وجہ سے سوامی جی کا لحاظ نہیں کیا بلکہ اُنکی سچائی اور دہرم بہاؤ نے دم بخود کر دیا تھا - مخالفین کو تاب نہیں تھی - کہ راستی کا مقابلہ کرسکیں - اور جو جو اعتراضات سوامی جی نے اُنپر کئے تھے - اُن کو غلط یا لغو قرار دے سکیں - وہ مہرشی مرد میدان شیردل تھے - اُس نے روئے عالم پر سب کے روبرو ویدک دہرم کا ڈنکا بجایا اور سر میدان بڑے زور کے ساتھہ بآواز بلند ویدک دہرم کی صداقت کا دعوے کرکے اُسکو ثابت کیا اور سبکی قلعی کھولکر

جھوٹھ کا رد کر کے راستی کی داد دی۔ اور سبکو ویدک دھرم کی دعوت کی۔ اور چیلنج دئے۔ اور سب کے ساتھ شاستر ارتھ اور مباحثے کر کے متکبر اور بد دماغ لوگوں کے دماغ سے بوئے نخوت کو نکالا۔ مگر کوئی دم بھی نہ مار سکا اور سب پر روشن کر دیا۔ کہ تمہارا اصلی دھرم ویدک ہے۔ تم سب آریہ تھے۔ ہندو وغیرہ نام تمہارے غیر ملکی لوگوں نے تعصب سے مشتہر کئے ہوئے ہیں۔ تمہارے بزرگ آریہ کہلاتے تھے۔ سو تم بھی اپنی ناحق کی بدنامی کا انسداد کر کے وید مقدس کی شرن آؤ۔ اور آریہ کہلاؤ۔

یہی وجہ تھی کہ ہندو مسلمان عیسائی جینی وغیرہ سب کے سب اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ مگر نیر صداقت کا کچھ انسداد نہ کر سکے۔

قول ب ۔ سوامی جی نے سابق میں شرادھ مانا تھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آجکل کی نئی روشنی والے اس سے نفرت کرتے ہیں تو جھٹ دوسرے ستیارتھ پرکاش میں لکھدیا کہ چھاپے خانہ کی غلطی ہوگئی ہے۔

قول ج ۔ معترض عجب چالاک اور گھٹ ہیں تاک ہے کہ ہر وقت داؤ پیچ کھیلتا ہوا بہ نیت دھوکا دہی مہمل اور مشتبہ الفاظ کا مسودہ جوڑ جاڑ کر پیش کرتا ہے۔ نہ معلوم اس حضرت کو کیا سوجھتا ہے۔ کہیں پدم پوران والے حضرت باون اوتار اور نارد جی کی تقلید تو اختیار نہیں کر لی۔ خیر کچھ ہی ہو۔ ہمیں حفاظت خود اختیاری سے سروکار ہے۔ اور اظہار صداقت درکار۔ فہو المراد +

معترض نے یہہ تو لکھدیا کہ سوامی جی نے سابق میں شرادھ کو مانا تھا۔ مگر یہہ کہیں بھی نہیں بتلایا کہ سوامی جی نے شرادھ کو کیا مانا تھا اور پھر اسکی بابت کیا کہا۔

بقول معترض تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے سوامی جی شرادھ کو مانتے تھے مگر پھر اسکا ماننا چھوڑ دیا مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ یہہ بات محض افترا پردازی اور خود غرضی کی ہے۔ مہرشی دیانند جی ہمیشہ شرادھ کو مانتے رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی شرادھ کی تردید نہیں کی۔ بلکہ شرادھ کو حکم وید مقدس جانکر اس کے ثبوت میں براہین قاطع اور دلائل ساطع بتلاتے رہے۔ چنانچہ انکی تصنیفات شاہد ہیں۔ اور اب تمام آریہ لوگ بھی شرادھ کو فرائض انسانی سے مانکر کرتے ہیں۔ مگر مُردوں کا نہیں جیتوں کا۔

الا یہاں پر شائد معترض کی مراد کچھ اور ہے جو اس نے بہ نیت مغالطہ دہی ظاہر نہیں کی یعنے معترض کی مراد شرادھوں سے مُردوں کو سورگ میں کھیر پوری پہونچانے کے واسطے کھیر پوری کچوری وغیرہ تر مال خود غرضوں کو کھلانا ہے۔ سو یہہ بات بالکل وید ورودھ اور خلاف قانون قدرت ہے۔ اسکو نہ کبھی سوامی جی نے مانا اور نہ ہی کوئی اور عقلمند کبھی تسلیم کرنے کو طیار ہے۔ کیونکہ یہہ کرم نہ تو کیول شرادھ ہے اور نہ یتھارتھ شرادھ ہے۔

شرادھ کہتے ہیں شردھا سے کسی کام کے کرنے کو بشرطیکہ وہ وید وہت ہو۔ کیونکہ شرت نام ست کا

ہے۔ جس کریا سے سچائی کو قبول کیا جاوے وہ شردہا ہے۔ اور جو کام شردہا سے کیا جاوے۔ اسکا نام شرادھ ہے۔

پتری شرادھ کہتے ہیں پورے پریم اور سچے دل سے جیتے جاگتے بزرگوں کی خدمت کرنے کو۔ کیونکہ یہہ لفظ مرکب ہے دو لفظوں پتری اور شرادھ سے۔ سو لفظ شرادھ کے معنی تو معلوم ہو چکے باقی رہا لفظ پتری سو یہہ شبد پا رکشنی دہاتو یعنی مصدر سے ثابت ہوتا ہے جسکے معنے مہاودرہ سنسکرت اس طرح پر کئے جاتے ہیں (پاتی رکشتی اتی پتا) یعنی جو دکھہ سے رکشا کرے وہ پتر ہے۔ مگر یہہ آپ جانتے ہی ہیں دکھہ سے بچانے کو زندہ بزرگ ہی سمرتھ ہوتے ہیں۔ مردہ نہیں۔ اور نہ کہیں آج تک یہہ ثابت ہوا ہے کہ کبھی کسی مردہ بزرگ نے بھی آکر اپنے بال بچہ کو دکھہ سے بچایا ہو۔ پس بموجب قول وید مقدس پتری شرادھ زندہ بزرگوں کی خدمت کرنا ہے۔ نہ کہ جیتے جاگتے بزرگوں کو پوپ پرپاٹی کے مطابق جوت بہزار کرکے فاقہ کشی کا مزہ چکھانا۔ اور مرے بعد انکو سورگ میں پہنچانے کی خاطر مفت خور کرائے کے ٹٹوؤں کی پیٹی گون میں کھیر پوری بھرنا شرادھ ہے۔ دیکھئے وید مقدس میں پتری اور ان کے منتر یعنے بزرگوں کو دعوت کرنے اور گھر میں بلانے کی ترکیب کی ہدایات میں اس طرح ارشاد ہے:۔

आ यन्तु नः पितरः सोम्यासोऽग्निष्वात्ताः पथिभिर्देवयानैः। अस्मिन यज्ञे स्वधया मदन्तोऽधिब्रुवन्तु तेऽवन्त्वस्मान्॥ य॰ अ॰ १९ मं॰ ५८

ترجمہ۔ اے ہمارے ذی عزت بزرگو تشریف لاؤ۔ آپ سبکو سکھہ دینے والے سب کے خیرخواہ۔ اور منبع عرفان و علم عناصر و علم برقی وغیرہ کے جاننے والے۔ عالموں کے راستے پر چلنے والے ہو اپنی ہدایت اور علم سے نہایت خوش ہوکر ہمکو اپدیش کرتے ہوئے ہماری ہمیشہ محافظت کرو۔

اس وید منتر کو پڑھکر رشیوں کا زمانہ یاد آتا ہے۔ اور اس وقت کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک وقت تھا۔ جب رشی لوگ اس منتر کے مطابق ایشور کی آگیا پالن کرتے ہوئے عزت کے قابل ہوتے تھے۔ کیونکہ وید و شاستر کے چار آشرموں یعنے برہمچریہ گرہست۔ بان پرست۔ سنیاس کی تقرری سے پتہ لگتا ہے۔ کہ روئے عالم پر ایک وقت ایسا تھا۔ کہ کوئی پچاس سال کے اوپر اور پچیس سال کے اندر کا انسان بستی میں نہیں رہتا تھا۔ کیونکہ پانچ برس سے پچیس برس تک برہمچریہ یعنے تحصیل علم و ہنر اور جسمانی ترقی کا زمانہ تھا۔ سو اس وقت میں سب لوگ وید و شاستر کی آگیا انوسار اپنے بچوں کو گوروکل میں پڑھنے کے واسطے بھیجدیا کرتے تھے۔ جو کہ بستیوں سے کئی کوس کے فاصلہ پر ہوتے تھے۔ بنابراں کوئی کم عمر شخص یعنے بچہ کسی بستی میں نظر نہیں آتا تھا۔ اور پچاس سال کے بعد زمانہ بان پرست اور سنیاس کا ہے۔ سو اس زمانہ میں بھی لوگ سیر و سفر

کرتے ہوئے اپنے پہلے تحصیل کردہ علم کو دوہراتے اور اپنے تجربات سے عالمیان کو فائدہ پہونچاتے ہوئے جنگلوں میں رہکر اپنی باقی عمر بسر کرتے تھے - اور اپدیش کیوقت بستیوں میں آتے تھے - اس لئے کوئی بوڑھا ہی نظر نہیں آتا تھا - باقی برہم گرہستی لوگ سو وہ سب جوان یعنی عالم شباب کے ہوا کرتے تھے - ایسے وقت میں اس وید منتر پر عمل ہوتا تھا - کہ سب گرہستی لوگ بموجب ہدایت وید مقدس - پریم اور خواہش سے بزرگوں کو رتھ بہلی گاڑیاں وغیرہ سواریاں بھیجکر بڑی عزت سے اپنے گھروں میں بلاتے تھے - انکی پیشوائی کے واسطے جاکر اس وید منتر کو پڑھکر اپنا نویدن سناتے تھے - انکے آنے کے راستوں کو سجاتے اور انکو طرح طرح کی لذیذ اور خوش مزہ مفید و معطر اغذیہ کھلا کر خوش کرتے - اور ان سے اپدیش سنکر ان کے معلومات اور تجربات سے مستفیض ہو کر ان پر عملدرآمد کر کے آنند پاتے تھے - کیونکہ منتر ہذا میں فقرہ (بردونستو تے वदन्तु ते) یعنے ہم کو اپدیش کرتے ہو - یا ہم سے باتیں کرتے ہو - موجود ہے - اگر یہ منتر مردہ پتروں کے آواہن کا ہوتا - تو اسمیں بردونستو تے کا فقرہ نہ ہوتا - کیونکہ ہم سے باتیں کرتے ہوئے ایسا مردوں کو کہنا فضول ہے - اس لئے کہ مردہ کبھی باتیں نہیں کرتے - مگر وید میں کسی بیفائدہ بات کا لکھا جانا - اسکو بیہودہ ثابت کرتا ہے - بنابران یہ زندہ پتروں کو دعوت کرنے کی ہدایات سے معمور منتر ہے - رشیوں کے زمانہ میں لوگ اسی کے مطابق عملدرآمد کرتے تھے - آہ! کیا وہ زمانہ تھا کہ اس وقت ایک کا بیٹا سب کا بیٹا اور ایک کا باپ سب کا باپ سمجھا جاتا تھا - لوگوں میں محبت اور ہمدردی کا جام لبریز ہو کر رشتۂ اتفاق یہانتک مضبوط تھا کہ انسان تو انسان باقی حیوانات بھی انکے فیض سے مستفیض ہو کر گویا ویدک سدہانت کے مدح خواں تھے - اس وقت نہ چوروں کا خوف تھا نہ گھر کا فکر تھا نہ بدکاری کی بو تھی - نہ نفاق کا ذکر - ہر طرف میں امن و امان تھا سب کے دل میں ایشور کا گیان تھا - کیا ہی آسائش کا سماں تھا کہ جسمیں اس وید منتر کے مطابق بزرگ لوگ عزت کے قابل ہوتے تھے اور لوگ انکی عزت کرتے تھے ہائے کہاں گیا وہ پوتر سماں اور کہاں گئے وہ ہمارے برگزیدہ حالت وہ ہو؟ بر خود غرضی اور جہالت کہ جسکے سبب ہمیں یہ موجودہ وقت دیکھنا نصیب ہوا - اگر برہمن دیوتا خودغرض اور ناعاقبت اندیش ہو کر ویدوں شاستروں کو اپنی ہی جاگیر نہ بنالیتے اور مثل سابق رشی منیوں کے سبکو تعلیم اور تربیت کرتے رہتے تو ہمیں آج ہرگز ہرگز یہ وقت اور اپنی بدتر حالت دیکھنی نصیب نہ ہوتی - دریغا حسرتا افسوس ہیہات - برہمن دیوتا نے ہمکو یہ دن دکھایا ہے - اور ودیا ویہ جہالت میں جکڑ دلائے - کاش کہ یہ لوگ اب بھی بچار کریں - کہ مہرشی دیانند جی کا بھی اپدیش تھا کہ جہالت اور خودغرضی کا ناش ہو کر گیان اور ہمدردی کا پرکاش ہو - اور سب لوگ از سر نو زندہ ہو کر وید کے دھرم کا پالن کریں - پس اگر اب بھی بموجب حکم وید و شاستر عملدرآمد شروع ہو اور لوگ اپنے پیچیدہ جال کو توڑ ڈالیں - تو ممکن ہے کہ پھر وہی پوتر زمانہ ہمیں اپنے درشن سے کرتارتھ کرے مگر آپ جیسے خودغرض کب چاہتے ہیں کہ لوگ دھرم مارگ پر چلکر آسائش اور آرام سے گزران کریں - اور

بھوا رتھی ادھرمیوں کا ترسکار ہو - پرمیشور آپ جیسے متعصبوں کا ہٹ بھی دور کرے اور وہ وقت جلد آوے کہ مہرشی دیانند جی کا اُودیش پورن ہو -

باقی رہا یہہ کہ پہلی دفعہ چھپے ہوئے ستیارتھ پرکاش میں مُردوں کے شرادھ کرنیکی بھی ہدایت تھیں۔ سو وہ ستیارتھ پرکاش شریمان راجہ جَے کشن داس جی کے پربندھ سے بنارس یعنی کاشی میں چھپا تھا اور سوامی جی اُس اثناء میں بمبئی وغیرہ کی طرف سیر سفر کر رہے تھے - اِس لئے سوامی جی کو نہ ہی اُس کے پروف دیکھنے کا موقعہ ملا - اور نہ ہی وہ اُس ستیارتھ پرکاش کی نظر ثانی کر سکے - اور اُس چھاپہ خانہ میں تمام پریس مین اور کاتب، وغیرہ پوپ تھے - یہہ سب اُنکی کارستانی اور خود غرضی تھی - اُنہوں نے انہیں باتوں کے واسطے جو آپ کرتے ہیں وہ دو تین لفظ ستیارتھ پرکاش میں اپنی طرف سے گھسیڑ دیئے مگر جب وہ ستیارتھ پرکاش پورے طور پر چھپ گیا اور اُسکی مکمل جلد سوامی جی کے پاس پہونچی - اور آنجناب نے اُس کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ کاشی کے پوپوں نے چالاکی سے ستیارتھ پرکاش میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہہ تحریف کر دی ہے - پس اِس وقت سمت ۱۹۳۵ کے شروع میں ہی بمبئی سے ایک نوٹس مشتہر کر دیا کہ لوگ مغالطہ سے بچ جاویں - چنانچہ دیکھو نوٹس منسلکہ یجروید بھاشیہ انک (۱) شروع سمت ۱۹۳۵ مطبوعہ بمبئی . جو تحت میں مسطور ہے ۔

(نوٹس) سبکو ودت ہو کہ جو جو باتیں ویدوں کی اور اُن کے انکول ہیں - اُن کو میں مانتا ہوں ورودھ باتوں کو نہیں - اِس سے جو جو میرے بنائے ستیارتھ پرکاش وا سنسکار ودھی آدی گرنتھوں میں گرہیہ سوتر و منوسمرتی آدی پستکوں کے بچن بہت سے لکھے ہیں - وے اُن گرنتھوں کے متوں کو جاننے کے لئے لکھے ہیں اُنمیں سے ویدارتھ انکول کا ساکشی وت پرمان مانتا ہوں - کیونکہ ویدا ایشور واکیہ ہونے سے سروتھا گراہیہ مانیہ ہیں - اور جو جو برہما جی سے لیکر جیمنی منی پرینت مہاتماؤں کے بنائے ویدارتھ انکول گرنتھ ہیں اُن کو بھی میں ساکشی کے سمان مانتا ہوں اور جو ستیارتھ پرکاش کے پرشٹھ ۴۷ اور ۴۳ پنکتی میں پتر آدکوں میں سے جو کوئی جیتا ہو اُس کا ترپن کرے اور جتنے مر گئے ہیں اُنکا تو اوشیہ کرے تتھا پرشٹھ ۴۷ پنکتی ۱۳ مرے ہوئے پتر آدکوں کا ترپن اور شرادھ کرتا ہے - اتیادی ترپن اور شرادھ کے وشیہ میں جو چھاپا گیا ہے - سو لکھنے اور شودھنے والے کی بھول سے چھپ گیا ہے - اس کے ستھان میں ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیتوں کی شردھا سے سیوا کر نتیہ ترپت کرتے رہنا یہہ پتر آدکوں کا پرم دھرم ہے - اور جو جو مر گئے ہوں اُنکا نہیں کرنا کیونکہ نہ تو کوئی شریر مرے ہوئے جیو کے پاس کسی پدارتھ کو پہنچا سکتا ہے - اور نہ مرا ہوا جیو پتر آدی کے دئے پدارتھوں کو گرہن کر سکتا ہے - اِس سے یہ سدھ ہوا کہ جیتے پتا آدی کی ترپتی سے سیوا کرنے کا نام ترپن اور شرادھ ہے انیہ نہیں اِس وشیہ میں وید آدی کا پرمان بھجوسکا کے (۱۱) انک کے پرشٹھ ۵۱۴ سے لیکر ۱۲ انک پرشٹھ ۴۷۰ تک چھاپا ہے

وہاں سے دیکھ لینا)

ہاں معترض کا اعتراض اُس صورت میں کچھ وقعت رکھ سکتا تھا جبکہ سوامی جی نے پروف بخود پڑتال کئے ہوتے اور اُن کو تصدیق کر دیا ہوتا۔ مگر جب ثابت ہے کہ سوامی جی نے نہ ہی بخود پروف دیکھے تھے اور نہ ہی اُنکو تصدیق کیا تھا۔ تو پھر سوامی جی پر یہہ اعتراض ہرگز نہیں آسکتا۔ کہ اُنہوں نے پہلے ستیارتھ پرکاش میں مرتک شرادھ کو مانا تھا۔ اور پھر بعض لوگوں کی رضامندی کے واسطے اُسکی تردید کر دی۔ اور لکھدیا کہ چھاپہ خانہ کی غلطی ہوگئی ہے۔

نیز اگر لکھاری یا چھاپنے والوں کی غلطی نہ ہوتی تو جبوقت سوامی جی نے یہہ الزام اُنپر لگایا تھا۔ کہ یہہ غلطی اُنکی ہے۔ پھر اُنہوں نے باوجود پوپ ہونے کے سوامی جی کی تردید کیوں نہ کی۔ حالانکہ وہ اُس وقت جیتے جاگتے موجود تھے۔ اور نیز اُنکے پاس سوامی جی کی تحریری اصل کاپی بھی موجود تھی۔ مگر یہہ بے ایمانی واقعی اُنہیں کی طرف سے دیدہ دانستہ ہوئی تھی۔ اصلی کاپی میں مرتک شرادھ وغیرہ کا نام بدار دتھا۔ بنابران جب سوامی جی نے اُنپر یہ الزام لگایا۔ کہ یہہ لکھاری اور چھاپنے والوں کی بھول سے چھپ گیا ہے۔ وہ چوں تک نہ کر سکے۔ اور جان بچاتے ہوئے دم دبا گئے۔ لہذا آپکا اعتراض فضول اور نامعقول ہے۔ قابل وقعت نہیں۔

پھر سوامی جی کی کئی پُستکیں ستیارتھ پرکاش سے بہت مدت پیشتر چھپکر کئی بار فروخت ہو چکی تھیں جنمیں مرتک شرادھ کا پورے طور پر کھنڈن کیا گیا تھا۔ چنانچہ دیکھو پُستک سندھیا اوپاسنا مطبوعہ بمبئی ماہ اشون سمت ۱۹۳۲ مطبع آریہ پرکاش صفحہ ۴۰ و ۴۱ اور سنسکار ودہی بار اول سمت ۱۹۳۲ اور وید بھاشیہ بھومکا بار اول بھادروں سدی ایک سمت ۱۹۳۳ صفحہ ۱۵م سے ۲۶م تک اور لکچر پونا جو سوامی جی نے ۴۔ اگست ۱۸۷۵ء کو مرتک شرادھ کھنڈن پر دیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ دیکھو انصاف ظاہر ہے کہ سوامی جی ستیارتھ پرکاش کے بنانے سے پہلے ہی مرتک شرادھ کا کھنڈن کرتے تھے۔ پھر جب اُنہوں نے ستیارتھ پرکاش بنایا تو اُسکا منڈن کرنا بالکل غلط ہے۔ یہہ مرتک شرادھ کے منڈن کی کارستانی بنارس کے خودغرض پوپ صاحبان کی تھی جسکی قلعی سوامی جی نے فوراً کھولدی .: کمالا یخفیٰ

قول ب۔ لیکن ہائے افسوس وائے افسوس سوامی دیانند صاحب شہرت کے خواہاں تھے۔ اُن کو دتی دہرم کا خیال نہ تھا ۔:

قول خ۔ بیچارہ شپرہ طینت معترض غبار اُڑا کر سورج کو چھپانا چاہتا ہے۔ اور ایک پرا پکاری مہرشی پر ایسے کمینہ حملے کر کے اپنی بدطینتی کا ثبوت دے رہا ہے۔ مگر سورج کو غبار سے کیا نقصان دھول اڑانیوالے کے ہی سر کا سنگار ہوتی ہے۔ مہرشی دیانند جی کے پرا پکار کا ایک عالم شاہد ہے۔ اور سب لوگ جانتے ہیں کہ آنجناب فیضمآب نے انواع و اقسام مصائب کو سر پر جھیلکر ویدودیا کو پڑہا اور پھر دریا دلی سے خلق خدا

کو اس نے مستفیض کیا - اور شرک کفر اور جہالت سے چھوڑ کر خدا پرستی اور ودیا کی طرف لگایا - چنانچہ بڑے بڑے
گنجور کے ابر رحمت ہونے پر گواہ ہیں -
بڑے محقق علماء و فضلاء آنحضور فیض
پوپ صاحبان نے ہر چند جان توڑ کوششیں کر کے آپکو بہکانا چاہا - دنیاوی عزت اور آرام کا لالچ دیا بلکہ
یہاں تک بھی مانا کہ ہم لوگ آپکو پالکی میں بٹھلا کر اپنے کندھوں پر لئے پھریں گے - مگر آپ ہماری بھاگوت
اور گرڑ پران وغیرہ کے مہتیا پورانوں کی قلعی نہ کھولو ہماری چڑیوں کو جال سے نہ چھڑاؤ -
ویدوں کو ہمارے پنجے سے نکالکر نہ پھیلاؤ - اور عوام کو انکا استحقاق نہ بتلاؤ - وغیرہ
مگر اس سچے ریفارمر خیرخواہ عالم محب ہر دم ہوشیار آتما نے اُن سب کو خود غرضی سمجھ کر انکی ایک نہ مانی
دنیاوی عزت و مان بڑائی اور عیش عشرت وغیرہ دنیاوی گنتا جانی - سب زر و مال اور عزت اقبال
دنیوی کو دیکھا دیکھ پر دو پکار کیا - اور اپنے ارادہ کو استقلال سے سر کے ساتھ نبھایا - گو انہیں [illegible]
والوں نے ان کو انواع اقسام کی تکالیف بھی دیں - مگر اس حلیم الطبع نے سبکو برداشت کر کے ست دھرم پھیلایا
اور گم گشتگان وادیٔ ضلالت کو راہ راست بتلایا - چنانچہ اب معترض صاحب بھی اس کے مؤید ہیں - سو دیکھو آپکے
ٹریکٹ کا صفحہ ۴ (اگرچہ کئی حق شناسوں (یعنی پوپ پنچایت کے سرداروں) نے سوامی جی کو سمجھایا
(بہکایا) کہ آپ کنٹھی ارتھوں کے ارتھ کرتے (یعنے کیوں کہتے ہو کہ وید میں بدکاری - حرام خوری -
جوا بازی - شراب خوری - کمار بازی - عورتوں کو گھوڑوں سے مجامعت کرنا - مردوں کا مارنا - دنیاوی
تیرتھ - پتھر پوجا وغیرہ وغیرہ نہیں ہیں - اور جن منتروں میں مہیدھر وغیرہ نے انکو وید میں ثابت کیا
ہے - اُن کے دوسرے ارتھ کیوں کرتے) الغرض وید ہر دم کے برخلاف کر رہے ہو (یعنے پورانک گپوڑ چوپٹ کی
تردید کر رہے ہو) مگر ہائے افسوس ہائے افسوس سوامی صاحب شہرت کے خواہاں تھے (انہوں نے ایک
نہ مانی)

خدا نہ کرے اگر وہ بھی بقول اس خود غرض معترض کے دنیاوی عزت شہرت کے بھوکے ہوتے
تو پوپ صاحبان کا ہی کہنا مان لیتے - پس ان کو [...] اس طرح کے بلکہ دیگر بھی جو ودیا کے گھمنڈ میں ڈوبے
رہتے مفت کے پرچارک موجود تھے - جو [...] جیتے جی ہی وشنو یا شیو یا شیش وغیرہ جیسا چاہتے اوتار
مشہور کر کے آسمان پر چڑھا دیتے - کیونکہ ہمارے ناظرین سے بھولا ہوا نہیں ہے - کہ آج کل کے باوا
ہنس سروپ جیسے نراکشر بھٹاچاریوں کو یہ لوگ مہان ودوان کے نام سے مشہور کرتے ہیں تو سوامی
دیانند تو ودیا کے سورج اور عالم باعمل تھے - پھر نہ معلوم یہ خود غرض پوپ لوگ کیا کیا طوفان اٹھا کر
دنیا کو گمراہ کرتے - ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں - اس معاملہ میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے *

قول ب - مسلمان - عیسائی تمہارے اتنے دشمن نہیں ہیں - جتنے کہ دیانندی لوگ تمہاری

قوم کو برباد کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

قول رخ۔ ورنہ بیشک مسلمان عیسائی بیچارے آپکے فریبوں کی تہ تک تو نہیں پہونچ سکتے ہاں اگر انکا داؤ لگ جائے تو کسی ہوئے بھیڑئے کو یہہ کہہ کر کہ ویدوں کا دہرم بیہودہ اور باطل ہے اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں جنکا کوئی تعلق وید و شاستر سے نہیں رہتا۔ مگر آریہ لوگ تو آپکی تمام کارستانیوں اور خود غرضیوں کی تہ تک پہونچکر انکا کالی فوٹو کھینچکر پبلک کو دکھلاتے ہیں اور ویدک دہرم کو بھاگوت وغیرہ مہتیا پورانوں کے بیہودہ پوچ اور بیہودہ تعلیم سے بہتر ثابت کرتے ہیں۔ جس سبب لوگ رشی کُل میں رہتے ہوئے آپکے پھندوں سے نکلتے جاتے ہیں۔ اور وید و شاستر کے مطابق عملدرآمد کر کے خود غرضوں کی تعظیم و تکریم نہیں کرتے ہیں۔ پھر اگر آپ اب بھی واویلا نہ کریں تو کب کریں۔ اور آریوں کو اپنے واسطے سب سے زیادہ برباد کنندہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ (باقی آئندہ)

دیوتا کون ہیں؟

سناتن دہرم گزٹ مورخہ ۵ ستمبر ۹۹ء میں ایک مضمون بعنوان "کیا دیوتا اور ودوان ایک ہیں" شائع ہوا ہے۔ جسمیں یہ ثابت کرنیکا حیلہ کیا گیا ہے۔ کہ دیوتا۔ ودوانوں سے علیحدہ ہیں۔ سوامی دیانند سرسوتی پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے جو ودوانوں (عالموں) کو ہی دیوتا لکھا ہے شاستروں کے خلاف ہے۔ اگر لفظ دیوتا۔ ودوان کا ہم معنی ہوتا تو " देवता द्वन्द्वे च " اس پانی سوتر کے مطابق ودوان کے مترادف لفظوں کو (द्वन्द्व समास) میں (उत्तर पद) کے پرے ہونے میں پورو (پہلے) پد کو (आनङ् आदेश) ہو جاتا۔ یعنے جیسے (मित्रश्च) (वरुणश्च) (मित्रा) (वरुणौ) (इन्द्रश्च) (बृहस्पतिश्च) (इन्द्रा बृहस्पती) ہوتے ہیں ویسے ہی (ज्ञश्च) (बुधश्च) (ज्ञा बुधौ) (मनीषी च) (धीरश्च) (धीरा मनीषिणौ) وغیرہ بھی ہو جاتے۔ مگر ویاکرن (صرف و نحو)

کے قاعدہ سے ان کا ایسا سماس نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے وِدوانوں کا نام دیوتا نہیں ہو سکتا۔ دوسرے
مہابہاشیہ کے مصنف ادہیاا پاد ۲ - آہنک ۳ میں لکھتے ہیں:-

एक इन्द्रोऽनेकस्मिन् क्रतुशतआहूतो युगपत्
सर्वत्र भवति ॥ महाभा० अ० १ पाद २ आह्निक ३ ॥

یعنی "ایک اندر دیو سینکڑوں یگیوں میں بلایا ہوا ایک ساتھ سب میں ہوتا ہے"۔ اِس سے بھی ثابت ہے
کہ دیوتا وِدوانوں سے علیحدہ ہیں۔ کیونکہ وِدوان شریر والے (جسم والے) ہوتے ہیں۔ اور شریری
(جسم رکھنے والا) ایک ساتھ بہت سی جگہوں میں نہیں ہو سکتا۔ تیسرا پرمان رگ وید کے منڈل ۲ سوکت ۱
منتر ۱۳ کا دیا گیا ہے وہ منتر یہ ہے:-

त्वामग्न आदित्यास आस्यं त्वां जिह्वां शुचयश्च-
क्रिरे कवे । त्वां रातिषाचो अध्वरेषु सश्चिरे त्वे देवा
हविरदन्त्याहुतम् ॥

معنی۔ اے اگنی دیو آدتیہ نام دیوتاؤں نے تمکو اپنا مکھ بنایا ہے۔ تو سے پرکاشمان اور دیوتاؤں
نے تمہیں اپنی جہوا (زبان) یگیہ کرتا لوگ یگیہ میں آپکی سیوا کرتے ہیں اور آپ میں پڑی ان کی ہوئی آہوتی کو
دیوتا لوگ بھکشن کرتے ہیں ÷ ایسے ہی اور سینکڑوں پرمان پائے جاتے ہیں جن سے دیوتاؤں کا وِدوانوں سے
علیحدہ ہونا صاف ثابت ہوتا ہے"

اب ہم اِس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے معترض سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ سوامی جی مہاراج
نے یہ دعوے کہاں پر کیا ہے۔ کہ صرف وِدوانوں کو ہی دیوتا کہتے ہیں۔ رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا
کے صفحہ ۵۱ سے ۶۴ تک دیوتا نروپن پرکرن (جس مقام پر دیوتاؤں کے بارہ میں بحث کی ہے) میں سوامی
جی لفظ دیوتا سے اتنے پدارتھوں کو گرہن کرتے ہیں:- ایشور۔ اگنی۔ وایو۔ سوریہ وغیرہ تینتیس دیوتا۔
منتر۔ اندریہ۔ ماتا۔ پتا۔ آچاریہ۔ اتتھی۔ اور وِدوان وغیرہ۔

اب منصف مزاج ناظرین ذرا انصاف فرما دیں کہ جس شخص نے پرمان دیکر تفصیلوار لفظ دیوتا
کے اتنے معنے لکھے ہوں۔ اُسپر بغیر سوچے سمجھے یہ اعتراض کر بیٹھنا کہ اُس نے صرف وِدوانوں کو ہی دیوتا
مانا ہے۔ کہاں تک ٹھیک ہو سکتا ہے۔ خیر اب معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ ہمیں اوروں سے کچھ مطلب نہیں
سوامی جی نے لفظ دیوتا کو وِدوان کا واچک بھی تو مانا ہے۔ پھر "देवता द्वन्द्वे च"
اِس سوتر سے وِدوان کے مترادف لفظوں کو دوند سماس میں آنڈادیش (आनङादेश) کیوں نہیں ہوتا؟ اِسکا
جواب یہ ہے کہ دیوتا دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک کرم جنیا اور دوسرے آتم جنیا۔ جو کرم سے پرسدہ ہوتے ہیں۔ اُن کو

کرم جنما کہتے ہیں۔ جیسے منشیہ آدمی (انسان وغیرہ) اور جو آتما پرمیشور سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کو آتم جنما کہتے ہیں جیسے کہ سوریہ آدی (سورج وغیرہ) اب ان میں اتنا فرق ہے کہ کرم جنماؤں میں دیوتو (دیوتاپن) کرتم (مصنوعی) ہوتا ہے۔ کیونکہ کرموں کے یوگ (میل) سے آتا ہے۔ اور آتم جنماؤں میں دیوتاپن نتیہ (ہمیشہ) اور سہج روپ سے (مستقل) رہتا ہے۔ مذکورہ بالا پانی سوتر کا صرف آخری دیوتاؤں کے ساتھ تعلق ہے۔

یہی نہیں کہ وید والوں کے ہی (द्वन्द्व समास) میں اس سوتر کی پرورتی نہیں ہوتی بلکہ تمہارے فرضی دیوتاؤں میں بھی تو یہ پرورت نہیں ہوتا۔ کیا

वैश्रवणश्च - शिवश्च — (शिवा वैश्रवणौ)

—(गणेशश्च कार्त्तिकेयश्च) — (गणेशा कार्त्तिकेयौ) یہ سماس ٹھیک ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ جب تمہارے مانے ہوئے سب دیوتاؤں میں اس سوتر کی پرورتی نہیں ہوتی۔ تب اگر ہمارے مانے ہوئے کئی دیوتاؤں میں نہ ہو تو تعجب کیا ہے؟ دیکھو مندرجہ بالا سوتر پر کاشکا کے مصنف پنڈت جے دتیہ کیا لکھتے ہیں:۔

"तत्र ये लोके प्रसिद्ध साहचर्या वेदे च सह
भावेन ये निर्दिष्टास्तेषामिह ग्रहणं भवति"

یعنی جن کا سہچار تو (اکٹھا ملکر رہنا) لوک میں مشہور ہے اور وید میں جنکا ایک ساتھ نردیش کیا گیا ہے۔ انہیں دیوتاؤں کا اس سوتر میں گرہن ہے۔ اوروں کا نہیں۔

اب رہی یہ بات کہ لفظ دیوتا سے وید والوں کا گرہن کرنے میں کوئی پرمان (ثبوت) بھی ہے یا نہیں۔ ہم یہاں پر بہت سے پرمانوں کو درج نہ کرکے صرف دو پرمان پیش کریں گے ایک تیتریہ آرنیک کا اور دوسرا مہابھاشیہ کا تیتریہ آرنیک کے۔

"मातृदेवो भव पितृदेवो भव आचार्यदेवो भव
आतिथि देवो भव"

یہ اقوال مشہور ہیں۔ انہیں صاف طور پر ماتا۔ پتا۔ آچاریہ اور اتھتی کو دیوتا مانا گیا ہے۔ دوسرے مصنف مہابھاشیہ ادھیائے ۷ پاد ۳ کے ۲۷ سوتر پر یہ لکھتے ہیں:۔

देवासत ज्ञात मंहत्ति"

اس پر کیٹ لکھتے ہیں۔"

"देवा इति पण्डिताः पर्युदासं मन्यन्ते"

اور سینکڑوں پرمان ہیں۔ مگر ہم بوجہ عدم گنجایش یہاں درج نہیں کرسکتے۔ اب رہا مہابہاشیہ کا یہہ پرمان۔

एक इन्द्रोऽनेकस्मिन् क्रतुशतस्याहूतो
युगपत् सर्वत्र भवति॥

اس سے معترض اپنے مانے ہوئے۔ انسانوں سے علیحدہ بناوٹی دیوتاؤں کو ثابت کرتا ہے۔ مگر اُسکی یہہ کوشش فضول ہی نہیں بلکہ بے بُنیاد ہے۔ کیونکہ یہاں پر لفظ اِندر سورج کے معنوں میں مستعمل ہے۔ یاسک آچاریہ اسکی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

"इरां मेघं दृणातीति इन्द्रः"

یا "इरामन्नं ददाति दधाति वेन्द्रः" – इरा نام میگھہ (بادل) اور انّ (اناج) کا ہے۔ بادل کو اپنی کرنوں سے جو چھن بھن کرے یا جو اناج کو بذریعہ بارش دیوے یا دھارن کرے۔ اُسکو اندر کہتے ہیں۔ پس یہہ دونوں کھشن سورج میں ہی گھٹتے ہیں۔

سورج کا یگ پت (ایک وقت میں) انیک یگیوں میں ہونا خود بخود ظاہر ہے۔ اسمیں کسی پرمان کی ضرورت نہیں۔ اب رہا ستیارتھ وید کا منتر۔ اُس سے بھی پرتکش اور پرسیدھ (ظاہر) سورج وغیرہ دیوتاؤں کو چھوڑ کر بناوٹی اور پروکھش (غایب) دیوتوں کو گرہن کرنا میسر کو چھوڑ کر غیر میسر کے لئے بھٹکنا ہے۔ جو کہ علم و عقل سے بالکل بعید ہے۔
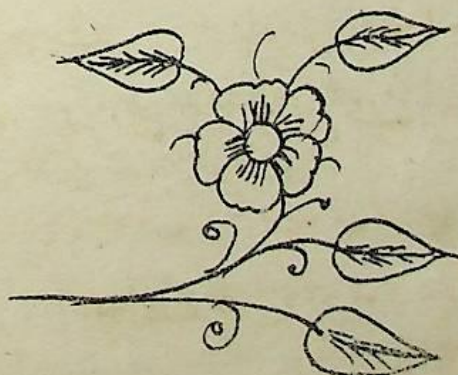
التماس

مہاشئے گن

ماہ ستمبر کا رسالہ نومبر میں آپکی خدمت میں آتا ہے۔ اس حد سے زیادہ دیری کے باعث آپ تو ناراض ہونگے ہی مگر اسکا ہمکو بھی سخت رنج ہے۔ اور ہم آپ سے اِس غیر معمولی دیری کے لیئے معافی مانگتے ہیں۔ کاتب کے ایک نہائت ضروری خانگی کام کے لیئے رخصت پر چلا جانے کے باعث آریہ مسافر ابتک آپکی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا ورنہ اِسقدر دیری ہرگز واقعہ نہ ہوتی۔

اِس نمبر پر پہلا سال ختم ہوتا ہے۔ دوسرے سال کا پہلا پرچہ بابت ماہ اکتوبر چھپ رہا ہے۔ ڈیڑھ ہفتہ تک ضرور آپکی خدمت میں پہونچ جاوے گا نومبر کے آخری ہفتہ میں چونکہ ہم آریہ سماج لاہور کے سالانہ جلسہ میں شامل ہونگے۔ اِس لیئے نومبر کا پرچہ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں آپکی خدمت میں روانہ ہوگا۔ اور دسمبر کا رسالہ اُسی ماہ میں روانہ ہوگا۔

ہم آپکے نہائت مشکور ہیں کہ چندہ کی بابت آپنے دیگر اخباروں کے خریداروں کیطرح ہمیں تقاضا کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ جب ہم نے آپ سے چندہ طلب کیا۔ اُسیوقت آپنے ارسال فرمایا۔ صرف تھوڑے سے صاحب ہیں جن کا چندہ کہ ابھی تک وصول نہیں ہوا۔ وہ بھی امید ہے۔ کہ اِس پرچہ

کے پہونچتے ہی ارسال فرماویں گے۔

اس موقعہ پر ہم بابو کنور بہادر جی وکیل حیدر آباد دکن - لالہ نانکچند جی ٹوچی دہلی - لالہ شیورام جی پشاور - ڈاکٹر ڈھاگمل جی کیتھل - اسسٹنٹ سکرٹری آریہ سماج ڈیرہ اسمعیلخاں اور آریہ سماج کوئٹہ کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ جنہوں نے آریہ مسافر کی اشاعت بڑھانے میں خاص کوشش کر کے ہماری ہمت کو بڑھایا۔ اور امید کرتے ہیں کہ دیگر آریہ بھائی اور سماجیں بھی انکی نیک مثال کی پیروی کرتے ہوئے آریہ مسافر کی ہر طرح سے امداد فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کریں گے۔

اگرچہ آریہ مسافر اس سال بھی مضامین کے لحاظ سے آپکی خدمت کرنے میں قاصر نہیں رہا۔ مگر تو بھی ہمیں یہہ امر قبول کرنا پڑتا ہے کہ ہم حسب دلخواہ آپکی خدمت نہیں کر سکے۔ ایشور پر بھروسہ رکھتے ہوئے ہم آپکو امید دلاتے ہیں کہ آیندہ ہم اسکو زیادہ دلچسپ اور مفید بنانیکی کوشش کریں گے۔ مگر آریہ سماج کے لائق اور ودوان آریہ بھائیوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً مضامین سے ہماری امداد فرماتے رہیں۔ ابھی تک سوائے دو تین مہاشیوں کے کسی صاحب نے ہمیں تحریری مدد سے سرافراز نہیں فرمایا۔ جسکا کہ ہم کو نہایت افسوس ہے۔ ہم امید واثق رکھتے ہیں کہ آئندہ وہ ہمیں اس قسم کی شکایت کا موقعہ نہ دیں گے۔

المشتہر مینیجر

بابت جلد اول

فہرست مضامین آریہ مسافر میگزین